بعون صناع علیم و کمال فضل خلاق دو جہان

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ ترجمہ فتاویٰ ممتنعہ مذہب امام اعظم مستندہ علمائے عرب و عجم مفید خاص و عام

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در مختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد حسن صاحب صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

بمطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

اطلاع ع - اس بیاض میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے ملاحظہ سے شائقان مفصل حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ہر ایک صفحہ کے حاشیہ پر جو سادہ میں ہم انہیں کتب نفیسہ نایاب و نادر جامعات کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

فقہ اردو

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان -

ترجمہ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین والحق ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی -

کشف الحاجات - ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین -

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثنائیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حاشیہ لطیف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - از افاضات مولوی عبد السلام -

شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -

حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا -

کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد ...

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو بہت سے متداول ہر دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف

تحفۃ الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -

تحقیق الانساب - از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق

تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام

تبیان - در حکم تکبیر و ختنہ از ملا معین الدین -

نصاب منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی

نام حق - مشہور و رائج از شیخ شرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ

شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسالک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم عبد اللطیف

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی مختصر کامل

مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع ترجمہ

شرح مختصر وقایہ کو زمبری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد مسعود وغیرہ -

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس الدین قہستانی متداول -

فتح القدیر - پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں شرح فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ شمس الدین افندی کامل چار مجلد ضخیم -

عینی - یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتبر کامل شرح - چھ مجلدات ضخیم -

ہدایہ - حاشیہ پر نہایت عمدہ زواید و فوائد تحشیہ مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل جلدین اولین عبادات و آخرین معاملات

بعون صانع بیچون و فضل مالک کون و مکان خالق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ ربع اول فتاوی مشہور مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی وتحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار

تمت

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ ترجمہ اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علمائے عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اوودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اردو ترجمہ درمختار جسکو عالم الٰہی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن حکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہیں منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا وارثان مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوئے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دیں لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اس زمانہ میں جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہاں ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور سرانجام سے بہ اعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرماے مصطفیٰ آباد عرف رامپور بہ سر ورحلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا باآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا عمدہ کاغذ اور طبع کا نہیں ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور قدردانی شائقان اور برکت اعانت خدام ذلک بارگاہ نواب صاحب بہادر مختشم الیہ سے بقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی چونکہ تجارت کے کاروبار میں اطراف و اکناف سے اس عمدہ ترجمہ کی طلب اور خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب مذکورۂ بالا کے اس مطبع نے پیشکش بیبہا و معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپہ اور عمدگی طبع سے خریداران بدل اشتیاق ہاتھوں ہاتھ لینگے اور نوبت کرر بتکرر طبع کی عنایت ایزدی سے بروے کار آئیگی انشاء اللہ تعالی

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اوودھ اخبار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباجہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد فی البدء والمآل و علی آلہ و اصحابہ
ذوی الشرف والکمال و علی من تبعہم باحسان الی یوم الرجعۃ والزوال بعد حمد و صلوۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی
نانوتوی عرض کرتا ہو کہ کتاب در المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جسکا رواج ہندوستان
مین مروج ہے ایس فن مین نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب مؤلفہ
محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہے دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی حتے کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہری اور
سب علما نے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسی وجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور
ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوی مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہوئے یا
اسکی مثل متون کے مقصود ہوئے اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب
بہادر مہر دوالی باندہ ۱۲۶۵ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے ۱۲۷۷ ہجری
مین آخر کتاب تک پہونچا دیا پھر محرم ۱۲۷۱ ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کر کے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے
کہ یکایک رہگرائے عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر فائدہ عام ترجمہ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اسکی تکمیل اسطرح
پر کی کہ قصد چھپوانے کا کیا اور اپنا کہ خود استعداد اسکی نہ رکھتا تھا اکیلا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد جو
اسکی چھپنے پائی تھی کہ بعض شرکا سوا دشواری آسانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوئے اسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذری
تھی اسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بعجز التجا اور تضرع کے جناب باری مین دوسرا کام نہ تھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار ارادہ طبع کا مشتہر
کیا کہ شاید اسی سے طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب نواب الامراء المعظم السلطنۃ

فرد وحید شہامت و جلالت نقطۂ دائرۂ امارت و ایالت مرکز مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان امامت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل الیقین
ملجا الاعاظم ملاذ الافاضل مسند قواعد خیر و سخاوت موسس قوانین علم و ہدی بیت قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان ٭ پرتوے از رای او پیرایۂ خورشید و ماہ ٭
یعنی جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی رامپور دامت دولتہم بدوام النعم وطالت مدتہم فی نشر آثار الکرم کے مجلس انال
فیض نوال سے مشرف ہوا تو حضرت کے حاضر ہونے کا حکم دیا کہ حضرت اسکو تائید غیبی جانکر بہ تعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا ایک سال
قدر دانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ اسکی تکمیل کی صورت
ما بدولت فرمائینگے چنانچہ دو مہینے ہی روز جب قدر کی گئی کہ عاجز نے عرض کی تھی انکی واسطے کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف دادانی توجہ جناب ممدوح سے یہ
کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کہ جنکا سارا حقیقی سے بھی بہت جاہ و دانی جناب منعم المہم
کے واسطے مقرر فرمائی بیت این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدای بخشندہ ٭ یہ کمترین اسکے شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل
سے دعا کرے اور کیا کر سکتا ہی بیت از دست فقیر بے نوا ناید ہیچ ٭ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند ٭ اَللّٰہُمَّ وَفِّقْہُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی
وَاَعِنْہُ سُؤْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاجْعَلْ سَنَدَہٗ مُلْتَزَمًا اَبَدَ الْمُنٰی وَاٰخِرَتَہٗ خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی بِحُرْمَۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہِ الْمُجْتَبٰی اب چند
باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون اوّل یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنیکی بھی نملی اسلیے اس ترجمہ کا
نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور ازانجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۸ھ ہجری مین کیا اور ۱۲۷۱ھ تک سلسلہ ترجمہ کا
جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جسمین ۱۲۶۴ھ ہجری نکلتے ہین جو ۱۲۵۸ھ اور ۱۲۷۱ھ کا درمیانی سال ہے
عجب نہین کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دوم یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہ
کا کھینچ دیا گیا سوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہان شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر
مین لکھے ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھ دیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہین اسی طرح لفظ
فائدہ جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کر دیگئی ہے
چہارم یہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کیے تھے تو اُنکے شروع مین یہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہ
صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکورہ کا ہے پنجم
یہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہ پر فروگذاشت کردی تھین اور حاشیہ پر لکھ دیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا انکو اس عاجز نے
پورا کر دیا اور جس وجہ سے اُنہین تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اسکو صاف کر دیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت
ہو گئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اُسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدل دیا ہے اور جہان
نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ہشتم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اُردو کے لحاظ
سے تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دیے تھے اُن سکو مین نے حال کے بول چال کے موافق صحیح
کر دیا ہے نہم یہ کہ اثنائے ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُنکے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے لکھ دیے ہین
دہم یہ کہ اثنائے ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اسکے دونون طرف خط مقوس کھینچا ہے اسطرح ( ) تاکہ

کوئی اُسکو عبارت درمختار کی نہ سمجھے یازدھم یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اس بات کا التزام کیا ہو کہ عبارت اُردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پاے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہو مثلاً شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑھادی ہی تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہی اُسکے بعد شارح کی تحقیق کو بیان کیا ہو اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لیے مکرر لکھا ہو اسی طرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کردیا ہی بلکہ ضمیرون کی جگہ اکثر مرجع لکھدیے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسی طرح کی گنجایش مسئلہ مین باقی نہ رہنے پاوے دوازدھم یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ صرف اُن باتون کا لحاظ رکھا ہو ۱۔ توضیح مطلب یا مسئلہ ۲۔ ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو ۳۔ شارح کا تسامح جس جگہ واقع ہوا ہو ۴۔ کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہو ۵۔ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری کتابون پر کیا ہو اُنکا نقل کرنا ۶۔ کوئی خاص فائدہ اُسکے متعلق قصد کیا ہو ۷۔ اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہو تو اُسمین روایت قوی کتب معتبرہ سے بتانا ۸۔ اگر شارح نے لکھدیا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم ہمنے نہین دیکھا اُسکی تصریح کتابون سے ۹۔ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر باہم مخالف معلوم ہوتے ہون ۱۰۔ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ مذکور نہ ہو تو حواشی مین نظر پڑا ۱۱۔ دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۲۔ اختلاف مذہبون کا ذکر ۱۳۔ جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہو اُسکا مقابل نقل کیا ہو اور اُسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین سیزدھم یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہو کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اُسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اُسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ نہو چہاردھم یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہو تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہو اُسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین کردیا ہی مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہی پانزدھم یہ کہ جس حاشیہ سے جو نقل کیا ہو آخر کو اُسکا نام اور حوالہ کردیا ہی جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہی بعض جا اُنکا بھی حوالہ کردیا ہی مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہو مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ شانزدھم یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہو تو اُسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالے کے بعد مختصراً لکھدیا ہو اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہو تو وہان حوالے کے بعد تصرف یا ملتقطاً بڑھا دیا ہو اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہو کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون مین پایا ہو تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہو ہفدھم یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہو ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بہ نسبت محشیون کے حوالہ لکھا ہو ہژدھم یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سہو محشیون نے بیان کیا ہو اُسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہو جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہو اور جا بجا اسکی تصریح بھی کردی ہو کہ لفظ غلط کو چھوڑکر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہو نوزدھم یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اُسکو قول شامی کا تصور فرمائین کمتر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہی سیاق عبارت باواز بلند کہہ رہا ہی کہ یہ ہماری بحث ہی نہ محشیون کا قول بستم یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہی اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہمین نے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہی کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون

کتابون کا نام لکھدیا ہے اور اسی طرح جو مسئلہ دونون مین یکسان نظر آیا ہے اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مندرج کر دیا ہے بست و یکم
یہ کہ جو مسائل مفیدہ اور فوائد عجیبہ کتاب مین نظر پڑے ہین انکا اشارہ حاشیہ پر فٹ کا لکھکر کر دیا ہے اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہے
تاکہ ناظرین کو انکی تلاش مین وقت نہو بست و دوم یہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب
مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالے انکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے بست و سوم یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب
اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہے اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوتی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے
امیدی کرم ہون بیت تا ترحم بسر پایہ فضل خویش ٭ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ٭ اور اللہ تعالے سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے
اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اُس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرماے
اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَاَتْبَاعِهٖ وَحِزْبِهٖ اَجْمَعِينَ اِلٰى يَوْمِ الدِّينِ اٰمِين ۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے کہ نام پاک ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مترجم کہتا ہے کہ شارح رحمہ نے دُر المختار کو شروع تسمیہ کیا یا یاح کلام مجید و فرقان اسے حدیث شریف کے جو امر ذی شان شروع ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ ہووے تو وہ ادر بے برکت ہے حَمْدًا لَکَ یَا مَنْ شَرَحْتَ قُلُوْبَنَا بِالْفِقْهِ اِلَی الْهِدَایَةِ ہم تیری ستایش کرتے ہیں اے وہ ذات مقدس کہ تو نے ہمارے سینوں کو اول کشادہ کر دیا طرح طرح کی ہدایت سے وَنَوَّرْتَ بَصَائِرَنَا بِتَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ لِلْحَقِّ اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینائیوں کو تو نے نورانی کر دیا ظاہر کی آنکھوں کی طرح وَاَفَضْتَ عَلَیْنَا مِنْ اَشِعَّةِ شَرِیْعَتِکَ الْمُطَهَّرَةِ بَحْرًا زَاخِرًا اور تو نے اپنی پاک شریعت کی شعاعوں سے بہت صاف ستھرا دریا بہا دیا وَاَنْفَقْتَ لَدَیْنَا مِنْ بِحَارِ مِنَحِکَ الْمُوَفَّرَةِ نَهْرًا فَائِقًا اور تو نے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤں سے ہمارے نزدیک ایک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کر دیا ہم شارح نے حمد الٰہی میں بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحیں ہیں اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہو جاتا ہے چنانچہ ترجمہ میں مذکور ہو چکا اور اگر کتابیں مراد لیجیے تو بھی یہ دعا درست ہے کیونکہ انسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہو گیا وَاَتْمَمْتَ نِعْمَتَکَ عَلَیْنَا حَیْثُ یَسَّرْتَ ابْتِدَاءَ تَبْیِیْضِ هٰذَا الشَّرْحِ الْمُخْتَصَرِ تُجَاهَ وَجْهِ مَنْبَعِ الشَّرِیْعَةِ وَالدُّرَرِ اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہم پر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تو نے آسان کر دی ذات مقدس منبع شریعت اور دُرر کے سامنے مدینہ طیبہ میں روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے دُر المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا ہم عرف مؤلفین میں تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب مسودہ کو غیر محرر لکھنے کے بعد صاف لکھے اور دُرر یعنی موتیوں سے مراد احکام فقہیہ ہیں اور اسمیں اشارہ ہے اُس کتاب کا جسکا نام درر ہے کذا فی الطحطاوی وَتُجَاهَ وَجْهِ الْجَلِیْلَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما لِتَبْیِیْضِهٖ بِاِذْنِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ در المختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم دُر المختار کی منقبت میں اسقدر کافی ہے کہ باذن نبوی مولف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہے مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہیں ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر جری ہیں اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہیں کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہیں اور بعضوں نے عبارت میں کمال بسط کر دیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب میں شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اقتصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونوں صحیح ہیں اور کثرت استدلال سے اسمیں تعرض نہیں کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہیں اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور مراد

لابد ازین کے اشارہ ہے کہ کی اور زوال ... مشہور ہے اصطلاح کی مراد ہیں بلکہ مشہور ... ۱۲ ... ولاں کی بنا پر ... صاحب کتاب ۱۲ ... منقبت ... ۱۲ ... بعض خواب میں ... شارح کو اذن ... صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ ۱

۴

اس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنے ماتن نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے
اور زبان مبارک کو میرے منہ میں داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ برکت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے
کذا فی الطحطاوی [illegible] علی آلہ وصحبہ الذین [illegible] الوافی حقائقہا اور رحمت خاص نازل ہو انکے آل اور اصحاب پر جنہوں نے تیرے
فضل وافی کے فیض کے عطایا سے نصرت کاشفہ مظہرہ سے امور مشتتہ کو جمع کیا اور گھیر لیا ہم شارح نے اسمیں ان فقہ کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح نے بڑے
بڑے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق و بعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین ابن علی
اور حمد وصلوۃ کے بعد [illegible] صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین [illegible] حصن کیفی کا رہنے والا امام طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا
کہ حصکفی [illegible] بنسبت حصن کیفی کی طرف [illegible] واقع ہے اور جزیرہ ابن عمر کے مابین میں شارح کا نام محمد [illegible] علاء الدین
[illegible] محمد علاء الدین [illegible] الشیخ علی [illegible] جامع مسجد کا امام [illegible]
دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ
حسن ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی [illegible] الخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی [illegible] الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار
جامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار [illegible] پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودہ سے کاغذ سادہ میں میں نے صاف کیا تو میں نے اس شرح کا حجم بڑے
دس مجلد میں اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا
تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلد میں ہوگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح
تنویر الابصار سو پھیری میں نے [illegible] کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار میں نے رکھا ہم یعنے
خوف تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد میں کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہیں بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہے [illegible] لہذا
اور تکثیر معنے سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالیقدر ہے اس فن میں یعنے فن فقہ کی کتابوں سے ضبط اور
تصحیح اور اختصار عبارت میں ہم ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے
سے یا تصحیح ترکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد اضحت روضۃ ہذا العلم بتنقیحہ الازہار مسلسلۃ الانہار اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن
ہونے سے کھلی کلیون والا روان انہار ہو گیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیون کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولون کے مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح
سے [illegible] ثمرات التحقیق [illegible] ومن غرائبہ ذخائر تدقیق تحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کیے جاتے ہیں اور اسکے غرائب سے
تدقیق کے وہ ذخیرے ہیں جنسے عقول حیرت ناک ہیں لشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف
بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین میں ہم تمرتاش
بضم تا [illegible] خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام میں اسکو غزہ ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزہ شہر او
فلسطین میں [illegible] امام شافعی [illegible] پیدا ہوئے اور ہاشم بن عبد مناف وہان مر گئے انتہی نسب ماتن کا یون ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب ابن ابراہیم
خطیب کذا فی [illegible] معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اسکی شرح ہے جسکا نام منح الغفار [illegible] فقہ میں
[illegible] شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوے دو مجلد اور شرح منار کے اصول میں اور شرح [illegible]
[illegible] المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذالک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

اور یہ امثال ... [illegible] ... حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی اشباہ و النظائر خلف الرشید ... انتقال کیا ...

... [illegible] ... عن ... ابن نجیم المصری

... [illegible] ...

... [illegible] ... روایت کرتے ہیں ... [illegible] ...

زین الدین ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں ... [illegible] ...

[illegible]

وما انا من [illegible] ولا ابالی [illegible] ولا [illegible] اور میں حسد کرنے والے کا ڈر نہیں [illegible] اور اس حال کی شکایت جو عیب جوئی کرنے
والے میری کتاب پر [illegible] اور [illegible] ہمیشہ ہوتی رہی ابن وہبان کی [illegible] شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہے کہ حاسد
حاسد [illegible] کہتے تھے کہ دیباچہ اس کتاب کا [illegible] کہتے ہیں کہ یہ کتاب قدیم ہے ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کر لی انتہی اور شارح
شارح [illegible] کا نشانہ ہوا [illegible] الفاضل [illegible] القاسم [illegible] فی الناس [illegible] اور
[illegible] کہ اس [illegible] حسد کرتے ہیں [illegible] شخص [illegible] یعنی [illegible]
[illegible] ہوا [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] شارح اسکے آگے اشارہ کرتا ہے [illegible]
[illegible] کوئی [illegible] بدون اس بات کے جو اسکی خوبی بیان کرے اور [illegible] حسد کرے [illegible]
اپنی [illegible] ثابت ہو گئی [illegible] الحق [illegible] اسواسطے کہ [illegible]
[illegible] والکریم [illegible] اور کثرت [illegible] کرتا ہے اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہے اور درست کر دیتا ہے [illegible]
سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں لئیم اور کریم [illegible] لئیم تو عیب جوئی میں [illegible] اور کریم اصلاح کرتا ہے اگر [illegible] قدرت [illegible]
کرتا ہے لیکن [illegible] علی [illegible] الکمال والاطلاع [illegible] البحر والنهر والفیض والمصنف [illegible] وعزمی زاده
واخی زاده وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن [illegible] اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے [illegible]
[illegible] کے علماء [illegible] کی تحریر اور تنقیح پر [illegible] صاحب بحر اور [illegible] اور مصنف [illegible] اور عزمی زاده
اور اخی زاده اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال [illegible] کتب مذکوره پر [illegible]
اسپر [illegible] صاحب بحرالرائق زین الدین بن نجیم مصری ہیں اور صاحب نہرالفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہرالفائق [illegible]
موت کے بعد [illegible] مسائل [illegible] بیان کرے [illegible] اور عزمی زاده [illegible] اور اکمل [illegible]
شرح ہدایہ کا مصنف ہے اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید [illegible] ابن ہمام لقب ہے عبد الواحد کا [illegible] الالباب
[illegible] عن [illegible] الرجال [illegible] تحقیقات سے کہ بعض کو [illegible] پیدا اور ظاہر کیا اور بعض [illegible] اگر [illegible]
جیسے [illegible] کی تحقیقات کا مسائل فقہ میں کچھ دخل [illegible] کہ وہ مجتہد مذہب [illegible] اور قیاس کرنے کا [illegible]
[illegible] کی تحقیقات سے کیا حاصل ہوا [illegible] تحقیقات سے مراد [illegible] کو جمع کرنا ہے اور مجتہد کے قول [illegible] عبارات
[illegible] اور اسکے [illegible] قدرت کاملہ سے [illegible]
[illegible] اور حق تعالیٰ [illegible] کی عصمت کو [illegible] اپنی کتاب کے یعنی کلام [illegible] کے سوا آدمی کی کتاب [illegible]
[illegible] المرء [illegible] اور مصنف وہ ہے جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی بہت سی
درستی [illegible] جب آدمی کا اکثر کلام حق [illegible] اسکی خطا [illegible] کا کام ہے اور [illegible] خطا کو پکڑ لینا اور اسکی
[illegible] کرنا ظالم [illegible] اور [illegible] فہو الفقیہ الماہر اور ساتھ اسکے یعنی باوجود عدم عصمت کے [illegible]
[illegible] میری اس کتاب [illegible] مسائل فقہ کا [illegible] کم ترک الاول للآخر [illegible]
[illegible] اس کتاب کے مطالب [illegible] اسواسطے [illegible] اکثر اشیا کی تصریح نہیں کی [illegible]

[illegible] ترجمہ [illegible] عبارت [illegible] شارح [illegible]

اکٹھا کر دیا اسواسطے کہ حوادث متجدد ہوتے جاتے ہیں زمانون کے تجدد سے سو فی الواقع کہ کتاب المختار منضبط ہو مسائل و حسن اختصار میں عدیم المثال ہو
ولہذا عرب و عجم میں اسطرح رغبتا رجال ہو [illegible] اور جیسے اس کتاب کو حاصل کیا سو متقدم
اسکی بہت [illegible] لیکن سب کا رواج [illegible] ہم اس صنع عبارت کو تاکید المدح بما یشبہ الذم کہتے ہیں عبارت
[illegible] تنقیح معانی و تشریح مبانی حالانکہ کتاب مذکور یا اسکی تحقیقات طویل عبارات اور پوشیدہ اشارات اور تنقیح کرنے معانی اور آراستہ کرنے
الفاظ سے لگی ہوئی ہے اسکی عبارت [illegible] العینان اور
[illegible] کی برابر نہیں اور تامل کرنے کے بعد دونوں آنکھیں اس کتاب [illegible] کتاب ہے [illegible] کرنا اسکا خبر ہو اور نہ
محتمل ہوتی ہو صدق و کذب کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اسکا کمال کا انکار کرتا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] کی اول میں [illegible] اطلاع نہیں [illegible]

[illegible] شیخ الاسلام [illegible] شیخ فخر الدین [illegible]

[illegible] شیخ الاسلام شیخ برہان الدین [illegible]

[illegible] علم شریعت [illegible]

[illegible] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ [illegible] فقہ [illegible]

[illegible] فقہ لغت عرب میں دریافت کرنا ہے [illegible]

[illegible]

وفقہا بالضم فقاہت وفقہا اور فقہ بفتح قاف جسکا مصدر فقاہت ہو اسوقت بولتے ہیں جب آدمی فقیہ ہو جائے خلاصہ یہ ہو کہ فقہ لغوی کا معنی بکسر القاف ہو اور اصطلاحی کا ضموم القاف ہو گیا ذکرہ صاحب بحرالرائق عن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے معنی میں کسر ہی نقل کیا ہو اور اصطلاحا العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں فقہ عبارت ہو احکام شرعی فرعی کے اس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے اور احکام فرعی وہ ہیں جو عمل کرنے سے متعلق ہیں اور جو اعتقاد سے متعلق ہیں انکو اصول احکام کہتے ہیں شارح نے احکام شرعی کی قید اسلیے لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث ہو اور آگ جلانیوالی ہو اور فاعل مرفوع ہو معلوم کرنا یہ ہے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلیہ ہیں اس تعریف سے معلوم ہوا کہ جو علم [illegible] حقیقی فقہ [illegible] دلائل سے استدلال کرنا [illegible] الفقہاء [illegible]

[illegible] اور فقیہ [illegible] کے نزدیک [illegible] مسائل [illegible] اوشیاء [illegible]

اگر [illegible] مسائل [illegible] کہ [illegible]

[illegible] معلوم ہوا [illegible] دلائل [illegible] اور [illegible]

فقہ عبارت ہو علم اور عمل کی [illegible] شریعت کا اور [illegible]

[illegible] الاصطلاح الاصولی [illegible] حقیقت [illegible] شریعت [illegible]

[illegible] شریعت [illegible] حقیقت [illegible] شریعت [illegible]

[illegible] شریعت [illegible] حقیقت [illegible] معلوم ہو گیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ شریعت اور ہو اور حقیقت اور ہو وہ صوفیہ کرام کے طریقہ سے گمراہ ہیں انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بدینہ [illegible]

یہ قول خواجہ حسن بصری کا [illegible] فقیہ [illegible] دنیا سے رغبت کرنے والا آخرت میں اپنے عیوب [illegible] کا دانا ہو [illegible] فقہ کی عبادت [illegible] خدا ہی کے واسطے ہوتی ہو نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کا مانگتے ہیں تو [illegible] واسطے نہیں بلکہ پروردگار کے دیدار کے لیے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہو [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] فعل المکلف [illegible]

فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہو ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے ہم موضوع اسکو کہتے ہیں جسکے عوارض ذاتی کی اس علم میں بحث اور گفتگو ہو چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہو علم نحو کا یعنی اول سے آخر تک اسکے حالات کی گفتگو ہو اسی طرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہو ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب یا مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا [illegible] یعنی بچے اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہیں اور ضمان [illegible] اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے کی ولی مخاطب ہو نہ صغیر اور مجنون [illegible] من الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہو یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول ہیں [illegible] کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کے شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہو اور سنت سے قول اور فعل اور تقریر رسول کریم کی مراد ہو اور تقریر اسکو عبارت ہو کہ کوئی امر [illegible] کے سامنے ہوا اور حضرت نے اسکو جائز رکھا اسپر انکار نہ کیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت کی فرع اصل ہیں اور اجماع سے مراد ان لوگوں کا اجماع ہو جنکا اجماع [illegible] لائق ہو چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگوں کا عمل [illegible] تو اجماع کا تابع ہو اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہو جو کتاب اور سنت اور اجماع سے مستنبط ہو اور تحری اور استصحاب الحال قیاس کا تابع ہو قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہو وطی فی الحیض کی حرمت پر [illegible]

[illegible]

اقول الفاظی وقبلی ہوا وہی انما تفرقوا الا فنا بغی آجھیں) اور علت مشترک مقیس اور مقیس علیہ میں پاتا ہو اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال احرام چنے کہ ایک پیمانہ
چنے کے دو پیمانوں کے بقیاس منہ گیہون کہ ایک پیمانہ گیہون کے دو پیمانوں سے جو ثابت ہوا ہے حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل یدا بید والفضل ربوا اور علت
مشترک یہان متحد جنس اور مقدار ہو اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہو وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ باندی خریدنے کے وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہو
اولاد اور والدہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہو یعنی جیسا اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہو ایسے ہی زنا میں بھی ہوتا ہے
سنت ہو یا اجماعات الفقہا یعنے خوشنودی میں بلا اختلاف اور وطی کے عرض اور جو کذا فی الطحطاوی بزعم وفات الفقہ بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض و علت غائی
سعادت دارین کی غرض پانا ہو اور فقہا کا مرتبہ اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہو جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی شخص پر پھر اللہ تعالی اور اسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل زمین یہانتک کہ چیونٹی اپنے
سوراخ میں اور مچھلیاں دریا میں بھلائی چاہتے ہیں انکی جو لوگون کو خیر کی تعلیم کرتے ہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہو ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول و مندیا فی الکاملہ و غیرہا اور فقہ کی فضیلت بنا میں غیر سماع اور فضل من
قیام اللیل اور مجملہ فضائل کے وہ قول ہو جو خلاصۃ وغیرہا میں ہو کہ نظر کرنا ہمارے صحاب کی کتابون میں بدون سماع یعنے فقہ کی کتابون کو مطالعہ کرنا بدون
اس بات کے کہ استاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہو و تعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہو باقی قرآن کے سیکھنے سے یعنے واکر
از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہو اسواسطے کہ فقہ کا علم بقدر حاجت کے فرض عین ہو و فقہاء کی یہ ہو کہ
اس وقت میں تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہو اور قرآن کا تعلم سنت ہو اور فرض افضل ہو سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہیں اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہو یا فقہ کی
یہ وجہ ہو کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہو اسواسطے کہ وقائع کا حادث ہونا ہی فقہ کے ہر باب میں بخلاف قرآن کے اسواسطے کہ قرآن میں ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہو اور
سورہ فاتحہ اور تین آیتوں کا سیکھنا واجب ہو کذا فی الطحطاوی و جمیع الفقہ لا بد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہیں یعنی ضرور ہو اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ
بجمیع انواعہ ضرور آدمیون کو ضرور ہو سو طہارت و نماز و روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم سب کو فرض ہو اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق و غیرہ کا
معلوم کرنا اسپر فرض ہو جو انکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہو تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اسپر فرض ہو و علی ہذا القیاس نکاح کرے تو والا اور طلاق دینے والا وغیرہ
و تحریم شعر الا ما فیہ الرجل ان یعرف بالشعر والمغولان آخر امرہ الی الجنۃ و تعلیم الصبیان ثم لا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ
الی التذکیر و القصص بل یکون علمہ فی الحلال و الحرام و بالا بد منہ اور ملتقط وغیرہ میں محمد بن حسن سے منقول ہو کہ مرد کو لائق نہیں کہ شعر گوئی اور نحو دانی میں
مشہور ہو اسلیے کہ اسکا انجام گداگری ہو اور لڑکون کا پڑھانا اور حساب دانی میں مشہور ہو کہ اسکا انجام کار پیمائش ہوا راضی کی اور نہ تفسیر دانی میں مشہور ہو اسواسطے
کہ اسکا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہو بلکہ لائق یہ ہو کہ اسکا علم ثابت ہو حلال و حرام میں اور تمہیں جس سے چارہ نہیں ہم کہ اگری کہ شعر گوئی کا انجام اسواسطے کہا
کہ اکثر شاعر نیا فانی کے لالچ کیواسطے بیوجہ کے لائق نہیں انکی مدح کرتے ہیں اور کھیے جو کرتے ہیں اسکی جو مستحق مذمت کا نہیں اور انکے اکثر اوقات مضامین نازہ
کیا خوب کی تلاش میں سرگردانی سے برباد ہوتے ہیں کہ اقبل سے اذا ما اعتز ذو علم بعلم و فعلم الفقہ اولی باعتزاز و فکم طیب یفوح ولا کمسک و کم طیر الطیر ولا کباز
چنانچہ نظم میں کسی نے کہا ہو کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولی با فتخار ہو سو بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں اور نہیں مہکتی مشک کے
مانند اور بہت سی چڑیاں اڑتی ہیں اور نہیں اڑتی باز کے مانند یعنی فقہا اور علما میں سے ایسا افضل ہو جیسے مشک اور خوشبوؤں میں اور باز اور پرندوں میں و قد مدح اللہ تعالی
بلسمیۃ خیرا بقولہ و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالی نے فقہ کی
مدح فرمائی اسکو مسمی بخیر کرکے اپنے اس قول میں و من یوت الحکمۃ الخ یعنے جسکو حکمت دی گئی اسکو بہت خیر دی گئی اور جمہور مفسرین کے ایک گروہ نے

مثلاً گیہون کا
بدلا گیہون سے
برابر وزن
اور دونوں ہاتھ
ہونا چاہیے اور
حرج
تاریخ
…

حکایت کو تفسیر میں شروع کیا ہو جو فقہ کا علم ہو وہ من بنا قیل سے وخیر علوم علم فقہ لانہ یکون الی کل المعانی توسلا ہ فان فقیہا واحد متورعا اعلی الف قسی
زہد تعفف او اشتغل ہ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہو نظم میں اور سب علموں سے بہتر فقہ کا علم ہو اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہو کیونکہ
ایک فقیہ متقی ہزار زاہدوں پر بزرگی اور عالیقدر ہوتا ہو مراد یہ ہو کہ فقیہ اُن زاہدوں سے افضل ہو جو فقہ کو نہیں جانتے ہیں وجا ما قولہ ان ما قیل للامام محمد سے
تفقہ فان الفقہ افضل قائد ہ الی البر والتقوی واعدل قاصد ہ وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ ہ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد ہ فان فقیہا واحد
متورعا ہ اشد علی الشیطان من الف عابد ہ اور یہ دونوں شعر جو کتابوں میں اس نظم کے ہیں جو امام محمد کی طرف منسوب ہو وہ یہ ہو کہ
فقہ کو سیکھ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہو نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل تر قریب مقصود یعنی عدل طریق مقرب مقصود ہو اور ہو تو ہر روز
فائدہ لینے والا زیادتی کا فقہ سے اور تیر کر فوائد کے دریا میں اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہو شیطان پر ہزار عابد سے فقط اور یہ نظم امام محمد کا
حدیث مرفوع سے ماخوذ ہو جو ابن عباسؓ نے کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ہ ابن عباس کا کہنا ہو
ہو گیا ومن کلام علی رضی اللہ عنہ ما الفضل الا لاہل العلم انہم علی الہدی لمن استہدی ادلاء ہ وعلی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے نظم ہو کہ بزرگی نہیں
مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہیں اور طالب ہدایت کے رہنما ہیں ہ وقدر کل امرء ما کان یحسنہ والجاہلون لاہل العلم اعداء ہ اور وزن ہر شخص
قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اسکی خوبی کے ہو اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہیں ہ ہمارا مصنف کہتا ہو کہ مناسب ہو کہ ہر علم کی مقدار ہو اور
علوم آداب کو خوب سیکھے تو اسکی قدر انہیں کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا ذخیرہ حاصل کیا اسکی قدر عظیم ہوگی اور جسنے کمال نفس کے کمال پر
خوب حاصل کر لیگا تو اسکا مرتبہ اسکی مقدار پر ہوگا کہ انتہائی بلندی کو پہنچے ففز بعلم ولا تبغی بہ بدلا ہ الناس موتی واہل العلم احیاء ہ سو حاصل کر علم
سیکھ اور علم سے جاہل نہ رہ ہمیشہ یعنی سوا جہل سے اجتناب کیونکہ آدمی فرشتہ ہیں اور علم والے زندہ ہیں ہم یعنی جاہل مردے کی مانند ہیں اور شعار کو
نہیں اور اُنسے کچھ فائدہ نہیں اور اہل علم زندہ ہیں یعنی انکی زندگی سے انکو اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہو اور دین کا وجود رہتا ہو اسوجہ سے کہ وہ
وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے اور منجملہ آداب کے سبب جہل اور دنیا کے ارتکاب ہو جانا ہو جہالت کا سبب کاہلی ہو اور کاہلی پیدا ہوتی ہو کثرت طعام سے اور کثرت
بلغم کی ہوتی ہو بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہو بہت کھانے سے تو مبادا فساد کثرت اکل کا ظاہر ہوا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہو کہ قلت اکل کے منافع کو یاد
کرے اور منجملہ ایک فائدہ یہ ہو کہ آدمی تندرست رہتا ہو اور زیادہ کھانے والا گرانی تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہو اور بہت کھانا اللہ تعالی کو ناپسند ہو اور دوسرا
فائدہ قلت اکل کا ایثار ہو یعنی کھانے میں غیر کو مقدم کرنا اور بہت کھانے والا کو دوسرے کا کھانا دشوار ہوتا ہو اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت غم
اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق کی اور ترش ادھنیا کھانا اور مصلوب کا دیکھنا اور الواح قبور کا پڑھنا اور اونٹوں کی قطار میں چلنا اور
زندہ جوں میں پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب قوت حافظہ کے کوشش کرنا ہو اور ہمیشہ اکرکرنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھکر پڑھنا
اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکیس سرخ منقے کا نہار منہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کریگی معلوم
کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہیں آتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہو جب تک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو
نہیں پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہیں ہوا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اُسکا غلام ہوں جسنے مجھکو ایک حرف سکھایا چاہے بیچے
مجھکو چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سکھائے تو بادشاہ نے ایک دن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہیں اور شاہزادہ پانی ڈالتا
تو بادشاہ نے انپر عتاب کیا اس امر میں اور کہا کہ میں نے اسکو اسواسطے بھیجا ہو کہ آپ اسکو علم اور ادب سکھائیں آپنے اس میں کیوں نہ حکم فرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے
اور دوسرے ہاتھ سے آپکے پاؤں دھوئے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہو تو طالب علم کو لائق ہو کہ کتاب کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے بعض علماء نے شمس الائمہ

دیباچہ

[illegible]

[illegible]

مخالف ہو گا یعنی علم اخلاق مستحب ٹھہریگا نہ فرض وَحَرَامٌ وَهُوَ عِلْمُ الْفَلْسَفَةِ وَالشَّعْبَذَةِ وَالتَّنْجِيمِ وَالرَّمْلِ وَعُلُومِ الطَّبَائِعِيِّينَ وَالسِّحْرِ وَالْكِهَانَةِ اور علم سیکھنا
حرام ہوتا ہے اور وہ حرام علم یونانیوں کی حکمت ہے اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری ہے جیسے بھان متی کے مانند اور تنجیم اور رمل اور اہل طبائع کے
علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت ہے علم یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اس میں عالم کا قدیم ہونا وغیر ذلک من المکفرات والمحرمات داخل ہیں اور علم نجوم میں
اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہیں تعلیم متعلم میں ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اسکا سیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ مضر ہے نافع نہیں اسلیے کہ قضا و قدر
سے بچنا غیر ممکن ہے تو مسلم کو چاہیے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع میں مشغول رہے اور حق تعالی سے عافیت مانگا کرے اسواسطے کہ وہ شخص محروم الاجابت نہیں ہوتا پھر
اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پہونچیگی لیکن داعی کو حق تعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت یہ ہے کہ شیاطین
سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آئندہ بتائیں اور یہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی طرف نسبت کرتے ہیں سو غلط ہے اسکی کچھ اصل نہیں شارح نے علم طب
کو بیان نہیں کیا لیکن تعلیم متعلم میں یوں مذکور ہے کہ طب کا سیکھنا جائز ہے اسواسطے کہ اسباب میں سے ایک سبب ہے تو اسکا سیکھنا جائز ہے اور علم باقی اسباب کی طرح
اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا العلم علمان علم الفقه للأديان وعلم الطب للأبدان اور فقہ دین کے واسطے ہے اور علم طب بدن
کے واسطے کذا فی الطحطاوی وَيَنْبَغِي أَنْ يُلْحَقَ بِهِ الْمَنْطِقُ یعنی علم فلسفہ یونانی سے منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہے اور محشی اشباہ نے کہا بعض فاضلوں نے کہا
کہ ہم نے اپنے مذہب کے علما کی کتابوں میں تحریم منطق کا قول نہیں دیکھا اگرچہ صاحب اشباہ نے دعوی کیا تھا اسکا اقرار کرنا اسی قدر ہے کہ شافعی مذہب والے کتابوں میں ان کی
بہت تصریح ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر وجہ حرمت قرار دیجیے تو بیجا نہیں اور یہی ہے جو منطق سے اشتغال رکھتا ہو وہ غالباً فلسفہ کی طرف مائل ہو جاتا ہو اور شرح الاربعین میں ہے
اور الاشتغال بالمنطق میں وہ نہیں جو شرع میں ہے کہ مخالف ہو اور بعض فاضلوں نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہو نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اس میں
اسلام کے مخالف کوئی چیز نہیں اور امام غزالی نے منطق کو معیار العلوم کہا ہے اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہیں اسکے علم پر اعتماد نہیں اور ابو علی سینا نے منطق
کو خادم العلوم کہا ہے انتہی طحطاوی نے کہا ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہے جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہے تو وہ داخل فلسفہ ہے وَمِنْهُ الْعِلْمُ بِالْحُرُوفِ وَالْمُوسِيقِي
اور حرام کی قسم سے حروف اور راگ کا علم ہے شاید کہ علم حروف سے کاف کا حرف مراد ہو جیسے کیمیا کی طرف اشارہ ہے اور اسکی حرمت میں کچھ کلام نہیں کیا اسمیں
عمر اور مال دونوں برباد ہو جاتے ہیں یا مراد حروف کا جمع کرنا ہے جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو اور فاق اور تقسیم وغیرہ کے
کذا فی الطحطاوی میں کہتا ہوں کہ ظاہر علم حروف سے جفر کا علم مراد ہے کہ اس سے وقائع آئندہ کا استخراج کرتے ہیں نجوم کے مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص ہے اللہ تعالی
وَالشِّعْرِ وَمَكْرُوهٌ وَهُوَ أَشْعَارُ الْمُوَلَّدِينَ مِنَ الْغَزَلِ وَالْبَطَالَةِ اور مکروہ ہوتا ہے کہ وہ اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی ان شاعروں کی جو عرب میں بعد اسلام کے پیدا ہوئے
هم مولد وہ لوگ ہیں جو عرب میں پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہیں جیسا کہ ابو نواس وغیرہ قاموس میں ہے کہ متنازل انکا عبارت ہے عورتوں کے ساتھ
بات چیت کرنے سے وَمُبَاحٌ مِنْهَا مَا لَا سُخْفَ فِيهِ كَذَا فِي فَوَائِدَ شَتَّى مِنَ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ اور ہوتا ہے علم مباح یعنی اسکا فعل اور ترک برابر ہے جیسا کہ مولدین کے
وہ اشعار جن میں نامعقول مضمون نہیں اسی طرح مذکور ہے اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی میں ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے اشعار میں اکثر مضامین بیہودہ
واہیہ ہوتے ہیں برخلاف عرب خالص کے ابن عباس نے اکثر اشعار عرب کی طرف التفات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی
ثُمَّ نَقَلَ فِي مَسْأَلَةِ الرُّبَاعِيَّاتِ تَحْصِيلُهَا أَنَّ الْفِقْهَ ثَمَرَةُ الْحَدِيثِ پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات میں کلام طویل نقل کیا اور اسکا خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ہر قدر
فقہ حدیث کا ثمرہ ہے یعنی حدیث سے مستخرج ہے وَلَيْسَ ثَوَابُ الْفَقِيهِ أَقَلَّ مِنْ ثَوَابِ الْمُحَدِّثِ اور نہیں ہے فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وَفِيهَا كُلُّ إِنْسَانٍ
غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَعْلَمُ مَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالَى لَهُ وَبِهِ لِأَنَّ إِرَادَتَهُ تَعَالَى غَيْبٌ إِلَّا الْفُقَهَاءَ فَإِنَّهُمْ عَلِمُوا إِرَادَتَهُ تَعَالَى بِهِمْ بِحَدِيثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ
خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہے اسکے ساتھ اور اسکے حق میں اسواسطے کہ

تعالی کا ارادہ خیر ہو مگر فقیہ اسکو بنا دیتا ہے اسواسطے کہ وہ بیان کئے ہیں حق تعالی کے ارادے کو جو آنکے ساتھ ہے رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے
کہ جسکے ساتھ اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے تو ہم غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہے جو مصطلح فقہا ہے یہاں تک کہ
جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہو اور ظاہر مراد وہ ہے جو فقہ میں مشاغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو میں کہتا ہوں کہ
استدلال اسوقت تمام ہو جبکہ لسان شرع میں فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف میں اختلاف کثیر واقع ہے یہاں تک کہ غزالی نے
اسکو علم آخرت پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا کل شیء یسال عنہ العبد یوم القیامۃ الا العلم لانہ طالب من نبیہ ان یطلب الزیادۃ منہ وقل رب زدنی
علما فکیف یسال عنہ اور اشباہ کے فوائد میں ہے کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جاویگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم سے یہ طلب
کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وقل رب زدنی علما) یعنی اور کہہ اے میرے پروردگار مجھکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم
یعنی بعید طلب کے ہم پر دلیل مدعا کی مفید نہیں اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوا اسکے تحریم میں مطلوب الزیادۃ ہے علامہ ابو السعود نے کہا اس استدلال میں
اعتراض ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ بندہ کے دونوں قدم قیامت میں نہ ہٹینگے یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال ہوگا اسکی عمر سے سوال ہوگا
کہ کس امر میں اسکو فنا کیا اور اسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس میں اسے کھپائی اور اسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام
اور اسکے علم سے سوال ہوگا کہ اسنے اسمین کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہیں وتمام البیان فی الطحطاوی وفیہا اذا سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا
وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب اور اشباہ کے فوائد میں ہے مصفی سے منقول کہ جب ہمسے سوال کیا جاوے ہمارے
مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہے فروع میں تو ہم سوال کے جواب
میں کہینگے وجوبا یعنی ہمپر واجب ہے یوں کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہے مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہے خطا کا یعنی چوک جانے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب
خطا ہے محتمل ہے صواب کا ہم یہ جواب اسواسطے نہیں ہوا کہ یہ مقلد ہے اور تقلید کسی شخص کی نہیں چاہیے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعا اسواسطے کیا کہ اگر قطعی
یقین کیا جاوے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہو کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد استنباط احکام میں خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی لہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین
کر لینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہ ہے کہ یہ کلام نظر بمجتہد ہے یعنی جس طرف ہمارے امام اعظم رح گئے ہیں وہ انکے نزدیک صواب ہے مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور
کاسہ لنفس الامر میں خطا بھی کرتا ہے اور باعتبار ہم مقلدوں کے چاروں امام حق پر ہیں اپنے اجتہاد میں مصیب ہیں تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب میں کہیگا جبکہ اسکے
مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کی طرف سے جسکا وہ مقلد ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہے کہ وہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز
نہیں ہوتی مگر بقدر ضرورتی ہوتے تقلید سے اور تقلید کی ضرورت یہ ہے کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہیں رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کر سکے تو ایک امام کی تقلید
فقط عمل میں کرتا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہے نہیں تو اسے تکلیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں آتا ہے
کیونکہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں بلکہ مقلد ظاہر اصواب یہ ہے کہ اسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالی (فاسئلوا اہل الذکر
ان کنتم لا تعلمون) یعنی اخذ بقول مجتہد جو موجب اس آیۂ کریمہ کے اسپر واجب تھا سو اسنے کیا اور مقلد اسکا مکلف نہیں ہے کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے
یعنی اسکی خطا کا معتقد ہو ایسا خلاصہ کیا ہے ہمارے استاد نے ابن ملا فروخ مکی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود واذا سئلنا عن معتقدنا
ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سے اور
ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون انمین سے حق پر ہے تو ہم جواب میں وجوبا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی
عقائد ہیں جنپر ہم ہیں اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہیں جنپر ہمارے مخالفین ہیں وفیہا العلوم ثلثہ علم نضج وما احترق وہو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد

مین ہی کہ علوم تین قسم مین ہین ایک وہ علم ہی کہ پختہ ہو گیا اور محترق نہین ہوا یعنے کمال کو نہین پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہی نضج علم سے مراد یہ ہی کہ قواعد اُسکے مقرر ہو گئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہو چکے اور دفع اعتراضات اور تفصیل ادلہ اور توضیح مشکلات ہو گئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پہونچنا اور یہ تفسیر کی مراد کی نہین تو احتراق منسد اشباہ ہی کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدون ہو گئے لیکن اُنکے فروع مستنبط ہنوز کمال کو نہین پہونچے بلکہ اُنکے اتمام انہین مختلف ہین اور یہ امر ظاہر ہی اُس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابون مین تامل کرتا ہی کذا فی الحموی و علمٌ لا نضج و لا احترق وھو علم البیان والتفسیر اور ایک علم وہ ہی جو نہ پختہ ہی اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہی علم بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع حموی نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہی تو اسکی کچھ نہایت نہین اسلئے کہ آدمی اسمین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہ ہی کہ موضوع علم تفسیر کا فہم مراد باری ہی باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیر ذالک کے جنکا کوئی احاطہ نہین ہو سکتا سواے علام الغیوب کے سوا کسی کی نہایت کسطرح ہو سکے انتہی ملخصا و علمٌ نضج و احترق وھو علم الحدیث والفقہ اور ایک علم وہ ہی جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہی علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جو اہم امر تھا اسماء رجال اور القاب [illegible] کتابین تصنیف کین اور قوی اور ضعیف کو جدا جدا اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک ایک اور بعضے [illegible] کے افراد [illegible] اور مراد اور احکام احادیث کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین لکھین کوئی حالت متعلق باقی نہین رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہی کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث مین امعان نظر کر کے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور انپر جزئیات متفرع کیے اور خالی [illegible] حوادث با وجود انکے اتفاق اور وقوع کے بیان کیا [illegible] جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے ان امور مین کلام کیا جو کبھی واقع نہین ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہ ہون اور ہر جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کیا ہی اور کوئی منصوص بھی ہوتا ہی لیکن ناظر اُسکے محل سے قاصر ہی فہم کا قصور ہی ہر امر فقہ مین مذکور ہی خواہ بمفہوم خواہ بمنطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین تو حضرات مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکر گزاری سے آپکو عاجز پاوین اللہم فارحم المجتہدین و فقہاء الدین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین و قد قالوا الفقہ زرعہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراہیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابو حنیفۃ وعجنہ ابو یوسف وخبزہ محمد وسائر الناس یاکلون اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ رح نے اسکو سینچا اور ابراہیم نخعی رح نے اسکو کاٹا اور حماد رح نے اسکو مانڈا یعنی اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابو حنیفہ رح نے اسکو پیسا اور ابو یوسف رح نے اسکو گوندہا اور محمد رح نے اسکی روٹیان پکائین اور باقی لوگ اُسکے کھانے والے ہین امام ابو یوسف اور محمد رح شاگرد ہین ابو حنیفہ رح کے اور ابو حنیفہ رح شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ رح کے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہ ہی کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کر کے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اسکو بیان کر دیا اور حوادث اُنکے وقت مین بکثرت ہوے تو انھون نے فقہ کو مدون کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہی جو ابو حنیفہ رح کے طریق سے مروی ہی اسواسطے کہ امام مالک رح کی فقہ مروی ہی نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہی امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہی شافعی سے اور یہ مطلب نہین کہ فقہ مین کلام نہین کیا مگر ابن مسعود اور ابو حنیفہ نے وقد نظمہ بعضہم فقال ـ الفقہ زرع ابن مسعود و علقمۃ حصادہ ثم ابراہیم دواس نعمان طاحنہ یعقوب عاجنہ محمد خابز والآکل الناس اور البتہ بعضے علما نے اسکو نظم کیا ہی کچھ بدل کر یون کہا ہی کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اُسکا کاٹنے والا ہی پھر ابراہیم مانڈنے والا ہی نعمان یعنی ابو حنیفہ اُسکا پیسنے والا ہی اور یعقوب یعنی ابو یوسف آٹا گوندھنے والا ہی اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہین وقد ظہر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حتی قیل انہ صنف فی العلوم الدینیۃ تسعمائۃ وتسعین کتابا اور بیشک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا

انکی تصنیفات سے ہے چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نو سو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین
اور جامع صغیر مین محمد رح روایت کرتے ہین ابو یوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر مین محمد رح روایت کرتے ہین امام رح سے بلا واسطہ ومن تلامذته الشافعي رضي
الله عنه تزوج بأم الشافعي وفوض اليه كتبه وماله فبسببه صار الشافعي فقيها اور شافعی رح محمد بن حسن رح کے شاگردون مین سے ہین اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی
ماں سے اور اپنی کتابین اور اپنا مال انکو سپرد کیا تھا اسواسطے سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے کہ ہم یہ قول ظاہر اقوال ہے چلپی نے کہا ہان یون کہنا صحیح ہے کہ محمد رح کی کتابون سے
شافعی رح کو انکے مسائل پر اطلاع ہوئی جبکہ انکو قبل اسکے آگاہی نہ تھی اسواسطے کہ محمد رح سے کثرت سے تخریج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد رح کے
ملنے سے پہلے فقیہ ہو چکے تھے اور اجتہاد مطلق کے درجہ کو پہونچے تھے [illegible] اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول و فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ
چارون امام اور مجتہد مقید وہ ہے جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعي حيث قال من اراد
الفقه فليلزم اصحاب ابي حنيفة فان المعاني قد تيسرت لهم والله ما صرت فقيها الا بكتب محمد بن الحسن اور مقرر انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص
فقہ حاصل کرنیکا ارادہ کرے سو اسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردون کا ساتھ نہ چھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ انکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم ہے کہ
مین فقیہ نہین ہوا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے ختم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجھکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی الدر المختار
وقال اسمعيل بن ابي رجاء رأيت محمدا في المنام فقلت له ما فعل الله بك قال غفر لي ثم قال لو اردت ان اعذبك ما جعلت هذا العلم فيك فقلت له فاين
ابو يوسف قال فوقنا بدرجتين قلت فابو حنيفة قال هيهات ذلك في اعلى عليين اور اسمعیل بن ابی رجا نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن رح کو خواب مین دیکھا
سو انسے کہا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا انھون نے کہا کہ مجھکو بخشدیا پھر حقتعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجھکو نہ دیتا پھر مین نے کہا تو ابو یوسف
کہان ہین کہا کہ ہمسے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ رح کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ہم علیین جنت مین بالاتر مکان ہے سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہے
یعنی بہ نسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلندتر ہین كيف وقد صلى الفجر بوضوء العشاء اربعين سنة امام کا بلند مرتبہ
اسقدر کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے پڑھی چالیس برس ہم مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز
پڑھکے لوگون کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین
گئے سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہی مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگون کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین
قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کی طرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر
کپڑے پہنکر نماز کے واسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین
بھی ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نہ چھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی انکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا
پس مین نے سنا کہ امام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین مر گئے سجدہ کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ طاعت پر تمکو کس چیز نے قوی کردیا کہا کہ مین نے حقتعالی سے دعا کی بواسطے
اسکے اسماء مطہرہ کے جنکی تجمیع حروف ہے اور وہ دعا [illegible] مذکور ہے جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی
کہ انھون نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجھکو اسکی قرأت پسند آئی سو اسنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے کہا کہ اب
رکوع کریگا پھر اسنے تہائی قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اسنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو انکو دیکھا تو
وہ ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک امام ابو حنیفہ رح ہین [illegible]

روایت کی کہ ابو حنیفہ رح قرآن کو رمضان میں ساٹھ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ رح
فجر کی نماز عشا کے وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں انکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور
خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو میں نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انھوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھپر
رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں جھپکیں چالیس برس سے تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو
فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ میں نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے
ہیں تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ نہ کہیں جو مجھ میں نہیں ہے اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وحج خمسا وخمسین حجۃ
اور امام نے پچپن حج کیے ورأی ربہ فی المنام مائۃ مرۃ اور اپنے پروردگار جل شانہ کو خواب میں سو بار دیکھا اور روایت کا ایک قصہ
مشہور ہے جو حافظ نجم الدین غیطی نے ذکر کیا ہے کہ امام نے رب العزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا تو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سو پورا دیکھونگا
تو سوال کرونگا کہ خلائق آپ کے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائینگی پھر امام نے پورا سو بار اللہ تعالی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا ای پروردگار
عز جارک وجل ثناؤک وتقدست اسماؤک کس چیز سے نجات پائینگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یوں کہا کریگا سبحان الابدی
الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاہم عددا سبحان من
قسم الرزق ولم ینس احدا سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا
کذا فی الطحطاوی وفی حجتہ الاخیرۃ استاذن حجبۃ الکعبۃ بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی ووضع الیسری علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن
ثم رکع وسجد ثم قام علی رجلہ الیسری ووضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی ربہ وقال الہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک
لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق المعرفۃ وخدمتنا فاحسنت الخدمۃ
وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیامۃ اور امام رح نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات داخل ہونے
کی اجازت لی تو کھڑے ہوے نماز میں بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پانوں پر اور بایاں پانوں داہنے کی پشت پر رکھا یہانتک کہ آدھا قرآن
ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوے بائیں پانوں پر اور داہنا پانوں اسکی پشت پر رکھا یہانتک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو رونے
اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھکو لائق ہے لیکن تجھکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا
حق ہے تو اسکی خدمت کے نقصان کو اسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب
سے آواز غیبی آئی کہ ای ابو حنیفہ رح تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجھکو بخشا اور اسکو
بخشا جو تیرا تابع ہوا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہے کہ ایکبار
ایک پانوں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پانوں پر اور یہی محمل ہے امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پانوں کا دوسرے پانوں کی
پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیاء معنوی میں مذکور ہے کہ ایک پانوں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان
جو مذکور ہوا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالی کی ان صفات کے بالیقین عارف تھے جو اسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور
صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے
مذہب پر چلے یعنی اسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر موافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں ہے

کہ جب کوئی حنفی مذہب پیدا ہوں اسکی مغفرت ہو جائے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ
اور امام ابو حنیفہ سے کسی نے پوچھا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہنچے کہا کہ میں نے بخل نہیں کیا غیر کے بتانے سے اور عار کی سیکھنے سے ہم امام سے کسی نے کیا پوچھا
کہ یہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکر گزاری سے حاصل ہوا جب میں نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو یہ میں نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کا شکر ہے جسنے سمجھا دیا
فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکر گزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ
رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابو حنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالے کے کرے یعنی انکو وسیلہ کرے اور انکے مذہب پر چلے
میں امید رکھتا ہوں کہ اسکو کچھ خوف نہوگا وقال فیہ ؎ حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیمۃ فی رضی الرحمن دین النبی محمد خیر الورٰی ثم اعتقادی
مذہب النعمان اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح میں کہا کفایت کرتی ہیں مجھکو قیامت کے دن نیکیوں سے وہ چیز جو میں نے تیار کر رکھی ہیں رحمن کی خوشنودی
میں سو وہ چیز دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہیں پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ رح کا ہم مقدمہ غزنوی میں یہ دونوں بیتیں ابو [illegible]
کی طرف منسوب ہیں تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی اور مسعر بن کدام استاد ہیں سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ
دونوں بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہیں رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان ادم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ
ہو سراج امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد کے سبب سے جو میری امت
میں ہے نام اسکا نعمان ہے اور کنیت اسکی ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ
من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیا میرے سبب سے
فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہوں جو اسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اسنے میرے
ساتھ دشمنی رکھی اسی طرح یہ دونوں حدیثیں تقدمہ میں مذکور ہیں جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہیں ابو حنیفہ
سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ابو حنیفہ رح اس زمانہ میں موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور سنت میں کچھ ضعف طاری تھا تو
انکا وجود خلق کے واسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم میں نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی
بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی میں کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنی دروغ بستہ ہے تعصب اور ناانصافی ہے اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد
مختلفہ سے ثابت ہے ہم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنے جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اسکو موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ سے زیادہ یہ نسبت
کر ضعیف کہی نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی
مناقبہ بسندہ لسہل بن عبد اللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب النعمانیہ میں اپنے سند
کے ساتھ سہل بن عبد اللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی میں ابو حنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت میں کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور
نصرانی نہ ہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نہ کرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہیں یعنی حصر نہیں ہو سکتے
ہم جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفہ میں کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث میں جسکا خلاصہ
مطلب یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نہ پاوینگے اور امام شافعی رح کی بشارت دی اس حدیث
میں جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ قریش کو برا نہ کہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقات زمین کو علم سے بھر دیگا میں کہتا ہوں کہ نبی صلعم نے امام ابو حنیفہ رح کی بشارت دی اس
حدیث میں جسکو ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر

[illegible]

علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابناء فارس سے کے اسکو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے کہ لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال
من فارس اور صحیح مسلم میں یون ہے لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی نے
کبیر میں روایت کی ہے تو یہ اصل صحیح معتمد علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہی ما قال السیوطی اور منجملہ مناقب امام وہ روایت ہے جو
خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا سو اُسنے مجھکو بہت پریشان کیا میں نے دیکھا کہ میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انھون نے کہا
کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے
سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریاد رسی نکرتا ابوحنیفہ رح اور سفیان رح کے سبب سے تو میں بھی اور آدمیون کے مانند ہوتا اور خطیب نے محمد بن عبدالجبار سے روایت کی
کہ قاسم بن معین بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم ابوحنیفہ رح کے شاگردون میں داخل ہونے سے راضی ہو انھون نے کہا کہ کسی کی مجالس
لوگون کو ابوحنیفہ رح کی مجالس سے زیادہ نافع نہیں اور وکیع بن جراح سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا سو خبر پہنچی کہ ابوحنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو
استرجاع کیا اور کہا اتنی علم ہے جاتی رہی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن ابی رزمہ مروزی سے روایت کی کہ عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ جب
سفیان رح اور ابوحنیفہ رح یکجا ہوں تو انکے آگے کون شخص فتوی دے سکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک بات پر اتفاق کرین تو وہی حق ہے اور عبداللہ بن داؤد
نے کہا کہ جب اثر یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہے اور جبکہ تو ان دقائق اور باریکیوں کا ارادہ کرے تو ابوحنیفہ رح ہے اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت
کی کہ میں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز میں ابوحنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انھون نے لوگون کے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ
کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت
کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحیی بن سعید
قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں کہ ہم نے ابوحنیفہ رح کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور انکے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے حبان بن موسی سے روایت کی
کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو میں نے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابوحنیفہ رح سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے
روایت کی کہ حفص بن عبدالرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھون نے حفص بن عبدالرحمن کے پاس کپڑے میں متاع کو بھیجا یعنی تھانون کی گٹھری بھیجی اور
اطلاع کی کہ فلان فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب بتا دینا سو حفص نے اسکو بیچا اور مشتری سے اُسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابوحنیفہ رح
کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحاوی عن السیوطی رحم عبداللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبداللہ بن داؤد اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید
اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں انکے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام اعظم رح
کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من فارس کا محمل صحیح امام اعظم اور انکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں ان سے
زیادہ کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہیں ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وصنفت فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ
الانتصار لامام ائمۃ الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمۃ الامصار
یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لیے انتقام لینا امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے متقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انھین نے
کھول دیا کما لا یخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور انکے سوا اور علماء نے انکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ تصنیفات کیا بعض مجموع
ہیں اور بعض مبسوط وحاصل ان اباحنیفۃ النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رح نعمان معجزات

اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ایک شخص اہل فارس میں سے جا کر اسکو حاصل کرے ۱۲ ... الیہ راجعون ۱۲

معجزات مصطفوی میں سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ و علم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل انکے وجود کے ان احادیث میں جو مذکور ہو چکیں مختصر یہ کہ اسواسطے
کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر دلالت محمول ہیں بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اسکو بعضوں نے ابن عباس پر محمول کیا ہے اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور علمائے مدینہ پر
محمول کیا ہے بخلاف حدیث مذکور کے کہ اسکا کوئی محمل و معنی صحیح نہیں سوائے ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کے اور یہاں معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہیں ہیں اسواسطے
کہ معجزہ وہ ہے جو مقرون بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہیں کذا فی الطحطاوی و حسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولا الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام اور
امام کے مناقب سے ... کافی ہے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہیں کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے نہ لیا ہو ... مراد موافقت ہے ...
ہیں ... مجتہد کی تقلید نہیں کرتا و قد جعل اللہ الحکم لاصحابہ و اتباعہ من زمنہ الی ہذہ الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسی علیہ السلام
اور اللہ تعالی نے ... حکم و ریاست کا امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانہ سے ان دنوں تک تا اینکہ امام کے مذہب کے
موافق عیسی علیہ الصلوۃ والسلام حکم کرینگے ... احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت میں تا زمان شارح بلکہ اب تک جاری ہیں اور یہ جو کہا کہ حضرت
عیسی بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو چلپی محشی نے اسکا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا
لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام چلپی کے کہا میں کہتا ہوں کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ منہ سے بولنا
ہرگز لائق نہیں کہ ایسے امور سے منقبت نہیں ... قائل کی ثابت ہوتی ہو ذخائر محمدیہ کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعض جہال حنفیوں نے دعوی کیا
کہ عیسی اور مہدی دونوں بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی میں اسکو خوب رد کیا ہے اور
امام مہدی کو مجتہد ... لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہیں کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک اور بلا دلائل ...
تقلید ان حضرات کے ... عیسی علیہ السلام نبی معصوم ہیں مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہیں احکام میں اور ابوحنیفہ مجتہد ہیں اور مجتہد قد یخطی و یصیب و لہذا انکے
صاحبین نے اکثر ... احکام سے انکا خلاف کیا ہے تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہو کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی جسکی صفت یخطی و یصیب ہو ... نظر
جاہلوں کا فرط تعصب اور عناد سے ... ابوحنیفہ کی تفضیل اگرچہ یہ اصل چیز ہے ہو گو وہ کلام موذی ایسے کا فر ہو اور ان جاہلوں کو علم نہیں امام اعظم کے ... فضائل
جمیلہ ... علمائے محققین نے کتابیں تصنیف کی ہیں ولہذا انھوں نے اس کذب اور افترا کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہیں بلکہ خود ابوحنیفہ رح
راضی نہیں اور اگر ابوحنیفہ رح ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستوں کو انکے فضائل واقعیہ کافی ہیں اثبات تفضیل کے واسطے
اقاویل کاذبہ کی حاجت نہیں ... انبیا علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ و انا الیہ راجعون تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت لازم کر کہ وہ
پناہ ہو تو اپنی ہستی سے اور سپر ہو سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطا
حاشیہ طحطاوی میں ... ایک حکایت طویل منقول ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابوحنیفہ رح سے تیس برس میں حاصل کیا
پھر تین سال میں ابو القاسم قشیری کو تعلیم کیا انھوں نے مذہب حنفی میں ہزار کتابیں تصنیف کیں اور صندوق میں بند کر کے نہر جیحون میں امانت رکھیں جب عیسی علیہ السلام
قریب قیامت کے نزول کرینگے تو انکی کتابوں کو نکال کر انکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بیفروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہے خوف تطویل
سے اسقدر پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست و ہذا یدل
علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ یعنی وفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہے جو مخصوص با امام ہے باقی علمائے عظام
کے مابین سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ و اجر من دون الفقہ والفہ و فرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام
امام ہیں العلما ... کیونکر مخصوص با امر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہے اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اس شخص کے برابر ثواب ہے جسنے فقہ کو

مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک تمام مردوں میں اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور شریعت کی تصدیق کی تو انکو
مترجم ۱۲
اپنے ایمان لانے کا ثواب ہوا پھر انکے بعد جو ایمان لاتا گیا انکے ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اسکو اسکا ثواب
ملیگا اور اس شخص کے برابر ثواب ملیگا جو اس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابوحنیفہ نے اول تدوین فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو انکو اسکا ثواب ملیگا اور باقی
یعنی ابوحنیفہ ۱۲
مجتہدوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے کہا کہ علماء سارے امام ہیں کہ اول امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر ترتیب کیا اور پھر انکے بعد امام مالک نے
موطا میں وہی طریقہ اختیار کیا اس باب میں ابوحنیفہ سے کسی نے سبقت نہیں کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب کے ساتھ کوئی تصنیف نہیں کی انکو اپنی
یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور ڈرا کہ [illegible] ضائع ہو جاوے [illegible] تو ابواب میں [illegible]
قیامت تک [illegible] باقی عبادات سے [illegible] من الاولياء الكرام ممن اتصف بثبات
المجاهدة وركض في ميدان المشاهدة كإبراهيم بن ادهم وشقيق البلخي ومعروف الكرخي وابي يزيد البسطامي وفضيل بن عياض وداود الطائي
وابي حامد اللفاف وخلف بن ايوب وعبد الله بن المبارك ووكيع بن الجراح وابي بكر الوراق وغيرهم ممن لا يحصى كثرة [illegible]
علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوئے [illegible] ہیں [illegible]
میدان مشاہدہ میں جیسا ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور
عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ اور انکے سوا جنکا شمار نہایت بے شمار ہے فلو وجدوا فيه شبهة ما اتبعوه ولا اقتدوا به ولا وافقوه سو اگر یہ لوگ
کامل امام میں کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقلد نہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے یہ حقیقت مذہب امام کی ایک یہی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود کہ انکے
تابع اور مقلد ہیں وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشيري في رسالته مع صلابته في مذهبه وتقدمه في هذه الطريقة سمعت الاستاذ ابا علي الدقاق يقول انا
اخذت هذه الطريقة من ابي القاسم النصراباذي وقال ابو القاسم انا اخذتها من الشبلي وهو اخذها من السري السقطي وهو من معروف الكرخي وهو من
داود الطائي وهو اخذ العلم والطريقة من ابي حنيفة اور مقرر کہا ہے استاد ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب
میں یعنی مذہب شافعی میں اور باوجود انکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف میں کہ میں نے سنا استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ لیا
ابو القاسم نصرآبادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ میں نے اسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف
کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابوحنیفہ سے [illegible] زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ عبدالکریم ابو القاسم قشیری [illegible]
فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والوں نے نہیں دیکھا شافعی مذہب تھے [illegible] ہجری
میں پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے انسے روایت کی اور بہت تصانیف انکے مشہور ہیں اور ۴۶۵ ہجری میں وفات پائی کذا
في الطحطاوي وكل منهم اثنى عليه واقر بفضله فيا عجبا لك يا اخي الم يكن لك اسوة حسنة في هؤلاء السادات الكبار اكانوا متهمين في هذا الاقرار والافتخار وهم ائمة
هذه الطريقة وارباب الشريعة والحقيقة اور ہر ایک نے ان اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہوں تجھ سے اے بھائی کیا
تجھکو نیک پیروی نہ تھی ان بزرگوں میں کیا انپر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار میں اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہیں اس طریقہ
تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہیں ہم شارح کا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو امام کے امر میں منکر یا متشدد ہیں
ومن بعدهم في هذا الامر فلهم تبع وكل ما خالف ما اعتمدوه مردود ومبتدع اور جو اہل کمال کہ ان حضرات کے بعد ہیں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت
میں انکے تابع ہیں اور جو بات کہ ان بزرگوں کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہو وہ مردود اور بیجا و ناپسندیدہ ہے وبالجملة فليس ابو حنيفة في زهده وورعه [illegible]

اور علم و فقہ میں یکتا ہو کیونکہ اصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں یعنی بے نظیر ہیں
و لنعم ما قال فیہ ابن المبارک ۔ لقد زان البلاد و من علیہا ۔ امام المسلمین ابوحنیفۃ ۔ اور کیا اچھا کہا ہے عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح میں کہا ہے
کہ البتہ زینت دی شہروں کو اور شہر والوں کو مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے ۔ باحکام و آثار و فقہ ۔ کآیات الزبور علی الصحیفۃ ۔ یہ زینت دی
سبب احکام شرعی اور احادیث اور فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر ہوتی ہیں ۔ فما فی المشرقین لہ نظیر ۔ ولا فی المغربین ولا بکوفۃ ۔ سو نہیں ہے دونوں
مشرقوں میں اسکا نظیر اور نہ دونوں مغربوں میں اور نہ کوفہ میں ۔ ہم دونوں مشرق سے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو
اور یا فقط کرنا چاہئے ۔ عوام اس سے تمام دنیا ہو ۔ یبیت مشمرا سہر اللیالی ۔ و صام نہارہ للہ خیفۃ ۔ رات کاٹتا ہوا امام و دن پڑھا لئے اپنے مسند عبادت اور
دن میں جاگتا اور دن میں روزہ رکھتا ہوا اللہ کے خوف سے ہم چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے وضو سے صبح کی اور تیس برس برابر روزہ
رکھا کذا فی الطحطاوی ۔ فمن کابی حنیفۃ فی علاہ ۔ امام للخلیقۃ و الخلیفۃ ۔ سو کون ہے ابوحنیفہ رحمہ کے مانند بلند رتبگی میں امام خلق کا اور بادشاہ کا ۔ رأیت
العائبین لہ سفاہا ۔ خلاف الحق مع حجج ضعیفۃ ۔ دیکھا میں نے اسکے عیب کرنے والوں کو بیوقوفی امر حق کے مخالفت دلائل ضعیفہ کے ساتھ ۔ و کیف یحل
ان یؤذی فقیہ ۔ لہ فی الارض آثار شریفۃ ۔ اور کیونکر حلال ہو اس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین میں ثابت ہیں ۔ فقد قال ابن ادریس مقالا
صحیح النقل فی حکم لطیفۃ ۔ سو امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیفہ حکمتوں میں ۔ بان الناس فی فقہ عیال ۔ علی فقہ
الامام ابی حنیفۃ ۔ امام شافعی رحمہ کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ میں عیال ہیں یعنے بال بچے ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ کی فقہ کے ۔ امام خطیب نے ربیع سے روایت کی
کہ میں نے شافعی سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ یعنی لوگ ابوحنیفہ رحمہ کے عیال ہیں فقہ میں اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ
میں نے محمد بن ادریس شافعی سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہ رحمہ کے عیال ہیں فقہ میں ابوحنیفہ ایسے ہیں جنکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ
للسیوطی الشافعی ۔ فلعنۃ ربنا اعداد رمل ۔ علی من رد قول ابی حنیفۃ ۔ سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اسپر جو ابوحنیفہ رحمہ کے قول کو رد کرے
علامہ حلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابوحنیفہ رحمہ کے قول کو رد کرے انکو حقیر جانکر انکے اجتہاد کا منکر ہو اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضوں کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہتے ہیں
اور وہ اسپر مستحق ثواب ہیں اسوجہ سے کہ انہوں نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یوں کہنا اسلم تھا علی من حط قدر ابی حنیفۃ انتہی طحطاوی
نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بعینت ستقدیہ تو اسکا غایت رتبہ یہ ہے کہ وہ حرام کام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہیں بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت جائز
نہیں ہے کہ شاید اسکا خاتمہ بخیر ہو ہاں مجملا کفار پر لعنت جائز ہے انتہی میں کہتا ہوں یہ ابیات ملتمعہ میں زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن مبارک
نقل کی ہیں لیکن لعنت کے بیت اسمیں نہیں تو غالب ہے کہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیباکی نہایت
مستبعد ہے و اللہ اعلم ۔ و قد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب فدعا لہ و لذریتہ بالبرکۃ اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم رحمہ کے
والد یعنی ثابت نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی انکی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور انکی اولاد کیواسطے
برکت کی دعا کی امام حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے
اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں نسبا
اہل فارس احرار کے فرزندوں سے قسم خدا کی ہم پر رقیت یعنے کسی کا غلام ہونا واقع نہیں ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رحمہ پیدا ہوا ہجری اسی برس میں اور اسکا
باپ اسکو لیگیا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اسکے واسطے اور اسکی اولاد کے واسطے اور ہم اس دعا
کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں کذا فی الیواقیت الحاصۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا

اور اسمین خلل یہ ہے کہ ولادت امام کی سنہ ۸۰ ہجری مین ثابت ہے اور وفات علی مرتضی کی تیس سال سے پہلے ہے انتہی مین کہتا ہون تو امام کا لیجانا حضور مرتضوی مین وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا باپ اور انکی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وصح ان ابا حنیفة سمع الحدیث من سبعة من الصحابة کما بسط فی اواخر منیة المفتی وادرک بالسن نحو عشرین صحابیا کما بسط فی اوائل الضیاء اور یہ قول صحیح ہے کہ ابو حنیفہ رح نے سات صحابیون سے حدیث سنی جیسا کہ اواخر منیة المفتی مین شرح ہے اور بیس صحابیون کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے جیسا کہ ضیاء معنوی کے اوائل مین مذکور ہے اور سیوطی نے تبییض الصحیفة مین کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی رح نے ایک جزء تالیف کیا امام ابو حنیفہ رح کی روایت مین چار صحابیون سے انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ رح پیدا ہوئے کوفہ مین سنہ ۸۰ ہجری مین اور وہان اسوقت عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ مین انس رض صحابی تھے اسواسطے کہ وہ سنہ ۹۰ ہجری مین یا اسکے بعد مرے ... قابل اعتبار روایت ہے کہ ابو حنیفہ نے انس رض کو دیکھا اور انکے سوا صحابیون کے سوا اور صحابہ شہرون مین زندہ تھے تو ابو حنیفہ رح اس اعتبار سے طبقہ تابعین مین داخل ہین اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہ رح کو یہ مرتبہ نہین ملا جیسا کہ اوزاعی کو شام مین اور حمادین کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین اور لیث بن سعد کو مصر مین انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ اتفاق ہے کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن انکے عدد مین اختلاف ہے بعضون نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضون نے پانچ مرد اور ایک عورت سے ... سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہین اور تیسرے قول پر ... اور چوتھے قول پر ... داخل نہین اور ہر قول مین ابو الطفیل ذکر نہین کیا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اسکے حاشیہ مین کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ مین سنہ ۸۷ یا ۸۸ھ مین انتقال کیا اور انس بن مالک نے بصرہ مین سنہ ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ ہجری مین وفات پائی اور سہل بن سعد ساعدی نے مدینہ مین سنہ ۸۸ یا ۹۱ھ مین انتقال کیا اور ابو الطفیل نے سنہ ۱۱۰ ہجری مین وفات پائی چنانچہ جامع الاصول مین ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابو حنیفہ رح کی ملاقات صحابہ سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہین اور ابو حنیفہ رح کے اصحاب کہتے ہین کہ ابو حنیفہ رح نے چند اصحاب کو پایا اور انسے روایت کی انتہی مین کہتا ہون واقع مین عقل کے حساب سے یہ بات بعید ہے کہ رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانہ مین موجود ہون اور انکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور ہونا امام کا ان شہرون مین جہان اصحاب تھے ثابت ہے اور بیس برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ صحابہ مین گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابو حنیفہ رح کا قول حق ہے جو کہتے ہین کہ امام نے جماعت صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہین اور ایک جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط احنفیہ مین منحصر نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وقد ذکر العلامة شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ الانصاری الحنفی فی منظومته الالفیة المسماة بجواهر العقائد ودرر القلائد ثمانیة من الصحابة ممن یروی عنهم الامام الاعظم ابو حنیفة رحمة اللہ علیه وعلیهم اجمعین اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ انصاری حنفی نے اپنے منظومہ الفیہ مین جسکا نام جواہر العقائد و درر القلائد ہے آٹھ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ رح نے خدا کی رحمت ان پر اور ان سب پر حیث قال ؎ معتقد المذهب عالم الثانی ٭ ابی حنیفة الفتی النعمان ٭ التابعی سابق الائمة ٭ بالعلم والدین سراج الامة ٭ جمعا من اصحاب النبی ادرکا ٭ اثرهم قد اقتفی وسلکا ٭ طریقة واضحة المنهاج ٭ سالما من الضلال الداجی ٭ علامہ ذکر...

جس شخص نے یہ کہا ہے کہ میں کہتا ہوں معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ رحمہ جو امام نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سے علم اور دین
میں اُمت محمدی کا چراغ ایک جماعت کوفی کے اصحاب سے اُسنے پایا بیشک اُسکا ظہور ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے
سے روی عن انس و جابر و ابن ابی اوفی الخ اعنی عامر ہے اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبد اللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
مترجم کہتا ہے نسخہ میں عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے میں کلام ہے اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی ریاست
میں اور معاویہ کا انتقال ہوا سنہ ہجری میں پھر کیونکر انکی روایت مشہور ہو کذا فی الطحطاوی سے اعنی ابا الطفیل فذا ابن واثلۃ وابن انیس الفتی وواثلۃ
مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبد اللہ بن انیس جوانمرد سے اور واثلہ بن اسقع سے سے عن ابن جزء قد روی الامام وبنت عجرد
ہے امام نے روایت کی امام نے عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا اور ابن جزء بفتح جیم و سکون زا و ہمزہ
ہمزہ وہ عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہے امام اعظم رحمہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ سنہ ۹۶ ہجری میں حج کیا تو میں نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا میں نے والد
سے کہا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ اسمیں ایک صحابی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو میں نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انا نہ اسلم فریضۃ علی کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند میں خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے من تفقہ فی دین اللہ
کفاہ اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب اور شامی نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبد اللہ سے صریح وہم ہے کیونکہ جابر بالاتفاق روایات ستر اور چند سال میں عمر
اور انتی تک نادر نہیں سمجھے امام پیدا ہوئے انتہی اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت سنہ ہجری میں ہے تو بموجب اس قول
کے سات یا نو برس کی عمر میں سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا و توفی ببغداد قیل فی السجن لیلی القضا ولہ سبعون بتاریخ خمسین ومائۃ اور
امام نے وفات پائی بغداد میں ایک سو پچاسویں سال ہجری میں اور آپکی عمر ستر برس کی تھی بعضوں نے کہا بندیخانہ میں انتقال کیا اسواسطے کہ مجبور کرتے
تھے کہ عہدہ قضا کو قبول کریں ہم ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابوحنیفہ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور سنہ ہجری میں وفات پائی اور
بعضوں نے کہا ستر برس اور بعضوں نے کہا اکثر میں مبالغہ ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ میں اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ میں
رجب یا شعبان میں انتقال ہوا قید خانہ میں اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل میں مذکور ہے
کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ انہوں نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پروتے
سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونوں سبب ہوئے ہوں محبوس کرنے کے قیل وکیوم توفی ولد الامام الشافعی
رضی اللہ عنہ فعد من مناقبہ بعضوں نے کہا کہ جس دن امام ابوحنیفہ رحمہ نے وفات پائی اُسی دن امام شافعی رحمہ پیدا ہوئے تو یہ ابوحنیفہ رحمہ یا شافعی رحمہ کے مناقب
میں شمار کیا گیا ہے امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالیٰ نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رحمہ کی منقبت یہ
ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے وقد قیل الحکمۃ فی مخالفۃ تلامیذہ انہ رای صبیا یلعب فی الطین فحذرہ عن السقوط فاجاب بان احذر انت من السقوط
فان فی سقوط العالم سقوط العالم فحینئذ قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ فکان کل یاخذ بروایۃ عنہ ویرجحہا وہذا من احتیاطہ وورعہ وعلمہ
بان الاختلاف من آثار الرحمۃ فمہما کان اکثر کانت الرحمۃ اوفر کما قالوا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کے مخالفت میں حکمت یہ ہے کہ امام اعظم رحمہ نے ایک
لڑکا کیچڑ میں کھیلتا دیکھا سو اسکو ڈرایا کہ پھسل پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم پھسل پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے پھسلنے سے تمام جہان کا پھسلنا ہے
تو اُس وقت سے امام نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آوے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے ظاہر ہو تو اسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام
کی ایک روایت کر لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنی اُسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہے

اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الٰہی کی نشانیوں سے ہے تو جس قدر اختلاف بڑھا ہوگا زیادہ تر بڑی رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علماء امام رح کے کلام سے بندلی یعنی شان ہمارے فنون کی کہ اشارات لطیفہ عبارات بعیدہ سے سمجھ لیتے ہیں مسند خوارزمی میں مناقب الائمہ سالی سے منقول ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادوں کی علمائے تابعین سے شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن پہنچے علم پر اپنی زبان سے فتوی نہ دیا یہاں تک کہ انہوں نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے انہیں سے بزرگ تر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے واسطے تیار کر دیا ہے لگام دیکر اور زین کسکر سو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگوں نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہے پھر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے لوگ تقلید سے نجات پا وینگے مواخذہ مجھسے ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور ان سے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس ہوتے انکو سنتے اور جو آپ کو معلوم ہوتے انکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینا مہینا بھر بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ آخر کو ایک بات پر ٹھہر جاتی تو اس قول کو ابو یوسف رحمۃ اللہ ثابت کرتے یعنی لکھتے یہاں تک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوری کرکے ثابت کیا امام اعظم رح اور امام کی ملی برکت خود مشورہ ہونے کی رد و بدل اور غور میں اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہوا اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اختلاف امۃ الہدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہ نشانی ہے مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہیں جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کرتی ہیں معلوم ہو کہ نزدیک مفتی کا مجتہد ہونا بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور محمد رح نے فتوی دینا جائز کہا ہے اگر درستی کا صواب انکی خطا سے زیادہ ہو اور اسبیجابی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو چھوڑ کر فتوی جائز نہیں فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اہل اصول کی رائے قرار پائی ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہیں ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانے میں فتوے دیتے ہیں وہ در حقیقت فتوے نہیں ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اس پر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتیں ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابوں سے اور مانند انکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی اعلم ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعا یہ معلوم کر کہ جس پر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم رح اور انکے اصحاب متفق ہو گئے اس روایت میں جو ظاہر ہو انسے تو مفتی اسکا فتوی دے یقینا ہم ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوا اور روایات مرجوع عنہا ہیں یعنی مطروح ہیں یا غیر مشہورہ نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایۃ کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہیں محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ انکی روایت امام اعظم رح اور انکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ متواتر ہو یا بالشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور قدوری وغیرہا بھی ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں واختلف فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق اور اسمیں اختلاف کیا گیا ہے جسمیں ہمارے اصحاب مختلف ہیں اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا میں ہے یہ ہے کہ فتوی دیا جاوے امام اعظم رح کے قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم رح کا قول نہو تو ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاوے پھر محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاوے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین رح متفق ہوں اور امام اعظم رح منفرد ہوں سو بعضوں نے کہا ہے کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین رح کے قول پر فتوی دے چاہے امام رح کے قول

ہندی کی عبادات میں بطلاق فتوی امام رح کے قول پر ہو اور فتوی الارحام کے باب میں فتوی امام محمد رح کے قول پر ہو اور قضا اور شہادات میں ابو یوسف رح کے قول پر ہو

انتہی قاضی خان سے کہ فتاوی میں ہے کہ جب صورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رح اور محمد رح ہیں تو دونوں سے کہ متفق قول پر فتوی دیا جاتا ہے کیونکہ دونوں میں
وفیہ بشر الطواہر اولی قول صاحب کا اجتماع ہے اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو جیسا کہ قضا بظاہر عدالت تو
صاحبین کا قول مفتی ہے اور مزارعت اور معاملت میں اور انکے ماسوا میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکے سوا میں
بعضوں نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہے اور عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جو
دس ہزار مسائل کے جواب میں آٹھ سو سوال کا جواب ٹھیک دے یا اور دو جوابوں میں چوک جائے وہ مجتہد ہے اور بعضوں نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور
معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور مأول کی اور لوگوں کے عادات اور عرف کا علم ضروری ہے انتہی ما فی النہایۃ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی
میں قوت دلیل کی تصحیح کی ہے یعنی مدرک ابی حنیفۃ الامام والمعقول بمعنی دلیل ہے اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہے طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام
کا قول ہو یا ابو یوسف رح یا محمد رح کا وہی قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونوں متخالف قولوں میں یہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول
قوی المدرک پر فتوی دے اور نہیں تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما
اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ میں ہے کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونوں قولوں میں سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو
فتوی دینا جائز ہے طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونوں میں یا بلفظ صحیح کی یا ایک میں
اصح کا لفظ ہو اور دوسری میں صحیح کا بہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہے وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ
وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے
اول میں ہے کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہیں علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی میں مذکور ہیں انتہی ما فی المضمرات
ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یوں ہے علیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہیں وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر
اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے او الاصح یا صحیح تر ہے او الاظہر یا ظاہر تر
ہے او الاشبہ یا بہت مشابہ تر ہے او الاوجہ یا موجہ تر ہے او المختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ
العلماء کما قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی
میں کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہیں بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید یہ ہے کہ فتوی جاری
نہیں ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہو فتوی کا چنانچہ آسانی یا اکثریت اور لفظ فتوی ہے اسکے حروف اصلیہ مراد ہیں کسی صیغہ میں پائے جائیں کذا فی الطحطاوی
زیادہ موکد ہوا
ولفظ بہ یفتی آکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم معمول سے حصر ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ
سے موکد تر ہے والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی
ظاہر اس تفضیل کے سبب صیغوں کا یہی حکم ہے قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لا یجوز مس المصحف الا بغلافہ اذا تعارض اماما معتبران … احدہما بالصحیح والآخر بالاصح
فالاخذ بالصحیح اولی لانہما اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اوفق انتہی شارح نے کہا میں کہتا ہوں لیکن حلبی کی شرح منیہ میں ماتن کے اس قول کے پاس کہ
جائز نہیں مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہے کہ جب متقابل اور مختلف ہوں ترجیح اقوال میں دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہے
اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونوں امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت میں اتفاق نہیں بلکہ
ایک امام کا تفرد ہے اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر احتیاط ہے تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت … فی کتاب

معتبر ہیں بالاصح او الاولی او الاوفق و نحوہا فلہ ان یفتی بہا و بمخالفہا ایضا ایا شاء پھر میں نے دیکھا رسالہ آداب المفتی میں کہ جب کسی معتمد میں روایت ذیل بالاصح
یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ اصح ہے یا اولی یا اوفق ہے اور اسی طرح اسکے مانند ہو اور ایسا ہو تو مفتی کو اختیار ہے کہ اس روایت کا فتوی دے اور اسکے مخالف
دوسری روایت کا بھی فتوی دے جسکا چاہے دونوں میں سے ہم اسواسطے کہ اسم تفضیل اسپر دلالت کرتا ہے کہ مقابل اسم تفضیل کا بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی
و اذا ذیلت بالصحیح او المأخوذ بہ او بہ یفتی و علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اسکے مخالف روایت کا فتوی
نہ دے ہم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف ہے اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ ہے اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان فی الہدایۃ مثلا ہو الصحیح
و فی الکافی بمخالفہ ہو الصحیح فیخیر و یختار الاقوی عندہ و الالیق و الاصلح انتہی فلیحفظ مگر جبکہ ہدایہ میں روایت کے ذیل میں ہو الصحیح ہو اور کافی میں اسکے مخالف روایت
کی ذیل میں ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی ما فی الرسالہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم قوی تر کا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی وجوہ سے استدلال و قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی و حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ
انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں
درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی جو تفصیل ذکر ہوئی قاضی بھی انہیں علامات افتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا بتانے والا ہے
اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے بکاوست حبس اور تعزیر کے اگر کوئی عمل نکرے اور اسکو اختیار ہے اقامت حدود و قصاص کا کذا فی الطحطاوی و ان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل ہے قول مرجوح
چنانچہ صاحبین رحمہ کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہیں ہوئی یا اسکی وجہ کی تقویت نہیں ہوئی اور اولی باطل ہے ظاہر الروایہ کے مخالف پر فتوی
دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوح عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی و ان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی بالاجمال چند مذاہب سے ایک
حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ نہ پڑھی کہ جب مذہب امام اعظم رح کے کذا
فی الطحطاوی شافعی رح مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اسنے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی
چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی و ان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا و ہو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے
بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلا قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود میں امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع
کرنے کا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اسکو جائز نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں جواز
تقلید کی مطلقا نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اسواسطے کہ یہاں تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور ایک دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو
مثلا شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ میں عبارت ہے شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ میں یا نہیں کہ اگر اسی مسئلہ
خاص میں جس میں حنفی نے شافعی رح کی تقلید کی ہو سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور ابقا علی مذہبہ کا مطلب یہ ہے
کہ اس مسئلہ میں عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی اگر زمان مستقبل میں ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش
آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہے شافعی کی تقلید سے مسئلہ مقلد
فیہا میں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ متقدمہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے نہ اس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکور کے جواب میں دو
قول ہیں قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور راجح ہو باحتمال خطا اور
یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی میں عمل باطل لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہے بخلاف مذہب

تتمہ فتاوی میں صدر الدین سے مروی ہے کہ یہ جواب کا اور فتویٰ مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہو اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بالتعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہیں اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایکساتھ ہی ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ کسی میں تو اسپر واجب ہے کہ اس مسئلہ کی جمیع متعلقات میں مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود وفی مختصر آداب الخلاف ثم اختلف بالقاضی المجتہد اور یہ کہ خلاف مخصوص ہے قاضی مجتہد یعنی امام اور صاحبین کا خلاف ہے کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں تو صاحبین نے کہا کہ اسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمداً میں امام سے دو روایتیں ہیں اور بزازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم میں امام کے موافق ہیں اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہیں کذا فی الطحطاوی وانا المقلد فلا ینفذ قضاءہ بخلاف مذہبہ اصلاً کما فی القنیہ اور مقلد قاضی کا حکم جو خلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہیں ہوتا چنانچہ قنیہ میں ہے اور شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریح مخالف ہے کما فی الطحطاوی قلت ولاسیما فی زماننا فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولاً بالنسبۃ لغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاءہ فیہ وینقض کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنہر میں کہتا ہوں اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں حکم مخالف مذہب نافذ ہوگا اسلئے کہ بادشاہ اپنے فرمان میں تصریح کر دیتا ہے قاضی کو روکتا ہے اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد میں نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا میں یہ قول مشرح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا صریح الحق الذی بعض علیہ بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتوں سے پکڑنا چاہیے نعم امر الامیر متی صادف فصلاً مجتہداً فیہ نفذ امرہ ہان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے یعنی مختلف فیہ صورت پر جسمیں اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہو حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا کما فی سیر التتارخانیہ وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد اور البتہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول اور قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہیں ہے کہا طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنے ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ میں مقید اور منحصر نہیں انتہی حافظ شیراز نے فرمایا ہے ؎ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید * دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد * وانا المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہیں ہم مراتب سبعہ کا یون بیان ہے کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکے مانند جنہون نے اصول اور قواعد کو مؤسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اصول میں کسی کے مقلد نہیں ہیں دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ رح جنہون نے احکام کو نکالا ادلۂ اربعہ سے بموجب ان قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع میں امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول میں انکے تابع ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہیں تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح اور طحطاوی اور ابو الحسن رح کرخی اور شمس الائمہ حلوانی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہیں نہ اصول میں نہ فروع میں لیکن وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں امام کے قواعد سے جنمیں امام سے روایت نہیں چوتھا طبقہ اصحاب تخریج مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہیں لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی جو دو امر کا احتمال رکھتا ہو اسکی تفصیل پر قادر ہیں اسکے امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہدایہ میں جو بعض مواقع میں تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اسکا یہی مطلب ہے پانچوان طبقہ اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکے انکا رتبہ یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہیں اسطرح کہ یہ قول اولی ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اوضح ہے روایت کی راہ سے وہذا ارفق للناس چھٹا طبقہ ان مقلدوں کا ہے جو اقوی اور قوی اور ضعیف

ظاہر مذہب اور ظاہر الروایۃ اور روایت نادرہ کی امتیاز کرنے پر قادر ہیں چنانچہ متون اربعہ کے مصنفین یعنی صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع
اختیار یہ ہو کہ اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے ساتواں طبقہ اُن مقلدوں کا جو مذکورہ روایات پر قادر نہیں لاغر اور فربہ میں فرق نہیں کرتے
شمال کو یمین سے ممتاز نہیں کرتے بلکہ جمع کرتے ہیں روایات کو جو پاتے ہیں حاطب اللیل کے مانند افسوس ہی اُنپر اور اُنکے مقلدوں پر یہ کہا ہی شیخ الاسلام علامہ کمال پاشا
کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار اور اسی طرح مراتب سبعہ کو طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالہ وقف
سے مختصر نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ مجتہد مطلق بھی ان طبقات میں داخل ہی اور صحیح کلام شارح اسکے مخالف ہی اور سب کو مجتہد مقید کہتے ہیں یہ خلل ہی کہ طبقہ سابعہ بلکہ
سادسہ بھی مثل بعض [illegible] کچھ بھی اجتہاد پر قادر نہیں واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیوتہم اور ہم لوگوں پر تو پیروی اُس قول کی لازم ہی جسکو
علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہی اور تصحیح کی ہی جیسا [illegible] ہمپر پیروی انکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے [illegible] ترجیح
اور تصحیح سے [illegible] فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح [illegible] اگر تو اعتراض کرے [illegible]
اقوال کو بدون ترجیح کے [illegible] اختلاف کرتے ہیں [illegible] سوال کا یہ ہی کہ اتباع ترجیح کا نہیں ہو سکتا [illegible] ایک قول کی ترجیح [illegible]
[illegible] قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ہو الارفق [illegible]
وما قوی وجہہ [illegible] ولا یخلو الوجود ممن یمیز [illegible] اس سوال مذکور کا جواب دیتا ہوں کہ [illegible]
عمل کیا جاوے [illegible] اسی طرح علماء [illegible] اعتبار کیا [illegible] تغیر عرف اور احوال [illegible]
جسپر لوگوں کا عمل جاری ہو گیا ہو اور یا قول کی دلیل قوی ہو [illegible] نہ ہوگا حقیقت میں [illegible] اور ارفق
اور اقوال کو [illegible] لازم ہی کہ اقوال [illegible] کی طرف رجوع کرے [illegible]
اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہی اور [illegible] ترتیب سابق ہی اور [illegible]
اور حکم [illegible] ترتیب [illegible] منقول ہو چکی ہی امام کے قول پر فتویٰ علی الاطلاق پھر ابو یوسف پھر [illegible] فی الحاوی القدسی [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
والقبول بجاہ الرسول [illegible] ہم سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے امر خیر کی مددگاری اور مقبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم [illegible]
وکان ذلک بیسر اللہ تعالیٰ [illegible] الروضۃ المحروسۃ والبقعۃ المانوسۃ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ وحائز الکمال والبسالۃ وضجیعیہ الجلیلین الخلیفتین الکاملین
رضی اللہ عنہما وعن سائر الصحابۃ اجمعین ووالدینا ومشایخنا باحسان الی یوم الدین اور کیونکہ یہ کتاب مقبول ہو حالانکہ حق تعالیٰ نے ابتداء [illegible]
کرنے اس کتاب کے [illegible] کی طرف [illegible] روضۂ مقدسہ اور مکان مانوس میں سامنے چہرۂ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور
شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے [illegible] اُن کے جو جلیل القدر اور دو شخص کامل الوجود ہیں یعنی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ
اُن دونوں سے اور باقی تمام اصحاب رضی اللہ عنہم سے اور ہمارے ماں باپ دادوں سے اور اصحاب کے نیک پیرو لوگوں سے قیامت کے دن تک [illegible] الکعبۃ الشریفۃ
تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالیٰ المیسر للتمام پھر ابتداء [illegible] کعبہ شریف کے سامنے [illegible] اور حطیم اور مقام ابراہیم
میں اور اللہ تعالیٰ نے تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہی [illegible] اس کتاب متبرک کی [illegible] روضۂ مقدس کے اندر [illegible]
نبوی میں ہوئی اور ابتداء اضافی بیت اللہ میں ہوئی [illegible] علامات القبول [illegible] علی الاطلاق [illegible]
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرے تو انکی رحمت سے [illegible] براں باپ ہر گاں [illegible] خطبہ و مقدمہ [illegible] شارح
رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح [illegible] شروع کرتا ہی اور مترجم اُسکے ترجمہ کرنے میں

[illegible]

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہے طہارت کی یعنی پاکی صاف ہونے کے مسائل میں قدمت العبادات علی غیرہا اہتماما بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر بشان عبادات کی رعایت کرنے سے ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ میں داخل نہیں اور عبادات پانچ قسم ہیں نماز زکوٰۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہیں معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہیں قتل نفس کا مزجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سوائل تصانیف نے فقہ کی کتابوں میں اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہے اسواسطے کہ انکو عبادات عبادات کا اہتمام منظور ہوا اکثر الفاظ میں ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہے اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے بنسبت معاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوٰۃ تالیۃ الایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے قال اللہ تعالیٰ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہیں ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوٰۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرمانی وشرط بہا لتخص اللازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص بنماز لازم ہے نماز کو اسکے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہے اور شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہے اسکے مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوٰۃ کے استقبال وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا لعذر وقت کا ہونا تحریمہ کے وقت کافی ہے اور اسی طرح نیت کا علاوہ یہ کہ نیت مخصوص بنماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہیں ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہے وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوٰۃ ورد ان النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط نہیں ہوتی سو یہ تینوں دعوے مردود ہیں ہم پہلا دعوے یہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہیں ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہے کہ نیت بھی طہارت کی طرح اصلا ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے ان تینوں دعووں کو بغیر ترتیب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہوا جہاں پانی نہیں اور اسکی زمین اور دیواریں نجس ہیں اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہو اسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے ہم ارادہ دل کا نام نیت ہے نہ زبان سے پڑھنے کا تو دیکھو کہ یہاں پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہو گیا تو نیت عدم سقوط میں طہارت کے برابر نہ ٹھہری جو دعوی کہ تیسرے دعوی کا آپ نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اسواسطے کہ اسمیں الفاظ زبانی کو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے اور حالانکہ یہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہاں بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل میں آیا اسی قدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا تو ایسے مہموم کے واسطے ہے اور یہ نہیں کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہیں واما الطہارۃ ففی الظہیریۃ وغیرہا من قطعت

بلا اعادہ و توجیہ جراحت یصلی بلا وضوء ولا تیمم ولا یعید فی الاصح اور طہارت کا حال تو یہ ہے کہ ظاہریہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوں
اور اسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نہ کرے صحیح تر قول میں یعنی چہرہ درست ہونے کے بعد اسپر اعادہ نماز کا نہیں ہم
پر رد ہے پہلے دعوی کا یعنی اس صورت میں طہارت ساقط ہوگئی ظاہریہ میں سر کا ذکر کرنے سے سکوت کیا اسواسطے کہ اکثر اعضا مجروح ہیں تو ایسی صورت میں تیمم کا حکم ہے لیکن
تیمم بھی ساقط ہوگیا ہاتھوں کے نہونے سے و انا فاقد الطہورین ففی الفیض وغیرہ انہ یتشبہ بالمصلین عندہما والیہ صح رجوع الامام وعلیہ الفتوی اور فاقد الطہورین کا تو
حال یہ ہے کہ فیض وغیرہ میں ہے کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول
کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم پر جواب دعوی ثانیہ کا ہے ان افعال کو نماز کہنا مشابہ نماز کے ہے اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا
واجب ہوگا تو حقیقت میں یہ جواب نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہے نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت میں نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہوتا قلت وبہ ظہر ان تعمد
الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر کصلوتہ لغیر القبلۃ او مع ثوب نجس وہو ظاہر المذہب کما فی الخانیۃ میں کہتا ہوں اور ظاہر ہے کہ ... بدون
طہارت کے قصداً نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہیں کرتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہیں کرتا یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ
خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے ... عدم تکفیر ... اختلاف ہے ... صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح
نہیں اسواسطے کہ ظاہریہ کا مسئلہ ضرورت میں مفروض ہے تو حالت اختیار کو اسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا وفی سیر الوہبانیۃ ... بلا طہارۃ ...
تختلف فی الروایات تکفیرہ اور وہبانیہ کی کتاب السیر میں ہے اور اس شخص کے کفر میں جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھے اختلاف ہے روایات میں کہ کہا اوس میں
مرقوم ہے ہم لیئے علماء مذہب کا اسمیں اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول مشہور ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے ... فرمایا ہے کہ اگر ... پائی جاوے ...
مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اسی ضعیف روایت پر عمل کرے ... روایتوں پر ...
الطہارۃ ... کہتے ہیں کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنی دو لفظوں سے مرکب ہے پہلے لفظ کو مضاف کہتے ہیں اور دوسرے کو
مضاف الیہ عربی زبان میں مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونوں کے بیچ میں آتا ہے
چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنی طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر ... کتاب الطہارت مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول
ہے جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جزو اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے اسمیہ کے پہلے جزو کو مبتدا کہتے ہیں اور دوسرے جزو کو خبر چنانچہ زید
قائم زید مبتدا ہے اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جزو کو فعل کہتے ہیں اور دوسرے کو فاعل اور جو بعد فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو
مبتدا قرار دیجیے تو خبر اسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہے یعنی ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل
اسکا محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنی لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت میں آخر کتاب پر رفع یعنی پیش
ہوگا اور مفعول ہونے میں نصب یعنی زبر ہوگا یہ سب اوس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجیے فان ارید بہ التعداد بنی علی السکون پھر اگر کتاب الطہارۃ
کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جاے تو آخر کتاب کا حرف مبنی ہے پر سکون اور جزم ہوگا یعنی جو کتابیں متن میں مذکور ہیں انکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف آخر
کتاب کا مبنی علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب میں وکسر تخلصا من الساکنین اور اسی حرف اخیر کو شمار کی صورت میں کسرہ یعنی
زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین سے خلاصی حاصل ہو پہلا ساکن با موحدہ ہے اور دوسرا ساکن طا اولی مشددہ واضافتہ لامیۃ لا منیۃ اور کتاب الطہارۃ کی
اضافت لام والی ہے نہ من والی ہم اضافت تین قسم ہے اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مباین ہے یا عین ہے یا ظرف ہے اگر مباین ہے تو وہاں اضافت بمعنی لام
جو خصوصیت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر عین ہے مضاف کا تو وہاں اضافت بمعنی من بیانیہ ہوگی کہ

چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہاں اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہے جیسا کہ صوم الیوم یعنی روزہ جو دن کے اندر واقع ہو تو جبکہ
اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یوں ٹھہری کہ کتاب وضع لبیان مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہے اور چونکہ
طہارت میں کتاب نہیں ہے اور اصطلاح سے اسکی تعریف کی اصطلاح کہ یہ اضافت سوال نہیں ہے اور شارح نے اس کی شرح میں جیسا کہ نہج النظار نام ہے کہا ہے کہ یہاں اضافت
بمعنی فی ہے … کہ کتاب جو مسائل کے بیان میں … اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہو
اُن مسائل کا … اور طہارت کی … الراجح … قول راجح یہ ہے
کہ … نام … کسی چیز کا … اسکی تعریف اسکے اجزاء کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں ہے اسواسطے
کہ نام … افراد … لیکن یہ قول الراجح … مرکب کا علم … کی وجہ
سے … قول راجح … دونوں جز یعنی مضاف اور
مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتاب مصدر … تو کتاب کا لفظ لغت عرب میں مصدر ہے جیسے جمع … ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور
صاحب بحر وغیرہ نے … کتاب کے معنی … مقام کا لحاظ کیا ہے … کا اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسے ہی کتاب
کتب بھی اسکا مصدر ہے کذا فی الطحطاوی … ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلتے ہیں اور اسکے ہندی معنی ہیں ملانا چنانچہ …
قیام … المسائل … یعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع میں کتاب کو مسائل مستقلہ کا مجموعہ … قرار دیا ہے …
کر … الفاظ کا جو مسائل … کتاب … اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہے کہ اُن مسائل کا … موقوف نہیں …
سے پہلے اور پیچھے … کتاب الطہارۃ … مستقل ہے جیسے کتاب الصلوۃ … مسائل کا علم موقوف نہیں اور استقلال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصل
کسی کا تابع نہیں کیونکہ یہ مطلب صحیح نہیں اسواسطے کہ طہارت تابع ہے صلوۃ کی تو مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہو گیا جو مسائل نہیں ہیں
اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ وہ دونوں مستقل نہیں ہیں ہر کتاب کی تحت میں داخل ہیں تو فصل وہ صنف ہے جو داخل ہو
اس صنف کے تحت میں جسکا باب نام ہے اور باب اس صنف کے تحت میں ہے جسکا نام کتاب ہے اور کتاب اس صنف کے تحت میں ہے جو …
صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل … اضافت … درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہے جیسا کہ کتاب اللقطہ
اور اسکو جسکی بہت انواع ہیں جیسا کہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہے یا کہ فعال کا صیغہ ہے بمعنی مفعول آتا ہے جیسے
لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق … والطہارۃ مصدر طہر بالفتح وبالضم بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت میں طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل
ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آیا ہے … صاحب قاموس نے … ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر ذکر کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے قولہ
افردہا اور ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر میں افراد ہے لہذا مصنف نے اسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے
انواع بہت ہیں جیسا کہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل و کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے … نہر الفائق … طہارت پاک صاف ہونا …
حکمی یا نجاست حقیقی سے … جمع نظر … اور … طہارت کو بصیغہ جمع لایا … کتاب الطہارات کہا … طہارت کے اقسام پر نظر کی … کثیرہ اور
اقسام طہارت کے بہت ہیں جیسا کہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمہا … اور طہارت کی حکمتیں مشہور ہیں یعنی جن امور کے
واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین میں مشہور ہیں ازانجملہ گناہوں کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر
جو طہارت پر مترتب ہوتا ہے مباح کر لینا ہے اس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت جیسا کہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا اور ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

طہارت میں ثواب لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہے نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں ہے و سببہا ای سبب وجوبہا الا یحل فعلہا فرضا کان او غیرہ کالصلوۃ ومس المصحف
الا بہا ای بالطہارۃ اور طہارت واجب ہونے کا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہ ہو جیسے مصحف کا چھونا
البحر قال وہو مراد ... الاقوال ونقل کلام الکمال ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بحر میں ذکر کئے اقوال جو
سبب طہارت میں ہیں اور نقل کیا کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر کا جنہوں نے کہا کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض یا نفل کا ہو طہارت
کے سبب میں چار قول ہیں [illegible] طہارت کا [illegible] کہ ارادہ نماز کا سبب [illegible]
[illegible] صاحب فتح القدیر [illegible] قول [illegible] کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا [illegible] نفل نماز کا ارادہ کرے
اور وضو کرے [illegible] نماز کا ارادہ موقوف کرے [illegible] اس کا جواب [illegible]
[illegible] طہارت کا ارادہ نماز [illegible] نفل کا ارادہ ترک کرے [illegible]
کا ساقط ہو جاتا ہے [illegible] طہارت [illegible] نماز کا ارادہ کیا تو طہارت [illegible]
[illegible] طہارت [illegible] کے واسطے [illegible]
وجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا اور علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب [illegible]
یا ارادہ کرنا اس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے [illegible] کہ یہ قول [illegible] نماز [illegible] طہارت کو شامل [illegible]
کہ یہاں وجوب نہیں ہے بسبب [illegible] طہارت کا مگر یہ کہ اس کو ارادہ ما لا یحل [illegible]
کہا کہ طہارت کا سبب حدث شرعی یا نجاست حکمیہ ہے [illegible] نجاست [illegible] اس کی نجاست ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ کوئی نجاست [illegible]
شرعی تحل فی الاعضاء تزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ اعضا میں ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے [illegible]
میں مترادف ہے [illegible] اصطلاح میں صفت عبارت ہے اس معنی سے جو موصوف میں قائم ہو اور صفت ذکر کرنا ہو موصوف کی صفت کا اگر اطلاق [illegible]
کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ حدث
مانعیت شرعی ہے یعنی بحکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا میں تا حد استعمال مزیل یعنی جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہ ہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف
ثمرہ حدث شرعی ہے یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقۃ
اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہے نجاست حقیقی میں وہو عین مستقذرۃ شرعا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے جیسا کہ پیشاب اور
اور شراب شرع کی قید سے ظاہر تغیر والی خارج ہو گیا جیسا کہ [illegible] وقیل سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے
نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان میں چوتھا ونسبہ الی اہل الظاہر وفسادہ ظاہر اور وہ دونوں قول یعنی حدث اور خبث کا
سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور ان دونوں قولوں کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے اہل ظاہر وہ علما ہیں جو
قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں ان ہی میں سے داؤد ظاہری ہے وجہ فساد قول اول کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے
ہیں پھر کس طرح اس کے وجود کے خواہاں ہوں گے اس واسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہو سکتی اس کا جواب یوں دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ
کے ناقض ہیں اور طہارت لاحقہ کے موجب ہیں تو کچھ منافات نہ رہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہے کہ ایک وضو چند نمازوں کے واسطے کافی ہے اور اگر قیام کو
سبب طہارت کا قرار دیجئے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو اور قولہ تعالی اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو

چنانچہ خاتم فضہ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہاں اضافت بمعنی فی ہوگی مثل ... چنانچہ صوم الیوم یعنی روزہ جو دن کے اندر واقع ہو تو جبکہ
اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر عبارت یہ ہوگی کہ کتاب وضع لبیان مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کے واسطے موضوع ہے اور چونکہ
طہارت میں کتاب نہیں یا اضافت بیانیہ ہے ... اضافت میں ... اور ماتن کی شرح میں ... نام ہے کہا ہے کہ یہاں اضافت
بمعنی ... جو کتاب جو مسائل کے بیان میں ہے ... مفرد ہے اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہو
ان مسائل کا ... مسائل طہارت ... سوال ہو شارح اسکا جواب آگے دیتا ہے الراجح ثم قول راجح یہ ہے
کہ ... نام ... تعریف اسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں اسواسطے
کہ نام ... جیسا عبداللہ کسی کا نام رکھا اور قول مرجح یہ ہے کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہے ...
... دونوں مفرد یعنی مضاف اور
مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتاب مصدر ... کتاب کا لفظ لغت عرب میں مصدر ہے جسکے معنی جمع کے ہیں یعنی ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور
صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب ... حروف ... اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسی ہی کتابت اور
کتب بھی اسکا مصدر ہے کذا فی الطحطاوی ... ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلتے ہیں اور ... چنانچہ ...
... اور اصطلاح اہل شرع میں کتاب کو مسائل مستقلہ کا نام اور لقب قرار دیا ہے ... جمع
کرنا ان الفاظ کا جو مسائل ... کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہے کہ ان مسائل کا تصور کرنا موقوف نہیں اس شے پر جو اس
سے پہلے اور پیچھے ہو سو کتاب الطہارۃ با این معنی مستقل ہے یعنی کتاب الطہارۃ پر اسکے مسائل کا علم موقوف نہیں اور استقلال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصل اور
کسی کا تابع نہیں کیونکہ یہ مطلب صحیح نہیں اسواسطے کہ طہارت تابع ہے صلوۃ کی ... مسائل کی قید سے ان حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہو گیا جو مسائل نہیں ہیں
اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ دونوں مستقل نہیں ہیں ہر کتاب کی تحت میں داخل ہیں تو فصل وہ صنف ہے جو ...
اس صنف کے تحت میں ہے جسکا باب نام ہے اور باب اس صنف کے تحت میں ہے جسکا نام کتاب ہے اور کتاب اس صنف کے تحت میں ہے جو ...
صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اسکے اصناف سافلہ ہیں درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اسکو جیسے مسائل کی ایک ہی نوع ہے چنانچہ کتاب اللقطہ
اور اسکو جسکی بہت انواع ہیں چنانچہ کتاب الطہارۃ اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا اسواسطے کہ مصدر بمعنی مفعول ہے یا کہ فعال کا صیغہ بمعنی مفعول آتا ہے جیسے
لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق ... والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت میں طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل
ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آیا ہے یعنی لغت ہیں صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے وافرادہا
افردہا اور ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر میں افراد ہے لہذا مصنف نے اسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے
انواع بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے وشرعاً النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع میں طہارت پاک صاف ہونا ہے حدث
حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن ثم ... اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ اور
اقسام طہارت کے بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمہا ... اور طہارت کی حکمتیں مشہور ہیں یعنی جن امور کے
واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین میں مشہور ہیں ... گناہوں کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر
۱۱ جو ثمرہ طہارت پر مرتب ہوتا ہے مباح کر لینا ہے اس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ہم ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

طہارت میں تو اسپر لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہی نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں (وسببہا) ای سبب وجوبہا (الاستباحۃ) فلا فرضا کان او غیرہ کالصلوۃ ومس المصحف
(الا بہا) ای بالطہارۃ اور طہارت واجب ہونیکا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب
البحر قال ابہ سرد الاقوال ولقول کلام الکمال ارتضاہا ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے نہیں ذکر کیے اقوال فقہا کے
سبب طہارت میں اور نقل کیا ہے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض اور نفل کا ہم طہارت
کے سبب میں چار قول ہیں پہلا قول [illegible] کا کہ [illegible] سبب وجوب طہارت کا [illegible] اقامت صلوۃ سبب ہے تیسرا یہ ہے کہ ارادہ نماز کا سبب وجوب کا
ہے کہ وجوب صلوۃ سبب ہے [illegible] صاحب فتح القدیر نے [illegible] قول پر [illegible] کیا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے
اور وضو کرے تو [illegible] نماز پڑھے حالانکہ ایسا نہیں ہے [illegible] نماز کا ارادہ موقوف کرے [illegible] چاہیے کہ وضو کرنے [illegible] اسکا جواب شارح نے [illegible]
بطریق [illegible] کہ [illegible] الحدث [illegible] فی الطہارۃ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہو لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت
کا ساقط ہو جاتا ہے [illegible] باب الطہارۃ میں [illegible] نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت [illegible] نفل پڑھنے سے [illegible]
تو طہارت بھی ساقط ہوگئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے واسطے تھا کذا فی البحر [illegible] وقال [illegible] الطہارۃ [illegible] وجوب [illegible]
وجوب الصلوۃ اوارادۃ فالاستباحۃ [illegible] علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب وجوب نماز کا
یا ارادہ کرنا اس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے [illegible] طحطاوی نے کہا کہ یہ قول [illegible] نماز کو سبب [illegible] نماز نفل کی طہارت کو شامل [illegible]
کہ یہاں وجوب نہیں ہے سبب ٹھہرے طہارت کا اگر یہ کہ اسکو ارادہ [illegible] کہ [illegible] میں [illegible] وقیل [illegible] اور بعضوں نے
کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ میں جو نجاست حکمی [illegible] نجاست ثابت ہوئی ظاہر میں کوئی نجاست [illegible]
شرعی تحل بالاعضاء تزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ اعضا میں ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کرتی ہے اور صفت اور [illegible]
میں [illegible] مصدر ہیں لیکن اصطلاح میں صفت عبارت ہے اس معنی سے جو دوسرے میں قائم ہے اور صفت ذکر کرنا [illegible] صفت کا اطلاق [illegible]
کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث
مانعیت شرعی ہے یعنی بحکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا میں تا عدم استعمال مزیل یعنی جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف
ثمرۂ حدث ہے یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہوچکی یعنے وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقۃ
اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہے نجاست حقیقی میں وہو عین [illegible] شرعا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے جیسے بول و براز
اور شراب شرع کی قید سے ظاہر [illegible] طبیعی خارج ہوگیا جیسے بلغم اور رینٹھ وقیل سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے
نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان میں چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر و فساد ہا ظاہر اور وہ دونوں قول یعنے حدث اور خبث کا
سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور دونوں قولوں کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے اہل ظاہر وہ علما ہیں جو
قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں از انجملہ داؤد ظاہری ہے وجہ فساد قول اول کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے
ہیں پھر کسطرح اسکے وجود کے خواہاں ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہوسکتی اسکا جواب یوں دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ
کے ناقض ہیں اور طہارت لاحقہ کے موجب ہیں تو کچھ منافات نہیں ہے اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہے کہ ایک وضو چند نماز وں کے واسطے کافی ہے اور اگر قیام کو
سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو وقولہ تعالی اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو

نماز کا ادا ہو یا وضو نہو تو وضو کر کے نماز پڑھنا جائز ہے التوضیح فلیراجع ۱ سے المطولات و اعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو ان تعلیق اور اسکو دریافت کرکے طہارت کا
اسکے سبب مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین ہوتا ہے مگر تعلیقات کی مانند مین ہم تعلیق ہے کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال اسکی یہ ہے معلوم
ہو کا قول ان وجبت علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس مثال مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہوگی تو تجھپر طلاق ہے ہم تو بہر قائل سکے
نزدیک جسکا سبب طہارت کا تحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور جنابت سے نزدیک جسکے نزدیک اور قریب ہم
اسکے اصطلاحات سے ظاہر ہے اسکے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی و ان الاثم للاجماع علیٰ عدمہ بالتاخیر عن الحدث
ذکرہ فی التوضیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر ہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہے گناہ سکے ہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل سکے حدث سے ایسا ذکر
کیا ہے توضیح مین وبہ اندفع ما فی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوٰۃ فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہما مضیقاً او توضیح
کے کلام مذکور سے دفع ہوگیا وہ جو سراج وہاج مین ہے ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت وسعت سکے ساتھ ہے وقت سکے آنے سے جیسے نماز
سکے ادا کرنے مین وسعت ہو پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنی جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش
نرہیگی و شرائطہا ثلثۃ عشرۃ علیٰ ما فی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا براس بیان کے جو اشباہ مین ہے ہم شرط کی جمع ہے شرط لغت میں علامت کو اور شرع مین شرط یہ ہے اور
شرط وہ ہے جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اسکے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع ازانجملہ وجوب طہارت کی
نو شرطین ہین ہم شرائط وجوب کی انکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو و شرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی
شرطین چار ہین ہم شرائط صحت انکو کہتے ہین کہ طہارت بدون ان شرطون کے صحیح نہو اور یہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکھو
لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اسکی طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشائخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال شرط الوجوب
العقل والاسلام وقدرۃ ماء والاحتلام اور ان شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یون کہا کہ وجوب
طہارت کی شرط عقل ہے اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا ہم تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور
فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین وحدث ونفی حیض وعدم نفاسہا وضیق وقت قد عمم اور وجود حدث کا خواہ
حدث اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی بیکہ ہم کر آئے یہ نو شرطین ہین وجوب طہارت کی ہم تو متوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر
اور وقت صلوٰۃ کے آنے تک ان پر طہارت واجب نہین و شرط صحۃ عموم البشرۃ بماء الطہور ثم فقد نفاسہا وحیضہا والزوال کل مانع عن
البدن اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا ہے دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط
صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر جیسا کہ ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور صحت
طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہے تو وجوب بہ خطاب کی وجہ سے اور صحت ہوا اسے واجب کی وجہ سے وجعلہا بعضہم اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی شرطون
کو چار قسم ٹھہرایا ہے شرط وجود حسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہے یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اسکے خارج مین محسوس اور مشاہد نہو سو اسمین تین
شرطین ہین وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اس چیز کا جو نجاست کو زائل کرے چنانچہ پانی مثلاً دوسرے ہونا اس چیز کا جس سے
نجاست دور کیجاوے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلاً تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنے مزیل نجاست کو استعمال کر سکنا و شرط وجود بالشرعی دوسری قسم طہارت کی
وجود شرعی کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور یہ ہے کہ
مزیل کا مشروع الاستعمال اسی طرح کی مشروع ہین چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو او غسل مین مشروع ہے خلاصہ یہ ہے کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ

سوال
جو زیادہ وقت ہو تو [illegible] وہ [illegible] کی طرف
[illegible]
[illegible]

کے واسطے شریعت میں مقرر کیا ہے اسی سے وہاں طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونے سے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور
بدن اور برتن و شرط وجوبہا التکلیف والحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنی عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہے چار شرطیں ہیں
عقل بلوغ اسلام حدث وشرط صحتہا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانعہ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا پاک کرنے والی چیز کا اہل طہارت سے
اسکے محل میں مانع طہارت کے نہ ہونے کے ساتھ اہل طہارت سے مراد یہ ہے کہ حائض اور نفسا نہ ہو اور محل طہارت سے مراد کل بشرہ ہے اور عدم مانع سے مراد یہ ہے کہ اثنائے طہارت
میں ناقض نہ ہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال شروط الوضوء عشر ثم ... اور بعض نے ذکر کیا ہے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا اے مخاطب
یہ کہ وضو کی ضروری شرطوں کو جو قسم ہم نے بیان کیا یاد رکھ یعنی بارہ شرطیں ہیں وہ شرط وجود الحس ... اعتقاد وقدرۃ امکان ... شمول
الماء والتراب ... آنہیں سے وجود حسی کی تین شرطیں ہیں ایک تو اعضا کا سالم ہونا جسکو پانی پہنچے دوسری ازالہ ... دوسری شرط
خالص پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہے شرطوں مذکورہ کے ساتھ جسکو شرط ... تعبیر کیا تھا ... وجود شرعی
یا معانی ... فی طہارۃ ... طہور ... اور وجود شرعی کی شرط کو ... اور تاویل ... پانی ہی ... پاک ہونے کے ساتھ
اور اسکے پاک کر دینے کی بھی ساتھ ... بیان سے ہم ... وجود شرعی طہارت کی تین شرطیں ہیں اول تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے
اسکا پاک ہونا تیسرے اسکا مطہر ہونا یعنی پاک کرنے والا ان شرطوں کو شرح ... الاستعمال ... پانی ... ہو
اضافت کے بولا جائے اسکے مقابل پانی مقید ہے جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہے جیسے ... اور جیسے گلاب کا پانی یا ... تربوز کا پانی سو پانی ایسے
وضو اور غسل درست نہیں چنانچہ آگے معلوم ہوگا ... وشرط وجوب ... اسلام بالغ ... مع الحدث التمییز بالعقل ... اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے
جوان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے ای مخاطب فوائد کے قصد کرنے والے ہم یعنی وجوب طہارت کی چار شرطیں ہیں اسلام بلوغ عقل ... حدث
دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے درمختار میں بجائے یا عاقل کے یا بیان لکھا ہے سو ظاہر اصحیح نہیں ... سے اور طحطاوی اور حلبی در المختار
کے محشیوں نے یا عاقل کی تصریح کی ہے اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہے طحطاوی نے کہا تو عاقل اسم فاعل ہے الاعنی یعنی ... حلبی نے سکو ... تشبیہ
کہا ہے وشرط التعمیم الوضوء زوال مانع ... ایصال الماء ... الشعر ... ذی الشان ... پہلے شرط زائل ہونا اس
میل کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہنچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہے (وہ کیا تعمیم ہے) کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب ولی
کے جڑ سے وزید علیہا ... الثانی ... اور ان دونوں شرطوں پر وضو کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے
یہ شرط امام ثانی یعنی ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نہیں ہے مگر ... کا قول معتبر ہے ہم مذہب حنفی کی کتابوں میں امام بولتے ہیں امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ
کو اور ثانی کہتے ہیں قاضی ابو یوسف یعقوب رحمہ کو جو بڑے شاگرد ہیں امام کے اور ثالث کہتے ہیں محمد بن حسن رحمہ شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہیں
امام رحمہ کے اور شیخین ہم بولتے ہیں امام رحمہ اور ابو یوسف رحمہ کو اور طرفین کہتے ہیں امام رحمہ اور محمد رحمہ کو اور صاحبین رحمہ کہتے ہیں ابو یوسف رحمہ اور محمد رحمہ کو اس
اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیے وصفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہے کہ وضو فرض ہے نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل و واجب للطواف اور واجب
ہے کعبہ معظمہ کے طواف کے واسطے قیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضوں نے کہا اور وضو واجب ہے مصحف کے چھونے کے واسطے اس
قول کی وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہیں ہم یعنی اس آیت میں کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہیں لگاتے اس کتاب کو مگر پاک لوگ اور قول ہیں ایک یہ قول ہے
کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہیں اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہیں کہ کتاب سے قرآن ہی مراد ہے ...
مرکب ہے جسے ... دلالت کرتے ...

ثابت نہیں ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہے تو مراد اسکی یہ ہے کہ فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی بالایضاح وسنۃ للنوم
اور وضو سنت ہے سونے کے وقت ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے اور شارح نے اسکو سنت کہا ہے ومندوب فی
نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہے تیس اور
کئی مقام میں جنکو میں نے خزائن میں ذکر کیا ہے از انجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مارکے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ
کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالموں کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہے جو گیتوں اور مدح نبوی سے خالی ہے اور بعضوں کے نزدیک
اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہے ظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک
وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہیں تو اگر ہاتھ وہاں لگ جائے تو مستحب ہے کہ پھر وضو کرے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار
نے کہا میں نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہاں فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یوں نقل کیا ہے کہ مستحب ہے
سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اسکے اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت میں
وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث کے
پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیے انکی تعظیم کی جہت سے انتہی اور
نہر الفائق میں ہے اور عورت کے محاسن دیکھکر اور ہر طرح ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے
تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ میں ہے تو شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہیں جنمیں وضو مستحب ہے انتہی
ما فی دلائل الاسرار وركنہا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا معلوم بحر الرائق میں ہے کہ طہارت کے ارکان
حدث اصغر میں تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر میں سارے بدن کو دھونا اور نجاست میں سارے بدن کا دھونا اور نجاست
حقیقی میں جو نظر آتی ہے تو اسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھوکر خشک کرنا انتہی سو شارح
کے بیان میں یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونوں رکن طہارت کے نہیں ہیں بلکہ طہارت کی شرطیں ہیں کذا فی الطحطاوی
وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مانند انکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا چنانچہ آگے
اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیت ہے ہم پوری آیت یوں ہے یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ
فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء
فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنے اے ایمان والو
جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سروں کو اور پاؤں کو ٹخنوں تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح
پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم میں سے آیا ہے جائے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تم نے عورتوں کو یعنے انسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین
پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہاں سے اللہ نہیں چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہے تمپر شاید
کہ تم احسان مانو تو یہ آیت تقاضہ طہارت ہے صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے وہی تمہیں اجمالا اور وہ آیت مدنی ہے
اسلئے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی یہ الفاظ [illegible] سے آیت سورۂ مائدہ میں ہے اور وہ سورت قرآن میں سب سے پیچھے نازل ہوئی ہے سیوطی نے اتقان میں کہا

اور وہ جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ میں انکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ میں انکا نزول ہوا ہو
یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وقد اجمع اہل السیر ان الوضوء والغسل فرضا بمکۃ مع فرض الصلوۃ بتعلیم جبرئیل علیہ السلام اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ وضوء اور غسل یہ دونوں مکہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے
ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے وانہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء اور اسپر اتفاق کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز
بدون وضو کے نہیں پڑھی ہم یہ جواب دیتے ہیں اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو قبل ہجرت بل ہو شریعۃ
من قبلنا بدلیل ہذا وضوئی ووضوء الانبیاء من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہے ہم سے پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ واصحابہ وسلم نے وضو کرکے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور انبیاء پیغمبروں کا جو مجھ سے پہلے تھے وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ
اللہ تعالی ورسولہ من غیر انکار ولم یظہر نسخہ اور اصول میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اگلوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنی اہل
اسلام کو بھی اسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور اسکے رسول نے حدیث میں اسکا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنی انکار
نہ کیا ہو اسکا اور اسکا منسوخ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو جیسا شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں ہے کہ اللہ تعالی نے وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں چنانچہ معلوم ہوا … بیان کرنا چاہیے کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ … جب وضو فرض ہو چکا تھا مکہ
میں نماز کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ … پھر آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ
اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ففائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وتاکید اختلاف العلماء الذی … تو فائدہ نزول آیت وضو کا … کر دینا ہے
اس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالموں کے اختلاف کا … وضو … مستقل نہیں بلکہ تابع
نماز ہے تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نہ کریں اور اسکی شرائط و ارکان کی مراعات میں تساہل کریں …
برخلاف اسکے جبکہ اثبات وضو کا اس نص متواتر سے ہوا … ہر زمانے میں … زبان میں باقی ہے … احتمالات مذکورہ … اختلاف … آیت
مذکورہ کے عدد فرائض میں سو بعض علماء کہتے ہیں کہ فرض چار ہیں اور بعض زیادہ کہتے ہیں اور بعض … اور بعض فقط …
اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے اسمیں اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہے یا بعض … کما فی الطحطاوی اور اختلاف علماء کا حجت ہونا …
کتاب میں مذکور ہو چکا … فوائد الہدایۃ … فائدہ نزول آیت طہارت کے نزول میں حالانکہ
وہ آیت شامل ہے … فوائد ہدایہ … مذکور ہیں … اور حالانکہ آیت مذکور شامل
ہے آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک ان میں سے دو دو ہیں یعنی ہر واحد میں دو شے ہیں تو سب سولہ ہوئے کہ طہارتین الوضوء والغسل شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور
غسل ہے ومطہرین الماء والصعید اور دو پاک کرنے والوں پر کہ پانی اور خاک ہے وحکمین الغسل والمسح اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہے وموجبین
الحدث والجنابۃ اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے ومبیحین المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کر دینے والوں پر کہ بیماری ہے اور
سفر ہے ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمالی فی الغسل اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں … وضو میں دھونے
اور مسح کرنے کے اعضاء میں تفصیل بتایا اور غسل میں اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنی طہارت کرو اعضاء کی تفصیل نہ فرمائی وکنایتین الغائط والملامسۃ
اور دو کنایہ پر کہ غائط اور ملامسہ ہے … کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مراد پر صریحاً دلالت نہ کرے سو غائط لغت میں پست مکان کو کہتے ہیں یہاں قضاء
حاجت البشری مراد ہے اسلیے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تھے تو پست مکان کی طرف جاتے تھے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو … جماع

مراد جمع ہے اسلئے کہ جو جامع کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے وضو سے شروع کرتا ہے کذا فی الطحطاوی و کذا من تطہیر الذنوب وانما الشہداء ای یوم شہید
من دارم علی الوضوء مات شہیدا اور کوئی اچھی بات اور دو بزرگیوں پہنچے حق تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو طہارت میں دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک
گناہوں سے پاک کر دینا فی قولہ تعالیٰ لیطہرکم دوسرا نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالیٰ ولیتم نعمتہ علیکم اور نعمت پوری ہوئی کہ شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل
کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہے جو ہر وہ میں جو عید ہو کی طرح ہوا تھا قال الذین آمنوا بالغیب دون آمنتم لیسم کل من آمن الی یوم القیمۃ
قال ان الخطاب ذکانہ یعنی بعلة التی فی الآیة التفات و تحقیق خلافہ اور نہیں فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ آمنتم مخاطب کے صیغہ سے کہ اسواسطے
کہ خطاب شامل ہے ہر ایک اس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک اور نہیں کہا ہے شیخ نے ایسا ہی اور شاید کہ یہ قول اسپر دلیل ہے کہ آیت وضو میں التفات ہو
حاضر سے غائب کی طرف اور قول محقق ہے کہ علامہ ہے ہر اسم التفات سے کہ کہتے ہیں کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر
غائب سو یعنی علامہ یا ایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے کہتے ہیں اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہے اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہے اور حق یہ ہے کہ
کا مخاطب ہونیکی وجہ سے ہے کہ اسکی ضمیر حاضر کی ضمیر ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ یہاں التفات نہیں ہے اسلیے کہ آمنوا صلہ ہے الذین کا اور موصولات ہر جگہ
غائب کے ہیں اور ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے موصول کیطرف وہ نہیں ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہے کہ صنعت التفات نہیں ہوتی
کہ حاضر کے محل میں غائب یا کا صیغہ ہوتا ہو یہاں غائب کا صیغہ اپنے محل میں ہے قوله فی الوضوء باذا التحقیقیۃ و فی الجنابۃ بان التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ
من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالیٰ نے وضو کے بیان میں اذا کا لفظ لایا جو تحقیق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جنابت
میں ان کا لفظ لایا جو شک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ امور لازمہ سے ہے اور جنابت امور عارضہ
سے ہے فافہم اور ان شرط کا ہے اور اسمیں تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی ہو تو وہاں اذا کا لفظ بولتے ہیں اور اگر وقوع شرط کا یقین نہ ہو یعنی متردد
ہو اور نہ ہونے میں تو وہاں ان کا لفظ بولتے ہیں جیسا معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو میں حق تعالیٰ نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا
اسواسطے کہ نماز کے واسطے اٹھنا امور لازمہ سے ہے اور بنظر ہر بات مسلم غالب الوجود ہے کہ رات دن میں پانچ بار نماز فرض ہے اسواسطے اذا کا لفظ
امر ثابت پر دلالت کرتا ہے مذکور کیا اور جنابت میں ان کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہے اور امور عارضہ متردد سے ہے کیونکہ ہوا
وجہ سے کہ ان کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہے ارشاد کیا کذا فی العینی و صرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ
والحدث شرط للثانی الا الاول فیکون الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالیٰ نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم میں
نہ وضو میں تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہے بدون حدث کے اور فرض ہے حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہے نہ اول کی یعنی غسل اور وضو کی شرط ہے
وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح
کا امر سے نکلتا ہے کہ تیمم اور غسل نہیں ہوتے ہیں مگر فرض اور یہ خلل ہے کہ غسل چند مواضع میں مستحب ہوتا ہے اور چند مواضع میں سنت اور اسی طرح تیمم کو وضو
کے قائم مقام ہوتا ہے یعنی عدم فرضیت میں جیسا کہ سونے کے وقت اور مسجد میں جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا ارکان الوضوء
ارکان الوضوء کے رکن چار ہیں ہم لغت میں رکن کہتے ہیں ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہے وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہے اور وضو بالضم
مصدر ہے اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وضو عبارت ہے اعضا ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانہ فیہ
مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور کہ مضمون ہے کہ مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہے اسلیے کہ رکن خاص ہے فرض سے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابوں
میں فرض الوضوء مذکور ہے وہاں فروض سے ارکان مراد ہیں کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہے اسلیے خاص ہوا کہ رکن اس فرض کو کہتے ہیں جو ماہیت ۱۴

یعنے شی کی حقیقت مین داخل ہو بہ خلاف فرض کے کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنے رکن اور شرط دونون کو فرض بولتے ہین مع سلامته عن ایقال ان ارید
بالفرض القطعی یرد تقدیر الممسوح بالربع وان ارید العملی یرد المغسول اور باوجود سلامت رہنے اس تعبیر کے اس اعتراض سے جسکا بیان یون ہے کہ جن کتابون
مین تعبیر بفرض وضو ہے اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہے تو اعتراض وارد ہوتا ہے جو تھائی مقدار معین کرنے کا عضو ممسوح مین کیونکہ یہ قطعی نہین ہے لہذا اسمین خلاف
اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہے تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ عضو مغسول کا دھونا قطعی ہے نہ عملی وان اجیب عنه بالتخصاص
شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہے جسکو شارح نے خلاصہ کرکے الملتقی الابحر کی شرح مین ذکر کیا ہے ہم نے جو ابجر شرح الملتقی کے ایک جواب ہے کہ قطعی فرض
ہے اور اعتراض ممسوح کا یہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے اگرچہ اسکی مقدار مین اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی ثم الرکن ما کان فرضا
داخل الماہیة والا فشرط فما یکون خارجا فالفرض اعم منہما پھر اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ رکن وہ فرض ہے جو ماہیت مین داخل ہے اور شرط وہ فرض ہے جو ماہیت سے
خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونون سے عام ہے یعنی دونون کو شامل ہے ہم لفظ فرض کا بیان ترتیب اختیار کیا ہے اور فرض انتہی مین باین تا اور کو ... کے
واسطے آتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ... اور شرعا معنی فرض کے قطعی اور ... اور دوسرا ... ہوا ... قطعی ... جو ... کا اصل مسح الراس
اور فرض قطعی وہ عمل ہے جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اس وجہ سے کہ اسکا منکر کافر ہو جاتا ہے یا اسکا منکر فاسق ہو ... ہو جاتا ہے ... مسح بالتیمم مقدار
ہم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اسکا اعتقاد بھی فرض ہو ... شرح ... کہ اگر فرض ... کا ...
جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس مین کچھ شبہ نہین جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث متواتر ... قرآن اور حدیث ... کیا ہو اور جیسا کہ اجماع
بطریق آحاد منقول نہ ہو جیسا کہ قیاس منصوص علیہ انتہی اور شرح المنار ... ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہین ایک تو وہ ہے کہ جسکا ثبوت قطعی ہو اور دلالت بھی
اسکی قطعی جیسا کہ نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی ہے مگر دلالت مراد ظنی ہے جیسا کہ آیات ماولہ ... تیسری یہ کہ ثبوت ظنی
ظنی ہو اور اسکی دلالت قطعی جیسا کہ وہ اخبار احاد جنکا مفہوم قطعی ہو چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین تو قسم اول سے فرض ثابت
کیا ہے اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے اسکا ارادہ کیا ہے فرض عملی کو بھی شامل ہے
بعض متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونون قسمون سے قوی تر ہے اور فرض کی دو قسمون سے ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وہو ما یفوت الصحة
بفواته کالمقدار الاجتہادی فی المفروض فلا یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت
فوت ہو جاتی ہے جیسا کہ فرضون کی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہے تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اسکو منسوب بکفر نہ کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے
ارشاد کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور تبادر معنی حقیقی کا علامت ہے فرض عملی
اسواسطے کہا کہ عمل کرنا اسپر فرض ہے اعتقاد فرض نہین اسلیے کہ آدمی کا اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور وہ فرض کی مقدار اجتہادی
جیسا کہ مسح چہارم سر کا اور دھونے مین داخل ہونا کہنیون اور ٹخنون کا کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالة الماء مع التقاطر ولو قطرة وفی الفیض اقله
قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہے یعنے پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض مین ہے ٹپکنے کا کم مرتبہ یہ ہے کہ دو بوند
ٹپکین صحیح تر قول مین ہم غسل لفتح غین لغت مین میل کے دور کرنے کو کہتے ہین جس چیز پر پانی بہا کر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو
بولتے ہین اور اس پانی کو بھی کہتے ہین جس سے نہاتے ہین اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہین جس سے سر دھویا جاتا ہے جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت
مین داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اسطرح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایة مین جائز نہوگا اور اگر برف سے وضو کیا اور تقاطر ہوا تو جائز ہے اور فرض کا مصنف
شیخ برہان الدین کرکی ہے کذا فی الطحطاوی مرة لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہے اسواسطے کہ فاغسلوا کا امر تکرار کرنے کا مقتضی نہین ہم ...

احتمال امر کیا گیا ہے تو اس سے ادا ہو گیا یا بار بار کرنا ضرور نہیں ہے علماء اصول نے اصل الشرع [illegible] کیا گیا [illegible] دھونا [illegible] ہو دوبار ادا کیا

نہیں ہیں یا جیسا کہ بعض احادیث میں تاکید ہے [illegible] ثابت ہے [illegible] اشتقاق الثلاثی من المزید [illegible]

فی الحروف کا اشتقاق [illegible] بالاتحاد والتعیم [illegible] اور وجہ کا [illegible] اشتقاق ثلاثی [illegible]

[illegible] اشتقاق [illegible] کیونکہ [illegible]

[illegible] اشتقاق [illegible] اگر کوئی کہے [illegible]

[illegible] اشتقاق اکبر [illegible] اشتقاق [illegible]

معنی میں کافی ہے [illegible] اشتقاق [illegible] ثلاثی [illegible] کا مشتق ہونا

[illegible] اشتقاق [illegible] کا بیان کیا ہو تو جائز ہے

[illegible] اشتقاق اکبر [illegible] کافی ہے [illegible]

ای المتوضی ای فرضہ [illegible] المقام الی اسفل ذقنہ طولا [illegible] کان علیہ شعر اولا [illegible] کا دھونا فرض ہے یعنی پیشانی کی سطح کے سر سے

پیشانی کے [illegible] ٹھوڑی کے نیچے تک طول میں [illegible] بال ہوں یا نہ ہوں [illegible] کا دھونا فرض ہے [illegible] پیشانی کا مرجع [illegible]

مقام وضو کے قرینہ سے [illegible] عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرف [illegible] الاغم والاصلع والانزع [illegible]

کے قول سے جو جاری ہے بنا بر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف [illegible] اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل ہے [illegible] تفصیل اسکی یہ ہے

کہ [illegible] وجہ کی حد میں قصاص شعر کا لفظ واقع ہوا ہے [illegible] سر کے بال [illegible] ٹھوڑی [illegible] چہرہ کی طولانی حد [illegible]

اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہے اغم وہ ہے جسکے بال سر کے پیشانی پر جمے ہوں اور اصلع وہ ہے جسکے مقدم سر پر بال نہ ہوں اور انزع وہ ہے جسکی پیشانی

کے دونوں جانب بال سے خالی ہوں [illegible] چہرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہے اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہذا

مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتداء سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو [illegible] شامل ہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور

انزع کو پیشانی کے اوپر [illegible] وما بین شحمتی الاذنین عرضا [illegible] دونوں کانوں کی لو کے مابین [illegible] عرض [illegible]

اس نرمہ گوش تک عرض میں چہرہ کی حد ہے [illegible] فیجب غسل المآقی [illegible] وما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا [illegible] چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہو گئی

ہوگا [illegible] فرض ہوگا [illegible] کا دھونا [illegible] منہ بند ہونے کے وقت [illegible]

[illegible] کہتے ہیں [illegible] الماقی کا لفظ [illegible]

اور اس سے داڑھی [illegible] ملاقی [illegible] داڑھی [illegible] متن میں مذکور ہوگی [illegible]

[illegible] لا الاذن لدخولہ فی الحد [illegible] اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو داڑھی اور کان کے بیچ میں ہے [illegible] داخل ہونے اس جگہ کے

چہرہ کی حد [illegible] اور یہی قول [illegible] داڑھی کے خط [illegible] داڑھی کے دونوں جانب

[illegible] امام اور محمد کا یہی مذہب ہے کہ اس جگہ کا دھونا وضو میں فرض ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک

داڑھی والے کو اسکا دھونا فرض نہیں لیکن عورت اور امرد اور کوسہ کو اسکا دھونا بالاتفاق فرض ہے کذا فی البحر [illegible] لا غسل باطن العینین والانف والفم

واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب [illegible] اور فرض نہیں آنکھوں اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھنوں اور داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی

جڑون کا اور کبھی کے گوہ کا دھونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ہم بالون کی جڑون کا دھونا اسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گھنے ہون کہ جلد
نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آویگی تو جڑون کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ برہان سے مذکور ہوگا و غسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعدم تقیید الفرض بالانفراد
والرجلین البادیتین السلیمتین فان المجروحتین والمستورتین بالخف وظیفتہما المسح اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن ہاتھون کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن
دونون پاؤن کا جو ظاہر ہین صحیح سالم ہین یہ واسطے کہ زخمی پاؤن اور جو موزے کے اندر چھپے ہین تو اُنکے واسطے مسح کرنا ہے اور مقرر ہے مصنف نے ہاتھ پاؤن یا
فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے مین جدا جدا دھونے کی قید نہین ہے یعنے اگر دونون ہاتھون یا دونون پاؤن کو پانی کے اندر ساتھ ہی
ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہ تعریض ہے صاحب درر کیطرف اسلئے کہا ہے غسل الیدین فرادی یعنے اُنکا مطلب یہ ہے کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علٰحدہ دھونا چاہئے
کذا فی الطحطاوی مرۃ فلا تقریبا ہاتھ پاؤن کا ایکبار دھونا فرض ہے بدلیل گذشتہ یعنے امر مقتضی تکرار کا نہین مع المرفقین والکعبین علی المذہب ہاتھون کا دھونا
فرض ہے دونون کہنیون کے ساتھ اور پاؤن دونون ٹخنون کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے والاکثر ومن اثبت الثابت بعبارۃ النص غسل ید ورجل والاخری بالاجماع
ومن البحث فی الی وفی القراتین فی ارجلکم قال فی البحر لا طائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی
عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا ثابت ہے اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پاؤن کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہے اور جو بحث کہ لفظ الی مین
اور ارجلکم کے دونون قراتون مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچھ فائدہ نہین بعد منعقد ہوجانے اجماع کے دونون ہاتھون کے دھونے پر کہنیون سمیت اور
دونون پاؤن کے دھونے پر ٹخنون سمیت ہم عبارۃ النص اس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام موضوع ہوا اور دلالۃ النص اسکو بولتے ہین جو لفظ سے مفہوم ہوتا
بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہے کہ مقابلہ جمع کا دوسری جمع سے تقسیم الآحاد علی الآحاد کا مقتضی ہے یعنی
مقابلہ یہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پہونچے اور لفظ الی مین یہ بحث ہے کہ غایت مغیا مین یعنی مابعد الی کا اپنے ماقبل کے حکم مین داخل ہے یا نہین یا دونون
برابر ہین یا ترجیح قرائن سے ہوتی ہے وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قراتین ہین یعنی لام کا زبر اور زیر بلاشبہ متواتر ہین اور جمع بین القرائتین یا تو تخییر ہے اصل واجب کا
مقتضی ہے چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قراۃ یعنی دھونا اس حالت پر محمول ہے جبکہ پاؤن مین موزہ نہو اور زیر کی قرات یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہے چنانچہ
بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہ ہے کہ زیر کی قراۃ کا ظاہر بالاجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہے وہ دونون ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین
دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے
ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ حضرت کا فعل اُن لوگون کو یقین کا موجب تھا جنھون نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علی وجہ الیقین بدون [illegible]
متواتر ہونے کے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصرا ومسح ربع الرأس مرۃ فوق الاذنین ولو باصابۃ مطر
او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے دونون کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش سے یا باقی
لگ جانے سے پاس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی رہ گئی کسی عضو کے دھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا ہو
اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہے کہ ٹپکتا ہو تو موجود ہے تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے ہم مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہے کسی چیز پر اور عرف شرع مین
عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور یہی صحیح
مشہور ہے یعنے ولہذا فقہ کے متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہے تو دوسری روایت ہے مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر
کہا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ناصیہ کم ہے چہارم سے تیسری روایت مین انگلیون کی مقدار ہے بدائع مین کہا کہ یہ اصول کی روایت ہے ظہیریہ مین کہا اسی پر فتویٰ ہے لیکن [illegible]
مین ہے کہ یہ محمد سے روایت ہے لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہے حالانکہ یہ ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا [illegible]

علم بحر الا ان يكون مع الكف او بالابهام والسبابة يعنی ماتھ سے اور اگر ایک بار دو انگلیون کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہوگا اگرچہ کر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی لگائے تو مسح
درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو انکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا علم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہو
[illegible] چہارم سر ثابت نہین ہوتا مگر یہ کہ تر اور وضع مین تفرقہ کیا جائے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہی نہ رکھ دینے سے اور نیاپانی یا چند بار رکھنا یا سو [illegible]
مسح کرے تو درست ہی علم [illegible] دونون روایتون پر متفرع ہو سکتا ہی یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدل کر تو ثلث اصابع پر متفرع ہی اور اگر زیادہ
کیا تو چہارم سر ہوگا تو سبب اسی روایت پر متفرع ہو ولو ادخل راسه الاناء او خفه او جبيرته وهو محدث اجزاه ولم يصر الماء مستعملا اور ان نوی اتفاقا علی الصحیح کما فی البحر
عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن مین داخل کیا یا اپنے دونون موزون کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اسکو وضو نہین ہی تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہی اور اس
فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہو جاویگا بالاتفاق اگر اسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر جیسا کہ بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہی علم یعنی محمد کے نزدیک
اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہی مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلیے کہ مستعمل ہونے مین پانی کا بہنا شرط ہی یہ پانی کا لگنا ہے یہان پانی کا لگنا صادق آیا نہ بہنا کذا فی
الطحطاوی عن البحر وغسل جميع اللحية فرض يعني عمليا ايضا على المذهب الصحيح المفتي به المرجوع اليه وما عدا هذه الرواية مرجوع عنه كما في البدائع اور تمام داڑھی کا یعنی
بقدر محاذات وجہ دھونا بھی فرض ہی بنا بر اس مذہب کے جسکو محققین عالمون نے صحیح کہا ہی اور جسکا فتوی دیا ہی اور اسی قول پر امام اعظم نے آخر کار رجوع کیا ہی اور اسکے
سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہی شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہی نہ فرض اعتقادی علم ماتن نے اپنی شرح مین کہا
چونکہ دھونا داڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور تعجب ہی اصحاب متون سے کہ مذہب مرجوع عنہ کے ذکر پر [illegible]
مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دیتے ہین باوجودیکہ داڑھی کا دھونا داخل ہی وجہ کی اس حد مین جو انھون نے اپنی کتابون مین بیان کی ہی انتہی طحطاوی نے کہا
کہ داڑھی مین روایات متروکہ غیر مشہورہ یہ ہین ایک روایت تمام داڑھی کا مسح تیسرا چوتھائی کا مسح تیسرا تہائی کا مسح چوتھا چوتھائی کا دھونا پانچوان تہائی کا دھونا نہ دھونا نہ
مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہی کہ جسقدر داڑھی ملاقی بشرہ ہی یعنی جتنی کھال سے ملی ہی اسکا مسح فرض ہی قاضی خان نے
اسکی ترجیح دی ہی جامع صغیر کی شرح مین ثم لا خلاف ان المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن پھر اسمین اختلاف نہین کہ ٹھڈی سے لٹکتی داڑھی کا نہ دھونا واجب ہی
نہ اسکا مسح کرنا بلکہ اسکا مسح کرنا مسنون ہی علم قہستانی مین ہی کہ مسترسل سے مراد یہ کہ دائرہ وجہ چھوٹی ہو اور قنیہ مین ہی جیسا مذکور ہی کہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہی کذا فی
الطحطاوی وان الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها كذا في النهر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی داڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اسکے تحت
کا دھونا لازم ہی ایسا ہی نہر الفائق مین ہی علم تو خلاف سابق کا محل کثیفہ ہی وفی البرهان يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر كحاجب وشارب وعنفقة في المختار اور برہان
مین ہی کہ اس کھال کا دھونا واجب ہی جسکو بالون نے نہین چھپایا مانند بھون اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار مین علم جو بال لب اور ٹھڈی کے درمیان مین انکو
عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اسکو بچی بولتے ہین ولا يعاد الوضوء بل ولا بل المحل بحلق راسه ولحيته اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور داڑھی کے
مونڈنے سے بلکہ اسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک نکلے كما لا يعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربه وحاجبه وقلم ظفره وكشط جلده
جیسے مونچھ اور بھون کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اکھاڑنے سے اس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا ولو كان على اعضائه
قرحة كالدملة وعليها جلدة رقيقة فتوضأ وامر الماء عليها ثم نزعها لا يلزمه اعادة الغسل على ما تحتها ان تألم بالنزع على الاشبه لعدم البدل
بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو جیسا کہ پھوڑا اور اسپر باریک کھال ہو پھر اسنے وضو کیا اور اس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا
تو اس شخص پر لازم ہوگا دوسرا کھال کے نیچے کا اگر تکلیف ہوتی ہو نوچنے سے بنا بر اس قول کے جو اشبہ بحق ہی عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دھونا
اسواسطے لازم نہوا کہ نیچے کی کھال اسپر باقی تھی کا بدل نہ تھی برخلاف موزہ اتارنے کے کہ پاؤن کا دھونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہی پاؤن دھونے کا

سطر
جو ترجمہ داڑھی کا [illegible] یہان سے شروع ہی اسکی تحقیق ظاہر نہین اور نہ [illegible] کا ترجمہ بیان اس تحریر مین [illegible] ۱۲ [illegible] سطر ٹھوڑی کے مقابل ۱۲ [illegible] دی جلی [illegible] کیا گیا اور [illegible] فتوی ہی ۱۲

ہم فتاوی ہندیہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درد ہو تو وہاں کا دھونا لازم ہے اور اگر درد ہو اور کوئی چیز وہاں سے نکلکر بہے تو وضو گیا
اور اگر کچھ نہیں نکلا تو وہاں کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دھونا لازم نہیں انتہی تو شارح کو یوں کہنا اولی تھا ولم یتألم بالنزع
علی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہیں اگرچہ درد ہو نوچنے سے قول اشبہ پر اسواسطے کہ درد ہونے میں تو اختلاف نہیں عدم درد میں کذا فی الطحطاوی مختصراً
فصار کما لو مسح خفہ ثم حکہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھود ڈالا یا چھیلا یعنی باوجود اسکے مسح قائم ہے دوسری دفعہ
مسح کرنا لازم نہیں فروع یہ چند مسائل ہیں جنکو شارح نے بڑھایا ہے شارح رحمہ اللہ کی عادت ہے اس کتاب میں کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر
چند مسائل کو ملحق کرتا ہے تاکہ لوگوں کو فائدہ حاصل ہو فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ وضو کے اعضا میں انشقاق ہو یعنی پھوٹی ہوئی ہو تو اسکو
دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اسکے آس پاس دھووے کذا فی
... والالقیر ... اور اگر ہاتھ میں انشقاق ہوا اور وہ پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے یعنی اگر دونوں ہاتھ پھٹے ہوئے ہوں اور پانی کا
استعمال نہ کر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہو گا تو اس ہاتھ سے دھونا لازم ہو گا ... ظاہر ہے ... اور دونوں
ہاتھوں میں اسواسطے کہ ... عاجز ہو جاتا ہے تو وہ دونوں ہاتھوں کو ... کذا فی الطحطاوی ولو قطع یداہ ورجلاہ ... غسل محل القطع اور اگر ہاتھ کا اگلا حصہ
سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کہنی باقی ہو اور اگر ... کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اس ہاتھ اور پاؤں سے دھونا ساقط ہو گیا ...
فان بطش بہا غسلہا ولو ... الاصلیۃ ... اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پاؤں مخلوق ہوئے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھ اور ٹخنہ کے اوپر
سے دو پاؤں پھوٹ نکلے تو اگر دونوں ہاتھوں سے کام کرتا ہو تو دونوں کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو اسی کو دھووے یعنی دوسرا
زائد اور بیکار ہے اسکا دھونا لازم نہیں اور اسیطرح اگر دونوں پاؤں سے چلتا ہو تو دونوں کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہیں وکذا الزائدۃ ان نبتت من
محل الفرض اور اسی طرح اس زائد ہاتھ یا پاؤں کو دھووے جو جما ہو فرض کے مقام میں یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنہ کے نیچے سے پاؤں پیدا ہوا تو
اسکا بھی دھونا لازم ہو گا کالاصبع ... زائد ہیں جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ والا فلا ... اور اگر زائد
ہاتھ یا پاؤں محل فرض میں نہیں جما بلکہ اوپر سے جما ہو تو جتنا حصہ محل فرض کے سامنے ہو اسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہ ہو تو اسکا دھونا فرض نہیں ہے
لیکن مستحب ہے جو مذکور ہے مجتبیٰ میں جو شرح ہے قدوری کی وسننہ اور وضو کی سنتیں ہیں افاد ان لا واجب للوضوء ولا الغسل ... مصنف نے وضو اور غسل
میں فروض کے بعد سنتوں کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اسکو سنتوں سے پہلے فرض کے
پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے وصناعۃ ... اسکے تقدیم کی متقاضی ہے وجمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل ... اور مصنف نے سنت کو
جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے ہم یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنی وضو کی آیت اور سنتوں کے دلائل
احادیث جداگانہ ہیں اور ہر سنت کا حکم بھی یعنی ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اسکا ثواب ملیگا بخلاف
فرض کے یعنی اگر وضو کے فروض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہ ہو گا وحکمہا ما یوجر علی فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنی اثر مترتب اور اسکا ثمرہ
یہ ہے کہ ثواب دیا جائیگا اسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہو گا عذاب نہ ہو گا کذا فی البحر وکثیرا ما یعرفون بہ لانہ محط نظر
الفقیہ اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرہ سنت بیان کرتے ہیں یعنی سنت کی ماہیت یوں بیان کرتے ہیں کہ سنت وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب ہے اور
نہ کرنے میں عتاب ہے اسلیے کہ انکے افکار کا یہی جاے انداز ہے یعنی فقہا کی نظر بیان کرنا ہے ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف ہی میں اسکا حکم اور ثمرہ بیان
کرتے ہیں ہر چند کہ حکم شے کا اس شے کی حقیقت میں داخل نہیں ہے وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او فعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا

اور شمنی نے اسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہے جو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہے یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہیں شامل ہے شلبی اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہے حالانکہ سنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہے بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی الموکدۃ مواظبۃ مع ترک ما احیانا اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے مراد عدم انکار ہو تا کہ یہ توہم اشکال نہ ہو لا ترک حقیقی کہ ہو العشرۃ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور کبھی ترک نہیں کیا اور یہ اسکا مقتضی ہے کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نکرنے والون پر انکار نفرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہر گیا اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہو گی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہ مین امت پر تراویح فرض ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود۔ لکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہے کہ انکا ذکر تعریفات مین نہو اسواسطے کہ تعریف ہوتی ہے ماہیت اور حقیقت کے بیان کے واسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہیں تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبۃ قادح نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہے اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین واورد علیہ فی البحر المباح بناء علی ان المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہے بنا بر اُس قول کے جو منصور اور موید بدلائل ہے وہ قول یہ ہے کہ اصل اشیا مین توقف کرنا ہے یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہے نہ حرام ہے ہم آپس مین اختلاف ہے کہ اشیا مین اصل اباحت ہے یا حرمت یا توقف اول قول ہے شافعیہ اور بعض حنفیہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ رح کی طرف نسبت کرتے ہیں اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہے اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہے یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہو گی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہے وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہیں کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہے یعنی تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہے نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہیں اول تعریف یہ ہے السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ یعنی سنت وہ طریقہ ہے جو دین مین جاری ہے بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہے دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہے وہ یہ ہے کہ سنت وہ ہے جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لامع الترک ہے تو یہ دلیل ہے سنت موکدہ کی اور اگر ترک ہے احیانا تو یہ دلیل ہے سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہے تو یہ دلیل ہے وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصراً شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کر کے انکا نقصان بیان کیا ہم کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہے وہ یہ ہے السنۃ ما فعلہ علیہ السلام علی سبیل المواظبۃ ولم یترکہ الا احیانا ویثاب وبلام علی ترکہا یعنی سنت وہ کام ہے جسکو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب دیا جاتا ہو اور نہ کرنے مین ملامت ہو گی (البداءۃ بالنیۃ) ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہے وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھ یعنی اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ہم لغت مین نیت عبارت ہے عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہے ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل مین منہیات بھی داخل ہیں اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہے نفس کا فتح القدیر مین ہے کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہے اسلیے کہ حدث چند قسم ہے تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ وضو کی یون نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوۃ تقربا الی اللہ تعالی یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کو وہ حرام باشد بدونہا لیس بعبادۃ اور فقیہون نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ وضو بدون

نیت کے عبادت ہی نہین ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہے بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال
بالنیات طحطاوی نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہین کہ جس وضو کا شرع مین امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہوجانا اسپر
موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی خود مقصود نہین بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہے نتیجہ
خلاصہ یہ ہے کہ وضو بلانیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا و نیز ترک کیا اور وضو کرنیوالا نیت کے ترک کرنے سے گنہگار ہوگا اسمین خلاف
ہے کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے یا نہین اور نہر الفائق مین اس اختلاف کو یون رفع کیا ہے کہ اگر سنت مؤکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہوگئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہین
تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون عدم اشتباہ مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلا شبہ بالاستناد اور عتاب ہے جیسا کہ سنت کی تعریف اسپر دلیل ہے ویاثم فی
فی الوضوء بالماء ... النبیذ ... اور اسپر ... کہ اس وضو مین ... اور گرم کئے ہوئے پانی سے اور شوربے
خرما سے وضو کرنے مین فرض ہے جیسے تیمم مین نیت فرض ہے ... قول ہے اور ... قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہین
کذا فی الطحطاوی وباقی ... غسل ... الاشباہ ... الاینہ
... ثواب ... اور اشباہ مین ... الطحطاوی ... دونون ... کے وضو ... کو
... کا ثواب پاوے قلت ... فی القہستانی ... غسل الوجہ ... الفرض ... الا
مین کہتا ہون لیکن قہستانی ... نیت کا محل ... کہ سنتون ... صحیح ... سنتون مین نیت کرنا
نزدیک ... وضو ... پہلے جیسے شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے ... الاستدلال ... اشباہ مین ... روایت ہے
اور قہستانی مین روایت ہے تحفہ سے دوسری بات یہ ہے کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہے اور اشباہ مین یہ بات نہین ...
مین سوالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال ... سوالات الذی الفہم ... عالم فی النیۃ ... حقیقۃ ... ومحل ... وزمن ... وشرط ... والقصد ...
اور نیت مین سات سوال مشہور مین جنکو عراقی نے نظم کیا ہے یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین
ہر عالم کے واسطے ایک سوال ہے نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اسکے محل مین ۴ اسکے زمانے مین ۵ اسکی شرط مین ۶ اسکے قصد مین ۷ اسکی کیفیت
مین ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت و تقرب الی اللہ ہے فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا حکم یہ ہے
کہ وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہے اور وضو مامور بہ جیسا گرم کئے ہوئے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہے
تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے اور زبان سے نیت کرنا بہتر ہے سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اسکو زبان سے کہنا
مستحسن ہے کذا نقل الحلبی عن حج البحر چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہے اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اسکے
پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہو پانچوین سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت
نیت کی امتیاز کرنا ہے عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ ہے کہ کیفیت نیت کی یہ ہے کہ عبادت کا
قصد کرے اسکو جانے کہ یہ کون عبادت ہے یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل
کما حقہ عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگی والبداءۃ بالتسمیۃ قولا اور سنت ہے وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا شارح
نے یہان اور غسل پر مین ہدایت کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین ہدایت اور ابتدا مطلوب ہے اور انمین کچھ منافات
اور تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہے اور تسمیہ کا محل زبان ہے اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہے اور اسی موقع قہستانی کی طرف شارح نے قولا

لفظ سے اشارہ کردیا کذا فی الطحطاوی و تحصل بکل ذکر اور تسمیہ مذکورہ یعنی خدا کا نام حاصل ہوتا ہے ہر ذکر کرنے سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا تشہد
وغیر ذلک سے لکن المنقول الوارد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یوں روایت ہے کہ بسم اللہ العظیم
والحمد للہ علی دین الاسلام کہے طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ میں سلف سے منقول ہے بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہے
میں کہتا ہوں کہ بالکل کا تجزیہ یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے جو معتبر ہے اسکو مرفوع کیا سو میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہے طبرانی
نے معجم اوسط میں بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ
والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ جب تو وضو کرے تو یوں کہہ بسم اللہ والحمد للہ
اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیاں لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے دہلوی نے کہا افضل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے
اور تعوذ کرے ابتداء وضو میں اور بسم اللہ کہنا وضو بھی ہے کہ یوں کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام ایسی آثار وارد ہیں میں کہتا ہوں ان علماء
کا بار کو دیکھا کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہیں اور اسکے مخرج کو نہیں بیان کرتے ہیں اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہیں اور یہ آفت بڑی ہے تقلید سے کذا فی السعی
شرح الہدایۃ تقلید سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہے نقل احادیث میں بلا بیان مخرج وبلا ذکر صحت و ضعف اور یہ مطلب نہیں کہ مطلق
تقلید معیوب ہے اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہیں امام اعظم کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہے استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے بھی اسواسطے کہ قبل از استنجا
ملحق بوضو ہے طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدائے طہارت ہے کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء
جانے کے وقت فرماتے تھے اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال الانکشاف وفی محل نجاسۃ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے
مکان میں خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل میں نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتداء طہارت میں خدا کا نام لینا بھول گیا
پھر اسنے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا ہم سنت اسواسطے حاصل نہوگی کہ اسکا محل تھا ابتدا میں سو فوت ہوا اور وجہ استحباب کی یہ ہے
تاکہ وضو خالی نرہے نام خدا سے وانما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ولیقل بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے کے درمیان میں خدا کا نام لینے سے تو سنت
حاصل ہوگی باقی طعام میں نہ اسمیں جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یوں کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یوں کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہے
کہ اول طعام میں سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہے شارح کے کلام سے جو انہوں نے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی والبسدارۃ
وغسل الیدین الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہے پاک دونوں ہاتھوں کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی قید
اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھوں کا دھونا فرض ہے بعضوں کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہے مجتبی میں کہا کہ
اکثر کا قول یہ ہے کہ قبل اور بعد دونوں حالت میں سنت ہے اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہے تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہے اور بعد اسکے بدایت اضافی ہے کذا فی الطحطاوی
وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی ہم یعنی ہدایہ یا حدیث میں جو ہاتھوں کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہے سو اتفاقی قید ہے احتراز مقصود
نہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو میں غسل یدین کی تقدیم مذکور ہے بلا التقیید بالنوم کذا فی الطحطاوی بخاری میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تم سے کوئی
جاگے اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے برتن میں ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی میں اسواسطے کہ کوئی نہیں جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہاں تھا
یعنی نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالہما الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

یوں لکھا کہ ہاتھ دھونا سنت ہے برتن میں ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ وہم پیدا نہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی
اگر یوں کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھوں کا دھونا سنت نہیں حاجت سے مراد توہم نجاست ہے وہ صورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلق سنت
مثلاً اگر ایسا نہیں جیسے کہا وہ قول اصح جیسے اکثر فقہا ہیں یہ ہے کہ ہاتھ دھونا سنت ہے مطلقاً لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا
بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت موکدہ ہے اور عدم توہم نجاست میں یعنی طاہر ہو کر سوئے یا نہ سوئے یعنی سنت غیر موکدہ ہے اور نجاست کی حالت میں تو دھونا
فرض ہوگا تو مصنف کا قول یعنی غسل یدین کا مسنون ہونا مخصوص نہیں نجاست سے اور سنت سے مراد وہ ہے جو موکدہ اور غیر موکدہ دونوں کو شامل ہے کذا
فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ یعنی اور خالی کی قید اسواسطے نکالی کہ کتابوں کے مفہوم مخالف حجت ہوتے ہیں تمام مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے
کہا المفہوم ما فہم من اللفظ لا فی محل النطق انتہی یعنی جو لفظ سے سمجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہے کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم
مفہوم ہو صفت یا شرط کے بیان سے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ آزاد مسلمانوں کو لونڈیوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح
کرلے امام شافعی نے اس سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں امام اعظم یہ کہتے ہیں کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہیں ہو سکتا بلکہ
اکثر مفاہیم النصوص کذا فی النہر بخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتابوں اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف مقبول ہیں [illegible]
اسواسطے نصوص سے وہ احکام لیا مقصود ہے جو نصوص دلالت کرتے ہیں اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص میں معتبر ہے چنانچہ
قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقا اور شرح المنار کی کتاب الحج میں ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہے روایات میں بالاتفاق یعنی
امام اعظم ہو اور انکے اصحاب سے جو روایات کتابوں میں منقول ہیں انکے اکثر مفہومات معتبر ہیں [illegible] اقوال الصحابۃ قال [illegible]
لما یدرک بالرای الا لا یدرک بہ انتہی اور [illegible] سے صحابہ کرام کے اقوال ہیں انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہے شرح المنار کی [illegible] کہ اقوال صحابہ میں
قید لگائی جائے اور ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جائے انتہی یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہے کہ اسمیں عقل کی مجال ہو سکتی ہے تو اسکا مفہوم
بھی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اسمیں دخل نہیں تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہیں اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر نہیں
کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی میں نہایہ کی کتاب الحدود
سے منقول ہے کہ مفہوم معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص میں چنانچہ حق تعالی کے اس قول میں کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اسدن یعنی قیامت کے دن
محجوب اور مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب فلا اعتبارہ فی الروایۃ
فالاکثری لا کلی اور روایت فقہ میں تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہے ہر مقام میں نہیں الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما الکوع الذی یلی
قال سے وعظم یلی الابہام کوع وما یلی الخنصر الکرسوع والرسغ الوسط وعظم یلی ابہام رجل یلقب ببوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ابتدا غسل یدین کا
پہنچوں تک سنت ہے رسغ بضم را مہملہ و سکون سین مہملہ جوڑ ہے ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہے وہ تو پاؤں میں ہے چنانچہ کسی
شاعر نے کہا ہے اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہے اسکا نام کوع ہے اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونوں ہڈیوں کے درمیان جوڑ ہے اسکا نام
رسغ ہے اور جو ہڈی کہ پاؤں کے انگوٹھے سے ملی ہے اسکا لقب بوع ہے سو اے مخاطب لے علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے ثم ان امکن رفع الاناء ادخل اصابع الیسری
مضمومۃ وصب علی الیمنی لاجل التیامن پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر برتن میں ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر
ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایاں ہاتھ دھووے ہم بحر الرائق میں پورا بیان یوں ہے کہ ہاتھوں کے دھونے کا
طریقہ یہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اٹھانا اسکا ممکن ہو تو اسمیں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائیں ہاتھ سے اسکو اٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار

اسکو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اسکو دھووے پھر اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ فتح
میں کہا اور بڑے برتن میں انگلیاں ملا کر سوائے ہتھیلی کے ڈالے جبکہ وہاں چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا
برتن میں نیند سے جاگنے والے کو حدیث میں منع ہی اسکا جواب یہ ہی کہ منع اس صورت میں ہی جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی
اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ڈالنا کچھ ممنوع نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملاً وان اراد الاغتراف
لا اور اگر ہتھیلی کو پانی میں ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے
اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کیونکہ آبی جسم دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو لاحق ہو کف سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام
پانی مستعمل نہوگا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گھڑے یا برتن میں سو اسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک
تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولم یکن الاغتراف ای و یراد بہ تحسان کہم وصلی ولم یعید اور اگر پانی اپنا چھوٹے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اسکے دونوں
ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے ہم توضیح اسکی مضمرات میں اسطرح ہی کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہون تو دوسرے
شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دھولادے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی میں ڈالے اور دوسرا اسکا سرا ہاتھ میں پکڑے رہے
پھر پانی سے نکالکر اسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ دھووے یا دانتون سے کپڑا پکڑکے دونون ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار
اور اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دھووے اور اگر اس پر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہین
وہو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ ینوب عن الفرض اور وہ پہنچے بند دست تک ہاتھون کا دھونا ایسی سنت ہی کہ قائم مقام ہوتا ہی فرض کے
جیسے الحمد پڑھنا ایسا واجب ہی کہ قائم مقام ہو جاتا ہی فرض کے یعنی اس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہو گیا جیسے قرآن کا پڑھنا
کہ نماز میں فرض ہی الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہی ادا ہو جاتا ہی ویسن غسلہا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہی
یعنی اگرچہ بند دست تک دھونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہو گئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہی
بحر الرائق میں مذکور ہی کہ غسل یدین میں تین قول ہین ایک قول یہ ہی کہ وہ فرض ہی اور تقدیم اسکی سنت ہی اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ میں اسکو
پسند کیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہی الحمد کے مانند اور اسکو کافی میں پسند کیا ہی اور تیسرا قول سرخسی کا ہی کہ وہ سنت
ہی قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو انکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی اصح ہی میرے نزدیک اور مشایخ کے ظاہر کلام سے
قول اول مذہب معلوم ہوتا ہی انتہی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام میں خلط ہی دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہی کہ غسل یدین سنت ہی اور
قائم مقام ہی فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہی بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہی اور شارح کے موافق نہر الفائق میں فخار از شرح مجمع
سے منقول ہی والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہی چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہی کلی کرنے کے
وقت سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ کلی سے پہلے سنت ہی ہم مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث میں بکثرت ہین ازانجملہ وہ حدیث
صحیح ہی جو امام مالک کے موطا میں ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک کرنے
کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ میں ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک
کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ رض صدیقہ سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا
کہ اس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد چند ہی یعنی ستر درجہ زائد ہی ثواب میں

کذا فی العینی و ہو للوضوء عندنا اور مسواک وضو کی سنت ہے ہم حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرۂ اختلاف
ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے حق میں جسنے مسواک کر کے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں تو ہمارے نزدیک اسکو ہر نماز کا ثواب بے مسواک کے برابر
ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اسقدر ہر نماز میں ثواب نہ ہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نہ کریگا کذا فی البحر الا اذا نسیہ فیندب للصلوٰۃ مسواک وضو
کی سنت ہے مگر جبکہ وضو میں مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا یعنی مثلاً ظہر کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر عصر کے وقت یاد
آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہے تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ صاحب نہر کی تجویز ہے روایت مذہب نہیں ہے تو شارح کو
مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن وتغیر رائحۃ وقراءۃ قرآن جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتوں کی زردی اور بدبو کے سبب سے اور
قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے ہم استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے ارادہ نماز اور وضو اور قراءت قرآن اور نیند سے جاگنے کے وقت اور منہ بدلنے کے وقت اسوجہ سے
کہ امام اعظم رحمہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب احوال اسمیں برابر ہیں چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت
کی ہے کہ چار چیزیں انبیاء مرسلین کی سنت ہیں ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی الحلبی واقلہ ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل اور ادنیٰ
درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہے اوپر کے دانتوں میں اور تین بار نیچے کے دانتوں میں ہم اور یہ کہ دانتوں میں [illegible] داہنی طرف سے شروع کرے پھر بائیں طرف اور اسی طرح
نیچے کے دانتوں میں کرنا چاہیے کذا فی البحر حلبی میں ہے کہ مسواک کے لیے کوئی حد معین نہیں ہے بلکہ مسواک کرے کہ زردی جاتی رہے اور گندہ دہنی کے زوال کا دل کو اطمینان
حاصل ہو بمیاہ ثلثۃ تین پانی سے ہم یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سوا ہے اسی طرح مسواک کو تین بار دھووے یہ اسلیے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا کذا فی الطحطاوی
وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ میں ہم مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو مسواک
کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں اسی طرح مروی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر وکونہ لینا
مستویا بلا عقد فی غلظ الخنصر وطول شبر اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی ہم انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی
کی مسواک درست ہے کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت
منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہے اور مجھ سے اگلے انبیاء کی ولیستاک عرضا لا طولا اور مسواک کرے دانتوں کے عرض میں نہ
طول میں ہم اسواسطے کہ طول میں مسواک کرنے سے مسوڑھے زخمی ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام مسواک عرض میں کرتے تھے نہ طول میں اور ابو داؤد کی سنن میں حدیث ہے کہ جب تم مسواک کرو تو عرض میں مسواک کیا کرو انتہٰی
ولا مضطجعا فانہ یورث کبر الطحال اور مسواک نہ کرے لیٹکر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہے ولا یقبضہ فانہ یورث الباسور اور اسکو مٹھی بھر نہ پکڑے اسواسطے
کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا یمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے ثم یغسلہ والا فیستاک الشیطان پھر اور مسواک
کر کے پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہیں تو شیطان اس سے مسواک کریگا ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ لمبی
نہیں تو شیطان اسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہیں تو جنون کا خوف ہے یہ سب کہا ہے
قہستانی نے ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی سم اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہردار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء
لما دون الموت ومذکر للشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سوا موت کے اور وہ کلمۂ شہادت کی یاد دلانے والی ہے موت
کے نزدیک ہم نہر الفائق میں ہے کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہیں ادنیٰ اطاعت اوسی ہے یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلیٰ تذکیر ہے شہادت کے مرنے کے وقت اور
ابو سعود میں ہے کہ مسواک مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری میں دیر لگتی ہے اور پل صراط کے چلنے میں سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی

وعند فقد ہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جسوقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہوں تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام
مسواک کے ہو جاتی ہے یعنی تحصیل ثواب میں کذا فی النہر وغیرہ ہم سنن احمد میں مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونوں ہتھیلیوں
کو تین بار اور کلی کی پھر بعض انگلی اپنے منہ میں ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ
مع القدرۃ علیہ یعنی جیسے کہ ضرور ایسا ہے کہ گوند چبانا عورت کے حق میں قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ عورت کو مسواک کرنا
مسواک کرنے سے دانتوں کا گرنا اسکو اسکا فعل مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل للاختصار اور منہ کے اندر کا دھونا
یعنی پورے تمام داخل منہ کا دھونا اور اسی واسطے یعنی تمام مراد ہونے کے لیے مصنف نے غسل کا لفظ اور لایا غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے تمام پر دلالت کرتا
یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہے ہم اکثر کتب فقہ میں والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز وغیرہ کے بجائے اس عبارت کے
غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحۃً تمام پر دلالت کرنے کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ کے لفظ بھی تمام پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر
زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت میں چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ یعنی کلی کرنا سنت ہے تین
پانیوں سے جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن یعنی اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر ہم امام شافعی رح کے نزدیک
تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل انکی چند احادیث صحیح ہیں امام اعظم رح کے نزدیک
احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاوے چنانچہ ابو داؤد اور طبرانی میں طلحہ
بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت میں گفتگو کرتے ہیں انکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ میں مشرح مذکور ہے
خوف طوالت سے مترجم یہاں مذکور نکر سکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونوں سنت مؤکدہ ہیں ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلیے
کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس ۲۲ صحابہ کرام ہیں مضمضہ اور
استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ۲۲ صحابیوں سے نام بنام مع تصحیح مخرجین حدیث مذکور کو بیان
کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتوں پر شامل ہیں ایک تو ترتیب یعنی
پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونوں کو داہنے ہاتھ سے کرنا ہم لیکن ناک کا جھاڑنا بائیں ہاتھ سے
چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچویں مبالغہ کرنا مضمضہ میں غرغرہ کرکے اور استنشاق میں بانسے
تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہے اسکو جو روزہ دار نہیں اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے
ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیوں کے اندر خلال کر اور
مبالغہ کر استنشاق میں مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہا اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ
بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ
منہ سے اور بو اسکی ناک سے معلوم ہو جاتی ہے ہم وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ
یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاوے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق
کرے تو ایکبار اعضا کو دھو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھو سکے تو ایکبار اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنی تین بار دھونے سے مضمضہ
اور استنشاق زیادہ تر مؤکد ہیں ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہیں اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو میں

سے فرض ادا ہو اور استنشاق کو ذکر کیا ہو اور ایکبار دھونا وضو میں آپ کے فعل سے ثابت ہوا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ بدون اسکے حق تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ما فمضمض ببعضہ واستنشق بباقیہ اجزاہ وعکسہ لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق
کیا تو اسکو کفایت کرتا ہے اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناک میں ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہیں ہے اسواسطے کہ پانی اس صورت میں مستعمل ہو گیا اسواسطے
کہ پانی ناک میں نہیں تھم سکتا اور منہ میں تھم رہتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں ہو جاتا اور ناک سے پانی ہٹ آتا ہے لہذا باقی مستعمل ہو جاتا ہے
کذا فی الطحطاوی وہل یدخل اصبعہ فی فمہ وانفہ الاولی نعم قہستانی اور مذکور کیا اپنی انگلی اپنے منہ یا ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہ ہے کہ ہاں ڈالے
کذا فی القہستانی وتخلیل اللحیۃ الکثۃ بعد التثلیث ویجعل ظہر کفہ الی عنقہ اور سنت ہے داڑھی کا خلال کرنا جو گھنی ہو تین بار منہ دھونے کے بعد اور خلال
کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابو داؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے کف
مبارک میں پانی لیتے تھے اور ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے تھے اور اس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی طرح مجھ کو میرے رب نے حکم فرمایا ہے پھر معلوم کرو کہ
تخلیل ریش میں چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ واجب ہے یہ قول ہے [illegible] کا دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے یہ مذہب ہے ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہے [illegible]
[illegible] میں کہا کہ سنت کا قول ہی صحیح ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہے مالک کا جائز کا مطلب
یہ ہے کہ اسکا کرنے والا متہم بہ بدعت نہیں اور سبب اسکے یہ ہیں کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے اور [illegible] کے نزدیک جائز ہے کہ پانی [illegible] میں ہے کہ
کیفیت تخلیل یہ ہے اور سنت کے یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں داڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اور پھر اوپر لاوے اس طرح کہ پشت ہاتھ کی گردن کی طرف ہو وتخلیل الاصابع
الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یدہ الیسریٰ بادیا بخنصر رجلہ الیمنی اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتھوں کا خلال [illegible] یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں
دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جس طرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پاؤں کی چھنگلی سے
اور ختم کرے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے انتہی یعنی نیچے کی طرف سے کہا اس کی کچھ
اصل نہیں ابو داؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع پیروں کو ملتے اپنی چھنگلی سے
حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہے انتہی ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونوں ہاتھ
اور دونوں پاؤں کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل بالخنصر آئی ہے لیکن بائیں چھنگلی یا [illegible] فاللہ اعلم
وہذا بعد دخول الماء خلالہا فلو منضمۃ فرض اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہے انگلیوں کے اندر تو اگر انگلیاں ملی ہوں تو انکے مابین کا
دھونا فرض ہے فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہونچا تو دھونا وہاں کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن ابن امیر حاج
وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہے اور چلووں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے جسم یعنی تین بار
تکرار غسل سنت ہے پہلا دھونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت ہو کہ یہی قول صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے سراج سے اور ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا
دھونا سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو یہ تین بار کا دھونا
نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کر لیگا تو گنہگار ہوگا اور گناہ کی وجہ یہ ہے کہ اسنے سنت مشہورہ کے
ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے سنت ہونے کا معتقد نہ ہو ولو زاد لطمانینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا بأس اور
اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہیں زیادتی میں [illegible] خاطر جمع کے واسطے
تین بار سے زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی الحلیۃ [illegible] شیخ الاسلام

مولف: یہ کہ [illegible] اول کا بیان [illegible] مسئلہ [illegible] پانی [illegible] کرنا یا [illegible] بائیں چھنگلی [illegible] خواہ [illegible] ۱۲

یعنی سنت کی بات کو تسکین خاطر کے واسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا وسوسہ سے وضو کی نیت کرنا لا بأس ہے بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ
جسنے وضو کیا وضو پر اسکے واسطے حق تعالی دس نیکیاں لکھیگا روایت کیا اسکو ابوداود اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے مگر بعضوں نے اسکو ضعیف کہا ہے
لیکن رفع ضعف کا جواب شامی نے یہ دیا ہے باوجود شرح عینی میں ہے و حدیث فقد تعدی محمول علے الاعتقاد اور وہ حدیث جسمیں فقد تعدی فرمایا ہے وہ اعتقاد پر محمول ہے کما فی بحر الرائق
میں حدیث مذکور یونہی مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اسکے قبول نہیں کرتا اور دو
دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہے اس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہے اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہے
سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اسنے حد سے تجاوز کیا اور حد شریعت سے زیادتی اور ظلم کیا اور صورت کی بدائع میں ہے کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ زیادتی سے
گنہگار نہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہیں مگر تین بار سے زیادہ کرنے میں میں کہتا ہوں کہ زیادتی سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار
وضو کرنے کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً اقول کراہتہ تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ
غیر مضیع فتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس میں مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یعنی ترک اولی ہے گناہ نہیں بلکہ قہستانی میں جواہر سے منقول ہے کہ
اسراف جاری پانی میں جائز ہے اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہیں ہے سو اسکو تامل کرو یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادہ
تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے میں جائز ہے اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق میں ہے تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد میں کیوں مکروہ کہا ہے جواب دیا کہ کراہت
تنزیہی ہے جسکو لا بأس بہ کہتے ہیں بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری میں مطلقاً زیادت کو جائز کہا طحطاوی نے کہا خلاصہ میں ہے کہ تکرار وضو ایک مجلس
میں جائز ہے اور سراج میں ہے کہ مکروہ ہے نہر الفائق میں ہے کہ دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہے اور سراج کی
کراہت چند بار کرنے پر محمول ہے چنانچہ سراج میں چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہے انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے
کہا ہے تو بلاشبہ اسراف ہے اور اسراف مکروہ تحریمی ہے نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہے اور شارح کا کلام سابق عام ہے اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری
میں اسراف جائز ہے سو ضعیف قول ہے بلکہ وہ مکروہ ہے مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصاً
پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہیں کہ صریح حدیث کے مخالف ہے اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے
تو فرمایا کہ پانی میں اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی میں بھی اسراف ہے فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہاں پانی میں بھی اسراف ہے اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح
سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل راسہ مرۃ مستوعبۃ اور سنت ہے اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونوں ہاتھ پھر جاویں اندک بھی باقی نہ رہے ہم
صحیحین میں عبد اللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونوں ہاتھوں سے سو دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور
پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا میں عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت میں مروی ہے کہ مسح کیا مقدم
سر سے تا اینکہ دونوں ہاتھوں کو قفا تک لیگئے پھر دونوں ہاتھوں کو پھیر لائے اس مکان تک جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث میں مذکور ہے یہی
مشہور ہے اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہیں وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کیفیت مسح کی یہ ہے کہ دونوں
ہتھیلیاں اور انگلیاں مقدم سر پر رکھے اور انکو قفا تک کھینچ لیجاوے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہوجاوے پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے اور اسطرح سے
پانی مستعمل نہیں ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ دونوں کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علاحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہے بحر الرائق میں فلو ترکہ ودام
علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی اسواسطے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے واذنیہ معاً ولو بمائہ اور سنت ہے دونوں
کانوں کا ساتھ ہی مسح کرنا یعنی یہاں تقدیم میں ترتیب نہیں اگرچہ کانوں کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو شارح نے اس کلام سے اختلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانوں کے مسح کے واسطے نیا پانی ضرور ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ الاذنان من الراس یعنی دونوں کان سر میں داخل ہیں تو سر کے ساتھ انکا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدایہ میں آٹھ صحابیوں سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہیں لیکن ابن عباس کی حدیث جو دارقطنی میں ہے ابن قطان نے اسکو صحیح اور بزار نے اسکو حسن کہا ہے انتہی لکن لو مس عمامته فلا بد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانوں کے مسح کے واسطے لینا ضرور ہے و الترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآنی میں مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک پھر مسح سر کا کرنا پھر پاؤں دھونا ٹخنوں تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض وہو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور انسے دلیل فرضیت کا مطالبہ کیا جاتا ہے بحر الرائق میں بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ نفی عدم افتراض اصل ہے اور اسکے مدعی سے دلیل کا مطالبہ

والولاء بکسر الواو غسل المتاخر او مسحه قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبه لا باس به اور سنت ہے ولاء بکسر واو یعنی پے در پے وضو کرنا عبارت ہے عضو ثانی کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہونے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عضو سے خشک ہونے تک پہنچا ہوا ہے گرم اور تیز سے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا ... وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہ ہوگی اس عذر سے ہم موالاۃ میں مراد ہے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی جلد ہی ہو گی اثنا وضو میں تو پے در پے نہیں پے در پے کی سنت ادا ہونے کو ومثله الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ انکے افعال بھی پے در پے مسنون ہیں اور اگر کسی عذر سے ... فوت ہو جا تو کچھ ڈر نہیں طحطاوی نے کہا تیمم میں بحث ہے کیونکہ اس میں خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہیں وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو پے در پے کرنا فرض ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجه بالماء وغسل فرجها الخارج اور منجملہ سنتوں کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منھ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے ہم حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہے تو دہن یعنی منھ کا دھونا وضو میں مسنون ہے اور غسل میں واجب ہے اسی طرح شرمگاہ کا دھونا انتہی اور ظاہرا شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا میں مسنون ہے نہ وضو کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتیں ذکر کیں اور شارح نے چار زیادہ کیں کتب فقہ میں کہ وہ بیش ذکر کرتے ہیں بعضے آداب کو سنن میں اور بعضے سنن کو مستحبات میں شمار کرتے ہیں تحفہ میں اکیس سنتیں وضو کی مذکور ہیں اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلوں سے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تابعین کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونوں میں ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا اگر صوم کی حالت میں نہ ہو اور مسواک کرنا مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیوں کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤں میں اور تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایک بار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانوں کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے اور تخلیل ید اور تخلیل ریش ابو یوسف رح کے نزدیک اور مسح گردن میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک ادب کذا فی العینی

ومستحبه ویسمی مندوبا وادبا وفضیلة وهو ما فعله علیه الصلوة والسلام مرة وترکه اخری وما احبه السلف اور وضو کے مستحب بیان میں اور مسح رقبہ کہیں اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہیں اور مستحب وہ عمل ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا علم اصولیوں کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک چیز ہیں اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دو بار کیا جواز کی تعلیم کے واسطے ایسا ہی شرح نقایہ میں لیکن اس تعریف میں قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل میں شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محیط میں مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو یہاں مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے

ہتھیلیون کا اس وجہ سے تخریج میں کہا کہ حدیث سے ثابت نہیں ہے وہ مندوب ہے مستحب ہے اگرچہ اسکو نہ کیا ہو غریب ہے کہ ابن نجیم التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہے نہ
طرف سے شروع کرنا ہاتھ پانون کے دہونے مین ہم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنیکو دوست رکھتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتی پہننے مین اور بالون کی کنگہی کرنے مین اور سب کامون مین آور بخاری اور مسلم مین ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائین پانون سے شروع
کرے تاکہ داہنا پانون جوتی پہننے مین اول ہو اور اتارنے مین آخر ہو اور انس سے روایت ہے کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائین
پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے لہذا بالاتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک اُس امر مین جو از قسم تکریم کی ہے چنانچہ وضو مین اور غسل مین
اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور مونچھ کترنے اور بغل کے بال اکھاڑنے
اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے دینے
اور لینے مین اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا
اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایۃ قولہ مسحا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی دو موزون
موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہے لا الاذنین والخدین فیطہران معا یعنی لایستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہین دونون کانون کے مسح مین
اور دونون رخسارون کے دہونے مین تو اسی وجہ سے پہلی کیطرح پوچھتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین ہم عنقریب شارح ذکر کر گیا
کہ دونون کانون کا مسح ساتھ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ مین زخم ہو کہ ساتھ ہی دونون کانون کا مسح نہین کر سکتا تو اب البتہ داہنے کان کی تقدیم
کذا فی العالمگیریۃ ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون کی پیٹھ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین
لا الحلقوم لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہے ہم بدعت سے مطلق مذکور ہو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی وترکہ
آداب عبر بالادب اوفاقا لما فی الفتح الی نیف وعشرین وادخلہا فی الخزائن الی نیف وستین اخرہا استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے
وقت قبلہ کا استقبال ہے شارح نے کہا مصنف نے ادب کا لفظ بولکر ظاہر کیا ہے موافقت کرتا ہے آداب وضو سوا سے متن کے اور بہی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور کئی تک
پہونچایا ہے اور مین نے خزائن الاسرار مین (یہ پہلے شرح لکہی تہی اس متن کی) ساٹہ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی ہم ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے اٹہارہ
کیے اور طحطاوی محشی نے سوا انکے چودہ بڑہائے تو سب تمام مستحب ہوے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہین حالت استنجا مین اُس انگوٹہی کا اتار رکہنا جسپر اللہ تعالی
یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستہ آفتابہ کو تین بار دہونا اور آفتابہ وضو کو بائین طرف رکہنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے
مانند ہو اسکو داہنی طرف رکہنا اور غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتہ رکہنا نہ اسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتہ رکہنا اور وضو مین جلدی اور شتابی
نکرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بہر رکہنا اور استنشاق کے وقت بائین ہاتہ سے ناک جہاڑنا اور بھوؤن اور مونچہ کے نیچے
پانی پہونچانا اور چہرہ دہونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتہ پانون کا دہونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایۃ
مین کذا فی الطحطاوی وَدَلکُ اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دہونے مین ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا
اور خلاصہ مین کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہے خصوصاً موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے اور شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا
فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحہما اور مستحب ہے اپنی بہیگی چہنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین انکے مسح کرنے کے وقت وتقدیمہ
علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہے اسکے حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین

وہذہ احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ
ایک ہے ان تینوں مسئلوں سے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہے نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہے اور وقت آنے کے بعد فرض ہے
جو قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہیں اسواسطے کہ انہیں نفل یعنی مستحب افضل ہے فرض سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب دوسرا مسئلہ
یہ ہے کہ مفلس کا دین چھوڑ دینا مستحب ہے وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہے یعنی مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہے بسبب اس آیت کے (وَ
اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اسکو مہلت دینا چاہیے فراخی تک تو دیکھو یہاں چھوڑنا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت
دینے سے جو واجب ہے الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل من ردہ وہو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے سلام کے جواب دینے
سے اور حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہے ونظمہا من قال ... الفرض افضل من تطوع عابد حتی ولو قد جاء منہ باکثر الا التطہر قبل وقت وابتداء للسلام کذاک
ابراء معسر اور مسائل ثلثہ کو نظم میں بیان کیا ہے جس شاعر نے یوں کہا ہے کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اس سے زیادہ ترکیا ہو فرض سے مگر طہارت
کرنا وقت سے پہلے اور ابتدا سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہے وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے ...
اور مستحب ہے ہلانا انگوٹھی کا ہلانا اور پھیرنا وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہے تاکہ پانی سوراخ کے
اندر پہنچ جاوے وکذا التحریک ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہے اگر اسکے نیچے پانی کا پہنچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہنچنا
معلوم نہ ہو تو اسے تحریک اسکی فرض ہے نہ مستحب وعدم الاستعانۃ بغیرہ الا لعذر اور غیر سے مدد نہ چاہنا وضو میں مستحب ہے مگر عذر ہو تو استعانت کا مضائقہ نہیں ہے
عذر یہ کہ بڑھاپا یا بیماری ہو کہ ہاتھ نہیں ہلا سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار ہو اور ضعیف ہو کذا فی الطحطاوی واما استعانتہ علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز اور رسول
کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو میں مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی اور یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف
استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہ ہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہے مستحب سے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے
کہ میں حضرت کے ساتھ سفر میں تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو میں نے
پانی ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضوں
نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہے وضو میں نہ بولنا آدمیوں کی سی بات کا مگر جس حاجت کے بیچ بولنا
... جو بے بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہے وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی
سے بچنے کو اگرچہ صحیح قول میں مستعمل پانی طاہر ہے لیکن اختلاف سے بچنے میں احتیاط ہے وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن المتقاطر وہی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب
فتح القدیر کی عبارت یوں ہے کہ بچانا کپڑوں کا تقاطر سے مستحب ہے اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتوں کو شامل ہے اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے
مکان پر ہوتا ہے اور چھینٹوں سے نہیں بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہے جمع کرنا دل کی نیت میں اور زبان کے لفظ
میں یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہوں رفع حدث یا استباحۃ صلوۃ یا امتثال امر کے واسطے ہذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ
ومن کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کا مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول میں ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہے زبانی نیت کرنے کو جیسا کہ امام
شافعی اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں ہے یعنی استحباب رتبہ سنت
کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان ہے جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ ٹھہرا وخیر الامور اوسطہا والتسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو وکذا المسح اور
بسم اللہ کہنا جیسا کہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہے اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت ہم ابتدا وضو میں بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے

وضو سے اور مسح کرنے کے ساتھ مستحب ہے والدعاء بالوارد عندہ ای عند کل عضو اور وہ دعا کرنا جو اخبار اور آثار میں وارد ہے ہر عضو کے دھونے اور مسح کرنے
میں ہم شرح الطحاوی میں ہے کہ مضمضہ کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اعنی علی تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک اور استنشاق کے وقت کہے اللّٰھم ارحنی
رائحۃ الجنۃ اور چہرہ دھونے کے وقت کہے اللّٰھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ اولیائک اور داہنے ہاتھ دھونے کے وقت کہے اللّٰھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی
حسابا یسیرا اور بایاں ہاتھ دھونے کے وقت کہے اللّٰھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری اور سر کے مسح کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل
الا ظل عرشک اور کانوں کے مسح کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اور گردن کے مسح کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اعتق
رقبتی من النار اور دونوں پاؤں دھونے کے وقت کہے اللّٰھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام رافعی شافعی نے کہا کہ یہ خبر صالحین سے مروی ہے اور محی الدین
نووی نے روضہ میں کہا کہ اس دعا کی کچھ اصل نہیں ابن صلاح نے کہا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں میں کہتا ہوں مستغفری نے دعوات میں اور صاحب فردوس
نے اور ابن عساکر نے اپنی امالی میں طریق ضعیفہ علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے مرفوعا انس سے اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسی طرح کی روایت
کی اور اسناد اسکی واہی اور ضعیف ہے کذا فی العینی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام من طرق قال المحقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الاعمال
وان انکرہ النووی اور البتہ دعائیں مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے چند طریقوں سے محقق شافعی مذہب کے یعنی
شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل میں اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہے ہم جب حدیث ضعیف کے چند طریقے
اسناد کے ہوئے تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہے تو وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو پہنچ جاتی ہے اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتے ہیں ابن حجر نے شرح اربعین
میں کہا کہ فضائل اعمال میں عمل بحدیث ضعیف اسواسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر میں صحیح ہے تو عمل کرنے سے اسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہیں ہے تو عمل کرنے سے
تحلیل و تحریم کا کچھ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث میں وارد ہے کہ جسکو میری طرف سے ثواب عمل کرنے کا پہنچا سو اسنے اسپر عمل کیا تو اسکو اجر ملیگا
اگرچہ میں نے اسکو نہ کہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تاکہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگوں کو دھوکا نہو شیخ عابد سندھی نے طوالع الانوار
حاشیہ در المختار میں تصریح کی ہے کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد رملی ہے فائدہ یہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدۃ
ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ نہایت ضعیف نہو شدید الضعیف وہ حدیث ہے جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہو قال الطحطاوی کذا قال
ابن حجر وان یدخل تحت اصل عام اور یہ شرط ہے کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت میں ہو سو وہ قاعدہ یہاں دعا کی مطلوبیت ہے کیونکہ دعا کرنا عام ہے ہر وقت میں کذا فی الطحطاوی
وان لا یعتقد سنیتہ ذلک الحدیث اور یہ شرط ہے کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہو یعنی یہ یقین نکرے کہ یہ قولا یا فعلا حضرت صلعم سے ثابت ہے لیکن علی
سبیل الاحتمال کوئی مانع نہیں کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا تو کسی حال میں
جائز نہیں اور اسکا نقل کرنا جائز ہے مگر جبکہ نقل کے ساتھ اسکے موضوع ہونے کو بیان کردے تو اس شرط سے البتہ روایت درست ہے چنانچہ اسیطرح بیان موضوعات میں
محدثین نے کتابیں تالیف کی ہیں ہم موضوع جھوٹی حدیث کو کہتے ہیں اور افترا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہے اور بعضوں نے اسکو کفر کہا ہے حدیث صحیح
میں وارد ہے جسنے مجھپر جوڑ کے وہ کہا جو میں نے نہیں کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ میں سے ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی والصلوۃ والسلام علی النبی بعدہ
ای بعد الوضوء لکن فی الزیلعی ای بعد کل عضو اور مستحب ہے صلوۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی میں وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑھنے کو مستحب
کہا ہے وان یقول بعدہ ای الوضوء اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور مستحب ہے کہ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی
من المتطہرین اخرج مسلم میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پھر کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان
محمدا عبدہ ورسولہ اسکے واسطے آٹھوں دروازے بہشت کے کھولے جاویں جس دروازہ سے چاہے بہشت میں داخل ہو ترمذی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے

اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین لیکن اسکی اسناد مین اضطراب ہی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری رضی سے یون روایت ہی کہ جو وضو کرے پھر
کہے سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو لکہا جاویگا ورق مین پھر اسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اس روایت کے رفع
اور وقف مین اختلاف ہی لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہی اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف کی سو
غلط ہی اسلیے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت کی کہ مین
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اللہم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی وان یشرب
بعدہ من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہی وضو کے بعد کچھ وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کے مانند قبلہ رو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر
دفیا غیرہ نے کہا کہ قائما نہ پیا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہی یعنی اسواسطے کہ اسمین طب کی راہ سے مضرت ہی نہ دین کی راہ سے کذا
فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا ناکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے وقت مین کہاتے تھے چلنے کی حالت مین اور پیتے تھے کھڑے ہوئے ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کہانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوے جائز ہی وقد نص
الشافعیہ بانشا آ اور اجازت ہی مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب [illegible] تخلیل اصابع سے خبر گیری یا پانی دونون انگوٹہون
کی ریون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کے اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون مین پانی پہونچانا اور ایسے ہی قائل نہر مستحب ہی
اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونے کے سبب سے ان مقامات مین کبھی تھوڑی خشکی باقی رہجاتی ہی ولہذا حدیث صحیح بخاری و مسلم مین وارد ہی کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی ہی
ایڑیون کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے واطالۃ غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہی دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤن کے دہونے
یعنی اعضاء مغسولہ کے حد و معینہ سے زیادہ دہونا مستحب ہی صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہ رضی سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت بلائی جاوین
اونکے وضو کے آثار سے ہو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑہانا وہ کرے اور دوسری روایت مین ہی کہ ابو ہریرہ رضی نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دہویا اور دونون ہاتھون کو دہویا یہانتک
کہ قریب تہا کہ دونون مونڈہون تک پہونچا پھر دونون پاؤن دہوئے پنڈلیون تک پھر حدیث مذکور پڑہی غرہ کہتے ہین گہوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل کہتے ہین
اسکے ہاتھ پاؤن کی سفیدی کو اور یہ زینت ہی گہوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہی انسان کے واسطے وضو کے آثار ین کذا فی التیسیر یعنی منہ
کا چہرہ اور ہاتھ پاؤن روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حد و معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ہی الطحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دہونا
نصف بازو تک اور پاؤن کا دہونا نصف ساق تک مستحب ہی وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہی دونون پاؤن کا دہونا بائین ہاتھ سے وبلہا عند ابتداء الوضوء فی الشتاء
اور مستحب ہی دونون پاؤن کا پانی سے چپڑنا ابتدا وضو مین جاڑے کے موسم مین ہم فتاوی عالمگیری مین بدایہ سے تعمیم اعضا مذکور ہی اسطرح کہ خلف بن ایوب نے
کہا کہ لائق یون ہی کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑلے تیل ملنے کی طرح پھر اسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پہیلتا ہی کذا فی الطحطاوی
والتمسح بمندیل اور مستحب ہی اعضا کو پوچہنا رومال سے ہم یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہی کہ باقی اعضاء وضو کو
نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہی اور معراج مین ہی کہ لائق یہ ہی کہ مبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا
کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب یہ ہی کہ لا باس ہی یعنی کچھ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہی اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک
صحیح قول یہ ہی کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہی اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو
ناسخ اور منسوخ مین علم تیمم کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہی سو دونون حدیثین
ضعیف ہین انتہی مافی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہی ہاتھ کا نہ جہاڑنا اسواسطے کہ جہاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی

الٰہی بخشدے میرے گناہ اور کشادہ کر میرا گھر اور برکت دے میرے رزق مین ۱۲

او قرأۃ سورۃ القدر یعنی اور مستحب ہے سورۃ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اس پر بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی و صلوۃ رکعتین فی غیر وقت
کراہۃ اور مستحب ہے بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے کہ اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونوں رکعتوں پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور
چہرہ سے مگر اسکے واسطے جنت واجب ہو گئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہے و مکروہہ لطم الوجہ او
غیرہ بالماء یعنی مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا صرف کمی کی صورت یہ ہے کہ غسل اعضا
میں تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہے کہ تین بار سے زیادہ دھونا لیکن
تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہے چنانچہ مذکور ہو چکا امام بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں حدیث صحیح ثابت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات میں کم و بیش بھی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے
اور مد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے
اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت میں وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو میں تعدی اور بیجا زیادتی کریں اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان
ہے نام اسکا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ و شرحہ اب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے تو مد اور من شرعی لکھنؤ کے سیر کے
حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہے تین سیر قدرے زائد کا ہوا
عادت ہو گئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی میں متحیر ہوتے ہیں اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کریں اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر
بیفائدہ نہ گرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہے اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ
تحریمیا لو بماء النہر والمملوک لہ یعنی پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہیں ہے ہم
سے قریب ہے اور محمد رحمہ کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے یعنی اما الموقوف علی من یطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والوں پر وقف کیا گیا اور
وقف کی قسم سے ہے مدرسوں کا پانی سو اسمیں تو اسراف کرنا حرام ہے بالاتفاق و تثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہے اما بماء واحد
فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہے یا مسنون چنانچہ منح الغفار میں زیلعی سے منقول ہے ہم ہدایہ میں اسکو مشروع کہا ہے اور عینی نے
کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہے اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہے انتہی ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المراۃ اور وضو کی ممنوعات سے
عورت کے وضو یا غسل کے باقی بچے پانی سے وضو کرنا ہے اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتوں کو نجاست سے محافظت کم ہوتی
اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان میں اسلیے کہ وضو کے پانی کی کچھ
حرمت ہے ہم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہاں نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد میں
برتن کے اندر وضو جائز ہے او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہے مسجد کے اس مکان میں جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک میں مسجد کے لب فرش وضو
کے واسطے بنا لیتے ہیں و القاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہے تھوکنا اور سنکنا پانی میں یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ
انکے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا ہے وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا
زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے ہم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہے اور بکسر جیم اسکا نام ہے جو ناپاک
ہو تو یہ عام تر ہے تو متن میں دونوں طرح ہو سکتا ہے مگر فتحہ جیم کا الیق ہے کہ تکلف سے دور ہے اور لفظ کی راہ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں چنانچہ نہر الفائق میں ہے زندہ کی قید

اور وضو نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مروہ سے ناقض اسکے وضو کا نہیں بلکہ موضع نجاست کا دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی مستفاداً اولا نجس خارج عادت کی
چیز ہو جیسا کہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہ ہو جیسا کہ خون کا نکلنا من السبیلین اولا بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہیں اسلئے کا الحق بالبناء للمفعول ای
ما الحق بہ حکم التطہیر ای التطہیر وضوء ہو نکلنا نجاست کا اس مقام تک بدن سے جو ملاحق کیا جاتا ہی یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہی وضو یا غسل میں ثم المراد بالخروج
من السبیلین مجرد الظہور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہوتا ہی بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر
ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہو ثم محیط میں ہی کہ حد خروج کی انتقال ہی باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہی مگر بسبب سیلان
کرنے کے موضع نجاست سے اسلئے خروج کی تعبیر سیلان سے کی بخلاف اسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سر پر کہ وہ وضو کی ناقض ہی اگرچہ سائل نہوئی
اسواسطے کہ ان سبیلین میں نجاست کا مکان نہیں ہی وہاں تو نجاست آئی ہی اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا ظہور سے معلوم ہوا تو ظہور
کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر للاخسرو وفی غیرہا ای فی غیر السبیلین اور جو سبیلین کے سوا ہیں ان میں خروج انکا یعنی سیلان ہی یعنی بہا ہی نکلنا ہی ثم سیلان یعنی بہنے
کی حد یہ ہی کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہاں سے ڈھلے ایسا بیان کیا ہی ابو یوسف رحمہ نے اسواسطے کہ جب تک اوپر نہ آوے ڈھلنا پایا نہ جاویگا
مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جب تک خون سر زخم کے برابر اور سامنے رہی اسکا مکان اصلی ہی اور اسی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غیر سبیلین میں خروج
عین سیلان ہی کذا فی الدرر الحاصل سبیلین میں خروج نجاست کا محض فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہی اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین میں یعنی زخم وغیرہ میں خروج
ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت یا
قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلئے کہ فقیہوں نے کہا ہی کہ اگر خون نکلے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ویسا خون وضو کو توڑتا ہی
اور جو ایسا نہیں وہ ناقض نہیں یعنی اگر بہنے کے لائق نہیں وہ وضو کو نہیں توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہیں توڑتا وہ خون
جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو میں لازم ہی نہ غسل میں یہ تفریع ہی قولہ ما یطہر کی اور اشارہ کیا کہ یہ
وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہیں توڑتا اسلئے کہ نجس نہیں مگر دائم الخمر کا پسینا اسکے وضو
کا ناقض ہی بنا بر اس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتی میں اور ہمکو اسمیں گفتگو ہی ثم حاصل کلام شارح یہ ہی کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہی
تو اعتماد کے لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سے جیسا کہ
ہوا یا کیڑا یا پتھری ثم ریح اگرچہ ناپاک نہیں قول صحیح میں جیسا کہ زاہدی وغیرہ میں ہی مگر وضو کی ناقض ہی نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور
پتھری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہی لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہی جیسا کہ درر میں مصرح ہی کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو
نہیں نکلنا ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہیں نکلنا ریح کا اس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہیں ہی
اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہی فرج سے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے کہا واجب ہی اور بعضوں نے کہا کہ اگر بدبو ہو ریح میں تو
واجب ہی وضو اور نہیں تو نہیں ثم مفضاۃ وہ عورت ہی جسکی دونوں راہیں ایک ہو گئیں درمیان کا پردہ پھٹ کر وذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہیں
نکلنا ذکر کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہی یعنی عضو کا پھڑکنا ہی درحقیقت خروج ریح نہیں ثم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ فرج اور ذکر
کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہیں کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں اٹھی اور ریح ناقض نہیں ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہیں ہی کہ ریح
خود نجس ہی حتی لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاسفل فہو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہی
کہ اوپر سے نہیں اتری تو وہ بھی اختلاج ہی درحقیقت خروج نہیں تو ناقض وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالخروج لان خروج الدود

والحمد اذا تہما ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے پیپ کی قید نہیں لگائی اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی
بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی ہم اسی طرح خانیہ مین صحیح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہو
خلاف نقل کیا ہی اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی النہر ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا لحم سقط منہ لطہارتہا وعدم
السیلان فیما علیہا وہو مناط النقض اور وضو کو نہیں توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہین وہ
گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ پہنچنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہی اور سیلان یہی مدار ہی وضو توڑنے کا یعنی
اور سیلان ہی مین ہم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت کی
طہارت اُس شخص کے حق مین اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اُسکو
وہ لیلیوے گا تو نماز اُسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج
بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ
وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا اسے
اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنے کے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اُسکے مصنف یعنی بزازی نے
کہا اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکالنا فصد کے مانند ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر
مین کافی سے منقول ہی کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہی اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی
اور اشبہ کا مطلب یہ ہی کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اُس قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہی اور کہ
عقل کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہی کام مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن چلپی کے
حاشیہ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے
قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین فرق ثابت کیا ہی لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین
احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ قئ ملأ فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قئ ہی منہ بھر کے
اسطرح پر کہ بہت تکلف سے منہ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ منہ بھر کے قئ وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر
اے صفراء او علق ای سوداء قئ مذکور ناقض ہی صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید را عبارت ہی صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین و لام
عبارت ہی سودا سے ہم قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی
قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہی اگرچہ منہ بھر کے قئ نہو انتہی قول شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ خون
بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہوجاتا ہی تو علق خون حقیقی نرا سودا ہو گیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الرأس فغیر ناقض اور جو خون
بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قئ ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا
اگرچہ اُسمین نہ ٹھہرا فوراً گر پڑا ناقض ہی وضو کا ہم اور حسن کا قول یہ ہی کہ اگر طعام اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہین مجتبی مین اسکو مختار کہا ہی اور
معراج الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہی تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ
ارتضاعہ ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قئ مذکور نجس مغلظ ہی اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قئ کی ہو دودھ پی کر فوراً یہی قول صحیح ہی بسبب

الجا نے نجاست معدے کے ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ جو فوراً قے ہو گیا وہ ناپاک ہو گیا ہے پیٹ کی نجاست سے مخلوط ہو کر وہ قے ہوئی الی ہی فلا نقض اتفاقاً کقیئ حیۃ او دود لکثرۃ طہارتہ فی نفسہ اور کھانا یا پانی یا دودھ مری میں یعنی طعام اور شراب کے مجری میں تھا پیٹ تک نہیں پہنچا اور قے ہو گیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کچھ سے یا بہت سے کیڑوں کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر وا ورے کے اپنی ذات میں یعنی اور جس قدر کہ نجاست انہیں ہے وہ قلیل ہے منہ بھر کے نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قیئ بلغماً فانہ طاہر مطلقاً ایضاً یعنی جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اس واسطے کہ وہ پاک ہے اسی طرح اسی کا فتوی ہے ہر رال مطلقاً پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہ ہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہے ابو نصر کا مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بدبودار ہے وہ قے کے مانند ہے اور جو سر سے اترے وہ پاک ہے تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہے کسی طرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو قاء خمراً او بولاً و ان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ بخلاف [illegible] کی رال کے اس واسطے کہ وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کے قے اگر چہ وہ ناقض نہ ہو قلت کی وجہ سے ناپاک ہے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں نہ پیٹ کی نجاست کے ملنے سے برخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات انکی ناپاک نہیں ولا ینقضہ قیئ من بلغم علی المعتمد اصلاً یعنی بلغم کی وضو کو بلغم کی قے مطلقاً بنابر قول معتمد کے ہر بلغم خواہ سر سے اترا خواہ پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو یا کم مختلطاً بالطعام ہو یا نہ ہو مگر جبکہ طعام [illegible] ملا ہوا ایسا کہ او منہ میں اور شارح کا قول علی المعتمد اس بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا ہے کہ جو بلغم سر سے اترا ہے اس میں اتفاق ہے کہ ناقض نہیں کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بالطعام فیعتبر الغالب اگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے منہ بھر ہونا شرط ہے طعام کی پری [illegible] کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہوا اور باوجود اس کے منہ کو بھر دے لہذا صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منہ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولو استویا فکل علی حدۃ اور اگر بلغم اور طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر بھری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں وینقضہ دم مائع من جوف او فم غلب علی البزاق حکماً للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اس واسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے او ساواہ احتیاطاً یا خون برابر ہو تھوک کے تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے ہر خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تھوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر لا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہو والقیح کالدم اور پیپ خون کے مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضواً وامتلأت من الدم ومثلہا القراد ان کان کبیراً لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے بھر گیا [illegible] جونک کے برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی چیچڑی سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہے جونک کے مانند کذا فی الخانیۃ والا یکن العلقۃ والقراد کذلک لا ینقض [illegible] کذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی نہو کہ اس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں [illegible] اور مکھی کے مانند جیسا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض الدم المتجاوز الورم اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جبتک ورم سے تجاوز نکرے ہر بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہوگا جبتک ورم سے تجاوز نکرے اس واسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہوا اس موضع کی طرف جسکو تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہ حکم اس صورت کو مخصوص ہے جہاں دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا

قولہ اس صورت میں کیونکہ تر وہ زخم سے بہی وضو ٹوٹیگا کما لا یخفی ولو شد بالرباط ان نفذ البلل الی الخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تری اوپر سے
باہر کی طرف آ گئی تو وضو کی ناقض ہے فتح القدیر میں ہے اسکا مطلب یوں سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر
زخم پر پٹی سے تری پہونچ جاوے تو ناپاک نہیں ہوتا جبتک دریا نہو کیونکہ وہ حدث نہیں کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القئ ویجعل کقئ واحد
لاتحاد السبب وهو الغثيان عند محمد وهو الاصح لان الاصل اضافة الاحكام الى اسبابها الا لمانع كما بسط فى الكافى اور متفرق قے کو جو تہوڑی تہوڑی کے نہیں اکٹھا
جمع کیجیو اور ایک قے شمار کیجیو اسواسطے کہ سبب ایک ہے اور سبب قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تہوڑی تہوڑی قے آئی اور
جمع کرنے سے منہ بھر ہو تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا انکے اسباب کی طرف اصل ہے
کہ اسبابکی طرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اس سبب کیطرف نسبت نہ کرینگے چنانچہ اسکی تشریح کافی میں ہے اور مانع کی مثال جیسے سجدہ تلاوت کا
سبب مجلس واحد میں کیونکہ اگر ان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور ... قول ابو یوسف
متفرق کے واسطے انکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے وكل ما ليس بحدث اصلا بقرينة زيادة الباء ليس بنجس قليل ...
اور جو چیز حدث نہیں یعنی ناقض وضو کی نہیں کسی طرح سے چنانچہ تہوڑی قے اور خون جو اسکو چہوڑ دے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہیں ابو یوسف کے نزدیک
نکلنے سے کہا حدث میں اصلا کی قید لگائی بار چارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے ہم اسواسطے کہ بار چارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہے
نحویوں کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ
معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق میں حدث نہیں لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق میں حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے
وہ داخل ہو گیا اس کلیہ کے تحت میں بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہے کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہیں وہ ناپاک نہیں اور اسکا عکس درست نہیں یعنی جو نجس نہیں
وہ حدث نہیں اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہیں اگر حدث ہیں یعنی ناقض وضو ہیں کذا فی الطحطاوی اور درر میں ہے کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہیں کہ معدہ
سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہیں ہے اور قلیل خون غیر مسفوح ہے یعنی سائل نہیں تو بوجہ اسکے آیہ کریمہ او دما مسفوحا حرام نہوا تو نجس بہی نہوگا اور
کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی
کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے وهو الصحيح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیوں کی
آسانی کے واسطے برخلاف محمد رح کے یعنی انکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفى الجوهرة يفتى بقول محمد لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی
شرح میں ہے کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاے اگر سائل چیز میں قلیل قے یا خون لگا یعنی اگر پانی وغیرہ میں تہوڑا خون لگیا تو اسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے
وغیرہ خشک چیز میں لگے تو اسکو پاک سمجھے وينقضه حكما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے ہم شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف
نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا يزيل مسكته اى قوته الماسكة بحيث تزول مقعدته من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو
آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہے زائل کردے اسطرح پر کہ اسکی مقعد زمین سے ٹلجاے هو الصحيح قول یہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض
نہیں بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلئے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شی سے خالی نہیں اور جو ثابت ہو عادتا
سے وہ متیقن کے مانند ہے وهو النوم على احد جنبيه او وركيه او قفاه او وجهه اور نوم ناقض سونا ہے ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پیٹ
لیٹکے یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہوجانے سے والا اى وان لم يزل مسكته لا ينقض وان تعمده فى الصلاة او غيرها على المختار
اور اگر ویسی نیند نہیں یعنی اسکی قوت ماسکہ کو زائل نہیں کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہیں اگرچہ آدمی قصدا سو گیا ہو نماز میں یا غیر نماز میں

بنا بر قول مختار کے ہم علی المختار صلوٰۃ کی طرف راجع ہے اور تصحیح مختار ابویوسف کا قول ہے کہ جب نماز میں عمداً سوئیگا تو وضو نہ رہیگا کذا فی الطحطاوی سے
کالے ہم قاعد اور لو مستند الی ما لو ازیل لسقط علی المذہب اور نہیں ہے ناقض جیسے دونوں سرین پر بیٹھکر سوتا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر
اسکو ہٹا لیجیے تو سونے والا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے ہم شارح نے نیند کی انواع اقسام کی ایک تفصیل شروع کی جنسے وضو نہیں ٹوٹتا ہے ان میں سہارے
کی نیند ذکر کو تو ناقض میں شمار کیا ہے اور اسکے شارحوں نے کہا کہ طحطاوی نے اسکو اختیار کیا ہے مبسوط کی اصل روایت میں نہیں ہے اور ہدایہ میں ہے کہ اگر زمین پر
مستقر نہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہیں ہے یہی قول اصح ہے کذا فی البدائع او ساجد الی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوٰۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی یا سوتا سجدہ کرنے
میں سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا میں اسطرح سو گیا ہو وضو نہیں جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم سجدہ مسنون کی صفت یہ ہے کہ پیٹ اونچا ہے گھٹنوں
سے اور بازو علیحدہ ہوں پہلو سے اسواسطے کہ اسطرح میں تھوڑا سا کچھ باقی ہے [illegible] اسلئے کہ نماز میں جو طرح کا سجدہ ناقض نہیں اور غیر نماز میں
سجدہ مسنونہ ناقض نہیں کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح قیام اور رکوع کی حالت میں سوتا وضو کا ناقض نہیں ہے اور تورک کیا سرین پر سوتا اسطرح کہ
دونوں پاؤں ایک جانب کو پھیلائے اور دونوں سرین زمین پر جمائے او محتبیا او متربعا علی الرکبتین یا سوتا اکڑوں بیٹھ کر اسطرح کہ دونوں پنڈلیاں چھاتی سے
ملا دیں کچھ لپیٹ کر یا دونوں ہاتھوں سے تھام کر اور سمرکنوں پر بیٹھ کر طحطاوی نے کہا اگر سمرکنوں پر ہو تو بیٹھنا اولی ناقض نہیں اور یہی الملتقی یا سوتا
دو زانو بیٹھنے کی مانند اسطرح کہ دونوں سرین رکھے ایڑیوں پر اور پیٹ رانوں پر اور رہ گیا اور شارح نے ایسا ذکر کیا بحر الرائق میں ہے اور اسمیں کچھ ہے کذا فی الطحطاوی
او فی محمل او سرج او اکاف یا سوتا عماری میں یا زین یا پالان پر ہم طحطاوی نے عنایہ سے نقل کیا کہ محمل میں کھڑے یا بیٹھے سوتا ناقض نہیں انتہی اور کہا
ہے کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان میں سو گیا وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ مقاعد اسکے زمین سے نہیں ہٹ گئے اور اگر دونوں سرین کو ایڑیوں پر رکھکر سو گیا اسطرح کتا
کرتا ہے تو اسمیں وضو نہیں ابویوسف رحمہ کے نزدیک ایسا اور حضرون نے کہا کہ امام رحمہ کے نزدیک بھی اور الذا بۃ عریا نا فان حال الہبوط انتقض والا او سوتا جو اری کی
حالت میں کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہو تو اگر اوتار سے ہو یعنی بلندی سے نشیب کو آتا ہو تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہیں ہم اسلیے کہ نیچے اترنے میں سوار آگے جھکتا ہے
تو سرین اٹھ جاتے ہیں تو اسمیں ایک جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے میں یہ بات نہیں تو وضو قائم رہیگا ولو تام قاعدا
یتمایل فسقط ان انتبہ حین سقط فلا نقض یعنی کناعس یفہم اکثر ما قیل عندہ اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض
وضو نہیں اسی قول پر فتوی ہے جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اس اونگھنے کا جو سمجھتا جاتا ہے اکثر ان باتوں کو جو اسکے پاس ہو رہی ہیں کذا فی الخانیۃ ہم خانیہ
میں ہے کہ اگر چار زانو سو یا کسی چیز پر بیٹھ کر ٹیک کر شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ ناقض نہ ہوگا انتہی ما فی الخانیہ حاصل مقام یہ ہے کہ اگر استقرار مقاعد نہیں ہوا
اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہے جیسے قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیر ذلک من المذکورات میں تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہیں ہم العتہ
لا ینقض اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہیں ہم عتہ بفتح اول وسکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر
ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو نہیں مارتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہے
اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہیں جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا کنوم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیند وضو کو نہیں توڑتی ہم قنیہ میں مصرح ہے کہ ناقض وضو ہونا نوم کا حضرات انبیاء کی خصوصیات سے ہے ولہذا صحیحین میں وارد ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ میری آنکھیں
سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اسپر اعتراض نہیں لگتا اس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس میں حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل
مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہیں آنکھ کا یہ کام ہے اور آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور

نتنا ہاکی کتابون مین علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور بھی ناقض کا یہی حکم ہے تو اسوقت مین حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو کرنا سنتون کی تشریح کے واسطے تھا اگرچہ بعلہ ناقض کے اغما اور غشی مستثنیٰ ہین کذا فی الطحطاوی و حل اشکال اغما کا ہم تشبیہ ظاہر کلام ابو سعود کا ہم اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہے یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام ابو سعود سے یہ ہے کہ ان ناقض ہے ہم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سے قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جاوے بسبب قلب کے ضعیف ہو جانے کے گرسنگی وغیرہ سے جیسا کہ قہستانی مین ہے تو غشی نوم کے برابر ہے زوال اختیار اور قوت قدرت مین بلکہ نوم سے زیادہ ہے اسواسطے کہ نائم کا لمس کرنے سے ہوشیار ہو جاتا ہے اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ویرد فقیہ اغما کو معتد غشی اور وضو کو توڑتا ہے اغما اور اسکی قسم سے ہے غشی یعنی اغما اور غشی دونون ناقض ہین قوله وجنون اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہے زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہے باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہے لہذا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور اغما صحیح ہے اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر قوله بحیث لا فی مشیہ تمایل ولو بأکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہے وہ نشا کہ مست اپنی چال مین ادھر ادھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہوا ہو ہم نشا اور مستی عبارت ہے اس سرور سے جو عقل پر غالب ہو جاوے بعض مسکرات (نشہ لانے والی) کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کر سکتا مگر اسکی عقل زائل نہین ہو جاتی اسی واسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہے یہی قول تحقیق ہے اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہے کذا فی الطحطاوی و قہقہۃ اور قہقہہ یعنی ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آئندہ ۔ ہم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج نجس نہین اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چند صحابیون سے مرفوع مروی ہے انمین سے ایک طریق یہ ہے جو طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسیٰ اشعری سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک بے نظر آدمی آیا اور اس گڑھے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا اس بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین باسناد اسکے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین لیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا سواے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہے احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان انھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا و تمام البیان فیہ ہی ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہے جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہے جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہے کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہے اور تبسم وہ ہنسی ہے جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اسکا حکم یہ ہے کہ نہ وضو اس سے جاتا ہے نہ نماز بالغ ولو امراۃ سہوا او قیل ان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ولا نائم بل صلوتہما یعنی تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہے قوله یصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہے قہقہہ اس جاگتے جوان کا جو نماز پڑھتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہے یا نمازی کا حکم رکھتا ہے مانند بانی کے بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز مین ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضی خان بطہارۃ صغری ولو تیمما لصلوۃ کاملۃ نماز پڑھتا ہو اس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہو نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ہم طہارت صغری عبارت ہے وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہے غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن مین حاصل ہوا ہو اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا

تو ظاہر او وضو مستقل ہے کذا فی الطحطاوی لیکن رجح فی الخانیۃ والفتح والنہر النقض عقوبۃ لہ وعلیہ الجمہور کما فی الذخائر الاشرفیۃ لیکن خانیہ اور فتح اور
نہر الفائق میں وضو ٹوٹنے کے نقض کو راجح کہا ہے ہنسنے والے کو سزا دینے کے واسطے ذخائر اشرفیہ میں کہا کہ جمہور اسی قول پر ہیں کہ وضو نہیں رہتا
صلوٰۃ کاملۃ یا لغ مذکور پوری نماز پڑھتا ہو وسط نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع و سجود کے قائم مقام ہو جیسا کہ اشارہ سے ادا کیا
کالنماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہے گا ولو عند السلام عمدا فانہا تبطل الوضوء لا الصلوٰۃ خلافا لزفر کما
حررہ فی الشرنبلالیۃ اگرچہ سلام کے وقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نہ نماز کو برخلاف زفر کے جیسا کہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ میں اسکو
لکھا ہے عمداً کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ متحقق ہو اور اس سے نماز باطل نہ ہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کے بیچ [illegible]
امام اور احدث عمداً ثم قہقہ [illegible] فلا نقض [illegible] کیونکہ امام نے قہقہہ کیا یا عمداً حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا [illegible]
تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصد سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ نماز میں نہ واقع ہوا [illegible]
ناقض نہیں بخلاف ما بعد کلامہ عمداً فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح میں اگر امام نے عمداً
کلام کیا پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا [illegible] کلام قاطع ہے نماز کا [illegible]
نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہیں ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا برخلاف قہقہہ امام یا
حدث کے کہ اسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی و من مسائل
الامتحان لو بنی البانی المتیمم فقہقہ قبل قیامہ للصلوٰۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلوں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ اگر بانی نے
مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اسنے قہقہہ مارا نماز میں شروع کرنے سے پہلے تو اسکا وضو ٹوٹ گیا یعنی اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا
کہ بانی کا وضو کے واسطے آنا جانا نماز میں داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہیں ٹوٹا بسبب باطل ہوجانے نماز کے شروع کرنے سے
کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہ ہوئی تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا یعنی اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزمائے
اسکو علم اس مسئلہ کا ہے یا نہیں تو یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہو اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو جالانکہ
بالعکس ہو کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد
اور ناقض وضو ہے کھلی مباشرت دونوں شرمگاہوں کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہ امر دو عورتوں میں واقع ہو یا دو مردوں میں استادگی کے ساتھ جانبین یعنی
لگانے والا اور جسکے لگایا دونوں کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ میں تری کی تراوت نہو یا بمعتمد قول کے یہ قول شیخین کا ہے اور محمد رح نے کہا کہ مباشرت
فاحشہ ناقض نہیں جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن یہ تصحیح معتمد نہیں اسلئے کہ تحفہ میں تصریح کی چنانچہ اسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ
شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر میں کہتا ہوں فتاوی عالمگیری میں جو بیان ہے کہ محمد رح کے قول پر فتوی ہے
اور نصاب سے تصحیح اسکی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہیں قنیہ میں ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے میں انتشار آلہ مرد
معتبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندبا نہیں ٹوٹتا وضو ذکر کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دھو ڈالے بسرہ بنت صفوان
کی حدیث میں مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہے اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث میں جسکو سوائے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہیں
ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اصح اور احسن ہے اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وامرأۃ وامرد اور نہیں ناقض
وضو نہیں عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا ہم امام شافعی رح کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالی (اولا مستم النساء) ہماری دلیل یہ ہے کہ

لمس جب مقارن ہو عورتوں سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نماز کے اندر ثابت ہے
اور صحیحین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چھونا عائشہ صدیقہؓ کے پاؤں کا نماز میں ثابت ہے لیکن مندوب ہے للخروج من الخلاف لا سیما للامام لیکن
وضو کرنا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق میں یعنی اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق
اور مخالف مذہب نماز پڑھتے ہیں تو مقتدیوں کی رعایت کرنا خوب بات ہے لیکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا
اپنے مذہب میں لازم نہ آوے ہم شارح سے ایک سوال کیا اس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو رعایت مقتدیوں کے مذہب کی مستحب ہے
خواہ اس مسئلے میں یا مسئلے غیر میں والا اس مسئلے میں تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہیں کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا ہی ہے کما لا ینقض لو خرج
من اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وثدی وعین واذن لعلۃ وان خرج بلا وجع جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اگر کسی شخص کے کان سے اور مانند اسکے چنانچہ اسکی آنکھ یا پستان
سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اسکے مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج
ای لوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہے ہم بحر الرائق میں
کہا کہ پانی میں یہ تفصیل البتہ خوب ہے اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہیں ہوتا نہر الفائق میں اسکا جواب دیا کہ ممکن ہے کہ زخم اچھا ہو گیا ہو پیپ نکلا ہو اور
درد کا نہونا ہی صحت کی علامت ہے فتاوی عالمگیری میں ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوانی کا فتوی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ معراج
ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج میں مذکور ہے تو صاحب بحر کا شبہ لائق التفات کے نہیں رہا فمن بہ رمد او عمش یسیل منہ الدموع ناقض فانتبہ [illegible]
والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اس شخص کا جسکی آنکھ اٹھ آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چوندھی اور چیپڑی
کہ اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہے اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض میں معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبی میں اور
لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہیں یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہیں جانتے ہیں ہم فقہا نے کہا ہے جسکی آنکھ سے رمد یا عمش سے آنسو جاری ہوا اسکو ہر وقت
نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہے بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر
میں ہے اور مجتبی میں اسکی وجہ یوں بیان کی ہے کہ شاید پلکوں کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشا احلیلہ بقطنۃ وابتل الطرف
الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لرأس الاحلیل وان متسفلۃ عنہ لا ینقض جیسے ناقض وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں روئی بھر دی ہو
اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اس صورت میں ہے کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے
نیچی ہے اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج محقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہے مقعد اور
فرج داخل کی روئی کا یعنی اگر وہاں کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہے تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ المصلی میں ہے
کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج میں ہے اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لا ینقض اور اگر روئی
وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہیں ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہے تو وضو
ٹوٹا اور اگر تر نہیں تو نہیں ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر انگلی مقعد میں داخل کی اور ساری انگلی غائب
نہیں کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہیں ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی
یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اسکا باطل ہو گیا ہم شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے
متعلق ہے اور بطلان صوم ادخال بحالت استنجا سے متعلق ہے اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو نادر نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

اُس نے بین اُنگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا پیٹ میں لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضوں نے لف و نشر کا دھیان نہیں کیا تو شارح
پر اعتراض کیا کہ اُنگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہیں ہوتا شارح نے یہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہ ہے کہ اُنگلی غائب کرنے سے وضو باطل
ہوتا ہے نہ صوم اور ادخال حالت تر میں صوم باطل ہوتا ہے فروع مسائل یعنی شارح کے ہم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہیں ہر شے کے اعلی کو اور قوم کے
شریف کو تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہیں بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو باب سے فوت ہو گئے
یا مستغرب ہیں ذکر کرتے ہیں مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث میں فروع ضرور بیان اور عجیب اکثر بیان کرتا ہے اور کہا ہے
اقتضا عینی کلام میں مناسب مقام کے تخشیت لا محل الی تحشیان راہ الشیطان و یجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یتصلی مرد کو مستحب ہے احلیل میں روئی
وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک میں ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسہ سے اور واجب ہے بقدر نماز پڑھنے کے اگر بغیر اسکے منقطع نہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے
تاکہ نماز جتنے القدر وطہارت سے حاصل ہو جائے طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جب شک ہوا پیشاب کے بعد پھر آتے اپنے ذکر پر تری اور تر دیکھی
اور اسکو معلوم نہیں کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہے تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور
اسکو نجاست کا یقین نہیں ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اسکا دھیان نکرے جبتک اسکو پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور یہی شیطان کا علاج ہے وسوسے کا
اسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لے تاکہ اگر تراوٹ نظر آوے تو اسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ [illegible]
وضوءہ ان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اسکو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہو گئی تو وضو نہیں ٹوٹا لیکن
اگر کچھ نجاست ظاہر ہو گی تو ناقض وضو ہے کذا فی الطحطاوی و کذا لو خرج بعض الدودة فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہیں
من لذکرہ راسان فالذی لا یخرج منہ البول المعتاد فہو بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہوں تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہیں نکلتا وہ بمنزلہ
زخم کے ہے یعنی اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شے سائل نہو گی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہیں الخنثی غیر المشکل فرجہ
الآخر کالجرح جو خنثی کہ مشکل نہیں اُسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ میں اور اکثر فقہا کہتے ہیں کہ
وضو ٹوٹیگا دونوں فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اسکا حال ظاہر ہو گیا ہو یا نہو نہر الفائق میں زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے
کذا فی الطحطاوی و المشکل ینتقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح خنثی مشکل
اسکو کہتے ہیں کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوۃ نعم و لغیرہا لا سوال
وضو کا منکر کافر ہے یا نہیں جواب اگر اُسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہاں وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہیں ہوگا ہم نماز
کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اُسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالی (یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الخ) اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف
کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اُسکی آیت میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شک فی بعض وضوئہ اعادہ ما شک
فیہ لو فی خلالہ لم یکن الشک عادۃ لہ و الا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال میں یعنی کسی عضو کے غسل میں یا مسح میں تو جس فعل میں شک پڑا کہ
کیا یا نہیں کیا اُسکو پھر کرے اگر اثناء وضو کرنے میں شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اُسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہیں یعنی اگر اثناء وضو میں شک
نہیں پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اُسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اُسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو میں ہو یا بعد وضو ان صورتوں میں
اعادہ نکرے اور شک کی طرف التفات نکرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصا و لو علم انہ لم یغسل عضوا و شک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسری
لانہ آخر العمل اور اگر اُسکو بالیقین معلوم ہو کہ اسنے ایک عضو کو نہیں دھویا اور شک پڑا اُسکو عضو کے معین کرنے میں کہ ہاتھ ہے یا پاؤں تو

باتین یا ؤن کو دھولے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہی وضو مین تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہی باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پاؤن کے دھونے کا یقین ہو
[illegible] مین تو ظاہرا اسکا قول صحیح ہوگا اعتبار ہوگا و کذا کما فی الطحطاوی و لو تیقن بالطہارۃ و شک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت
اپنی کا یقین ہوا اور [illegible] مین شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنی وضو ٹوٹنے کا یقین ہو اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے
یعنی [illegible] اسکا اعتبار کرے اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہی
[illegible] ولو تیقنہما و شک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہوا اور سابق مین شک پڑے یعنی یہ یاد
نہین [illegible] وہ شخص شرعًا باطہارت ہی اسواسطے کہ غالبًا طہارت بعد حدث کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی و مثلہ المتیمم اور
[illegible] تیمم کا یقین حاصل ہی اور بے وضو ہونے مین شک واقع ہوا ہی یا حدث کا یقین ہی اور تیمم مین شک ہی تو یقین پر عمل کرے
اور جو دونون کا یقین ہی اور تقدم اور تاخر مین شک ہو تو بھی شخص با تیمم ہی و لو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر و تمامہ فی الاشباہ اور
جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہوا تو
اس شک کا کچھ اعتبار نہین پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر مین ہی
الیقین لا یزول بالشک کے قاعدہ مین ہم مجتبی مین ہی کہ خون اور پیپ اور زرداب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے
سب برابر ہین بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل قی یا خون وہ طاہر ہی گر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہوگیا تو جواز نماز کا مانع
نہین جیسے اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بلاسیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہوا سی پر
فتوی ہی بنابیع مین ہی کہ تیل اگر احلیل مین پھر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین مجتبی مین ہی کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی تو پھر
وضو کرے اور اگر معلوم ہو کہ [illegible] تو التفات نہ کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہی اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے کہ دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر رقیق چیز
[illegible] ناک کے سر کنے سے یا اسکے اندر ٹپکانے سے پھر وہ ناک سے اتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی
[illegible] مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبد اللہ اسکو سائل جانکر نقض وضو کی طرف مائل ہی جیسے روٹی یا پھل کھایا
اور اسمین خون کا اثر دیکھا سو اُن سے تو چاہیے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹتا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے
سے نہ پایا تو وضو قائم ہی اکمل من العینی شرح الہدایۃ و فرض الغسل اراد بہ ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی
بدن کا دھونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہی چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہان وہ معنی
مراد ہی جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونون کو شامل ہی فرض عملی وہ ہی جسکے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جاوے وجہ ارادہ یہ ہی کہ مضمضہ اور استنشاق
قطعی نہین ہین کیونکہ امام شافعی ان دونون کو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی و بالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ او غسل سے مراد مفروض غسل ہی
چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم فرضیتہ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتہما فیہ
والا فہما شرطان فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ منہ اور ناک کا دھونا غسل مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین مراد صاحب
بحر کی یہ ہی کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہ مراد ہی تو صحیح نہین اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون
شرط ہین غسل کل فمہ غسل مین فرض ہی سارے منہ کے اندر دھونا ہم شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہی اور مراد کل فم اور کل الف کے
دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہی ویکفی الشرب عبا لا مصا لانہ یمج لیکن بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منہ بھر کے کفایت کرتا ہی

اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ مین کلی کا باہر پھینکنا شرط نہیں صحیح تر قول مین هم یعنی جبکہ خوب منھ بھر کے پانی پیا سارا منھ اندر دھو گیا مضمضہ فرض ادا ہوا تو اگر
چوس کر پانی پیا فرض ادا نہ ہوا چنانچہ بحر الرائق مین ہی اسلیے کہ چوسنے مین سارے منھ کے اندر پانی نہیں پہونچتا ہر چند کلی کا باہر پھینکنا شرط نہیں قول اصح مین
لیکن احوط ہی کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہی احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر و الفتح
تحت المارن اور تمام ناک کا دھونا فرض ہی یہانتک کہ ناک کی خشک سینڈھ کے نیچے بھی پانی پہونچانا ضروری ہی هم بحر الرائق مین ہی کہ درن یا میل یعنی خشک
میل ناک مین چپاتی روٹی اور خمیرہ کے مانند تمام اغتسال کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی و باقی بکمہ یہ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہی
هم بدن ظاہر اور باطن سب کو شامل ہی چنانچہ داخل مین کوئی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھ کے اندر کا دھونا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ آنکھ چربی کی ہی پانی کی متحمل
نہیں اور جو بعض صحابہ مثل ابن عمر اور ابن عباس کے اندر آنکھ کے دھویا کرتے تھے انکی بصارت زائل ہوگئی تھی واسطے آنکھ کا دھونا نچاہیے اگرچہ اسکے اندر
ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی فتح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالراس والعنق والید والرجل خارجۃ لغۃ داخلۃ تبعا شرعا
لیکن کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہی کہ بدن لغت عرب مین مونڈھے سے سرین تک ہی اور جبکہ یہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ اور پانون بدن سے
خارج ہین لغت کی راہ سے داخل کی کوٹھی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح مین هم خلاصہ یہ ہی کہ شرع مین بدن کا اطلاق جسد پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن سے
بالتمام الاطراف مراد ہی ولا الدلک لانہ متمم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک غسل مین بدن کا ملنا فرض نہیں اسواسطے کہ ملنا کامل کرنیوالا ہی دھونے کا
پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ مکمل اور متمم شی کا اس شی کے وجود کے بعد ہوتا ہی برخلاف امام مالک رح کے هم امام ابو یوسف رح کی ایک
روایت مین ملنا غسل مین فرض ہی دلالت عبارت ہی اعضاء وضو پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہونچ گیا بدون ہاتھ لگانے کے
تو فرض ادا ہوگیا اگر امام مالک کے نزدیک ادا نہیں ہوا و یجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن و سرۃ و شارب و حاجب واثناء
لحیۃ و شعر راس ولو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہی یعنی فرض ہی دھونا ایکبار ہر اس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہوسکتا ہو
چنانچہ کان اور ناف اور مونچھ اور بھون اور داڑھی اور سر کے بالون کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوند سے باہم چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ سے یہی
نکلتا ہی هم یعنی حق تعالی نے فرمایا ان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا
جہانتک ہوسکے بلا حرج اسکو دھوؤ و لہذا مضمضہ اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلیے کہ منھ ایک وجہ سے داخل بدن ہی اور ایک وجہ سے
خارج بدن ہی باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھونٹے اور داخل ہونے کسی چیز کے اسلیے منھ مین تو وضو مین
فہم یعنی منھ داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے کہ غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہی اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہی اور وجہ عبارت ہی مواجہۃ
و فرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہی عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منھ کے مانند ہی کہ من وجہ داخل ہی اور
من وجہ خارج فرض نہیں فرج داخل کا دھونا اسواسطے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہی اور اندر کا دھونا ساقط ہی و لا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی
اپنی شرمگاہ مین داخل نکرے اسی کا فتوی ہی یعنی غسل مین یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہیں لا یجب غسل ما فیہ حرج
کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہیں غسل مین دھونا وہان کا جسمین مشقت اور تکلیف ہی چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ اسمین ناپاک سرمہ لگایا ہو و ثقب
انضم و داخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل حلقہ کا دھونا واجب نہیں هم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہوگیا وہان پانی پہونچانا واجب نہیں حرج کی جہت سے
قلفۃ بضم قاف و سکون لام وہ کھال ہی جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہی بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال و علله بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہی
یہی قول صحیح تر ہی ایسا کہا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہی تو اشکال ساقط ہوگیا هم یعنی جب حرج کو علت

[illegible]

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل میں دھونا واجب نہیں بوجہ حرج مبالغہ تا ظاہر واسطے تو اسکو داخل بدن کا
حکم دیا تو اسمیں پیشاب کے قطرے آنے سے کیوں وضو ٹوٹتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے اسواسطے کہ
یہ ظاہر بدن میں نہیں ہے قولہ فی السعودی ای ان امکن فسخ القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا لا اور سعودی میں ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا
واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو متنبہ بحرج کیا ہے تو جہاں حرج نہیں
وہاں دھونا بھی ساقط نہیں کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتہا ای شعر المراۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے تر کرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی
چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالوں کا دھونا عورت پر فرض نہیں جڑوں کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف اور مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے
بال ہیں ہم صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں وہ عورت ہوں کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہوں
کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھولا کروں فرمایا نہیں تجھکو تین بار دونوں ہاتھوں میں پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہانا
اور پاک ہونا اور ابو داؤد میں ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالوں کو دھوے
یہانتک کہ بالوں کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالوں کا کھولنا ضرور نہیں اسکو تو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض
غسل کلہ اتفاقا اور عورت کو کھلے بالوں کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہاں فقط جڑوں کا تر کرنا کافی نہ ہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقا ہو الصحیح
اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہم ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ اسمیں تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ
بالوں کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضروری ہے خواہ بال گوندھے ہوں یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرہا غسل راسہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا
دھونا چھوڑ دے یعنی درصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ میں ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھو دے پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور
بعضوں نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل میں ہم
یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہیں پہونچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ
بقول اول غسل اور مسح دونوں کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضہا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ
کفایت نہیں کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور
بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضوی[سلہ] اور ترکیوں کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا
ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ اور طہارت کا مانع نہیں مکھی اور پسو کا وہ گوہ جسکے نیچے پانی نہیں پہونچا اسواسطے کہ اس
سے بچنا ممکن نہیں کذا فی الطحطاوی وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہوا ہو اسی کا فتوی ہے ہم لیکن اگر مہندی کا جرم
ہوگا تو اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضروری ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہو گی ولہذا البحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر میں خوشبو چپکائی ہو اس طرح کہ پانی
بالوں کی جڑوں میں نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہے اسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے
اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہیں شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونوں ایک معنی ہیں وتراب وطین ولو فی ظفر
مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہیں اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونوں
برابر ہیں قول اصح میں ہم اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق میں ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق میں اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے
تو پانی نفوذ نہیں کرتا طحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہرصورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کے وہ طہارت کا مانع ہے

سلہ سادات مرتضوی وہ کہلاتے ہیں جو حضرت علی رض کی اولاد میں سوائے حضرت فاطمہ رض کے ۱۲

عدم نفوذ کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مانند وہ چیزیں جن میں پانی سرایت نہیں کرتا چنانچہ چپلائی ہوئی روٹی اور میل کی پپڑی ناک میں اور کھال مچھلی کی کذا فی البحر والاصح انہ لا یمنع ظفر صباغ اور مانع طہارت کی نہیں وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگی ضرورت کی وجہ سے اور بعضوں کے نزدیک مانع ہو ضمرات میں کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ہم عورتیں ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہیں اگر وہ فقط رنگ ہے بدون جرم کے تو ظاہر مہندی کے مانند مانع طہارت نہیں اور اگر جرم ہے جیسا کہ دھڑی کہتے ہیں تو ظاہر آٹے کے مانند مانع طہارت ہے واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہیں وہ کھانا جو دانتوں کے اندر رہ جاتا ہے یا پولے دانت کے اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر وہ سخت اور شکستہ ہو تو طہارت کا مانع ہوگا یہی قول صحیح ہے کہ ہم نہیں کہتے مذکور ہو گیا کہ فتوی مقدم ہوا اصح وغیرہ سے علما مانع ہیں الا سنان اس واسطے مانع طہارت نہیں کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہ تک سرایت کر جاتا ہے ایسا مذکور ہے شرح منیہ میں بحر الرائق میں فتاوی ابوالیث سے اور قاضی فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہے کہ اسکو نکال کے پانی اسپر بہا دے کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر غسل کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہے کہ اسکو نکالے یا ہلا دے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا ہلانا واجب ہے یعنی انگوٹھی اور بالی کا ہلانا اور گھمانا چاہیے کہ وہاں پانی پہنچ جائے کان کے اندر ولو لم یکن بثقبہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزاہ اور اگر اسکے کان کے سوراخ میں بالی نہ ہو سو پانی پہنچ گیا سوراخ میں کان پر پانی بہنے کے وقت تو اس کو کافی ہے کہ نقب میں وہ (قول) کالسرۃ والاذنین فیما کان یبس تلک تحت ناف اور کان میں پانی داخل ہو گیا اس پر سائل ہونے سے اس کا یہی حکم ہے یعنی انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہیں وان لم یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ میں پانی نہ گیا تو قصدا داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور مانند سینک وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نہ کرے اور پانی پہنچنے میں اسکے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی اپنی انگل سے اگر پانی وہاں پہنچ گیا ہوگا تو زیادہ تکلف اور وسواس نہ کرے فروع مسائل متفرقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزء من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم صحۃ شروعہ نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اس نے نماز پڑھی پھر اسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اسکا اعادہ نہ کرے کہ شروع نماز کے صحیح ہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اسپر لازم نہ ہوئی اور اسکا اعادہ بھی لازم نہ ہوگا خانیہ غسل المیت الخ لا یجد الماء ذا ہو مرد پر غسل کرنا واجب ہوا اور وہاں لوگ ہیں تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھیں ہم پہلی صورت میں ہو کہ پردہ وہاں نہیں ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے اور جو شخص اسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا معذور ہے والمراۃ بین رجال اور رجال ونساء تؤخرہ الا رجال فقط اور عورت درمیان مردوں کے یا درمیان مردوں اور عورتوں کے نہانے میں تاخیر کرے اور تاخیر نہ کرے فقط عورتوں میں اس واسطے کہ نظر کرنا جنس کا ہمجنس کی طرف خفیف تر ہے برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء فقط کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اختلاف ہے اس مرد کے غسل کرنے میں جو درمیان مردوں اور عورتوں کے یا فقط درمیان عورتوں کے واقع ہو چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرحا بیان کیا ہے ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب میں منصوص ہے اور اسمیں اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہے کہ میں اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مرد عورتوں میں یا مردوں اور عورتوں میں غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسی صورت میں کشف عورت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا وینبغی لہا ان تتیمم وتصلی لعجزہا شرعا عن الماء اور عورت کو چاہیے کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اس واسطے کہ عورت مردوں میں شرعا پانی کے استعمال سے عاجز ہے واما الاستنجاء فیترک مطلقا والفرق لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاوے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں یا دونوں میں ہو اور فرق غسل اور استنجا میں چھپا نہیں ہم وجہ فرق یہ ہے کہ

کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہیں نفیہ اور اسکی شرح میں ہے کہ کشف عورت کسی کے سامنے اسواسطے کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلوں پر کفایت کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وشنفہ کسنن الوضوء سوی الترتیب اور غسل کی سنتیں وضو کی سنتوں کے مانند ہیں چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سوا ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہیں و آدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہیں سوا استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے ہم جملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ میں ڈالنا پانی پہونچانے کے بعد اور انگوٹھی کا ہلانا اور نیت زبان سے کرنا اور وضو کرکے نہانا تاکہ چھینٹیں بدن پر نہ پڑیں اور عدم استعانت اور نہ کلام کرنا اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہیں یعنے منھ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطا و قالوا لو مکث فی ماء جار او حوض کبیر و مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ میں بقدر درست وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اسنے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اسکے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگی مگر تا فقط نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البداءۃ بغسل یدیہ و فرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعا للحدیث اور سنت ہے غسل میں دونوں ہاتھوں اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے و خبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ ولو فی مجمع الماء لما انہ المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہیں تو اسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو یہاں پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونوں قدموں کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہو پانی جمع ہونے کے مقام میں اسواسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے ہم جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمیں اشارہ ہے کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ تمام سنن اور مستحبات وضو کے بجالاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشایخ کا قول ہے اور یہی صحیح تر ہے مذہب شافعی میں اور بعضوں نے کہا تاخیر کرے مطلقا اور بعضوں نے کہا اگر وہان پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ میں کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد انفصالہ عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل میں تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے ہم تجزی حدث میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہے کہ حدث متجزی نہیں یعنے بعضے اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھو یا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر فتح الغفار میں کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونوں قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہیں ہے اسواسطے کہ تمام بدن غسل میں ایک عضو کے مانند ہے یہانتک کہ غسل میں تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما ثانیا تو اسوقت میں جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہیں ہے تو دونوں قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہیں ہم مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ میں ہے اور اسکو مجتبے میں اصح کہا ہے وہ محمول ہے ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہیں لیکن ہمنے بعض مشایخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی النہر ملتقطا الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدموں کو دوسری بار دھو ڈالے ازالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی و یحمل القائلین بتاخیر غسلہما انما اختیرو لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء پر شاید کہ وہ فقہا جو پاؤں دھونے کی تاخیر کے قائل ہیں فقط اسی واسطے تاخیر کو

مستحب جانتے ہین تاکہ غسل کی ابتدا اور اختتام وضو کے اعضا پر ہو کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولا لا یاتی بہ ثانیا لانہ لا یستحب وضوءان للغسل اتفاقا اور
فقہا نے کہا ہے کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نکرے اسواسطے کہ ایک غسل کے واسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہین اما لو توضأ بعد
الغسل واختلف المجلس علی مذہبنا او فصل بینہما بصلوۃ کقول الشافعیۃ فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیون کے مذہب پر فیستحب
یا دونون وضوؤن مین نماز کو فاصل واقع کیا شافعیون کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے ہم یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو گیا کہ
وضو پر وضو نور علی نور ہے اگرچہ مجلس نہ بدلی ہو اور مکرر وضو کا اسراف مین داخل ہونا وہ تیسری بار وضو کرنا ہے چنانچہ اسکی تحقیق صاحب نہر کے کلام سے وضو
کے مسائل مین مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم افیض الماء علی کل بدنہ ثلثا مستوعبا من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ ارطال
پھر وضو کے بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پہونچا کر استعمال پانی سے وضو اور غسل کی جو مقدار معہود ہے شرع مین
وضو اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہے ہم غسل کے واسطے ایک صاع پانی ہے اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور
ہر مد دو رطل کا اور رطل ... بغدادی رطل ... درم کا ہوتا ہے ... اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہے کہ ... درم ... کا
کذا فی الطحطاوی ... وضو کے ... مذکور ہو چکا کہ ... صاع ... مد کا ہوتا ہے ... اور شافعی ... امام
محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جابر کے پاس تھے ... لوگون نے غسل ... سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع کفایت کرتا ہے ایک مرد نے کہا کہ مجھکو تو
کافی نہین تو جابر نے کہا اس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجھسے زیادہ تر تھے اور وہ تجھسے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الزیلعی
وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہے ہم شارح نے قیل کہکر اس قول کی ضعف کی طرف اشارہ کیا اور ... نے
اپنے متن مین اسی قول پر اعتماد کیا ہے بحر الرائق مین لکھا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر کسی کو غسل کیلئے صاع سے کم پانی مین کافی ہو اور
اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیون کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہے بدائع مین اور نووی شافعی نے عدم
لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ... فی الجواہر الاسراف فی الماء الجاری لا نہ غیر مضیع وقد مناہ عن القہستانی اور جواہر مین ہے کہ جاری پانی مین
اسراف نہین ہے اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہے اور پہلے اس مسئلے کو مقدم ذکر کیا ہے قہستانی سے نقل کر کے ہم یہ قول ضعیف ہے چنانچہ اسکی تضعیف
مسائل وضو مین شرح مذکور ہو چکی یادیا ... الایمن ثم الایسر ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی بالراس وقیل یبدا بالراس
وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر ... الغسل مین پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اسکے
بعد بائین مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈھے پر پانی بہاوے پھر
دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے بحر الرائق کے مصنف نے کہا اور اسی
سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنی درر مین جو ملا خسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہے سو وہ
ضعیف قول ہے ہم ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہے جو امام محمد کی کتب خمسہ مین مروی ہے یعنی مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات
اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابین یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ مین وہ بھی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ
عنہا سے صحاح ستہ مین مروی ہے کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے
پھر آپ نے دونون ہاتھ ڈالے برتن مین پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھ سے اسکو دھویا پھر بایان ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو
پھر تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اس مقام سے علیحدہ ہوئے پھر دونون پانون دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وتیسیر الوصول الجامع الاصول

میں صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور اُنسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اپنے سر پر پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونون پاؤن دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ مین لیتے اور سر کو دہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پاؤن پر اور یہی مذکور ہے ہدایہ مین تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم وصحح نقل بلّۃ عضو الی عضو اذا قطر بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہے ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر بہانا بالشرط ٹپکنے کے یعنی نقل مین یہ شرط ہے کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہووے اور چونکہ مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہے لا فی الوضوء لما مر ان البدن کالعضو الواحد نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین صحیح نہین اسواسطے کہ یہ مذکور ہوگیا ہے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے یعنی برخلاف وضو کے کہ اُسمین چار عضو جدا جدا ہین وفرض الغسل عند خروج منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل مفروض نہین اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہے یعنی شرع مین اُسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت ثابت ہوتی ہے دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیۃ منفصل عن مقرہ ہو صلب الرجل وترائب المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہے اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان ومنیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑھی جسکے نکلنے سے ذکر سست ہو جاتا ہے ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہے یعنی اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلاۃ والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہے جو عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل نکرے ہم اعادہ غسل کا امام محمد رح کے معتمد قول پر ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی در حکم باطن کے تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی بشہوۃ اے لذۃ ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہے اُس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہے ذکر مین ہے کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اُسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو بمعنی اُچھلنے اور کودنے کے ہے ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل ہووے اسواسطے کہ اُچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین ولوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنی کود کر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اُتر آتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُسمین دفق نہین ہوتا اور اُسمین خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہو جاتی ہے واما اسنادہ الیہ ایضا فی قولہ تعالے خلق من ماء دافق الآیۃ فیحمل علی التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالے کے اس قول مین کہ خلق من ماء دافق الخ سو اُسمین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہے شارح نے اسکا جواب دیا

کہ یہان تغلیب کا احتمال ہی یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا ہی جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور
پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی ہلی منی ہی اور چلپی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہی کہ دفق سے مراد اترنا ہی منی کا اپنے مکان سے اور نزول
بلا شک دونون کی منی مین ثابت ہی فالتقیید کما ہی کالقہستانی تبعا للاخی چلپی غیر مصیب تأمل جب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل
لانے والا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے جیسا کہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کر کے ٹھیک بات پر
نہین اسکو غور کر لے ہم اسواسطے کہ جب دلیل مین داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کی وجہ شاید یہ ہی کہ استدلال ہوتا ہی امر
ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہی والاکتفاء بشرط یفیدہا شاملا لا لمثال لی ولذا قال فی الم یخرج مین راس الذکر کہا اور مصنف نے دو سطے
دفق کا لفظ مذکور نہ کیا کہ دفق امام رح اور محمد رح کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسف رح کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی
سر ذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہونے شہوت شرط ہی گو اصلیل سے نکلنے کے وقت شہوت نہ ہی یہ حکم دریافت
کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہی متعدی اور کلام سے لازم بھی آتا ہی کذا فی الفتح تو متعدی یعنی دفع بشدت ہی اور یا مجرد طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کے
وقت دفق شرط نہین اور دفق لازم یعنی دفق یعنی خروج اپنے محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسف رح سب کے نزدیک شرط ہی غسل واجب ہوگا
جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی ہی نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی و شرط ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے
کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف رح نے شرط کہا ہی ہم اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اسنے
ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہی نہ ابو یوسف رح کے نزدیک یا شہوت سے لڑکی کی
اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر اسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر
باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہی نہ ابو یوسف رح کے نزدیک وبقولہما یفتی فی غیر الضیف خلاف بیتہ اذا استحیی
کما فی المستصفی اور ابو یوسف رح کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہی اس مہمان کے حق مین کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا چنانچہ مستصفیٰ مین ہی ہم یعنی مہمان
کو احتلام ہوا اور اسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہہ نہ پڑے تو بموجب فتویٰ کے
غسل اسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوا سب مین طرفین کے قول پر فتویٰ ہی چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی وفی القہستانی
والتاتارخانیۃ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف ناخذ لانہ ایسر علی المسلمین قلت ولا سیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاویٰ تاتارخانیہ مین
نوازل سے منقول ہی کہ ابو یوسف رح کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہی مین کہتا ہون خصوصاً موسم سرما اور سفر مین ہم لیتے
ابو یوسف کا قول مطلقاً ماخوذ ہی گذشتہ نمازون مین اور آیندہ مین اور منصوری شرح مسعودی مین یون ہی کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتویٰ ہی گذشتہ نمازون
مین جو بدگمانی کے خوف سے پڑھین اور طرفین کے قول پر فتویٰ ہی صلوات مستقبلہ مین کیونکہ انمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قول کی تصحیح
واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خروج منی بعد البول وذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محلہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید قولہم بعدم الغسل
بخروجہ بعد البول اور خانیہ مین ہی کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اسکا ذکر استادہ ہی تو غسل کرنا اسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ
یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہی جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہی فقہا کے اس
مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین ہم کتب فقہ مین مصرح ہی کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب
نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہی جیسا بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہی کہ حالت استادگی مین خروج

اور انزال سبب دونوں پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وحاشیۃ البحر تحقیق ہی ما فرق بیان احترازاً عن الجنی یعنے اذا لم ینزل و
اذا انزل فلہ لما فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہو آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت اگر تمام حشفہ کا نام ہو تو تمام حشفہ کرنے کے مقام
سے اوپر جو حلقہ سا ہے کہتے ہیں آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہے جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر ہو یا
کہ عورت کو انزال نہ ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ عورت پر غسل نہیں جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہے خواب میں آتا ہے بار بار اور مجھکو وہ لذت
حاصل ہوتی ہے جو مرد سے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہے تو اسپر غسل نہیں بدون انزال کے اور اگر انزال ہو تو غسل واجب ہے گویا وہ احتلام ہے اور اگر جن آدمی
کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہے کذا فی البحر اور ایلاج قدرہا من مقطوعہا یا ادخت
داخل کرنے بقدر حشفہ کے اس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہو ولو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نہ رہا اشباہ میں کہا
کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نہ رہا اور میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم کہتے جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے متعلق کہتے ہیں چنانچہ وجوب غسل اور حلال
ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم میں حانث ہونا یا نہ ہونا اس صورت میں باقی نہ رہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہے کہ اسکے ساتھ
کچھ حکم متعلق نہ رہا اور عند السوال اسی کا فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ یعنی محترز غسل فرض ہوتا ہے حشفہ داخل کرنے سے
ایک راہ میں دو راہوں سے کہ قبل اور دبر ہے اس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہو سکتا ہے اور قیود ثلثہ میں سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے
احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اور مجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے
پر بہت احادیث دلیل ہیں از انجملہ ابو ہریرہ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخوں میں
اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہو گیا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ اسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما
الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عباس سے بصحت مروی ہے کذا فی العینی علیہما ای الفاعل و المفعول لو کانا مکلفین دونوں پر
غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونوں مکلف ہوں یعنی عاقل بالغ مسلمان ہوں ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونوں میں سے
ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل یعنی غسل فرض نہیں مراہق پر لیکن وہ نماز
پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاوے اسلیے مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہیں قریب باحتلام ہے ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا
امر کیا جاوے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اسکو عادت ہو جیسے نماز کا اسکو امر کیا جاتا ہے دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہے صغیر پر
نہیں لیکن عادت پڑنے کے واسطے اسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وطئہا لم یحل مسئلہ بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہے
بالاجماع اگرچہ اسے منی نہیں نکلی ہم عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے یعنی لو فی دبر
غیرہ امافی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنے دبر میں حشفہ داخل کرنے سے اسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر میں داخل کرے اور اگر اپنی
دبر میں حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق میں عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے بدون انزال کے ہم نہر الفائق میں کہا کہ استمتاع کے لائق عدم وجوب ہے مگر بانزال اسواسطے
کہ وہ اولی ہے صغیرہ اور میتہ سے تصور لذت میں ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاج فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی حشفۃ
وسبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسپر غسل واجب نہیں حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر میں اور نہ اس شخص پر جو خنثی مشکل سے
جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اس قبل اور دبر میں ہے جو بلا شبہ محقق اور ثابت ہیں ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل
کرنے سے احد سبیلین میں مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

مشکل کی الوجود ہو اور مصنف کا کلام متحقق الوجود میں ہی اسکے فاعل ہونے میں غسل اسواسطے واجب نہیں کہ شاید وہ عورت ہو اور اُسکا ذکر عضو زائد ہو تو اُسکا دخول کرنا
بمنزلہ انگلی داخل کرنے کے ہو اور اسی طرح دوسرے خنثی کی فرج میں اگر اُسنے داخل کیا تو غسل دونوں پر نہیں کہ شاید دونوں مرد ہوں اور دونوں فرجیں زائد ہوں
اور خنثی مشکل کے مفعول ہونے میں غسل نہیں کہ شاید وہ مرد ہو اور اُسکی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہو گیا کہ خنثی مشکل کی دبر میں اگر ذکر کسی
کا داخل ہو گا تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہو گا اور سیلین سے مراد ذکر اور فرج ہی اسواسطے کہ دبر خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہی بلا شک تو اگر شارح
یوں کہتا الا ان الکلام فی حشفۃ و فرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی و عند رویۃ مستیقظ خرج رؤیۃ السکران والمغمی علیہ المذی منیا او مذیا و ان
لم یتذکر الاحتلام اور غسل فرض ہے نزدیک دیکھنے ستیقظ یعنی سو کر جاگنے والے کے منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اسکو یاد نہو شارح نے
کہا مستیقظ کی قید سے متوالے اور غشی والے کی تری کا دیکھنا نکل گیا اسلئے اگر بعد ہوشیار ہونے کے متوالا یا صاحب غشی تری دیکھیگا تو دونوں پر غسل
نہیں بر خلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہ ہی کہ نیند مظنہ ہی احتلام کا جسکا پایا جانا سبب سے تری کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ نیند میں ہوا
کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہو گئی اور متوالے اور صاحب غشی میں یہ سبب اتفاق نہیں ہی ... اور غشی ... کا ... نہیں ... کی ...
اگر کوئی مست بیہوش بعد افاقہ منی دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتوں کا شامل ہی اسواسطے کہ یا اسکو
یقین ہی کہ وہ منی یا مذی یا ودی ہی یا اسکو شک ہی منی اور مذی میں یا منی اور ودی میں یا مذی اور ودی میں اور ان چھ صورتوں میں ...
کے ساتھ احتلام یاد ہی یا نہیں تو غسل واجب ہی بالاتفاق جب منی کا یقین ہوا احتلام یاد ہو یا نہو یا مذی کا یقین ہوا احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ یا شک
منی یا مذی میں یا منی یا ودی میں یا مذی یا ودی میں اور احتلام یاد ہو ان تینوں صورتوں میں بھی غسل واجب ہی اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہیں
احتلام یاد ہو یا نہو یا شک ہی مذی یا ودی میں اور احتلام میں یقین ہی مذی کا اور احتلام یاد نہیں اور مصنف نے ان صورتوں میں سے بعض صورتوں کو
کیا اسلئے کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہیں علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصر اور مذی سفید پتلا پانی ہی جو حالت انتشار میں عورت کی بازی کے
کے ساتھ نکلتا ہی اور ودی گاڑھا پانی سفید ہی جو پیشاب کے بعد اور غسل جماعی کے بعد خارج ہوتا ہی احتلام لغت میں خواب دیکھنے کو کہتے ہیں اور استعمال میں
خواب جماعی کو بولتے ہیں جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہی الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا مگر
جبکہ مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہی بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اسکو شک ہی کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہی یا اسکا ذکر استادہ تھا سونے سے
پہلے تو اسپر غسل نہیں بالاتفاق طرفین اور ابو یوسف رحمہم اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہ اسی تاری کی
کے آثار سے ہو گی تو اسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اسکو منی ہونے کا گمان غالب ہو گا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اسکا ذکر ساکن یعنی استادہ
نہو گا تو اس رطوبت کو منی قرار دینگے اور اسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہی اور لوگ اس سے غافل ہیں تو اسکا یاد رکھنا
ضرور ہی کذا فی الخانیہ کالودی جیسے ودی کے دیکھنے میں غسل نہیں بالاتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لیکن شارح نے الجواہر الا اذا نام مضطجعا او تیقن انہ منی او
تذکر حلما فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ و نظائر میں یہ ہی کہ انتشار قبل النوم میں غسل نہیں مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر
سویا یا اسکو منی ہونے کا یقین ہو گیا یا اسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اسکو منی یا مذی کے ہونے میں شک واقع ہی کذا فی الطحطاوی تو ان تینوں
صورتوں میں اسپر غسل واجب ہی اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں لا یفرض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر علی راس الذکر بللا اجماعا
غسل فرض نہیں بالاتفاق اگر احتلام یاد ہی اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خوب یاد ہو اور حالانکہ اُسنے سر ذکر پر رطوبت کو نہیں دیکھا ہم اتفاق سے
مراد یہاں شیخین اور محمد رحمہ کا اتفاق ہی اور خلاف نہیں ... کذا فی الطحطاوی سر ذکر کی قید اتفاقی ہی تو یہی حکم ہی اگر ... رطوبت کو

اور کہا کہ لان المرأۃ مثل الرجل ... یعنی ... اسی طرح عورت کا حکم مثل مرد کے ہے ... یعنی بیدار ہونے کے بعد ... احتلام یاد ہو ...
... مرد پر غسل نہیں ... طحاوی ... اور وہ ... ظاہر روایت ... عورت پر وجوب غسل کی ...
... تو ... شرح ... اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم میں
ام سلیم ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا ... احتلام ہو یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہیں کرتا
... جبکہ وہ پانی کو دیکھے ... اجماع نقل کیا ہے اور اگر
... غسل کا ... عدم ... اور یہ نہیں کہ عدم
... اور اگر ... زوجہ اور زوجین کے
... مرد یا عورت کی منی ...
اور ... احتلام یاد ہو ... دونوں ... احتیاطا کذا فی البحر ... چیز کی
... عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی ... اور عورت کی عرض میں ...
... احتلام یاد ہو ... غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر ... خشک ہوگی تو ...
غسل واجب ... وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب ...
... اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی المنح اور اگر
لذت اور گرمی نہیں پائی تو غسل واجب نہیں بنا بر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہے غسل کے واجب ہونے میں دونوں صورتوں میں لذت
حاصل ہو یا نہ ہو کذا فی ... اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ ... الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل ...
غسل فرض ہے حیض و نفاس ... انقطاع حیض و نفاس ... پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی
اور ادخال حشفہ اور رویت ... حکم کے ... شرط ... یعنی غسل واجب ہے خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت ...
اور انقطاع حیض اور نفاس ... سبب ... بلکہ غسل واجب ... نماز کے ... ارادہ کرنے ...
... جیسا کہ مسائل وضو میں گذر گیا ... جن کتابوں میں خروج منی وغیرہ کو
غسل کا سبب کہا ... طرف نسبت کیا ہے کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہیں ہیں بلکہ غسل کی شروط ہیں اور غسل کا
سبب ... قرآن مثلا ... غسل فرض نہیں مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت
... غسل لازم ہوتا ... اس احتمال سے کہ ... ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول
... وضو لازم ہے ودی اور بول دونوں سے ... عادت بعد البول ... بعد ...
تو اگر ... وضو ... پیشاب ... بالعکس تو وضو دونوں سے ثابت ہوگا اور وہ شخص ...
... ودی سے وضو کے واجب کہنے میں اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکے پانچ جواب بحر الرائق ...
... ایک جواب یہ ہے کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہ ہے کہ جسنے وضو کیا
... ودی ... پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہے جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرا

... [illegible] ... اعتراض ... [illegible]

ولا بإيلاج و إدخال إصبع ونحوه كذكر غير آدمي وذكر خنثى وميت وصبي لا يشتهى وما يصنع من نحو خشب في الدبر او القبل على المختار اور فرض نہیں

نہیں نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اسکے مانند کے جیسا کہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور اس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہیں

ہوتی اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہو لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتیں شہوت رانی کیواسطے بنالیتی ہیں جسکو اہل ہند سبولہ کہتے ہیں تو ایسی

اشیا کے قبل یا دبر میں داخل کرنے سے غسل لازم نہیں ہے یہ قول مختار ہے کہ ہم نے پہلے [illegible] متفق ہے اگر قبل میں ترجیح مختلف ہے اسواسطے کہ شیخ الاسلام

[illegible] آفندی کے کلام سے نقل کیا ہے کہ ادخال قبل میں وجوب غسل کا مختار ہے جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے

بھی غسل واجب ہے اسواسطے کہ عورتوں میں جب شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا [illegible] ولا عند وطی بہیمۃ او میتۃ

او صغیرۃ غیر مشتہاۃ اور فرض نہیں نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اس چھوٹی کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہیں ہم نے ذکر کیا

اس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے اندر [illegible] میں ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہے زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ

نکل گیا اور قابل شہوت کی قید سے چھوٹی غیر مشتہاۃ خارج ہو گئی ہاں [illegible] بالوطی [illegible] غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت ہونا [illegible] جماع

کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ گیا ہو [illegible] قبل اور دبر ایک ہو جاویں [illegible] یا اس وغیرہ کے جماع سے غسل نہیں اگرچہ حشفہ اندر

چھپ جاوے [illegible] الا بالانزال [illegible] الا الغسل الذکر [illegible] اور [illegible] سے [illegible] نہیں [illegible] اسواسطے [illegible]

کوئی چیز لازم نہیں آتی ایسا نقل کیا ہے قہستانی نے [illegible] ظاہرۃ [illegible] اور [illegible] کی پاکی ہے امام کے

نزدیک [illegible] جاکر جماع [illegible] غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا [illegible] کے قول پر [illegible] امام کے قول [illegible] فرج داخل میں ہے اسواسطے کہ فرج

خارج کی طہارت بالاتفاق ظاہر ہے اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا [illegible] اور اگر [illegible] ہو تو صاحبین کے

نزدیک تو دھونا فرض ہوتا [illegible] بلا انزال لقصور الشہوۃ اشیاء مذکورہ میں بدون انزال کے غسل لازم نہیں [illegible] کی وجہ سے [illegible]

ہوا شیاء مذکورہ میں عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہے مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے [illegible] مرغوب نہ ہو تو بدون انزال کے

کمال لذت نہیں [illegible] اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت میں انزال ہی منظور الیہ اور مقصود

فی الوجوب ہوگا [illegible] محال [illegible] مقصود بالطلب ہوتا ہے [illegible] فی [illegible] لکن [illegible] فیکون البکارۃ فانہ

[illegible] الا [illegible] لا انزالہا [illegible] قبل الغسل [illegible] غسل لازم نہیں ہے باکرہ سے جماع کیا اور اسکی بکارت قائم رہی

اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے یعنی فرج میں دخول حشفہ سے مانع ہے مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل

لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنی اسواسطے کہ بدون انزال عورت کے حمل متحقق نہیں ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازوں کو

پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہے طحطاوی نے [illegible] شارح نے کہا [illegible] بفتح غین وسکون ذال یعنی عبارت یہی بکارت سے [illegible] اعادہ

نماز کی یہ وجہ ہے کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ [illegible] بدون طہارت کے نماز [illegible] الا [illegible] میں [illegible] شرط الوجوب الغسل [illegible]

ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکور کے وجوب غسل میں اعتراض ہے اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہے یہ

قول مفتی بہ کے اور وہ یہاں پایا نہیں گیا ایسا کہا حلبی نے [illegible] منی کا [illegible] غسل [illegible] اگرچہ حمل [illegible]

باکرہ پر غسل واجب نہیں ہوتا مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ [illegible] اسوقت [illegible] ہوتا ہے کہ جب کہ

منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا [illegible] انزال کی اگرچہ اسکو معلوم نہ ہو

مین کہتا ہون اور اعتراض مذکور تمام نہوگا کیونکہ نجاست خروج منی کی مانع ہوا اور حالانکہ برخلاف اسکے ثابت ہی اسواسطے کہ حیض اپنی محل سے خارج ہوتا ہی
و تاسع فی الطحطاوی و یجب ای فرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعا ان تیسر الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہی
یعنی فرض ہی زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلا دین مردہ مسلمان کو سواے اس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اسکو غسل نہ دیجیے بلکہ
اسکو غسل کے عوض تیمم کروادے ہم شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے
فرض مراد ہی مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین تا ان ذمہ مکلفین
سے اسقاط فرض کا نہوگا بدون نیت کے تو غرق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح
نے فیطلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہو گئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ میت بالتخفیف وہ ہی جو مر گیا اور میت بالتشدید وہ ہی جو
زندہ ہی آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا او نفساء او لو بعد الانقطاع علی الاصح کما فی الشرنبلالیۃ من البرہان و قال ابن الکمال
بقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہو جانے
کے بعد اسلام قبول کیا بنا پر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہی حدث
حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل کے او بلغ لا بالسن بل بانزال او حیض او ولادۃ و لم تر دما او اصابت کل بدنہ
نجاسۃ او بعضہ و خفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ حدث جنبی اور اسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے
تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ہم اور اگر بلوغ عمر
کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس مین اسی قول پر فتوی ہی و فی الاصح
راجع للجمیع غسل لازم ہی صحیح تر قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب یا پانچون صورتون کی طرف راجع ہی و فی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون افاق
قلت و ہو مخالف لما یاتی متنا الا ان یحمل انہ رای منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا ہی اس مجنون پر جو ہوش
مین آ گیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہی اس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ
اپنے بدن پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا و ہل السکران والمغمی علیہ کذلک لم اراہ و راجع اور کیا مست
اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی مینے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے
ثم نہر الرائق مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اسنے مذی کو دیکھا تو اسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اسپر غسل لازم نہوگا
اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا
نہو یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہی فرض نہین و سن لصلوۃ جمعۃ
و لصلوۃ عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ
مین ہی ہم ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی
اس شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اسکا وضو ٹوٹا اور اسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک
ادا ہوئی کذا فی المنح و فی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف رح

اور حسن کے ہم حسن کے نزدیک باعتبار اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تاکہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع میں
شکایت ہوتی ہے اور یہ بات حاصل نہیں نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور ان کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہے نہ نماز کے سبب سے لیکن یہ شرط ہے کہ غسل
نماز سے پہلے ہو اور بعضوں کے نزدیک بالاتفاق مذکور کی روایت صحیح نہیں اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہے کہ غسل کرنے کے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت
ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً ولکفی غسل واحد لعید وجمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہے ایک بار غسل کرنا اس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع
ہوئے کہ ہم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہو تو ایک بار نہانا اس سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہے کذا فی المنح عن معراج الدرایۃ
کما لفرضین کجنابۃ وحیض یعنی جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضوں کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہے اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہے کہ انقطاع حیض کے
بعد جماع یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہے عرفات کے پہاڑ میں دن
ڈھلنے کے بعد مصنف شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کر کے اشارہ کیا غسل عرفہ موقف سنت ہے جو کہ داخل عرفات ہو یا باہر جا رہا ہے لیکن یہ غسل فقط دن کے
واسطے نہیں بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی وفاتہ انہوں نے اتفاق اور غسل کرنا مستحب ہے اس دیوانہ کے واسطے جو ہوش میں آگیا
اعلم غسل تین قسم پر ہے فرض سنت مستحب فرض غسل پانچ قسم ہے انزال منی سے شہوت کے وقت اور دخول حشفہ سے انقطاع حیض سے انقطاع نفاس
سے یا بچہ جننے سے غسل سنت چھ طرح اسے ہے بدن میں نجاست لگنے سے یا بعض بدن میں اور نجاست کا مکان مخفی ہوا اور غسل سنت چار میں نماز جمعہ کے واسطے
اور عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا انہوں سے ولذا امر فی علیہ کما فی غرر الاذکار اور
اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہے افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار میں مذکور ہے وفی البحر الرائق کذلک لا ارادۃ اور مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہے میں نے
اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا مصنف شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اس کی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہو گی وعند حجامۃ اور غسل مستحب ہے پچھنے لگانے کے وقت
یعنی پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہے شب برات میں یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب
بیداری کے لیے اسواسطے کہ اسمیں ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہے اور ہر مومن کے واسطے براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہے شب عرفہ یعنی نویں رات ذی الحجہ میں وقدر اذا رآہا اور غسل مستحب ہے شب قدر میں جبکہ اسکو دیکھے یعنے جبکہ اسکو جانتا ہو
بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہے کہ غسل مستحب ہے جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر میں وارد
ہیں کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح میں عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں طلب کرنا شب قدر کا وارد ہے علی الخصوص اکیسویں اور تئیسویں
اور ستائیسویں واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر لا وقوف اور غسل مستحب ہے نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کی صبح کو وہاں ٹھہرنے
کے واسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منیٰ کے درمیان وعند دخول منیٰ یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل
ہونے منیٰ کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریاں مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنے یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری
جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہے وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے کے مکہ معظمہ کے
طواف الزیارۃ کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسی طرح ہر بار اس مکان مقدس کے دخول میں بلا نسک غسل مستحب ہے حرمت مکان
کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلوۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہے سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیاں ہیں
بندوں کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات اضرع طہارت کاملہ ہے نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح واستسقاء وفزع وظلمۃ وریح شدیدۃ اور واسطے
طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی میں غسل کرنا مستحب ہے تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کے واسطے اغتسل ہو

کذا فی البحر الفتاوی والدر المختار و کذا لمن یجمع الناس ای یریدہ و لمن بلغ بالسن و غسل ... اور اسی طرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے میں حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے واسطے اور آدمیوں کے مجمع میں جانے کے واسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگوں کو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہ
ہو یا اسلئے غسل مستحب ہے جو پسینہ یا مردہ نہلانے سے ... ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی میں منصوص ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صاحب بحر
نے اسکو امام نووی شافعی کا قول ... اپنے مذہب کے قول میں نہیں دیکھا کذا فی الطحطاوی اور یراد قتلہ یعنی اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جسکے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے
یعنی قتل کیا جاتا ہو قصاص یا ظلم سے ہر صورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی و تائب من ذنب
اور گناہ سے توبہ کرنیوالے کو غسل مستحب ہے تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اس واسطے کہ طہارت ظاہر ہی نافع نہیں بدون
طہارت باطنی کے و قادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنے والے کو و مستحاضۃ انقطع دمہا اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا
کیونکہ احتمال ہے کہ اثنا استحاضہ میں حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی و ثمن ماء اغتسالہا و وضوءہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لا بد لہا منہ فصار
کالشرب و اجرۃ الحمام علیہا اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہے اس واسطے کہ عورت کو
غسل اور وضو کا پانی ضروری ہے پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہو ... حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہیں اور یہ جو
خلاصہ میں تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہیں سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال
لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل
کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہیں ہے اس واسطے کہ یہ ضروریات
سے نہیں ہے بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہیں زوج پر کذا فی الطحطاوی و یحرم بالحدث
الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید و جنازۃ و رباط و مدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض و قبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس
من الصلوٰۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہیں داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور
صوفیوں کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض میں اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ جب اہل مدرسہ لوگوں
کو اسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہوں تو وہ مدرسہ مسجد کے حکم میں ہے تو مدرسہ مذکورہ میں مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فناء مسجد در حکم مسجد ہے اقتدا میں اگرچہ
صفوف متصل نہوں نہ دخول کے حرام ہونے میں کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول
مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخل گذران ہو خلافا للامام الشافعی کہ عبور کرنا مسجد میں جائز ہے ضرورت سے اسطرح پر کہ سوا مسجد کے اور طرف سے نکلنا
اسکو ممکن نہیں ہے ضرورت کی یہ صورت ہے کہ اسکے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور بغیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر میں لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق
مشائخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا ہے میں یہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری طرف دروازہ نہیں کر سکتا اور اس گھر کے سوا اور مکان کے رہنے پر
قادر نہیں کذا فی البحر والدر فلو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد میں احتلام ہوا تو اگر
مسجد سے جلد نکلا تو اسکو تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر مسجد میں ٹھہرا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے
نماز پڑھے نہ قرآن ہم اس تیمم سے نماز اس واسطے صحیح نہیں کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہیں اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ
کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی و یحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم پڑھے
بنا بر قول مختار کے حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

یعنی ... مسجد سے دوسری طرف گذرنا ... ۱۲

۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ ملا
آیت اور کم آیت دونون کو شامل ہو اور یہی قول ہو کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور ولوالجی
نے اپنے فتاوی مین صحیح کہا ہو اور اسی طرح مصفی اور کافی مین ہو اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کی طرف منسوب کیا ہو تصحیح کے ساتھ اس
دلیل سے کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہو اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح
کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشائخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا کہ حاصل کلام یہ ہے
دو روایت مین صحیح مختلف ہو لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہو اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل نہین اور تفصیل نص کے مقابلہ مین مردود ہو اسواسطے کہ قرآنا
شیئا کا چنانچہ کافی مین ہو نکرہ ہو سیاق نفی مین تو اسنے عموم کا فائدہ دیا اور کم از آیت بھی قرآن ہو تو اسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت
کے مانند کذا فی منح الغفار بقصدہ فلو قصد الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح قرآن کا ارادہ کرکے جنب
وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہو تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ثنا کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم
کیا تو اسطرح حلال ہو صحیح تر قول مین تم عیون مین ہو کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کے معنی ہین اور تلاوت کا قصد
نہ کیا تو کچھ باک نہین ہو اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہو اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوی نہین دیتا اگرچہ امام سے
کچھ مضائقہ نہین
مروی ہو کذا فی الطحطاوی حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہانتک کہ فاتحہ سے ثنا کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ نہین
یعنے قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللھم کے سورۂ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہو یہ تفریع ہو قصد الثناء پر
الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا یتغیر حکمہا بالقصد مگر جبکہ نمازگذار اپنی نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کرکے تو وہ
قرأت اسکو کافی ہو اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنے مناسب مقام مین ہو تو اسکا حکم نہ بدلیگا اسکے قصد کرنے ثنا سے یہ استثنا کلام محذوف سے ہو [illegible]
تقدیر کلام یون ہو کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرأنیت سے خارج ہوگئی مگر اس صورت مین خارج نہین اور یہ
جواب ہو اس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج قرأنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے
حالانکہ وہ کافی ہو شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہو تو اب ثنا کا قصد کرنا اسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الطحطاوی
عن النہر یعنے اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس مصحف مستدرک بما بعدہ وہو وما قبلہ ساقط
من نسخ الشرح وکانہ اسقطہ لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہو چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد ہو [illegible]
کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہو اور وہ اور ما قبل اسکا یعنے مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہو اور شاید کہ مصنف کا ساقط
کرنا شرح سے اسواسطے ہو کہ اسکو حیض کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہو ویحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا
طواف کرنا حرام ہو بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف مین صحیحین مین مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کو حالت حیض مین طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا
طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار واسطے نہین بلکہ طواف مین طہارت واجب ہو اگر وہان مسجد نہ ہوتی تو بھی طواف
جنب پر حرام ہوتا کذا فی المنح ویحرم بہ ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار اور حرام ہوتا ہو حدث اکبر و حدث
اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے یہان مراد وہ چیز ہو جسمین قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو چنانچہ روپیہ اور دیوار

کا چھونا حرام ہی اگرچہ خط فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہی مجتبیٰ سے اور جرمت مین موضع کتابت اور
غیر موضع کتابت دونون برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہی اور محل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو
تو نہین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر دلیل مثل سورۃ التوریۃ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اسکے چنانچہ انجیل اور
زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہی یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ انکا چھونا حرام نہین ہم اسی طرح نہر الفائق مین مذکور ہی اور قہستانی
مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی الا
بغلافہ المتجافی غیر مشرز او بعترتہ بہ یفتی مگر جدا گانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین مس مصحف حرام نہین یا ورم کی تھیلی کے ساتھ اس درم
کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہین یا اسی کا فتوی ہی ہم غلاف جدا گانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف الصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی جلد تو جزدان
کے ساتھ چھونا جائز ہی اور جلد کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہی سراج مین اور کافی مین جلد کے ساتھ بھی چھونے کو صحیح کہا ہی تو یہان دونون قولون کی
تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہی تو بموجب کافی کے جائز ہی اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسی کو صحیح کہا ہی
اور خلاصہ مین ہی کہ اسی پر اکثر مشائخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی عن النہر ومحل قلبہ بعود اور یا بتا مصحف کے ورق کا
لکڑی سے حلال ہی و اختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غسل منہا وفی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علمانے اختلاف کیا مصحف کے چھونے
مین غیر اعضاء طہارت سے اور انمین سے جسکو دھو لیا اور جنب کے قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نہ ہونا صحیح تر قول ہی ہم اعضاء طہارت سے
اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضاء طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ
لاتحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین گھس جاتی کما لاتکرہ ادعیۃ
ای تحریما جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی وہو
مرجع کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف
اولی ہی اور خلاف اولی مآل کار ہی کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہی اور خلاف اولی
مین تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اس تختی کو
جسپر قرآن لکھا ہی ولا باس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین بالغ باوضو کو مصحف کے دینے مین
بے وضو لڑکے کو اور ... سے منگا لینے مین اس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہی مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا
لڑکپن مین جیسے نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہی انپر اور بالغ ہونا تاخیر کرنے مین حفظ قرآن کی تقلیل ہی تو اس ضرورت
سے انکو مس مصحف اور اسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان
یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یوخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قرآن کا
اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہی زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یون کہنا مناسب ہی کہ اگر کاغذ پر وہ چیز
رکھی جائے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جاوے اور اگر یہ نہین ہی تو محمد رح کا قول لیا جائے ایسا کہا ہی حلبی نے
ہم اور دوسری وجہ توفیق یہ ہی کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہی اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احب الی
ان لا یکتب یعنے میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراءۃ توریۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ تعالی

تفسیر بھی اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہی پڑھنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہی اور جن الفاظ میں تبدیل اور تحریف
واقع ہوئی یہود و نصاریٰ سے وہ معلوم نہیں بالخصوص ہم فتح القدیر میں فتاوی ظہیریہ سے اسی قول پر فتوی منقول ہی کذا فی المنح و زعم العینی فی
شرح الکنز اور عینی نے شرح مجمع میں حرمت قرات پر یقین کیا ہی و قصرھا فی النہر بالمبدل اور نہر الفائق میں حرمت قرات کو خاص کیا اسکے ساتھ جن میں
تبدیل اور تحریف نہیں ہوئی لا قراۃ قنوت یعنی مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہی
ولا اکلہ و شربہ بعد غسل ید و فم اور مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور منہ دھو ڈالنے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسالہ الا
اذا احتلم [illegible] اور مکروہ نہیں جنب کو صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کی ہو [illegible] نہانے کے
اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے ہم یہ روایت فتح القدیر میں بیہقی سے منقول ہی قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب الذی افادہ [illegible] کلام [illegible]
[illegible] ظاہر احادیث تو دلالت نہیں کرتا مگر استحباب پر ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو اصل ہی کذا فی فتح القدیر کے کلام سے [illegible]
[illegible] شارح کا منا سب نہیں اسواسطے کہ تفسیر کا مسح پہلے مذکور نہیں کیا [illegible] الا الکتب الشرعیۃ فانہ یکرہ مسہا الا بالید الا التفسیر
کذا فی الدرر عن مجمع الفتاوی اور تفسیر [illegible] کے مانند ہیں شرعی کتابیں اسواسطے کہ [illegible] شرعی کتابوں میں ہاتھ لگانا [illegible]
تفسیر میں ہاتھ لگانے کی جنانچہ [illegible] مجمع الفتاوی سے منقول ہیں شرعی کتابوں سے مراد [illegible] حدیث اور فقہ کی کتابیں ہیں وفی السراج المستحب
ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج میں کہا کہ مستحب یہ ہی کہ شرعی کتابوں کو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے ہم یہ قول [illegible]
نہیں ہی قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب لنفی وجوب کے مخالف نہیں لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا
مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر تفسیرا او قرآنا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ میں [illegible]
اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہی اور البتہ ہمارے عالموں نے تفسیر کی کتابوں کا چھونا محدث کے واسطے
جائز رکھا اور تفصیل نہیں کی تفسیر کے زیادہ ہونے میں یا قرآن میں یعنی یہ نہیں کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہی اور اگر قرآن
کے الفاظ زیادہ ہوں تفسیر سے تو جائز نہیں اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جیسے غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہی میں کہتا ہوں کہ اشباہ کا
قول مخالف ہی متن کے جو گذر گیا تو اسی مطلب میں تامل کرو ہم خلاصہ یہ ہی کہ اہل مذہب کی دو عبارتیں مطلق ہیں منع اور جواز میں اور ظاہر اشباہ کا
اسپر دلالت کرتا ہی کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ ماتن نے جو ذکر کے قول پر اعتماد کیا ہی قابل اعتماد کے نہیں بسبب مخالفت
اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر میں موضع قرآن کا چھونا جائز نہیں اور اسکے سوا کا چھونا درست ہی بر خلاف
مصحف کے کہ اسکا بالکل چھونا بے طہارت درست نہیں اور فتح القدیر میں ہی کہ مکروہ ہی چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہ کتابیں آیات
قرآنی سے خالی نہیں اور منیۃ المصلی میں ہی کہ مکروہ ہی یعنی محدث وغیرہ کو چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابوں کا بھی انتہی تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ
عالموں کا کلام تفسیر میں کراہت کی وجہ سے ہی نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہ کلام الا التفسیر اسپر محمول ہی کہ تفسیر کا چھونا مکروہ نہیں
بلکہ مکروہ ہی اور یہ مطلب نہیں کہ اسکا چھونا حرام ہی جیسا کہ ماتن نے سمجھا ہی اسواسطے کہ انہوں نے حرمت کی تصریح نہیں کی [illegible] عبارتوں سے
بہتر وہ عبارت ہی جو کہ جوہرہ اور سراج میں ہی اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا فرع مسائل لطیفہ شارح نے [illegible]
اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہو جاوے یا پھٹ پھٹ جائے کہ اسمیں پڑھا نہ جائے تو دفن کیا جاوے مسلمان میت
کی طرح یعنی بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاوے مصحف کے چھونے سے [illegible] فاذا اغتسل [illegible] اور کافر تو اسکا چھونا [illegible]

[illegible]

بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ھم ظاہر یہ قول معتمد نہین کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسے
ان یہتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکہانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاے یعنے مسلمان ہو ھم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو
بتوقع ہدایت جائز ہے تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑہاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہے
اسواسطے کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین
حق تعالے اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ
والمقلمۃ علی الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہے مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہے
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہے یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر اُنکے اوپر فقہ کی کتابین پھر
احادیث اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ھم لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہے اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ
فوق الکل ہے تکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہے پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہے مگر جبکہ درم توڑا جاے تو اب
درست ہے ھم توڑنے سے حروف متفرق ہوگئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہے تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہے
کذا فی الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا نہو تو اُسکا لیجانا
پاخانہ مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے ھم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہے کہ عالمون کا اجماع ہے اسپر کہ تعویذ
اور افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو
یا اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ
یعنے افسون تین قسم ہے ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہے
کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث مین منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہ کہ اسماء ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہے تو اسکا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ
حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً یجوز رمی برایۃ القلم الجدید و لا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد
وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اُسکی تعظیم کا ھم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم
سے اسماء ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسماء مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہے کہ حروف کو بذات خود احترام ہے اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شئ فی کاغذ فیہ فقہ و فی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ
شئ اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہے اور اگر اسمین اللہ تعالے
اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہے ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہے ھم بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہوگیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہے وقد ورد النہی فی محو اسم
اللہ بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہے اللہ تعالے کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالے

ترتیب وضع کتب ہے

تعویذ کا پاخانہ مین لیجانا درست ہے

قلم کا تراشا بے تعظیم جگہ مین ڈالنا درست نہین ہے

من السموات والارض ومن فيهن اور رسول عليه الصلوٰة والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمانون اور زمین سے اور اُن اشخاص سے جو اُنکے درمیان مین ہین هم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بهی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملحق ہے مثانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی یجوز قربان المرأة فی بیت فیه مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اُس کوٹھری مین جائز ہے جسمین مصحف در پردہ ہے بساط او غیرہ کتب علیه الملک لله یکره بسطه واستعماله لا تعلیقه للزینة فرش یا سواے اُسکے تکیہ وغیرہ ہے جسپر الملک لله لکھا ہے اُسکا بچھانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لٹکانا اُسکا آرائش کے واسطے مکروہ نہین وینبغی ان لا یکره کلام الناس مطلقاً وقیل یکره مجرد الحروف والاول اوسع وتمامه فی البحر وکراهة القنیة اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہو وسے آدمیون کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہے اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہے اور اُسکا پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراهة مین ہے قلت وظاهره انتفاء الکراهة بمجرد تعظیمه وحفظه علق اولا زین به اولا اور ظاہر کلام بحر الرائق نہونا ہے کراہت کا صرف اُسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک لله لکھا ہے خواہ اُسکو لٹکاوے یا نہین اُس سے آرائش کیجیے یا نہین وهل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذلك یحرر اور جو کہ پنکھون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکھا جاتا ہے وہ بهی فرش کی نوشت کے مانند ہے یا نہین جواب اسکا لکھا جاویگا هم باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہے کہ مسجد کی دیوارون پر لکھنا لائق نہین اور نہایہ مین ہے کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاه

یہ باب ہے پانیون کے مسائل مین هم اب اُسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح مین باب عبارت ہے اُن مسائل فقہ سے جنکے احکام ما قبل اور ما بعد سے جدا گانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی المنح جمع ماء بالمد ویقصر اصله موه قلبت الواو الفا والهاء همزة میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنے جسمین الف کے بعد ہمزہ ہے اور گاہے اُسکو بے ہمزہ بهی بولتے ہین اصل ماء کی موہ ہے واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وهو جسم لطیف سیال به حیاة کل نام اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالباً بصارت کا حاجب نہین اور بہنے والا ہے جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقاً بماء مطلق وهو ما یتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی ذہن مین آجاے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاے بدون اضافت کے هم منح الغفار مین ہے کہ مطلق پانی وہ ہے جو باقی ہے اپنے پیدایشی اوصاف پر اور اُسمین نجاست نہین ملی اور نہ کوئی اور چیز اُسپر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے کماء سماء و اودیة وعیون وآبار وبحار وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودون کا اور چشمون کا اور کنوؤن کا اور دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنے پالا اور اوس هم آسمان کے پانی ہین اگرچہ اضافت ہے مگر یہ اضافت تشریفی ہے برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اُسمین قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح تربوز کا پانی اودیه جمع ہے وادی کی اور وادی لغت مین اُس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور یہان مراد جنگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہو کر جمع ہوجاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اُسکو رود کہتے ہین هذا التقسیم باعتبار ما یشاهد والا فالکل من السماء لقوله تعالی الم تر ان الله انزل من السماء ماء الایة والنکرة ولو مثبتة فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت مین آسمان سے اُترے ہین حق تعالیٰ کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا الی آخر الایة اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہو جاتا ہے هم اسم نکرہ اُسکو کہتے ہین جو مین

چیز کے واسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہے
لیکن اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہے سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ما کا نکرہ
مثبت ہو سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہے وما یذھب ھم بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم
کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے ہم ہر چند زمزم کنوؤن مین داخل تھا
لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وبماء قصد تشمیسہ بلا کراہۃ اور اس پانی سے طہارت
درست ہے جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکرہہ منہ الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک
طب کی راہ سے ہے اسواسطے کہ برص پیدا ہوتا ہے وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہے احمد بن حنبل نے اس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا
ویرفع بماء ینعقد بہ ملح لا بماء حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعتہ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہے اس
پانی سے کہ جمتا ہے اس سے نمک یعنی اسمین جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہے سوا اس پانی سے کہ نمک گھل کر پانی ہو جاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی
کے اپنی اصلی پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ہم تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا
جیسے سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہے اور سردی مین پگھلتا ہے برخلاف اور پانی کے ولا بعصیر شجر ای معتصر من شجر
او ثمر لانہ مقید اور نہ رو ئیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہے
یعنے ازالۂ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر
بخلاف ما یقطر من الکرم او الفواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اس پانی کے جو انگور کے درخت یا
پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہے حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہے
چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ہم جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکا یا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا
پھل سے خود بخود ٹپکا اسمین اختلاف ہے ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت
کتابون مین صحیح ہے اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ عدم جواز اشبہ ہے تو یہی قول اولی ٹھہرا
کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القہستانی فقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم
جواز پر اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہے اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار
حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کے مانند ہے دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہے شربت
خرما کا ہم حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اسکو دابوغہ بولتے
ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دربوقہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہے ظاہر ایہی مناسب مقام ہے شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوقہ کا
واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشیئ طاہر اور طہارت جائز نہین اس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ہم مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور
اصلی خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

پس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہے کہ مطہر یعنی ما مطلق کا زوال اطلاق یا کمال امتزاج سے ہے یا غلبہ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ
شامی اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مارے اور بعضوں نے کہا
قوت نفوذ اسکی طبیعت ہے اور بعضوں نے کہا ہے رنگ ہونا الغلبۃ اما بکمال الامتزاج بتشرب نبات غالب ہونا پاک چیز کا پانی پر دو طرح پر ہے یا نہایت
اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہو درخت اور گھاس کے جوش سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اشجار اور نباتات نے واسطے
اپنے حصول [illegible] کے زمین سے پانی پینے تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہیں سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بالا اذا قصد بہ التنظیف یا کمال اختلاط
حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے میں اس چیز کے ساتھ جس کی پختگی سے صاف کرنا اور میل چھڑانا منظور نہ ہو جیسے [illegible] پانی ڈال کر پکانا دو قسم ہے ایک یہ کہ میل
صاف کرنے کے واسطے ہو چنانچہ اشنان اور صابون اور بیری کی پتیاں اور خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہیں ایسا پکانا طہارت کا مانع نہیں مگر جبکہ
رقت اور سیلان اسکا باقی نہ رہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی یہ ہے کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہیں چنانچہ
شوربا یہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی و اما الغلبۃ بالمخالط فلو جامدا فبثخانۃ ما لم یزل الاسم
کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانے والی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اسکا غالب ہونا پانی پر پانی کے
گاڑھے ہوجانے سے ہے تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہ ہوگیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہے دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کے پانی پر نبیذ تمر یعنی شربت
خرما یہ ہے کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہوجاتا ہے اسکو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہوگیا نام کے
جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اس سے وضو کرنا جائز نہیں بنا بیہ میں ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم کا پچھلا قول ہے
ولو مائعا فلو مباینا لاوصافہ فبتغیر اکثرہا اور اگر ملجانے والی چیز پانی میں سائل اور پتلی ہے تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اسکا ثابت ہوتا ہے
پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانے والی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہوگیا اب سائل کا بیان شروع
ہوا سائل کی تین صورتیں ہیں یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتیں
ہیں ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو سرکہ پانی کی تینوں صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اسکی دو صفت میں تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ میں یا
مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں تو غلبہ اسکا پانی پر ثابت ہوگیا او موافقا کلبن فباحدہا یا سائل چیز پانی کی بعض صفت سے موافق ہے اور بعضے سے مخالف ہے
جیسے کہ دودھ کہ بو نہ ہونے میں پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ میں مخالف ہے تو غلبہ اسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہوجانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ
یا مزہ پانی پر غالب ہوگیا تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح تربوز کا پانی مزے میں پانی کے مخالف ہے تو اس میں غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہوگا طحطاوی نے
کہا اگر شارح او مساویا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضی نسخہ میں فباحدہما بالصیغۃ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من
النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہے سب تینوں صفات میں چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے تو اگر
مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اُس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں حکم آب مستعمل کی
طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زائد نہ کم تو ظاہر الروایۃ
میں مذکور نہیں بدائع میں ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی النہر الملقی والملاقی اور یہ بھی جو حکم
کہ مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اسکے ساتھ ملگیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمیں کوئی شخص بیٹھا یا اُس نے
غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونوں صورتوں میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہیں ففی الفساقی یجوز التوضی ما لم یعلم

تساوی المستعمل مثلہ ما اقتصر علیہ البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ قاعدہ کہ
بنا بر اُس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہو ہم یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین
بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جسکو انکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے
اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اُسمین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسمین وضو کرنا جائز ہی یا
نہین تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سواے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑ گئی تو وہ ناپاک
ہو جائیگا صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح
مین ملقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین
ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ
جب مجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب مستعمل جب ڈالا جاے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق
غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق
کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ
الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل
اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی ازلیکہ ملقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب اور جائز ہی
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے ان اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اسمین مر گیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین جیسا کہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ لا یفسد ومثلہ فی الحکم بق وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح تر حکم اس
جونک کا جسنے خون کو چوسا ہو قلیل پانی مین مر گئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنے ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھر اور چھوٹی چیچڑی اور
بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھر اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مر جاے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح مین
اسلیے کہ جونک اور مچھر مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماءہ وبزرہ وخرءہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہی کہ
ریشم کا کیڑا اور اسکا عصیرہ پانی اور اسکے انڈے اور بچال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی ہم پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے اوٹاے
جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور
مر گیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی جیسا کہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلہ بیان
ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ موت ما لا دم الخ اسواسطے کہ کنز سے ضعف
نکلتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُسکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف
نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر الرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشایخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح جیسا کہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا کتا
اور پانی کا سور جب پانی مین مر جاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہوجاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا بریا لہ دم
سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم الا اگر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین

ملہ شامی سے نقل کیا کہ بق مچھر اور کھٹمل کو کہتے ہین اور بعض ... ۱۲

پر وہ نہیں ہوتا ہو اسکے مانند تو اُسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہوجاتا ہی صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہوجاتا ہی اگر اُسمین
خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم لو مات ماذکر خارجہ والقی فیہ فی الاصح فلو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ
لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور اسی طرح کا حکم ہی یعنے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پیا پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین
مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو اُس سے جائز ہی پینا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہی جو ناپاک نہین
اگر اُسکا کھانا حرام ہی ونجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط واوز اور ناپاک ہوتا ہی تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اُس جانور کے مرنے سے جو پانی
مین رہتا ہی خشکی مین پیدا ہوتا ہی چنانچہ بط اور چینی بط ہم پانی کی چڑیون مین تصحیح مشائخ ہو لیکن شیخ جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہی لہذا ماتن نے اسی پر
اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور روان چیزون کا حکم پانی کے مانند ہی صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست سے
قلیل فاسد ہوتا ہی نہ کثیر حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اُس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہی کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنے
ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ القہستانی وغیرہ اور اگر پاؤن کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری
رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہی قہستانی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پاؤن سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر
پاؤن کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا ویتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح
ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہی ناپاک ہوجاتا ہی بہت پانی اور اسی طرح رس ہم شارح نے
کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہے اور کثیر اُسکا فاعل ہی سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ جو بات ہی کہ قولہ ویتغیر معطوف ہی بہت پانی پر تو وہ
متعلق ہی نجس ہوت ای کا جسکو شارح مضارع سمجھا ہی وہ جار مجرور ہی یعنے باء سے جارہ ہی نہ باء سے تثنیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہی یتغیر کا تو مطلب یہ ہی کہ ناپاک
ہوجاتا ہی پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہی کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ
جائز نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک وصف کا بدلنا
نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہی اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہی کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے
بدل گیا اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہی ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی
نے بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہی اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہی عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہوجاتا ہی نہ کثیر لیکن حد قلیل اور
کثیر مین اختلاف ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہوجاتا ہی نجاست کے
واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہی کہ وقوع نجاست سے قلیل
پانی مین نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اُسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہی امام مالک کے نزدیک
نہ قلیل کذا فی البحر لا لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اُسکی
گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے
سبب سے ہی یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہی تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے لوگون سے اسکی تحقیق واجب نہین ضرور نہین کذا فی المنح والتوضؤ
من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہی نہر سے معتزلہ کی ذلت کیلئے ہم معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام مین اہل سنت کے مخالف
اصول اور فروع حنفی مین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنے اُنکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہی اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکی مخالفت اس صورت مین ہی جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا
یجوز بماء خالطہ طاہر جامد مطلقاً کاشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہی اس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح
کی جیسا کہ اشنان اور زعفران ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو جیسا کہ مٹی اور جو ہر یا بقصد تنظیف تخلیط ہوئی
جیسا کہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہی جیسا کہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق مین
قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وَفَاکہۃ وورق شجر
وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتون کے پانی مین مل جانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتّی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہون
صحیح تر قول مین ہم نہایہ مین ہی کہ استادون سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود متغیر ہو جانے
تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہین کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی مین اُٹھانے سے معلوم ہو
تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہی ان بقیت رقتہ ای واسمہ کما مر لشرطیکہ اُس پانی کا پتلا پن اور نام اسکا باقی رہا جیسا کہ گذر گیا آب مطلق
کے بیان مین ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو جیسا کہ زعفران کا پانی اُس صورت مین کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اُسکا نام
صبغ رکھا گیا جیسا کہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر
آتی ہو پانی مین یا نظر نہ آتی ہو آب جاری مین سے ناپاک نہین ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہی
مشایخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریاً عرفاً اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین
شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہالیجاے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول
مشہور تر ہی کذا فی البحر وان صححہ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کے مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی
اگرچہ مبدا اور منشا اسکا چشمہ یا جھیل یا مینھ نہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی
کہ جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہی جیسا کہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سدّ النہر
من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقاً پانی نہین رہتا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے
جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر نہراً من حوض صغیر او صبّ رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیہ وعند طرفہ الآخر
اناء یجتمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیاً وثم وثم وتمامہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے
پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمین وہ
روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اُسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم یعنے حوض صغیر سے پانی بہایا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے
آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت مین پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان مین پھر اور آدمی نے
اسی طرح کیا تو سب شخصون کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جب تک متغیر
نہو جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہی یعنے پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین ہوا ہی
اور جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہی شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہی آب مستعمل

کے نجس ہونے پر اور فتوی ہی آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی وان لم یُر ای یعلم اثرہا فلو فیہ جیفۃ او بال فیہ رجل فتوضأ آخر من اسفلہ
جاز ما لم یُرَ فی اسفلہ اثرہ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا جبتک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری مین مردار پڑا ہو یا اُسمین
کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اُسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہی جبتک کہ جانب نشیب مین اُسکا اثر معلوم نہو ہم شارح نے مردار اور
پیشاب کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی مین کچھ فرق نہین وہو اثر طعم او لون او ریح اور وہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہو یا رنگ یا بو ظاہرہ
ثم الجیفۃ وغیرہا وہو ما رجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النہر واقرہ المصنف وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی
اور ظاہر کلام مصنف کا مردار اُسکے غیر دونون کو شامل ہی یعنی آب جاری مین بدون ظہور اثر کے نجاست نہین ہوتی خواہ مردار ہو یا غیر اُسکے اور اسی قول
کی ترجیح دی ہی محقق کمال نے اور اُنکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہی اور اسی کو قوی کہا ہی نہر الفائق مین اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اُسمین نصاب سے منقول ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی وقیل ان جرت علیہا نصفہ فاکثر لم یجز وہو احوط اور قول
دوسرا یہ ہی کہ اگر پانی جاری ہو امردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہین اور یہ قول زیادہ تر احتیاط کا ہی اور اکثر فقہا دون مین یہی
مذکور ہی والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارکا اور فقہا نے آب جاری کے ساتھ ملایا ہی حمام کے حوض کو یعنی وہ بھی بدون اثر کے
بشرطیکہ حوض مین اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو اسطرح پر کہ ما بین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہوگیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک
ہاتھ اس حوض مین ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل الجوانب
مطلقا یہ یفتی اُس چھوٹے حوض کے مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہی ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہی دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہی اُسکی ہر طرف سے ہرطرح
اسی کا فتوی ہی ہم ہرطرح یعنے وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہی تو وقوع نجاست سے ناپاک
ہوگا کذا فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہی آب مستعمل کی نجاست پر اور مبنی یہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہی تو وضو مطلقا درست ہی
کیونکہ مستعمل مغلوب ہی اور مطہر غالب وکعین ہی تخمس فی خمس ینبع الماء منہ بہ یفتی قہستانی معزیا للتتمۃ اور مانند اُس چشمہ کے کہ وہ پانچ در پانچ ہی اسمین سے پانی
جوش مار کے نکلتا ہی اُسکے ہر طرف سے وضو جائز ہی اسی کا فتوی دیا گیا ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہی ہم پانچ کی قید اسواسطے لگائی کہ
یہی تو محل نزاع ہی اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہو تو بالاتفاق وضو جائز ہی وجہ اختلاف یہ ہی کہ چھوٹے حوض یا چشمہ مین آب مستعمل جلد نکلجاتا ہی اور
اور بڑے حوض مین گوشون مین ٹھہر جاتا ہی اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہی اور فتوی اسکے برخلاف ہی وکذا یجوز براکد کثیر کذلک ای
وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہی اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہی یعنی جسمین ایسی نجاست پڑی
جسکا کچھ اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہی بحر الرائق مین ہم اور بعضون نے یہ اختیار کیا کہ اگر کل کرے سو اگر
اُنکل مین یہ آوے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنے موقع نجاست مین ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہی اور کرخی وغیرہ نے
تجنیس کی ترجیح دی ہی بدائع مین کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مطلب اُسکا یہ ہی کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور بلاد النہر
نے کہا کہ غیر مرئی نجاست مین موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہی مگر فتوی اُسی پر ہی جو شارح
نے ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہی فتح القدیر مین ہی کہ اسی قول کی تصحیح اولی ہی ایسا ذکر ہی نہر الفائق مین
کذا فی الطحطاوی والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا لا ہذا
ظاہر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وہو الاصح کما فی الغایۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب وبہ یعمل اور اُس آب بستہ غیر جاری کی مقدار مین جو ناپاک

کذا فی الشامی

نہین ہوجاتا بلا ظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہی مثلی ہو کی یعنے اُس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم خلوص
یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہو طہارت
اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جنسے دہ در دہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ
غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیے ہم بحر الرائق مین دس روایات سے اسکو مذہب ثابت
کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علما متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی
تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہو تا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر انھین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر مجتہد کے استکثار کا اعتبار ہوا
تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد
کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اسکی تصحیح اکثر کتب
معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ در دہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علما سے متقدمین کا
مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اُسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وان التقدیر
بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ورد ما اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ
کی طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا ہم صدر الشریعۃ نے دہ در دہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو
کنوان کھودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے ۱۰ گز ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا
کنوا کھودیگا تو رد کیا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو رد کیا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ در دہ کو
عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی از انجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ اُسکا حریم ہر طرف
سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ عینی نے شرح
ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ در دہ کی سند ہوسکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب
اسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ در دہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مسافت ہشت در ہشت تھی اور دلیل
اُسپر ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے اسمین کچھ تغیر
ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اسکا
دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت در ہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات مین
احتیاط لازم ہی لہذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا افتی بہ
المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اے مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا ضبط اور بندوبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب
اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علما کبار متاخرین نے دہ در دہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونون
کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہوجاے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی الطحطاوی
ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز پر اور
حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی ہم یعنی حوض کی

بالا مین دہ در دہ کی تقدیر کی اصل سے انکار نہین ۱۲

جو آب جاری کے مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہین ہوسکتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہو تو وہ دردہ ہو یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کے چارون طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا طول اور عرض مین سو گز اور حوض مدور مین ۳۶ گز کی ترجیح مذکور ہو ظہیریہ مین اور نیز ظہیریہ مین ۴۸ گز محیط مین کہا کہ ۴۸ گز اعتبار مین زیادہ تر احتیاط ہو کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہو یعنے جسکے تینون کونے معتدل ہین تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو پنجم گز زیادہ کیا ہو اُسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ اسقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہو وتمامہ فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہو کہ معتبر ذراع کرباس ہو یا ذراع مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہین تینون قولون کی ترجیح واقع ہو اور پہلا قول مناسب تر ہو انتہٰی ہدایہ اور تجنیس مین ذراع کرباس کو اختیار کیا ہو علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہو اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہ ہو کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق ولو لہ طول لا عرض لکنہ یبلغ عشرا فی عشر جاز تیسیرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہو اور بہت عرض نہین لیکن اگر اُسکو کسر کے حساب سے پھیلاؤ تو وہ دردہ یعنی سو گز تک پہونچتا ہو تو وضو کرنا اُس سے جائز ہو خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر ولو اعلاہ عشرا واسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ دردہ ہو اور نیچے سے کم دہ دردہ سے تو وضو اُس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہو تا وقتیکہ پانی کمتر کو پہونچے یعنے جب کمتر تک پانی پہونچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہوگا ولو بعکسہ فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنے حوض اوپر سے تنگ ہو دہ دردہ سے کم اور نیچے سے کشادہ دہ دردہ سے زیادہ ہو اُسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جب تک کہ اوپر کا پانی فنا ہوکر دہ دردہ کو پہونچے یعنے جب وہان پہونچیگا تو اب وضو کرنا اُس سے جائز ہوگا کذا فی القہستانی عن السراج الہندی ولو جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمسقف وان متصلا لا لانہ کالقصعۃ اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے جمکر تختہ کے مانند ہو گیا پھر اُسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہو آب بستہ سے تو وضو جائز ہو اسواسطے کہ وہ پانی اسکے مانند ہو جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ دردہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہو تو وضو اُس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ طاس اور طغاری کے مانند ہو یعنے وہ پانی قلیل ہو جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہو کہ وضو اُس سے جائز نہین مگر اسوقت جائز ہو جبکہ ثقب دہ دردہ ہو حتی لو ولغ فیہ کلب تنجس یہانتک کہ اگر کتے نے اُسمین پانی پیا یعنی اس ثقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہو پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیہ فمات لتسفلہ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اسمین گر پڑا اور مر گیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہو کتّے کی تہ نشینی کی وجہ سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب مین پاک ہو جانا ہو ناپاک پانی کا اُسکے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہم یعنے اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہو گیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلیگا تب پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اُسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی وکذا البئر وحوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہو کنوئین اور حمام کے حوض کا یا در کھو یعنے اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہو گیا اُسکے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان لبالب ہوکر جاری ہو گیا دوسری صورت یہ ہو کہ چشمۂ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا وفی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وہو ست قبضات فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلث اصابع علی القول المفتی بہ بالعشر ای ولو حکما لیعم ما لہ طول بلا عرض فی الاصح وکذا بئر عمقہا عشر فی عشر الاصح اور قہستانی مین ہو اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑے ناپنے کا گز ہو اور وہ فقط سات مٹھی کا ہو تو وہ دردہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہو گا ۔

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیوں کا ہی یہ قول ہی بنا بر فتوی متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو اسواسطے
بہتر کہا تا کہ دہ دردہ شامل ہو جاوے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہو بدون عرض کے صحیح تر قول مین اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراو دس گز
کا ہی صحیح تر قول مین ہم طول بلا عرض مین اختلاف ہی ایک قول ہی کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ دردہ کے ہی تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا
اور عیون المذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس ہوجاتا ہی قاضی خان نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہی اور فتح القدیر
مین اسی کو اختیار کیا ہی اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہی تو دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی وینبغی لو کان بقدر العشر لم یتنجس کما فی المنیۃ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہو تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہی ہم یہ قول ضعیف ہی چنانچہ شارح عنقریب
اسپر آگاہ کریگا وحینئذ فعمق خمس اصابع تقریبا ثمانیۃ الاف وثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیسعہ تکسیر کل ضلع منہ طولا وعرضا وعمقا ذراعان وثلثۃ
ارباع ذراع ونصف اصبع تقریبا کل ذراع اربع وعشرون اصبعا انتہی اور اسوقت مین یعنے جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق
دہ دردہ کے حوض مین ۸۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہی اور گنجائش کرتا ہی اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز
اور آدھی انگلی ہی تخمیناً ہر گز ۲۴ انگل کا اب تمام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتبر عدم اعتبار العمق احدۃ فلذا قلت مین کہتا ہون اور قہستانی کے
اس کلام مین کلام ہی یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین
فتح القدیر سے منقول ہی کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب
جوانب مین بلا شک وصول غالب ہی اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہی نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہی کہ ایام گرما مین
خشک ہو جاتا ہی اور چوپائے اُسمین لید کرتے ہین پھر اُسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب
پانی نجس ہی اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک ہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب
مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان مین جو دہ دردہ ہی پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہی اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر
ہی جبتک کہ اُسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اُسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ دردہ ہو گیا
نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہی کذا فی الخانیۃ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء زال طبعہ وہو السیلان والارواء والانبات بسبب
طبخ کمرق وماء باقلا الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدائشی
صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہی زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ
جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہی چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہی اگر اُسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا اور
بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث
کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہی چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع حدث
مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اُسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع
مستعمل کے حکم مین سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین رحمہما و محمد رحمہ کے استعمال ثابت ہی خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع
حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہی کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے
اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہی کہ محدث یعنے بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا اگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

کہ ثواب نہین ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہی اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہی اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی ومن ممیز او حائض لعادۃ عبادۃ یا ہوا استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اسکو مستحب ہی کہ نماز کے وقت وضو کرکے جاے نماز پر بیٹھکر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے وہ پانی بھی مستعمل ہی تقرب کے سبب سے اسی قبیل سے بھی وضو جائز نہین او غسل میت یا ہوا استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہی اگر اسکے بدن پر نجاست نہو وہ ہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہی کہ نجس ہی نجاست جب تو اسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہی اور محمد نے جو غسالۂ میت کو مطلقاً نجس کہا ہی تو اسوجہ سے کہ غالباً نجاست سے خالی نہین ہوتا کذا فی البحر او ید لاکل او منہ بنیۃ السنۃ یا استعمال ہوا ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے واسطے یا کھانے سے فراغت کرکے ادا سنت کے قصد سے ہم حدیث مین وارد ہی کہ کھانے کی برکت ہی پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دھوے ثواب حاصل ہوا اور پانی مستعمل ہوگیا اور اگر یہ نیت نہین چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہی نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی اولاجل رفع حدث ولو مع قربۃ کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھ مجمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ ٹھنڈک کے واسطے وضو کیا ہو جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہرصورت پانی مستعمل ٹھہرا فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملاً اتفاقاً اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سردھونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی بالاتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہی اس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہی قربت سے یا ازالہ حدث سے اور ان صورتون مین کوئی سبب استعمال کا نہین قربت تو اسواسطے نہین کہ نیت نہین کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہین ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہین اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہی اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود مین بلاشبہہ ثواب ہی پھر کیا وجہ ہی کہ تعلیم قربت نہو اسکا جواب یہ ہی کہ قربت تو فقط تعلیم مین ہی نہ پانی کے استعمال مین لہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہین رہی کزیادۃ علی الثلاث بلانیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہین ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہین ہوتا وکغسل نحو فخذ او ثوب طاہر او دابۃ توکل اور جیسے پانی مستعمل نہین ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپایے کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضا غیر وضو ہین یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمین نہ قربت ہی نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہی اولاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحرالرائق مین ہی کہ پانی مستعمل ہوجاتا ہی تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیون تک یا ایک پاؤن تغاری مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس صورت مین نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ثابت ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے برخلاف اور کتابون کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر مین تمام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہی کہ فرض ساقط ہوجاتا ہی مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہین تو ثواب نہین تو ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی ہو الاصل فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہی پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہی کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث مین حقیقۃ اور قربت مین حکماً اسقاط فرض موجود ہی اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہی دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان تغسیل بعض اعضائہ او یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ کرفع کوز فانہ یصیر مستعملاً لسقوط الفرض اتفاقاً اسقاط فرض کا اسطرح ہی کہ دھووے محدث اپنے بعض

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانوں ڈالے مشکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مشکے مین گر گیا ہو تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہو جاویگا فرض کے ساتھ ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنے اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھو دیگا تو کافی ہو جسم چہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو شامل ہو لیکن محیط مین ابو یوسف سے مشہور روایت یہ ہو کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین مشروط ہو اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اور خال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہو بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہو کہ مٹی یا خمیر ہاتھ مین بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مشکے مین ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مشکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین اترنا ڈول نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان فقہا کا اتفاق ہو جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وہی وان لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ مالم یتم لعدم تجزیہما زوالا و ثبوتا علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہوگی جیسا کہ اسقاط فرض کا پورا نہوگا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر یعنی زوال حدث و جنابت کا اور انکا ثابت ہونا متجزی یعنے پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مثلاً ہاتھ سے اسکا مقتضی ہو کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہو ایسا ہی بحرالرائق مین شیخ قاسم نے حواشی مجمع مین کہا ہو کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہو اول بمعنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہ متجزی نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہو ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالے سے ہو قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہو کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر یعنے یون کہنا چاہیے اولا سقاط فرض او سنۃ تو مطلب یہ ٹھہریگا کہ پانی مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو قربت مین داخل ہو اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہو تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیء علی المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہو جاتا ہو اسوقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہ ہو کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہو حرج کے سبب سے ہم یعنے اگر بمجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہو تو اسمین مشقت ہو اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہو اس صورت مین کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین زمین مین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہو پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا بدون اسکے کہ اسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر ودرّ قبان ما یصیب مندیل متوضی وثیابہ عفو اتفاقا وان اکثر اور وہ ترجیح مردود ہو اسطرح سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہو وہ معاف ہو باتفاق شیخین اور محمد رح کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنے جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا امام محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہو تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین نجس ہو مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہو وہو طاہر ولو من جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہو اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر ہم مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ طہارت محمد رح کا قول ہو اور امام رح سے بھی مروی ہو اور تیسرا قول یہ ہو کہ وہ نجس مغلظ ہو اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہو کہ نجس مخفف ہو اور اسکو ابو یوسف رح نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہو لیکن علمانے طہارت

کی روایت کو صحیح کہا ہے یہانتک کہ مجتبیٰ مین ہے کہ مقرر امام اور صاحبین سے صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہے مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ
طاہر ہونا مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد رح کی تمام کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علما سے اور اسی کو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور محیط
مین ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر فتوی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے
احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی رح مین یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہے
لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا للاستقذار وعلی روایۃ نجاستہ تحریما لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھنانے کی وجہ سے اور اسکی نجاست
کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنے والا ہے جو مجتبی اور شرح ارشاد مین ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل
پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی النہر فرع اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او لتبرد مستنجیا بالماء ولا نجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح
انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہے اس محدث کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوے مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے
کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اسکے بدن پر نجاست نہین اور نہ اسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور
کنوئین کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا معتبر ہے یعنی جب شخص کنوے سے نکلا تو انفصال پایا گیا اور حدث حدث اکبر کو بھی
شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گئے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ
اسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر کے مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ
اور خلاصہ مین ہے اور کنوے سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ ماریگا نہانے کے قصد سے تو پانی
بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح
اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال
کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہ امام سے روایت ہے اور
دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسف رح سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول
اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصا
والمراد ان ما اتصل باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ منغمس کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے نہ تمام
پانی کنوے کا مستعمل ہے بنا بر اس قول کے جو گذر گیا ہم نے ایسی صورت مین اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہے کنوئین کے
باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو بشمس وہو یحتملہا طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جا
لینے پکایا جاوے اگرچہ دھوپ مین ڈالا ہو اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہو گا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بنا کر اس
سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اوجھڑی چمڑے کے مانند دباغت قبول کرنے مین پھکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بجائے کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز
کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھکنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اسکا پاک ہونا یہ متعلق ہے کتاب الطہارۃ سے ہے
اور اسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اسکو ذکر کیا دباغت
دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہین ہوتی بالاتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

ہو گی وما لا تحملہا فلا ہوتا ہو کہ ناپاک نہو گی دوسری روایت یہ ہو کہ وہ ناپاک ہوجاویگی ایک روایت مین یعنی دو ہین دونو ں سے پانی پہونچنے سے خشک ہو جسمین ومعویت

دباغت تو پاک نہو گی ازفلا ہی لا قمیصہا فقطا قرہ الزیلعی ذکرہ صغیرۃ حیۃ جلد فلا یطہر ہی ہو فتوے پر قول اسی اور ہو گا پاک نہ وہ ہین پذیر دباغت وغیرہ چمڑا جو اور ہی الفتوی وعلیہ

سے یعنی عدم احتمال دباغت چوہے کی کھال پاک نہین ہوتی اور فارۃ وہی پاک تو کیچلی کی سانپ لیکن نے زیلعی ہو کیا ذکر ایسا کھال کی سانپ چھوٹے سے

اور لیاقت احتمال مین ذبح اور دباغت کہ اسواسطے سے کرنے ذبح ہوتی نہین پاک کھال کی چوہے اور سانپ جیسے کہ بالجملہ یا التقیید فائدۃ یحلہ لا انہ کما

کی قید ہو یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہو وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہو اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہو جاتی ہو جو ذبح کرنے کے

لائق ہو خلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہو سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سور

کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہو یعنے نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضائے بلاغت ہو وآدمی فلا یدبغ

للکرامۃ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہین دیجاتی اُسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضون کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہین

ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہو دباغت سے لیکن اُسکا استعمال جائز نہین اور یہی

منقول ہو مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہو ولو دبغ طہر وان حرم استعمالہ حتے لو طحن عظمہ فی دقیق لم یوکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال دباغت

کیجاوے تو پاک ہوگی اگرچہ اُسکا استعمال کرنا حرام ہو یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نہ کھاوے صحیح تر قول مین اسکی تعظیم کی

وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول

معتمد ہو ہم جبکہ سب کھالون کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہین وما امی اہاب

طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علے المذہب لا یطہر لحمہ علی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتے بہ وان قال فی الفیض الفتوی علے طہارتہ اور جو

کھال کہ پاک ہوتی ہو دباغت کرنے سے وہ پاک ہو جاتی ہو جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر

وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہو اقوال مفتے بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہو اگرچہ مفیض مین کہا ہو کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہو ہم

سراج الدرایہ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہو افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہو مگر عدم طہارت

زیادہ ترجیح ہو کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون الذکوۃ شرعیۃ بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول

اظہر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح وان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبے واقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہو اُسکے کھال

کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہو اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام مین بسم اللہ

کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہو کہ ہان ذبح شرعی شرط ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہو اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس

مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمداً ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہو اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہو اور بحر الرائق مین

اس تصحیح کو ثابت رکھا ہو ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہو کذا فی المنح زاہدی امام مشہور ہو قنیہ اور مجتبے کا مصنف ہو قنیہ

فتاوی اور مجتبی شرح ہو قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہو اور فروع مین حنفی ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ما یخرج من دار الحرب کسنجاب

ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کفار کے ملک سے نکلتا ہو اور دار الاسلام مین آتا ہو جیسا سنجاب اگر اُسکی

دباغت پاک چیز سے معلوم ہو جاوے تو وہ چمڑا پاک ہو یعنے اُسکو پہن کر نماز درست ہو اور اگر اُسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم

ہو تو وہ ناپاک ہو اور اگر شک واقع ہو یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اُسکا دھونا بہتر ہو یعنے واجب نہین وشعر المیتۃ

شامی میں ہے کہ قہستانی نے ... سے ... کو بیان کیا ... بعض مشائخ ... کھال کو پاک ... [illegible]

غیر الخنزیر علی المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہیں سوا سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث میں اسواسطے بیان کی تاکہ معلوم ہو کہ اسکے پانی میں واقع ہونے سے پانی ناپاک نہیں ہو جاتا ہے جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہیں اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہیں ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر قلیل پانی میں واقع ہوں ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے میں دو روایتیں ہیں سراج وہاج میں کہا کہ اسکی نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اسکی طہارت میں اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر میں اسی پر یقین کیا ہے کذا فی المنح وحافرہا وقرنہا خالیۃ عن الدسومۃ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنے بال اور ہڈی اور پٹھا اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہیں جبکہ انپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہیں یہ ناپاکی ذاتی نہیں بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وکذا کل مالا تحلہ الحیوۃ حتی الانفحۃ واللبن علی الراجح اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمیں زندگی نہیں سرایت کرتی یعنے جانداروں کے بدن میں وہ چیزیں ہیں جنمیں جان نہیں چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہانتک کہ خمیر یا ہے یعنے چیتا اور مردار کا دودھ بنا بر قول راجح کے ہم انفحہ [illegible] جبکہ ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ لبستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہے اور لبستہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر ذبیح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا نہیں پاک ہے یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہیں اور اسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذہب اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہیں مذہب درست پر ہم مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہے آدمی کے کان میں سو بدائع میں ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ میں ہے کہ ناپاک نہیں وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتتہ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہو گئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اسی شخص کے حق میں جسکا وہ جز ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے مراد وہ عضو ہے جسمیں جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق میں پاک ہے یعنے بالخصوص نماز میں اسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ میں اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولذا یفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنی آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا پانی میں گرا اور زیادہ شمار میں آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت میں خون نہیں ہے اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اسکو جان رکھو کہ کتا نجس العین نہیں یعنی اسکی نجاست ذاتی نہیں خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا شرعا درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق میں ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ اکول نہیں وہ پاک ہے اور گوشت اسکا ناپاک ہے فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا بعضہ ما لم یر ریقہ اور اگر کتا کنوئیں میں سے زندہ نکالا گیا اور اسکا منہ پانی میں نہ لگا تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا جھٹکنے سے کتے کی

چھینٹیوں سے اور نہ اسکے کاٹنے سے بیشک اسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہو یعنے اگر کسی نے بین کتا منہ ڈالیگا یا کاٹنے مین اسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہی گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہی ولا صلوٰۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز پڑھتے مین کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو یعنے اسواسطے کہ ظاہر اُسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو کبیرا اشارہ کیا کہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی و شرط الحلوانی شدفمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا منہ بند کر لینا شرط کیا یعنے حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اسکا منہ بند ہو تاکہ اُسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہی نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہی تو اُسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اسکے بال کے پاک ہونے مین ہم بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اُسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہی اسکا جواب یہ ہی کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہین کہ اُسکا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اسکا اسوجہ سے ناپاک ہی کہ اسکے ساتھ لعاب اُسکا مخلوط ہی اور لعاب پیدا ہوتا ہی گوشت سے اور گوشت ناپاک ہی دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال یوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہی ماکول ہی ہر حالت مین یعنے خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہی مگر اسکا کھانا حلال نہین وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الے الطیبیۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہی مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہی کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے ہم یعنے ہر چند مشک اصل مین خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہی لیکن اب تحلیل سے خوشبو ہوگیا حقیقت اسکی بدل گئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہی کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہی اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ مین ہی اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہی زباد بزا معجمہ و با موحدہ ہر دو بر وزن سحاب خوشبو دار چیز ہی یعنے ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہی کہ اسکے دم کے نیچے مخرج کے پاس تجمع ہو جاتا ہی اُسکو پکڑ کے کھرچ لیتے ہین قاموس مین زباد کی تفسیر جانور کی اُسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کھانا حلال ہی جیسا بکری اور اونٹ اُسکا پیشاب نجس ہی بہ نجاسۃ خفیفہ اور محمد بن حسن نے اُسکو پاک کہا ہی ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوا دوا کے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہم اور محمد رح کے نزدیک مطلقا جائز ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہی اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ درست نہین ہی چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہی لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنے کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہی یہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہی جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہی اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہی اور اسی قول پر فتویٰ ہی ہم خانیہ مین ہی قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اُس چیز مین جو تم پر حرام کی یہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہی اور جنمین شفا ہی اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہی ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہی صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہی شفا حاصل ہونے کے وقت

اور حاوی قدسی مین ہی کہ جب خون آدمی کے ناک سے روان ہوا اور بند نہوا یہانتک کہ اسکے مرجانے کا خوف ہوا اور تجربہ ہوا اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب یا سورۂ اخلاص اس خون سے اسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول مین رخصت نہین ہی اور دوسرے قول مین رخصت ہی جیسے شرب خمر کی رخصت ہی پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی ہی کذا فی منح المصنف مختصراً

فصل فی البیر یہ فصل ہی کنوئین کے مسائل مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم تشمع فان شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اسکے گرنے سے اتنے ڈول نکالے جائینگے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی بیس ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہونگے اور نجاست مخففہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہی کچھ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر فافہم نجاست مذکورہ گری اس کنوئین مین جو کم ہی مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ہم سابق مین مذکور ہوچکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہوا اور متاخرین کے فتوے پر وہ دہ در دہ کثیر ہی تو اگر کنوان دہ در دہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تاوقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو تغیر نہو ولا عبرۃ بالعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار نہین کنوئین کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہی نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وہ قدر نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر او ماتت فیہا او خارجہا والقیت فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقاً کسقط یا مرگیا کنوئین مین یا مرا کنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہو خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان دونون کے کنوئین مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا ہی لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہی ہر طرح بلکہ مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط ناپاک کردیتا ہی حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہوچکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی البحر وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا ثم وقع فیہا ذکرہ الوانی جانور دموی مرکے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہوگیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہی علامہ وانی نے ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاوے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت ایسا ذکر کیا ہی ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح الماء الی حد لا یملأ نصف الدلو یطہر الکل تبعاً پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اسکا نکالنا نہو سکے جیسے لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک کپڑا کہ غائب ہوگیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہوجاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنے ڈول اور رسی اور گھرنی اور کنوئین کے گرد پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہوجانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک ہوجانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہوجاتا ہی جبکہ شراب سرکہ بنجاوے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہوجاتا ہی محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہوگیا تو اسی قدر نکالا جاوے جتنا باقی رہا تھا قول صحیح مین کذا فی الخلاصۃ ہم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین قید بالموت لانہ لو اخرج حیاً ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجساً نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے مین موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہین مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہی تو کچھ پانی نکالا نجاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹھے کا اعتبار ہوگا سو اگر اس حیوان کا جھوٹھا ناپاک ہی تو سارا پانی

نکالا جاوے اور اگر ایک پہر یا کم رہ جاوے ... تو پھر بھی نکالنا واجب ... یہی قول صحیح ہے ... کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ ...
پانی ... نکالا جاوے ... نجاست ... بیان کیا ... یہ قول ... کی نجاست ... کذا فی الطحطاوی ...
... کے واسطے ... ڈول نکال ... ان ... اور بعضوں نے ...
کے واسطے سارے پانی کا نکالنا ... فی الطہارۃ ... کا دمی ...
تا ... اور ... ڈول نکالنا ... اور کوئی ... غسل آدمی کے کنوئین مین گرنے
اور ... ڈول کا نکالنا مستحب ہے وہم بہ ارادۃ الطہارۃ ... من ہرۃ ولا الفارۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقاً کما فی
... سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اس صورت مین ہے جبکہ چوپایا کا منہ لی ہے اور نہ بلی کتے سے اور
دیکری ... سے ... اگر ایک بھاگ کر کنوئین مین گرا ہو تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقاً یعنے پانی مین اسکا منہ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ
مین ہے ہم جانور گرنیکے خوف سے پیشاب کر دیتا ہے یہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبیٰ الفتویٰ علی خلافہ لان فی بولہا شکا لیکن نہر الفائق
مین مجتبیٰ سے منقول ہے کہ فتویٰ اسکے خلاف ہے یعنے پانی نکالنا واجب نہین اسواسطے کہ پیشاب کے وجود مین شک ہے یعنے اور شک سے کوئی چیز ثابت
نہین ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئین کے چشمہ دار
تو اسقدر پانی نکالا جاوے جتنا اسمین تھا ابتداء اخراج کے وقت ایسا کہا ہے حلبی نے ہم یعنے زائد کا نکالنا لازم نہین اور شارح نے ابن کمال سے پہلے وقت
وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہے ویوخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتیٰ وقیل یفتیٰ بمائتین الی ثلثمائۃ وہذا ایسر وذاک احوط عمل
کرنا چاہیے اسمین یعنے پانی کی مقدار مین ان متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب الکل ہو اسی قول پر فتوے ہے یعنے جب انکے انداز کے موافق
پانی نکل چکا کنوان پاک ہوگیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہے اور دوسرا قول آسان تر ہے
اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہے ہم دوسرا قول محمد رح سے مروی ہے اور جبکہ انھون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ۲۰۰-۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ
فتویٰ دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے مین بلا دلیل
سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباس اور ابن زبیر سے مخالف اسکے منقول ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا متفسخ ولا متمعط
فان کان کادمی وکذا سقط سخلۃ وجدی واوز کبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہین اور نہ پھٹا اور نہ اسکے
بال جھڑے ہین تو اگر جانور آدمی کے برابر ہے جسمیت مین اور اسکے مانند ہے ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاوے
وان کان کحمامۃ وہرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہے تو ۴۰ ڈول نکالے جائین وجوب کی راہ سے
ساٹھ ڈول تک نکالنا ہے استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہے گنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰ ڈول نکالے
جائین ۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنے ۲۰ کا نکالنا واجب ہے اور ۳۰ کا مستحب وہذا التعمیم المعین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وحب حیث یہراق الماء
کلہ لتخصیص الآبار بالآثار بحر ونہر اور یہ حکم شمار ہی ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور مٹکہ کلان کے اسواسطے کہ اسکا تمام
پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمین جانور گر کے مر جاوے اسواسطے کہ کنوون کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا اہل
صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر یعنے کنوئون کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور مٹکہ کو غیر چشمہ دار کنوئین کے ساتھ
ملحق نہین کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز ونحوہ فی الفتح مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہے تنقیح

ہین ونقل عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا قنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین کے مانند ہے اور رکیہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تنبیہ نہین
ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنے گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین رکی بمعنی حفر مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکو اہل سندھ چاہ
بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر وعلیہ فالصہریج والزیر الکبیر یخرج منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اور مصنف نے
فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹکا پانی کی آدھی سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کے مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی
مٹی سے کنوئین کے مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سوای مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو بیان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہے
بدلو وسط وہو دلو تلک البئر چنانچہ بیس یا چالیس ڈول نکالے جاوین تو متوسط ڈول ہے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہے جو اس کنوئین کا ڈول ہو
یعنے جس ڈول سے اسکا پانی بھرا جاتا ہے فان لم یکن فما یسع صاعا پھر اگر اس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی سمائے
ہم صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمینًا تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ غیرہ ہے اور اسکے سوا سے یعنے جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جائے
صاع والے ڈول سے یعنے اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۴۰ ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے دلالۃ ظاہر ہوئے کہ
کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہوگیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے وکفی ملأ اکثر الدلو اور
کفایت کرتا ہے ڈول کے شمار مین بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہے نکالنا اسقدر
پانی کا جو کنوئین مین موجود ہے اگرچہ ڈولون کے شمار سے کم ہو یعنے ۲۰ ڈول مثلا نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۱۰ ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے
نکالنے سے پاک ہوگیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہوگیا تو کچھ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور کفایت کرتا ہے کنوئین کے تھوڑے پانی
کا بہنا ہم کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسمین دو چشمے ہین ایک سے پانی نکلتا ہے اور دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ
اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہوجاویگا اسلیے کہ طہارت کا سبب یعنے جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک
حوض جاری ہوجانے سے پاک ہوجاتا ہے وغوران قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت مین کنوئین کے اسقدر پانی کا زمین کے اندر چلا جانا جسقدر کا نکالنا
واجب تھا ہم اگر اسفل خشک ہوگیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کے مانند ہے حکم مین یعنے
اسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے کما انہ ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ
مرغی کے برابر ہے حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالۃ النص کے ہم دلالۃ النص اسکو کہتے ہین
کہ صریحًا مذکور نہین مگر بطریق اولی اسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہووے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے اسمین بطریق اولی ۴۰ واجب ہونگے
اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کرنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی کے ساتھ
ہم سراج وہاج مین ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونون زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۴۰
ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہے یا اسنے پیشاب کردیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی
عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ اتفاقا اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہے حکم مین بالاتفاق یعنے تمام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہون
کے مانند ایک چوہے کے مانند ہے حکم مین یعنے ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے والثلاث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہین ۴۰ ڈول
نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہے اور اسکو محمد رحمہ

لیا ہو کذا فی الجوہرۃ ویحکم بنجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہو جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم
ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور پھٹا
اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنے کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات
اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہو اور اس آٹے کے حق مین جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب
کے ہاتھ بیچا جاوے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے
حق مین جیسا کہ کپڑا دھونے کے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست
کا بطریق استناد کے ہو اور انکے ماسوا مین بطریق اقتصار کے وہذا لو تطہر من حدث او غسل من خبث والا لم یلزمہم شیء اجماعا جوہرہ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل
مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اسوقت ہو کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے
دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہو اسواسطے کہ پانی
کی طہارت اور نجاست مشکوک ہو اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمین تو مانع بالیقین ثابت ہو یعنی حدث اصغر یا
اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہو کذا فی الطحطاوی ومنذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم
کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے ہم استحسان عبارت ہو احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا عبارت ہو قیاس کے ترک کرنے
اور اس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہو اور بعضون نے کہا عبارت ہو احکام مین آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہ ہو کہ استحسان
سختی کا چھوڑنا ہو اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر) کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اس قیاس
کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہو لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہو نہر الفائق مین ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب
ظاہر ہو تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک وجود پر زمانہ وقوع کا سابق ہو تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر
مین ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شیء قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان
کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگون کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہو صاحبین کا قول یہی
قیاس ہو اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہو کہ حیوان کنوئین سے
باہر مرا ہو پھر اسکو ہوا نے یا کسی نادان نے یا چڑیا نے کنوئین مین ڈال دیا ہو نہر الفائق مین ہو کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہو اور صاحبین کا
قول لوگون کو آسان تر ہو فتاوی عتابی مین ہو کہ صاحبین کا قول مختار ہو اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہو کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہو اسواسطے کہ امام کی دلیل
کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہو اور وہ احوط بھی ہو انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے
احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے ہم نوادر ابن رستم مین امام سے منقول ہو کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسی کو محیط مین اختیار کیا ہو کذا فی النہر
ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہو کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لم تنقب فیہا اعاد مذ وضع القطن والا فثلثۃ
ایام ان منتفخۃ او ناسفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

وقت سے اور اگر بیٹ میں سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگرچہ پھولا یا خشک ہوا ور اگرچہ پھولا یا خشک نہ ہو تو ایک دن کی نماز پھیرے ہم روئی بھرنے
کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئیں سے پانی نکالنا لازم نہیں
چوہے کے پیشاب میں صحیح تر قول میں کذا فی الفیض ولا بخرء حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہیں کبوتر اور چڑیا کی
بیٹ پڑنے سے کنوئیں میں اور اسی طرح کا حکم ہے پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول میں اسواسطے کہ حفاظت کنوؤں کی اُنسے نہیں ہو سکتی ولا انتقاط
بول کرؤس ابر وغبار نجس للعفو عنہا اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چھینٹیں نہایت صغیر ہیں جیسا کہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے
اسواسطے کہ یہ دونوں معاف ہیں وبعرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیوں کے پڑنے سے کنوئیں کا پانی کا نکالنا لازم ہے کما لو
وقعتا فی محلب وقت الحلب فرمیتا فورا قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیاں پڑگئیں دودھ کے برتن میں دودھ دوہنے کے وقت پھر
پھینکی گئیں اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینکی گئیں ہم یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی کرنے کی عادت
ہے تو سوا اس وقت کے عفو نہیں کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیوں کا ذکر کرنا
اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیوں سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر
والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد وکما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا یقدر شیئا بالرأی اور اسی واسطے یعنی اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیاں بھی معفو ہیں
نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہیں جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہے یعنی جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ
وغیرہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہیں ٹھہرایا کرتے تھے معراج الدرایۃ میں کہا یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور
غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہر ڈول میں مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیاں ہوں تو کثیر ہے والا قلیل
تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے والا قلیل فرع مسئلہ لمحقہ شارح کا ولیس بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئیں اور نجاست کے
کنوئیں اور گڑھے میں اسقدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئیں میں ظاہر نہو ہم جب پانی کا اثر یعنی رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنواں پاک ہے
اگرچہ دونوں میں ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونوں میں دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سؤر بمسئر اسم
فاعل من اسآر ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست میں جھوٹا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلیے کہ جھوٹی چیز میں اس
جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہے ہم جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان
سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنی انکا جھوٹا اور پسینہ سور بمعنی البقیۃ یعنی جھوٹا
اسکو کہتے ہیں جو پینے والے سے برتن یا حوض میں پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سور بولتے ہیں بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے
جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک میں کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امراۃ
تو جھوٹا آدمی کا مطلقا اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
کافروں کو مسجد میں شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز مجتبی ہاں مکروہ ہے جھوٹا عورت
کا مرد کو اور مرد کا جھوٹا عورت کو یعنی اجنبی مرد اور عورت کے حق میں لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی المجتبی
ہم یعنی یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہو اور محلوق اپنے سر میں اسکے ہاتھ
لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہے تو حجامی امرد کی مشت مال بطریق اولی مکروہ ہوگی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں کا دبوانا امرد سے وماکول لحم ومنہ

الفرس فی الاصح ومثلہ ما لا دم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جسکا گوشت کھانا حلال ہے اور اسی قسم سے گھوڑا صحیح تر قول مین اور اسی کے مانند ہے وہ
جانور جسمین دم مسفوح نہیں ہے گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہے کہ جہاد کا آلہ ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ
نہیں طاہر الفم قید الکل طاہر طہور بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہے یعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہیں جبکہ انکے منھ پاک
ہوں نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہے اور غیر کا پاک کرنے والا ہے احداث اور اخباث سے بلا کراہت مطلقاً یعنے مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے
وسؤر خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الھرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپایہ درندوں کا ناپاک ہے اور درندوں
کا ناپاک ہے اور درندوں مین جنگلی بلی داخل ہے اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہے ہم چوپایہ درندے چنانچہ شیر اور چیتا
اور بھیڑیا شراب خوار مین فوراً کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال سے منھ اسکا دھوگیا پھر اسنے پانی پیا تو اب اسکا جھوٹھا ناپاک
نہیں ولو شاربہ طویلاً لا یستوعبہ اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہے کہ اسپر زبان نہیں پہونچتی تو اسکا جھوٹھا ہر صورت
ناپاک ہے اگرچہ بعد مدت کے اسنے پانی پیا ہو وھرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظہ ہے اور
اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے منھ کو چاٹا یہانتک کہ اسکا پاک ہوجانا مظنون ہوا تو اب اسکا جھوٹھا پاک ہے کذا فی الطحطاوی وسؤر ھرۃ
ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر
للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلاً کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور
ان درندوں پرند کا جنکے پالنے والوں کو انکی چونچ کی طہارت معلوم نہیں اور جھوٹھا گھروں کے رہنے والے جانوروں کا پاک ہے ضرورت کی وجہ
سے مکروہ تنزیہی ہے صحیح تر قول مین اگر سوائے اسکے اور پانی ملے اور اگر انکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہیں اصلاً جیسے
انکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہیں قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہوجاتا
یعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہے تو اسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین ہم سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہے
چونکہ انکا گوشت حرام ہے تو قیاس یہ تھا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہے پاک لیکن غالب
مردار خور ہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوے تو کراہت کا شبہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہوں اور انکے پالنے والے کو انکی چونچ کی طہارت معلوم
ہو تو انکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں یہ روایت ہے ابو یوسف رح سے اسکو پسند کیا ہے متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہے ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہے کہ قیاس
چاہتا تھا کہ انکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست انکی ساقط ہوگئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہے اور
کراہت ثابت ہے نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسؤر حمار اہلی ولو ذکراً فی الاصح وبغل امہ حمارۃ اور جھوٹھا پالو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین
اور اس خچر کا جسکی ماں گدھی ہے مشکوک ہے ہم مقابل اصح بعضوں کا قول ہے کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہے اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہے اصح کی وجہ یہ ہے
کہ سونگھنا امر موہوم ہے غالب الوجود نہیں تو اسکا اعتبار نہیں فلو فرساً او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ والعبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریحہم بحل اکل ذئب ولدتہ
شاۃ واعتبارھم الام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السؤر کما لا یخفی تو اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اسکا جھوٹھا پاک ہے جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے
جو پیدا ہوا گور خر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا
اور ماں کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہے جھوٹھے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہم یہ رد ہے ملا مسکین شارح کنز پر کہ اسنے مشابہت
کا اعتبار کیا ہے وما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہے ہمارے

استاد خیرالدین رملی نے کہا کہ وہ روایت نادرہ مشہور کے مخالف ہی یعنی معتمد نہین ہم ٹھیک بات یہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے و اشباہ سے یون نقل کیا ہی
کہ جس حیوان کا اعلا الابوین ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول تو وہ حلال نہین اصح قول مین عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہ ہی کہ ان کا اعتبار کرنا محققین مین مشہور
قول ہی کذا فی الطحطاوی مشکوک سے اور یہ تاالی طہارتہ حتی لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء گدھے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے مین شک ہی اور اسکے
پاک ہونے مین شک نہین یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی مین پڑجاوے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنے اگر نصف سے کم ہی تو وضو اس سے جائز ہی چنانچہ
آب مستعمل مین اجزا کا اعتبار ہی ہم دلیل شک یہ ہی کہ ثبوت ضرورت مین تردد ہی اسواسطے کہ گدھا مکانات مین باندھا جاتا ہی تو ظروف سے پانی پیتا ہی اور
ضرورت کو اسقاط نجاست مین اثر ہی چنانچہ بلی اور چوہے مین مگر گدھے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہی کیونکہ وہ دونون ہر جگہ گھر مین آمد و رفت رکھتے ہین
برخلاف گدھے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی چنانچہ کلب اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری
وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہوگئین تعارض کی وجہ سے کذا فی البحر وہل یطہر النجس قولان اور گدھے کا جھوٹھا پانی ناپاک
چیز کو پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول مین ایک قول یہ کہ ہان پاک کردیتا ہی اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضا بہ او یغتسل و یتیمم ای یجمع
بینہما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدھے اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کرے
یعنے دونون کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ آب مطلق غیر مشکوک کو نپاوے ہم نماز واحد مین جمع بین الوضوء والتیمم
احتیاط ہو نہ اوسے واحد مین تو اگر گدھے کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو ٹوٹا اور اُسنے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہی یہی قول صحیح ہی
اگرچہ اوسے واحد مین جمع نہ کیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایہما شاء فی الاصح اور وضو اور تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین ولو تیمم وصلی ثم اراق لزمہ
اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدھے کا جھوٹھا پانی گرا دیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر
ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہی جبکہ پانی مطہر نہو لہذا یہان گرانے سے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہی
ویقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذہب المصحح المفتی بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنے فقط تیمم
متعین ہی وضو اس سے جائز نہین بنا بر قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین
ہم نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرمے پانی مین ڈالے جاوین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہی یعنے تیمم کرنا
نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد رحمہ کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہی اور نبیذ حرام جبکہ گاڑھا اور نشہ آور ہوجاوے تو بالاتفاق وضو جائز نہین
تصحیح مجمع اور بحرالرائق مین ہی کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اس سے وضو نکرے یہی مذہب مصحح مختار ہی کذا فی المنح
لعرقہا وحکم العرق کسورہ اور پسینہ جھوٹھے کے مانند ہی حکم مین ہم اسواسطے کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہی لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت
سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹھے کے ساتھ معتبر ہی طہارت اور نجاست اور کراہیت مین کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکلا علی المذہب کما
فی المستصفی تو گدھے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفی مین مذکور ہی وفی المحیط عرق الجلالۃ عفو فی الثوب والبدن اور
محیط مین ہی کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنے ہرچند نجس ہی مگر عفو ہی اور ظاہر تقیید اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف
نہین وفی الخانیۃ انہ طاہر علی الظاہر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب ہی تیمم کے احکام مین ثلثہ بہ تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے مین ذکر کیا قرآن مجید کی پیروی سے قرآن مجید مین

تیمم دو مقام مین مذکور ہی سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ مین سو حق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی و ہو من خصائص
ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہہ یعنے اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے فریدہ رحمت سے ہم خاکسارون کے حق
مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک و ہو لغۃ القصد و شرعا قصد صعید شرط القصد لانہ النیۃ مطہر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح
مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی ھم یہ تعریف تیمم کی مقبول نہین
اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہی چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مارکے بشرط نیت
کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک
مٹی جبکہ وہ خشک ہو جاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہو گئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہی مگر پاک کرنے والی نہین ہی کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن
نماز اسپر درست ہی و استعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکما تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے ھم یہ جواب ہی سوال
مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ
مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر ھم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے
پھر اپنے چہرے کو ملے اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر اُنسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح ہذا وافاد ان الضربتین
رکن و ہو الاصح الاحوط یہ یعنی طور خاص سے اسکا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی ھم بعضون
نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ
اگر بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہی شمس الائمہ کا اگرچہ
اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلی بہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہیے عبادت کے ادا
کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہو گیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین ھم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اس عبادت
مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب
اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا و شروطہ ستۃ النیۃ والمسح ولو بثلث اصابع فاکثر
والصعید وکونہ مطہرا و فقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲۔ مسح ۳۔ تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۴۔ مٹی ۵۔ مٹی کا مطہر ہونا ۶۔ پانی
کا نہ پانا عام فقدان آب عام ہی حقیقی ہو جیسا کہ اسوقت پانی کا اصلا نہ ہونا یا فقدان حکمی ہو جیسا کہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کرسکنا وسنتہ ثمانیۃ الضرب
بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اول باطن کفین یعنے دونون ہتھیلیون کو اندر
کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھکر آگے کھینچنا ۳۔ انکو مٹی پر رکھے ہوئے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴۔ انکو جھاڑنا ۵۔ مٹی پر
رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار اُنکے مابین مین آ جاوے ۶۔ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷۔ ترتیب یعنے اول مُنھ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ
پھر بائین ہاتھ کو ۸۔ پے در پے ملانا یعنے مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہو تا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام
فزدتہ وضممت سنۃ الثانیۃ فی بیت آخر فغیرت شطر بیتہ الاول فقلت ۵ والاسلام شرط عذر وضرب ونیۃ ٭ ومسح وتیمم صعیدا مطہر ٭ وسنتہ سمی وبطن و
فرجن ٭ ونفض وترتیب ووالی اقبل فدبر ٭ اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شروط مین اسلام کو زیادہ کیا سو مین نے بھی اسکو زیادہ کیا
اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملا دیا اور اسکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کے وقت

اور عذر شرط ہے تیمم کی یعنے پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب بکفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اسکا مطہر ہونا شرط ہے اور سنتین تیمم کی یہ ہین کہ اسی تیمم کرنے واسطے تسمیہ اللہ کہنا اور باطن کفین سے ضرب کرنا اور انگلیون کو کشادہ رکھنا اور ہتھیلیون کو جھاڑنا اور ترتیب کے ساتھ تیمم کرنا اور پے در پے بلا توقف تیمم کرنا اور مٹی پر ہاتھ رکھکر آگے کھینچنا اور پیچھے ہٹانا اور منجملہ شرط تیمم کے یہ ہے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع حیض اور نفاس ہے اور زائل کرنا مانع مسح کا جیسا کہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من عجز مبتدأ خبرہ تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ تفوت الی خلف لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا یعنی جو شخص کہ عاجز ہو آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہو اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ چھوڑکر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہے ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہے اور تیمم اسکی خبر ہے جو آگے آویگا چند سطر کے بعد اور آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہے اگر اتنا پانی ہے کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہے کفایت کرتا ہے تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سبب کے نزدیک اور اگر وضو کرے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا جیسا کہ بحر الرائق مین ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑکر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہے اور نماز جمعہ ہے جسکا خلیفہ ظہر ہے اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہے جہان یہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار مین صحیح ہے خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہے وہو اربعۃ آلاف ذراع وہو اربع وعشرون اصبعا وہی ست شعیرات بظہر لبطن وہی ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور انگل چھ جو کی ہے اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو چھ بال کا ہے او لمرض یخاف منہ اشتداد او بطء برئہ بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو بتحرک یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت مرض اور امتداد حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہوگی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق مسلم یہی بتاوے تو تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہے اور اسکے پانون مین سخت پھوڑا یا بہروا ہے اور وہ یہ ظن غالب جانتا ہو کہ مین اٹھکر پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہے او لم یجد من یوضئہ یا بیمار نے نپایا اسکو جو اسکو وضو کرادے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگر دستور کے موافق مزدوری دیکر اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہے تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضئ صاحبہ وعبدہ وامتہ ولو مملوک یجب اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا یا خبر گیری اسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہے یعنی مالک مملوک کی خبر گیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفئہ یا عاجز ہو اس سردی سے جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہے یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر مین ہو جبکہ اسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے کو گرم کردے یعنے پانی گرم کرنے کا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے وضو کو چھوڑکر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرستی کی بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل بالعدۃ فیاثم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے وہ ہمارے زمانے مین حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین دی یعنے جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہین نعم امکان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہان اگر اس شخص کا

مال اسوقت موجود ہو تو اسکو لازم نہیں خرید کرنا وہ وہ پر اس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خرید لازم نہیں وہ وہ معذور ہے تیمم کرلے و خوف
عدو کحیۃ او نار علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر
آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف
ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ہم اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ
ظالم ہے اور اسنے قرض میں دیر لگانے سے ثم ان نشأ الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہے بندے کے ڈرانے سے تو
مقیم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہیں ہے تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنے خدا کی طرف سے ہے کذا فی البحر بحثا ہم نقلا
عن الخانیۃ میں ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے
کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے جیسے کہ اسکے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب
اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مالا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتہ یا
رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ہم جس پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہے وہ بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی خواہ
ہو یا اجنبی تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وکذا العجین او ازالۃ نجس کما سیجئی اور تشنگی کے مانند ہے آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا
دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید
کیا ہے تعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رکھ سکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ
مذکور سے ممکن ہے اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا وقتالہ اور سراج میں ہے کہ مضطر کو یعنے جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو
والا وہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رایگان ہے یعنے نہ اسمیں قصاص ہے نہ خون بہا
نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنے اگر قتل عمد ہے تو قصاص ہے اور اگر
شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او لعدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے
بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے ہم یعنے جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوگی کنوئیں کا وجود اور
عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے لیکن اگر کپڑا ہو تو تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ہم اور اسی کے مانند
رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت میں تیمم
جائز نہیں وان نقص بادلائہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے
ناقص اور خراب ہو جاوے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی میں ڈالنے سے بد رنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف
پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہے تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہیں پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت
سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہو تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہے بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہے توشیح میں کہا ہے کہ یہ سب
ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہے کما لو وجد من ینزل الیہ باجر چنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئیں میں اترے اور پانی لاوے مزدوری کے بدلے
یعنے اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر [illegible]

الاعذار کلھا عاجز نا کو تیمم کرے ان سب عذرون سے یعنے میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آب کشی ہر واحد
علت مستقلہ ہی جواز تیمم کی جتنے کو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یتصل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی فتصیر
الاولی کان لم یکن جامع الفصولین فلیحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہوگئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اسکو مباح
ہوگیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہی اور پہلے رخصت
اجازت شرعی ۱۲
اسطرح ہوجاتی ہی گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا ذکر ہی جامع الفصولین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رخصت سے مراد یہان تیمم ہی اور اسباب سے مراد بُعد
اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہی جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہی جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہی مستوعبا وجہہ حتے
لو ترک شعرۃ او وترۃ منخر لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا بیچ بین المنخرین کو مسح کرنے
سے چھوڑیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ویدیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرک بہ یفتی مع مرفقیہ فیمسح الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونون ہاتھون کا
تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے یعنے اپنے مقام سے ہٹا دے اسی کا فتوی ہی اپنی کہنی
کی طرح یہان فقط تحریک کافی نہین بدون مسح کرنے انگشت کے ہاتھون کا مسح کرے دونون کہنیون کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہو اور کچھ کہنی باقی ہو تو اسکا بھی مسح
کرے بضربتین ولو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مارکے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہون یعنے اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرادے تو اسکو بھی ضربتین
کافی ہین اسطرح کہ ایکبار سے اُسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو ہم حاکم اور طبرانی
اور دارقطنی نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین یعنے اہل حدیث اس
حدیث کو ضعیف کہتے ہین لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہی اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہین معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم مین احادیث متفاوت اور متعارض
ہین بعضی حدیث مین ضربتین ہی اور بعضی مین ضربۃ واحدہ اور بعضی مین مطلق ضرب اور بعضی مین کفین اور بعضی مین یدین الی المرفقین اور بعضی مین [illegible]
ایکبار اتارنا ۱۲ تو کنایان ۱۲
مطلق آور لینا احادیث ضربتین اور مرفقین کو جیسا کہ امام اعظم کا مذہب ہی اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث طرفین ہی اسواسطے کہ ضربتین مین ضرب بہ دخول ہی
اور مسح ذراعین تا مرفقین مین مسح تا کفین داخل ہی دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی وما یقوم مقامہا کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ
او ادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہی ضربتین کے یہ تیمم جنسے اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہ
مین ہی کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنے سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام مین داخل کردیا تیمم کی
نیت سے تو جائز ہی اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہی تیمم کرنیوالے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر تو اس تقریر سے معلوم
ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہین معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابون مین ذکر ضرب کا واقع ہی اور اصل یعنے مبسوط مین وضع مذکور ہی نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ
ضرب رکن ہی تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہین اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہین تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع
ہوا یا بعد اُسکے نیت کی تو کافی ہی فتح القدیر مین ہی کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین فقط مسح مامور ہی اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ التیمم
ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہی یا بنظر غالب عادت کے ہی تو شارح نے اس مقام مین فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا
طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہوگئی اپنی عادت کے موافق یا زچا ہو ہم جنب کو تیمم جائز ہی عمار یاسر کی حدیث
کی دلیل سے جو صحاح ستہ مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچا ملحق بہ جنب
ہین جواز تیمم مین کذا فی النہر بطاہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس ہی اگرچہ اسپر گرد

[illegible] ایکبار کا دونون ہاتھون کے پہلے کہنیون تک ۱۲

اور غبار نہو ہم زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاے جیسا کہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت
اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریتہ اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک میں یعنی سیندھا لون میں دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس میں ہی تو
درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین
کذا فی الطحطاوی فان لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی الضربۃ الثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے
واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نکرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ نہر اور
اسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا
مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب کف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد سے روایت ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی
لو تیمم غیرہ فیضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ان اگر دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری
بار داہنے کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبہ ای بالطاہر مطلقا عجز عن التراب اولا لانہ تراب رقیق اور
غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان الا شبہ لشبہہ بالنبات
لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما حررہ المص جب تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا اسواسطے
کہ اسکی پیدایش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے
ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ انھنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو پر
حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایۃ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ ہو نہین اسواسطے
عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزا ارض سے سمجھے ہین کذا فی الطحطاوی
مختصرا ولا بمنطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاے جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی
چیز سے جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاے چنانچہ درخت الا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول وحائط مطین او مجصص او اوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء
مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کوٹے پتھر یا دھوے صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے
برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو ظرف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی ہان اگر جنس ارض
سے انپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور بچشا بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی
تو اس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا
فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تا کہ بدشکل نہو جاے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے ہم یعنی گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کریگا تو جائز ہی
ولوالجیہ مین ہی کہ اگر مسافر گارے کی جگہ مین ہو اور صعید یعنی خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی
مٹی لگاوے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین
ہین یعنی جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم انپر جائز ہی بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہی
کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا
اثر ظاہر ہو اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ اور مثل

معادن کے ہر ایک وہ چیز ہی جسپر تیمم جائز نہین مانند گیہون اور بانات کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہی کذا فی النہر هم فتاوی عالمگیری مین
محیط سے منقول ہی کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہی کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا نمد یا تکیہ پر اور مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جنپر غبار ہی پھر جبکہ
غبار اُسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اُٹھاوے غبار مین ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے
والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولو مسبوکین اور حکم ہی غالب چیز کا یعنے غالب چیز کا اعتبار ہی اگر مٹی ملی ہو دوسری
چیز سے جسپر تیمم جائز نہین جیسا کہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہو گئے ہون هم شارح اس تیمیم مین شرح مصنف کا تابع
ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنے گداختہ ہون تو جائز نہین اور اگر گداختہ نہین اور مخلوط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہی تو جائز ہی اور یہ اسمین مذکور نہین کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیادتی بھی ہو کہ تیمم جائز ہی سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکے جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور
اُنسے کوئی چیز نہین بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی وارض محترقۃ فلو اختلطت بتراب یجوز والا لا خانیۃ اور جلی مٹی اگر کچھ
سے ملی تو اگر مٹی غالب ہی یا اکثر ہی تو تیمم جائز ہی اور اگر غالب نہین یعنے مغلوب یا برابر ہی تو تیمم جائز نہین کذا فی الخانیۃ هم یعنے زمین پر کا جھاڑ لو جلا ہوا
اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہی اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہوگئی تو اس سے تیمم جائز ہی اسواسطے کہ احتراق
مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اُسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید بغلبۃ تراب سے معلوم ہوگیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہی
دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ مٹی غالب نہین وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری
اور تیمم جائز ہی نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہی غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہی
وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل لاهم یعنے جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہی اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہی باجود آب اور یہ نہین کہ وہ نماز
کو مباح کر دیتا ہی باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہی اور مبیح نماز ہی حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہی تو اُنکے نزدیک قبل الوقت
کے جائز نہین اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہین اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ ای
کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہی نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنے تمام تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا
جنب یا حائض ہو هم اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا وارث ہو اور جبکہ وضو کرنے جاویگا تو اُسکا انتظار ہوگا تو اسکو
تیمم جائز نہین اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اُسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اسکو ممکن ہی کذا فی
البحر عن البدائع ولوجئ باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لاوے تو اگر
اس تیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہوگئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے
بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہی کذا فی البحر عن المستصفی وفوت عید
بفراغ امام اوزوال شمس اور جائز ہی تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے هم یہ حکم ہی کل نماز عید کے فوت
ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کر کے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بنا ربعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ
اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کر کے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنے وضو کر کے نماز جنازہ یا
عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہی کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کر کے بنا کرنا جائز ہی خلافا للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول مین یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ
کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونون کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہی فوت ہونے
کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اسکا بدلا ہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف وخسوف وسنن رواتب
ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور موکدہ سنتون
کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے ہم یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو
کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم
کرکے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اسکے آنے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت
فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کر لیگا ولنوم وسلام
وردہ وان لم تجز الصلوۃ بہ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا
جائز نہین ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضرور ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل مالا یشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق
مین کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہین بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہی اور جائز ہی
تیمم مسجد مین جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد مین سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہین کیا
لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہو گئی ہم
یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہو یا اندر اگر باہر ہی تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے
پانی کے خارج مین بہ اتفاق ہمارے علما کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل
قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشئ بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف
فوتہا مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح مین ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے
کوئی چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین ہی جسکے فوت ہو جانے کا ڈر ہو ہم
یہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ
التلاوۃ لیکن قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے ہم یہ استدراک ہی منیۃ المصلی
کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنے سجدۂ تلاوت مین طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونے کا
خوف نہین باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدۂ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی
فاسفدا اپنا چھوڑ کر لکن سیجیٔ تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدۂ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ
سفر مین درست ہی نہ حضر مین ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہوگی ثم رأیت فی الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

کی شرعۃ الاسلام اور اسکی شروح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہو کہ جسمین طہارت مشروط نہین اسمین تیمم جائز ہو باوجود پانی کے قال فی
ظاہر الروایۃ یجوز لہ التیمم مع وجود الماء وان لم تجز الصلوٰۃ بہ صاحب شرعہ یا صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ یہ جائز ہونا تیمم کا ہو تو جسکے واسطے باوجود ہونے پانی
کے اگرچہ اس تیمم سے نماز جائز نہین ھم اکثر النسخون مین ظاہر الروایۃ ہو اور ایک نسخہ مصلحہ مصر مین ظاہر المذہب ہو قلت بل لعنہم فی الکثیر ما قدر من الضابط انہ
یجوز لکل ما لا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ دیکھا ہو بلکہ اکثر کے واسطے تیمم مذکور جائز ہو تو اسواسطے کہ یہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہو ہر ایک
اس عمل کے واسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما ما تشترط لہ فیشترط فقد الماء کالتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء اما للقراءۃ فان محدثا فکالاول
او جنبا فکالثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہو سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کے واسطے مشروط ہو جیسا تیمم مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ
جائز نہین پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہو سو اگر بے وضو ہو تو وہ اول کے مانند ہو یعنی باوجود پانی کے اسکا تیمم جائز ہو اگر وہ شخص
جنب ہو تو پانی کے مانند ہو یعنی پانی کے ہوتے اسکو تیمم درست نہین وقالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراءۃ ولو من مصحف او مسہ او کتابتہ او تعلیمہ او لزیارۃ
قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوٰۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوٰۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوٰی
شیخنا خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہو کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف سے دیکھ کر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اسکے لکھنے کو
یا اسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا اسلام کرنے کو یا سلام کے
جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک بخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے واسطے
تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہو بشرطیکہ پانی موجود نہو یہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے مین مذکور ہو قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک
فتامل مین کہتا ہون فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہو کہ اسکو ایسا کرنا جائز ہو یعنے تیمم کرنا سجدہ تلاوت کے واسطے درست ہو سو اسے مخالف تامل کر ہم حلبی نے شیخ کو
کہا کہ یعنے تامل کیا سو اسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہو کہ سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہو تو یہ
بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہو کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہو تو اسکا جواز بالاتفاق ہو تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلامہ الا تیمم لفوت
جمعۃ و وقت ولو وتر لفواتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نمازون کے بدل
بلا چھوڑ کر یعنے جمعہ کا بدل ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدل قضا ہو بخلاف جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ انکی قضا نہین وقیل یتیمم لفوت الوقت اور قول
ضعیف یہ ہو کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہو جانے کے ڈر سے ہم قنیہ مین کہا کہ یہ روایت ہو ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا انہا بجملہ یہ ہو
کہ اگر چھت پر عورات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہو اور اندھیرے مین اسکے اندر جانے سے ڈرتا ہو تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر
قال الحلبی فالاحوط ان یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہو کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کرکے اس
نماز کا اعادہ کرے یعنے قضا پڑھے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہو یعنی فرض ہو
تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنے ٣٠٠ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہو حلبی نے ھم تیر پرتا ہو
٤٠٠ گز تک کذا فی المنح شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہو کہ جس طرف پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اسقدر تلاش کرنا چاہیے
نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہو کہ ہر جانب سے جدھر گمان ہو ادھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع الاصح طلبہ
قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہو کہ صحیح تر قول یہ ہو کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہنچے تلاش مین اسکی ذات کو اور اسکے
سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے یعنے اگر ایک کو بھی انمین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہو ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل

تلاش فرض ہی اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن مین اور ظن غالب مین یہ فرق ہی کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اُسکا نام ظن وگمان ہی اور جبکہ احد الطرفین دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اُسکا نام اکبر ظن اور غالب الراے ہی میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہی اُسکی طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہ ہی کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی والا یغلب علی ظنہ قربہ لا یجب بل یندب ان رجاہ والا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اُسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین ولو صلی بتیمم ثمہ من یسألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہان وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اُس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ہم بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہی طرفین کے نزدیک مطلقًا خواہ بعد اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافًا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وشرط لہ ای للتیمم فی حق جواز الصلوۃ بہ نیۃ عبادۃ اور شرط ہی تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سواے جیسا کہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہی اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہی کذا فی البحر ولو صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہی اور اگر سجدۂ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ سجدۂ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اُس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مقصودۃ تیمم کے واسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہی جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد ومس مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قرآن پڑھنے کے وسیلے ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ عبادت تو اعتکاف ہی اور دخول مسجد اُسکا تابع ہی تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل حق ہی چنانچہ بدائع مین ہی کہ اگر جنب نے قرأت کے واسطے تیمم کیا تو اُسکو اور نماز پڑھنا جائز ہین کذا فی الطحطاوی لا تصح ای لا تحل لیعم قراءۃ القرآن للجنب بدون طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہی جو صحیح نہین یعنے حلال نہین بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہو جاسے ہم زیلعی اور سراج وتاج وغیرہا مین مطلق مذکور ہی کہ صحیح تر یہ ہی کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہ ہی یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نماز پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ شرط یہ ہی کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جز ہی لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنے عدم حلتہ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہین بلکہ بے وضو ہی تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام وردہ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہو گیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہین تو انکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فلغا تیمم کافر لا وضوءہ لانہ لیس باہل للنیۃ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوص

شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہی نہ وضو کرنا اُسکا اسلیے کہ کافر نیت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت میں نیت کی طرف
حاجت رکھتا ہی وہ کافر سے صحیح نہوگا ہم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب مراد ہوتا ہی اور کافر سے حالت کفر میں ایسا فعل واقع نہیں
ہوتا و لہذا کافر کا وضو صحیح ہی کیونکہ اُسمین نیت کی حاجت نہیں تو کافر بعد اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہی نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ
الوضوء یعنی اور صحیح ہی جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی ہی یعنے وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہوجاتا ہی وندب لراجیہ
رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اُسکو وقت مستحب کے آخر وقت میں نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہی کذا فی المنح
عن الوافی ولو لم یوخر و تیمم وصلی جاز لو کان بینہ و بین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہی اگر ہو درمیان اُس شخص کے
اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم ہو تو نماز جائز نہیں صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وہو مما ینسی
عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو آبادی میں نہیں اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے میں ہی اور کجاوہ اُس قسم سے ہی کہ اُسکو
بھول جانے کی عادت ہی تو اُسپر نماز کا اعادہ نہیں ہم آبادی میں نہونا عام ہی خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی میں ہو اور اسطرح نماز پڑھے
تو اعادہ واجب ہی اور جسنے مسافر کی قید لگائی ہی تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن
فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی چک جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھکر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او وضعہ
مقدمہ راکبا او موخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس و معہ ما یزیلہ او توضا بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد اجماعا
چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اُسکی پیٹھ یا اُسکے سامنے تھا سواری کی حالت میں یا اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اُسکا ہانکنے والا تھا
یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے میں یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اُسکے پاس وہ چیز ہی جس سے ازالہ نجاست
ہو سکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اُسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بیوضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ہم لفظ اجماعاً سے لوگون
مین حکایت اجماع مین کلام ہی کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہی ویطلبہ وجوبا علی الظاہر ممن ہو معہ فان منعہ
ولو دلالۃ بان استہلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایہ کے واجب ہی کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اُسکے ساتھ ہی پھر اگر وہ پانی نہ دے اگرچہ نہ دینا
دلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہوجانے اُسکو عاجزی کے ہم رفیق کی
قید باعتبار عادت کے ہی اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلک فاضل
عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اسقدر پانی کا معمول ہی یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اُسکے پاس وہ ثمن موجود ہی
اُسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کرکے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ہم غبن یسیر وہ ہی جو دو چند قیمت سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہی غبن فاحش کی
تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وہو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان او لیس لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے
اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہی پانی کی قیمت کا اس مکان میں یا اس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہیں ہی تو تیمم کرے ہم غبن فاحش
سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اُسکے جان کی حرمت کے مانند ہی اور جان میں ضرر مسقط ہی اسی طرح مال میں کذا فی البحر واما للعطش فیجب علی
القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہی خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کے زندہ رکھنے کی وجہ سے
یعنے اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہی مال کے حفظ پر وانما یعتبر المثل فی تسعۃ عشر موضعا مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہیں مگر ۱۹ - مکانون میں جو اشباہ
مین مذکور ہین ہم مواضع مذکورہ کی تفصیل یہان ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل انکو ذکر نہ کیا وقیل طلبہ الماء لا التیمم علی الظاہر ای ظاہر الروایۃ عن اصحابنا

لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نکرے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے
اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا دہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہی عادت مین چنانچہ بحر الرائق مین مبسوط سے منقول ہی ھم اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے دینے مین
بخل کی عادت نہو تو اُسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا ہی کذا فی
الطحطاوی عن البحر وعلیہ فیجب طلب الدلو والرشاء اور بنا بر اُسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہی مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا
واجب ہی یعنی اسمین بھی بخل کی عادت نہین وکذا الانتظار لو قال حتی یستقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہی اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے
مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکل جاوے ھم اور دوسرا قول یہ ہی کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اُسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا
گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنے والا نماز مین ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اُسکا باقی ہی پھر اگر اُسنے
بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء وادا والا وجب
الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہی کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہی ورنہ واجب نہین ھم یہ روایت مخالف ہی
ظاہر الروایۃ مین جو متن مین مذکور ہو چکی اور محیط کے مانند وافی مین بھی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس سنے
مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بند یوان پانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان مین اور اُسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بند یوان کے مانند وہ شخص ہی جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہی بیماری کے سبب سے
نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک ھم تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہی ایسا نقل کیا ہی نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے
پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے بالاتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہی وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی
قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجاوے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان
نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند ھم یعنے اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے بعد
رمضان شریف مین یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اسپر امساک واجب ہی روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ واجب ہی
کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہی اور اسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہی چنانچہ
فیض مین ہی وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہی کہ
جسکے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہوئے ہین جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ھم
اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنے خشک ہوگئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون ہاتھ
کٹے ہون وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقدمر وسیجئ فی صلوۃ
المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصدا نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہین کر دیتا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل ملحقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے
تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہی تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو نہ پھیرے ھم یعنے مقیم محبوس پر اعادہ ہی نہ مسافر پر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ لگیا اور سفر مین غالب بے آبی ہی تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

ہوا عباد کے فعل سے اور فعل عباد موثر نہیں حق اللہ کے اسقاط میں کذا فی العالمگیریۃ بل تیمم السجدۃ التلاوۃ ان فی السفر نعم والا لا سوال سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر میں ہے تو ان تیمم کرے اور اگر سفر میں نہیں تو نکرے ہم اگر یہ صورت پانی موجود ہونے میں مفروض ہے تو حق یہ ہے کہ مطلقاً درست نہیں نہ سفر میں نہ اقامت میں اور اگر پانی موجود نہیں تو مطلقاً درست ہے کذا فی الحلبی الماء المسبل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم مالم یکن کثیراً فیعلم انہ للوضوء ایضاً جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہے جنگل میں وہ تیمم کرنے کا مانع نہیں جبتک کہ بہت نہو یعنے اگر بکثرت ہوگا تو معلوم ہوگا قرینہ سے کہ وہ وضوء کے واسطے بھی ہے ہم پینے کے واسطے جو پانی راہوں میں وقف ہوتا ہے تو وہ تیمم کا مانع نہیں اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معدوم ہے اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہ ہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہے تو وضو حرام ہے اسواسطے کہ وقف کی شرط شارع کے نص کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ولیشرب بالوضوء اور وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہے اُسکا پینا درست ہے لانہ اولیٰ یباح من جانقض ومحدث ومیت جنابت والا مقدم اور لائق تر ہے مباح پانی کے استعمال کرنے میں جانقض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہے تو اُسکا ازالہ اہم ہے ولا حدیہم فہو اولیٰ اور اگر وہ پانی اُنہیں سے کسی ایک شخص کا مملوک ہے تو وہ شخص مقدم ہے کیونکہ وہ مالک ہے ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی تینوں میں مشترک ہے تو اُسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہے جاز تیمم جماعۃ من محل واحد تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہے یعنے اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھوں کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اُسپر بھی تیمم درست ہے کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ بما یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے تیمم کی اُس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اُسکو پیاس کا کھٹکا نہیں یہ ہے کہ زمزم کے ساتھ اُس چیز کو ملاوے جو اُس سے غالب ہو جاوے یا برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اُسکو ہبہ کر دے اسطرح پر کہ رافع ہو رجوع فی الہبہ کے ہم ودہم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی میں مشغول ہے اور ظاہر ایسہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہیں کہ اُسمیں اپنا کچھ فائدہ نہ رہا واللہ اعلم وناقضہ ناقض الاصل ولو غسلاً اور تیمم کا توڑنے والا وہ ہے جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنے تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہے اگرچہ وہ اصل غسل ہو یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہے جو خلیفہ ہے وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہے وہ اُس تیمم کی بھی ناقض ہے جو بدلا ہے غسل کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ کنز اور وقایہ میں یوں کہا ہے کہ تیمم کا ناقض وہ ہے جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ میں کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوء کان او غسلاً اور یہی کہنا بہتر ہے اسواسطے کہ جو ناقض ہے غسل کا وہ ناقض ہے وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا ناقض نہیں کیونکہ حدث ناقض وضو ہے پر وہ غسل کا ناقض نہیں تو یہ کلیہ نہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اُسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم دریافت کہ متن مذکور تین صورت میں شامل ہے ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہے تو اُسکا ناقض وہ ہے جو اُسکی اصل یعنے وضو کا ناقض ہے دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے ہے تو اُسکا ناقض وہ ہے جو غسل کا ناقض ہے تیسری صورت یہ ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنے جنابت کے واسطے ساتھ ہی تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہاں تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنے باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اُسنے اسکو تفریع نہ پر تفریع کی دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیتوضأ وینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہوگیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے دونوں موزے اُتار کے پاؤں دھووے ہم یعنے جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے اُنکو اُتارے چنانچہ زیلعی میں ہے موزہ اسواسطے اُتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہیں چنانچہ باب المسح علی الخفین میں مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہ مالم یمر بالماء پھر وضو کے بعد ہر موزے پر مسح کرتا رہے جب تک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہے کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذرے گا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے

تو موزون پر مسح نکرے بلکہ اُنکو اُتارے اور پاؤن کو دھووے کیونکہ جنابت پاؤن مین سرایت کر گئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا
فی الطحطاوی قُہِستانی نے عبارۃ صدر الشریعہ بمعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعہ کی عبارت مین بمعنی بعد کے ہی جسطرح ان
مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہی یعنے دشواری کے بعد آسانی ہی سو اُسکو سمجھ لے اے مخاطب ہم شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعہ کی عبارت
اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اُسپر وضو واجب ہی تو اُسکا مطلب یہ ہی
کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قُہِستانی مین یون مصرح ہی
کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُسکے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کی طرف
مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضو کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور
اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی وَ قُدْرَۃٌ عَلٰی مَاءٍ وَلَوْ اِبَاحَۃً فِی الصَّلٰوۃِ اور ناقض تیمم ہی
قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین ہم یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کر کے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے
اُسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح مین کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ
مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہو اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کافِیَۃٍ لِطُہْرِہٖ وَلَوْ مَرَّۃً مَرَّۃً قدرت بقدر
پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو فَضَلَ عَنْ حَاجَتِہٖ کَعَطَشٍ وَعَجْنٍ وَغَسْلِ نَجَسٍ
مَانِعٍ وَلُمْعَۃِ جَنَابَۃٍ لِاَنَّ الْمَشْغُوْلَ بِالْحَاجَۃِ وَغَیْرَ الْکَافِیْ کَالْمَعْدُوْمِ قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے
اور نجاست مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی اور
وضو یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی لَا رِدَّۃٌ نہ ارتداد یعنے تیمم کا ناقض نہین مرتد ہو جانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا
پھر تو بہ کی تو وہ تیمم باقی ہی نماز اُس سے جائز ہی وَکَذَا یَنْقُضُہٗ کُلُّ مَا یَمْنَعُ وُجُوْدُہُ التَّیَمُّمَ اِذَا وُجِدَ بَعْدَہٗ لِاَنَّ مَا جَازَ بِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِہٖ اور اسی طرح توڑتی ہی
تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی ہی اُسکے زائل
ہو جانے سے فلو تیمم لمرض یبطل ببرئہ اولبرد یبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا
سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے واِنما صل ان کل مانع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود
مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہی تو اسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یون ہی
کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اُسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ تیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا تیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا
اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہی وَمَا لَا یَمْنَعُ وُجُوْدُہٗ فِی الْاِبْتِدَاءِ فَلَا یَنْقُضُ وُجُوْدُہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ
التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو نہین توڑتا ہی ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی وَلَوْ
قَالَ وَکَذَا زَوَالُ مَا اَبَاحَہٗ اَیِ التَّیَمُّمَ لَکَانَ اَظْہَرَ وَاَخْصَرَ اور اگر مصنف یون کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو
ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ وانتصارہ وعلیہ لو تیمم لبعدہ میلا فسار فانتقص انتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدہ مذکورہ
کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا
کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل پھر نہ رہا تیمم ٹوٹ گیا اور جب متن مین یہ وجہ ہی نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

پھر جبکہ اقل میل پایا گیا اسکے چلنے سے تو تیمم ٹوٹ گیا ومرور ناعس متیمم عن حدث اونائم غیر متمکن متیمم عن جنابۃ علی ماء کاف لمسح تیقظ فینتقض اور گذرنا اس
اونگھنے کا جسنے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو تیمم ہو جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہو جاگتے شخص کے مانند ہو تو تیمم اُسکا اس گذرنے سے
والقیاس تیممہ وہو الروایۃ المصححۃ عنہ المختارۃ للفتوی اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہو اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہو امام سے
پسندیدہ ہو فتوی دینے کے واسطے ھم تو اب یہ مسئلہ اختلافی ہو گیا اتفاقی نہ رہا کما لو تیمم وبقربہ ماء لا یعلم بہ کما فی البحر وغیرہ واقرہ المصنف جیسے تیمم صحیح
اور قائم ہو اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اسکے نزدیک پانی ہو اور وہ اسکو نہین جانتا ہو ایسا مذکور ہو بحر الرائق وغیرہ مین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح
مین ثابت رکھا ہو ویتیمم لو کان اکثرہ او اکثر اعضاء الوضوء عدداً وفی الغسل مساحۃ مجروحاً او بہ جدری اعتبار اللاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنے آدھے سے
زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل مین پیمایش کی راہ سے زخمی ہون یا بدن مین چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے
اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ھم تو اگر سر اور چہرہ اور دونون ہاتھون مین زخم ہو اور پاؤن مین زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضاء زخمی اکثر مجروح ہون
یا صحیح اور یہی قول مختار ہو کذا فی البحر اور غسل مین پیمایش کا اعتبار کرنا ہو صاحب بحر کی تجویز ہو اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم کہا ہو کذا فی الطحطاوی
وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس مین یعنے اکثر اعضاء صحیح ہون اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ھم یعنے محل جراحت
پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہو کہ کپڑا باندھنا واجب ہو کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا غسل
الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضاء صحیح اور برابر ہون تو اعضاء صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل
مین درصورت مساوات کوئی روایت نہین ھم اور اسمین مشائخ کا اختلاف ہو اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہو چنانچہ متن مین ہو کذا فی الحلبی ومسح
الباقی منہا وھو الاصح لانہ احوط فکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضاء مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہو اسواسطے
کہ اسمین زیادہ تر احتیاط ہو تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ مین تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہو کما تیمم
لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضیہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اسکے دونون ہاتھون مین زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے
برخلاف صاحبین ھم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہو اور صاحبین کے نزدیک فرض ہو منیہ کی شرح ابن امیر حاج مین مذکور ہو کہ جب یہ
حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونون مین
یعنے تیمم اور دھونے مین ھم یہان غسل بالضم مراد نہین بلکہ بالفتح مراد ہو تاکہ غسل اور وضو دونون کو شامل رہے تیمم اور وضو مین یا تیمم اور غسل مین اسواسطے
جمع کرنا جائز نہین کہ بدل اور مبدل مین جمع کرنا شرع سے ثابت نہین کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ ونفاس جیسا کہ اجتماع نہین درمیان حیض
اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے
ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہو زکوۃ اور عشر مین یا زکوۃ اور خراج مین یا زکوۃ اور فطرہ مین ھم اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت یہ ہو کہ
عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ مین تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمین زکوۃ نہین اور حلبی محشی نے اسکی یہ صورت
مذکور کی ہو کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اسمین تجارت کی نیت کی اور سال اسپر گذر گیا تو اسمین زکوۃ نہین اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہو
کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہین انپر سال گذرا تو انمین مولی پر زکوۃ ہو اور فطرہ نہین ہو کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہین
خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہو یا خراجی عشری پر خراج نہین اور خراجی پر عشر نہین ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہین فدیہ اور
صوم مین اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہو اُسپر فدیہ دینا نہین اور جسکو فدیہ دینا چاہیے جیسا شیخ فانی اُسپر روزہ نہین وصاہ ھم طحطاوی نے کہا

یہان سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنی اجتماع نہین درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اُسکے جاری مجرا مین اور اسمین قصاص نہین انتہی ما فی الطحطاوی اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی او قصاص او دیۃ یعنی جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم ولا ضمان وقطع اذا اجرا اور اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور نے مال کے تلف کرنے سے تاوان ہو اُسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہو اُسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم او نفی اور درہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن ہم اسواسطے کہ کوڑے کی حد دسے ہین اور یہ اسکی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ جمع نہین ہوتا مگر بجو بز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہی کذا فی الطحطاوی ولا مہر ومتعۃ او حدا وضمان بافضا ئہا او موتہا من جماعہ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ سے ہی تو مہر واجب ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹکر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان نہین نہ مہر اور اسی طرح اگر اُسکے جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہی نہ مہر ولا مہر مثل وتسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا با جازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیر یا مما سیجیئ فی محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین ہین عدم الاجتماع ہین جنکا ذکر آگے آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالے نے چاہا من بہ وجع رأس لا یستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اُسکے ساتھ مسح نہین کرسکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اُسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے مذکور ہی کہ وہ شخص تیمم کرے یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کھیا چونے کی پٹی ہی تو اُسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہم اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اسکے سر ہی نہین جسطرح سے فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہی قران مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشئ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار و شرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آیندہ موجود ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہی جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اسکے مانند اور چیز سے شرط مسحہ

ثلاثة امور الاول كونه ساتر محل فرض الغسل القدم مع الكعب او يكون نقصانه اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزین مشروط ہین پہلے شرط ہونا موزے
کا ڈھکنے والا اس مقام کو جسکا دھونا وضو مین فرض ہی یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اسکی کمتر اس سوراخ سے جو مانع ہی مسح کا یعنے اگر پاؤن کی چھوٹی تین انگلیون
سے موزہ کمتر پھٹا ہی تو مسح جائز ہی اتنا نقصان مانع مسح کا نہین فيجوز على الزربول لو مشدودا الا ان يظهر قدر ثلاثة اصابع تو جائز ہی مسح زربول پر اگر وہ
تاگے یا گھنڈی سے بندھا ہو مگر یہ کہ بقدر تین انگلیون کے پاؤن کھلا ہو تو اب مسح جائز نہین هم زربول مصر کی زبان مین وہ جراب ہی چمڑے کی جو اڑیسے پر
قائم ہی اور دونون ٹخنون کی طرف کشوف ہی دوختہ نہین جسطرح اس ملک مین اپنے چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گھنڈیون سے
انکو کس لیتے ہین وجوزه مشايخ سمرقند ستره باللفافة اور سمرقند کے عالمون نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہی یعنے اگر موضع مشقوق کو
کپڑے سے باندھ لے تو مسح کرنے کو کافی ہی هم یہ قول ضعیف ہی اور صحیح اول ہی یا انکا قول ہی کہ جائز نہین مگر جبکہ ثخین یعنے گف اور ترخت چیز سے ہو جسمین پانی سرایت
نکرے اسکو ہی لے چنانچہ بانات وغیرہ كذا في الطحطاوي عن الحلبي والثاني كونه مشغولا بالرجل ليمنع سراية الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پاؤن
کے ساتھ یعنے تمام موزے مین پاؤن بھرا ہو موزہ خالی نرہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح على الزائد ولم تقدم قدمه اليه لم يجز تو اگر
موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اس زائد کی طرف پاؤن نہین پہونچا تو مسح جائز نہوا هم فتاوے عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ
معتبر نہین مسح کرنا اس موضع کا جو خالی ہی قدم سے تو اگر اسنے پاؤن کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہی اور اگر وہان سے پاؤن ہٹا دے تو مسح کو
اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین كذا في الطحطاوي مختصرا ولا يضر رؤية رجله من اعلاه او مسح مین ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پاؤن کا اوپر سے یعنے اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین والثالث كونه مما يمكن متابعة المشي المعتاد فيه فرسخا فاكثر
اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہی اس چیز سے کہ ممکن ہی پیادہ پا چلنا انہین عادت کے موافق تین کوس یا زیادہ اسقدر ہی هم فرسخ کی قید حاشیہ بحر مین ہی
اور محیط مین امکان سفر مذکور ہی فلم يجز من زجاج او خشب او حديد تو جائز نہین مسح اس موزے پر جو بنا ہی کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنے اسواسطے کہ
اسکو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وهو جائز فالغسل افضل الا للتهمة فهو افضل اور وہ یعنے موزے کا مسح جائز ہی نہ فرض اور نہ واجب
تو پاؤن کا دھونا افضل ہی مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہی هم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے
کا جائز نہین بل ينبغي وجوبه على من ليس معه الا ما يكفيه او خاف فوت وقت او وقوف عرفة بحر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اسقدر
کہ مسح کو کفایت کرتا ہی یا ڈرا وقت کے فوت ہونے سے اگر پاؤن دھووے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونے سے كذا في البحر هم یہ تجویز ہی صاحب بحر کی کتب شافعیہ
کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین وفي القهستاني انه رخصة مسقطة للعزيمة ولهذا الوصب الماء في خفيه بنية الغسل ينبغي ان يصير آثما اور قہستانی کی
شرح نقایہ مین ہی کہ البتہ مسح رخصت ہی عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دھونے کی نیت سے تو چاہیے گنہگار
ہو هم رخصت وہ ہی جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہی حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین هو الاصح في التعريف تو مسح ایسی رخصت ہی کہ مشروعیت
عزیمت کی مسقط ہی یعنے اسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نرہا برخلاف رخصت ترفیہ کے کہ اسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہی چنانچہ روزہ کھانا
سفر مین كذا في البحر لسنة مشهورة مسح موزے کا جائز ہی سنت مشہورہ سے یعنے احادیث مشہورہ سے هم حدیث مشہورہ وہ ہی جسکے راوی دو سے زیادہ ہون ہر
طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچین امام اعظم رح نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کے مانند روشن ہو گیا
یعنے کثرت احادیث سے كذا في الطحطاوي فمنكره مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہی هم امام اعظم رح سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضيل الشيخين
وحب الختنين والاعتقاد المسح على الخفين وعلى راي الثاني كافر اور ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہی هم اسواسطے کہ انکے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے

حکم ہی ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ میں ہے کہ ثبوت مسح کا اجماع
سے بلکہ تواتر سے ہے اور راوی اسکے صحابیوں سے زیادہ اسی سے ہیں انتہی ان میں جملہ عشرہ مبشرہ ہیں کذا فی القہستانی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا کہ شیخ نے
معانی الآثار کی شرح میں ۶۲ صحابیوں کی روایت احادیث کی مذکور کی ہے التخریج میں وقیل بالکتاب ورد بانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف
یہ ہے کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہے اور یہ قول رد کیا گیا ہے اسطرح کہ مسح موزے کی غایت دونوں ٹخنے نہیں بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ سے
ہے ہم ارجلکم کے لام میں دو قراتیں ہیں نصب اور جر کی ہیں بعضوں نے کہا چونکہ دونوں قرات میں تعارض واقع ہوا تو جر کی قرات کو موزہ پہنے پر محمول کیا
اور نصب کی قرات کو جبکہ موزہ پاؤں میں نہو اس قول کا رد یوں ہے کہ اگر جر کی قرات سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنے ٹخنوں تک
مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہے حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہیں اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہے کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہے
تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنے برؤسکم کے پاس تو اسکو بھی مجرور کر دیا جیسا کہ عرب کا یہ قول مشہور ہے حجر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ
لمجدد الوضوء الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہے بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہے تازہ وضو کرنے والے
کے حق میں مگر اسکا یوں جواب دیا جاسکتا ہے کہ ہرگاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہوگیا لا لجنب
والحائض جائز نہیں مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنے جسپر غسل واجب ہے جنابت یا حیض یا نفاس سے اسکو مسح جائز نہیں اسواسطے کہ اسکو تمام بدن
کا دھونا لازم ہے اور مسح میں یہ بات حاصل نہیں نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی میں صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم
کرتے تھے جبکہ ہم سفر میں ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اتاریں تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی طحطاوی
نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رح کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اقل حیض انکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہے تو سفر میں اسکی تصویر
ہو سکتی ہے برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہوگئی اسکی تصویر لازم نہیں یعنے حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہیں
کیونکہ اسکی طرف کچھ حاجت نہیں اور عدم لزوم تصویر اسکے امکان کا منافی نہیں کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت میں وضو کرنا ضرور نہیں تاکہ مسح موزے
کا جائز ہو لہذا اسکے فرض صورت میں تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہیں وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات
عقلی اور دفع دخل مذکور میں یہ خلل ہے کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنے تصور عقلی کی محتاج ہے ہم یہ بحث ہے قہستانی کی نفی میں شرعی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
نفی عقلی سے احتراز ہو جیسا کہ شریک باری کہ اسکی نفی میں اثبات عقلی کی حاجت نہیں اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہے مگر اسمیں یہ خلل ہے کہ
اسمیں بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہے تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شئی کی فرع ہے اسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہیں اور مسح جنب کی صورت
کفایہ میں یوں مذکور ہے کہ وضو کیا اور مجلد جرابوں کا پہنا پھر جنب ہوگیا تو اسکو جائز نہیں کہ جرابوں کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لیٹ کر اور جرابوں پر
مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایۃ العینی میں اسکی تصویر منتقی سے یوں مذکور ہے کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت
کرتا ہے نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پاؤں دھووے اور مسح نکرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہ کیم
ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہے جمعہ کے اور اسکے مانند کے نہانے والے کو ہم یہ ہے کہ ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے والے کو
مسح کرنا جائز ہے کیونکہ یہ غسل واجب نہیں ولیس کذلک کما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط میں ہے ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ المغتسل
جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم میں ٹھہرانا کچھ بعید نہیں فالاحسن المتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت المتوضی لا المغتسل ہے یعنے بجائے لمحدث لا لجنب کے لمتوضی لا لمغتسل کہنا
بہتر ہے یعنے مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہے نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور حیثیت قہستانی کی ہے واسنۃ ان یخط خطوطا باصابع

یدہ مفرجۃ قلیلا او بمنشفۃ ہی کہ مسح کرے یعنی ہاتھ کی انگلیوں سے خط بناوے تھوڑا سا انگلیوں کو کھول کر بیدا من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح
شروع کرے پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا اور کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسطرح ہی کہ داہنے ہاتھ
کی انگلیاں رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے سرے پر انگلیوں کی طرف سے پھر جبکہ انگلیاں وہاں ٹھہریں تو انکو کھینچے
پنڈلی کی جڑ تک دونوں ٹخنوں کے اوپر اسواسطے ٹخنوں کا چھونا فرض ہی اور انکا مسح کرنا سنت ہی اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہی اسی طرح
مروی ہی محمد بن حسن سے او مسح فرض ہی ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر صحیح قول پر اور یہ فرض عملی ہی اور تین انگلیوں کے برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھ کے
اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر موضع مسح پر پانی لگ گیا تو کافی ہی اور اسی طرح اگر لگا اس پر مینہ اگرچہ لگا اس شبنم سے تو یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی وحلہ
علیٰ ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الیٰ معقد الشراک یعنی اور مسح کرنے کا مقام دونوں موزوں کا ظاہر ہی انگلیوں کے سروں سے معقد شراک تک یعنی جہاں
تسمہ بندھا رہتا ہی کہ وہ پاؤں کی ہڈی ابھری ہوئی ہی معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزے کی قید سے معلوم
ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا ساق پر مسح کیا تو جائز نہو گا اور پنڈلی کا نہیں ہی انتہی باقی الطحطاوی و مستحب ایسے ہی ظاہر و باطن ظاہر اور مسح میں جمع کا
جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو تلا ہی یعنی باطن سے موزے کا تلوا مراد ہی نہ داخل موزے کا اندر باطن کو بصورت ذکر کیا شارح اس مقام
میں صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہیں ہی اور محیط کے اس قول میں سنیت
کی نفی ہی اور اعلیٰ اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی باقی الطحطاوی اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اسکا ضعیف ہونا
بجواب مشہور حافظ ذکر کیا ہی اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہی کہ جمع کرنا بین الظاہر والباطن مستحب ہی انتہی لیکن جواب ہی کہ جمہور اصحاب نے
علی مرتضیٰ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنا بہ نسبت ظاہر کے مقدم تھا حالانکہ میں نے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزوں کے ظاہر پر اسکو ابوداؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ جو صاحب
ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزے پر مسح جائز نہیں اگر یہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہیں تو مسلم ہی اور اگر یہ مراد ہی کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہیں تو مسلم
نہیں کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصراً مثلثی شارح مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموق ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہی مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہوں موزے کے
اوپر یا پاؤں کے لپیٹنے کے کپڑے پر ہو جرموق بضم جیم چمڑا ہی جسکو موزے پر پہنتے ہیں کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق میں ہی کہ موق اور جرموق
فارسی ہی معرب اسکو موزے پر پہنتے ہیں اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار میں ہی کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہی اسکی حفاظت
کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہی تو اسپر مسح جائز ہی خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اسکو پہنا ہی تو مسح
اسپر جائز نہیں اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہیں ہاں مگر جبکہ تری اوسکی اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہی انتہی مختصراً ولا اعتبار
بما فی فتاوی الشافی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف المنقول اور کچھ اعتبار نہیں اس قول کا جو فتاوے شافی میں ہی اسواسطے کہ شافی مرد
مجہول غیر مشہور ہی تو اسکی پیروی نہ کیجاوے اس مسئلے میں جو منقولات مذہب کے مخالف ہی ہم فتاوے شافی میں ہی کہ جو کرباس مجرد تحت الخف
پہنا جاتا ہی وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنی پاؤں کو اسنے موزے سے جدا کردیا ہی انتہی لیکن اسکے مخالف کافی میں یوں ہی کہ اگر
موزے پارہ ہو گی کے سبب سے مسح کے لائق نہوں تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا
بطریق اولےٰ فاصل نہوگا جیسا کہ شرح مجمع میں ہی اور مانند اسکے غایۃ البیان میں صاحب بحر نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصراً او جورب
ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخا و یثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ الی الخف قدر الفرض یا مسح کرے

جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہو کہ انکو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپہی سے ٹھہری
رہین بدون باندھنے کے اور اُسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُنمین نہ چھنے مگر اُسوقت مسح جائز ہو کہ پانی نفوذ کر کے اُسکے نیچے کے موزے تک یا جوتے تک
بقدر فرض کے ہم ہرچند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہی لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ ہو بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مُشعرا
ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اُتار سے دونون جرموق موزون پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق
الباقی اور اگر ایک جرموق اُتار ے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ
تحتہما و مسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزون کو مسح کیا تو جائز نہین یعنے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق
خارج ہو نعم ما داخل والنعلین بسکون لون ما جعل علی اسفلہ جلدۃ او منعل جرابون پر مسح جائز ہو منعل بسکون نون وہ جراب ہو جسکے نیچے چمڑا لگا ہوا
یعنے اُسکے تلوے پر فقط چمڑا ہو نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا مڑھی جرابون پر مسح جائز ہو نہر الفائق مین ہو جراب مجلد وہ ہو جسکے اوپر اور نیچے
چمڑا مڑھا ہو فرضاً مسح کرنا ہو ایک بار یعنے وتین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہو کذا فی المنح لو امراۃ او خنثیٰ مسح جائز ہو اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثیٰ
ملبوسین علی طہر مسح جائز ہو اس حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہین طہارت پر فلو احدث و مسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقیہ
لا مسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنے اسواسطے کہ
جرموق کو اُسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ انکو طہارت پر پہنا ہو کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ
کلمعۃ او معنی کمتیمم معذور موزے ملبوس ہون طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو مین سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہو کہ پانی کے
نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اُسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد
اُسکے پانی پایا تو اُسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہو کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح کرتا ہو یعنے
معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہو مسح جائز ہو بعد ظہر کے عصر کے
وقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضا ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح
سالم کے مانند ہو جواز یعنے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہو تو تا بقاء مدت مسح اُسکو تندرست کے مانند جائز ہو عند الحدث طہر تام چاہیے
وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کا کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کے وقت ضرور ہو فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء
فابتل قدماہ ثم تمم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونون پانون اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی
اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا تو اُسکو مسح کرنا جائز ہو یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہو اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو ہم اسیطرح اگر اُسنے دونون
پانون کو دھویا پھر موزون کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانون نہ دھوئے پھر ایک پانون دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پانون دھویا اور دوسرا
موزہ پہنا ان صورتون مین بھی مسح جائز ہو بدلیل مذکور یوماً ولیلۃ المقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا المسافر مسح کرنا جائز ہو مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو
تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہو یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے
ٹوٹنے سے ہو نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم کا ہے مسح کرتا ہو چھ نماز مین ہم صورت اُسکی یہ ہو
کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک با وضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کر کے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

پڑھی اول وقت مین کذا فی القہستانی وقد الغز فی الاشباہ اربع اور کبھی آدمی قادر نہین ہوتا اگرچہ چار نمازسے کمن توضا ومسح علی الخفین قبل الفجر فلما طلع صلے فلما تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزونپر مسح کیا بعد طلوع فجر کے نماز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ہم اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اسکے آخر نماز مین کذا فی القہستانی یعنی ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطے یہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز سے خارج ہوگا درمیان نماز کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہے لا یجوز مسح عمامۃ وقلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب اس کے کہ ان کے اتارنے مین مشقت اور تکلیف کم ہے اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس کے اور جو چیز خلاف قیاس ہو غیر پر اسکو قیاس نہین ہوسکتا والفرض مقدار ثلث اصابع الید اصغرها طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض ہر ایک پانون پر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیون کے برابر ہے طول اور عرض مین ہر پانون سے نہ ہر موزے سے ہم یعنی فرض مسح اسی قدر ہے خواہ ابتدا مسح کی پانون کی انگلیون سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے پانون سے اور دونون مسح پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیون سے ہو پنڈلی تک اور ہر پانون کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسرے پر بقدر دو انگلی کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سے اور اسپر وہان مسح کیا جو پانون کے محاذی نہین تو بھی فرض ادا نہوگا فلو مدالاصبع حیث فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہے یعنی اگر ایک انگلی کو ایک بار رکھ کر کھینچا بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہین اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدید ہر مقام پر مسح کیا تو جائز ہے کذا فی الجوہرۃ فمسح برؤس اصابعه وجافی اصولها لم یجز سو اگر انگلیون کے سرون پر مسح کیا اور انگلیون کی جڑون کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہ ہوا اسواسطے کہ مستعمل پانی سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قال المصنف مگر یہ کہ انگلیون کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا تو مسح اسوقت جائز ہوا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان کان الماء متقاطرا جاز والا لا پھر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہو تو مسح جائز ہے یعنی اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہین تو مسح جائز نہین ولو قطع قدمه ان بقی من ظهره قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبه اور اگر ایک آدمی کا پانون کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت کے باقی ہو تو موزون پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پانون کو دھووے مانند اس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر غسل کا محل باقی ہے ولو له رجل واحدۃ مسحها اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہے پیدایشی یا ایک پانون ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پانون کو یعنی اسکے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہے مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے ہم ہرچند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن ماسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جسطرح جائز ہے دھونا مغصوب پانون کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا اسپر مسامحہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا پانون بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اپنے پانون دھویا کذا فی الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وهو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالها و بقطوعها یعتبر باصابع مماثله اور موزے کا بڑا پھٹا سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیون کی برابر مانع ہے مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اسکے مماثل دوسرے شخص کی انگلیون کا اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا باء موحدہ یا ثاء مثلثہ دونون سے ہو سکتا ہے طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ باء موحدہ کی روایت صحیح ہے اگرچہ ثاء مثلثہ بھی بتاویل متصور ہے الا ان یکون فوق الخف اخر او جرموق فیمسح علیه مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اسپر مسح کرلے

اسواسطے کہ اعلیٰ کا اعتبار ہی نہ اسفل کا و لذا لو انخرق علیٰ غیر اصابعہ و عقبہ ویری اصابعہ یعنے اصابع مین صغیر کا اعتبار کرنا اسوقت ہی کہ سوراخ او ر
دیدگی اسکی انگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پاؤن نظر آتا ہو فاعلیہا اعتبر الثلاث ولو کبارا اور اگر دیدگی انگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین
تین انگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیاں ہون یعنے تو اس صورت مین صغیر کا اعتبار نہین تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہو جاسکے او
وہ بقدر تین چھوٹی انگلیون کے ہو تو مسح اسپر جائز ہی اور اگر ان دونون کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن
تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدو اکثرہ اور اگر دیدگی ایڑی پر ہو تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہی یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ کھلجاوے تو مسح جائز نہین
ھم قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متون مین ہر مقام مین تین انگلیون کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین
صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدر مسح
کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہو ھم حلبی نے کہا کہ زمین سے پاؤن اٹھانے کے
وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر
چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے مین کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہین ایک ۵۸
موزے مین نہ دونون موزون مین یعنے اگر ایک موزے مین کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہی تو اسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہو تو مسح
جائز نہین والا جائز ہی اور اگر ایک موزے مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہی اور دوسرے موزے مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہی
بشرط ان یبقی فرضہ علی الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خرق یسیر مسح جائز ہوگا دونون موزون پر اسی شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس
مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہی واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی واسطے منع کرنے
مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی القہستانی ھم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہی اور استقبالی مسح وہ ہی جو آگے ہوگا
اور مسح ماضی کی یہ صورت ہی کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ استقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت وعراق
ماینقض التیمم یمنع وترفع کنجاسۃ وانکشاف حتی انعقادہ کما بسطہ فی الحفظ مین کہتا ہون اور یہ مذکور ہو چکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہی چنانچہ
پانی کا موجود ہونا اور اسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتداء تیمم کا مانع ہی اور دور کرنے والا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ
ابتداء صلوٰۃ کی مانع ہی اور صلوٰۃ موجودہ کی رافع ہی یہانتک کہ انعقاد صلوٰۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم خلاصہ
(دور کرنے والی ۱۲)
یہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہی اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہی فاندخل فیہ المسئلۃ لا ما دونہ
الحاقا لہ بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہی وہ وہ ہی جو مین ٹانکے وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے
کمتر ہی بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہین لائق شمار کے نہین اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین
بخلاف نجاسۃ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور
خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہین مطلقا یعنے ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ھم نجاست متفرقہ
موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور کچھ ران مین تو یہ جمع کیا جاویگا
نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبوی متفرق اگر اعضا مین جمع ہو گی اگر بقدر ایک عضو کے پہونچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی
بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو انکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی وفی تختلف فی جمع خروق اذنی الاضحیۃ

وینبغی ترجیح الجمع احتیاطا اور قربانی کے دونون کانون کے سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہے یعنے ایک قول یہ ہے کہ جمع کرینگے سو اگر ایک
کان کی تہائی سے زیادہ ہونگے تو قربانی جائز نہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ جمع نکرینگے گر ایک کان کے سوراخون مین موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح
دینا لائق ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت مین کذا فی البحر وناقضہ ناقض الوضوء لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہ ہے جو وضو کا توڑنیوالا ہے اسواسطے کہ مسح بعض ہے وضو کا
جو کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہے موزہ اتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اتارا ہو ومضی المدۃ وان لم
یمسح اور مدت کا گذرجانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبۃ الظن ذہاب رجلہ من برد للعذر فیہ گذرنا مدت کا ناقض ہے
بشرطیکہ اسکو بظن غالب خوف نہو اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہ شرط ہوئی ضرورت کے سبب سے ہم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت
کرتا ہے کہ مسح نہین ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کے وقت پر اسمین خلل ہے کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھ اثر نہین غایۃ الامر
یہ ہے کہ موزہ نہ اتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی السعود گر اسمین یہ خلل ہے کہ فقہا نے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر
مین ہے کہ لائق یہ ہے کہ فتوی دیا جاوے مسح کے ٹوٹنے کا مدت گذرنے سے اور دوسرے مسح کے جائز ہونے کا پٹی کے مانند شارح نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے
اور یہی قول اعتماد کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی فیمسح کالجبیرۃ فیہ تقیید المسح ولا توقیت لو خوف مذکور ہے سو موزہ جبیرہ یعنی پٹی کے مانند تو سارے
موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہے اور اگر
اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہے اور یہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہے ابو السعود نے اسکو رد کیا ہے اسطرح کہ عبارت
معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو تمت المدۃ وہو فی صلوۃ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسیواسطے یعنی ضرورت
مین مدت کے گذرجانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنے والا نماز مین ہے اور پانی موجود نہین تو نماز پڑھتا رہے
صحیح تر قول مین اسواسطے کہ موزہ اتارنے مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پاؤن کو دھووے وقیل تفسد وتیمم وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ
شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب تر ہے روایت کی راہ سے اور راجح تر ہے فہم کی راہ سے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ مدت
کے گذرجانے سے حدث نے پاؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے جسطرح وہ شخص کہ اسکے اعضاء
وضو مین کچھ شک باقی رہا اور پانی نہین ہے جو اسکو دھووے تو اسکو تیمم کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وقیدہ بہا ای النزع والمضی غسل المتوضی
رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اتارنے اور مدت کے گذرجانے کے بعد باوضو شخص دھووے اپنے دونون پاؤن کو نہ اور اعضاء
وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اسکے دونون پاؤن کو یعنی حدث سابق کے بعد باقی اعضا دھوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اسپر کچھ واجب
نہین قدم دھونے کے سوا کذا فی البحر الا المانع کبرد فییمم حینئذ مگر کسی مانع کے ہونے سے قدمون کو نہ دھووے جیسا کہ نہایت سردی سے تو اب تیمم کرے
حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کے مانند اور تیمم تو اسوقت ہے جبکہ ضرر کا خوف ہے
اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ
شرعی موزے سے نکال ڈالنا ہے موزے کا صحیح تر قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہے قدم عبارت ہے ٹخنون سے تا سر اصابع اور شرعی
موزہ ہوتا ہے ٹخنے سے سر اصابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنے اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج
اور دخول عقب کا ہو تو معتبر نہین کما روی من انتقض بزوال عقبہ فمقید بما اذا کان بنیتہ نزع الخف اور یہ جو فقہ مین ایڑی کے نکل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا
مروی ہے سو مقید ہے اس صورت کے ساتھ جبکہ اسکا ہلنا ہو موزہ اتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای زوال عقبہ بنیتہ بل لسعتہ او غیرہ فلا ینتقض

بالاجماع لما يلزم من البرجندي معزيا للنهاية وكذا القهستاني لكن باختصار حتى توهم بعضهم انه خرق الاجماع فتنبه لیکن جبکہ ایڑی کا نکلجانا اپنے محل سے
قصد سے ہو یا موزے کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہیں ٹوٹتا ہی باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہی یہ قول نہایہ کی
طرف منسوب ہوتا ہو اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا اگر اختصار عبارت کے ساتھ یہانتک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہی کہ قہستانی نے
اجماع کو پھاڑا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہیں ہی وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیه لو دخل الماء
خفه صحح غیر واحد اور موزے مین اکثر پانوؤن کے دھو جانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہی اگر اسنے اپنے موزون مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون
نے صحیح کیا ہی ہم حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر پانی خود موزے مین داخل ہو گیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الركبة وهو الاظهر كما في البحر
عن السراج لان استتار القدم بالخف يمنع سراية الحدث الى الرجل فلا يقع هذا غسلا معتبرا فلا يوجب بطلان المسح نهر فيغسلها ثانيا بعد المدة او النزع نہر
اور بعضون نے کہا کہ موزے مین پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہی اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہوا اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ بحر الرائق مین
سراج سے منقول ہی اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہی حدث کے پہونچنے کو پانوؤن تک تو اسطرح کا دھوجانا معتبر دھونا نہ ٹھہریگا تو بطلان
مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی تو وہ پانوؤن کو بعد مدت اور اتارنے کے بعد دوسری بار دھو دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا وبقي من نواقضه
الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکلجانا مسح مقیم بعد حدثه
فسافر قبل تمام يوم وليلة فان بعده نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اتارے ہم تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر
کہ مجموع تین دن ہو جاوین اور یہ مراد نہیں کہ سفر سے تین دن تک مسح کرتا رہے كذا في الطحطاوي ولو اقام مسافر بعد مضي مدة مقيم نزع والا اتمها
لانه صار مقيما اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اتارے اور پانوؤن دھووے اور اگر ایک رات دن نہیں گذرا تو مقیم کی
مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہو گیا وحکم مسح جبيرة هي عيدان يجبر بها الكسر وخرقة قرحة وموضع فصد وكي ونحو ذلك كعصابة جراحة
ولو براسه كغسل لما تحتها اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پھاہے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر مین ہو اسکے
ماتحت کے دھونے کی مانند ہی یعنے بدل نہیں ہی شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہی فیکون فرضا یعنے عمليا لثبوته بظني
هذا قولهما واليه رجع الامام وخلاصة وعليه الفتوى شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہو گا یعنی فرض
عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہی اور اسی کی طرف امام نے آخر
کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہی اور اسی فرض پر فتوی ہی چنانچہ مجمع کی شرح مین ہی ہم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہی کہ علی مرتضی رض کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد یا
خیبر مین ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح کرنیکا جبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہی لیکن تعدد طرق سے قوی ہو گئی
ہی امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کی قائل ہوئی قدمنا ان لفظ الفتوى آكد في التصحيح من المختار والاصح والصحيح اور ہمنے دیباچہ
کتاب مین پہلے ذکر کر دیا ہی کہ فتوے کا لفظ تصحیح مین موکد تر ہی مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ہم یعنے ہر چند بعضون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہی
لیکن فرضیت مین فتوے کا لفظ واقع ہوا ہی تو فرضیت موکد تر ٹھہری ثم انه يخالف مسح الخف من وجوه ذكر منها ثلثة عشر پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہی مسح موزے کی کئی وجہون سے انمین سے مصنف نے تیرہ وجہون کو یہان ذکر کیا ہی فقال فلا يتوقت لانه كالغسل حتى
يوم الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہی تا اینکہ مسح کرنے والا تندرستون کی

امامت کرتا ہے یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدلها باخری او سقطت العليا لم يجب اعادة المسح بل يندب او اگر ایک
جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہو گئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے و یجمع مسح جبیرۃ رجل معه
ای مع غسل اخری اور جمع کیا جاتا ہے ایک پاؤن کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤن کے دھونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا صحیح ہوتا ہے تو غسل
کے ساتھ جمع ہونا چاہیے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدرر لا مسح خفها جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے
موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونون قدم پر جبیرہ ہے سواسے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے
پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل خفيه بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہے ہم صورت
اسکی یہ ہے کہ اگر ایک پاؤن پر جبیرہ ہے سو اسکا مسح کیا اور دوسرے پاؤن کو دھویا پھر دونون قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز
ہے اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہے یعنے اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی و یجوز ای یصح مسحها ولو شدت بلا وضوء
و غسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہے اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترك المسح
كالغسل ان ضر والا لا يترك اور ترک کیا جاتا ہے جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہے اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاوے ہم
ضرر سے مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل اوسکے ضرر سے خالی نہین اور یہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی
وهو ای مسحها مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہے ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے
یعنے عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے ہم عاجزی کی صورت یہ ہے کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکو کھولنا ضرر کرتا ہو کذا
فی الدرر فان قدر عليه فلا مسح عليها سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین ہم محیط مین ہے کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط
سے غافل ہین کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فان ضر مسحها فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہے کہ دھونا محل کسورہ کا لازم
ہے اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح
کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنی نہ دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا و یمسح
نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها في الاصح ان ضره الماء او حلها اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہے ساری پٹی پر اسقدر
مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہے صحیح تر قول مین اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو ہم مصنف اتباعا مسح مین صاحب کنز کا تابع
ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہے یہ ہے کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہے اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہے یعنے خلاصہ مین جو دانت
کے دھونے کو فرض کہا ہے سو اصح نہین کذا فی الطحطاوی و منه ان لا یمکنه ربطها بنفسه ولا یجد من یربطها اور منجملہ ضرر کے یہ ہے کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا
ممکن نہین اور نہ اس شخص کو پاتا ہے جو پٹی کو باندھ دے انكسر ظفره فجعل عليه دواء او وضعه على شقوق رجله اجرى الماء عليه ان قدر والا مسحه
والا ترکہ ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اسنے اسپر دوا رکھی یا پاؤن کی برائی پر دوا لگائی تو وضو مین اسپر پانی کو بہاوے اگر بہا سکے او اگر قادر نہو تو اسکو
مسح کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہو گیا عذر سے والمسح يبطله سقوطها عن برء والا اور مسح کو باطل
کرتا ہے گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ کے فان سقطت فی الصلوة
استانفها پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے و كذا الحكم لو سقط الدواء او برء موضعها ولم يسقط مجتبى اور اسی طرح حکم تفصیل
ہے اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر وہ صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو پھر

شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضرہ والا فہما فان ضرہ فلا یجزاور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر یعنے پٹی کے ساقط ہونیسے بعد صحت کے اسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھولڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہو گوشت سے اور اُسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہو تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق ھم توابع جبیرہ پھایا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہی ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہی اسی قول پر فتوی ہی ھم یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین ہر بخلاف مسح موزہ کے کہ اسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور اصح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن رجع عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین ھم لینے شرح منح الغفار مین دیکھی نسخہ مقتدمیہ وجرتح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض لگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اس باب مین حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کر کے آغاز کیا تو اُسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی بر خلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین بنا بر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی جیسا کہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انمین شارع نے حیض کو مانع طہارت ٹھہرایا کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ ہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا بر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ زخم کی قید سے خارج ہو گیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآئسۃ ومشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڑھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ ۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہو گیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے بر خلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحوا لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے یعنی فرج داخل کے کنارے کے برابر ہو جائے یہی قول معتمد ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرہ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے دفعہ کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمد رحمہ کے نزدیک روزہ ٹوٹا بر خلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے

عادی نہو اور اگر عادی ہوگا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن النہر و شرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا
نصاب طہر یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہی ہو طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہو حکماً مدت باقی
اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض شروع ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکماً ہی و عدم نقصہ عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا ہی کمتر مدت
مدت حیض سے یعنی تین دن سے واوانہ بعد التسع اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہی و وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوۃ ولو ابتداء فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض
دم صحۃ یعنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے خارج ہونے سے ہی اسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول ہی
اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہی اور حیض صحت کا خون ہی کذا فی البحر ھم غیر اصح یہ قول ہی کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑے
کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشایخ بخارا کا ہی کہ جسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے
کہ صحت جسم اصلی ہی اور مرض مقتضی استحاضہ عارضی ہی تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ و اقلہ ثلثۃ بایامہا الثلث
اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ انھین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد المقدر بالساعات الفلکیۃ
لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہی جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنے نجومی گھڑیون سے کیا گیا ہو
نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ انھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ھم ساعت دو قسم ہی ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی
پندرہ درجہ کی ہوتی ہی اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت
زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہی اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسی طرح ساعت لغویہ
اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہی زمانہ کے ہر ایک جز سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع
ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہی حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی باقی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طالع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ
حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فلا یلزم کونہا لیالی تلک الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے تو
راتون کو انھین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ھم رات مقدم ہوتی ہی دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ
مطلقاً تین راتین لازم ہین جسطرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے و کذا قولہ و اکثرہ
عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہی کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقاً خواہ انھین
دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہی اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ھم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہی تو مرتبہ حسن کو پہنچکر لائق احتجاج
کے ہوگئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہما وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد و آیسۃ علی
ظاہر المذہب و حامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہی اور جو کہ اکثر مدت حیض سے
یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہی یا زائد ہی حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی
لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکا حیض سے ناامیدی ہوگئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ
وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہی ھم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہی اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی
عادت ہو اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ وہ ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے
زیادہ ہی وہ استحاضہ ہی اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی و اقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض

خمسۃ عشر یوما ولیالیھا اجماعا اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور انکی راتین باتفاق
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہو نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہو گئی ہو کذا فی الطحطاوی
ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جاے ہم استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ
عورت بالغہ ہو جاے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی
عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہو جاے اسکا حکم پہلی صورت
کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہو جاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اسکی عدت منقضی نہو گی مگر حیض سے
اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اسکی عدت منقضی ہو گی ابتدا سن ایاس سے چنانچہ باب العدۃ مین مذکور ہو گا الا عند الاحتیاج
الی نصب عادۃ لھا اذا استمر بھا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی حاجت کے وقت جبکہ اسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جاے یعنے
سیلان دائمی ہو البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدۃ بشہرین یہ یعنی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جاینگے
یہی قول مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ
مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتدا جوانی سے برابر خون جاری ہو گیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا اور دیت سے خواہ عشرہ
اولی ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اسکی عدت انسٹھ دن مین منقضی ہو گی تین حیض تیس
دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا انیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہو گی ۸۸ یا ۸۹ دن مین تین حیض تو تیس دن کی اور تین
طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر انیس انیس دن کے یا ایک طہر انیس دن کا اور دو طہر بیس بیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہو گی ۹۹
یا ۹۹ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن لنسیت عادتھا اور مصنف کا کلام نصب
عادت مین شامل ہو مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی ہم یہ کلام فی نفسہ صحیح ہو اگرچہ اکثر
طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا
عند نصب عادۃ لھا اذا استمر بھا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرۃ والمضللۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اسکو متحیرہ اور مضللہ کہتے ہین ہم محیرہ
اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہی یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہو یا یہ کہ اسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی اور اسکو ناسیہ اور ضالہ
بھولنے والا ۱۲
اور متحیرہ بھی کہتے ہین واضلالھا اما بعدد او بمکان اوبھما کما بسط فی البحر والحاوی اور اسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہو کہ دن حیض آتا تھا
یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ
بحر الرائق اور حاوی مین مشرح مذکور ہی وحاصلہ انھا تتحری اور حاصل اس بیان مشرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اٹکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر
عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کر کے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے انمین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی
کہ جب اسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو
اسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتی ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأت لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور
طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جس دن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے
یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر فرض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی

وان بینهما والدخول فیه لتغتسل لکل صلوٰۃ اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنے حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اسواسطے
کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر مین داخل ہوئی و یترک غیر موکدۃ و سجدۃ جماعاً اور چھوڑ دے نماز غیر موکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنے زوج کو اپنے اوپر
قادر نہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو ھم حلبی محشی نے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہے وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین یوما ان علمت بدایته لیلا اور سارے
رمضان مین روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ھم اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات ختم ہوگا
تو اُسکا روزہ رمضان مین سوا دش دن کے فاسد ہوا اور دش دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے
تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دش روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے والا فاثنین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنے اگر ابتداء حیض دن سے جانتی ہو
تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن مین ختم ہوگا گیارھوین دن تو گیارہ روزے اُسکے فاسد ہوگئے اور اُسی قدر قضا مین
کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے وتطوف لرکن ثم تعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے
ہین پھر اُسکا اعادہ کرے دش دن کے بعد یعنے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ مین طہارہ واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو وللصدر ولا تعیدہ
اور طواف الصدر کرے یعنے کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اُسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہے وتعتد لطلاق بسبعۃ اشہر
علی المفتی به اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے فتویٰ دیا قول پر یعنے مضللہ اور اسی طرح معتادہ ناسیۃ العادۃ لقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے
کذا فی الحلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اُسکا دو مہینے کا ہے وما تراہ من لون ککدرۃ وتربیۃ
فی مدتہ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے ھم جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور
سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شئ یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہین ہے بعضون
نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض
مراد ہے کذا فی نہر الفائق ولو المرئی طہراً متخللاً بین الدمین فیہما حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونون کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنے حیض کے دش دن
کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہے لان العبرۃ لاولہ وآخرہ
وعلیه المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اُسکے اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنے جیسے
وجوب زکوٰۃ مین ابتداء اور انتہاء سال مین نصاب کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا
اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار
کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہے اور زکوٰۃ مین بقاء جزء نصاب اثناء سال
مین مشروط ہے صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہے کہ یہ قیاس نہین ہے نصاب پر بلکہ اُسکا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامہ بقوله یمنع صلوٰۃ مطلقاً ولو سجدۃ
شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقاً یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر
کا ہو وصوماً وجماعاً اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو وتقضیه لزوماً دونها للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بطور وجوب نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت
کے ہر نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا مین دقت ہے ولو شرعت تطوعاً فیہما
فحاضت قضتہما خلافاً لما زعمه صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونون قضا کرے برخلاف
اُس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہے کہ روزہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت

سانقضہ حکم بحیضہا مذ قامت او نفیض مین ہو کہ اگر عورت سوئی پاک اور اٹھی حیض کی حالت مین تو اُسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اٹھی ہم یہ حکم
نظر باحتیاط ہی تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سو گئی اور صبح کو اٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی
وبعکسہ مذ نامت احتیاطا اسکے بالعکس مین یعنے سوئی حائض اور اٹھی طاہر تو اُسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضون نے
کہا قولہ احتیاطا عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہو گیا اور اسپر دلیل بحر الرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے
گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوتے وقت اور حائض دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے سے
پہلے اسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت مین گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت مین گدی کے جدا کرنے کے وقت
سے نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی ویمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم ہوا
کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجاسے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ مین ریح گھومی وہ اُسکے خارج
کرنے کو باہر مسجد کے نکل جاوے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کر کے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کر کے وہین
ٹھہر اسے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہی اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً و حل الطواف ولو بعد دخولہا المسجد و شروعہا
فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف مین شروع کر لینے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ما تحت الازار
یعنے ما بین سرۃ و رکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہبند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت
بدون شہوت کے ہو یعنے جماع کرنا اور ران وہان لگانا اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی ہم پر حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت
کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنے کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہی اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا
پکانا اور اسکے آٹے اور پانی چھوٹے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچھونے سے علحدہ رہنا لائق نہین کہ یہ یہودیون کا فعل ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وحل ما عداہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہی مطلقاً ہم ما سوائے قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر
کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر ومباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کا
ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین تردد ہی ہم شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے تردد
ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچھ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ما عداہ مطلقاً کذا
فی الطحطاوی وقراءۃ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم
یہی قول ہی کرخی کا اور اکثر کتب مین اسی کی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد ثنا یا افتتاح امر یا بالقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور
بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑھنا مباح ہی مطلقاً اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اُسکا خلاف اولےٰ ہی کذا
فی الطحطاوی ملخصا ومسہ ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکھا ہو صحیح تر قول مین ہم
مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درہم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہین نہ حرف کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی بخلاف
غیر مصحف کے اسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر الا انہا فیہ المنفصل کما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہی
چنانچہ گذرا یعنے بزدان کے ساتھ چھونا درست ہی جو اُسکے ساتھ درست نہین ہم قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور مین جنمین تبدیل اور تحریف واقع
نہین ہوئی فقہانے کہا ہی کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی

اور جیسے شروح نحو کا بھی یہی حال ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ اور جیسے اسی طرح منع کرتا ہے قرآن کے اٹھانے کو جیسے اس تختے اور
ورق کا اٹھانا ممنوع ہے جسمین آیت قرآنی مکتوب ہے اور اگر آیت سے کم مکتوب ہو تو اسکا چھونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وَلَا بَاسَ
لِحَائِضٍ وَجُنُبٍ بِقِرَاءَۃِ اَدْعِیَۃٍ وَمَسِّہَا وَحَمْلِہَا وَذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَسْبِیْحٍ وَزِیَارَۃِ قُبُوْرٍ وَدُخُوْلِ مُصَلّٰی عِیْدٍ اور کچھ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعاؤن کے
پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے مین اور اللہ تعالےٰ کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین ہم لا باس کے
لفظ مین اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہے واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے مین کلی کرنے اور ہاتھ
دھونے کے بعد یعنی تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لا باس کا خلاف اولیٰ پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا دلالت نہ ہوگا
کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہما فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہا فیکرہ للجنب لا الحائض مالم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے تو کھانا
پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہو یعنی طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم جنب اور حائض میں فرق ...
کا منھ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہ تفصیل طعام مین جاری نہین بخلاف حائض کے کہ اسکا حدث مرتفع
نہین ہوتا قبل از انقطاع حیض وَلَا یُکْرَہُ نَظَرٌ اِلٰی مَسِّ قُرْآنٍ کَلِمٍ عند الجمہور تیسیر او صحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ نہین ہے چھونا قرآن کا کیونکہ
سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہے ہم آستین ... مراد وہ کپڑا ہے جو پہنے ہوئے ہو
کے بدن سے متصل ہے ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جبکہ اسکا حیض منقطع ہو گیا
حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنی جبکہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس
عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ تتوضا وتصلی فی آخر الوقت
اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنی تین رات دن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت مین ہم یہان
غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہین ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت مین جماع کا حکم بیان نہین کیا لیکن اسکا حلال ہونا اگلے مسئلے
سے ظاہر ہوتا ہے یعنی جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق اولے حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اہ
اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہو گیا تو جماع حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور
عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ہم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر
عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر
وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر
وَاِلَّا لَا یَحِلُّ حَتّٰی تَغْتَسِلَ اَوْ تَتَیَمَّمَ بِشَرْطِہٖ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہین یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنے
اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اسکا حلال نہین ہاں جماع بنا بر قول اصح
کے اَوْ یَمْضِیْ عَلَیْہَا زَمَنٌ یَسَعُ الْغُسْلَ وَلُبْسَ الثِّیَابِ وَالتَّحْرِیْمَةَ یعنی من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت فی وقت العید لا بد ان یمضی
وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جاسے جو گنجایش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنے نماز کے
آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت
کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جاسے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہے ہم تو مراد یہ ہے کہ ایسے وقت مین پاک ہو

اگر خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو اور اسقدر زمانہ گذر جائے جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہیں ہرچند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مراد یہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کرکے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق میں ہے نہ قرآن پڑھنے کے حق میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی درر میں ہے کہ اگر حیض بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت میں تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداۃ ہو خواہ معتادہ انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الاصح لا اور کیا صوم میں بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول میں معتبر نہیں یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہے اتنا کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سوائے تحریمہ کے تو نماز میں تحریمہ معتبر ہے اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقاً اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی میں داخل ہے نہ حیض میں ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ وان الحیض فیقضی مطلقاً ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہ علی عشر فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر میں داخل ہے اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہیں تو وہ حیض میں داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقاً اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تاکہ حیض کے ایام دس سے زیادہ ہو جاویں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار نہوگا ورنہ ایام حیض کے دس سے زیادہ ہو جاوینگے اور یہ شرع سے ثابت نہیں ووطؤہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہے اسکے حلال سمجھنے والے کو جیسا کہ اسپر تکفیر پر ایک نے نہیں بہت فقہا نے یقین کیا ہے ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ھم حلال عورت کی دبر مراد ہے اور غلام وغیرہ کی دبر میں ظاہرا یہ تکفیر کا خلاف جاری ہی نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجیء فی المرتد انہ لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضوں نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا نچاہیے دونوں مسئلوں میں اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہے اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتدین میں آویگا کہ فتوی نہیں دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہے اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ثم حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوی نہیں بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہے جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگرچہ حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہے یا حرام لعینہ احادیث سے تو اسکی حلت کا معتقد کافر نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لا جاہلا ولا مکرہا ولا ناسیا گناہ کبیرہ نہیں اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہے اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اصحاب سنن کی ابن عباس سے ایک روایت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی نے حائض سے جماع کیا اول خون میں اور حالانکہ خون سرخ ہے تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہے تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہے وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیاء میں کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہیں ہے ودم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا حکم نکسیر دائمی کے مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہے ہم خون استحاضہ چھ قسم ہے ایک وہ ہے جو اقل حیض سے کم ہو ۲ یہ کہ اکثر حیض سے زیادہ ہو

۱۳- یہ کہ حیض بتداء سے زیادہ ہوا اور اُسکا حیض دس روز کا ہی ہر مہینہ مین ۱۴- یہ کہ نفاس بتداءً سے زیادہ ہوا اور اسکا نفاس ۴۰ دن کا ہو ۱۵- یہ کہ حیض
اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاوے ۱۶- حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور مریضۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہی
کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہی کہ اسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوماً و
صلوٰۃ ولو نفلا وجماعا لحدیث توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین
بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہی اور
صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی المنح والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعا دم فلو لم تره ہل تکون نفساء المعتمد نعم تخرج من رحم اور نفاس لغت
عرب مین عورت کا جننا ہی اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہی جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا
یعنے زچا ٹھہریگی یا نہین جواب یہ ہی کہ ہان معتمد قول یہی ہی کہ وہ زچا ہی ہم تو اسپر غسل واجب ہی احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہین
کذا فی البحر فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف
مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہی اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچا نہوگی زخم والی
ٹھہریگی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہ ہین کہ اُسکی ماں کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہریگی اور اُسکی طلاق اگر ولادت پر
معلق ہوگی تو اُسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولد او اکثرہ ولو متقطعا عضوا عضوا نفاس ثابت ہوتا ہی اور لڑکا پیدا
ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضأ ان قدرت او تتیمم وتومی بصلوٰۃ ولا تؤخر فما عذر الصحیح
القادر نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہین تو اب وہ اس حالت مین وضو کرے اگر وہ
قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہی تاخیر یا ترک نماز کا چنگے بھلے قادر شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت
مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ہنڈیا رکھے یا گڑھا کھود لے
اور بیٹھکر نماز پڑھے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شئ الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے
مانند ہی ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہی ہم وہ سات چیزین یہ ہین بلوغ اور استبراء اور
عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہی اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہی اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق
بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ اُن سات چیزون کے ایک چیز یہ ہی کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہین الا اذا احتیج الیہ
لعدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی تقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین یوما مع ثلث حیض والثانی باحد عشر والثالث بساعۃ اقل نفاس
کی حد نہین مگر جبکہ عدت کے واسطے اُسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اُسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہی سو اس
عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظمؒ نے اقل مدت نفاس کی اس صورت مین ۲۵ دن کی ٹھہرائی ہی تین حیضون کے ساتھ اور
ابو یوسف رحنے گیارہ دن کی اور محمد رحنے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہم یہان امامؒ کے قول پر فتوی ہی کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن
کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رح کے نزدیک اُسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور
تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رح کے نزدیک ادنے مدت تصدیق کی
۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور اُنکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے اور محمد رح کے نزدیک ۵۴ دن مدت

تصدیق کی ۴۰ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور باقی طہر کے ۱۰ دن کذا فی الطحطاوی والاکثر اربعون
یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ والا اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے ہم اکثر حیض دش دن کا ہے تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونیکی یہ وجہ ہے کہ چار مہینے کے بعد بچے
مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علے اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اسکی عادت مقرر نہین ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۲۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا
تو ۲۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ ہے دش دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو
زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علے اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہے اور حیض مین تمام حیض ہے اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے ہم حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر
۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۴۰ دن خون آیا پھر
۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائد ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقے اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہے ہم
مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبار ایک طرح پر آنا اثبات اور
انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی بدون دوبار کے والنفاس
لام توامین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توامین وہ دو
بچے ہین جنکے مابین مین آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہو گیا ہو صحیح تر
قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے
اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد
استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی والقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا
پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب تعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید اور جل
او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہو گئی جیسا کہ ہاتھ یا پاؤن
یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے
اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنی اسواسطے کہ سقطا لازم ہے

اسکا مفعول نہیں آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاسے یا اُسکو کوئی گرا دے فتصیر المرأۃ بہ نفساء والامۃ ام ولد ویحنث بہ فی تعلیقہ وتنقضی بہ العدۃ
جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اُسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہوجاویگی اور مرد اُسکے سبب سے اپنے تعلیق مین قسم توڑنے والا ٹھہریگا اور اس سے
عدت منقضی ہوجاویگی ہم لونڈی اُسوقت ام ولد ٹھہرگی جبکہ اُسکا مولی دعوے کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہو اور تعلیق کی یہ صورت ہو کہ طلاق یا عتاق وغیرہا کو
عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اُسکا شوہر مرگیا ہو
لذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شیٔ فلیس بشیٔ پھر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہین والمرئی
حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اُسکے بعد دیکھا جاسے وہ حیض ہو اگر جاری رہا تین دن اور اُسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نرہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہو ولو لم یدر حالہ ولا عدد
ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوٰۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلاً
اندھیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنوں کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑدے اپنے حیض کے یقینی دنون مین پھر نہاوے
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا یسمے ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ وانقطع دمہا حکم بایاسہا اور بمدۃ معین
ناامیدی حیض کی بیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے ناامیدی یہ ہو کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر مین حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اُسکا بند ہوگیا تو اُسکے ایاس کا حکم ہوگا ہم ملبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہو اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہو کہ اُسکی
عدت مہینون سے ٹھہریگی اگر اثنا عدت مین خون منود ہو فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اُسنے انقطاع کے
بعد وہ حیض ہو تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہوجاوینگے ہم طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہو اور ایاس مین تین مہینون
سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا
وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوے فی زماننا مجتبے وغیرہ تیسیرا اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ محدود ہی
اور اسی قول پر اعتماد ہو اور اسی پر فتوے ہی ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبے وغیرہ مین ہو آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الفیض وعلیہ
الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہو فیض مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہو وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوے
جوہرہ وغیرہا وتحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہین ہو ظاہر مذہب مین مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہو تو باطل ہوجاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہو نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہو اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضۃ او
بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہو جسکو سلسل البول کی بیماری ہو یعنے جسکا
پیشاب ہر وقت جاری ہو اسطرح کہ اسکو روک نہین سکتا یا کہ اُسکا پیٹ چلتا ہو یعنے دست آتے ہین یا ریح نہین تھمتی یا استحاضہ ہو یا اُسکی آنکھ مین
جوش ہو یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہو کیچڑ بہتا ہو یا گوشۂ چشم مین ناسور ہو اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہو ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہو عذر کی ان استوعب عذرہ

تصدیق کی ہم ۲۰ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور باقی طہر کے ۲۰ دن کذا فی الطحطاوی واکثرہ اربعون یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہیں اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے ہم اکثر حیض دس دن کا ہے تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونیکی یہ وجہ ہے کہ چار مہینے کے بعد بچے میں جان پڑتی ہے تو اس وقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علیٰ اکثرہ استحاضۃ لو مبتدأۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اسکی عادت مقرر نہیں ہوئی اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی رہا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا تو ۳۰ دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ ہے دس دن سے زیادہ خون جاری ہو وہ زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علیٰ اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس میں نفاس ہے اور حیض میں تمام حیض ہے اگر پھر ایک نفاس اور حیض کے بعد پورا طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہیں ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ میں مثلاً پانچ دن کی سو اسکو چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر ۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس میں ۲۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۳۰ دن خون آیا پھر ۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائدہ ۱۵ دن کے طہر میں شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح میں ہے ہم مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر بعکسہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبار ایک طرح پر آنا اثبات اور انتقال عادت میں ابو یوسف کے نزدیک شرط نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہیں ہوتی بدون دوبارہ کے والنفاس لام التوامین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑواں بچوں کی ماں کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توامین وہ دو بچے ہیں جنکے مابین میں آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچوں کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر قول میں یعنی اول اور ثانی میں اور ثانی اور ثالث میں نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونیکا اصح قول میں کچھ اعتبار نہیں مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور مدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب تعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید اور رجل ای اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی کے حکم شرع میں شارح نے کہا کہ سقط کے سین میں تینوں حرکات زیر زبر پیش لغت میں جائز ہیں اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے اور ظہور اعضا نہیں ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق میں ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنی اسواسطے کہ سقط لازم ہے

اسکا معمول نہیں آتا ومقدمہ وتو سقوط ولد ہی خواہ اسکا گر جاسے یا اسکو کوئی گرادے فتصیر المرأۃ بہ نفسا والامۃ ام ولد ویحنث بہ فی تعلیقہ وتنقضی بہ العدۃ
جبکہ ساقط ولد ظاہر الخلقت ہو تو عورت اسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اسکے سبب سے اپنے تعلیق میں قسم توڑنے والا ٹھہریگا اور اس سے
عدت منقضی ہو جاویگی ام لونڈی اسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اسکا مولی دعوی کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہے اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق وغیرہ کو
عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو
کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شئی فلیس بشئ پھر اگر حمل ساقط میں کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہیں یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہیں والمرئی
حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اسکے بعد دیکھا جاسے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہیں یعنی تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حالہ ولا عدد
ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوٰۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہو اسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہیں یعنی مثلا
اندھیرے میں گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنوں کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑدے اپنے حیض کے یقینی دنوں تک پھر غسل کرے اور
پھر نماز پڑھا کرے معذور کی مانند والآیسۃ ایاس بدہ بلوغہا من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ وانقطع دمہا حکم بایاسہا والاولی
ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنی ناامیدی یہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر میں حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اسکا بند ہوگیا تو اسکے ایاس کا حکم ہوگا ہم بھی نہیں سے کہا کہ یہ امام سے روایت ہے اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہے کہ اسکی
عدت مہینوں سے ٹھہریگی اگر اثنا عدت میں خون نہ آوے فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد النکاح پھر جو خون کہ دیکھا اسنے انقطاع کے
بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جاویگا کیونکہ طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس میں تین مہینے
سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہے اگر عدت کے اندر نکاح واقع ہوا
وہ جائز نہیں وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا مجتبی وغیرہ تیسیرا اور بعضوں نے کہا کہ ایاس کی مدت پچاس برس کے ساتھ محدود ہے
اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانہ میں چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الفیض و
علیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ میں ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہے فیض میں کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی
جوہرہ وغیرہا وحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنی ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہیں ہے ظاہر مذہب میں مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ میں ہے اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ میں وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضۃ او
بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہے جسکو سلسل البول کی بیماری ہو یعنی جسکا
پیشاب ہر وقت جاری ہو اسطرح کہ اسکو روک نہیں سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہو یعنی دست آتے ہیں یا ریح نہیں تھمتی یا استحاضہ ہو یا اسکی آنکھ میں
جوش ہو یعنی درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہو کیچڑ بہتا ہو یا گوشہ چشم میں ناسور ہو اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہے ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ میں آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہے عذر کی ان اشیا کے وغیرہ

تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لایجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ و یصلی فیہ خالیا عن الحدث بشرطیکہ گھیرلے عذر اسکا نماز فرض کے تمام وقت کو
اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ پایا نجاسکے جسمین وضو کرکے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم
اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہوجانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے ہم استیعاب حکمی کی یہ صورت ہے کہ اسقدر
انقطاع قلیل ہو کہ اسمین وضو اور نماز اس سے خالی ہوکر نہوسکے کذا فی الطحطاوی وہذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنے استیعاب عذر کا نماز کے
تمام وقت میں شرط ہے عذر کے شروع ہونے کے حق میں یعنے ثبوت عذر اولا اسی طرح ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر
باقی رہنے کے حق میں عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء میں کفایت کرتا ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنے ایک بار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط
استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں حقیقۃ شرط ہے
اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے کہ عدم انقطاع حقیقی کہ تمام وقت میں اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت میں موجود
تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل ثوبہ ونحوہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض کے
وقت نہ دھونا کپڑے کا اور مانند اسکے یعنے بدن اور مکان کا ہم وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہے کہ اگر یہ حالت ہے کہ جو کپڑا
دھویا جاے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہوجاے تو اب کپڑا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی
دلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض میں وقت کیواسطے ہے چنانچہ قرآن مجید میں لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہے یعنے نماز کو قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت
چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت میں چند فرض ہوں لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہاں وقت کے واسطے
ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا فدخل الواجب بالاولی پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولے داخل ہے یعنے جبکہ نفل
باوجودیکہ ضرور نہیں جائز ہے تو واجب بطریق اولی جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج مالم یطرأ حدث اخر اویسیل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنے اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنے ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب
نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہوجانے کے وقت پھر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہوگا وقت کے خارج
ہونے سے جبتک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اس صورت میں خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہوا کہ سیلان کے
وقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا مسئلہ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنے اگر عذر کے وقت وضو کرکے موزہ پہنا
تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر میں وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند
ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وافاد انہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت
کے قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہوجانے
سے یعنے یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض
کا وقت نہیں تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علی ثوبہ فوق الدرہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ
تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست
روان ہوئی تو اسکو اسکا نہ دھونا جائز ہے جو اس طرح ہو کہ اگر اسکو دھووے تو کپڑا نجس ہوجاے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر
ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا

الا نجس فورًا لترکہ اور اسی طرح وہ مریض ہو کہ نہین بچھاتا ہو کپڑے کو اگر فورًا ناپاک ہو جاتا ہو تو اُسکو ترک فرش جائز ہے هم صورت اُسکی یہ ہو کہ زمین پر پاک مکان نہین پاتا ہو نماز کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہو تو اُسکے زمین کی نجاست الفہ سے قبل از نماز ناپاک ہو جاتا ہو تو اب اُسکو ترک بسط ثوب جائز ہے فورًا اس سے مراد ظاہر اقبل اتمام نماز ہے کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہین رہتی وقت مین مگر دو شرطون سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ پھر اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اُسکا عذر سیلان بند ہو پھر اُسکا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اُس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اُسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اُسکی باقی نرہیگی پہلی صورت مین انتقاض وضو عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ نہر اور اُسکی شرح مین ہے اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اُسکا وضو باقی ہے جبتک کہ وضو نماز کا باقی ہو کذا فی البحر فروع مسائل الفقہ شارح کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلاتہ مومیا واجب ہے ہٹانا اور روکنا اپنے عذر کا یا اُسکا کم کر دینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر دفع ہو سکے یعنی اگر عذر ہٹا سکتا ہو تو اُسکو ہٹا دے نہین تو کم کر دے بحر الرائق مین ہے کہ جب معذور قادر ہو روک سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کر دینے سے یا اگر بیٹھکر پڑھے تو سیلان بند ہو تو وہ کرنا واجب ہے یعنی فرض ہے تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہو اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبردہ لا یبقی صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نرہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض بخلاف حیض والی عورت کے یعنی اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہے اور بعضون نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اُس شخص کے جسکا پیشاب نہین تھمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیون کے احکام مین هم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اُسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وهو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنی حقیقی کو خاص ہے هم نجس بفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہے (مثل بول اور پاخانہ) اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہے تو وہ عام ہے مطلقًا تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے مین نجاست لگ گئی اُسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اُسکو نجس بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر بمقدار مانع صلوٰۃ ہو اور اُسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہے تو اگر کشف عورت لوگون مین کریگا تو فاسق ہو گا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصرًا یجوز رفع

نجاست حقیقیۃ عن محلہا ولو اناء او ماکولا علم محلہا اولا بماء ولو مستعملا بہ یفتی جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اسکے مقام سے یعنی جہاں وہ لگی ہے اگرچہ محل
نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا ککڑی خواہ محل اسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھوکر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہے مم طحطاوی مین
خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نہ رہا کہ کونسا ہے سو اسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے وبکل
مائع طاہر قالع للنجاسۃ ینعصر بالعصر کخل وماء ورد حتی الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس باللحس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست
اکھاڑنے والی چیز سے کہ نچوڑا جاسکے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ منہ کی رال بھی تو جو انگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے
چاٹنے سے مم گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے کہ شیرخوار
کی قے سے پھر اسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبن کزیت لانہ غیر قالع بخلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست
کو نہیں دور کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وقیل ان اللبن وبول مایوکل مزیل مخالفات المختار اور بعضوں نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب
نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے مم یہ قول غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہے ویطہر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ہو کل یابسۃ لبعد
الجفاف ولو من غیرہا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرہا اور موزہ اور اسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے
ایسے رگڑنے سے کہ اثر اسکا اس سے دور ہو جائے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ
شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسی کا فتوی دیا جاتا ہے مم موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے
سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہیں آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جاویگا اثر سے مراد
اوصاف ثلثہ ہیں یعنی رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہو گا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا جرم
لہ کالبول فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اسکے دھویا جاسکے یعنی تین بار خشک کرنے کے ساتھ جیسا ہے بحر الرائق مین لیکن حلبی مین قہستانی
سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاسے ویطہر صیقل لا مسام لہ کمرآۃ وظفر وعظم وزجاج وآنیۃ مدہونۃ
وخراطی وصفائح فضۃ غیر منقوشۃ بمسح یزول بہ اثرہا مطلقا بہ یفتی اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنی گھونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی
اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نہ رہے
خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتوی دیا جاتا ہے مم پونچھنا صیقلی چیز کا قول محمد مین مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست
تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی وتطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسہا ای جفافہا ولو بریح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت
ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اسکے مانند کے کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنیکے مم اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک
نہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکھتی ہو تو اتنا پانی اسپر ڈالے کہ اسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اسکے
اسفل مین چھتر کھود دے اور زمین پر پانی ڈالے جب چھتر مین پانی جمع ہو تو اسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اسکا دھونا ممکن نہین بلکہ
اسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اسپر پانی ڈالے پھر اسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اسکا خشک کرلے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاسے تو پاک ہو جاویگی کذا فی
الطحطاوی عن السراج والخلاصۃ والمحیط ذہاب اثرہا کلون وریح لاجل صلوۃ علیہا لا لتیمم بہا اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے
ہے نہ اس سے تیمم کرنیکے لیے مم نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان المشترط لہا الطہارۃ ولہ الطہوریۃ اسواسطے کہ نماز کے لیے

زمین کا پاک ہونا شرط ہی نہ مطہر ہونا اور تیمم کے واسطے مطہر ہونا شرط ہی نہ فقط پاک ہونا و حکم آجر و نحوہ کلبن مفروش و خص بالخاء المعجمۃ سترۃ السطح تتخذ من مقصب و کلا قائم
فی ارضہ کذالک ای کارض فیطہر بجفاف اور حکم کچی اینٹ مفروش اور اسکے مانند کا چنانچہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم
اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہی اسی طرح کا ہی یعنی زمین کے مانند ہی کہ پاک ہو جاتی ہیں یہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہو جانے سے
شارح نے کہا کہ خص بخاء معجمہ چھت کی اوٹ ہی اور خص بضم خاء معجمہ وصاد مہملہ گھر ہی بانس یا نرکل کا اور یہاں مراد وہ سترہ یعنی اوٹ ہی جو چھتوں پر
ہوتی ہی یعنی ٹٹیاں کھڑی کرکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل ما کان ثابتا فیہا لاخذہ حکمہا باتصالہ بہا اور اسی طرح خشک ہونے سے طاہر
ہو جاتی ہی وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہی چنانچہ دیوار وغیرہ اسواسطے کہ اسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل
یغسل لا غیر الا حجرا خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہی چنانچہ فرش اینٹ یا پتھر جدا ہی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہی نہ اسکے غیر سے
مگر کھردرا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہی کم البحر الرائق میں ہی کہ چکنا پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہیں ہوتا و
یطہر منی ای محلہ یابس بفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہی ملنے سے
اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح پر کہ پانی سے استنجا کیا ہو اس صورت میں کافی ہی جبکہ اس ذکر طاہر ہو اور
کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا متجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی و سراج المجتبی اور فرع فانزل لم یطہر الا بغسل لتلوثہ
بالنجس اسے برطوبۃ الفرج فیکون متفرعا علی قولہما بنجاسۃ الا عند و فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی میں ہی کہ ذکر فرج میں داخل
ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دھونے کے بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنی ناپاک ہوگی فرج
کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول متفرع ہی صاحبین کے قول پر کہ انکی رطوبت ناپاک ہی لیکن امام اعظم رحمہ کے نزدیک تو وہ پاک ہی جیسے بدن کی باقی
رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں والا یکن یابسا اولا راسہا طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشہور اور اگر منی خشک
نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دھوئی جاوے جیسے باقی ناپاک چیزیں دھوئی جاتی ہیں خشک ہوں یا تر اگرچہ تازہ خون ہو بموجب قول مشہور کے اور غیر مشہور
مجتبی کا یہ قول ہی کہ اگر تازہ خون کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ وقتہا
فرضی یہ وہنیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہو گئی ہو اور درمیان منی عورت
کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہی نہ روایت کی راہ سے اور
اسی طرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہی اور فیض میں اسکو صحیح بیان کیا ہی حلبی نے کہا کہ آدمی کی منی میں
خلاف قیاس رخصت وارد ہی تو اسپر غیر آدمی کا قیاس نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا فی الاصح و بدن علی الظاہر
من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول میں اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے حکم
یعنی درصورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہی خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ثم
ہل یعود نجسا ببللہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہی یا نہیں جواب
وہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہو گیا بدون سائل چیز کے وہ تر
ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہو جاتی ہی ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیرہ ذالک بحر الرائق میں ہی انما اختلف التصحیح او الاختیار
طہارت کے ہر مسئلہ میں مختلف ہی مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت میں اولی ہی جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہی ہر مسئلہ میں و ذ...

سے مع الجزا ثم المطہرات الی نیف وثلثین وعیرت نظم ابن وہبان فقلت اور البتہ مین نے پہونچایا ہی خزانۃ الاسرار مین مطہرات کو کئی اور تیس تک اور
بدل ڈالا ہی مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے وغسل ومسح والجفاف مطہر ونحت وقلب العین والحفر یذکر اور دہونا
اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا مذکور ہی مطہرات مین ہم دہونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور
پونچھنا صیقل والے اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدل جانا گدہے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کھودنا زمین مین ظاہر
کرتا ہی ودبغ وتخلیل ذکوۃ تخلل وفرک ودلک والدخول التغور اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور
ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ ہوجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ
روان ہوجاوے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا ظاہر کرتا ہی والتغور فیما بعض نزوف ونزحہا وزوال وغسل
فصل بعض فقور [illegible] تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھننا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جلجانا اور اوبالنا اور بعض کا
دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گرا دینا ہم تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلون کے روندنے سے
تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہی تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ
خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیریہ مین ہی کہ اگر نصف سے کم روئی ناپاک ہوئی تو دھننے سے پاک ہوجاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اسکے
مانند جیسا کہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانی یا اسکے برابر حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو کونے
طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمین چوہا گر کے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گرد پیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گرجا
نجاسے تو باقی چیز پاک ہوگئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوے کتنور رش بماء نجس لاباس بالخبز فیہ اور پاک ہوجاتا ہی ناپاک تیل اسکو صابون
بنانے سے اسی قول پر فتوی ہے [illegible] جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین
کطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی جیسا کہ وہ مٹی کہ ناپاک ہوگئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا
آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہی اگر اسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم حلبی شارح ہی منیۃ المصلی کا
اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی در مختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف
کردی ہی اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درہم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درہم کی نجاست کے ساتھ نماز
صحیح ہی بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا
جائز ہی کذا فی الطحاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہی درہم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی پھر اگر
درہم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی
ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درہم سے زیادہ نجاست نماز کو
باطل کرتی ہی تو اسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا الاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست
لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک جیسا کہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیق من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنے درہم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی قعر
کف دست کے ہی پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک درم

معاف ہے تو بعضوں نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضوں نے مساحت کا ہندوانی نے دونوں قولوں میں توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہو
تو درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور اگر پتلی ہے تو مساحت درہم کا اعتبار ہے بدائع میں کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہے اور زاہدی اور زیلعی
نے اسی کو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمیں دو نص متعارض نہوں صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور انکے سابقین
کا اسمیں اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہ ہے جسمیں دو نص متعارض ہوں صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور غلیظہ کی
تعریف میں اشارہ اسطرف ہے کہ اسکے اجتناب میں بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً و کذا کل ما خرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظ اور اسیطرح جو چیز
کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہے جیسا کہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے منہ بھر کے اور خون حیض
کا یہ سب نجس نجاست غلیظہ ہیں لیکن اس کلیہ پر ریح کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہے پاک ہے و بول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا
بول الخفاش وخرءہ فطاہر اور جیسا کہ جاندار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگادڑ کا پیشاب اور اسکی بیٹ پاک ہے
و کذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیہ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہے یعنی معاف ہے بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اس سے اور
اسی پر فتوی ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے ہم حلبی نے کہا یہ معافی کپڑوں اور طعام میں ہے نہ پانی میں اور فتاوی قاضیخان میں چوہے کی نجاست کو
ظاہر الروایۃ کہا ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوی مقدم ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخزانۃ ان خرء الفارۃ لا یفسد ما لم یظہر اثرہ و کتاب میں آویگا کہ چوہے کی
مینگنی ناپاک نہیں کرتی جبتک اسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو یا مزہ روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھا لے کہ وہ
پاک ہے کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ میں ہے کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنوں کے سوا معاف ہے اور اسی پر
فتوی ہے ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ و ما بقی فی لحم مہزول و عروق وکبد وطحال وقلب والملحق دم سمک وقمل وبرغوث و
بق اور نجاست غلیظہ ہے خون روان تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہے جبتک اسکے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگوں اور کلیجی اور تلی اور
دل میں باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہیں اور مچھلی اور جوں اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہیں ہم جو خون کہ کلیجے وغیرہ میں باقی
رہتا ہے وہ جاری نہیں تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہیں زاد فی السراج وکتان وہی کما فی القاموس کرام دویبۃ حمراء لساعۃ
اور سراج وہاج میں ہے اور خون کتان بروزن رمان کا جیسا کہ قاموس میں ہے یہ چھوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ ہم شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہے واللہ اعلم
فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنی ہیں کہ وہ ناپاک نہیں وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ رجح فی البحر
الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہے اور باقی مسکر شرابوں میں تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہیں
بحر الرائق میں اول یعنے تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہے اور نہر الفائق میں درمیان یعنے تخفیف کی ترجیح ہے ہم صاحب نہر نے فیض کے اس مسئلہ سے
استدلال کیا ہے کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے میں شراب مسکر سے کثیر فاحش نہیں تو قول اصح میں وہ کافی ہے حلبی نے کہا یہ نص ہے تخفیف نجاست میں تو صاحب
نہر ہی کا قول ہے اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہے اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہے وخرء کل طیر لا یذرق فی الہوا کبط اہلی ودجاج اور نجاست
غلیظہ جیسے بجال ہر ایک اس پرندہ کی جو ہوا میں نہیں اڑتا جیسا کہ خانگی پالو بط اور مرغی واما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا میں
اڑا کرتا ہے تو اگر وہ حلال ہے جیسے کبوتر اور گنجشک تو اسکی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہے تو اسکی بجال ناپاک نجاست خفیفہ ہے جیسا کہ باز اور شکرا اور چیل لیکن انکی
بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہے کذا فی الطحطاوی و روث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر
ہم بحر الرائق میں ہے کہ فضلہ فرس اور حمار کو عربی میں روث یعنی لید کہتے ہیں اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنے گوبر کہتے ہیں اور فضلہ اونٹ کو اور بکری مینگنی او فضلہ

انسان کو فائدہ یعنی کوہ پہ سے تین افادہ ہا نجاست تو کل حیوان غیر الطیور سے نفس لیا اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوا
چڑیون کے ہم بہتر یہ کہتا کہ شارح کہتا کہ غلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا وجہ افادہ یہ ہی کہ غلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے مین ثابت ہوئی تو حرام جانور مین بھی تا
ہوگی بالطریق اولی کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہین ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہو کہتے اور ذرا
جانورون کے گوہ کی نجاست غلیظ ہونے مین امام اور صاحبین کا اتفاق ہی تو اختلاف نہین مگر لید اور گوبر مین کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ قولہما اظہر و شرنبلالیہ مین ہی
کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہی نجاست اور طہارت مین تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہی اور عموم بلوے کے سبب سے بھی کہ راہین آس
پر بھری ہین بہ یفتی اور یہ فتوی دیا ہی غیر ماکول اللحم کے پیشاب سے کہ زیادہ اُسکو موکد جانتی ہی کذا فی الزیلعی وطہر طاہر محمد آخرا للبلوی وبہ قال مالک اور محمد بن حسن نے لید
گوبر کو آخر حال مین پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہی امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد رحمہ خلیفہ کے ساتھ رے مین داخل ہوئے اور تکلیف اور
مشقت لوگون کی دیکھی کہ راہین اور بیسرا مین اس سے پر ہین تو مجبور ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو جمادین نجاستہ غلیظۃ ونجاستہ
خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی
احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ مین ہی یعنی خفیفہ اس صورت مین بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونون ملکر قدر درم سے زائد ہون تو نماز جائز نہوگی ثم متی اطلقوا
النجاسۃ فالظاہر الغلیظۃ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولین تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہی وعفی دون ربع جمیع بدن
وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کذیل وکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہی تمام بدن اور
کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو جیسا کہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق مین راجح کہا ہی اُس چیز کی چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست
لگ گئی ہی جیسا کہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق مین کہا ہی وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اُسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر فتوی
ہی حقائق مین نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہی
حلبی محشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہی مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم از چہارم کی معافی ہی نجاست خفیفہ
سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہی گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہی ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست
خفیفہ ہی اور امام نے اُسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہی تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہی نہ اسواسطے کہ اُسکا گوشت ناپاک ہی وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول اور
چنانچہ نجاست غیر ماکول اللحم چڑیون کی خفیف نجس ہی خواہ وہ چڑیان درندہ ہون مثل باز جرہ یا درندہ نہون وقیل طاہر وصحح اور بعضون نے اسکو پاک کہا ہی
اور اُسکی تصحیح بھی بعضون نے کی ہی ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت بین پانی کے غیر مین ظاہر ہوتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنی نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہی حلبی نے کہا مگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنوان نجس نہین ہوتا تو یہ مستثنی ہی چنانچہ سابق مذکور ہوچکا
وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہما اور معاف ہی خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب اُنکے طاہر ہونے کا ہی وبول انتضح
کرؤس الابر اور معاف ہی پیشاب چھینٹین ہو کر لگا سوئیون کے سر کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کے نوک کے برابر ہو اگرچہ سیکڑون ہون وکذا جانبہا الآخر اور
اسی طرح ہر سوزن کے مانند سوئی کی دوسری طرف جو جہہ ہر سوئی کا ناکا ہوتا ہی وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹین بہت ہوجاوین پانی
لگوانے سے یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہی لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء آکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی
چھینٹ تھوڑے پانی مین پڑیگی تو اسکو ناپاک کریگی صحیح تر قول مین اسواسطے کہ پانی کی طہارت مین زیادہ تر تاکید ہی کذا فی الجوہرۃ ہم پانی اس صورت سے
نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو طرح کہ گرنے کے وقت پانی مین فرجہ ہوجاے یا پانی اچھلے ورنہ اُسکا کچھ اعتبار نہین چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے ۴۰

نقل کیا باوجود اسکے اگر کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فی البحر و فی القنیۃ لو انتضح [illegible] ان یکون کالابر
انخس اذا انبسط اور قنیہ مین ہے کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم اگر نہین ملین اور پھیل گئین اور وہ مقدار درہم سے زائد ہو گئین تو چاہیے کہ ناپاک ہو سوئی کے مانند مانع
نماز ہون جبکہ وہ پھیل جاے [illegible] فی الطحطاوی
عن الحلبی و طین شارع و بخار نجس و غبار سرقین [illegible] یعنی شارع عام یعنی [illegible] راستہ کی اور
ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا بخار اور کتون کے مقام [illegible] وضو یا غسل کے پانی کی [illegible] معاف ہے [illegible]
ہین یعنے ضرورت کی وجہ سے ہم اصح قول یہ ہے کہ اگر [illegible] نجاست ہو تو [illegible] ناپاک [illegible] جو نجس [illegible]
غالبا میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی [illegible] نجاست [illegible] لیکن اکثر
علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دھوان اگر [illegible] تو وہ ناپاک نہین کرتا کذا
فی الطحطاوی عن البحر و ماء بالمد [illegible] جری [illegible]
پانی کروارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک [illegible] پانی [illegible] نجاست [illegible]
گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہو یا نجاست [illegible] پانی بہتا [illegible] پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک
نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہے کہ اثر نجاست کا اعتبار ہے [illegible] پانی نجاست پر گذرے [illegible]
یہان حکم بھی عام ہو تو بہتر ہے تاکہ شارح ورود کی تفسیر جریان نکرتا [illegible] پانی کا گذرنا نجاست [illegible] ساری زمین ناپاک ہو پانی
کے پاس نجاست پڑی ہو بحر الرائق مین ہے کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرا تو ناپاک نہین ہوتا جبتک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالہ
کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی [illegible] النجاسۃ [illegible] الماء [illegible] نجاسۃ [illegible]
عکس مین ناپاک ہوتا ہے یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اسکے نجاست کا حکم نہین کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز
اسکو ملے تاوقتیکہ نجاست سے جدا نہین ہوا [illegible] اور لکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پانی ناپاک ہو جاے نجاست کی اول
ملاقات ہو لیکن یہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا لگن مین ہو اور پانی اسپر ڈالا جاے یا پانی لگن مین ہو اور ناپاک کپڑا
اسمین ڈالا جاے ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہان سے جدا ہوا اور ناپاک کپڑے دھونے مین بہتر یہ ہے کہ کپڑے لگن
مین رکھے بدون پانی کے پھر پانی اسپر ڈالے نہ یون کہ پانی لگن مین اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اسمین ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہو اسواسطے کہ انکے
نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہوجاتا ہے انتہی مختصرا لا یکون نجسا رماد قذر و الا لزم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست
کی راکھ چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون مین یعنی جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب یا گران قیمت ہے
ولا ملح کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہے جو اول گدھا یا سور تھا جو نمکسار مین پڑکر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حماۃ لانقلاب العین
یہ یعنی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہے جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہو کر کیچڑ بنگئی بسبب بدلجانے انکی ذات کے اسی کا فتوی دیا جاتا ہے [illegible] انقلاب ذات
تینون مسئلون کی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہے کہ انکی حقیقت بدلگئی اور جو چیز بنگئی
و غسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محلا منسیا منہ [illegible] مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر [illegible] اور اگر کپڑے یا بدن کا دھونا جسکے کسی
مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہے اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہے [illegible]

اور اسی پانی کے قول کا بدائع میں سات کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہی اور اس پانی سے اُسکل کرکے دھونا شرط کیا ہی کذا فی الطحطاوی ثم ظہر انہا فی
طرف آخر بل یعید منذ الحکم بنجاستہ لہم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوٰۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہی جو دھوئی نہین
دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہی کہ ان دھوے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اسنے نجاست کو
دیکھا ہم پر عہدہ بری شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغائر ہی مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہی
ظہیریہ مین یون ہی کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کب سے لگی ہی تو امام کی روایات مختلف ہین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے
مگر اُس نماز کا جسمین وہ مشغول ہی کذا فی الحلبی کما لو بال حمر علی حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل
او بیع کما مر چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا اُس گیہون پر جسکو وہ ماڑتے ہین یعنے روندکر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے
سے دھوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کرکے
اسواسطے بیان کیا کہ اُنکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہی حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے
کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنے
ہوسکتا ہی کہ جسقدر گیہون اور تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہی کہ ناپاک
گیہون انھین جاتے رہنے والون مین ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہر اسمین نجاست
دھوجانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلاث فی الاصح
اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتا ہی اسکے اکھاڑنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اُسکے اثر کے زائل ہوجانے سے
اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول نہین کرتی
ہم غایۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہی جو خشک ہوجانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار
نہین اصح یہی ہی کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہی خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار ہی مین
تین بار سے زیادہ دھونا اُس وقت ہی جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہی کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہی یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی
ولم یقل بغسلہا لیعم نحو دلک وفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر
نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہی ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی
ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہی اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان
مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اسکے مانند اور چیز کی طرف ہم مانند اسکے وہ برتن ہی جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا
تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہی وہ
جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کُسم ناپاک سے اسکے تین بار دھوڈالنے سے ہم نجس سے مراد یہان متنجس ہی نہ نجس العین بدلیل مسئلہ چربی
مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اُسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہی رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہی اُسکا دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دھن الا دھن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی لا یدبغ بہ جلد
بل تستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہی کیونکہ عین

نجاست ہی رہا تاکہ اُس سے چھڑانے کو یا غفلت نہ کھیچے بلکہ جیسے کہ سوا اور بگیا اُسکا چراغ میں جلانا چاہیے ویطہر محل غیرہا ای غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل لو
لو مکلفا والا فمستعمل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی اور جو نجاست نمودار نہیں اُسکا محل پاک ہوتا ہے دھونے والے کے گمان غالب سے اُسکے محل کے پاک
ہو جانے کو بلا تعیین عدد اسی کا فتوی ہے یعنی جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہو تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دھونے والا مکلف یعنی
عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہیں یعنی صغیر یا مجنون ہو تو اُسکے استعمال کرنیوالے کے ظن غالب کا اعتبار ہے ہر دھونے کی حالت میں جبکہ طہارت محل کا
گمان غالب حاصل ہو اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ کرخی نے اسکی تصحیح کی ہے اور زاہدی نے اسکو اختیار کیا ہے کذا
فی الطحطاوی وقدر ذلک لموسوس بغسل وعصر ثلاثا او سبعا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر اور دھونا وسواس والے کے حق میں اندازہ کیا گیا ہے تین
دھونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اُس چیز میں جو نچڑ سکتی ہے بمبالغہ اس قدر کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ہم اسلیے کہ وسوسی کو ظن غالب اکثر
اوہام سے حاصل نہیں لہذا اسکے حق میں یہ اندازہ شرع میں مقرر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاء بخارا کا تین بار دھونے کا تھا
سراج نے دونوں قولوں میں توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہیں تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دھونا کافی ہے سات بار کا دھونا کافی
نہیں مستحب ہی تاخلاف شافعی کا ہوا اور اشتراط عصر علی العموم نہیں کیونکہ بعضے چیزوں میں نچوڑنا ممکن نہیں اور ان میں یہ قول ہے کہ برتن یا
زمین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرح پر ہے جلانا اور چھیلنا اور دھونا اگر برتن مٹی کا نیا ہو اور نجاست اُسکے اجزا
میں گھس گئی تو جلایا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر لکڑی کا برتن ہو تو چھیل ڈالا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر لوہے یا پیتل یا
یا کانچ کا ہو اور چکنا ہو تو پونچھ ڈالا جاوے اور اگر چکنا نہیں کھردرا ہو تو دھویا جاوے اور خیر یہ ہے کہ اگر بدن میں نجاست لگی تو تین بار دھویا جاوے
اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے در پے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان لا ینعصر فیما یطہر بالنسبۃ الیہ دون ذلک الغیر ولو لم یقدر
کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اُسکو نچوڑے تو دھونے والے کی نسبت تو وہ پاک ہو گیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت ہاں وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر شخص
مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے میں مبالغہ نہ کیا
کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہیں ظاہر تر جواب یہ ہے کہ ہاں پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے ہم فتاوی قاضیخان میں عدم طہارت
کو پسند کیا ہے وقد قدمنا ان التثلیث بحفاف ای انقطاع التقاطر فی نحو ما لا ینعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ دھونے میں تین بار کا خشک
ہو جانا یعنی تقاطر کا بند ہونا اسکے غیر میں یعنی جو چیز نچڑ نہیں سکتی اُس قسم سے کہ نجاست کو چوس لیتی ہے اور اگر چوس نہیں لیتی تو ازالہ نجاست سے پاک ہو جاتی ہے
یعنی اسمیں خشک کرنا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا
بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ہو المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیز میں اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اسکے غیر میں جو چیز
ہے جبکہ دھویا جاوے طشت اور طغاری میں لیکن اگر جوہڑ اور تالاب میں دھویا جاوے یا اُسپر پانی بہت سا ڈالا جاوے یا اُسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک
ہو جاتا ہے مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست
کا گمان آیا تو وہ پاک ہو گیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن یغلی ثلاثا
اور پاک ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرۂ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ہم ان چیزوں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلا شہد کا نجس حصہ پانی
اُسمیں ڈالکر جوش دے کہ پانی جل جاوے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن المجرد القہستانی وکذا لحم طبخ بخمر ثلاثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا
شراب میں وہ پاک ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہ قول ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہے کذا فی الطحطاوی

عن الحجر وکذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ غلی الماء للنتف قبل شقہا فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہی تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش مین ڈالی گئی
ہو اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح ہم یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہی چنانچہ فتح القدیر مین ہی تو بہتر یہ ہی
کہ پہلے گرم پانی مین ڈالنے سے اسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح مین جو خون کہ جما ہوا ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی التجنیس حنطۃ طبخت فی خمر
لا تطہر ابدا بہ یفتی اور تجنیس مین ہی کہ جو گیہون کہ پکایا گیا شراب مین وہ کبھی پاک نہین ہوتا اسی کا فتوی ہی ہم یہ امام کا قول ہی اور ابو یوسف کے نزدیک کئی بار
جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہی ولو انتفخت من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہون پیشاب مین پھولا وہ پانی مین تین بار خشک کیا جاے
اور سکھایا جاوے ولو عجن خبز بخمر صب فیہ خل حتی یذہب اثرہا فیطہر اور جو گوندہا گیا آٹا شراب مین اور روٹی پکی تو اسمین سرکہ ڈالا جاوے یہانتک کہ
شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے ہم یہ روٹی دھونے سے پاک نہین ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسمین ڈالی جاوے فروع
چھری بجھائی گئی ناپاک پانی مین وہ تین بار پاک چیز مین بجھائی جاوے گوشت کے شوربے مین نجاست گری جوش کی حالت مین وہ تین بار ابالا جاوے
تو پاک ہو اور اگر جوش کی حالت مین نہین گری تو تین بار گوشت دھویا جاوے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہی استنجا کے احکام مین ہم ایک
نسخہ مین فصل ہی تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ مین فصل فی الاستنجا ہی الاستنجا ازالۃ نجس عن سبیل فلا یسن من ریح وحصاۃ ونوم وفصد استنجا
دور کرنا ہی نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہین ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے ہم اسواسطے کہ ریح اور پتھری
اور نیند نجاست نہین اور خون فصد کا قبل اور دبر سے نہین جو اسکا ازالہ مسنون ہو وہو سنۃ مؤکدۃ مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہی ہر حال مین یعنی خواہ استنجا
حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلون سے خواہ بیوضو کرے یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضہ لنحو حیض ومجاوزۃ مخرج فتسامح
اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہی مانند حیض اور مخرج سے بڑھجانے مین سو قول تحقیقی نہین ہم حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس وارکانہ اربعۃ شخص
مستنجی وشیٔ مستنجی بہ کماء وحجر ونجس خارج من احد السبیلین وکذا لو اصابہ من خارج وان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر او قبل اور ارکان استنجا
چار ہین ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہی چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح مسنون ہی
استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگجاوے اگرچہ وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہی نجاست نکلنے کا مقام دبر یا قبل
بنحو حجر مما ہو عین طاہرۃ قالعۃ لا قیمۃ لہا کمدر منق استنجا سنت ہی پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہی جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ
صاف کرنے والا ڈھیلا ہم ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہی اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک بدون کراہت استنجا
جائز نہین بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہی کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کر کے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہی کہ بعد استنجا کے اٹھنے سے پہلے کپڑے
سے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑون کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونون ہاتھون کو دھووے کذا فی الطحطاوی لانہ ہو المقصود
فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہی تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے والی اور
نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہین اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی مین ہم اقبال
یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہی پس مسنون نہین کہ ہر جاڑون مین پہلا
ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی مین اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم مین اول اقبال کرے
یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہی اور زیلعی اور عینی نے اسکو اختیار کیا ہی ولیس العدد ثلثا بمسنون فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلون کا شمار استنجا
مین مسنون نہین بلکہ مستحب ہی ہم استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہی خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلون کا ذکر

جو بعض احادیث مین ہی بنا بر غالب عادت کے ہی یعنی غالبًا استنجا سے پاکی حاصل ہوتی ہی پس غسل بالماء والی ان ینقی سے قلبہ انتہا ظہر بالماء یکین ہو سوا اینقاء
تثلیث کا اعتبار اور پانی سے دھونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل مین یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہو گیا یہ حد اسکے حق مین ہی جو شخص
وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دھونا مقرر کیا جاسکتا جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین گذرا لیعدہ ای الحجر بلا کشف عورۃ عندہ احد بالماء سے دھونا ڈھیلون
کے بعد بدون شرمگاہ کھولنے کے کسی کے روبرو بہتر ہی اس شخص کے روبرو جس سے جماع مستنجی کو حرام ہی کیونکہ مرتبہ یہ ہی کہ ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا
پھر اسکے بعد فقط پانی پر اکتفا کرنا پھر اسکے بعد فقط ڈھیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما معہ فیترکہ کما مر اور کشف عورت کے ساتھ تو دھونیکو ترک کرے
چنانچہ غسل کی سنتون سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقًا تو اگر دھونیکے واسطے اپنے بدن کھولا تو گنہگار ہو جاویگا لا کما یتوہمہ الرائق مین بلکہ ایسی صورت
مین ڈھیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نادان اکثر ایسا کرتے ہین لا لو کشف لاغتسال او تغوط کما بحثہ ابن الشحنۃ گنہگار
نہوگا اگر غسل واجب یا پاخانے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے ذکر کیا ہی جیسا کہ بیان کیا ہی مطلقًا
پھر فتوی سراج ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا سنت ہی ہر زمانے مین اسی کا فتوی ہی کذا فی السراج ہم ہمیشہ ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین
یکسان سنت ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ ہمارے زمانے مین سنت ہی صحابہ کرام کے وقت مین ادب تھا ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس
مانع اور واجب یعنی فرض ہی محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہی یعنی اگر قدر درہم سے زائد مخرج تمام محل ہو اور یعتبر
القدر المانع لصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست اور ماسوا
موضع استنجا مین معتبر ہی اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہو وہ شرعًا ساقط الاعتبار ہی اگرچہ وہان بکثرت ہو یعنی درہم سے زیادہ ہو واسطے اس نجاست کے ساتھ
نماز پڑھنا مکروہ نہین ہم قدر درہم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہی کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی
نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ استنجا سنت ہی کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ یابسۃ وحجر استنجی بہ الا بحرف
آخر اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہی آدمی کے خشک گوہ سے اور اس ڈھیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا
مگر اسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین استنجا کرنا مکروہ نہین وآجر وخزف وزجاج وشیء محترم کخرقۃ دیباج ویمین ولا عذر بیسراہ
اور مکروہ تحریمی ہی پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت مین کہ اسکے بائین ہاتھ مین کچھ عذر نہین
ہم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین جراحت موضع کا ضرر ہی اور محترم چیز سے اسکی تضییع ہی اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث مین منع ہی تو چاہیے کہ
پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ مین ڈھیلا لے اور اسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اسپر رگڑے
بائین ہاتھ سے کذا فی البحر فلو شلت ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایان ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نہ پاوے اور نہ اس شخص کو جو اسپر پانی
ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے ہم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعًا پردہ نہین تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرلے ولو شلتا سقط اصلا
کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ اور اگر دونون ہاتھ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا یعنی ڈھیلون سے بھی اور پانی سے بھی اس بیمار مرد اور عورت
کے مانند جنھون نے اس شخص کو نپایا جنکا جماع کرنا حلال ہی کہ انسے بھی استنجا مطلقًا ساقط ہی یعنے اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج
میسر ہو تو انسے استنجا کروالے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل ما ینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے
چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہی کذا فی
الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہی کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہو جانے

استنجا کی کہ ہم قہستانی مین نظم سے منقول ہے یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر زیادہ سے تو چھر سے کرے پھر اگر اسکو بھی زیادہ سے تو منتہی پھر جا
سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کیونکہ جب حدیث کے مورد فقیری ہے اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہے کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اسکا موضع دہو دے
پھر بنصر کو اونچا کرے اور دہووے پھر خنصر کو پھر بنصر کو اونچا کرکے دہووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول مین اور بعضون نے کہا یہانتک دہووے کہ وہان سے
چکنائی دور ہو کر کھرکھرا ہو جاوے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دہووے پھر مرد کی طرح دہووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر ٹھنڈا پانی ہو
اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی و فیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا تغیر فینبغی ان
لا یکون مختصا الا بالنہی [illegible] اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہے خلل ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہے نہ کچھ اور قولا ٹی یہ ہے کہ جو
آدمی قائم کرنیوالا سنت کا ممنوع چیز سے ہو صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہے نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ
اس جہت سے کہ وہ مزیل ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ اس شئی مخصوص سے ازالہ ممنوع ہے اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت ادا
ہو گی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا و کرہ تحریما استقبال قبلۃ و استدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہے قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرکے
یا ہگنے کے واسطے ہم قبلہ کسی جہت مین ہو اسکا استقبال اور استدبار ممنوع ہے اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو انکے
حق مین ہے جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہے فلو للاستنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار
قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہے کیونکہ ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النہی اور استقبال اور استدبار
قبلہ مکروہ ہے اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین
کراہت ثابت ہو فان جلس مستقبلا لہا غافلا ثم ذکر انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکر فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من مجلسہ حتی
یغفر لہ اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اسکو یاد آیا تو پھر جاوے اسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کے جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے
پھر اسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہو گا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ والا فلا بأس
اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وکذا یکرہ ہذہ تتمۃ التحریمیۃ والتنزیہیۃ للمرأۃ امساک صغیر لبول او غائط
نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہے تھامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی
اور تنزیہی دونون کو وکذا مد رجلہ الیہا اور اسی طرح پانون پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہے و استقبال شمس و قمر
لہما لاجل بول او غائط اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے و بول و غائط فی ماء ولو جاریا فی الاصح وفی البحر انہا
فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہے بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہے کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی
ہے اور آب روان مین کراہت تنزیہی ہے ہم طحطاوی نے کہا اگر عذر سے کرے تو مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہو و علی طرف نہر او بئر او حوض
او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہے بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت
کے نیچے یا کھیت مین یا اس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اسمین بیٹھکر ہم یہ سب کراہت تحریمی ہے کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی
انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین و بجنب مسجد و مصلی عید وفی مقابر و بین دواب
وفی طریق الناس اور مکروہ ہے مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چوپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین ہم قبرستان مین وجہ
کراہت یہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر ایسا کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوائی ہوا سمین چلنا حرام ہی تو بول و براز بطریق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی مہب ریح و جحر فارۃ او حیۃ او نملۃ و ثقب اور ہوا چلنے کے مکان
مین اور چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین زاد العینی و فی موضع یمر علیہ احد او یقعد علیہ و بجنب طریق او قافلۃ او خیمۃ و فی اسفل الارض لمن
اعلاہا یعنی مین اتنا زیادہ کہا ہی اور مکروہ ہی اس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین
کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہی یعنی خود نجاست کی وجہ سے و ان یتکلم علیہما اور مکروہ ہی بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اسپر ناخوش ہوتا ہی اور بول و براز
کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور
بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکارے اور بہت دیر نہ بیٹھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا
اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہی اور درد جگر حادث ہوتا ہی چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہی اور مستحب ہی کہ ننگے سر نہ جاوے اور کپڑون کو وہان نہ لیجاوے اگر
مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آپ غسل سے اور پیر سے اور وہان داخل ہوتے کہے (اللّٰہم انی اعوذ بک من الخبث
والخبائث و اعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم) اور مکروہ ہی وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان
پاؤن اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پاؤن کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پاؤن پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے (الحمد للہ
الذی دفع عنی الاذی و عافانی) کذا فی الطحطاوی و ان یبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہی پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹکر یا کپڑون
سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہی اسواسطے کہ عذر سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے پیشاب کیا یا بیٹھنے کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضا ہو او یغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ یا مکروہ
ہی پیشاب کرنا اس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہی یا اسمین غسل کرتا ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے اپنے غسل خانہ
مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہی فروع مسائل لحقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر واجب یعنی فرض ہی استبراء یعنی
پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھکار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث مین وارد ہی کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے
کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہی ہم استبراء عبارت ہی ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و یختلف بطباع الناس او
استبراء مختلف ہوتا ہی لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہی کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکارنے وغیرہ سے و یجب
طہارۃ المغسول تطہر الید مع طہارۃ المغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہی یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اسکے ساتھ پاک ہو گیا اسکے علیحدہ
دھونے کی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سواے اسکے و یشترط ازالۃ الرائحۃ عنہا و عن المخرج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت مین شرط
ہی دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہرچند دھوتا ہی بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہی اور لوگ
اس شرط سے غافل اور بیخبر ہین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہی اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی
استنجی المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض و الا لا باوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو
ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نکیا تو وضو نہ ٹوٹا نام او مشی علی نجاسۃ ان ظہر عینہا تنجس و الا لا سو یا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی
بدن یا کپڑے یا پاؤن یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا اور نہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہی اور یہی بہتر ہی
کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہی کذا فی الطحطاوی و لو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا تنجس و الا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پھر آدمی کے کپڑے
پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو یا مزا ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین [illegible]

[illegible]

تنجس والا لا ناپاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے میں جو تر ہو گیا ہی پانی سے اگر پاک کپڑا اس قدر تر ہو گیا ہو کہ اُسکو نچوڑ دیں تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہو گیا اور اگر ایسا نہیں تو
ناپاک نہیں اگرچہ نم ہو گیا ہو و لو لف فی مبتل بنحو بول ان ظہر نداوتہ او اثرہ تنجس والا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے میں جو تر ہو گیا ہی
پیشاب کے مانند نجس چیزوں سے تو اگر اُسکی تراوت یا اثر اُسکا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہیں تو ناپاک نہیں فارۃ وجدت
فی خمر فرمیت فخل ان منتفخۃ تنجس والا لا چوہا نکلا شراب میں سو پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بنگئی اگر چوہا پھٹا ہوا تھا تو سرکہ ناپاک ہی اور اگر ایسا نہیں تو ناپاک
نہیں لعدم تفسخ اجزاء چوہے کے شراب میں ملنے تو شراب کے منقلب ہو جانے سے چوہے کے اجزاء بسبب انقلاب طہارت نہیں ہو سکتے وقع خمر فی خل
ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال شراب اگر سرکہ میں اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہیں مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب
کوزہ بھر ہو تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ ایک قطرہ میں تغیر جاری ہی بعض سے انقلاب میں یہ استدلال کیجئے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور
اگر کوزہ بھر شراب سرکہ میں گری اور اُسکا مزہ اور بو باقی نہ رہا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہو گئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی قمقمۃ ولم یدر متی
ماتت فیہا ام فی بیرۃ ام فی جرۃ یحمل علی الاحقیۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے میں اور معلوم نہیں کہ وہ کنوئیں میں یا گھڑے میں یا کنوئیں میں تو اُسکا مرنا لوٹے میں
محمول ہوگا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اُسکی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی کذا فی الحلبی ثلث قرب فیہا سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصۃ و
خلط فوجد فیہ فارۃ تضعہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال الجمد فالعسل او سلطیفا فالدبس تین مشکیزوں میں گھی اور شہد اور شیرہ خرما
کی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سوا اُسمیں مردہ چوہا نکلا تو ایسا مخلوط تو اُس چوہے کو آفتاب میں رکھ پھر اگر اُس چوہے سے چکنائی نکلے تو
گھی ناپاک ہی اور اگر چکنائی نہیں نکلی تو اگر بحال اپنی بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہی یا لتھڑا چپ چپا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہی یعنی اسلئے کہ وہ جو چوہے
گھی پگھل جاتا ہی اور شہد منقطا ہو اور شیرہ خرما نرم ہو جاتا ہی قیل یحل الذبیحۃ و بخبر الحرمۃ فی الذبیحۃ و بخبر الحل فی الماء والطعام عمل کیا جائے حرمت کی خبر پر ذبیحہ میں
اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے میں ہم یعنے ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت میں دو چیزیں متعارض مسموع ہوں یعنے ایک ثقہ کہتا ہی
کہ یہ حلال ہی دوسرا کہتا ہی کہ حرام ہی تو ذبیحہ میں اُسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ میں اصل حرمت ہی کیونکہ ذبح حیوان کی تقدیر سبب ہی اور پانی اور
طعام میں اصل حلت ہی تو دونوں خبروں کو ساقط الاعتبار کر کے اصل پر عمل کرنا چاہیے یتحری فی ثیاب اقلہا طاہر تحری کرے یعنے سوچے اور اٹکل
دوڑاوے پاک کے دریافت کرنے میں اُن کپڑوں میں جو آدھے سے کم پاک ہیں اور اکثر ناپاک ہیں ہم جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا تو اُسی میں
نماز پڑھا کرے بنقض تحری جائز نہیں مگر قبلہ میں ہاں اگر اسمیں نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وفی اوان اکثرہا
طاہر الا اقلہا بل یحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے اُن برتنوں میں جنمیں اکثر یعنے آدھے سے زیادہ پاک ہیں نہ اُن برتنوں میں
جو آدھے سے کم پاک ہیں بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانیے مگر پینے کی ضرورت سے اقل میں بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن
لا نحو سمن ولبن حرام ہی کھانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑنا اُنکی ضرر نہیں کرتا یعنی برخلاف
سڑے گوشت کے تغیر نے بعد اور دود ... فی ختی لا جو نکلے سوکھی مینگنی یا لید میں تو دھونے کے بعد کھائے جاویں اور اگر گوبر میں
نکلے تو نکھائے جاویں مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ پتا ہر جانور کا اُسکے پیشاب کے مانند ہی اور جگالی ہر جانور کی اُسکے سرگین کے مانند ہی یعنی جو بول
ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہی وہ اُسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہی وحکم العصیر حکم الماء یصل اور گنا اس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہی یعنے جیسے نجاست حقیقی پانی
سے دور ہوتی ہی تو ویسا ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر دہ دردہ ہو تو ناپاک نہو گا رطوبۃ الفرج طاہرۃ خلافا لہما
عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہی امام کے نزدیک ناپاک ہی صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب او ماء اختلاطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہو مٹی یا پانی سے

کہ باہم مخلوط ہو گئی ہی اسی کا فتویٰ ہی یعنی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر ان مین سے ایک بھی پاک ہی تو گارا پاک ہی پھر یہ قول ضعیف ہی بحرالرائق مین ہی کہ جب گارا بنا ناپاک پانی یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہی کہ گارا ناپاک ہی دونون مین کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہی قاضیخان اور فقیہ ابو اللیث کا اور خلاصہ مین جو طہارت کی توجیہ کی ہی کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ ظاہر الفہم نہین اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہی کہ جن کو مانون کا پانی یا گلی نجس ہو وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب سے اور شی ہو گئی و علی ہذا سب مرکبات جبکہ اُنکے بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہی کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لا ینجس مالم یعلم انہ غسالۃ نجس پیادہ پا چلا حمام اور اُسکے مانند اور مکان مین جیسا کہ غسل خانہ مین تو ناپاک نہوگا جبتک یہ معلوم نہو جاے کہ جو پانی پانون مین لگا وہ نجاست کا دھوون ہی مراد یہ ہی کہ برہنہ پانون چلا تو بدون پانون دھوے نماز جائز ہی اور احتیاط یہ ہی کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا ینجس اغتراف الماء من البئر بیدہ لانہ یصیر الماء راکدا پانی لینا اُس نالی سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہی نجس نہین اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا مثلاً اگر ہاتھ مین نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض مین نجاست واقع ہوگی یا شخص اُسمین گریگا تو ناپاک ہوگا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر علی سبیل الاولویۃ کے ہی یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہی التکلیل الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار الاسباب الحمام مین غسل کے واسطے جانا مروت کے افعال سے نہین ہی یعنی بے شرمی ہی اسواسطے کہ اسمین مقلوب کا اظہار ہی یعنی لوگون کے سامنے حمام مین جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہی رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہی طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح کہتا اسباب مقلوب کا کتا اور وہ مقلوب پاک ہی یعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین یعنی انکے مستعمل کپڑون مین نماز درست ہی تاوقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہی کہ ذمیون کے پاجامون مین نماز مکروہ ہی حلبی نے کہا شاید یہ وجہ ہی کہ وہ استبرا نہین کرتے و صلاح اہل فارس یعنی بحلاف قمیص البول کہ بطریقہ اہل فارس کا وجیا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہی اُسمین پیشاب ڈالنے کی وجہ سے جسکی واسطے ہم فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہوا لہذا اُسکو ناپاک کہا اسی طرح جب انگریزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہوا اُسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسواسطے کہ کپڑون مین اصل طہارت ہی رای فی ثوب غیرہ نجسا مانعا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا لا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہی یعنی درہم سے زیادہ ہی اگر اُسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اُسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہی یعنی فرض ہی اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہی یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہی ورنہ فرض نہین اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہی کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہی چاہے کہے چاہے نکرے اور نہی عن المنکر مین یہ بھی ہی کہ خود مرتکب نہوتا ہو اُس فعل کا جو منہی عنہ سے اعظم ہی اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہی اگرچہ اُسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا للماء دراول مایسأل عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوٰۃ جانماز کا لیجانا ہمارے زمانے مین بہتر ہی احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوٰۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہی نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شرع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہی اصل مقصد مین کہ نماز ہی بعد بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہی وہم تحمل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہی کبھی منسوخ نہین ہوئی ولما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لانہ جل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ تعظیم کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان کی

اجزاے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہو کیونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہیں لہذا نماز ایمان میں داخل نہیں بلکہ اسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اسکے علم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان میں داخل ہے اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعاء فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجودہا بدون الدعاء فی الامی والاخرس اور نماز لغت عرب میں بمعنی دعا ہے پھر شرع میں منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفہم ہے بسبب موجود ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز میں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ منقول شرعی ہے منقول شرعی وہ ہے جسمیں معنی وضعی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ دعا میں حقیقت ہے افعال مخصوصہ کو صلوٰۃ اسواسطے کہا کہ اُنمیں دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی ہی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع نماز پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام ہم اجماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اجماع حاصل نہوا اور عشاء کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہیں پڑھی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز میں اللّٰہم ربنا ولک الحمد کہنا اور نماز میں گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج میں بیان کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ عشاء کی نماز اول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ میں ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہوکر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا از زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور عشاء کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہے انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہے قرآن مجید کی کہ (اقیموا الصلوٰۃ) یعنی اے مسلمانوں قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف وکانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا شب معراج میں فرض ہوئی معراج میں شب شنبہ رمضان شریف کی سترھویں تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازیں تھیں ایک آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی ہم یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف میں ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب میں ہوئی تھی اور یہی لوگوں میں مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ میں اسی کو ذکر کیا ہے و ان وجب ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہے دس برس والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال میں کہ وہ سات برس کے ہوں اور انکو مارو جبکہ وہ دس برس کے ہوں ہم ہرچند حدیث میں مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت میں وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہیں لہذا اسکی ضرب ہاتھ پر محمول ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑجاے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سے مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوٰۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یؤمر بالصوم والصلوٰۃ وینہی عن شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر میں کہتا ہوں اور روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے میں بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم میں زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر میں ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اسکو نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے ہم مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوٰۃ اور شراب کی کچھ خصوصیت نہیں ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہوجاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قرآن واحادیث اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمیں کچھ احتمال نہیں اور منح الغفار میں ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے و تارکہا عمدا مجانۃ ای تکاسلا

فاسق یحبس حتی یصلی لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلوٰۃ واحدۃ حدا وقیل کفرا اور نماز کا
قصداً چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے قید کیا جاوے یہاں تک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے
تو خدا کے حق میں حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہے اور بعض نے یعنے امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوٰۃ مارا جاوے یہانتک کہ اسکا خون جاری ہو اور امام شافعی رح
کے نزدیک تارک الصلوٰۃ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل بوجہ حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قتل ہو کفر کی راہ سے ہم اسی طرح رمضان کا
تارک الصوم واجب القتل ہے اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی مثل تارک الصلوٰۃ کاسل لازم القتل ہے لیکن کسی کے نزدیک وہ کافر نہیں
سوائے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلها بشروط اربعة ان یصلی فی الوقت مع جماعة مؤتما متما اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑھنے والے کے
مسلمان ہونے کا چار شرطوں کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے بیچ وقت میں جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے اس طرح نماز پڑھنا امت محمدی
میں مخصوص ہے لہٰذا اسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کی برخلاف قضا کرنے کے کہ اسمیں نفل کا
احتمال ہے یا اعتقاد فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونوں کو شامل ہے [illegible] قید زیادہ کی اسواسطے اقتدا
اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے برخلاف امام ہونے کے کہ اسمیں انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہ ہوگی اسلئے اتمام [illegible]
کر اسکو فاسد نہ کرے کذا فی الطحطاوی وکذا لو اذن فی الوقت او سجد للتلاوة [illegible] اور اسی طرح اگر [illegible] وقت میں اذان دی یا
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانوروں کی زکوٰۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہیں لا لو صلی فی غیر الوقت
او منفردا او اماما او افسدها او فعل بقية العبادات لانها لا تختص بشرعنا مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت میں نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہو کر
نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات ادا کیں اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں
باقی عبادات جیسے زکوٰۃ اموال غیر سوائم کی اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی میں مخصوص نہیں ہیں [illegible] حج کرنا [illegible]
بھی اس امت کی خصوصیات سے ہے تو انکو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیے کذا فی البحر ونظر فیه صاحب النهر فقال [illegible] الوقت [illegible]
لا منفردا [illegible] والاذان ایضا [illegible] لا بالصلوٰۃ منفردا [illegible] والزکوٰۃ والصیام [illegible] اور خصوصیات زکوٰۃ
اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظر میں لیکر کہا ہے اور کافر نے بیچ وقت میں نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان
بھی [illegible] یا چرندے جانوروں کی زکوٰۃ ادا کی مانند سجدہ تلاوت کرنے کے پاک ہو کر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے
سے اور [illegible] اموال کی زکوٰۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وهی عبادة بدنية محضة فلا نيابة فيها اصلا [illegible] بالنفس
کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیة للفانی لانها انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنے نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اسمیں نیابت
نہیں کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج میں صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے میں درست ہے فدیہ دینے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ
تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ اذن نماز میں پایا نہیں گیا ہم [illegible] محض عبادت بدنی ہے یعنے مرکب نہیں مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب
ہے اور حج نفل میں دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہے اور حج فرض میں بشرط عجز دائمی صحیح ہے اور صوم کے [illegible] میں بھی عجز دائمی تا موت
شرط ہے مع الفدیہ [illegible] کہ نماز میں نیابت اسواسطے بھی درست نہیں کہ [illegible] شریعت سے مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ میں جان اور نفس
کی محنت کشی میں افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنے سے سبب کے نفس پر مشقت متحقق نہیں ہوتی تو نیابت مطلقا جائز نہیں [illegible]
میں مذکور ہے [illegible] ثم الخطاب [illegible] الوقت نماز کا سبب [illegible] احسانات باری کا [illegible] وقت [illegible] شکر کا [illegible]

مفضی الی الحرج ہے بدون تاخیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین تو ترتیبات ہی بحکم قرآن مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت
علی المؤمنین کتابا موقوتا) پھر سبب ظاہری وقت ہے اسواسطے کہ وجوب تجدد ہوتا ہے اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہے سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی
ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت یتصل بہ الاداء والا یتصل الاداء بجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب ہے
یعنی اسکا پہلا جز سبب ہے اگر اسکے ساتھ ادا سے نماز متصل ہو اور اگر جز اول مین نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جز سے ادا سے نماز کا اتصال ہوگا وہی سبب
ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جز سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا جز سبب ہوگا ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ وجوب نماز مین وسعت ہے تو جز اول اور ثانی
اور ثالث کی تاخیر سے تا انگنہگار نہوگا جیسے کہا مختصر بیان یہ ہے کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جز ہے جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہے کذا فی
الطحطاوی ولو ناقصا حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جز سبب ہے اگرچہ
ناقص ہو چنانچہ عصر مین آفتاب کا زرد ہو جانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آئے پچھلے جز مین اور حیض والی اور نفاس والی
عورت پر کہ دونون پاک ہوگئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جز اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو ہم جز ا
خیر سے مراد وہ جز ہے جو تکبیر تحریمہ کی گنجایش رکھتا ہو وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت
باقی ہے تو اسوقت کی نماز انپر واجب ہوگی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز مرتد کی صورت یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر مین مثلا اسنے فرض
نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی مختصرا
وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہم القضاء فی کامل ہوا صحیح اور بعد نکل جانے وقت کے مضاف ہوگی
سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال ہی اصل ہے تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت
مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہے ہم تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اسوقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص
وقت ہے ووقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لاخلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسکے دونون طرفون مین یعنی
اسکے اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہے امت کا بخلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہے کہ اول صبح ہے یا انتشار اسکا اور
آخر وقت قدرے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہے یا تیرانداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہین کذا
فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب ہوئی
از راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شب معراج
مین ۵۰ نمازین فرض ہوئین پھر کم ہوئین یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی تکو پانچ وقت کی نماز مین ۵۰ وقت کا ثواب
ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد الظہر لانہ اولہا ظہورا وبیانا اور امام محمد بن حسن شیبانی نے
جامع صغیر مین ظہر کو اول ذکر کیا ہے اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلے ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول مبنی ہے اسپر کہ
جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی سب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی امین وعدد آیتین مین مشہور یہی روایت

ہے کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء
اور پوشیدہ نہین ہے توقف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسواسطے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم یہ جواب ہے سوال
مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب

ہو گئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہ ہے کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اسکے ادا کرنا واجب نہیں اور یہ سوال وارد ہوتا ہے مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر
اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمیں کچھ استبعاد نہیں اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا اور
شرائع کو اسنے مجملاً معلوم کیا تو اسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا با علم کیفیت واجب نہوگا کذا فی الحلیۃ (ی) ہل کان قبل البعثۃ متعبدا بشرع
احد المختار عندنا لا بل کان یعمل بما ظهر له من الکشف الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ آیا حضرت نبوت سے پہلے
کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہیں جواب پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ کسی شریعت خاص پر عمل نہ کرتے تھے بلکہ اسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق
سے آپ کو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے و صح تعبدہ فی حراء اور صحیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا
غار میں جسکا حرا نام ہے کذا فی البحر ابن اسحق وغیرہ نے ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال ایک مہینہ حرا میں تشریف لیجاتے تھے عبادت
کرنیکو بعضون نے کہا عبادت آپکی ذکر تھی اور بعضون نے کہا فکر تھی وقت الفجر کذا فی الحلیۃ (ی) وقت الفجر من اول طلوع الفجر الثانی وهو
البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہے ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ یعنی فجر ثانی سفیدی ہے جو پھیلی کنارہ آسمان میں عرض اور
چوڑی میں نہ لمبی میں فجر دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث میں فرمایا ہے جیسے بھیڑیے کی دم وہ سفیدی ہے کہ پھر سیاہی وہاں ہو جاتی ہے
لہذا اسکو صبح کاذب کہتے ہیں اسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو کھانا درست ہے صبح کی نماز اسوقت جائز نہیں اور فجر ثانی افق میں
معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائیں پھیلی اور چوڑی ہوتی ہے وہ سبب ہے اسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اسکو صبح صادق بولتے ہیں وہی وقت ہے
ابتدا نماز فجر کا اسوقت صائم کو کھانا درست نہیں الی قبیل طلوع ذکاء بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہے آفتاب کے
نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکاء بضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہے چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز میں اصل ہے
اور مشہور لہذا اسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیوں نے روایت
کیا ہے ازانجملہ ابن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوہریرہ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسیٰ
اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہیں رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا انہوں نے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی تسمہ نعلین کے
مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا
پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اسی چیز کے برابر ہو گیا کل کے عصر کے وقت
پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شی کا اسکے دو چند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن
ہو گئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا ای محمد یہ وقت ہے تجھ سے پہلے انبیا کا اور وقت ہے مابین ان دونوں وقتوں کے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کذا فی البنایۃ
شرح الہدایۃ للعینی و وقت الظہر من زوالہ ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب
کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دو چند ہو پہنچنے تک سوا سایہ اصلی کے ظہر کے اول وقت میں خلاف نہیں آخر وقت میں اختلاف ہے امام اعظم کے
نزدیک مثلین تک ہے یعنی دو نا سایہ ہونے تک محمد کی روایت میں بدائع میں کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہے اور محیط میں ہے کہ امام ہی کا قول صحیح
ہے اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ میں کہا وھو المختار اور شرح مجمع میں کہا کہ

احتیاط متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلاثۃ قال الامام الطحاوی وبہ نأخذ
وفی غرر الاذکار وہو المأخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتیٰ اور امام صاحب سے
ایک مثل کی روایت ہے یعنی حسن نے امام صاحب سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے
اور زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی قول
لیا گیا ہے اور اسی پر عمل ہے اور برہان میں ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل باب مواقیت میں نص
صریح ہے اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا آج عمل ہے اور اسی کا فتویٰ ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ طحاوی کا قول اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہو
الحاصل تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے لیے اور سراج وہاج میں ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اس میں ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل تک تاخیر نہ کرے اور عصر کی نماز
نہ پڑھے جب تک دو مثلیں تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں پر بالاتفاق ادا ہوں کذا فی الطحطاوی سوی فیء یکون للاشیاء قبیل الزوال
سوا اس سایہ کے جو سب چیزوں کا ٹھیک دوپہر کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے یعنی ٹھیک دوپہر میں آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے
وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے مثل اور مثلین کے حساب میں داخل نہیں اسی سایہ کو فئے زوال اور سایہ اصلی کہتے ہیں طحطاوی نے کہا فی الزوال
کو واسطے استثنا کیا کہ کاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعض مواضع میں ایام سرما میں اور کاہے دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کو اعتبار کیجئے ذی الظل کے
پاس سے تو ظہر کا وقت مذہب صاحبین کے نزدیک پایا جاتا ہے امام کے نزدیک یہ حال ہے وہاں کے لوگوں کا جن کے سروں پر آفتاب سامنے نہیں آتا لیکن
جن لوگوں کے سروں کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہاں مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہے یعنی اس واسطے کہ وہاں سایہ اصلی معدوم ہوتا ہے ویختلف
باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے موسم سرما میں سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما میں چھوٹا
اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہیں وہاں سایہ چھوٹا ہوتا ہے اور جو بعید ہیں وہاں بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کے مانند ہے وہاں سایہ اصلی
ایک دن بالکل معدوم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطہ سرطان میں داخل ہوا اور سال بھر میں یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی
سے کم ہوتا ہے وہاں کا سایہ اصلی سال میں دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الجلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام
ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نہ پاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے
اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے قدم یہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ
کی عبارت سے اسمیں یوں ہے کہ زوال کی شناخت میں چند روایات ہیں انمیں صحیح تر یہ ہے یعنی ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین میں گاڑے
کسی وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہیں ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان
سے تو یہ وقت ہے ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہے اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لمبا ہوا تو
معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھل گیا چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نہ ملے فئی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے
قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہیں اور جمع بین القولین یوں ہو سکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے
ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کی طرف سے انتہی اور محرر سے وہ قول منقول ہے جو اس سے بہت زیادہ تر آسان ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر جبکہ
آفتاب ابرو کے راست پر آیا تو ڈھل گیا کذا فی الجلبی اور حضرت علی میں یوں ہے کہ جب آفتاب بائیں طرف سے ڈھلا تو یہی زوال کا وقت ہے انتہی اور یہ سارا
اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیۃ العینی عن السراج الوہاج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین ہونے سے آفتاب کے ڈوبنے تک

كذا في الطحطاوي سے نکلا کہ یہی قول معتبر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ آفتاب کے ڈوبنے تک ہے فإن غربت ثم عادت هل يعود الوقت الظاهر نعم سو اگر
آفتاب ڈوب جاوے پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہیں جواب ظاہر یہ ہے کہ ان وقت پھر آویگا اور یہ جو شرح صاحب نہر کی بدلیل حدیث
رد شمس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰؓ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تو فرمایا کہ
الٰہی علیؓ تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہاں تک کہ انھوں نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ
خیبر میں ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہے ازانجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت
کیا ہے اور جسنے اسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اُسنے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہیں كذا في الطحطاوي وهي الوسطى للآية
اور یہی عصر کی نماز وسطی ہے بنا بر مذہب صحیح کے کہ قرآن مجید میں فرمایا (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ) یعنی محافظت کرو نمازوں پر اور نماز وسطی
پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین میں بیس قول ہیں جو سیوطی نے اسکی شرح میں مذکور ہیں ازانجملہ ایک قول یہی ہے جو شافعی نے کہا
واللہ اعلم و وقت المغرب منه الى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما في شرح المجمع وغيره فكان هو الاظهر
اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف ہوتی ہے صاحبین کے
نزدیک اور یہی کہا ہے تینوں اماموں نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحوں میں مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول اظہر ہوگا
اور امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہے اور یہی قول ہے حضرت ابوبکرؓ اور معاذؓ اور عائشہ صدیقہؓ کا اور ایک روایت ابن
عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور ثعلب اہل لغت کا اور دلیل
حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہو جاوے ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوداؤد
اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا
كذا في العيني اور محقق نے فتح القدیر میں امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت سے اول تو اسواسطے
کہ امام کی ظاہر الروایت کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہاں تک ہے کہ افق غائب ہو جاوے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ
آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری میں کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا
قول صحیح ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہیں مگر امام اعظم رح کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا نہ چاہیے
الا بضرورت ضعیف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ میں اور سراج میں ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہے اور
امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو درر میں ہے کہ یہاں صاحبین کے قول پر فتوی ہے نوح افندی نے اسکو یوں رد کیا ہے کہ اسپر اعتماد جائز نہیں اور امام کے قول پر
صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں مگر بموجب ضعیف دلیل کے یا بضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چاروں امور سے کوئی متحقق
نہیں تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ میں لازم ٹھہرا انتہی وفيه ان التعامل على خلافه اگر
کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور جو مجتہد
نہیں تو اصح یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر فتوی دے چنانچہ سراجیہ میں مصرح ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور اوروں کے نزدیک تو امام کے
قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے ازانجملہ صاحب ہدایہ ہیں اُسنے تجنیس میں کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہے کہ امام کے قول پر ہر حال میں فتوی دیا جاوے
كذا في الطحطاوي ملخصا و وقت العشاء والوتر منه الى الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے صبح تک ہے ولكن لا يصح ان يقدم عليها الوتر الا ناسيا

او جوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام ولیکن صحیح نہیں عشا پر وتر کا مقدم کرنا اگرچہ بھولکر ہو بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون فرض ہین امام کے نزدیک ہم لیکن عشا فرض قطعی ہے اور وتر فرض عملی ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہے والدلائل فی المبسوطات وفاقد وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کا جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار مین فجر طلوع کرتی ہے شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہے کہ بلغار ایک شہر ہے ملک صقالبہ کا نہایت جانب شمال کے شدید البرد اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا ہے سہو ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہے یعنی اول نصف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہے راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہے اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب ہوتا ہے عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف اُن دونون کا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہے تو اندازہ کرے اُن دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور وتر ہوتی تھی اُسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہے برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اُسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت ہوجاوے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ فصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار کیا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اُسکی پیروی کی ہے اپنے الغاز مین (چیستان ۱۲) اور اُس کی تصحیح کی ہے تو مصنف اس متن نے اسی قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا باوجود خلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کریگا ہم شارح نے یہین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نپانے والا مکلف اُن دونون نمازون کا نہین اُنکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہے اور انتفا سبب مستلزم انتفا مسبب ہے وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہے متون ثلثہ یعنی کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسی کا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اُنکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہے کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہے یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ تمپر واجب نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین شیخ امام بقالی سے بھی استفتا ہوا تو اُنھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اُنکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اُنکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اُنسے سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے اُسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اُسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی کو پہونچا کو تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اُنکے موافق ہوگئے کذا فی النہر ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہے اور نہین مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے ہم خلاصہ کلام محقق یہ ہے کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہے فرق صریح ہے علاوہ اسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہے

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین میں کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال
کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے برابر ہو
آسمین ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہیں اسکے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہی تو اسدن میں ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین
کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب جلی یہ ہے کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہری ہیں اسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہرے ہیں
کہ بدون انکے وجوب نہیں پایا جاتا ہے تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہے تو مسلم ہے اور انکو مفید نہیں اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقاً
مراد ہے تو باطل ہے اسلیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اسپر اسدن فقط چار نمازیں واجب ہیں نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے
تو اسپر غیر کو قیاس نہیں کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا یساعدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلاً قبل
الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران میں کہتا ہوں اور کمال الدین کو مساعدت نہیں کرتی دجال کی حدیث
اسواسطے کہ اگرچہ وہاں تین سو ظہر سے مثلاً زیادہ نمازیں واجب ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہیں اسواسطے
کہ یوم دجال میں فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہیں اور بلغار کی عشا اور وتر میں علامت اوقات اور زمانہ دونوں امر مفقود ہیں یعنی نہ علامت عشا
کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشا و صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ یا بین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے
زمانہ ہوتا ہے ہم شارح کا یہ کلام مسلم نہیں اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو جیسے ہر چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے میں پانچ نمازیں ادا ہونگی اور بلغار کا دن
اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اسمین بھی پانچ نمازیں واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بغیر یوم دجال کے ہوگیا میں کہتا ہوں الحاصل وجوب اور عدم
وجوب عشا میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے مگر چونکہ دلیل تقدیر کی مرجح ہے اور مجھکو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ چلہ ایام گرما میں شفق سورج کے طلوع
ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہاں کے لوگ صوم میں رات کی مدت میں ایکبار یا دوبار کھاتے ہیں قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہاں سے بھی دور کے
رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہاں مطلق اندھیرا نہیں ہوتا اور بعض بلاد میں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے وہاں روشنی نہیں مگر چراغ کی فسبحان العلیم بتقلیب
الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے شروع
کرنا نماز فجر کا روشنی میں اور ختم کرنا روشنی میں یہی قول مختار ہے اسطرح پر کہ ۴۰ آیت کو ادا کرے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونوں رکعتوں میں پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے طہارت
کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو فساد کی صورت یہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز میں کوئی فساد واقع ہوا قیل یؤخر جدا لان الفساد موہوم اور قول
ضعیف یہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہے ہم بحرالرائق میں ہے لیکن اسقدر تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب میں شک واقع
ہو الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمراۃ مطلقاً مگر حاجی کو مزدلفہ میں روز روشن میں نماز پڑھنا مستحب نہیں تو وہاں اندھیرے میں نماز افضل ہے جیسے
عورت کو مطلقاً خواہ حج میں یا غیر حج میں اندھیرے میں نماز بہتر ہے اسواسطے کہ بنا رحال نسوان پردہ داری میں ہے سو وہ اندھیرے میں حاصل ہے وفی غیر
الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازوں میں عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنی جب مردوں کی جماعت ہوچکے تب
عورت مسجد میں نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقاً کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر
کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیواروں کے سایہ میں چلے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہی مجمع وغیرہ میں مطلقاً کی تفسیر یہ ہے کہ تاخیر مذکور میں شرط نہیں
شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا اور مصنف کی قید میں اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم میں تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی
حد یہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ میں ہے کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد میں داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شی کا اسکے برابر ہو تو اختلاف میں

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہی اسواسطے کہ جمعہ کی دیوارون کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی و تا
خیرالجمعۃ وغیرہا من اشتراط ذلک منظور فیہ اور یہ کہ جمعہ وغیرہ مین ہی شرط ہو تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہین شمس خلال کی
وجمعۃ کظہر اصلا واستحبابا فے الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہی اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ
جمعہ خلیفہ ہی ظہر کا ہم یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہی وہی جمعہ کا ہی اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہی اور تعجیل اور ایام مین ویسا ہی جمعہ مین ہی اور اشباہ مین ہی
کہ جمعہ کو سرد وقت مین پڑھنا مسنون نہین ہی شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہی ظہر کا سو احد القولین ہی اور دوسرا قول مشہور یہ ہی کہ جمعہ
فرض مستقل ہی ظہر سے زیادہ تر موکد ہی کذا فی الطحطاوی وتاخیر عصر صیفا وشتاء توسعۃ للنوافل اور مستحب ہی تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے مین نوافل کی گنجائش
کے واسطے لم ابوداود مین حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم یتغیر ذکاء
بان لاتحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہی جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اصطلاح یہ کہ آنکھ قرص آفتاب مین حیران نہو صحیح تر قول مین ہم مراد یہ ہی کہ آفتاب
کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہی اور قول ضعیف یہ ہی
کہ شعاع دیوارون پر بدل جاے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جاے کذا فی الطحطاوی عن السراج وتاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرہا
بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہی دیر کر کے پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیا ہی جاڑے دن کے ساتھ اور گرمیون مین تو
جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہی یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہو جاے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہی فان اخرہا الی مازاد علی
النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہو گئی تو یہ تاخیر مکروہ ہی تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات
تک تو تاخیر مباح ہی ہم نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہی تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو
اور خاتمہ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حقتعالی نے فرمایا (ان الحسنات یذہبن السیئات) نیکیان
برائیون کو دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہی فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قرآن
پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہی کلام بعد فجر ہونے کے پھر جب نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہین
کذا فی الطحطاوی واخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہی فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ پھر اگر عصر
شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین واخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل
لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے چمک جانے تک یعنے انکی کثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہی نہ نماز پڑھنا اسوقت کا اسواسطے
کہ نماز خوانی کا تو حکم ہی وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریما الا بعذر کسفر وکونہ علی اکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب
تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہی مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہین ہم کراہت تحریمی تینون مسئلون سے متعلق ہی کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ
مین اسکی تصریح کر دی وتاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہی اسکو جو اسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا ہی
والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہی فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد
جاگا تو امر مستحب فوت ہو گیا ہم ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہین ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقا تعجیل افضل ہی
کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہی جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے مین ہم شتاء وہ زمانہ ہی جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہی جسمین
گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتاء وہ ہی جسمین دو چیز کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہی جسمین دونون چیزون کی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

وہ ہے جسمین ایک چیز کی حاجت ہو نہ دولون چیزون کی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ ملحق بہ الربیع وبالصیف الخریف موسم بہار کے ساتھ بیع ملحق ہے اور
موسم گرما کے ساتھ خریف ملحق ہے یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ بیع اور خریف
مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے
دن مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانے کا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے
وتعجیل مغرب مطلقاً اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم شتا وصیف مین مستحب ہے اور اطلاق سے یہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو تعجیل مغرب کی مستحب ہے اسواسطے کہ ابر
کے دن تاخیر مغرب کی صحیح ہے وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیہا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیرہا فیہ اور عصر اور عشا کے سوا
اور نمازون مین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین
تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہ خوف ہے کہ قبل از غروب مبادا واقع ہو وہو فی دیارنا کثیر شتاءً ولو قیل برعایۃ اوقاتہا حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر
اُن نمازون کا ابر کے دن اُن ملکون مین ہے جنمین جاڑا بکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے جیسا کہ بخارا وغیرہ اور ہمارے
ملک مین الا فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی ثلث لیل تک اور تعجیل ظہر
سرما اور ابراد ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے حصکفی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلاً وتاخیراً اور اذان کا حکم
نماز کے مانند ہے تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق وکرہ تحریماً وکل ما لا یجوز مکروہ صلوٰۃ مطلقاً ولو قضاءً او واجبۃ او نفلاً او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو
لا شکر قنیۃ مع شروق وطلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح
نے کہا شکر کا سجدہ اُسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیہ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو
جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو مکروہ کہتا ہے خواہ غیر جائز
حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہ قول مختار ہے
کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اسمین نماز حلال نہین پھر جب عاجز ہو اسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر صحیح کی
مناسب ہے چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی
القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اُسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے
اولی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہے ہم بعض سے یہان امام شافعی رح مراد ہین کذا فی الطحطاوی واستواء الا یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد
کذا فی الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنے ٹھیک دوپہر کو
مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف رح کے قول صحیح معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر
فتوی ہے وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لاداۂ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی
ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اُسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہین بسبب اُسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب
ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط الاداء ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اسکو بشرح بیان کیا ہے ہم اُسی
دن کی عصر جائز ہے یعنے کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے یعنے تغیر آفتاب کا
وقت اور وہ ناقص ہے یعنے عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہوجاویگی رغبت اوسکے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہے کہ جماعہ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پالی اُسنے پوری نماز پالی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پالی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پالی چونکہ اس حدیث میں اور اُس حدیث میں جسمین اوقات ثلثہ میں نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہے تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز میں کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ میں شروع کرنے سے یعنے تو اُسکا قطع کرنا اور اُسکو کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے ہم جسکا نماز نام ہے اگرچہ مجازاً اُسکو نماز بولتے ہیں وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم عملی ہے اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہے اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ اور جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہے یعنے جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہے یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا ہے سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدہ تلاوت ہے اور واجب لغیرہ سجدہ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کردیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کرکہ اوقات مکروہہ دو نوع ہیں نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول میں جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہیں ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو اُنھیں اوقات میں فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو اُنھیں وقتون میں آیا اور سجدہ تلاوت اُس آیت کا جو اُنھیں میں پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہیں یہ چھ نمازیں کراہت کے ساتھ تو اُنکو قطع کرنا اور کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہیں اور نوع ثانی میں تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہو جاتی ہیں سواے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اُسکا انعقاد کراہت کے ساتھ ہوتا ہے تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت میں واجب ہے کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا اوقات ثلثہ میں منعقد نہیں ہوتا ہے فرض اور جو فرض کے ساتھ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت میں پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتوں سے پہلے بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہوکر تو ادا انکا ناقص ہوکر فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما اسے تحریماً اور اگر سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ اُنھیں اوقات میں واجب ہوئی تو انکا فعل مکروہ نہیں یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہیں ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہے وفی التحفۃ الافضل ان لا توخر الجنازۃ اور تحفہ میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اوقات ثلثہ میں جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی و صح مع الکراہۃ تطوع بدأ بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدأ بہ فیہا فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہے کراہت کے ساتھ وہ نفل جسکو شروع کیا اُنھیں اوقات میں اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا اُنھیں وقتون میں اور حالانکہ نذر بھی اُنھیں میں کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُنھیں اوقات میں شروع کیا پھر اُسکو فاسد کردیا بوجہ صحت نقصان وجوب ہے ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر معلوم ہو کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہے کامل وقت میں چنانچہ بحر الرائق میں ہے وفیہ عن البغیۃ الصلوٰۃ فیہا علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم افضل من قراءۃ القرآن وکانہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ فالاولے ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق میں بغیہ سے منقول ہے کہ اوقات مذکورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہے کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہے تو جو نماز کا رکن ہے اُسکا ترک اولے ہے ہم بغیہ بالضم وبالکسر یعنی مطلوب ہے اور یہاں کتاب کا نام ہے جو قنیہ کا مختصر ہے کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصداً ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علے فعلہ کمنذور ورکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ

والسنۃ الفجر بعد صلوۃ الفجر و صلوۃ العصر اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہی اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب لغیرہ ہی واجب لغیرہ وہ ہی جسکا وجوب بندہ کے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت مین پھر اُسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو ہم پر رد ہی اُس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر اُسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہی کہ جس نفل کو فاسد کیا اُسکی قضا اُسوقت مین مکروہ ہی علاوہ ہی کہ قطع کے واسطے شروع کرنا غیر مشروع ہی نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہی کہ دوسری پڑھے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئے اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتی صحیح تر قول مین کذا فی الطحطاوی و لو النجیۃ لعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہی اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملا لی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج و القنیۃ لا یکرہ قضاء فائتۃ و لو وترا و لا سجدۃ تلاوۃ و صلوۃ جنازۃ مکروہ نہیں قضا فوت ہوگئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ کا بعد نماز فجر اور عصر کے و کذا الحکم من کراہۃ نفل و واجب لغیرہ لا فرض و واجب لعینہ بعد طلوع فجر سوی سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیرا اور یہی حکم ہی کراہت ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوا سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اُسوقت کے فجر کی نماز کے ساتھ تقدیرا یعنی شارع نے اُسوقت مین نوافل اور واجب کی گنجائش نہیں رکھی سوا سنت فجر کے مگر کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہی جو ام المومنین حفصہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کر لیتی تھی نہین پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سنت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور یہ بھی معلوم ہی کہ سنت فجر مین تخفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمر کے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ دونون رکعتون مین (قل یا ایہا الکافرون) اور (قل ہو اللہ احد) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتی لو نوی تطوعا کان سنۃ الفجر یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنیکے یہ مبنی ہی اس قول راجح پر کہ تعیین نیت شرط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہی کذا فی الطحطاوی و قبل صلوۃ مغرب لکراہۃ تاخیرہ الا یسیرا اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہیں ہم قضا فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اسوقت بلا کراہت جائز ہی اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ مؤکد تر ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر و عند خروج الامام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ لخطبۃ ای خطبۃ کانت الی تمام صلوۃ اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ خطبے دس ہین یعنی خطبہ جمعہ اور خطبۂ عید الفطر اور خطبۂ عید الضحی اور تین خطبے حج کے اور خطبۂ ختم قرآن اور خطبۂ نکاح اور خطبۂ استسقا اور خطبۂ کسوف بخلاف فائتۃ فانہا لا تکرہ بخلاف نماز فائتہ کہ اُسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین وقیدہ المصنف فی الجمعۃ بلازم الترتیب و الا فیکرہ و بہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ و الصدر اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہین تو اُسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہی اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہی نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونون کلام مین ہم صاحب نہایہ کہتا ہی کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہین اور شرح وقایہ مین صدر الشریعہ کا یہ قول ہی کہ مکروہ ہی تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہی اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر و کذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوۃ مکتوبۃ اے اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہی

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہین شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہی ہم مفہوم کلام شارح یہ ہی کہ مخالف مذہب کے اقامت مین نفل مکروہ نہین خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت
کرتا ہی یا معلوم نہو اور بحر الرائق مین لکہا ہی کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہین اور یہ مستلزم کراہت نفل ہی کذا فی الطحطاوی الا سنة فجر ان لم
یخف فوت جماعتہا ولو بادراک تشہدہا فان خاف ترکہا اصلاً اقامت فرض مین نفل مکروہ ہی مگر سنت فجر کی مکروہ نہین اگر جماعت کے فوت ہوجانے کا
خوف نہو اگرچہ حصول اُسکے التحیات کے پا جانے سے ہو پہر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتون کو ترک کرے اصل سے یعنی انکو قضا بہی نکرے قبل طلوع
کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اعتبار
کیا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور دلائل ہر مذہب کو اختیار کیا یعنی بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑہے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے
ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضا سنت فجر کے واسطے ذکر کیے ہین سو مردود ہین مقبول نہین ہم از انجملہ یہ حیلہ ہی کہ سنت
کو شروع کرے پہر قطع کرے تو اب سنت واجب ہوگئی تو اُسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت مین شروع کرے پہر فرض مین شروع کرے بدون قطع
کے پہر اسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہی کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعاً قبیح ہی اور دونون حیلون مین قطع ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ انہین
واجب لغیرہ کو فجر کے وقت مین ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہی چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہی نفل وغیرہ سوا
وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت ہم مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہی تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہرین اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہی
کیونکہ ترتیب ساقط ہوجاتی ہو وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یون کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنی غیر
وقتیہ مکروہ ہی وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوٰۃ العیدین مطلقاً اور مکروہ ہی نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد مین
بہی اور گھر مین بہی وبعدہا بمسجد لا ببیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد مین نفل مکروہ ہی نہ گھر مین صحیح تر قول مین ہم یہ رد ہی اُس قول کا کہ گھر
مین نفل مکروہ نہین نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہین نہ گھر مین نہ مسجد مین کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع
بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہی نفل مابین دو نمازون کے جو ملائی جاتی ہین عرفہ اور مزدلفہ مین ہم یعنے عرفات مین ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑہتے ہین اور
مزدلفہ مین مغرب اور عشا پڑہتے ہین عشا کے وقت سوان دو دو نمازون کے درمیان نفل پڑہنا مکروہ ہی وکذا بعدہما کما مر اور اسی طرح نفل مکروہ ہی عرفات
کی دو نمازون کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا عند قولہ ولو بحجۃ بعرفۃ ہم ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازون کی طرف راجع ہی فقط نہ مزدلفہ کی نمازون کی طرف بہی اگرچہ
کلام شارح اُسکا بہی موہم ہی اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازون کے بعد نفل مکروہ نہین کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح اور مکروہ ہی
نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہی اُس کہانے کے حاضر ہونے
کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہی ہم بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہی کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہی جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکہے
اور نماز کے خشوع وخضوع مین خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنے ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہی نماز مکروہ ہی اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہی حدیث مین وارد ہی کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہین مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسوان حصہ اُسکو ملتا ہی یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف وثلثون وقتاً تو یہ چند اور تیس وقت ہین جنمین نماز مکروہ ہی یعنے طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل
نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دونوں خطبون کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت مین اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور پیچھے بعد

مسجد میں اور عید اضحی کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد مسجد میں اور منا میں جمع تقدیم کے عرفات میں اور منا میں جمع تاخیر کے مزدلفہ میں اور مدافعت بول کے وقت
اور مدافعت براز کے وقت اور دونوں کی مدافعت کے وقت اور مدافعت ریح کے وقت اور اس طعام کے حضور کے وقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو اور اس
چیز کے حضور کے وقت جو مانع خضوع قلب ہو اور عشا پڑھنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تاروں کے گتھنے تک اور اگر فرض کی نمازوں کے ابتدا کا اور ادا وقت
مستحب کے مقابل کا اعتبار ہے چنانچہ مقابل اسفار کا صبح میں اور مقابل ابراد کا ظہر صیف میں تو تاخیر زیادہ ہو جاوے فقط مگر طلوع اور استواء
غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہے جنمیں عبادت کفار کے وقت میں اور انکے سوا اور اوقات میں وجہ کراہت نقصان وقت نہیں
بلکہ اور وجوہ ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر
اور اسی طرح اوقات مذکور کے مانند نماز مکروہ ہے چند مکانوں میں چنانچہ کعبہ کے اوپر اور راہ میں اور سرگین گاہ اور جانور ذبح ہونے کی جگہ اور قبرستان میں
اور غسل خانہ میں اور حمام میں اور نالہ کے اندر اور اونٹ اور بکری اور گائے بیل کے گھاٹ پر جہاں پانی پی کر اسکا یا رمہ بیٹھتے ہیں
زاد فی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ لمار کافی میں اتنا
زیادہ کیا اور نماز مکروہ ہے چوپایوں کے بندھنے کے مقاموں میں اور گھوڑوں کے اصطبل میں اور آٹا پیسنے کی چکی کے پاس اور پاخانہ
پاخانہ میں اور انکی چھتوں پر اور نالہ بہنے کے مقام میں یا چھینی ہوئی زمین میں یا بیگانی زمین میں بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہوئی ہو اور جنگل میں بدون سترہ کے
جبکہ چلنے والا کوئی سامنے ہو کوئی چیز اوٹ نہو ویکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے سونا نماز عشا سے پہلے مگر جبکہ کوئی ہو کہ نماز کے وقت جگا دیگا تو مکروہ
نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدہا اور مکروہ ہے مباح کلام کرنا عشا کے بعد اور مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام
سے کراہت لازم نہیں آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر
وبعد طلوع الفجر الی اداء الفجر لا باس بہ لحاجۃ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ادائہا ایضا اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے
فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہیں چلنے پھرنے میں اپنی حاجت کے لیے اور بعضوں نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ
ہے یعنی وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضوں نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی الفیض اور سنت فجر کے بعد
کلام کرنے سے سنت باطل نہیں ہو جاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر
سفر ومطر خلافا للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نمازوں کا ایک فرض کے وقت میں جائز نہیں سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی رح
کے کہ انکے نزدیک سفر اور مینہ کے عذر سے جمع کرنا درست ہے ہم بخاری اور مسلم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ اس کی قسم جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں
کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہیں پڑھی مگر اسکے وقت میں لیکن دو نمازوں کو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات میں اور مغرب اور عشا کو
مزدلفہ میں کذا فی النہر وما رواہ محمول علے الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلاتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر
محمول ہے نہ جمع وقتی پر اور جمع فعلی کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو حقیقت میں جمع حقیقی نہیں بلکہ
صوری اور ظاہری ہے اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہے وہ قرب خروج پر محمول ہے چنانچہ قولہ تعالے (فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن) ای
قاربن بلوغ الاجل چنانچہ زیلعی میں ہے اور اس حمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر میں آخر وقت تک تاخیر کرے تو اس میں کراہت نہیں کذا
فی الطحطاوی فان جمع فسد لو قدم الفرض علے وقتہ پھر اگر دو فرضوں کو جمع کیا ایک وقت میں تو وہ فرض فاسد ہے جسکو اسکے وقت پر مقدم
کیا یعنی اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگی وحرم لو عکس ای اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہے تاخیر اگر اسکے برعکس کیا

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے جیسا کہ مغرب کو عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہے بطریق قضا کے الا لحاج لعرفۃ ومزدلفۃ کما مجئ
مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات میں اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ میں ثابت ہے جیسا کہ کتاب الحج میں آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور
کچھ مضائقہ نہیں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے میں ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین
الصلوتین میں مثلاً تقلید کرے تو جائز ہے علی الخصوص سفر حجاز میں کہ وہان اہل قافلہ نہیں ٹھہرتے اور تنہا رہنے میں جان ومال کا خوف ہے طحطاوی
نے کہا کہ ظاہر ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہیں اور یہ ایک قول ہے مذہب میں اور دوسرا قول مختار یہ ہے
کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہے اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو جیسا کہ خطبہ اس کتاب میں ہم ذکر کر چکے ہین اور البتہ مسئلہ
تقلید میں چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوے ہین دونون قولون پر انتہی ما فی الطحطاوی لکن بشرط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان
الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید میں شرط ہے کہ لازم پکڑلے سب اُن احکام کو جنکا اس عمل کے واسطے اُس امام نے واجب ٹھہرایا ہے
اسواسطے کہ ہم آگے ذکر کر چکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہے وہ بالاجماع باطل ہے جمع بین الصلوتین میں امام شافعی رحمہ کے احکام یہ ہین کہ
اگر جمع تقدیم ہو تو اسمین شرط ہے پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازون میں اسقدر جدائی نکرے
جسکو عرف میں جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر میں اسکے سوا کوئی شرط نہیں کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے پہلے
اور جمع تقدیم افضل ہے مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہے چلنے کی حالت میں اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہے ایسے فعل کا خصوصاً حاجی اور تقلید میں کچھ ڈر
نہیں کذا فے النہر الفائق

باب الاذان

یہ باب ہے اذان کے بیان میں اسم اذان بروزن زمان مصدر ہے اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہے اسلیے کہ ماضی اُسکی اذن بالتشدید ہے اور مصدر تاذین آتا ہے
هو لغۃ الاعلام اذان لغت میں بمعنی اعلام ہے یعنے آگاہ وخبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب
علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت میں اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہے یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ
سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تاکہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا
کی اذان میں وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان میں اگرچہ وقت ہے مگر اُسکی آگاہی تو اذان سے پہلی ہو چکی ہے ہم جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہے
تو انھون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہے اور اس صورت میں اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل ہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے
یہ اشارہ ہوا کہ فارسی میں اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہے کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین
امامتہ علیہ السلام ثم رؤیا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع میں اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان ہے اور اقامت
اُنکی شب معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس میں اپ امام ہوے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے درود کت
نفل میں پھر اسکے بعد خواب میں دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری میں اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اُترا تھا ہم یہان یہ اعتراض ہوتا ہے
کہ غیر انبیا کے خواب پر بنا احکام شرعی نہین ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ
وغیرہ کے خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داود نے مراسیل میں روایت کی کہ عمرؓ نے
جب اذان خواب میں دیکھی اور حضرتؐ کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی میں اسکا حکم ہو چکا اور بلالؓ کی اذان کان میں پہنچی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ اذان میں وحی سے سبقت کر گئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ کچھ حدیثیں اس بات پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ میں قبل ہجرت مشروع ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں خبر صحیح یہ ہے کہ شروع اذان کا مدینہ پاک میں ہوا جیسا کہ مسلم میں مذکور ہے کذا فی الشامی وہل ہو جبرئیل قیل و قیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضوں نے کہا جبرئیل تھے اور بعضوں نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سببیہ لقیامہ دخول الوقت اور اذان کا سبب ابتدائی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے ہم شامی نے کہا کہ ابقا تغیر سے جسکا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہے یعنے سبب اسکے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب سے حادث ہونے سے اذان مشروع کیگئی ہے سو وہ دخول وقت ہے و ہو سنۃ للرجال فی مکان عال موکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردوں کے واسطے اونچے مکان میں سنت موکدہ ہے فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہے گنہگار ہونے میں اسکے چھوڑ دینے سے ہم محیط نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں تو انکا قتال حلال ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں اور وہ سنت کفایہ ہے اپنے شہر میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنۃ للصلوۃ حتی یبرد بلا الوقت اذان سنت ہے فرائض کے وقت میں اگرچہ فرض قضا ہوا ہو اسلئے کہ اذان نماز کی سنت ہے نہ وقت کی یہاں تک کہ گرمیوں کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنے تقدیم و تاخیر میں اذان تابع نماز کی ہے کذا فی الطحطاوی لا لغیرہا کعید اذان مسنون نہیں سوائے فرض نمازوں کے لیے مانند عید کے ہم عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنتوں اور وتر ہر چند امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا میں ادا کیا جاتا ہے تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع بعضہ قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جائے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوئے ہیں اقامت کے مانند برخلاف ابو یوسف رح کے فجر میں یعنے انکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے ہم اقامت اگر قبل وقت ہوئی تو اسکا اعادہ بالاتفاق ہے اور اگر امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو پھر کیا معلوم ہوگا کہ اگر اقامت کے بعد فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح وہو تربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی تثنیتہ اذان سنت ہے چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کے ساتھ شروع اذان میں اور ابو یوسف سے ایک روایت میں دو بار تکبیر ہے ہم پہلے اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز میں دو بار اور دوسری آواز میں بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازوں سے چاروں تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نکہے کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا رے فتحہ اکبر کی رے کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اسکو پیش دیتے ہیں کذا فی الروضۃ ہم مضمرات میں ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے اللہ اکبر کی رے کو فتحہ دیں یا پیش یا جزم اور اگر آتش زدگی میں اللہ اکبر چند بار مکرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن فی الطلبۃ معنے قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول آللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لکن طلبہ میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنے اللہ کے لفظ میں الف کو کھینچ نہیں تو اسکے الف کو بڑا کر بنوے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ بڑا ہے اور یوں کہنا شرعاً غلط ہے ہم جبکہ یہ شرعاً غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہے اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی الطحطاوی اور شامی میں ہے کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے و معناہ الوقف او مقطوع حرکۃ الآخر للاتفاق فلا یقف بالرفع فانہ لحن لغوی فتاوی الصیرفیہ میں الباب السادس در متعلقین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہے تو وقف نکرے پیش کے کہ وہ لغت عرب میں غلط ہے چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھٹے باب میں ہے کہ اذان میں جتنے جملے ہیں سب کا آخر حرف پر وقف کرے حرکت نہ دے لیکن پھر اللہ اکبر جو اذان میں ہیں انہیں سے اول اور تیسرے اور پانچویں میں اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحے کے ساتھ اگلے اللہ سے ملادے اور اگر

بیشی سے لا وجہ کا خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی بلفظ ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان میں ترجیع نہیں اسلیے کہ ترجیع مکروہ ہے کذا فی
الملتقی ہم ترجیع یہ ہے کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر
چاروں کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب میں سنت ہے اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان میں جو ترجیع حدیث میں
ذکر ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ صحیح روایات متفق ہیں اسپر کہ بلال اذان میں ترجیع نہ کرتے تھے اسکے سوا طبرانی میں ابی محذورہ کی اذان
میں کوئی ترجیع نہیں تو عدم ترجیع ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہے اور آہستہ کہنے سے اعلام نہیں ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ
ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان میں لحن نہ ہو یعنی وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کیونکہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہیں جیسے قرآن کے
بیچ کا فعل اور سماع حلال نہیں اور لحن یہ ہے کہ حروف کے ادا میں اور انکی حرکات اور سکنات میں کمی بیشی واقع ہو چنانچہ گانے میں ایسا ہوتا ہے اور خطا اعراب
کو بھی لحن بولتے ہیں وبلا تغییر حسن اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہے اذان اور قرآن میں ہم تغنی بلا تغییر خوب ہے اسواسطے ۵
کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہیں کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں حی علی الصلوٰۃ اور حی
علی الفلاح کی لحن میں ہم قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں کلمات ذکر نہیں اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہے اسطرف کہ اولیٰ یہ ہے کہ
ان میں بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ وندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے ایک سکوت کرکے دو دو کلمے
کے درمیان میں اور ترسل یعنی سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل
ان المحل متسعا یمینا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلۃ بصلوٰۃ وفلاح اور اذان میں منہ پھیرے داہنے اور بائیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے
وقت اور اسی طرح اقامت میں التفات کرے ہر حال میں یعنی جگہ میں وسعت ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے
التفات فقط داہنے اور بائیں ہے تاکہ پشت واقع نہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقا التفات ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ
ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہے ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج راسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان کے
منارے میں اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچے سے نکالے لوگوں کے خبردار کرنے کو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا
حضرت بلال رض مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ کے حکم سے منارہ بنایا گیا ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم
مرتین لانہ وقت نوم اور آداب کے طریق سے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت
ہے ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں کہ اذان
بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہے اور انگلی رکھکر بہت خوب ہے ہم کان میں انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
بلال کو فرمایا کہ دونوں کانوں میں انگلیاں کرلو کیونکہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہیں سنتا اس فعل کو دیکھکر
آگاہ ہو جاتا ہے کہ اذان ہے والاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہیں اذان کے مانند ہے احکام مذکورہ میں ہم اذان کے احکام جو متن میں مذکور
ہیں دس ہیں یعنی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور التفات
اور گردش اور فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانوں میں انگلیاں رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے
جلد جلد کہنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوٰۃ کہنا اور کان میں انگلی نرکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش
کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہے اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض اور اقامت

کہنے والا اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں نہ رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہا
کہنے میں جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نہ کرے شارح نے کہا کہ یحدر بضم دال یعنی یسرع یعنی سرعت کرے فلو ترسل لم یعدہا فی الاصح تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کے
اذان کے مانند تو اسکا اعادہ نہ کرے صحیح تر قول میں ہے لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اذان میں تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ
کے روز اذان اور تکبیر میں تکرار شریعت میں ثابت نہیں ویزید بعد فلاحہا قد قامت الصلوۃ مرتین اور اقامت کے حی علی الفلاح کے بعد دوبارہ کہے قد قامت الصلوۃ
نماز قائم ہوئی
وعند الثلثۃ ہی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینوں کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہے ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما اور سوار کے سوا اور
شخص اذان اور اقامت میں قبلہ رخ ہوجائے ہم جماعت کے واسطے سوار ہوکر اذان کہے سفر کی حال میں سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور
استقبال قبلہ شرط نہیں ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ کروہ تنزیہی ہے ہم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو حسن کہا ہے صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اسکا
ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہا مؤخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت میں موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنی اسی
لفظ کا اسی کے محل میں اعادہ کرے مثلا حی علی الفلاح کو حی علی الصلوۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انہیں دونوں کلموں کا ہے پوری اذان
کا اعادہ ضرور نہیں ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت میں اصلا کلام نہ کرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو یعنی سلام کا جواب نہ دے نہ
اپنے دل میں اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کہا ربانی کلام میں داخل ہے مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہے کذا فی البحر فان تکلم استانفہ
اگر اذان اور اقامت میں بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اور مؤذن اذان اور اقامت میں بلاوے
نمازیوں کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازوں میں جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہے ہم تثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت
پڑھنے کے ٹھہر جائے پھر بلاوے اسطرح کہ الصلوۃ الصلوۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد اتنی ہی دیر تک توقف کرے پھر اقامت کہے کذا
فی البحر مگر مغرب میں تثویب نہیں چنانچہ نقایہ کی شرح میں مصرح ہے اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہے ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت
الندب اور مؤذن بیٹھ جائے اذان اور اقامت میں بقدر آنے ہمیشہ آنے والوں کے وقت مستحب کی رعایت کرکے ہم جیسے صبح میں اسفار کا اور ظہر میں ابراد
کا ملاحظہ مؤذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب میں تثویب اور جلوس نہ چاہیے تو مؤذن چپکا کھڑا رہے تین چھوٹی
آیتوں کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت میں
توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ فائدہ ملحقہ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ
واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری میں دوشنبہ کی رات عشا کی نماز میں پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازوں
میں سوائے مغرب کے پھر مغرب میں بھی دو بار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے ہم یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی کے
حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع میں ہے کہ اسکی ابتدا حدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ سنہ ہجری
میں طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں اور نہ سیوطی کی اس عبارت میں ہے جو نہر الفائق میں منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے
جو قواعد شریعت کے مخالف نہو وقیل ان یؤذن ویقیم لفائتۃ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا ببیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا
کی نماز کے واسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل میں نہ اپنے گھر میں اکیلے اگر گھر میں بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان
کہے وکذا یسنان لاولی الفوائت لا الفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازوں میں سے پہلی نماز کے واسطے نہ ناقص نماز کے واسطے یعنی

جسکا اعادہ کیا وقت میں و یتخیر فیہ للباقی لو فی مجلس و فعلہ اولی ولیقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت میں مختار ہو قضا کی باقی نمازوں کے واسطے اگر ایک مجلس میں ہو اور اگر چند مجالس میں قضا اون کو ادا کرے تو ہر مجلس میں اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی میں اذان کہنا بہتر ہے اور اقامت کہے سب نمازوں قضا میں اسواسطے کہ جنگ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازوں کی قضا میں اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی ولا یسن ذلک فیما تقضیہ النساء اداءً و قضاءً ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان و عبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہیں اُس نماز میں جسکو عورتیں پڑھتی ہوں ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہوں جیسے لڑکے اور غلاموں کی جماعت میں اذان اور اقامت مسنون نہیں ہاں اگر شارح بجائے ولو جماعۃ کے ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتوں کی جماعت مشروع نہیں رہی کذا فی الشامی ولا یسنان ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور یہی اذان اور اقامت سنت نہیں جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے واسطے شہر میں ہم اسواسطے کہ اسمیں شبہہ پڑتا ہے مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانوں میں اذان جمعہ کے روز مکروہ نہیں ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا وتغلیطا اور نہیں مسنون اذان اور اقامت اس نماز میں فوایت سے جسکو قضا کرتے ہوں مسجد میں اسواسطے کہ اسمیں لوگوں کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہے یعنے وہ وقت کی اذان سمجھینگے و یکرہ قضاؤھا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرھا بزازیہ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد میں مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیہ ہم یہ وجہ جماعت میں ظاہر ہے نہ منفرد میں اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت میں ہو خواہ اکیلے و یجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق و عبد اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق میں خلاصہ سے منقول ہے کہ سوا انکا اور شخص اولی ہے تو انکی اذان میں ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہیں مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہیں بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہیں و اعمی و ولد زنا و اعرابی اور جائز ہے اذان اندھے اور ولد الزنا اور دیہقانی کی و انما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب اور اذان کہنے والا موذنوں کے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو بھی جانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بنیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہیں اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہے و یکرہ اذان جنب و اقامتہ و اقامۃ محدث لا اذانہ علی المذہب اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا مکروہ تحریمی ہے اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اسکی اجابت نہیں کرتا کذا فی الشامی و اذان امرأۃ و خنثی و فاسق ولو عالما لکنہ اولی بامامۃ و اذان من جاہل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان میں فاسق عالم اولی ہے جاہل پرہیزگار سے یعنی جہاں سوائے اُس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی و سکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہو گیا ہو چنانچہ خزانۃ ... ان سے معتوہ و صبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے و قاعد الا اذا اذن لنفسہ اور بیٹھ کر کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہیں و راکب الا لمسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہیں و یعاد اذان جنب ندبا و قیل وجوبا اور پھر کہی جاوے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا الاقامۃ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارھا اور دوبارہ نکہی جاوے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ میں اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنے جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہے و کذا یعاد اذان امرأۃ و مجنون و معتوہ و سکران و صبی لا یعقل لا اقامتہم لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاوے عورت

ف ... مجنون ... ۱۲

اور دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ اُنکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنی تکرار اذان شرعًا ثابت ہے نہ تکرار اقامت ویجب اعادتہما
لموت موذن وغشیہ وخرسہ وحصرہ ولا ملقن وذہابہ للوضوء لسبق حدث خلاصۃ اور واجب ہے شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب مرجانے موذن
کے اذان کہنے میں اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے میں اور بسبب اُسکے غشی میں آجانے اور گونگا ہوجانے اور رک جانے اور بند ہوجانے کے اور حالانکہ کا
کوئی بتانے والا نہیں اور بسبب اُسکے جانے کے وضو کے واسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصۃ ہم موذن اور مقیم کا پانچوں صورتوں میں یہ
حکم ہے شامی نے فقط موذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہے شامی میں کہا کہ پہلی صورت [illegible] یعنی اثنا اذان و اقامت میں
بے وضو ہوجانے میں موذن اور مقیم کو چاہیے کہ بعد اذان اور اقامت کے وضو کو جاوے کیونکہ جب ابتدا سے بے وضو پوری اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بطریق اولی
تمام کرسکتا ہے لیکن غیر فی السراج بیندب لیکن سراج وہاج میں یا لفظ ندب بیان کیا ہے یعنی کہا کہ پانچوں صورتوں میں شروع سے اذان یا اور اقامت کو کہنا
مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے [illegible] صحیح ہونے اذان مجنون اور
مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات میں کہتا ہوں اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہیں ہے سبب مقبول
نہونے انکے قول کے دین کے کاموں میں شامی میں کہا کہ اوپر گذرچکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہاں شارح نے عدم صحت کو بیان کیا ہے پس فاسق کو
کافر کے ساتھ شارح کی طرف سے ملانا مناسب نہوئی وکرہ ترکہما معا لمسافر ولو منفردا اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ اکیلا ہو یہاں
چار صورتیں ہیں سو دو صورتیں مکروہ ہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتیں مکروہ نہیں ایک یہ کہ
اذان اور اقامت دونوں کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت میں دو فائدے ہیں ایک تو ثواب دوسرے ظاہر ہونا ان لشکروں کا
خدا کا جو نظر نہیں آتے وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقۃ اور اسی طرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے رفیقوں کے یعنی اذان
تو اعلام کے واسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوئے تو اعلام کی چنداں ضرورت نہیں بخلاف مصل ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصر او قریۃ لہا مسجد فلا یکرہ
ترکہما اذ اذان الحی یکفیہ بخلاف اُس نمازی کے جو اپنے گھر میں شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ جماعت سے نماز ہو یا اُس گانوں میں نماز پڑھتا ہے جس میں مسجد ہے
تو وہاں اذان یا اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہیں اسواسطے کہ اذان محلہ اُسکو کفایت کرتی ہے ہم اور اگر گانوں میں مسجد نہو یا ہو مگر اُسمیں اذان و اقامت
نہوتی ہو تو وہاں کا نمازی اذان اور اقامت ترک نہ کرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہے او مصل فی مسجد بعد صلوٰۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد
علی طریق فلا باس بذلک جوہرہ یا بخلاف اُس نمازی کے جو مسجد میں نماز پڑھتا ہے اُسمیں جماعت ہوجانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور میں اذان اور اقامت کہنا
اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد میں اسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد میں اگر جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ دوسری ہو
لا باس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اسکا نکرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقا اقامت کی اور شخص نے سوائے اذان
کہنے والے کے موذن کی غیبت میں تو مطلقا مکروہ نہیں یعنی خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کی
موذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اسکو وحشت اور ناخوشی ہو ہم اقامت کہنا موذن کا حق ہے بدلیل حدیث (من اذن فہو یقیم) یعنی جو اذان کہے وہی اقامت
کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے کہ مکروہ ہے اقامت کہنے میں چلنا ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا اور
واجب ہے جواب دینا زبان سے اُسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی
اذان سنتے ہی مسجد میں جماعت کے لیے حاضر ہوجانا چاہیے لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوٰۃ جنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف
قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض اور نفسا اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز میں اور جنازہ میں اور صحبت کرنے میں اور پاخانہ میں اور نہ کھانے

اور علم سکھلانے اور علم کے سکھنے مین برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرے کیونکہ اذان کا جواب دے ہان یقول بلسانہ لکمالہ ان سمع المسنون منہ
وہوما کان عربیا لالحن فیہ جواب دے اسطرح کہ اپنی زبان سے موذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ موذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہی ہے جو بطور عربیہ
کے ہو اور اسمین لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو ہم اوان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوئے ہون سو اب جو اذان بعض لوگ کہتے ہین وہ مداور حرکات
کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا نچاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ
مسجد کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو موذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح مین کہ لاحول
ولاقوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدقت و بررت اور الصلوۃ خیر من النوم مین یون کہے صدقت و بررت یعنی تو صادق اور نیکوکار ہے
اس کہنے مین کہ نماز نیند سے بہتر ہی وینْدب القیام عند سماع الاذان بزازیۃ اور مستحب ہی کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر الی
فراغہ او یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہین کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاے ولولم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل اور
اگر سامع نے موذن کا جواب نہ دیا یہان تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم مین نے نہین دیکھا کتاب مین اور مناسب ہی کہ اسکا تدارک کرے اگر فصل
تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہی اور اس سے یہ نکلتا ہی کہ جواب دینے والا موذن سے پیشتر کلمات جواب کے نکہے بلکہ ہر کلمے کے
تمام ہونے پر اسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ مین اسکی تصریح موجود ہی اور اس سے ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہی کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہین کذا
فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے ہم
دعا روسیلہ مستحب ہی اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم موذن کو سنو تو کہو مثل اس قول کے
جو وہ کہتا ہی پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حقتعالی اُسکے بدلے اسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ
بہشت مین کہ وہ لائق نہین مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندون سے اور مین امید رکھتا ہون کہ وہ بندہ مین ہون سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری
شفاعت اسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اسکی شفاعت واجب ہوگی امت سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی عن المواہب وشرحہا اور دعا و وسیلہ
کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ مین جابر سے یون مروی ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ
وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ تو اُسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے
بعد اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اس دعا مین زیادہ روایت کیا ہی ابن حجر نے شرح منہاج مین کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہین اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو
ان دونون کی کچھ اصل نہین اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہی کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ الاجابۃ
ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد مین ہو جبکہ اُسنے اذان سنی تو اسپر جواب دینا لازم نہین اور اگر مسجد کے باہر ہو تو
جواب دے اُسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا وہذا بناء علی الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور
اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہی کہ اجابت مطلوبہ شرع مین قدم سے ہی نہ زبان سے چنانچہ
یہی قول ہی حلوانی کا فیقطع قراءۃ القرآن لوکان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یاتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول
کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر مین اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر
مسجد مین قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وہذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا بلسانہ لظاہر
الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النہر ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علی الاول لا

لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرأ بل یقطعها ویجیبه ولا یشتغل بغیر الاجابۃ اور یہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہی حلوانی کے قول پر
اور ظاہر قول پر واجب ہوتا ہی اجابت کا زبان سے بدلیل ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہی کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو موذن
کہتا ہی چنانچہ اسکو شرح منیہ میں بیان کیا ہی بحر الرائق میں اور نہایہ میں [illegible] کیا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہی نہر الفائق میں مجتبیٰ
وغیرہ سے نقل کرکے اسطرح کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرآن
کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی فعل میں بجز اجابت کے قال فی الفتح ای لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بالقدم
اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان
میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے بنص قرآنی سے ہم عدم اجابت لسانی
کی یہ وجہ ہی کہ جب خطیب منبر پر بیٹھے تو امام کے نزدیک مطلقا کلام مکروہ ہی لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح قول یہ ہی کہ امام کے نزدیک [illegible] خطبہ
شروع ہونے سے پہلے جواب کوئی مانع نہ تھا کذا فی الطحطاوی وفی التاترخانیۃ انما یجیب اذان مسجدہ اور تاترخانیہ میں ہی کہ جواب دے اپنی
مسجد کی اذان کا قدم یعنی جواب قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہی یہ متفرع ہی حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر اشارہ کیا کذا فی البحر
وسئل ظہیر الدین عمن سمع فی وقت من جہات ماذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا اسشخص سے جسنے ایک وقت میں اذان
سنی کئی طرف سے اسپر کیا واجب ہی کہا کہ اسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہی ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول
عند قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوۃ کے وقت
اقامہا اللہ وادامہا ان الفاظ کو ابوداؤد نے روایت کیا ہی اسقدر زیادتی کے ساتھ مادامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالی نماز کو
قائم ودائم رکھے جبتک آسمان و زمین رہیں اور مجکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب
نکہے اور اسی قول کا یقین کیا ہی شمنی شارح نقایہ نے ہم یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہیں کیونکہ یہ نفی وجوب پر محمول ہی اور اتفاق اجماع استحباب پر ہی
فروع مسائل ملحقہ شارح صلی السنۃ بعد الاقامۃ وحضر الامام بعدہا لا یعید بزازیہ یعنی جسنے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت
کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان یعاد ولا ریب یعنی مستحب ہی کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہوجاوے
یا پایا جاوے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاوے درمیان اقامت اور نماز کے جیسا کچھ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جاوے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام
فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہی تو بیٹھ جاوے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جاے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر ما لم یکن شریرا
والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نکیا جاوے جبتک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ ہو یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہو تو اسکی انتظاری جائز ہی اور اگر وقت
تنگ ہی تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بد ذات ہو یکرہ لہ ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہی اذان کہنا دو مسجدوں میں ہم یہ کراہت اسوقت ہی جبکہ موذن
پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کو ہی ہر طرح یعنی خواہ
عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہی اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو الافضل
کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہی ہم امام ابوحنیفہ یہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذن فی سفر
بنفسہ فاقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اور ضیاء معنوی میں ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور
ظہر کی نماز پڑھی اور البتہ ہمنے اسکو تحقیق بیان کیا ہی خزائن الاسرار میں ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی وفتاوی الرملی

اور آپکا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین یون ہی کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپکا صرف حکم دینا تھا ان عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی ۞

باب شروط الصلوۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ہم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے بسود لاء حیات کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین جانا اور جسکا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ و جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین ہین نہ نماز کے واجب ہونیکی جو منجملہ شروط ادا و وجوب ایک تکلیف ہی یعنی مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا و ازانجملہ عاجز نہونا نماز سے و ازانجملہ وقت ہی کذا فی النہر الفائق شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضروری ہی ابتداء نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہے یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ و تحریمۃ و وقت و خطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہسکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین و شرط دوام کطہارۃ و ستر عورۃ و استقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہو اول نماز سے آخر تک و شرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم و لا مقارنۃ بابتدائہ ہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہوجانے نماز کے تو اُسمین آگے ہونا اُس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اُسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء نماز کی شرط قراءت ہی ہم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثناء نماز مین پائی جاے بطریق استمرار کے اور قراءت اسیطرح کی ہی کہ اثناء نماز مین اُسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم و خصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقاء عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہی اگر ابتداء نماز مین اُسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہوجائیگی اور اگر حالت بقاء مین اسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقاء ہوگی اور سواے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اُسکا دوام شرط ہی اور نہ بقاء اور صرف شرط بقاء کی مثال قراءت ہو کہ اثناء نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہی گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قراءت کہ امام کی قراءت گویا اُسی کی قراءت ہی کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قراءت بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قراءت کے تمام ارکان مین تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قراءت حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود ہی ہم رکن اُسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہوجاتا ہی جیسے قراءت کہ مقتدی سے ساقط ہوجاتی ہی تو اس لحاظ سے ایک حالت مین اُسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف و لذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قراءت کا سب ارکان مین ضروری ہی اُمی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول و سکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو و شرعا ما یتوقف علیہ الشئ و لا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز مین داخل نہو یعنی اُسکا جز نہو خارج ہو اُس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اُسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اُسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اُسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اُسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اُسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کرتا کہ و لا یؤثر فیہ و لا یوصل الیہ

فی الجملہ یعنے نہ چیز مین موثر ہوا اور نہ اُسکی طرف کسیقدر موصل ہو کذا فی الشامی عن التحفۃ ہے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جسکے نہ ہونے
سے مشروط کا نہ ہونا لازم ہووے اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ہی ستہ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن تحقیقا
شرطین نماز کی چھ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب داخل ہونے ہاتھ پاؤن کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
ہم چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھ پاؤن بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پاؤن کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان
مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہے دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور
حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہے اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور بعضہ نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ (ناپاک ہونا ہے)
اغلظ ہے اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے ہم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین ہے بخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہے و خبث مانع
کذلک اور طہارت شرط ہے اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہے ہم دونون قسم کی نجاست یعنی غلیظہ اور خفیفہ مغلظہ بقدر درہم مانع نماز ہے
اور مخففہ زائد از ربع ثوب و لو بدنہ وکذا ما یتحرک بتحرکہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہے اور اسیطرح پاک ہونا اس چیز کا ہے جو نمازی کے ہلنے
سے ہلے یعنی ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اسکے بدن پر ہوا اور دوسرا آنچل پر ایسی نجاست ہے جو مانع نماز ہے تو اگر نمازی کی
حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہین مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور دوسرے
کنارہ پر نماز پڑھتا ہے تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہا کصبی علیہ نجس ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا
یا نمازی اُس چیز کا اٹھانے والا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہو بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہے اور اگر لڑکا
نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اسکو چمٹا ہو تو نمازی اسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہو گا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ کا ہے
جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب
آدمی اور کتا ہو اگر اسکا منہ باندھا ہو صحیح تر قول مین ہم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اُس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی عن البحر
مین ہے کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہے جو اندر سے خون ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہے بخلاف اُس شیشے کے جسمین پیشاب ہے یعنی وہ
مانع نماز ہے ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہے یعنی اسکے
دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھالیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ہم موضع قدمین کی طہارت امام
اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہے اگر
نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑے اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجی
شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی
اُسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ سجود کا مکان ٹھہرا ہم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے
اور اسی کی تصحیح کی ہے عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہے اگرچہ
دونون ہاتھ ہون تو اُسکے مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الخبث لقولہ تعالی وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ بالاولے
لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالے وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے
پاک کرنے لازم ہوے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولے لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی اتصالا

کہ کپڑوں کا جدا ہوجانا متصور ہی برخلاف بدن اور مکان کے شم الطہر یہ ہی کہ آیت کریمہ میں نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول ابن
جمیع فقہا کا اور راجح ابتدا سیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ وجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور ڈھانپنا
ہو بدن کا عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان میں ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ
کھولنا جائز ہی جیسا کہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا استنجا وامثال ہم ستر عورت نماز سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی
کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے
کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الطحطاوی والبدر تو ثوب نجس فی غیر صلوٰۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین ہونے نماز کے وہی الرجل
ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونوں گھٹنوں کے نیچے تک اور عورت کا لفظ نکلا ہی عورۃ سے جو
بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بے حیائی ہی کذا فی الطحطاوی اور دو بمعنی
مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین و شرط احمد ستر احد منکبیہ ایضاً اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک
کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی
هم امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی
اور جوانین حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہوا سپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہیں اور
اور جو اپنی ران کھولے ہوا سپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما هو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ
ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرہا و بطنہا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اُتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اُسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ
لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو هم مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا
مال دے تو تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی ہی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہما اور لونڈی کا پہلو اسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو
پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنی اُسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت
والا لا علمت ابتقہ او لا علے المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اُسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز
صحیح ہی اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوگی مولی کے آزاد کرنے کو اُسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر مذہب درست کے هم پردہ سازی سے
اُسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ بعمل قلیل ہو اور قبل ادائے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل
نہوگی قال الحلبی آیت صلوٰۃ صحیحۃ فانت مرۃ قبلہا فصلت بالاقناع ینبغی الغاء القبلیۃ ووقوع العتق کما رجحوہ بالطلاق الدوری اگر مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو
صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اُسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کردینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی جیسا کہ فقہا نے قبلیت
کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی هم یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہ
صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق ہین قبل از طلاق پھر اُسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق
سے پہلے واقع ہونگی اور اسکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پہلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب اُسنے قبلیت کو لغو کردیا تو ایسا ہو گیا
کہ گویا اُسنے یون کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اُسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی
اور تیسری طلاق باطل ہوجاویگی بعدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

جسکا چھپانا واجب ہی یہانتک کہ اُسکے لٹکے بال بھی عورت ہیں صحیح تر قول میں اگرچہ وہ خنثیٰ ہو ہم نے لٹکے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہیں وہ بالاتفاق عورت ہیں خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی المذہب والقدمین علی المعتمد یعنی بی بی کا تمام بدن عورت ہی مگر اُسکا چہرہ اور دونون ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہیں قول معتمد پر تو پشت کف دست کا چھپانا واجب ہی مذہب درست پر ہم اور اقوال نا معتمد یہ ہین کہ پشت کف دست نماز مین عورت نہیں اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہیں اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہی کذا فی الطحطاوی وصوتہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہیں راجح قول یہ ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہی تو بخوف فتنہ حرام ہی اور بعضون نے کہا کہ اسکی آواز کا بھی چھپانا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہیں مرجوح قول پر یعنی ضعیف قول پر ہم یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اختیار شرح مختار مین اسی کو راجح کہا ہی لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہی کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کو کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اُسکا عورت ہی بلکہ بخوف فتنہ منع کا حکم ہی کما مسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا منع ہی اگرچہ شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کیساتھ چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی جیسا کہ باب الحظر مین آویگا ولا یجوز النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہیں نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنی بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہی نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہی اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہی قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہی ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستتار نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہو تو نظر کرنا حلال ہی وہ الاحلال نہین وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج مین ہی کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہیں یعنی ڈھکنے کے لائق نہیں پھر جبتک کہ وہ قابل شہوت کے نہین تو بول و براز کی راہ چھپانے کے لائق ہی پھر عورت غلیظہ ہوتی ہی دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانے کے ہو جاتا ہی پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند ہی برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہی لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی شرح منیہ وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ مین ہی کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت مین ہی کہ اُسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اُسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اُسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو چیز کہ عورت ہی بدن مین ملا ہوا اُسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تھا اسلیے کہ لفظ سنۃ مونث ہی وتمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہی نماز کو یہانتک کہ انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع عورت مانع انعقاد نماز اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ ادا سے رکن سے کم مدت ہوا اور ادا سے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہی اور اگر کشف عورت بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمتر ہو ادا سے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عداہا کما من الرجل والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول و براز کا محل ہی اور جو مکان کہ اُن دونون کے آس پاس ہی اور عورت خفیفہ وہ ہی جو اُسکے سوا ہی وتجمع بالاجزاء لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجاویگی اجزا سے اگر ایک عضو مین ہو ہم اجزا سے مراد کسور حساب یہ ہین مثلاً پانچوان اور چھٹا اور آٹھواں

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اُسیقدر کھلی ہو تو دونوں کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو میں نہیں بلکہ چند اعضا میں ہو تو وہ پیمائش سے جمع کیا ئینگے فاجزاء فان بلغ اربع ادناہا کاذن منع سو اگر کھلے اعضا میں سے کمتر عضو کی چہارم کی پیمائش ہو جائیگی چنانچہ کان تو کھلنا نماز کا مانع ہوگا مثلاً سوا اسکے اُن حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اُسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونوں کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہے اور یہی قول صحیح ہے برخلاف بحرالرائق کے کہ اُسمیں مجموع اعضاء منکشفہ کی چہارم کو معتبر کہا ہے کذا فی الطحطاوی والشرط سترها عن غیره ولو حکماً کمکان مظلم اور شرط یہ ہے کہ چھپانا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان میں یعنی اگرچہ وہ مستور ہو باعتبار حس کے یا حکمی کہ وہ نظر نہیں آتا لیکن وہ حکم شرع میں مستور نہیں تو اسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے کذا فی الحلبی لا سترها عن نفسه به یفتی فشرط نہیں چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے اسیکا فتویٰ دیا ہے فلو راٰها من زیقه لم تفسد وان کره پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحته اور نہ پانیوالا اُس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکرے یعنی جسمیں بدن نظر نہ آوے هم عادم مبتدا ہے اُسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یصلی قاعداً ساتر میں یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک مل یا جالی تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہے ولا یضر التصاقه وتشکله اور ضرر نہیں کرتا ساتر کے بدن میں چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہو جائیگی ولو حریراً او طیناً یبقی الی تمام صلوته او ماء کدراً اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو هم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہے اور اسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہیں لا صافیا ان وجد غیره نہ صاف پانی اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی میں بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اُسمیں نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی

وهل تکفيه الظلمة في مجمع الانهر بحثا نعم في الاضطرار لا الاختيار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے میں نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں بحث کرکے یوں جواب دیا ہے کہ ہاں اضطرار میں کافی ہے نہ اختیار میں هم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال میں نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمیں اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اُسکی شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی یصلی قاعداً کما فی الصلوٰۃ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں یعنے مرد بائیں پاؤں پر بیٹھے داہنا پاؤں کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل مادا رجلیه اور بعضوں نے کہا دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھے هم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ لے اور راجح پہلا قول ہے کہ اُسمیں کثرت استتار ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پاؤں پھیلانے سے جو بہتر نہیں کذا فی البحر مومیا برکوع وسجود یعنی بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کھلے وهو افضل من صلوته قاعدا برکوع وسجود وقائماً بایماء وبرکوع وسجود لان الستر اهم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص کو بیٹھ کے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہے اُسکی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہو کر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے هم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز میں اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز میں فرض ہیں ولو ابیح له ثوب ولو باعارة ثبتت قدرته هو الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اُسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہو گیا یہی قول صحیح تر ہے یعنی اگر اس صورت میں برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعده به ینتظر ما لم یخف فوت الوقت هو الاظهر کراجی ماء وثوب وطهارة مکان اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اُسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہے جیسے انتظار کرے پانی اور کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار هم یعنی اگر مکان نجس میں مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہاں سے نکلنے کی ہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو دے

یلزمہ الشراء بثمن مثلہ یعنی ولاکسے سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضروری ہو خرید کرنا کپڑے کا اُسکی برابر قیمت سے جواب الائق یہ ہی کہ خرید نا ضروری ہو چنانچہ
ہو صاحب بحرالرائق کی مذہب کی روایت نہیں ولو وجد ما یزیل ساترا کلہ نجس لیس باصلی کجلد میتۃ لم یدبغ فان الاتیتہ لم یجز اتفاقا بل [illegible] الواسع
اور افضل من ربعہ طاہرا ندبت صلوٰتہ فیہ وجاز الایماء کا مراد یہ ہو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اُسکا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو اصلی ناپاک
نہیں اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جسکی دباغت نہیں ہوئی تو یہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے نماز میں بالاتفاق بلکہ خارج
نماز کے اُس سے شرمگاہ چھپا دے ایسا ذکر کیا ہو علامہ شرنبلالی نے اور اگر پایا ایسا ساتر پاک جو چوتھائی سے کمتر پاک ہے تو اسکا اسمین نماز پڑھنا مستحب ہو اور
جائز ہو برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے چنانچہ نماز کا پڑھنا اشارہ سے گذر گیا [illegible] فی الاسرار [illegible] نے اُس ساتر کا
جو تمام ناپاک ہو یا چہارم سے کمتر طاہر ہو پہننا لازم کیا تو مستحب اول ہو [illegible] اس قول کو اچھا سمجھا ہو اور یہی قول [illegible] ولو کان ربعہ طاہرا
صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اُسی ساتر میں بالضرور نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کے برابر ہو [illegible] چوتھائی کا حکم کل کا سا ہو
مثلاً مُحرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کے برابر ہو اور چوتھائی برہنگی کا کھلنا نماز کا مانع ہو کذا فی الشامی [illegible] اور یہ حکم مذکور
اُسوقت ہو جبکہ نہ پاوے اُس چیز کو جو نجاست کو دور کرے یا اُسکو کم کرے یعنی اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہو کذا فی البحر [illegible] اقل ثوبیہ
نجاسۃ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہو نماز میں پہننا اپنے دونوں ناپاک کپڑوں میں سے اُس کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسرے سے ولو تفاوتا
ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا یخیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہو کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤں میں مثلاً دو ناپاک کپڑوں میں
سو اگر دونوں برابر ہوں منع نماز میں تو اُسکو اختیار ہو چاہے اسکو لے چاہے اسکو اور اگر دونوں مختلف ہوں یعنی ایک بلا کم ہو اور دوسری زیادہ تو وہ
ہلکی کو اختیار کرے مثلاً زخمی اگر سجدہ کرتا ہی تو زخم سیلان کرتا ہی اور نہیں تو نہیں تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ وہ ہلکا ہی [illegible]
کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار میں بھی کرسکتا ہو مثلاً سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہو تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں کیا
فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع راسہا یجب سترہا فلو ترکت ستر راسہا عادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما سقط لعذر الرق
فبعذر الصبی اولی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہو اُسکے بدن کو اُسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب
ہی یعنی فرض ہو دونوں کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنی اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے نماز
پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہیں اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہو گیا لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولیٰ [illegible] شارح کو
بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہی کہ جمیع اعضا کا ڈھکنا لونڈی
ہونے کی جہت سے ساقط ہوا اُنکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہ کلیہ نہیں کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الرأس لا یجب بل یندب
اور اگر ساتر ڈھکتا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اُسکو ڈھکنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہو لکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ
ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل تقتضی وجوبہ مطلقا فتأمل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپا دے تو اُسکا
استعمال واجب ہو ذکر کیا ہی اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہو وان قل یعنی اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہو ساتر کے
استعمال کو مطلقاً خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کر اے مخاطب ہم یعنی مصنف کے دونوں قولوں میں تناقض ہو پہلا قول یہ ہو کہ چہارم سے
کمتر کا ڈھکنا واجب نہیں اور دوسرا قول یہ ہو کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہو خواہ چہارم ہو یا کمتر [illegible] رد المحتار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو [illegible]
[illegible] المحمول کیجیے اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہی باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوٰۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہو تو اب تناقض باقی نہ رہیگا [illegible]

القبل والدبر اولاً اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور پاخانہ کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل
القبل حکاہما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضوں نے کہا دبر کو چھپاوے اسواسطے کہ اسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین
فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضوں نے کہا قبل کو چھپاوے یعنے اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی عضو اسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا
فی الشامی نقل کیا ہے دونوں قولوں کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لو صلی بالایماء تعین
ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہرا دونوں قولوں کا خلاف اولی ہونے مین ہے اور تعلیل
یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران کا
پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہے ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہے نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے
بعد ران کو پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاستہ او یقللہا لبعدہ میلا او لعطش
صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نپاوے اس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کرے واسطے بسبب دور ہونے میل کے
یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر لفعل العباد کما مر
فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہو تا مزیل نجاست اور ساتر سے بندوں کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی
اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت کیا ہے ثم ہذا للمسافر لان المقیم یشترط طہارۃ الساتر وان لم یملکہ قہستانی پھر معلوم کرے یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے
حق مین ہے اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہے اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے
ساتھ بلا وجہ ہے والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہے بدلیل اجماع و اتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہے نہ یہ آیت
(وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین) اسواسطے کہ عبادت سے یہاں توحید مراد ہے تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ و نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا
نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہے کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطے کہ یہان تو نیت کا ثواب مراد ہے اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی وہی الارادۃ
المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزوں سے ہم دو چیزین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا
دونوں برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہے نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی
ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہے اس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم مین اس سے پہلے
ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہین
بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کی طرح
لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہے ارادہ مذکورہ سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے
کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونوں کے مفہوم متباین ہین
ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہے اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان وان
خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہے تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے
کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلاً دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور
زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطا قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

کذا فی الاشباہ والا اذا عجز عن احضاره لهموم اصابته فیکفیه اللسان مجتبی مگر جبکہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اسکو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا فی المجتبی وهو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادة بداهة بلا تامل ای صلوٰۃ یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے اور اگر بغیر تامل کرنے سے نہ جانے تو نماز جائز نہیں ہے اور یہ جاننا فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں یعنی اگر اثناء نماز میں نہ ہو گا تو کچھ حرج نہیں اور اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار اور ارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے وکونه بلفظ الماضی ولو فارسیا لانه الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی اور بہتر ہے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی میں ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات میں یعنی ان الفاظ میں جو ایجاد اشیا میں بولے جاتے ہیں جیسا کہ معاملات میں اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ مفہوم ہوگا نہ وقوع فی الحال پس نیت بلفظ ماضی اس طرح ہے کہ نویت ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نیت کردم کہ نماز فجر گزارم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اس طرح کہ ارید ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہوں وقیل سنة یعنی احبه السلف او سنه علماؤنا اذ لم ینقل عن المصطفیٰ ولا الصحابة ولا التابعین بل قیل بدعة اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت ہے [illegible] یعنی یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالموں نے سنت شرعی یہاں مراد نہیں اسلیے کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں بلکہ بعضے عالموں نے اسکو بدعت کہا ہے مگر بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد ہے بقول معتمد نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انه یقول اللهم انی ارید ان اصلی صلوٰۃ کذا فیسرها لی وتقبلها منی وهی سنة فی الحج اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یوں کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اسکو قبول کر اور یہ سنت ہے اسکا بیان کتاب الحج میں آویگا ہم یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علما نے کہا ہے کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہے اور اسمیں مشقتیں بہت ہوتی ہیں برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمها علی التکبیرة ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہے صحیح قول میں وفی البدائع خرج من منزله یرید الجماعة فلما انتهی الی الامام کبر ولم تحضره النیة جاز ومفاده جواز تقدیم نیة الاقتداء ایضا فلیحفظ اور بدائع میں ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اسنے تکبیر تحریمہ کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہیں ما لم یوجد بینهما فاصلها من عمل غیر لائق بالصلوٰۃ تقدیم نیت کی جائز ہے جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہے پایا جائے ہم عمل قاطع نیت چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وهو کل ما یمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہے جو بنا نماز کا مانع ہو ہم اگر اثناء نماز میں

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ چلا جاوے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز پڑھے ان قنیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نیت نہین ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے وشرط الشافعی قرانہا فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہی تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہین ولا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علی المذہب وجوزہ الکرخی والی الرکوع اور اُس نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا برصحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہی امام شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علمانے اُنکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہی کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک وکفی مطلق نیۃ الصلوٰۃ وان لم یقل للہ تعالٰی لنفل وسنۃ راتبۃ وتراویح علی المعتمد اذ تعیینہا بوقوعہا وقت الشروع اور کفایت کرتی ہی مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالٰی کے واسطے نیت کرتا ہون اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا تعین ہونا ثابت ہوجاتا ہی اُنکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت پس یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلاقید نیت کرنا کافی ہی پھر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا وقولہ وان لم یقل للہ بیان ہی اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہی یعنے تعیین مین زیادہ تر احتیاط ہی اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہی کذا فی البحر ولا بُدّ من التعیین عند النیۃ فلو جہل الفرضیۃ لم یجز اور فرض نماز مین متعین کرلینا نیت کے وقت ضرور ہی تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اُسکی جائز نہوگی مثلاً ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہی لیکن اُنکا فرض ہونا نہین جانتا ہی تو اُسکی نماز جائز نہین اُسپر قضا کرنا واجب ہی کیونکہ اُسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اُسنے بعضی نمازون کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازون مین فرض کی نیت کی تو جائز ہی یعنے بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وکذا لو ام غیرہ فیما لا سنۃ قبلہا اور اسی طرح نماز جائز ہی اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اُس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہی مثلاً یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز صحیح ہی اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہو یعنی جانتا ہی کہ فرض وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہی اور سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب ہی اور نکرنے مین عذاب نہین سو اُسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہی ۲ وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل کو جانتا ہو اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر یہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہی اور سنت کتنی اُسکی بھی نماز درست ہی ۳ وہ نمازی ہی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اُسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہی جو یہ جانتا ہی کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اُنمین بعض نماز فرض ہی اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اُسکی نماز جائز نہین اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ اُسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہی ۵ وہ نمازی ہی جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہی تو اُسکی نماز جائز ہی ۶ وہ نمازی ہی جو یہ نہین جانتا ہی کہ خدا کی نماز بندون پر فرض ہی ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہی اُسکی نماز جائز نہین ہی انتہی ملخصاً الفرض انہ ظہر او عصر قرنہ بالیوم والوقت اولا ہو الاصح یعنے ضرور ہی نیت کی تعیین فرض کی اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہی یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول صحیح تر ہی یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہی اصح قول مین

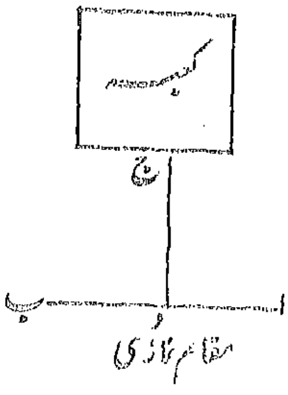
ہو واسطے کہ وہ وقت تو اسی کے واسطے متعین ہو گیا ہے ولو الفرض قضاء نیت فرض کے تعیین کی ضرورت ہے اگرچہ فرض قضا ہو لکنہ یعین ظہر یوم کذا
علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے یعنی قضا میں فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہیں کرتا بلکہ
معتمد قول یہ ہے کہ کہے فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہوں خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو یا نہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہ ہے کہ نیت تعیین کی
کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت میں وصورت بہت سی قضا نمازوں کے آسان
طریقہ یہ ہے کہ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں پہلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے ہم آسانی کی وجہ اس نیت میں یہ ہے کہ شاید تاریخ
اور دن قضا کے یاد نہوں وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح وسیجئ فی آخر الکتاب اور قہستانی میں منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا میں تعیین
کرنا نیت کا شرط نہیں صحیح تر قول میں اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں آویگا و واجب انہ وتر او نذر او سجود تلاوۃ وکذا شکر و
ہی نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ ہے تلاوت کا اور وتر کی تعیین ضروری ہے لیکن اسکو واجب یا سنت کہنا
لازم نہیں کیونکہ اسمیں اختلاف ہے اور نذر نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو فلانے کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے میں نے نذر مانی تھی اسواسطے
کہ تعیین نذر کی نہیں ہو بدون ذکر کرنے اسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر بخلاف سہو اور اسیطرح ضروری ہے تعیین کرنا سجدۂ شکر کی نیت کا بخلاف
سجدۂ سہو کے کہ اسمیں تعیین ضروری نہیں ہم سجدۂ شکر اور سجدۂ سہو میں شارح سے سہو واقع ہوا یوں کہنا تھا کہ وکذا سہو بخلاف شکر یعنی اسیطرح ضروری
ہے تعیین کرنا سجدۂ سہو کا نہ سجدۂ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور سجدہ شکر کا نفل ہے والنفل میں تعیین نیت ضروری نہیں یہ کہا ہے صاحب
نہر الفائق کی تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی فتدبر ولا یعین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددہا اور ضروری
نہیں معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب میں کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہیں یعنی تعیین رکعات تو ضمنا اصل نیت سے حاصل ہو چکی اسمیں تو
احتمال کمی بیشی کا نہیں تو عدد رکعات میں چوکنا کچھ ضرر نہیں کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہیں تو اسمیں خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلا
تین رکعت کی اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی
یعنی یوں ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین الصلوۃ صح فی الاصح وان لم
یعلم بہا لجعلہ نفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یوں نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے
اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے تو نماز کو معین نہ کرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہوجائیگا گو مقتدی
امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اسنے تو اپنے آپکو امام کا تابع کر دیا ہے تو اسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ
الامام کی جگہ اگر شارح تبعا للامام کہتا ہو تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسلیے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وانتظر تکبیرہ
فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہ صورت حکم سابق سے نکالا
ہے بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے ہم یعنی اس صورت میں اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا
کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونوں صورتوں میں شک کی
وجہ سے مقتدی نہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر نیت اقتدا
ضرور نہیں اسلیے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں ہم یعنی تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہو گی ولو
نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہے یعنی اگر نماز میں صرف یہ

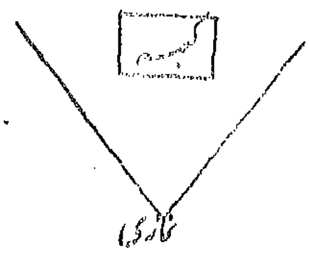
نہیں کیونکہ فرض وقت پڑھتا ہوں تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل لیکن جمعہ کی نماز میں فرض وقت کہنا جائز نہیں اسلیے کہ جمعہ کی
نماز عوض ہے اس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہی ہے جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض فتصح مگر یہ کہ نمازی
کا مذہب یہی اور اعتقاد یہی ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہیں چنانچہ بعض فقہا کی تحریر یہی ہے تو اس صورت میں جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا
ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ صح ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی مثلاً نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ میں
صح فیض بلا الفاشرح المختار میں ہے کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا میں کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اسلیے شارح نے ظہر بلا الیہ کی نیت سے
ولو فی الجمعہ کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ اس حکم میں جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہیں کذا فی الشامی ملتقطا او مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح
اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہ رہنے کے ساتھ ہو اس طرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اسکے نکلنے کو نہ جانتا ہو تو صحیح تر قول میں درست نہوگی هم وقت کے
نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی وہکذا فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہی
حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نہ جانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول میں درست
نہوگی اور اشباہ میں جو وہبی کا قول منقول ہے وہ اس صحیح کے خلاف ہے وکذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء کعکسہ ہو المختار پس
بہتر یہ ہے کہ نیت آج ظہر کی کرے واسطے اسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت میں پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے
ادا کی نیت سے مثل اسکے عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی
وہ نماز اس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت
ادا اسکا مطلب یہ ہے کہ وقت کے گذر جانے پر اگر یہ نمازی ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اٹکل سے
رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل میں یہ خلل ہے کہ یہ اسوقت ٹھیک ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑھے اور اگر اسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اسوقت یہ تعلیل نہ بنیگی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوٰۃ للہ تعالیٰ
وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے
کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے هم طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونوں کی طرف ہو تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہے نہ واجب اسلیے چاہیے
مرجع ضمیر صرف نیت صلوٰۃ قرار دیا جاوے جو ینوی الصلوٰۃ سے سمجھا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے کیونکہ اسمیں
قرأت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہیں اور اسکا مؤید وہ قول ہے جو منیہ میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ امام اعظم اور انکے صحاب کے قول میں درحقیقت دعا ہے نہ نماز فیقول
اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یوں کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کیواسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثی
یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہوجاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ
نماز پڑھوں امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہے وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ میں بحث کرکے یہ افادہ
کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہوگی هم وجہ عدم جواز کی یہ ہے
کہ میت مثل امام کے ہے اسکی تعیین میں چوک جانا ایسا ہے جیسا امام کی تعیین میں چوکنا تو جیسے امام کی تعیین میں چوکنے سے نماز درست نہیں ہوتی ویسے ہی نیت کی تعیین
میں خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہوں پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہوگی ہاں اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس مردہ پر
پڑھتا ہوں جو زید ہے پھر ظاہر ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام میں خطا کرنا لغو ہوجاتا ہے کذا فی الشامی وانہ لا یضر التعیین عدد الموتی الا اذا بان

ثم الظهر لعدم نية الزائد اور اشباہ مین یہ بھی مذکور ہے مردون کے عددون کا معین کرنا مضر نہین مگر جس صورت مین کہ ظاہر ہو کہ شمار انکا نمازی کی تعیین سے
زیادہ ہو یعنی نہ پائے جائے تو نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس جنازون کی کی اور وہ حقیقت دس ہین یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ
یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین انکی نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت مین دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست
نہوگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہے تو ہر جنازہ زائد ہوسکتا ہے اور زائد نیت مین داخل نہین اسی سبب سے کل نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوٰتہ فقط
اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے یعنی کسی کے امام ہونے کی نیت نکرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے اب یہان ایک
وہم ہوتا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو دفع
اور شارح نے آیندہ قول مین دفع کیا ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو ام رجالا
اور شرط نہین اقتدا کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت مین کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے
کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہے یعنی اقتدا سے پہلے ہونے کے لیے ضرور
نہین کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے سے نیت
یہ بھی ضرور نہین اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے فلو حلف انہ لا یؤم احدا فاقتدی بہ احد بعد ما نوی الامامۃ لو احد حنث اگر کسی نے قسم کھائی کہ کسی کا امام نہ ہوگا
کہ امامت کی نیت نکریگا تو شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر تفریع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہین اور اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی
نے قسم کھائی کہ مین کسی کی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت مین اسکی قسم نہ ٹوٹیگی
اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی تصرف وان ام نساء
فان اقتدت بہ المرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوٰۃ جنازۃ فلا بد لصحۃ صلوٰتہا من نیۃ امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا
امام ہو تو اگر کوئی عورت اسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اسکی امامت کی
نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ہم صلوٰۃ جنازہ کو اسلیے مستثنیٰ کیا کہ اسکے اندر نیت عورت کی
امامت کی بالاتفاق شرط نہین اور محاذات سے وہ برابری مراد ہے جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامت مین مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت
امامت ہے اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا
یعنی اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اور بدون نیت امامت کے اسکا اقتدا صحیح ہو گیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جاوے
حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون اسکے لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ
اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح خلاصہ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہو کر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہے بعضون
نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عیدین مین اصح
قول پر شرط نہین ہم جمعہ اور عیدین مین اصح کی قید اسلیے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ ان لم تحاذ
احدا تمت صلوٰتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اسکی امامت کی نیت شرط نہین یہ ہے کہ عورت اگر کسی کی محاذی نہو بلکہ پیچھے برابر یا آگے کھڑی ہوگی
نہوگی تب تو اسکی نماز پوری ہوگی اور آگے بڑھ جائیگی یا برابر ہوگی تو اسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط مطلقا
علی الراجح اور نیت قبلہ کی کرنا اور منھ کرنے کی شرط نہین ہر حال مین اپنی خواہ نماز کی ... قریب ہو یا دور قبلہ مین ہو یا ... نہ ہو ... قول

قول قوی کا یہ قول ضعیف ہی کیونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہی بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہین بجز اسکے کہ دل مین نیت کرے اسلیے دور والے کو نیت قبلہ یا جہت متوجہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل اولی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ فلم یتفرع علے المرجوح تو یہ جو کسی نے کہا ہی کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہی یعنے جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین انکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف متوجہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص ہی کا نام نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہی جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہی غرضکہ ان صورتون مین عین کعبہ یا جہت متوجہ کرنے کی نیت نہین پائی جاتی اسلیے انکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہ قول ضعیف ہی اور قول قوی کے موجب نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملخصاً کنیۃ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو اتم بہ یظنہ زیداً فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اور اسکو زید سمجھا پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلیے کہ اسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہی کیونکہ اعتبار نیت کا ہی نہ سمجھ کا کذا فی الحلبیۃ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا مین امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہوا اور اسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین مین اسنے قصداً اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا درست بتاوے مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہی یا اشارہ سے اسکو بتاوے کہ یہ امام جو زید ہی تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہی تو اقتدا صحیح نہین و عکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخاً لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہی یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہی کیونکہ جوان کو اسکے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبی مین ہی کہ مقتدی نے نیت کی کہ اسکے پیچھے نماز پڑھتا ہون جو میرے طریق پر ہو اور پھر وہ اس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا ہم وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ جب اسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی لما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا لم تختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہی (یعنے اس صورت مین کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اسی مقدار پر نہوگا جو آپ کے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہی ہزار نمازون سے اسکے سوا دوسری مسجد مین سوائے مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مہدی نے اضافہ کیا ہی اس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہوگی اسلیے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہی اور ظاہر ہی کہ جو مسجد اب موجود ہی وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہی تو بڑھی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہی جو آپ کے عہد مبارک مین تھی وہ یہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہی کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہی یعنے میری اس مسجد مین جس جگہ تھا جو اس روز موجود تھی مراد ہی پس بڑھی ہوئی مقدار اسمین داخل نہوگی اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہین کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسلیے ہے کہ مسجد مدینہ مطہرہ کے سوا اور بیسا جو مسجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین وہ اس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی
والسادس استقبال القبلة حقيقة او حكما لعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ کیطرف منھ کرنا ہے خواہ حقیقت مین ہو یا حکماً ہو جیسے عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا
دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ رخ نہین ہو سکتا تو جسطرف کہ مریض وخائف اپنا منھ کر سکتے ہین یا قبلہ کا سمجھنے والا اٹکل سے کسی طرف
کو قبلہ ٹھہراتا ہے وہ انکا قبلہ حکمی ہے والشرط حصوله لا طلبه اور شرط قبلہ رخ ہونا ہے نہ اسکا طلب کرنا ہے یعنے شرط صرف اسقدر ہے کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاے اس
مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہین یعنی نیت مین اور ہیئت استقبال مین بھی طلب نہین ہان جس صورت مین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اسوقت طلب شرط
ہوگی کذا فی الشامی عن الحلیة وہو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف منھ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندون کے امتحان کے لیے ہے ساقط ہو جاتی ہے
عاجزی کے سبب سے ہم زائد شرط اسلیے ہے کہ عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہ مراد ہے کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہے اسکی اصل
پیدائش اسکی مقتضی ہے کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منھ نہ کرے اسلیے اللہ تعالی نے مکلف بندون کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضاے اصل پیدائش کے خلاف
ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی حتى لو سجد للكعبة نفسها كفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہو جائیگا اسلیے کہ کعبہ کیطرف
منھ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمكي وكذا المدني لثبوت قبلتها بالوحي اصابة عينها
يعم المعاين وغيره لكن في البحر انه ضعيف والاصح ان من بينه وبينها حائل كالغائب واقره المصنف قائلا والمراد بقولي فللمكي مكي يعاين الكعبة قبلہ مکہ کے
رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہے عین کعبہ کی سیدھ ہے یہ قول عام ہے کعبہ کے دیکھنے والے کو
یعنے سب اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ امام الملکی کا بھی یہی ہے دیکھنے کی سیدھ ہے یہ بدون کعبہ کی لیکن
بحر الرائق مین ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہے یعنی
اسکا قبلہ جہت کعبہ ہے نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہے جو کعبہ کو دیکھتا ہو ولغيره اي
غير معاينها اصابة جهتها اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنے اس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ ہے کعبہ کی جہت کی بان يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة او لهوائها
بان يفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة في بعض البلاد خط على زاوية قائمة الى الافق مارا على الكعبة وخط آخر يقطعه على زاويتين قائمتين يمنة ويسرة منح
چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہواے کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو منھ کیے ہے اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ
قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائین قطع کرے تو یہ خط دوسرا جو کعبہ کے
مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی المنح مع جہت کے معنون مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلیے تعریف جہت کی کسی
طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جاے ضروری ہے معراج مین جہت کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جہت کعبہ وہ طرف ہے کہ جب آدمی اسکی طرف منھ کرے تو کعبہ
کا یا اسکی ہوا کا مقابل تحقیقاً ہو جاے یا تقریباً اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہے کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاے تو وہ کعبہ پر یا اسکی
ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہے کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا
کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د یہ
ایک نمازی ہے جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہے تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج مین ملاقی ہوتا ہے اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی
کے داہنے بائین نکالو مثلاً ا ب تو خط ا ب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سواے نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریباً
مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ مین تو ذرا سا داہنے بائین سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہے تو اسی کی





مناسب سر کرنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہی تھوڑا سا دہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً جانب جنوب لوگون سے
بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو تحقیق
سب شہر کے لوگون کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسطرح کعبہ کا فاصلہ چونکہ بہت دور پڑتا ہی تو مقابلہ تحقیقی
مقام سے ادھر ادھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے
اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین ؛

دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے
جائین کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ ان دونون خطون کے درمیان
مین واقع ہوگا تو مقابل زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اسکی صورت یہ ہی کذا افادہ الشامی رحمہ اللہ ؛
قلت فہذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتدبر مین کہتا ہون کہ یہی معنی ہین دہنے یا بائین
ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اسکو خوب دیکھ بھال لے کہ مطلب دقیق ہی اسکا یہ مطلب نہین
کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اس صورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہی کہ خط جہت پر
داہنے بائین ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہی جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اس علامت سے جو قبلہ
کو بتلاتے وہو فی القری والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانوون مین مسجدین صحابہ وتابعین
رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب تارہ یعنی جہان مسجدین قدیم موجود ہون وہان انکی محرابون سے قبلہ کی سمت معلوم ہوسکتی ہی
ورنہ قطب وغیرہ ستارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب تارہ نمازی کے داہنے شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہ اسی سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی
والا فمن الاہل العالم بہا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہین تو اس جگہ کے باشندے قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاوے اور باشندہ انہین سے ہو کہ اگر نمازی اسکو زور
سے پکارے تو وہ اسکی پکار سن لے حتی اگر یہ مسجد مین ہون تو قطب سے حال کھل جائے کہ قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اس جگہ کے باشندے سے
پوچھنا چاہیے اس سے پوچھے مسافر کو ایسا ہی قبلہ کا جاننے والا ہو اور الفاظ مین کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ
ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین اور یہ کہ نمازی کی پکار سنے کا لفظ کہا کہ مین اصطلاح بدل ڈالا ہی والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء
فہی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی مطلقاً اور
سے کہا کر اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گڑھے کنوئین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز
جائز ہی پس اگر قبلہ درست ہوتی تو نماز صحیح ہوتی وقبلۃ العاجز عنہا المرض وان وجد موجہا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جہۃ قدرتہ
ولو مضطجعا بایماء لخوف عدو اور قبلہ اس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کردینے والے کو پاوے امام کے نزدیک
یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کی طرف ہونے سے عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جسکے ارکان نماز ساقط ہوگئے ہون ہر ایک کا قبلہ اسکی قدرت کی جہت ہی کہ
جدھر کو پڑھ سکتا ہو پڑھے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین بلکہ امتحان ایسی صورتین بھی حاصل ہی اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے
ڈر سے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور دوسرا اسکے پاس موجود ہو تو
اسکو جہت قدرت کی طرف نماز درست نہوگی اور جسکے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون انکی مثال بوڑھا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہین کرسکتا

تو اس سے قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی یعنی اگر آدمی کو خوف ہو
کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو پھر سے ارکان ساقط ہو جائینگے لیکن اشارے سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہوگا کذا فی البحر
ولم یعد لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہے کسی مخلوق کی جہت سے نہیں یعنی
مرض و پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتی یہانتک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی الشامی
ویتحری ہو بذل المجہود لنیل المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ بما مر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بدلیلہا ان امور کے جو پیشتر گذرے یعنی نہ
ستارہ نکوئی بتانیوالا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہیں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور اوپر تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے اگر قبلہ معلوم
قبلہ کا بتانا معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرا لے فان ظہر خطاءہ لم یعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اسی وجہ
سے کہ پیشتر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کیا تھا جو اسکی طاقت میں تھا وان علم بہ فی صلاتہ او تحول رأیہ ولو فی سجود سہو
استدار اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اسکی راے بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدوں میں بدلی ہو تو اسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے یعنی اگر نماز کے اندر راے
بدل گئی کہ قبلہ ادھر نہیں دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فورا پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہوجاویگی کذا فی الشامی اور بنا کرنے کا
مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو ادا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی راے کی غلطی سے پہلی کی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو بھی بنا کرے حتی لو صلی
کل رکعۃ بجہۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد مظلم یہانتک کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ میں ہو یا کسی تاریک مسجد میں صورت
کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اسنے ایک طرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت میں اسکی اٹکل دوسری طرف ہوگئی تو دوسری رکعت ادھر
ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہ صورت ہے کہ مکہ میں مقیم ہو اور ایسا شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے یعنی اٹکل
نماز پڑھے اور اسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزم قرع الابواب و مس الجدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا کذا فی الشامی
اور دیواروں کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کرے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھنا لازم نہیں
اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہوسکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں
اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمی فسواہ رجل بنی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہے اور اسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پوری
نماز بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اسکو معلوم ہوگیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی ولا متحیر تحول اور نہ اس اٹکل کرنیوالے
کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو تکرے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمیں یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اسکا
معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں ولا من تحری بلا تحرم بجزان خطاء الامام اور اگر کسی تحری کرنیوالے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی
کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ شبہات کی صورت میں بدون تحری کی نماز جبہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو گا امام کی نماز درست ہے کہ اسنے
تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رای مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستانف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر راے مسبوق اور لاحق کی بدل گئی یعنی
انکی راے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی راے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے مسبوق وہ مقتدی ہے کہ امام کے ساتھ ایک یا
زیادہ رکعت اسکو نملی ہو اسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر راے کے بدل جانے سے پھرنا ہوتا ہے
ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلا وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نپڑھی آخر
میں پھر شریک ہوگیا تو اسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز میں یہ حکما امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اسکو معلوم ہو کہ قبلہ

طرف نہیں دوسری طرف کو پھرے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو منھ پھیرتا ہی تو امام کی مخالفت لازم آتی ہی جو نماز کی مفسد ہی اور اگر
پھیر نہیں جاتا ہی جان لوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہی یہ بھی مفسد نماز ہی تو یہی حال لاحق کا بھی ہی جب نماز کی اصلاح گھومنے سے نہیں ہو سکتی اسلیے ازسر نو پڑھے
کذا فی الشامی انتھیٰ اور علم تیقیح تحریہ علی ثنی صلی الکل جھۃ مرۃ احتیاطا اور جسکی الکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اسکے نزدیک برابر ہون تو وہ
ہر طرف کو ایک ایک نماز پڑھے لیو اظ احتیاط کے متعلق جب نمازی قبلہ کیلیے چار و ناطرف الکل دوڑاوے اور کسی طرف منھ جمے تو ہمین تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے
یہانتک کہ ایک طرف قبلہ کا ٹھیک معلوم ہو دوسرے یہ کہ چارو نطرف کو ایک ایک نماز پڑھے تیسرے یہ کہ اسکو اختیار ہی چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین پڑھے
کذا فی القہستانی اور مالکیری مین مضمرات سے نقل کیا ہی کہ زیادہ درست دوسرا قول ہی اسلیے شارح نے اسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اسکو احوط کہا ہی کذا فی الشامی ملخصا
ومن تحول رایہ الی جھۃ الاولیٰ استدار اور جس شخص کی راے پہلی طرف کو پھر جاوے وہ اسی طرف کو پھر جاوے یعنی نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی پھر نماز مین
دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اسطرف کو پھر گیا اسکے بعد پھر اول ہی جانب پر راے آگئی تو اسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہ ہی کہ
ازسر نو پڑھے گا تا رخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہی اور طحطاوی اور شامی نے بھی اسکو اوجہ ذکر کیا ہی ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولیٰ استانف
اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ ازسر نو نماز پڑھے صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر
راے بدلی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدہ مذکور اس جانب کو کرتا ہی
جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہی تو یہ وہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہی اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو کرتا ہی تو
جس طرف اب اسکے نزدیک قبلہ ہی اس سے پھرنا لازم آتا ہی اسلیے نماز ازسر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جس شخص
کو قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہی اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو اسلیے کہ اسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی
دوسری صورت میں اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اسکو اسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقا مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو
ہو جانا معلوم ہو جاوے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جھۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والیکے کہ وہ ازسر نو
پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنی خواہ نماز مین جاننے کہ ٹھیک قبلہ
کیطرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہو اور امام اعظم سے مروی ہی کہ اس شخص پر خوف کفر ہی کذا فی الشامی کمصلی علی انہ محدث او ثوبہ نجس
او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے کہ نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہی یا اسکا کپڑا ناپاک ہی یا وقت نہین آیا پھر اسکا خلاف معلوم ہوا
تو اسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز ازسر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہی کہ اسکے عقیدہ مین نماز فاسد ہو چکی ہی تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی
کذا فی الطحطاوی ولو صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فالتحری فتبین انھم صلوا الی جھات مختلفۃ ومن تیقن
منھم مخالفۃ امامہ فی الجھۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء او بعدہ فلا یجز لم یجز صحت اور ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے
ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ انہون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو انمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض
کہ اسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے پڑھنے کا یقین ہوا تو اسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اسکو مضر نہین شارح
نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون پوچھے
کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہی تیقن مخالفت کا اور تقدم کو
اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے پڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے پڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاء

امامہ ولتراکہ فرض المقام بحالت ادامین امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسلیے نہوگی کہ اُسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہے یعنی اپنے عقیدہ میں امام کو خطا پر سمجھتا ہے پھر اُسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اسوجہ سے نہوگی کہ اُسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ الخ نشر مرتب ہے ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہوا تو اُسکی نماز درست ہے کما لو لم یتعین الامام بان رای رجلین یصلیان فاتم بواحد لا بعینہ جیسے امام کو متعین نکرنے سے نماز درست نہیں اسطرح کہ دو شخصوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا ہم ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا کہ کہ تشبیہ صحت نماز کی ہے حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اُسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو فصل نیت کے بیان کرتا یعنی بشتر استقبال قبلہ کے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک شرط ہے سب عبادتوں میں یعنی کسی عبادت میں نیت رکن نہیں بلکہ سب میں شرط ہے البتہ تکبیر تحریمہ میں اختلاف ہے کہ اُسکو بعض نے رکن بھی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے کہ وہ شرط ہے ولو عقبہا بمشیۃ فلو مما یتعلق بالاقوال کالطلاق والعتاق بطل والا لا اور اگر القا ذات نیت کہا کہ انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی بھی چیز ان کاموں کی ہوگی جو زبانی قولوں سے متعلق ہیں جیسا کہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہوجائینگی اور اگر ایسے نہیں جو قول سے متعلق ہوں جیسے روزہ ہے تو انکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگی لیس لنا من ینوی خلاف ما یؤدی الا علی قول محمد فی الجمعۃ وہی ظہر ہم شخصوں سے کہ نزدیک ایسا کوئی نہیں جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ میں ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے ہم صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہے کہ اُنکے نزدیک جمعہ نہیں ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ میں امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت میں نیت تو کچھ اور کی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہیں کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المتبادر ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا اقول ظاہر یہ ہے کہ عبادت بہت سے فعلوں والی کی نیت اُن سب افعال پر پہنچ جاتی ہے یعنی اُسکے ہر فعل و رکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہیں ایک نیت شروع میں کافی ہے جیسے اُس عبادت میں کہ ایک ہی فعل ہو جیسا کہ روزہ کہ بلا اختلاف اُسکے اول میں نیت کر لینا کافی ہے فتح خالصا ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل میں ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا ہم شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہ ہے کہ نماز قابل قسمت نہیں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہاں اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر پڑھیگا تو اس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلیہا اور ریا کامل یہ ہے کہ اگر نمازی لوگوں سے علیحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا فلو معہم یحسنہا ووحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگوں کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اُسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نملیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیوں چھوڑا جاسکے ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور ریا و نمود نہیں ہے فرضوں میں واجب کے ساقط ہونے کے باب میں یعنی ریا فرض کو باطل نہیں کرتا اور فتاوی ولوالجیہ نوازل میں اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہے کہ مذہب مستقیم یہ ہے کہ ریا اصل ثواب کو نہیں کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑھ لیگا تو اُسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اُسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اسکو کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو پس نماز کا کافی ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اس وجہ سے نہ ہوا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی اور واجب پر
اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی
الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا تفید بل یصلی لله تعالی فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنے کے لیے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالی کے
لیے واسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا ہم شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو
ذکر نکیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہین لیکن ہدایات الجوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنے اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا اسکے واسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدار ولی
کو نیچ راضی کرے تو درست نہوگی اسلیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی بحار الہ لو نقد دانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ
کے بدلے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا اور دانگ درم کے چھٹے حصے کو کہتے ہین اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت انھین مین
ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اسکے عوض آخرت مین سات سو فرض نماز
کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگون کو نماز مین پایا
اور یہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہو جاوے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز
نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضون
کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے
اور حقیقت مین نماز اسی کا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہین بخلاف جنازہ کے ہم قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو
عبادتون کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو
ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہو اور ایک جسکا وقت
ابھی نہین ہوا مثلاً ظہر کے وقت مین اور عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگر یہ نمازی
عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازون کی
نیت کی تو انمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو ہم اہل ترتیب اسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازین متصل باقی نہون
تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرے کذا فی البحر
والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے ہم وجہ لغو ہونیکی
یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولیت
ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز
اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کرسکے طحطاوی نے کہا کہ وقت
مین گنجائش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لیے
ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کی طرف سے کافی
ہوگی یعنے دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت مین

نماز ہو اور نماز جنازہ دعا ہے ولا تبطل بنية القطع مالم يكبر بنية مغايرة اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جبتک دوسری نیت سے تکبیر نہ کہے مثلا ایسا
شخص نے فرض شروع کیا پھر نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑھتا ہون تو جبتک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا
اور نیت مین جو غیر ہونے کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھکر پھر اسنے ظہر کی نیت بدون زبان
کچھ کہنے کے کر لی تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو نوى فی صلوٰته الصوم صح اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے
کہا کہ بہتر یہ ہے کہ جس فعل مین مشغول ہو اسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفة الصلوٰة

یہ باب ہے نماز کی کیفیت مین شروع فی المشروط بعد بیان الشرط شروع ہو مشروط کے بیان مین بعد شرط کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہو اب خود نماز کا
بیان شروع ہوتا ہے ہی لغة مصدر ... وعرفاً کیفیة مشتملة علی فرض وواجب وسنة ومندوب صفت لغت مین مصدر ہے یعنے جسکے معنی وصف بیان کرنا اس چیز کا
جو موصوف مین ہے اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ... صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز
کی ہے اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا فرض ہین اور بعض واجب اور بعض سنت اور بعض مستحب مین فرائضها التي
لا تصح بدونها التحريمة قائماً نماز کے ان فرضون مین سے جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام مین تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے ... اور
تحریم کے معنی ہین کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہوجاتی ہین اسلیے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض مین یہ قید
شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی یہ ظاہر کرنیوالی صفت ہے کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ
حالت قیام مین چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونیکے قریب تھا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جھکنے کے قریب کہیگا تو درست
نہوگی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتھ اسلیے ذکر نکیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وهي شرط فی غير جنازة على
القادر به یعنی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازہ کے سوا اور نمازون مین اور فرض ہے قدرت والے پر یعنے گونگے اور امی پر اسکا کہنا فرض نہین بلکہ جو کہ سکتا ہے اسپر فرض ہے
اسی پر یعنے تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمد رح کا اور جنازہ کو اسلیے مستثنا کیا کہ اسمین یہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیرون کے کذا
فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کره جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے کہ
ہم یعنے چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہوگیا تو دونون صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب
فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بناء النفل اسلیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بناء ضعیف کی ہوسکتی ہے اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونے
ان دونون صورتون کی یہ ہے کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہے دوسرے ابتداء دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی
فرض او نفل علی الظاہر نہین جائز ہے بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے ہم امین یہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیے یون تھا کہ ہر نماز
کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلا دوسری نماز درست ہے اصطلاح اور شرطون کا حال ہے کہ انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین پھر تحریمہ ایک فرض
کی دوسری کے لیے کافی کیسے نہین اسکا جواب یہ ہے کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونون ایک ہو
عبادت ہوجائین جو خلاف مقصود ہے ولاتصالها بالارکان روعی لها الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ رعایت کی گئی ہین اسکے لیے شرطین
ہم یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اسکے لیے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہے شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے
جواب دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلیے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنے جو شرطین رکن مین ہوا کرتی ہین وہ

بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہوئیں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار
کیا ہے یعنی امام شافعی جو اُسکے رکن ہونے کی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لیے ہیں اُنکے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ گمان ہے کہ جو شرطیں
نماز کے لیے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لیے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اُٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہوکر نجاست ڈال دی یا ستر کھلا ہو تکبیر تحریمہ کی اور
تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے ستر کا چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں ثم رجع الیہ
بقولہ ولکن تسلیم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجائے تو ہم کہینگے کہ یہ مراعات
اسلیے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ادائے نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا اُنکے اس کلام سے ہوا اسلیے کہ
قول بہ بطل فرض وتنفل ہے یہ بطور یقین اور بجزم اور رجوع دوسرا کہا تا ہے یہ پہلا اتم نے فتاوی کے التقدیم السنۃ علی التسلیم اور مان لو تو ترجیح ہے کہ مراعات
شروط کے ترک کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جائے ورنہ جو مضمون زیلعی نے لکھی
ہیں وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید یہی قول معتمد ہوگا اسلیے شارح نے
اسکے اس جملے سے اس وہم کو دور کردیا لکن بقول الاحتیاط خلافہ کہ ہم کہتے ہیں کہ احتیاط اسکے خلاف ہے لیکن ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات
کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جائے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہ ہے
کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوٰۃ لا باعتبار کونہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی
یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز
کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لاینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونوں ہاتھ پھیلاوے
تو اُسکے دو گھٹنوں کو نہ پہنچیں یعنے اگر نماز میں خوب سیدھا نہ ہوگا کسیقدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنوں کو لگجائیں تو
فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القرأۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اُسکے
اندر قرأت کی مقدار پر یعنے قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر
میں اتنا قیام جسمیں سورۂ اعلی اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاسکے مسنون ہے اور صبح میں طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں جسقدر
قرأت فرض یا واجب وغیرہ ہے اسیقدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ
قنیہ پس اگر کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلیے کہ جتنا قیام اُسنے
رکوع میں پہونچنے تک کیا اُسی قدر کافی ہے کذا فی القنیہ یعنے رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی میں
داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اُس شخص کے حق میں ممکن ہے جسپر قرأت نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا کہ وہ ادنے قرأت
پر اقتصار کرے شلالم یتعذر کسے فی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے جیسے نماز نذر سنت
فجر صحیح تر قول میں یعنے فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو اُنکے وجوب کی رعایت سے جو انکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو اُنمیں
فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھکر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے
لقادر علیہ وعلی السجود فقیام فرض ہے اُس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعدا
پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھکر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں

سلہ یعنی اصل عبادت سجدہ ہے اور قیام اُسکا وسیلہ ہے اور سجدہ ہر کام اصل ہے مستقل یہ وجہ ہے کہ وہ تنہا بدون قیام عبادت ہوسکتا ہے جیسے سجدہ تلاوت اور

تو ذرہ یعنی کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہے ولذا من یسیل جرحہ لو سجد اور اسی طرح
اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اُس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہے اسلیے کہ سجدہ کرنے سے
وضو ٹوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلسل بولہ او یبدو ربع عورتہ
او یضعف عن القراءة اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہے بیٹھ کر پڑھنا مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب
جاری ہو جاوے یا چوتھائی شرمگاہ کھل جاوے یا قراءت سے بالکل عاجز ہو جاوے یعنی قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان
کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قراءت یا روزہ اور انکا کوئی بدل
نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو ضعف عن القیام الخروج الی جماعة صلی فی بیتہ قائما بہ یفتی خلافا للاشباہ اور اگر جماعت
کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کرے یعنی جماعت میں جانے سے اتنی طاقت نہیں رہتی کہ پھر کھڑا ہو کر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر میں
کھڑا ہو کر نماز پڑھے جماعت میں نہ جاوے اسی کا فتوی ہے اسلیے کہ قیام فرض ہے اور جماعت سنت ہے تو سنت کے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے
بخلاف قول اشباہ کے جو اشباہ میں لکھی ہے اسکی تصحیح کی ہے کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القراءة لقادر علیہا کما سیجیء اور ایک
فرض نماز کا قراءت ہے اُس شخص کے لیے جو قراءت پر قادر ہو جیسا کہ فصل آئندہ میں مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قراءت رکن زائد ہے اکثر فقہا کے
نزدیک ہر رکن کی دو قسمیں ہیں ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہے کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہیں ہوتا مثل قیام کے
اور زائد وہ ہے کہ بدون ضرورت کے بھی بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے اور اسکا کوئی قائم مقام بھی نہیں ہوتا جیسے قراءت لسقوطہا
بالاقتداء بلا خلف یعنی بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنی مقتدی سے قراءت ساقط ہو جاتی ہے اور اسکا خلیفہ کچھ
نہیں ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہیں تو دوسری چیز انکا عوض ہوتی ہے مثلاً جس شخص سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہے تو اشارہ ان
دونوں کا قائم مقام ہوتا ہے ہم یہاں یہ اعتراض ہے کہ رکن وہ ہے جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ رکن ہونا ایک حالت میں ہے
اور زائد ہونا دوسری حالت میں یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قراءت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اسکو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز
پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قراءت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہے تو اسوقت اسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ
نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہے یعنی اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ پھیلاوے تو دونوں زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا
جھکانا رکوع میں کافی نہیں اور یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہے اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ
ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدة منہما شرطا اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہے اپنی پیشانی اور دونوں قدموں سے اور ایک
انگلی کا لگانا دونوں پاؤں سے شرط ہے سجدہ کے درست ہونے کے لیے یعنی اگر دونوں پاؤں زمین سے بالکل اُٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا
وتکرارہ تعبد ثابت بالسنة کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہے حدیث سے ثابت ہے مثل رکعتوں کے شمار کے ہم یعنی سجدہ کے
دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہیں صرف متعلق بعبادت ہے اور بعضوں نے کہا کہ دوبار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہے کہ اُسنے ایکبار کیا
ہم دوبار کرتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہیں معلوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا یعنی یہ دونوں سے
ثابت ہیں ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہے والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمة للشروع اور جو بات ظاہر ہے وہ یہ
ہے کہ قعدہ اخیرہ شرط ہے اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہے نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہے نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود

بالالات نہین ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہین کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط اور قعدہ اخیرہ مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب مگر اکثر یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد حیث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھاوے کہ نماز نہ پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہ ہوچکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہوجانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ بلا شرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنے کے یعنی قعدہ اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط نہین لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثالثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے نہین کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھ کر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونون بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا پیہم نہین بیچ مین اٹھنا بھی موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعل المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ اسکا کرنا وہ کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہو مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہی کہ لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصداً مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلاً قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی وصحح انہ لیس بفرض اتفاقا قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہ ہی کہ خروج بصنعہ فرض نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃً نہین ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بردعی نے ان بارہ مسائل سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بردعی کی راے غلط ہی کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ نپایا گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض ادا کا ادا ہوجاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کیے انہین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا ہم حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے یہ غرض ہی کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمیز کرے انسے جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو مگر انکے اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے کیونکہ سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھاوے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا کریگا تو نماز نہوگی وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے بیان نکیا ترتیب ہی نماز کے ارکان مین یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یون کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف کریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو اُن کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ اسکا کوئی فرض نہ چھوٹے علامہ طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول سے یعنی کہ قعدہ اخیرہ کو ما قبل کے ارکان سے موخر کرنا اسکی حاجت نہین کہ نماز کے تمام کو جدا فرض کہا جاے کیونکہ اُس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چوتھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے ومتابعۃ لامام فی الفروض پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضون کے اندر یعنی ہر رکن مین امام کے ساتھ یا اُسکے بعد شریک ہو اُس سے پیشتر ادا نکرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازون مین متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ فی رایہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے مذہب مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی ناک وغیرہ یا عورت کو چھو لیا اور اُسکے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اُسکے نزدیک یہ دونون باتین ناقض وضو نہین وعدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے امام پر یعنی ایڑیان امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ ہون وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا یعنی اقتدا اور ادا کے وقت یہ جانتا ہو کہ امام کا منھ اور طرف ہے ورنہ نماز نہوگی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امرأۃ بشرطہا نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط ان دونون کے یعنی قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجایش ہو اور عورت کے برابر ہونے مین وہ شرط ہے جو امامت کے بیان مین مذکور ہوگی وتعدیل الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارھوان فرض ارکان نماز مین تعدیل ہے امام ابو یوسف اور باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک اور تعدیل لغت مین برابر کرنے کو کہتے ہین اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وہو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین مفصل لکھا ہے وشرط فی ادائہا ای ہذہ الفرائض اور مشروط ہوا ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنی بیداری ہم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اُسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے ذکر کیا قلت بہ بلغت نیفاً وعشرین وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطاً ولغیرہا ثلاثۃ عشر فقال مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین کچھ اوپر بیس یعنی اکیس ہو گئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لیے بیس شرطین اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطین نظم کی ہین چنانچہ کہا ہے ۵ شروط لتحریم حظیت بجمعہا * مہذبۃ حسناً مدی الدہر تزہر * کچھ شرطین ہین تکبیر تحریمہ کی بہرہ ور ہوا ہین انکے اکٹھا کر دینے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ بھر چمکتی ہین ۵ دخول لوقت واعتقاد دخولہ * وستر وطہر والقیام المحرر * وہ شرطین یہ ہین داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبۂ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت مین شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنی قدرت والے کے لیے سیدھا کھڑا ہونا کہ ہاتھون سے گھٹنے نہ پکڑ سکے ۵ ونیۃ اتباع الامام ونطقہ * وتعیین فرض او وجوب فیذکر * اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور بولنا تکبیر کا ایسی طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن لے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر مین جو ذکر خالص کہا ہے اسکو منھ سے ادا کرے ۵ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ * وبسملۃ عمر بالعربیۃ الاقدر * یعنی ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اُسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے کافی

تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ شرح منیہ میں ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ صحیح
کرنا نماز کا سوا سے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہاں فارسی میں قراءت صحیح نہیں ہے ۵ وعن ترک ہا وا الباء جلالۃ وعن
مد ہمز ابتدا وبا با اکبر یعنی اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے ہا کی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہا لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونوں ہمزہ کے
مد سے یعنی اللہ کے ہمزہ پر اور اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتوں سے معنی بگڑ جاتے ہیں ۵ وعن فاصل فعل کلام مباین ، وعن
وشائب بعذر یعنی اور خالی ہو وہ جملہ بیچ میں آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی
یعنی کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کرکے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو کہ اول
اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ای مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ میں دیکھے تو ناظم کا عذر
قبول کرے کہ نظم میں تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے ۵ فدونک نہدی ستۃ القبلۃ ، ولعلک تحظی بالقبول وتشکر ، پس ان باتوں کو لے شیدہ باندھنے والا فعل
کیا اعتبار یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے واسطے کے حق میں تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار سے قبول کا اور شکرگزار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اسنے ایسی نعمت دی یا شکرگزار ہو ناظم کا
کہ شہر وطاستغرق کو نظم سے ایک جا کردیا ہے ۵ فجملتہا العشرون بل زید غیرہا ، ونظمہا یرجو الجواد فیغفر ، تو مجموعہ ان شرطوں کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی
کی گئی ہیں مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطوں کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت جود کرنے والے سے کہ وہی
اسکی مغفرت فرمائیگا ۵ وازکی صلوۃ مع سلام لمصطفی ، وخیرۃ خلق اللہ للدین ینصر ، اور عمدہ درود سلام کے ساتھ مخصوص ہے سردار کائنات حضرت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہیں ۵ واختتمہا من بعد ذلک لغیرہا ، بتا تمہ عشر للمصلین تظہر ،
اور اضافہ کیا میں نے بعد بیان ان شرطوں کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطوں کو جو نمازیوں کے لیے ظاہر ہوتی ہیں ۵ قیامک فی الفروض مقدار آیۃ
وتقرء فی ثنتین منہ تخیر ، اور وہ شرطیں یہ ہیں کھڑا ہونا بقدر ایک آیت کے فرض نمازیں اور جو فرض سے ملحق ہو یعنی واجب اور سنت فجر میں اور فرض کی دو
رکعتوں میں تیری قراءت لیکن تجھکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو میں پڑھ چاہے پچھلی دو میں ۵ وفی رکعات النفل والوتر فرضہا ، ومن کان مؤتما
فعن تلک یحظر ، اور نفل اور وتر کی سب رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قراءت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اسکے حق میں قراءت مکروہ تحریمی
ہے کیونکہ امام کی قراءت اسکی قراءت ہے بموجب حدیث کے اور نفل کی سب رکعتوں میں قراءت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر
بھی مشابہ ہے نفلوں کے ہے اس اعتبار سے کہ اسکے لیے اذان وتکبیر نہیں ہوتی کذا فی الشامی ۵ وشرط سجود فالقرار لجبہۃ ، وقرب قعود حد فصل محرر ، اور
سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
اگر چاول یا سرسوں وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہاں اگر غلہ گون میں بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت میں قرار ممکن ہے اسیطرح روئی اور
گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل دونوں سجدوں کی قرار دی گئی
ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ادنیٰ سر اٹھانے
کو حد ٹھہرایا ہے وہ قول منقح نہیں ہے ۵ وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ ، وثانیۃ قد صح عنہا التوخر ، اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتواں فرض
ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے مؤخر کرنا صحیح ہے یعنی دونوں سجدوں میں ترتیب فرض
نہیں بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ۵ علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ ، اذا طہر الارض الجواز مقرر ، جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی
ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے حاصل خلاصہ اس شعر کا آٹھویں فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھواں فرض

سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ہی گو سجدہ ہتھیلی یا زانو کپڑے پر ہو سہ جو کہ فی حال فطور شارک ہو لیسجد تہا عند ازدحام فانہ یجوز ہو سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہ مین
اور اُس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو وقت ازدحام اور بھیڑ کے معاف ہی ہم یہ بیان کر چکے ہین فرض کا یعنی سجدہ بالشت بھر زمین سے اونچی
جگہ پر ہوا اور اگر بھیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہی اسی طرح اگر کثرت آدمیون کی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی
وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہی تو یہ بھی معاف ہی کذا فی الشامی سہ اوراک افعال الصلوٰۃ یقظانًا ہو وتمیز المفروض علیک مقرر ہو اور کرنا تیرا نماز کے افعال کو بیداری
مین اور تمیز مفروض کی غیر مفروض سے وختم افعال الصلوٰۃ قعودہ ہو وفی صنعہ عنہا الخروج بصنعہ ہو اور ختم کرنا ہی نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور
باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منع ہو شامی نے کہا کہ فی بمعنی ب ہی اور عنہا متعلق خروج ہی اور ضمیر صلوٰۃ کی طرف ہی الاختیار اسے الاستیقاظ
اور سے فرائض کے لیے اختیار شرط ہی یعنی ہوش مین ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ مین او شرط فی ادائہا الاختیار ہی چونکہ ماتن کے قول مین او شرط فی ادائہا آگے ذکر ہو چکا ہی
تو شارح کا مکرر لانا فضول ہی لیکن البتہ بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہین الا ورکع او سجد ذاہلا کل الذہول اجزأہ تو اگر رکوع کیا
یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اسکو کافی ہو گا لیے غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہین بلکہ سونا اسکے مخالف ہی چنانچہ ماتن کہتا ہی فان اتی بہا
او باحدہا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بہا بل یعیدہ ولو القراءۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا ان مین
سے ایک کو سونے کی حالت مین اسطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قرأت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا اور کسی رکن سونے مین ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ
اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرأت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم قول غیر اصح قرأت اور قعدہ کے باب مین فتح القدیر کا قول ہی کہ انکے نزدیک یہ دونون
رکن سونے کی حالت مین بھی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی وان لم یعدہ لفسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور
اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اسکو نہ دہراویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہونے اُس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر
ہو گیا اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ نہین پڑھتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلاتہ لانہ زاد
رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت رد
کو قبول نہین کرتی یعنی سوتے مین جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہین سکتا
کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا جاوے جیسے چار رکعتون کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہین ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہین والرکوع
والسجود قیام فیہ اجزاؤہ بحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے
سر اُٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اُٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اُٹھانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سونا
مضر نہین ولہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہین جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہین ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو
رد کیا کہ اُسنے ذکر کیا ہی کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہی مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہ ہی کہ اتفاقًا عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی
مین بولتے ہین تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہی باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اسکو کہتے ہین جس مین
کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہی جسمین سے کوئی رکن مفقود ہو جاوے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک سہوًا ہو
دوبارہ پڑھی جاوے بطور وجوب کے دانستگی مین اور بھول مین بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو لیکن اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ نہ کیا
تو دونون صورتون مین اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہی وان لم یعدہا یکون فاسقا اثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب
مکروہ تحریمی ہی اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہی وکذا کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کراہت تحریمی سے ادا

ادا کیا ہے مثلاً بول یا براز کو بوقت روک کر یا جس کپڑے میں تصویر ہو اسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہی والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر
اور مختار یہ ہی کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہی اسلیے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا ہم قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہی کہ دوبارہ کی نماز کو
فرض کہتا ہی نہ اول کو شارح کہتا ہی کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہی جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہی تو وہ نماز فرض نہیں ہی کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دیں
تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی اس سے
بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہی تو ایک وقت میں دو فرض جمع ہو جاینگے حالانکہ ایک ہی فرض دو بار ایک وقت میں نہیں ہو سکتا کذا فی الشامی ثمرہ اس سے
معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہراوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار میں جماعت کا شریک ہوگا تو اسکی نماز نہوگی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہیں
تو اقتدا فرض الیکا اسکے پیچھے درست نہوگا وہی علی ما ذکرہ ابن الہمام اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہیں چودہ ہیں لیکن واقع کے
اعتبار سے یہ شمار نہیں بلکہ اس سے بہت زائد ہیں قراۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہی تو نمازی اسکے اکثر کے چھوڑنے
سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے ہم قہستانی میں ہی کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہی اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب
اسلیے باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہیں تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولی لیکن مجتبی میں
ہی کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت بھی چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہی طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہی اور مواظبت مفید ہی وجوب ہونے کو قلت
وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ ککل تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل میں کہتا ہوں اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہی مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھ تکبیروں
اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجا لانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہی تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی اور اتیان کل کے
یا یہ معنی ہین کہ واجبات میں سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہی یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہی وترک تکریرہا کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے تکرار واجب کے
مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ تکرار نہ کرنا واجب کا واجب ہی مگر الحمد اس سے مستثنیٰ ہی یعنی اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھیگا
تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا وہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او
الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہی ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورۃ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورۃ کے اور
اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتیں ہیں جیسے یہ تین آیتیں سورۃ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہی اگر ایک
آیت یا دو آیتیں تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہوں ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتوں سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض
وہل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہی فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہی مذہب مختار یہ ہی کہ مکروہ نہیں یعنی
مکروہ تحریمی نہیں بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہی وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوٰۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہی نفل کی سب
رکعتوں میں اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز جداگانہ ہی ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اسپر واجب ہونگی اور جب
تیسری کو اٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانوں میں کسی میں فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہی
وتر کی ہر رکعت میں براہ احتیاط ہم یعنی جب وتر میں آثار سنت ہونیکے ظاہر ہیں کہ نہ اسکے لیے اذان کہی جاتی ہی نہ تکبیر کہی جاتی ہی تو احتیاط اسی کی مقتضی ہی کہ قراۃ کے
باب میں اسپر سنت کا حکم جاری کیا جاوے کذا فی الشامی وتعیین القراۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہی معین کرنا قراۃ کا فرض کی پہلی دو رکعتوں
میں نام مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض سے مراد یہاں وہ ہی جو تین رکعتوں یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہی اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہیں اب
معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قراۃ کے باب میں تین قول ہیں اول یہ ہی کہ قراۃ کی جگہ خاص پہلی دو رکعتیں ہیں بدائع میں اسکی تصحیح کی ہی دوسرا قول یہ ہی کہ محل

قراءت فرض کی دو رکعتون مین بلا تعیین تو اس صورت مین تعیین ہی پہلی دو رکعتون مین واجب ہوا اور یہی مذہب مشہور ہی یہی تیسرا قول ہی کہ پہلی دو رکعتون کو قراءت کیلیے
معین کرنا افضل ہی نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہی وتقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ اور واجب ہی مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر [illegible] سورہ کا حرف بھی الحمد سے
پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہی جسمین ایک رکن ادا ہو لیا اگر ادا سے کم [illegible] دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا
وکذا ترک تکریرہا قبل سورۃ الاولیین اور اسیطرح واجب ہی مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتون مین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو واجب ہوگا
بسبب تاخیر سورہ ملانے کے اور پہلی رکعتون کی اسلیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا فی الطحطاوی ورعایۃ الترتیب
بین القراءۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعۃ کالسجدۃ او فی کل الصلاۃ کعدد رکعاتہا اور واجب ہی لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قراءت اور
رکوع کے اور درمیان ان افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے ہین جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہی چنانچہ انکی ترتیب کا
بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہی ان افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے ہم ترتیب رکعات کی [illegible] مین ظاہر ہوتی ہی [illegible]
رکعتون مین اگر اسکو ایک رکعت آخری یاد آئی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قراءت والی دو رکعتین ادا کریگا پھر بلا قراءت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال [illegible]
بجز اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر
ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام کے ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنی اسوقت تک کوئی منافی نماز کا نکیا ہو لیکن
اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھکر سلام پھیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاوۃ التشہد
اسلیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہوجاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کیطرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اسکا جز ہوا اور وجہ
باطل ہونے قعدہ کی یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز مین ترتیب شرط ہی یعنی جب کل ارکان ہو چکین اسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیے تو جب سجدہ صلبی چھوٹ گیا
قعدہ کے بعد اسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونے کی
وجہ یہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتی لو سلم بمجرد رفعہ منہا لم تفسد
بخلاف تلک السجدۃ لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بمجرد سر اٹھانے کے سجدہ سہو سے سلام پھیریگا تو نماز فاسد نہوگی
بخلاف ان دو سجدون کے کہ انکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی بسبب نہ پائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر تھا
کہ شارح تلک کی جگہ تینک کہتا لیصح التثنیۃ وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال
اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا بقدر سبحان اللہ کہنے کے رکوع مین اور سجدہ مین اور اسی طرح واجب ہی تعدیل سر اٹھانے
مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر اس قول کے کہ پسند کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے ہم بحر رائق مین کہا کہ علت تعدیل کی جو مواظبت
ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسپر تو وہ چارون چیزون یعنی رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہی کذا فی الشامی لکن المشہور ان
تکمیل الفرض واجب وتکمیل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہ قاعدہ ہی کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہی
یعنی چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین انمین تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین انمین تعدیل
مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہی کمال الدین پر حلبی نے اسکا یہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی
تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الثانی الاربعۃ فرض اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک چارون فرض ہین یعنی فرض
عملی ہین کہ انکے نہونے سے نماز درست نہین رہتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور واجب ہی اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین

امام محمد نفل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہی تو اسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ نفلون مین بھی قعدہ اول واجب ہی کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہو گیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلیے فرض نہ رہا کذا فی الشامی ولذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد اور اسی طرح واجب ہی قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کر کے بمقدار اللہم صل علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا تو واجب فوت ہو جائیگا والمراد بالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا ہو اخیر نہو ہم یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سواے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہو یعنے واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقہ الحدث مقیما فان القعود الاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیر مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بیوضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت مین اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فرضیت عارضی ہی اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اسکے حق مین اخیر نہین والتشہدان ای سجدۃ السہو بکسر ابعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور واجب ہین دونون تشہد یعنے دونون قعدون مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنے اگرچہ تھوڑا بھی کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہ ہی کہ سواے اخیر قعدہ کے اور قعدون مین تشہد سنت ہی اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فسجد معہ وتشہد ثم تذکر سجود تلاوۃ فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین وقع لبعضہم تسمیہ ہر قعدہ مین اسلیے لگائی کہ بعض اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدون مین امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ مین اسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا تو اسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اسکے ساتھ سجدہ کر کے تشہد چہارم پڑھا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہو گئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہدون سے پڑھا تو سات تشہد ہوے اب جو امر امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتون مین اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کر کے آٹھوان تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہو گیا تھا تو اسکو ادا کر کے نوان تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدے اور تشہد بیکار ہو گئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کر کے دسوان تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت دو تشہد کی نہین قلت ومثل التلاوتیۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہما زید اربع اخر لہما مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہی یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض کرین اسکا بھی یاد پڑنا امام ومقتدی دونون کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ سہو کرنا پڑیگا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اسکو ادا کر کے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کر کے ساتوان تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے ساتھ پڑھ چکا ہی تو اسکے چودہ تشہد ہوے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت مین چودہ ہونگے ولو فرضنا تعدد التلاوتیۃ والصلبیۃ لہما ایضا زید ستۃ ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد اور بھی بڑھ جاوینگے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اسنے اسکو ادا کر کے آٹھوان تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا

اور دسوان تشہد پڑھا تو اس صورت مین جیسے دس تشہد امام کے ہوئے اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کے ۱۰ تشہد ہو جاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اس
صورت مین امام دوسرے سجدہ صلبی کے بعد تشہد پڑھکر سجدہ سہو بھی کرلے اور تشہد نوان پڑھکر پھر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسوان تشہد پڑھے پھر سجدہ
سہو کرے اور گیارہوان تشہد پڑھے تو کل تشہد مقتدی کے بائیس ہونگے یعنے پہلی کی نسبت کہ آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ در مختار کے اکثر
نسخون مین ستہ کی جگہ ستون ہی یعنے ساٹھ تشہد زیادہ ہو جاوینگے ساٹھ کے ہونے کی صورت یہ ہی کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اُسکو
ادا کرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر اور سجدہ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوئے اب سجدہ تلاوت تمام قرآن کے
ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک مین مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون
مین اس حساب سے ۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئے اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہونگے تو مقتدی کے کل
ساٹھ تشہد ہو جاوینگے اور جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑھاؤ جو پیشتر ہو چکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور اگر چار اور بڑھاؤ جنکو شارح اگلے
قول مین ذکر کرتا ہی تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور نہین ۷۶ کا حوالہ شارح نے دیا ہے کہ حلبی نے کہا ہی جہان کہا ہی کہ ۸ کو نہ بڑھاوے ۷۸ مین جیسا اُسکا
بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہی وہی صحیح ہی ولو فرضنا اور اگر ہم اقتدا امام کا سجدہ اولی مین فرض کرین مقتضی القواعد انہ یتبعہ اقر اداد ری
آخر فتدبر اور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت مین اور مقتدی نے اُن دونون سجدون کو امام کے ساتھ
نہ ادا کیا تو مقتضا قواعد یہ ہی کہ مقتدی اُنکو ادا کرے تو اس صورت مین چار تشہد اور ہو جاوینگے اسلیے شارح نے کہا کہ طحطاوی نے کہا صورت اُسکی
یہ ہی کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک نہوا بلکہ پہلے تشہد مین شریک ہوا اور اول
شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہی وہ یہ ہی کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین کچھ فوت ہو جاوے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے
لاحق کہ وہ بھی حکمی نماز مین ہوتا ہی اُسکو دوہراتا ہی لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح ہے کہ طحطاوی نے فرض کی نہین ہے اسلیے کہ مقتدی پر
ہر چند متابعت امام کی دونون سجدون مین واجب تھی مگر اب جو آئندہ وہ سجدہ نکلے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونون سجدون
کے پڑھ لیا تو اسکی نماز مین کسی طرح کا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین یہ تصریح موجود ہی کہ اگر امام کو سجدہ مین پایا اور اقتدا کرکے سجدہ مین شریک نہوا
بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھلی تو نماز درست ہی پھر اُن دونون سجدون کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ ذکر
نہین کیا کہ ایسی صورت مین مقتدی اُس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہاے معتبر کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا
کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہی ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک اُنمین نہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد اُنکو استحسان کی رو سے
ادا کرلے انتہی بتصرف ولم ار من نبہ علی ذلک واللہ اعلم اور مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم اگر کثرت تشہد
کے لیے شارح اتنا بکھیڑا نہ کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہین چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اُسمین
پانسو تشہد ہو سکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتین فالثانی واجب علے الاصح برہان دون علیکم
وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ خلافا للتکملۃ اور واجب ہی لفظ السلام دوبار یعنے دوسرا واجب ہی
صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہی لفظ علیکم اور ٹوٹ چکتا ہی اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے
نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اُسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہی ہم یہ بات سنے جو لفظ
السلام کہا اسمین اشارہ ہی کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضون نے

مسئلون کہا ہی اسلیے شارح نے صحیح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یصح ولی ینقطع التحریمۃ بالاول امر بالثانی جزم فی الجوہرۃ والبرہان وغیرہما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیہ فیصح الاقتدا قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح القدیرۃ ذکرہ الرملی الشافعی فی باب سجود السہو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر منقطع ہوجاتی ہی یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونون کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہی یعنے سلام اول پر تحریمہ تمام ہوجاتی ہی اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہی کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہی اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہ ہی کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر کیا ہی اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک ور المختار کے بعض نسخون مین ہی وقراۃ قنوت الوتر وہو مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہی پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہی خصوصیت اللہم انا نستعینک کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہی اور اسی طرح واجب ہی قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا ہم بعضون نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہی کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہی اللہ اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہی نہ سجود سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین یعنے تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہی وتکبیرات العیدین وکذا احدہا اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی جو چھ بار اللہ اکبر کہنا ہی ہر رکعت مین تین بار اور اسیطرح واجب ہی انمین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہی یہ نہین کہ چھوون بلکر واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعۃ الثانیۃ للفظ التکبیر فے افتتاحہ اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے واجب ہی اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سواے اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبہ وجوبہ فی کل صلوۃ بحر فلیحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہ ہی کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجہر للامام والاسرار للکل فیما یجہر فیہ ولیسر اور واجب ہی پکار کر پڑھنا امام کو اُن نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہی یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین اور واجب ہی آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین اُن نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی وغیرہ وبقی من الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محلہ اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہی ہر واجب یا فرض کا اُسکے محل مین فلو اتم القراۃ فمکث متفکرا سہوا ثم رکع او تذکر السورۃ راکعا فضمہا قائما اعاد الرکوع وسجد للسہو تو اگر نمازی قراوت کو تمام کرکے بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اُسکو یاد ہوا سو اُسنے سورہ کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہی فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قراوت کے رکوع فوراً فرض تھا تو اُسنے رکوع کو اُسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہی واجب کو اسکی جگہ سے ٹالنے کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہی واعاد الرکوع سجد للسہو کہتا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع او سجدہ سہو دونون مسئلون سے متعلق ہی حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہی اور سجدہ سہو دونون سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب ہی ترک کرنا رکوع کے تکرار کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ اور رابعۃ اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کریگا

یا چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا و کل زیادۃ تتخلل بین فرضین او واجب ہر ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضوں
کے بیچ میں پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضوں کی کچھ قید نہیں فرض اور واجب کے بیچ میں بھی زیادتی کا یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اول کے تشہد میں زیادتی کی اور تیسری
رکعت کو دیر سے اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی میں چپ رہنا بھی داخل ہے و انصات المقتدی اور واجب ہے چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے
پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی مگر صحیح قول میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہیں ہوتا
و متابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہے امام کی پیروی اُن افعال میں جنمیں اختلاف مجتہدین ہے اور مجتہد فیہ سے یہ مراد ہے کہ جسکی بنا دلیل
معتبر شرعی پر ہے جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہے مثلاً امام نے عید کی تکبیریں تین سے زیادہ کہیں جیسے شافعی پانچ کہتے ہیں یا دو سجدے
سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر میں قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور میں پیروی امام کی واجب ہے اسی طرح جن امور میں اتفاق ہے انمیں بھی
بطریق اولی واجب ہے لا فی المقطوع بنسخہ نہیں واجب ہے متابعت اس فعل میں جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ میں امام نے پانچ تکبیریں
کہیں تو پانچویں میں اتباع نکرے اسلیے کہ ہر چند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیریں مروی ہیں مگر آخر فعل آپکا
چار تکبیریں تھیں تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا اور انہ فی الشامی عن الامداد او بعدم سنیتہ کقنوت فجر یا القیدین ہوا اس فعل کے مسنون ہونے کا تو
اسمیں بھی متابعت امام کی واجب نہیں جیسے فجر کا قنوت یعنی اُس صورت میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بددعا ایک مہینے تک
کی تھی پھر اُسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اُسمیں بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہوگیا
یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہے و انما لتقیدہ بخالفۃ فی الفروض کما بطنا فی الخزائن اور نماز صرف فرض میں امام کی مخالفت کرنے سے فاسد
ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اُسکو خزائن الاسرار میں مشرح بیان کیا ہے شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع میں فرض کے ترک سے ہوتا ہے نہ متابعت کے ترک سے
مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہے اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت
کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی قلت فبلغت اصولہا نیفا و اربعین میں کہتا ہوں کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے ہم یعنی چودہ واجب
مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸ شارح نے زائد کیے تو کل ۴۲ ہوگئے اور اُنکی تفصیل شامی نے یوں بیان کی ہے کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب
کہا شارح نے چھوٹوں آیتوں کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمیں بڑھے اسی طرح عیدین کی چھوٹوں تکبیروں کو ماتن نے ایک کہا اور
شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ انمیں زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ میں چاروں جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمیں زیادہ ہوئے تو کل تیرہ ہوئے چودھواں نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھواں
ترتیب قرارت اور رکوع میں سولھواں ترتیب عدد رکعات میں سترھواں بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھواں تکبیر قنوت انیسواں تکبیر قنوت کے
رکوع کی بیسواں تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسواں عید کے دوگانہ کے شروع میں اللہ اکبر کہنا بائیسواں ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر
ادا کرنا تئیسواں ترک کرنا تکرر رکوع چوبیسواں ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسواں ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر
چھبیسواں ترک کرنا زیادتی کا بیچ میں دو فرضوں کے ستائیسواں چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسواں پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات میں
حاجت ضرب اور تفصیل کی نہیں اسلیے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی و بالبسط الکثرین بانہ الف ۲۹۰ من ضرب خمسۃ فقعدۃ
المغرب بتشہد ہا و ترک نقص منہ و زیادۃ فیہ او علیہ فیہ ۵۸ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہو جائیگی اسلیے
کہ ایک واجب یعنی تشہد ۲۹۰ واجب پیدا کرتا ہے یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنے سے ۵۸ تشہدوں میں جنکا بیان اوپر گذرا یعنی نہان

سے کہا ہے کہ تشہد کبھی دس بار کہہ پڑھتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب یہ ہیں اول قعدہ اخیرہ دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم تشہد کے
کلمات کے اثنا میں زیادتی نہ کرنی پنجم اسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد میں یہ پانچوں واجب ضرور ہوتے ہیں تو دونوں تشہد میں دس ہوئے اسلیے
پانچ کو دو میں ضرب کیا ۹۰ اور ۳۰ ہوئے علامہ شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا میں سوائے زیادہ سجدہ ہے اور ہر سجدہ میں تین واجب ہیں تعدیل اور
دونوں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا اور دونوں زانو کا رکھنا ان تین کو دو میں ضرب کرنے سے چھ ہوتے ہیں اور پہلے واجبات میں ملانے سے ۹۶ کے
قریب ہو جاتے ہیں یا وجہ اس رقم کو بقیہ ۴۴ واجبات میں ضرب کر دیں گے تو ۴۲ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۳۰ فرض ہیں اور
کچھ اوپر ۴۰ واجبات میں واجب ہے یعنے کچھ اوپر ۷۰ جگہ واجب ہے تو اسے اگر اوپر کے مجموعہ کو ۹۶ میں ضرب کریں تو ۱۵ الاکھ سے زیادہ واجب ہو سکتے ہیں حالانکہ کئی
اور واجب باقی ہیں مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع میں قراءت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہ ہونا وغیرہ لیکن انہیں ضرب دینے سے تعداد
اور بھی بڑھ جاویگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع ینفی الحصر یعنے حصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنے تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ انحصار واجبات نہیں
ہیں تو اسکو خوب دیکھ بھال لو علامہ شامی نے کہا کہ ان واجبات میں اکثر صورتیں فرضی اور عقلی ہیں کہ کبھی خارج میں نہیں پائی جاتی اور انکی تلاش
سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہیں اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہ ہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کی جاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے
ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت میں بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاوے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی
کو دیکھے فیلغز ای واجب یستوجب ۹۰ ۳ واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۹۰ ۳ واجبوں کا مستوجب ہوتا ہے یعنے ترک سے ۳۹۰ واجب
لازم آتے ہیں علم جواب اس چیستان کا یہی قاعدہ اول ضرب کا ہے مقتدی کے حق میں تفصیل مذکورہ بالا وسننہا اور نماز کی سنتیں یہ ہیں جو آگے مذکور ہوتی ہیں
ترک السنۃ لا یوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا بلکہ اسارت یعنے
برا کرنے کا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو یعنے اگر ترک سنت نادانستگی میں ہوا تو کچھ برائی بھی نہ ہوگی اور اگر سنت کو
حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نہ جانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نہ جاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءۃ
ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اسارت کم ہے بہ نسبت کراہت کے علامہ شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنے اسارت میں ملامت
بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کم ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلیے کہ تلویح میں ہے کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ حکم
سنت کا یہ ہے کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاوے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اسارت کے معنے ترک اولی ہیں تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک
ہوئی ثم ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتیں بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہیں اور دراصل میں زیادہ ہیں چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین
للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا تحریمہ کے لیے یعنے تکبیر سے پیشتر اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے خلاصہ
میں ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہوگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گنہگار نہ ہوگا ونشر الاصابع اور ترکہا بحالہا اور سنت ہے
تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیوں کا یعنے انکو بحال خود چھوڑ دے تاکہ نہ بہت ملی ہوں نہ بہت پھیلی ہوں والا طراق لیس بالراس عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے
تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر انکا قیام میں سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر بقدر
حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے
دخول اور انتقال پر یعنے اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہو جاوے اور
اسی طرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہے کا شامی نے کہا

لیکن وہ اس صورت میں ہے کہ حاجت نہ ہو یعنی نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو مثلاً اسکے پیچھے ایک ہی صف ہو اور وہ اتنا پھیلا ہو کہ دور صفوں میں آواز نہ جاوے تو مکروہ
ہوگا کیونکہ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع میں اللہ اکبر کہے تو اگر اسکی نیت صرف لوگوں کو خبردار کرنے کی ہوگی تو اسکی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی
ہوگی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے یعنی مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگوں کو پہونچاتا ہو وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے بلند
کہیگا تو نماز نہ اسکی ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہوگی اور بے ضرورت حاجت کے تکبیر کا
اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے والامام والمنفرد یسمع نفسہ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنی آپ سن لے والثناء والتعوذ و
والتسمیۃ والتأمین وکونہن سرا اور مسنون ہے سبحانک اللہم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا
آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہے اور ہر ایک کا پڑھنا سنت علیحدہ ہے ووضع یمینہ علی یسارہ وکونہ تحت السرۃ للرجال لقول علی
رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعہما تحت السرۃ وکونہ تحت ... الاصابع اور مسنون ہے رکھنا داہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر اور مسنون ہے مردوں کو
رکھنا ہاتھ ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی رضی اللہ عنہ کے کہ سنت ہے رکھنا دونوں ہاتھوں کا ناف کے نیچے اور لیکن عورتیں سینہ پر ... انگلیوں کا
پوروں میں یعنی حکمت ہاتھوں کے کھلا رکھنے میں یہ ہے کہ ... انگلیوں ... وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل لا المرأۃ ... والتجافی
الا فی السجود اور مسنون ہے رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے رکوع سے سر اٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہو جاوے اور مسنون ہے رکوع میں
تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونوں ٹخنوں کا ملانا یعنی اگر ملا سکے اور مسنون ہے پکڑنا اپنے دونوں گھٹنوں
کا اپنے دونوں ہاتھوں سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پھیلانا اپنی انگلیوں کا مرد کو اور نہیں عورت کو یعنی کشادہ رکھنا انگلیوں کا اگر ... نہ کھلا رکھنا اور
نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الرفع منہ بحیث یستوی جالسا وکذا تکبیرہ والتسبیح فیہ ثلاثا ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود
اور مسنون ہے سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے سجدہ سے اٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ سے اٹھنے کو اللہ اکبر
کہنا اور مسنون ہے سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلی کہنا اور مسنون ہے دونوں ہاتھوں اور زانوؤں کا رکھنا سجدہ میں ہم اکثر فقہا نے ہاتھوں اور زانوؤں
کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر میں اسکو واجب کہا ہے اور موجب کے مطابق ...
کے ہے اور ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق میں کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہے ...
ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عندنا بمجمع پس لازم نہیں پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیوں کے نزدیک کذا فی ...
یعنی جب ان کا رکھنا سجدہ میں فرض نہیں تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جاوینگے تو نماز فاسد نہ ہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دونوں عضو کے مکان کی طہارت
کا شرط نہ ہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اٹھانا
الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت میں کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا وافتراش
رجلہ الیسری فی تشہد الرجل اور مسنون ہے بچھانا اپنے بائیں پاؤں کا مرد کے تشہد میں یعنی التحیات پڑھنے میں مرد بائیں پاؤں
کو بچھاوے والجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہے بیٹھنا دونوں سجدوں کے درمیان میں طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اٹھانا
سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اسمیں یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرتا ہے لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اٹھانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا ووضع یدیہ فیہا علی فخذیہ کالتشہد للتوارث اور مسنون ہے رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانوون پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانوون پر مسنون ہی بسبب توارث کے یعنے اُنکا برتنے
اسی طرح پہونچا ہی طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح
کما فی امداد والفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہی کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ
شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی قلت یاتی معزیا للمنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے ہم شاید فافہم
سے یہ اشارہ ہی کہ کلام فہنا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلسکتا ہی اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو اُسکو
بیان کردیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پاؤن کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ
تشہد کے ہی کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہی درود پڑھنا نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہی امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہی
ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہی ہم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور
ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہی لیکن بحر الرائق مین منقول ہی کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہی
تو اس صورت مین شاذ کہنا بلاوجہ ہی کذا فی الشامی والدعاء بالمستحیل سؤالہ من العباد اور مسنون ہی درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز
کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ اس باب مین مسنون ہی اُسکا ذکر فصل آیندہ مین آویگا وبقی بقیۃ تکبیرات الانتقالات سوی
تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنتون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے
اللہ اکبر کہنا مسنون ہی یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول
ضعیف ہی بلکہ وہ واجب ہی جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا لک الحمد کہنا
امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا منہ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت ہم اور مسنون
ہی سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی
ولہا آداب اور نماز کے کچھ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونیکا
موجب ہی اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب اور کراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہی ہم نماز مین ادب اُسکو کہتے ہین
جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اُسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین
کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اُسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپکی سیرت لباس اور نشست وبرخاست مین یا نماز چاشت اور اُسکا مقابل سنت ہدی ہی یعنی سنت موکدہ
جیسے اذان اور جماعت ہی کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال
سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہی دیکھنا نمازی کا
کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پاؤن کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعدہ کی
حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کیطرف
یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہو کہ جس سے دل بٹے تو اُنکی طرف نہ دیکھنا

مستحب نہ رہیگا کیونکہ اُس سے انکار جاتا رہیگا جو مستحب سے بڑھکر ہے تو ایسا کرے فمہ عند التثاؤب ولو باخذ شفتہ بسنہ فان لم یقدر غطاہ بظہر یدہ الیسری
وقیل بالیمنی لو قائما والا فبیسراہ مجتبی اور مستحب ہے اپنا منہ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت سے پکڑنے سے بند کیا ہو پھر اگر منہ بند
نہو سکے تو اُسکو اپنے بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضوں نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے اور نہیں تو بائیں کی پیٹھ سے
کذا فی المجتبی مترجم وجہ منہ کے بند کرنے کی یہ ہے کہ جمائی لینا نماز میں اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے میں داہنا ہاتھ اسلیے کہا تا کہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو
ورنہ بائیں ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے میں دونوں ہاتھوں کو حرکت ہوگی اور بعضوں نے کہا ... دونوں ہونٹھ کا دبانا جمائی
کے دفع کے لیے دانتوں سے دشوار ہے اسلیے ... کذا فی الشامی او کمہ یعنی ... آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروہ بہتر ہاتھ یا آستین
سے منھ اسوقت چھپاوے کہ جب بلا ہاتھ اور آستین کے منہ بند نہو اسلیے کہ منھ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹھ کو دانت سے دبا کر جمائی
روک سکتا تھا اگر اسطرح نہ روکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منھ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ فائدہ ترکیب جمائی کے دور کرنے کی بہت عمدہ ہے کہ اپنے
دل میں سوچے کہ انبیا علیہم السلام کو جمائی نہیں لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہم نے اسکا بار ہا امتحان کیا تو جمائی دور ہوگئی قال ... واخراج یدیہ من کمیہ
عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونوں آستینوں میں سے دونوں ہاتھوں کا باہر نکالنا مرد کو تکبیر کہنے کے وقت ...
میں مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھوں کا مستحب نہیں ہے ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد ... اور مستحب ہے دور کرنا
کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اس سے حروف پیدا ہوں کذا فی البحر تو اس سے بچنا ... والقیام لامام
ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ حی علی الصلاۃ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح
کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ انکے نزدیک حی علی الصلاۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی
درست نہیں بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلاۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی
الیہ الامام علی الاظہر یہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں کے پیچھے سے
اپنی جگہ جاتا ہے تو جس صف میں امام پہونچے وہی کھڑی ہو جاوے ظاہر قول میں وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے
کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اسوقت کھڑے ہوں جب انکی نظر امام پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریۃ
جبکہ امام خود مسجد میں تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہوں یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد
الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا ... وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک
پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو میں نے بحر الرائق میں نپایا بلکہ نہر الفائق میں مذکور ہے وشروع الامام فی الصلاۃ
مذ قیل قد قامت الصلاۃ ولو اخر حتی اتمہا لا باس بہ اجماعا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی
معزیا للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلاۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہانتک
کہ موذن نے اقامت تمام کر لی تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست تر
مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع میں اُسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی میں منسوب بخلاصہ یوں ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے کہ اس
سے نمازیوں پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکیگا فرع مسائل متعلقہ شارح کا قول لو لم یعلم ما فی الصلاۃ من فرائض
وسنن اجزاہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلا ادا کرتا ہے اسمیں فرض کیا افعال ہیں اور سنت کیا تو نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل میں نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اُس طریق پر جو سلف سے منقول چلا آیا ہے (واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبّر لو قادرا للافتتاح
ای قال وجوبا اللہ اکبر) اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر
کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو ترک واجب ادا ہوگا (ولا یصیر شارعا بالمبتدا او فقط کاللہ
او باکبر فقط ہو المختار) اور نماز کا شروع کرنے والا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر کہنے سے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا
ہوگا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے کی یہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا
جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی (فلو قال اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک الامام راکعا فقال اللہ قائما واکبر راکعا لم یصح فی الاصح
پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنی ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی
نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع میں تو دونوں صورتوں میں اُسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول میں ہم پہلی صورت میں اقتدا
اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہیں ہوا تھا کہ مقتدی نے اُسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری
صورت میں شرط تحریمہ مفقود ہے یعنے حالت قیام میں پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہیں ایسے ہی مقتدی
اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہوگا کیونکہ اُسنے قصد شریک ہوکر پڑھنے کا کیا تھا یعنے تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی (کما لو فرغ من اللہ قبل الامام
جیسے اقتدا صحیح نہیں جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنے امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہیں کی کہ مقتدی
اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا (ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافا لمحمد) اور اگر صرف اسم ذات کو یعنے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہے
امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایۃ پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبی
اگر پہلی صورت کو یعنے صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کریں اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہیں ہوتا
(بالحذف اذ مد احدی الھمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح) اللہ اکبر وجوبا کہے ہمزوں کے حذف کرنے کے ساتھ یعنے اللہ اور اکبر کے ہمزوں کو
بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزوں میں سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی میں بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر اُنکو مد کرنا کفر ہے اور
اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول میں مفسد ہے ہم مقابل اُسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ میں ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑھانا مفسد نہیں کذا فی الطحطاوی
(ویشترط کونہ قائما فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع) اور شرط ہے اللہ اکبر کہنا کھڑے ہوکر یعنے فرض
نماز میں باوجود قدرت کھڑے ہوکر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب ہوگا
یعنے اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتدی نے جو
اللہ اکبر کہا اُس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہوجائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہے اور رکوع
کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل میں واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرا (فروع) مسائل ملحقہ شارح کے (کبر غیر عالم
بتکبیر امامہ ان اکبر رایہ انہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط) مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہیں جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہیں تو اگر اُسکی رائے غالب
یہ ہے کہ میں نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنے اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام کے ساتھ یا
اُسکے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی (ولو اراد بتکبیرہ التعجب او متابعۃ المؤذن لم

ثم یفتتح شارعا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور
جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی مفسد ہین تو پہلے شروع درست نہوگا ویجزم الراء لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامۃ
جزم والتکبیر جزم منح ومر فی الاذان اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہی
اور اقامت جزم ہی اور اللہ اکبر کہنا جزم ہی کذا فی المنح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری ہم اذان جزم ہی یعنی اسکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہین
حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہی وانما یصیر شارعا بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات یون ہی کہ شروع
کرنے والا نیت سے ہوتا ہی اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے ہم یعنی چونکہ نیت بھی
صحت نماز کی شرط ہی اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہی بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل بیچ کا اسکے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ
وہم ہوتا ہی کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلیے ان لفظون سے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی فلا یلزم العاجز عن النطق
کاخرس وامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءۃ ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیۃ اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا
اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قرات کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہی زبان کا ہلانا
لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلیے نیت کافی ہوگی ہم یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرات واجب تو تھی
یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہوسکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہوا اسلیے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہی
لکن ینبغی ان یشترط فیہا القیام وعدم تقدیمہا القیاما مقام التحریمۃ ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہی کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر جو کہا کہ
نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہی اور مین نے اسکو دیکھا نہین ہم یعنی چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہی تحریمہ کی کچھ ضرورت نہین اس سے
یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہی کہ تحریمہ کی شرطین یعنی قیام اور مقدم نہونا اور عاجز کی نیت مین اعتبار
ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونو
شرطین علیحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط ہوئی اسکی قائم مقام ہوگئی
ثم فی الاشباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرۃ وتلبیۃ لا القراءۃ پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہی یہ بھی کہ فتوی کیے
اسپر ہی کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہی اللہ اکبر کہنا اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرات مین ہم شامی مین محیط سے منقول ہی کہ قرات فرض قطعی ہی اور
تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولی لازم نہو ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ماسا بابہامیہ شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونو ہاتھ اللہ اکبر
کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے ہم اللہ اکبر سے پہلے
ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہی طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہی اور خلاصہ اور محیط وغیرہ مین ہی کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے ہاتھون
کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہی کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیثون مین مروی
ہین کذا فی الشامی ہو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا تتیقن الا بذلک کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہی محاذات سے جو ظاہر الروایۃ اور بعض احادیث
مین وارد ہی اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی ہم یعنی بعض احادیث مین جو حذو اذنیہ آیا ہی یعنی دونون کانون کے برابر ہاتھ
اٹھاوے اس سے مراد یہی ہی کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک
اٹھانا مروی ہی تو وہ اس حالت پر محمول ہی کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہی کہ کلائیون کو

سو بیٹھوں کے برابر جیسے کانوں کی محاذات انگوٹھوں سے ہو جاتی ہے کذا فی الشامی۔ بتصرف وتستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں
کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا رخ دونوں رخساروں کی طرف کو رکھے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج
انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام میں یعنی
رفع یدین میں مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ میں مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل
کالرجل عورت اپنے ہاتھ اس طرح اٹھاوے کہ اسکی انگلیوں کے سر برابر اسکے دونوں شانوں کے ہو جاویں اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ
عورت مثل مرد کے ہے ہاتھ اٹھانے میں مگر اول قول کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضاً مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم
الخالصۃ لہ تعالیٰ ولو مشترکاً کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ
کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالیٰ کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہوں مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول میں اور تعظیم میں
خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہوں دعا اور حاجت پر وہ نکل جاویں شامی نے کہا کہ لہ تعالیٰ متعلق لفظ کلم سے ہے نہ خالص سے ورنہ
اسکے بعد ولو مشترکاً نہ بنیگا اور صحیح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ میں ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکراً و
معرفاً زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففاً ومثقلاً اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف
لام کے ساتھ خلاصہ میں کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ہم کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف
کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جاویگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ اس
باب میں صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری
زبان میں کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص
کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والوں کی عربی ہے اور دری
فارسی اور لفظ دری راء مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ثم محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہیں ہوئے اور دری منسوب ہے در کیطرف بمعنی دروازہ اور یہ
زبان ان لوگوں کی ہے جو بادشاہی دروازوں پر رہتے ہیں اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگوں کی زبان عربی کے
بعد اشرف اور مشہور ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان میں شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا نمازی
کا عربی میں تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ اور اسی خلاف پر ہیں خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رحمہ کے نزدیک
اور زبانوں میں خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائیں درست ہیں اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت میں درست ہیں طحطاوی نے کہا کہ معتمد
امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ او امن او لبی او سلم او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطساً وقرأ بہا عاجزاً فجائز اجماعاً
اور جو امور کہ نماز کے ذکر میں داخل نہیں اور انکو مصنف نے اپنے قول میں ذکر کیا ہے یعنی خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے
وقت خدا تعالیٰ کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قرات پڑھی عربی سے عاجز ہو کر تو یہ سب باتیں باتفاق امام اور
صاحبین کے غیر زبان میں جائز ہیں شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان میں دیا تو اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا شامی نے
حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا قید القراءۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما
وعلیہ الفتویٰ مصنف نے قرات میں عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر یہ ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

اسی پر فتویٰ ہی قہستانی وجعل العینی الشروع کالقراءۃ لا سلف لہ فیہ ولا سند لہ یقویہ بل جعلہ فی التاتارخانیۃ کالتلبیۃ یجوز اتفاقا فظاہرہ کالمتن رجوعہما

الیہ لا ہو الیہما فافہم فقد اشتبہ علی کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبہ فتنبہ اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قراءت کے مانند کیا ہی یعنے

غیر زبان میں اسکے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہی تو اس باب میں عینی کا کوئی سلف ہی جسنے پیشتر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی

سند اسکے دعوے کو قوت دیتی ہی بلکہ شروع کو تاتارخانیہ میں تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہی کہ غیر زبان میں باتفاق جائز ہی پس ظاہر حکم تاتارخانیہ کا مثل

متن تنویر الابصار کے یہ ہی کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہی نہ یہ کہ امام نے صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کرلے کہ بہت سی

کم توجہ کرنے والوں پر یہ امر مشتبہ ہو گیا ہی یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اُنکی سب کتابوں میں مشتبہ ہو گیا ہی سو خبردار ہو جا ہم صاحبین کے نزدیک نماز کے سب

اذکار اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان میں اُسوقت درست ہوتے ہیں کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سب اذکار قراءت کے سوا اذکار و تحریمہ باوجود

قدرت عربی کے غیر زبان میں جائز ہیں تو فقط امام صاحب نے قراءت کے باب میں صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی اسوجہ سے کہ قرآن ایک خاص

عربی منظوم کا نام ہی جو بنقل متواتر ہم تک پہونچا ہی تو فارسی وغیرہ میں وہ منقول خاص باقی نہ رہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اسمیں امام صاحب کی دلیل

قوی ہی یعنے وہ یہ فرماتے ہیں کہ شروع میں مطلوب ذکر اور تعظیم ہی یہ ہر زبان میں حاصل ہو سکتا ہی خصوصیت عربی کی نہیں پس اسی سے شروع کو

قراءت کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز میں اختیار کیا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ تاتارخانیہ میں شروع نماز

کو تلبیہ کے موافق کہا ہی جو بالاتفاق دوسری زبان میں درست ہی اور اس متن میں بھی شروع نماز میں قید عاجزی کی نہیں لگائی جیسی قراءت میں

لگائی ہی تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہیں کہ صاحبین نے شروع نماز میں امام کا قول اختیار کیا ہی نہ یہ کہ امام

نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی ثم عرف لا یصح ان اذن بہا علی الاصح وان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی واعتبر

الزیلعی التعارف نہیں صحیح ہی اگر اذان دی غیر عربی میں صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانیں کہ وہ اذان ہی ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے اور

زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہی یعنے اگر اذان فارسی میں ہو اور لوگ جان جاویں کہ اذان ہوتی ہی تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے

مقصود خبر کرنا نماز کا ہی وہ حاصل نہیں ہوا فروع مسائل بطفہ شارح کے قرء بالفارسیۃ او التوریۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد وان ذکر الا قراءت پڑھے

فارسی میں یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی ہم ہدایہ میں کہا کہ فارسی

میں قراءت سے نماز فاسد نہیں بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر قراءت سے نماز درست ہو جاتی ہے اُسقدر عربی میں پڑھ لی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ صاحبین

کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہی فتح القدیر میں ان دونوں قول میں یوں توفیق کی کہ اگر فارسی میں قصوں کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا

تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قراءت سے خالی رہجائیگی اور کسیقدر قرآن

اسکے ساتھ ملالیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق بہ فی البحر الشاذ او بحر الرائق میں فارسی میں قراءت پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ

کو ملحق کیا ہی یعنے روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہی جیسا فارسی قراءت میں مذکور ہوا لکن ہی فی النہر الاوجہ انہ لا یفسد ولا یجزی کالتہجی لیکن نہر الفائق

میں ہی کہ موجہ تر یہ ہی کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہیں کرتی اور نہ قراءت واجب سے کافی ہوتی ہی جیسا ہجے کر کے پڑھنا قرآن کا مثلاً یوں کہنا

الٓ مٓ ذٰلِکَ ل ا ہ کہ وہ بھی مفسد نہیں اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو ہم قرآن جسکی روایات مشہور سات ہیں اور ائمہ قراءت دس

میں تو متواتر روایتیں دس تک ہو سکتی ہیں پس جو روایت کہ ان دسوں روایتوں سے خالی ہوگی وہ شاذ ہی نہر الفائق میں کہا کہ وجہ اسکے مفسد

نہونے کی یہ ہی کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے میں شک ہی تو شک سے نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہیں کیونکہ عرف میں قرآن عربی

زبان ہی کو کہتے ہین وتجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہو لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ ایک یا دو آیت قلیل ہو اور قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین ہو یکرہ کتب التفسیر تحتہ بہا اور مکروہ ہی لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ اسمین حکم ہی قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہو کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکھنا جائز ہو اس سے معلوم ہوا اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہو اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہو تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہو کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکھے تاکہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بما شیب بحاجۃ کہ دعوۃ بسماتہ وحوقلتہ واللّٰہم اغفرلی او ذکر ما عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا اُن لفظون سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہی تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو مجہے اس واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہی تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو یہ طاقت نہین اور جیسے اللّٰہم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہی مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللّٰہم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست نہوگا بخلاف اللّٰہم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللّٰہ بخلاف صرف لفظ اللّٰہم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہی صحیح تر قول مین مثل یا اللّٰہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے اُن لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی اور اللّٰہم یعنی یا اللّٰہ ہی ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ وابہامہ ہو المختار اور رکھے مرد یعنے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے یہی مختار ہی یعنے چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑلے اور باقی تین انگلیان اُسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہی اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہی کہ بعض احادیث مین ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہی اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین علے یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر م خنثی اُسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہو گی تو اُسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اُسکا حکم عورتون کا سا ہی اور اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہی کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونے کے اللّٰہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہی اور اُسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللّٰہم الخ سے فارغ ہو جاوے تو ہاتھ باندھ لے م کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہی وہو سنۃ قیام اور ہاتھون کا باندھنا سنت ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرأت کی سنت ہی اسلیے ثنا مین اُنکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور اُنکو نہ باندھنا اُسوقت تک سنت ہی کہ قرأت شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لایضع ولم ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ باندھے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام ہی حقیقی اور حکمی سے اسلیے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنے ہاتھ وہ بھی باندھتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

ہاتھوں کا باندھنا اسکی سنت ہے جس کی قیام ہے جیسے نفل میں بیٹھنا اور فرضوں میں عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ وہ قائم مقام قیام کی ہے لہ قرار فیہ ذکر مسنون
فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتھوں کا باندھنا اس قیام کی سنت ہے جس میں طول ہو اور اس میں کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جسکے پڑھنے کا حکم
ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھے ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیروں میں کیونکہ ان قیاموں
میں ذکر مشروع پایا جاتا ہے اسی طرح خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنے چاہئیں کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہیں لا ارسال فی قیام بین رکوع وسجود
لعدم القرار ولا بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر مالم یطل القیام فیضع سراج نہیں باندھنے ہیں ہاتھ باندھنا رکوع اور سجدہ کے درمیان کے قیام میں بسبب زیادہ نہ ہو
قیام کے یعنی اگرچہ قومہ میں ذکر مسنون موجود ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنا ہے لیکن چونکہ اس قیام میں طول نہیں ہوتا ہاتھ باندھنا مسنون نہیں اور نہیں
مسنون عیدین کی تکبیروں میں ہاتھوں کا باندھنا بسبب نہ ہونے ذکر کے جب تک کہ قیام کو طول نہ ہوئے اور اگر طول ہو تو ہاتھ باندھے کذا فی السراج طحطاوی نے کہا تو
ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھوں کا باندھنا مسنون ہو اس وجہ سے کہ اس میں طول اور ذکر مسنون دونوں ہیں وقرأ کما کبر سبحانک اللہم تارکا
وجل ثناءک الا فی الجنازۃ مقتصرا علیہ فلا یضم وجہت وجہی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول المسلمین فی الاصح اور پڑھے ہر نماز پڑھنے والا سبحانک اللہم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک کو وجل ثناءک چھوڑ کر یعنی جل ثناءک نہ پڑھے مگر جنازہ کی نماز میں جل ثناءک بھی زیادہ کرتا
ہے درحالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر یعنی اس میں وجہت وجہی اخیر تک نہ ملاوے مگر نفل میں کہ اس میں اسکا ملانا ثنا کے ساتھ جائز ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی
صحیح تر قول میں نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنی میں پہلا ہوں سب مسلمانوں کا اور کہا اگر جل ثناءک بھی کہیگا تو نماز میں کچھ حرج نہ ہوگا اور تو
وجہی پوری اس طرح ہے وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت
وانا اول المسلمین اسکو نفل نماز میں ثنا کے ساتھ ملاوے اور بعض متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہے کہ تحریمہ سے پہلے اسکو کہے اور صحیح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہے کہ نماز
فاسد ہوجاتی ہے اسلئے کہ انا اول المسلمین اسکی طرف سے جھوٹ ہوتا ہے وکبیر الرکن میں کہا کہ امام سے اسکا پڑھنا ثابت ہے تو نماز میں کیا کہا جاوے
جھوٹ ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اسکی غرض تو صرف قصد تلاوت ہے تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی باختصار الا اذا شرع الامام فی القراءۃ سواء کان
مسبوقا او مدرکا وسواء کان الامام یجہر بالقراءۃ اولا فانہ لا یاتی بہ لما فی النہر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی مالم یبدأ بالقراءۃ وقیل فی المخافتۃ یثنی
اگر جب امام قراءت پڑھنے لگا ہو تو اسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہوا ہو خواہ امام قراءت
پکار کر پڑھتا ہو یا نہیں اسلئے کہ نہر الفائق میں صغری سے منقول ہے کہ امام کو مقتدی نے قیام میں پایا تو ثنا پڑھے جب تک کہ امام نے قراءت شروع نہ کی ہو طحطاوی نے
حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تھا کہ جب امام آہستہ پڑھنے کی صورت میں قراءت شروع کردے تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہو اسلئے شارح نے
متن کی عبارت کو قول صحیح کیطرف پھیر دیا وقیل فی المخافتۃ یثنی اور بعضوں نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت میں ثنا پڑھے لیکن صحیح اس قول کا ضعیف ہے
کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قراءت ساقط ہوگئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہے بطریق اولی ساقط ہونی چاہئے ولو ادرکہ راکعا او ساجدا
ان اکبر رایہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھ کر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑھ لے طحطاوی نے نہر الفائق
سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا تو تحریمہ کہکر رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ میں پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ میں شریک ہو
اور یہی حال قعدہ کا ہے وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذہب اور جب ہی کہ دعا شروع پڑھ چکے ثنا کی پڑھ چکے شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کے لفظ
بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا میں اور اس میں تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کہے
اگرچہ ہدایہ میں استعیذ لکھا ہے سرا فیہ ای الاستفتاح ایماء فاضل النتائج اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا کہ سرا ثنا پڑھنے کی طرح ... دونوں کو آہستہ پڑھے

تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم میں تنازع کرتے ہیں فاعل اور مفعول ہونے میں ویسے لفظ سرا دونوں تعوذ اور قرأت کے بعد دونوں کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نہ لکھا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز او حال میں نہیں ہوتا اور سرا یہاں حال ہے یا مفعول مطلق فعل محذوف کا (لقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قبل اکمالها تعوذ ویعیدها فی ان بشاء نہا ذکرہ الحلبی) اعوذ پڑھے قرأت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا پڑھنا یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یوں کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم شامی نے کہا کہ یہ مسئلہ خلاصہ میں مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ قرأت کو جو فرض ہے چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہے پس تحقیق اس باب میں یہ ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر میں بیان کی ہے کہ اگر تکبیر کے بعد قرأت شروع کر دی اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنیکا موقع جاتا رہا (ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرۃ ای لا یسن فاحفظ) اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرۃ یعنی اعوذ پڑھنا اسکو مسنون نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرأت قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبادت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا (فیاتی به المسبوق عند قیامه لقضاء ما فاته لقراءۃ لا المقتدی لعدمها) پس اعوذ پڑھے مسبوق جسوقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اسکو باقی نماز میں قرأت پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرأت کے (ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءۃ بعدها) اور امام اعوذ کو عید کی تکبیروں سے پیچھے پڑھے بوجہ قرأت پڑھنے کے بعد تکبیروں کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرأت کا تابع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع ہے تو انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا چاہیے اس صورت میں تکبیروں سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ میں اسکو صحیح کہا ہے مگر قاضی خان اور ہدایہ و کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہے اور شرح منیہ میں کہا کہ اسی پر ہم لیتے ہیں کذا فی الشامی (وکما تعوذ سمّی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ و وضوء سرا فی اول کل رکعۃ ولو جهریۃ) اور جیسا اعوذ پڑھے ویسے ہی غیر مقتدی یعنی امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو میں مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت بسم اللہ کی نہیں بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع میں آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرأت نہیں پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع میں اسلیے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہے اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز میں پڑھے نہ جہری میں حالانکہ یہ قول غلط ہے کذا فی الطحطاوی (لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا) نہیں مسنون ہے بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان میں مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا دوسری اگرچہ نماز سری ہو اور نہیں مکروہ ہے بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ اسلیے مکروہ ہونیکی نفی کی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کی آیت ہے تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ خلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی میں تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہے (وما صححه الزاهدی من وجوبها ضعفه فی البحر) اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونیکی یعنی الحمد کے شروع میں تصحیح کی ہے اسکو بحر الرائق میں ضعیف کہا ہے اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب کا ہے جو متون اور شروح اور فتاوی میں مذکور ہے اور نہر الفائق میں کہا حق یہ ہے کہ دونوں قول مرجح ہیں (وهی آیۃ واحدۃ من القرآن کله انزلت للفصل بین السور) اور بسم اللہ ایک آیت ہے تمام قرآن میں سے اتری ہے سورتوں میں جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع میں تبرک کے لیے مذکور ہے کذا فی النہر (بعض آیۃ اجماعا تو جو سورہ نمل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکڑا ہے بالاتفاق یعنی شروع آیت انه من سلیمان سے ہے اور انتہا وأتونی مسلمین پر (ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الاصح) اور بسم اللہ الحمد کا جز نہیں اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول میں ہم شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ اسنے لکھا ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہے اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہیں تو انکے خلاف دفع کرنیکو فی الاصح کہنا فقہا کا دستور نہیں (فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بها احتیاطا) پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہیں جائز ہے صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ہم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونوں مسئلوں کی علت ہے یعنی چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن میں اسکا جز معلوم ہوتی ہے

۱۱۲

اسلیے احتیاطاً اسکا پڑھنا جنب کو حرام ہوا اور اس وجہ سے کہ امام مالک اسکو قرآن نہین کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹھہرا اسلیے احتیاطاً یہ نہین ہوئی کہ
اس سے نماز جائز ہو کیونکہ فرضیت قراءت یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہوگی و لم یکفر جاحدہا للشبہۃ اختلاف مالک فیہا اور بسم اللہ کا منکر
کافر نہین اس وجہ سے کہ اسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہے یعنی اس شبہہ سے قطعی قرآن نہ رہا کہ اسکا منکر کافر ہوتا و کما سمی قرأ المصلی لو اماما او منفردا
الفاتحۃ او بسم اللہ پڑھتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقرأ بعدہا وجوبا سورۃ او ثلث آیات ولو کانت الآیۃ او
الآیتان تعدل ثلث آیات قصارا انتفت کراہۃ التحریم ذکرہ الحلبی و لا تنتفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورۃ
قرآن کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتین برابر ہون تین چھوٹی آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہوجائیگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے اور کراہت
تنزیہی دور نہوگی اگر مسنون قراءت سے کم سورۃ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے بعد فرضون مین افضل ایک ہی سورۃ کا پڑھنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا
تب بھی کراہت نہین اور قراءت مسنون یہ ہے کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھے اور عصر و عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی
و امّن بالمد و القصر و الامالہ اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ ہم آمین بمد کے ساتھ بروزن یاسین تو امین قصر کے ساتھ آمین
بروزن قرین ہے اور امالہ کے ساتھ امین بروزن سکین ہے ان تینون طرح سے کہنا جائز ہے و لا تفسد بمد مع تشدید او حذف یا بل بقصر مع احدہما ولانہا
[illegible] اور نماز فاسد نہین ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف یا کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور
مد سے دونون کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہے کہ اسمین مین ہی تنہا ہون اور کسی نے نہین بیان کی ہے حاصل یہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتین شارح نے بیان کی
پانچ سے نماز فاسد نہین ہوتی اور تین سے فاسد ہوجاتی ہے جنسے نہین ہوتی انکو پہلے بیان کر دین تو اول یہ بیان کرتے ہین انکے وزن کے چوتھی صورت امین
کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنی آمّین بروزن ضالین پانچوین صورت الف کو ممدود پڑھنا اور یا کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن
پانچون صورتون مین نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ قرآن مین یہ الفاظ یعنی امین اور آمین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتین نماز
کی مفسد ہین اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف یا یعنی امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید یا
حذف دونون کے ساتھ یعنی آمّن یہ الفاظ قرآن مین نہین ہین اسلیے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنی الف کو مقصور پڑھنا مع
تشدید یا اور حذف دونون کے یعنی امّن تو اگر شارح یون کہتا او بہا لا بقصر معہا تو سب آجاتے الامام سرا کالماموم و منفرد ولو فی الجہریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ
فی نحو جمعۃ و عید اور آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز جہری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی
سے یا بواسطہ سننے مثل جمعہ اور عید مین یعنی انبوہ کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ہم امام مالک کے نزدیک
آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام و مقتدی دونون پکار کر کہین اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہین اور بعضون نے کہا
مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سنے کذا فی الشامی واما حدیث اذا امن الامام فامنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ
بل یحصل بتمام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور صحیحین کی حدیث مین آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا
فرشتون کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدیون کا آمین کہنا خبر معلوم الوجود پر معلق ہوا اسلیے امام سے سننے پر
موقوف نہ رہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہین تو جسکی آمین
موافق ہوگی فرشتون کی آمین سے اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ہم صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہین اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہین حالانکہ یہ حدیث کے

مخالف ہے تو شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ حدیث میں آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر معلق کیا ہے یعنی جگہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہے بدلیل دوسری حدیث
کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہے کہ جب امام کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہیں بلکہ الحمد کی تمامی
معلوم کرنے پر ہے خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطاً ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرأت سے فارغ ہوتے ہی رکوع
کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہے کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہوں ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیر الرکوع اور مکروہ نہیں قرأت کا ملا دینا
رکوع کے اللہ اکبر میں یعنی آخر حرف قرأت کو لام اللہ اکبر میں ملانا مکروہ نہیں مثلاً سورہ الم نشرح کا خاتمہ فارغب ہے تو اگر اسکی ب کو اللہ اکبر میں زبر سے ملا کر پڑھیگا تو مکروہ
نہ ہوگا ہم شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب میں تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر آخر سورہ میں ثنا ہو مثلاً کبرہ تکبیرا تو ایسی صورت میں ملانا بہتر ہے [illegible]
کو ترک کا خیر کو ساکن [illegible] ملانا بہتر نہیں ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قرأت میں سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اسکو جھکنے
کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے معتمد یہی ہے کہ سب قرأت کو پوری کر کے رکوع کرے
ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دے تاکہ گھٹنوں کو
لیے یعنی تاکہ گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھوں کا رکھنا اور انکے گھٹنوں کا پکڑنا اور انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے [illegible]
ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکس راسہ اور مسنون ہے رکوع میں اپنے دونوں گھٹنوں کا ملانا اور دونوں پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا
اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے ابھارے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر کو پشت کے برابر رکھے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیوں کو کمان کی طرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ الیتین کو تفسیر کے پیشتر لاتا تاکہ وضع او زانو کے [illegible]
کو شامل ہوتا اور یہ سنتیں مردوں کے حق میں ہیں اور عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں اور انگلیاں نہ پھیلا دیں بلکہ ملی رکھیں اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں
یعنی پکڑنا انکو مسنون نہیں اور اپنے گھٹنوں کو جھکا لیں اور بازوؤں کو علیحدہ نہ کریں ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع میں تسبیح کہے اور
کم سے کم تسبیح تین بار ہے پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا ہم امام احمد کے نزدیک ایکبار تسبیح واجب ہے اور [illegible] کی طرف مائل ہوئے
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہے رکوع یا قرأت
کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز میں ملجاوے یعنی اگر امام اسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں طول اسلئے
ہے کہ دوسرے مقتدیوں پر بار ہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہے ولو اراد التقرب الی اللہ تعالیٰ لم یکرہ اتفاقاً لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرأت یا رکوع سے صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملنا تو مکروہ نہ ہوگا بالاتفاق مگر خاص تقرب الٰہی کی
نیت ہونی کمیاب ہے اور یہ مسئلہ مسئلہ ریا [illegible] تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یتفرع علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع
والسجود قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک [illegible] اور جان کہ ارکان میں امام کی پیروی لازم
ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہوگی
جسقدر تسبیح رہگئی ہو اسکو ترک کر کے امام کے ساتھ ہی سر اٹھا لے اور اسی طرح حکم ہے اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی [illegible] پیشتر سر
اٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہے پھر سے رکوع میں چلا جاوے اگر پیچھا رہیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور [illegible] نہ گنے کیونکہ وہ بارہ کا
رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہے نہ جداگانہ مستقل کذا فی البحر بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز
بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو

امام کے سلام کے سبب سے واجب ہوئے التحیات کے اور اگر التحیات پوری نہ کریگا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیگا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا کیونکہ اگرچہ التحیات واجب ہے متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کا کرنا بلا کراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا کہ نماز درست ہوگی کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل نہ جائیگی بلکہ اس میں تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت ہو جائیگا اور یہی اظہر ہے شامی میں ہے والسلام والدعا فی القعدۃ الاخیرۃ تابعہ لانہا سنۃ والناس عنہا غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی التحیات کی دعائیں پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ وہ مسنون ہیں واجب نہیں ہیں اُنکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہیں یعنی دعائیں پڑھتے رہجاتے ہیں امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لیے واجب میں تاخیر کرتے ہیں شامی نے کہا کہ دعا میں درود بھی داخل ہے [illegible] میں رکوع میں جھکتا پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاوے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے [illegible] اولیا ء المقدون الا انقضیٰ ولو اکثرھم [illegible] اگر قومہ کو امام سے پہلے اداکریگا یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کی جگہ [illegible] [illegible] فالا فاسد ہوگی [illegible] قوالان اور کیا ہے [illegible] کے ساتھ کہتے ہیں کذا فی الشامی [illegible] بہ الامام [illegible] سمعہ پر امام اور مقتدی [illegible] اللہم ربنا ولک الحمد [illegible] ہیں اور یہ جو کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو [illegible] ربنا ولک الحمد میں حذف کرنا واو کا یعنی اللہم ربنا لک الحمد [illegible] حذف کرنا اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد شامی نے کہا کہ [illegible] صورت یہ کہ اللہم اور واو دونوں محذوف ہوں یعنی ربنا لک الحمد اور واو میں اختلاف ہے بعض زائدہ کہتے ہیں اور بعض واو عاطفہ [illegible] المنفرد [illegible] التحمید [illegible] مستویا اور ان دونوں کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب یہی ہے سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہو کر قائم مستویاً اما [illegible] واجب اور فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اس وجہ سے کہ پیشتر گزر چکی کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول [illegible] واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہے بقول امام ابو یوسف کے کذا فی الطحطاوی [illegible] من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجہہ مقدما انفہ لما مر بین کفیہ باعتبار الاخر الرکعۃ [illegible] ساتھ ہی اور سجدہ کرے اس طرح کہ اپنے دونوں گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر نہ [illegible] مضائقہ نہیں پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اس طرح کہ پہلے ناک رکھے اسی دلیل سے کہ گزری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں اور اسی اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اعتبار سے اول پر یعنی شروع رکعت اول میں تحریمہ کے وقت سر دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں تھا آخر میں بھی ویسا ہی ہو جاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتوں کو اول پر قیاس کر لیا [illegible] اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کی طرف متوجہ رہیں ولیکن نہ وضع ہو اور عکس کرے سجدہ سے اٹھنے میں یعنی سجدہ سے سر اٹھاوے پہلے پیشانی اٹھاوے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بانفہ ای علی ما صلب منہ وجبہتہ حد ما طولا من الصدغ الی الصدغ وعرضا من اسفل الحاجبین الی القحف او زید سجدہ کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ میں اکتفا کریگا تو جائز نہ ہوگا بالاتفاق اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول میں ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض میں دونوں بھوؤں سے لیکر کھوپڑی تک اور بعضوں نے حد

پیشانی کی پھیلی ہے کہ بھوؤں سے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہے اور یہ حد وضع شرح ہے کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہے اور بعضوں نے کہا فرض ہے جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو مترجم کہتا ہے اس مین اختلاف ہے کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہے یا کسیقدر رکھنا اور راجح دوسرا قول ہے مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہے مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہے کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصاره فی السجود علی احدہما ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعه وعلیہ الفتوی کما حررناه فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہے اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے منع کیا ہے ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کی طرف صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہے کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہے وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون اور شرح ملتقی مین ہے کہ فرض ہے پانون کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کی طرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین م شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونون پانون زمین سے اٹھ جاوینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور برجندی اور قہستانی مین ہے کہ قبلہ رخ رکھنا پانون کی انگلیون کا سنت ہے اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے کما یکرہ تنزیہا بکور عمامته الا لعذر وان صح عندنا بشرط کونه علی جبهته کلها او بعضها کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہے سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہے بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہے لیکن اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ یہ کہ سر پر پیچ پر ہو اسلیے کہ اسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہے اما اذا کان الکور علی راسه فقط وسجد علیه مقتصرا ای ولم تصب الارض جبهته ولا انفه علی القول به لا یصح لعدم السجود علی محله اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اسپر اکتفا کرکے یعنے زمین کو نہ اسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہے سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہے تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا وبشرط طهارة المکان وان یجد حجم الارض والناس عنه غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین شرط ہے کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین م شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمه او فاضل ثوبه صح لو المکان المبسوط علیه ذلک طاهرا والا لا لم یعد سجوده علی طاهر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا بچا ہوا کپڑا پھیلا ہے وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہے گو دوبارہ پاک جگہ پر کرلے تو یہ بیان اسکے مخالف ہے اور یہ جو فرق کیا گیا ہے کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہے اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہے تو یہ وجہ بعید ہے وکذا حکم کل متصل ولو بعضه ککفه فی الاصح وفخذه لو بعذر لا رکبتیه لکن صحح الحلبی انها کفخذه اور اسی طرح حکم ہے ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اسپر سجدہ صحیح ہے بشرطیکہ اسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جزو ہو مثل اسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اسکی ران اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہے سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہے کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہے یعنی عذر سے اسپر سجدہ درست ہے اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکره بسط ذلک ان لم یکن ثمه تراب او حصاة او حر او برد لانه ترفع اور مکروہ ہے بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیے کہ یہ فعل تکبر ہے

شامی نے کہا اگر بقصد تکبر سمیٹا جائیگا تو کراہت تحریمی ہوگی والا تنزیہی فافہم ولم یحقق احدی ادیاس ہے نیکرہ تنزیہا وان خافہ کان مباحاً اور اگر سمیٹنا
بقصد تکبر نہ ہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نہ ڈرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس صورت میں سمیٹنا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف
کرے تو مباح ہوگا وفی الزیلعی ان وضع التراب عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی میں ہے کہ اگر سمیٹنا واسطے دور کرنے مٹی کے ہو اپنے چہرہ سے
تو مکروہ ہے اسلیے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنے کو ہے تو مکروہ نہیں کہ مال کی حفاظت ہے وصحح الحلبی عدم کراہتہ لسبلہ الخرقة اور
حلبی نے تصحیح کی ہے نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے ہم یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
ایک بچھونا بوریا خرما کا ساتھ ہوتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام عظیم سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے انکو منع
کیا امام صاحب نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اسنے کہا کہ خوارزم کا آپ نے فرمایا کہ کیا تم بھی سے سیکھتے ہو اور نہیں کہہ سکتا ہے کیا تم جانتا ہے کون جہانی میں پڑھتے ہیں کہا
کہ پڑھتے تو ہیں آپ نے فرمایا کہ اس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور فرش پر نا جائز حالانکہ زمین پر اُگی ہوئی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں ہے نمازی
کے بیٹھنے سے نہ پلیے ولا بسط القبا وحیل کیفرشت تافذیہ وسجد علیہ وبلیہ الاقرب الی التواضع اور اگر نماز کے لیے قبا کو بچھا دے تو اسکی آستینوں کو اور بچھاؤن
کے نیچے کرے اور سجدہ اسکے دامن پر کرے اسلیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی بنا سے کاذکر
ذاکر کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر ای ظہر مصل لصلاتہ ای التی یصلیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سے
سجدہ کرے پشت پر پڑھنے والے اسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ
سے شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول ہے آگے آتا ہے کہ سجدہ بعذر انبوہ دونوں کے
باعث رانوں پر درست ہے یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہے وان لم یصلہا بل صلی غیرہا اولم یصل اصلاً وکان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو
بلکہ اسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نمازہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہو مگر نمازی کے سامنے کشادگی ہو سجدہ کے لیے سجدہ ہو تو اسکا سجدہ
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہ ہوگا وشرط فی الکفایۃ کونہ ای المسجود علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض فالشروط خمسۃ اور شرط
کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنے والے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبی میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جاسے تو کل شرطیں
جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنے اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرض سجدہ کے لیے ہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور سجدہ کیے گئے کا
ایک نماز میں شریک ہونا چہارم سجدہ کرنے والے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پنجم مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی
علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر کالفخذین للضرورۃ لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسری کی
پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونوں رانوں پر
عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرضکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ والی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے جلالی سے
نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہ ہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع
القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی بنسبت کھڑی دو کھڑی اینٹوں کی
برابر اونچی ہو تو اسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہ ہوگا مگر انبوہ کے باعث سے جیسا کہ مذکور ہوا کہ
انبوہ کی حالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے والمراد لبنۃ بخارا وہی ربع ذراع عرض
ستۃ اصابع فمقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی اور اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ہے لمبی چوتھائی ایک ہاتھ کی چوڑی

انگشت ہوتی ہے تو مقدار دونون کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہے متوسط
ہاتھ سے ویظہر عضدیہ فی غیر زحمۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحاد ہم حتے کانہم جسد واحد اور
ظاہر کرے اپنے دونون بازون کو بدون ازدحام ہونیکی صورت مین اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونون زانوؤن سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جائے
یعنی ایک کو دوسرے پر سہارا نہ رہے بخلاف صفوف کے کہ انکا اندر اپنے بازو چپٹا سیے رکھے فضلی ہے کیونکہ اسلیے کہ مقصود صفون سے سب لوگون کا ایک
ہو جانا ہے یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہ مقصود بازون کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہے ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ وکرہ
ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پاؤن کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کیطرف اور مکروہ تنزیہی ہے اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہے اگر ایک پاؤن کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اٹھا لیا اسم طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہے تو اسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا ویسبح فیہ ثلاثا ثلاثا کما مرا اور تسبیح پڑھے یعنی سبحان ربی الاعلی کے
سجدہ مین تین بار چنانچہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمرأۃ تنخفض فلا تبدی
عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وحررنا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے
بازون کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین لکھا ہے کہ عورت
مرد کے مخالف ہے پچیس باتون مین صم شامی مین اُن مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہے ۱ عورت تحریمہ مین ہاتھ اٹھاوے
اپنے شانون کے برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵
رکوع مین تھوڑا جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا نہ دے ۷ رکوع مین ہاتھون کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھے
انکو پکڑے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکا لے ۱۰ رکوع مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنی اسمین بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین
اپنے دونون ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون پاؤن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ جب کوئی
امر نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردون کی طرح سبحان اللہ نہ کہے ۱۶ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتون کی جماعت مکروہ ہے ۱۸ عورتون کی جماعت کی
امام عورت بیچ مین کھڑی ہو نہ آگے بڑھکر ۱۹ مکروہ ہے اسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض
نہین لیکن اگر پڑھلیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت
کو مستحب نہین کہ نماز فجر خوب اجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے انکے
نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہے کہ عورت پاؤن کی انگلیون کو سجدہ مین کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ
کی ہین کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتون کی مردون سے صرف نماز مین ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل
مین مردون سے علیحدہ ہے جنکا بیان اشباہ کے احکامات مین ہے ثم یرفع رأسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع
کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہے سر اٹھانے مین کراہت تحریمی کے
ساتھ نہایت کم سر اٹھانا جسپر نام اٹھانے کا بولا جاوے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے محیط مین اتنا اٹھانا کافی ہے بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنے کے
ساتھ مثل تمام ارکان کے یعنی ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اٹھانا رکن ہے انکے نزدیک بھی سب رکن پائے جائینگے بل لو
سجد علی عود فنزع فسجد بلا رفع اصلا صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختہ پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اٹھانیکے تو صحیح ہے

یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ وصحح فی الہدایۃ انہ کان الی القعود اقرب جاز والا لا ورجحہ فی النہر والشرنبلالیۃ اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہو کہ سر اٹھانے مین
اگر نمازی بیٹھنے کے قریب ہو جائیگا تب تو سر اٹھانا صحیح ہو گا ورنہ درست نہوگا اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہو ثم السجدۃ الصلوٰۃ
تتم بالرفع عند محمد وعلیہ الفتوی پھر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہو سر اٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
پورا ہو جاتا ہو فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ مین کوئی بے وضو ہو جاسے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کا اعادہ آسیر چاہیے اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک وہ رکن پورا ہو گیا اسکا اعادہ نہین چاہیے کذا فی الطحطاوی کالتلاوۃ اتفاقاً فانہ یتم جیسے سجدۂ تلاوت سر اٹھانے سے پورا ہوتا ہو بالاتفاق امام و صاحبین
کے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدۂ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیون نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون ہوتا ہو
ویجلس بین السجدتین مطمئناً لما مر ویضع یدیہ علی فخذیہ کالتشہد منیۃ المصلی اور بیٹھے دونون سجدون کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ
کہنے کے اس دلیل کے باعث کہ مذکور ہو چکی یعنی یہ جلسہ یا سنت ہو یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے التحیات مین رکھتے
ہین کذا فی منیۃ المصلی ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد
محمول علی النفل اور دونون سجدون کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہین اور اسیطرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہین اور نہ لائے
اپنے رکوع اور سجدہ مین تسبیح کے سوا اور کچھ موافق مذہب کے اور جو ذکر یا دعائین کہ ان مواضع مین وارد ہین نفل نماز پر محمول ہین جو دعا دونون سجدون
درمیان ابوداود کی حدیث مین وارد ہی اللہم اغفر لی وارحمنی وعافنی واہدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہی اللہم ربنا لک الحمد ملء السموات
وملء الارض وملء ما بینہما وملء ما شئت من شیء بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک
الجد روایت کیا ہو اسکو مسلم اور ابوداود وغیرہ نے اور عین رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو یہ فرماتے اللہم لک
رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث مین دعاء سجدہ کو روایت کیا ہو کہ جب آپ سجدہ کرتے تو یہ فرماتے
اللہم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہو کہ یہ دعائین نفل پر محمول ہین یعنی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلون مین پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز مین یہ دعائین مستحب ہین اور فرض مین شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن کے
التزام سے کچھ ضرر بھی نہین گو مشائخ نے اسکی تصریح نہین کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہین اور قرات اور تسبیح اور تکبیر اور فرضون اور نفلون مین یکسان
ہی ہین تو یہ دعائین اگر یکسان ہون تو کیا حرج ہو ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئناً اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض علی صدور قدمیہ
بلا اعتماد وقعود استراحۃ ولو فعل لا باس ہو اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اٹھنے کے لیے اپنے دونون پانون کی چھاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دیئے
اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اولی سے سہارا دینا مراد ہی جیسا کہ بحر الرائق مین ہو مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا
بھی ہو سکتا ہو لیکن اسمین یہ خلل ہو کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہو ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہو اٹھنے کے وقت اپنا
ایک پانون آگے بڑھانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہا اذ لم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہو ان باتون مین جو گذر گئین یعنی
ارکان اور واجبات اور سنن مین دونون یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت مین ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار شروع ہوئے ہین اول رکعت
مین ولا یسن رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظراً للسعی اور مسنون نہین تاکید کے ساتھ اٹھانا اپنے دونون ہاتھون کا مگر سات جگہ
مین چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہی اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہین ہم رفع یدین حدیث مین سات جگہ مذکور ہی اور کلام مصنف اور نظم آیندہ مین آٹھ
جگہ شمار کیے ہین اسلیے شارح نے دونون مین مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث مین ایک فرمایا ہو اسلیے سات جگہ ہوئین اور مصنف و ناظم

نے شمار کر کے آٹھ کیا ہو اور سنت یہ ہی ہو کہ دونوں قبلہ رو رہیں تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ میں رفع یدین مستحب ہو و سنت ان کو کرۃ ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ
الافتتاح و قنوت الوتر و تکبیر العیدین و خمسۃ فی الحج استلام الحجر و الصفا و المروۃ و عرفات و الجمرات تین تو نماز میں ہیں یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید
کی تکبیروں کے لیے اور پانچ حج میں ہیں یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمروں پر کنکر مارنے
کے وقت جمع کیا علی ہذا الترتیب بالنص فقعس صمعج و بالنظم لابن الفصیح سے فتح قنوت عید استلام الصفا مع مروۃ عرفات و الجمرات - اور جمع کرتا ہوں ان مواضع کو
اس ترتیب سے کہ ہر ایک ذکر میں جو یہ لفظ فقعس صمعج ہے اس کے حروف اپنی جگہ سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف سے فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم میں ابن
الفصیح کہا ہو کہ ابن فصیح کا شعر جامع ہو فتح یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع سجدا و ادنیہ
کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ و یجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھوں کا اٹھانا
اول کے تین مقاموں میں یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیروں میں اپنے دونوں کانوں کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور
درمیانی جمروں کے کنکر مارنے میں ہاتھوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر اٹھاوے اور ہاتھوں کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیاں بوسہ میں حجر اسود کی طرف
اور کنکر مارنے میں کعبہ کی طرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہو گو تین مقاموں میں حج بھی داخل ہو اور جمرۂ اولی اور وسطی کو
اسلیے مخصوص کیا کہ جمرہ اخیرہ کے پاس دعا نہیں اسلیے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہو جسکے بعد کنکر مارنا ہو کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ و
عرفات فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں ہاتھوں کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا میں ہاتھوں
کا اٹھانا اور کسی چیز کی طلب میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہی فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے کے
برابر آسمان کی طرف پھیلاوے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہو ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہو تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کہیں متمکن ہو حق
دعا مانگتے ہیں وہ اوپر کی جانب ہو کذا فی الطحطاوی اور دونوں ہاتھوں میں دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحۃ لعذر کبرد یکفی
اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہو یعنی ایک طریق دعا کا دعا تضرع میں جو آگے آتا ہو اسمیں خنصر اور
بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہو اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح
شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھوں کا اپنے منہ پر پھیر لینا سنت ہو صحیح تر قول میں کذا فی الشرنبلالیۃ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ یجعل ظہر
کفیہ لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر میں ہو کہ دعا چار طرح کی ہو
اول دعا رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعا رغبت میں کرے جیسا کہ گزرا یعنی ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلاوے دوسری دعا
رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمیں ہتھیلیوں کی پشت اپنے منہ کی طرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ظہر
کفیہ [illegible] سہوا ہو شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ میں لفظ مذکور کا لحاظ کیا تیسری دعا تضرع ہو کہ اسمیں کسی چیز کی خواہش نہ کرے بلکہ
فقط صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الہی میں تیرا بندہ عاجز و مسکین و ذلیل و حقیر ہوں تو ایسی دعا میں اپنی خنصر اور بنصر کو بند
کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا پوشیدہ ہو جو اپنے دل میں دعا مانگے یعنی اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہیں ہے
کیونکہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہو تو دعا خفیہ نہ رہیگی کذا فی الشامی ولیعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسری فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا
وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے مرد اپنا بایاں
پاؤں بچھاوے اور اسکو اپنے دونوں سرین کے تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیوں کو کھڑے پاؤں میں قبلہ کی طرف کرے یہی سنت ہو فرض اور نفل میں

مع حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ سجدے میں پاؤن کی انگلیوں کو بھی حتے الوسع قبلہ رخ رکھے جسقدر ہو سکین آور نفل میں سنون ہونیکی قید اسلیے لگائی
کہ احسن ضعیف قول ہے کہ جیسے چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا
اطرافها عند رکبتیہ ولا یاخذ الرکبۃ ہو الاصح لتتوجہ الی القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائین ران پر اور پھیلا دے اپنی
انگلیان ہاتھون کی تھوڑی سی فرجہ رکھکر اور کرے انگلیون کے سرے دونون گھٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہے اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیان
سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین زمین کیطرف متوجہ ہوجاینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہے مگر افضل نہ پکڑنا ہے کذا فی الشامی عن الجد
ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون
کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار
المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور یہی مفتی بہ ہے جیسا کہ ولوالجیہ اور تجنیس
اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوون میں ہے مگر قول معتمد وہ ہے جسکی تصحیح کی ہے شارحون نے خصوصا متاخرین نے مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد
اور انکے سوا اورون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہے ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کیطرف
بلکہ درر البحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ مفتی بہ ہمارے حنفیون کے نزدیک یہ ہے کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کھلا رکھکر شامی نے
کہا کہ درر البحار اور اسکی شرح سے یہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کھلی ہون بلکہ غرر الاذکار مین تصحیح ہے کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہے سبابہ سے ترپن
کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہے امام اعظم
اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا اسطلاق اسکا بعد شرح سے نقل کرنا غلط ہے خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیون مین
دو ہی قول ہین ایک یہ کہ تمام التحیات میں یا اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کھلی رکھے اور جب اس کلمہ کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی
حرف لا پر سبابہ اٹھاوے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد و منصوص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں ثابت ہوا ہے اور
ہمارے تینون اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہے اور یہ جو شارح نے لکھا ہے کہ کھلی انگلیان رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام مین یہی مروج ہو رہا ہے تو ہم نے
کسی کو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بتبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین اگلون اور پچھلون کے مخالف ٹھہرا تو
جمہور علما ہی عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا
یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ
مین برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونون سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت
کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہمنے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے
اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اسکے صحیح ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اشارہ نکرنا خلاف ہے عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت جو کہا اسلیے کہا کہ
اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا اور معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے
خلاف ہے بلکہ اسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہے یعنی اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہے
اس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہے جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہے اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلا عمدہ ہے اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف
پڑتا ہے اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہے کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہین

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینوں امام اشارہ پر
متفق ہوگئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہوگیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ ترک کرے تو وہ
قطعاً تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی میں تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ
وہ سنت ہے اور علامہ نجم الدین زاہدی سے نقل کیا ہے کہ متفق ہیں روایتیں ہمارے تینوں اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور اسیطرح معدن شرح کنز میں ہے
ولفظ التشہد ابن مسعود وجوباً کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات
جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اسکو بحر الرائق میں لیکن کلام اور ونکا سواے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اس تشہد کے مستحب
۵۷ ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے میں ہے اور ایسیکی مثل ہے مجمع الانہر میں ہم التحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہے وہ شہادتوں پر اور جو ابن
مسعود کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان
محمداً عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اسکے حواشی میں خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز میں واجب ہے لیکن خصوصیت اسکی
ہے تو خاص اور نہر الفائق میں ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وتروں میں دعا قنوت واجب ہے اور الفاظ اللہم انا نستعینک سنت ہیں اور امام ابوحنیفہ کا
قول ہے کہ اگر التحیات میں کچھ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہیں اس سے تجاوز نہ چاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی قاصدا
بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے
الفاظ سے انکے معنی جو بطور انشاء کے نمازی کو مقصود ہوں یعنی انکا ایجاد اسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے
نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی میں ہم یعنی جو قصہ معراج میں واقع ہوا تھا اسکی حکایت
کا قصد نہ کرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوئے تو آپکو تحیت کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات)
یعنی جیسے کوئی بادشاہوں کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت میں مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کیں جناب
احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تمپر ہے اے نبی اور رحمت اور برکتیں اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضاے جود کریمانہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بہرہ ور ہوں عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خدا کا
ہم سب پر اور اللہ تعالی کے نیک بندوں پر ہو علینا میں سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نہ رہے و نعم ما قیل ؎ چہ غم دیوار امت را
کہ باشد چون تو پشتیبان * چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان * جب ملائکہ مقربین نے یہ جود و کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ و
اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے میں اس قصہ کی حکایت مد نظر نہ رکھے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ میں خود اللہ تعالی کی حضور میں تحیت پیش کرتا ہوں
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستوں پر سلام بھیجتا ہوں وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا الحکایۃ سلام اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود
مخصوصوں یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے
جو قصہ مذکور کیا اس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہا انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشہد میں یوں فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجاے ان محمدا عبدہ ورسولہ کے انہ رسول اللہ کہتے تھے ہم نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگوں سے مگر حافظ ابن حجر نے
انکو رد کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہیں کہ آپ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہاں اگر تشہد
سے اذان کی شہادتیں مراد ہوں تو یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر میں ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری میں سلمہ بن الاکوع کی حدیث میں بھی مذکور ہے

کہ آپ نے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ) فرمایا اگرچہ نماز کے باہر کا ذکر ہے نہ التحیات میں کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی
اجماعا اور زیادہ نکرے فرض میں التحیات پر کوئی چیز پہلے قعدہ میں سب کے نزدیک اور طحطاوی نے کہا کہ یہ قول حنفیوں اور امام مالک اور احمد کا ہے اور امام شافعی تو قعدہ
اولی میں درود کو لازم فرماتے ہیں پس شارح کو مناسب تھا کہ اجماعا کی جگہ بالاتفاق کہتا فان زاد عامدا کرہ فتجب الاعادۃ پس اگر التحیات میں کچھ جانکر زیادہ پڑھا تو
تو تشہد مکروہ ہوگا اور اس کو پھر پڑھنا واجب ہوگا او ساہیا وجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ لا لخصوص الصلوۃ بل لتاخیر القیام
یا بھولکر التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو اسپر سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ صرف اللہم صل علی محمد کہا مذہب مفتی بہ پر سجدہ سہو کچھ درود کی خصوصیت سے واجب نہیں
ہوا بلکہ قیام کے لیے دیر کرنے سے صرف اللہم صل علی محمد کہنے کا [illegible] کہا کہ بعض نے یوں کہا ہے کہ جبتک علی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور اسیکو اختیار کیا ہے قہستانی
امام حلوانی نے کہا کہ یہی بہت لوگوں کا قول ہے اور یہی اصح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جبتک اتنی تاخیر نہ ہو کہ ایک رکن ادا کر سکے تب تک سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور یہ مذہب امام اعظم کا اور
تاتارخانیہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہیں جبتک کہ تشہد پورا نہ پڑھے کذا فی الشامی ولو فرغ المؤتم قبل امامہ سکت اتفاقا واما المسبوق
فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتمم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیشتر التحیات پڑھ چکے تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ میں
اتنا ٹھہر ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرلے اور بعضوں نے کہا کہ پھر
کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا ہو تو امام اور مقتدی برابر ہیں واکتفی المفترض فیما بعد
الاولیین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو زاد لا باس ہے اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر جو دو پہلی رکعتوں کے بعد کی رکعات ہیں [illegible]
ہیں اسلیے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ اس میں پڑھیگا یعنی سورہ ملاویگا تو کچھ ڈر نہیں شامی نے کہا کہ اولی
یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں قراءت بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہیں تو سورہ زیادہ ملانا [illegible] کا خلاف اولی ہوگا [illegible]
قراءۃ الفاتحۃ وصحح العینی وجوبہا وتسبیح ثلثا وسکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود وہو الماثور
مختار یہ ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپکا رہے اور نہایہ میں
ہے چپکا رہنا بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپکا رہنے سے ظاہر روایت کے موجب برا نہوگا مختار اسلیے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضی اور حضرت
ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے ثابت ہے اور عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ راجح ہے وہو الماثور من السلف البحر [illegible]
اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو وجوب ہونے سے [illegible] سوال کا کہ صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں
پہلی دو رکعتوں میں تو الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور [illegible]
بدون ترک کے دلیل ہے وجوب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے [illegible]
کو پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرتوں سے اسکا مروی ہونا ایسا
ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور [illegible] میں مواظبت مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو اختیار
نہ دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی وافعل فی القعود الثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے
قعدہ میں پاؤں بچھاوے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی قید لگاتا
تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں قعدے یکساں ہیں اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کسطرح
پڑھیں انھوں نے فرمایا کہ یوں کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طریق درود کا موافق ہی بخاری و مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وقولہم زیادۃ فی العالمین وذکر انک حمید مجید اور درست ہی زیادہ
کرنا فی العالمین کا یعنے بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایتیں ہیں اور پہلے جملہ میں یعنے کما صلیت کے
بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں ہوا کذا فی الشامی اور درست ہی مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیسا کہ
اوپر مترجم نے دونوں جگہ لکھا ہی وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداء او صحیح یہ ہی کہ وہ مکروہ ہوتا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی میں ہو یعنی اگر بدون اللہم صل الخ کے شروع سے اللہم ارحم
محمداً وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہو گا اصطلاح اگر دونوں جملہ درود مذکور کے بعد یہ وارحم محمداً وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا قہستانی میں کہا کہ اس جملہ کا
ترک کرنا بہتر ہی احتیاطاً اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اسکا پڑھنا بدعت ہی اور اسکی وجہ غالباً یہ ہی کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی قوی
معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصراً وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہی
سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہی پس سیدنا کہنا
بنسبت اسکے چھوڑنے کے افضل ہی ذکر کیا ہی اسکو رملی شافعی وغیرہ نے مترجم کہتا ہی کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہی اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا
اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہی اس سے یہ غرض ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپ کے لیے سیدنا پڑھنا امر واقعی کا اظہار
ہے اور مقتضاے ادب ہی اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اسمیں آٹھ جا سیدنا پڑھنا چاہیے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہی اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
وما نقل لا تسودونی فی الصلوۃ فکذب وقولہم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضاً والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہی کہ نماز میں مجھکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہی اور بعض نے جو
لا تسیدونی یاء تحتانیہ سے نقل کیا ہی وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہی اور صحیح واو سے ہی کیونکہ اسکا مصدر واوی ہی وخص ابراہیم لسلامہ علینا اولانہ سمانا المسلمین اولان
المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلاً اور مخصوص کئے گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا
یا اس وجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہی جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کر رکھے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر یہ سوال کی یہ ہی کہ صلوۃ و برکت میں تشبیہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا سبب یہ ہی
کہ آپنے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوئم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالی خبر دیتا ہی (ہو
سماکم المسلمین) تو اسکے عوض میں ہماری طرف سے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہی کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کر لے جیسے
ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہی اور بعض لوگوں نے اور جواب بھی دیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہی کہ تشبیہ آپکے ساتھ اس وجہ سے ہی کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور فضائل میں تشبیہ باپ دادوں کے ساتھ مرغوب ہوتی ہی اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولوں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپکی
ملت سے ملتی جلتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ملۃ ابیکم ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو آپکی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہی (ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفاً) کذا فی
الشامی وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاہر او لرجوع لآل محمد او للمشبہ بہ قد یکون ادنی مثل نورہ کمشکوۃ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہو یعنی وجہ
شبہ خلت ہی یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہی جیسے قرآن مجید میں ہی کہ کہا حق تعالی نے اپنے نور کو ایسا جیسے قندیل میں چراغ ہم یہ بھی ایک
ہی سوال مشہور کا جو علماے قدیم و جدید کرتے ہیں اسکی تقریر یہ ہی کہ قاعدہ اکثریہ ہی کہ مشبہ مشبہ بہ سے وجہ شبہ میں ادنی ہوتا ہی اور یہاں یہ بات نہیں اسلیے کہ جو رحمت و برکت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہی وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلی ہی اسلیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہی کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود بھیجے
اللہ تعالی اسپر دس بار رحمت بھیجتا ہی اور اسکی دس برائیاں دور کرتا ہی اور دس درجہ بلند کرتا ہی اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے
اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہی جو موجب خلت ہی یا یہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی

پایا گیا [illegible] کبھی کم ہوتا ہے [illegible] جیسے قرآن مجید میں مشابہت نور الٰہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اس نور سے کچھ نسبت نہیں کیونکہ نور چراغ
محسوس اور واضح [illegible] تو وجہ تشبیہ میں [illegible] کر دیا [illegible] ابراہیم و آل ابراہیم علیہم السلام پر رحمت و برکت کا [illegible] جہانوں میں [illegible] اور مشہور تھا
[illegible] پس تشبیہ کر دیا گیا کذا فی الشامی [illegible] فرض [illegible] مرۃ واحدۃ اتفاقا کذا فی البحر [illegible] بالاتفاق [illegible]
[illegible] فرضیت درود کی [illegible]
قطعی [illegible] آیت [illegible] یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما [illegible]
[illegible]

اور الجفا کی یہ ہے (البعد من ذکرت عنده فلم یصل علیک) و شقاوت کی یوں ہے (من ذکرت عنده فلم یصل علی فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (البخیل من ذکرت عنده فلم یصل علی)
اور جفا کے الفاظ یوں آئے ہیں (من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علی) کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ثم قال فتقولون فی الفتاوی اختر وجوبها کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے
اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر میں ایک بار اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر و حرم عند فتح التاجر متاعه و نحوه اور حرام ہے وقت کھولنے تاجر
کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتوں میں یعنی مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ صورت یہ ہے کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترجیح منظور
ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہو گا تو مکروہ نہو گا اور اسی میں ملحق ہے ذکر اللہ تعالی کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج کرنا منظور ہو تو وہ بھی مکروہ
تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی و سنة فی الصلوة اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز میں یعنی قعدہ اخیرہ کے تشهد کے بعد و مستحبة فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب
امکان کے وقتوں میں یعنی جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسمیں درود پڑھنا مستحب ہے ہم علما نے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہے روز جمعه شب جمعه روز شنبه روز یکشنبه
روز پنجشنبه وقت صبح و وقت شام مسجد میں گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اوپر
مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں اور بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر میں دعا قنوت کے بعد لبیک سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا
ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا میں اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے
کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والیکو ہر پڑھنے والیکو ہر منگنی کرنیوالیکو ہر نکاح پڑھنے والیکو ہر نکاح پڑھوانیوالیکو سب ضروری کاموں کے پیشتر آنحضرت صلعم کا نام
لکھنے کے وقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع میں سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ میں موجود ہے و مکروهة فی صلوة غیر تشهد اخیر اور درود پڑھنا
مکروہ ہے نماز میں سوا اخیر تشهد کے کہ اسمیں مسنون ہے شامی نے کہا کہ مستثنی کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اسکے آخر میں درود مشروع ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور ایسے ہی نماز
جنازہ کو مستثنی کرنا چاہیے کہ اسمیں بھی درود مسنون ہے چاہیے درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر ساعت جگہ مگر مکروہ ہے حالت جماع حالت بول و براز و ترویج سلعه میں
لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعة فلذا استثنى فی النهر من قول الطحاوی ما فی التشهد الاول اور چونکہ سوا تشهد اخیر کے نماز میں
درود مکروہ ہے تو اسلیے نهر الفائق میں طحاوی کے قول سے مستثنی کیا ہے اس نام مبارک کو جو تشهد اول میں ہے یعنی بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود
واجب ہے مگر قعدہ اول میں باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی و ما فی ضمن صلوة علیه لئلا یتسلسل اور مستثنی کیا ہے اس نام کو جو ضمن میں
درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تاکہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہیں تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ
اس صورت کا بھی مستثنی کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرأت یا خطبہ میں سنے اسلیے کہ سننا قرأت اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قرأت
نہ چھوڑے بعد فراغت قرأت کے اختیار ہے چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصه فی درر البحار بغير الذاكر لحديث من ذكرت عنده فليصل علی بلکہ درر البحار میں درود کے واجب
ہونیکو خاص کیا ہے نام لینے والیکے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عنده کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعض علما نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہیں ہوتا درر البحار میں طحاوی کی طرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہے جو نام
مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف میں جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود نہ پڑھنے والے پر ہے مثلا (البخیل من ذکرت عنده فلم یصل علی) یعنی بخیل وہ ہے جسکے
سامنے میرا ذکر ہوا اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث میں من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجوب کی یہی وعیدیں
ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے و ازعاج الاعضاء برفع الصوت جهل وانما هي دعاء له والدعاء يكون بين الجهر والمخافتة كذا اعتمده الباقانی
فی کنز العفاة اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق میں دعا ہے اور دعا مانگنا درمیان میں جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنی نہ چیخ
کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہے باقانی نے کنز العفاة میں یعنی درود پڑھنے میں چیخنا اور ہاتھ پانون یا گردن کا ہلانا جہالت ہے فتاوی عالمگیری میں کہا کہ قرآن ١٤٠

سطر ٥ [illegible]

سنے اور عطا کے وقت میں آواز بلند کرنی مکروہ ہے و تحرم انہا فقد ترد کلمۃ التوحید مع انہا اعظم منہا و افضل لحدیث الاصفہانی وغیرہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدۃ فتقبلت منہ محا اللہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ فقیدہ المامول بالقبول اور باجی نے تصحیح کی ہے کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہیں
ہوتا جیسے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہیں ہوتا باوجود کہ کلمہ توحید درود شریف سے بزرگ اور فضل ہے کیونکہ جزو ایمان ہے درود شریف کے مقبول
ہونیکی وجہ یہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہے انس رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے مجھ پر ایکبار درود پڑھا اور وہ اس سے مقبول
ہوا تو اللہ اسکے اسی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث میں ثواب پر مترتب ہونے کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلا ہے کہ کوئی درود نامقبول بھی ہوتا ہے ہم درود پڑھنا
ایک عمل ہے جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہیں اسیطرح درود شریف کا بھی حال ہے مگر بعض محققین نے فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہے ایک ثواب کا ہونا
اپنے عامل کو تو اس تعلق میں درود کا حکم اور اعمال کا سا ہے کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ہے اسکے رعایت زیادہ کرنیکی حق میں اعمال کی بنسبت درود شریف نامقبول نہیں ہوا کرتا کذا فی الطحطاوی فیحرم الدعاء بالعربیۃ ومحرم بغیرہا نہر لنفسہ وابویہ واستاذہ المؤمنین
اور غیرہ ہیں درود کے بعد دعا پڑھے عربی میں اور حرام ہے دعا پڑھنا عربی کے سوا اور دوسری زبانوں میں دعا کرے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لیے جو
مسلمان ہوں ہم دعا درود کے پیچھے اسلیے ہوئی کہ جو کوئی دربار شاہی میں جاتا ہے تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہے اور بادشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص
اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی حرمت نہر الفائق میں
ذکر ہے اور تعلیل ہے کہ دوسری زبانیں ایسے الفاظ ہو سکتے ہیں جو منافی تعظیم ہوں کہتے ہیں الولوالجی نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبانیں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی
کذا فی الطحطاوی شامی نے بعد تحقیق کہا کہ غیر زبانیں دعا مکروہ ہے نہ حرام و یحرم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین ودفع شرہما او المستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ
قیل والشرعیۃ اور حرام ہے مانگنا تمام عمر کی عافیت کا یعنی سب مرضوں سے یا بہتری دونوں جہان کی اور دور ہونا دونوں جہان کی برائیوں کا یا آدمی کی عادت کے
خلاف جو محال ہیں جیسے اترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال چیزیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں ہم سب مرضوں سے
عافیت کا مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالی نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جسکا فائدہ اسی کی طرف عائد ہوتا ہے تو دعا سے آدمی اس حکمت کو باطل کیا چاہتا
اور خیر دارین کی طلب اسلیے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شر اسپر ضرور آویگی مثلا جان کندنی کی سختی ہاں اگر خیر سے یہ ارادہ کریگا کہ جو امر اللہ تعالی
کے نزدیک اسکے حق میں خیر ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے اللہم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ
وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی بتصرف والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبہم بحر اور حق یہ ہے کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہے نہ سب مومنین کے
انکے سب گناہوں کے بخشے جانیکی کذا فی البحر یہ رد ہے امام قرافی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے انکی عدم مغفرت
کی خبر دیدی ہے پھر دعا سے مغفرت سے اللہ تعالی کا اس خبر میں جھوٹا کرنا ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلیے کہ اس دعا
تکذیب ان صحیح حدیثوں کی لازم آتی ہے جنمیں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنے گناہوں کے سبب سے بالضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہے کہ دعا سے مغفرت کافر
سے کافر نہیں ہوتا بلکہ گنہگار ہوتا ہے کہ دشمنان خدا و رسول کے لیے بہتری چاہتا ہے اسلیے دعا مذکور حرام ہے نہ کفر اور مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت عقلا جائز ہے کیونکہ
آیت (ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا) کے تو جائز ہے کہ فردا فردا شفقت برادران دینی کی جہت سے انکے لیے بھی دعا مانگے جو
جائز الوقوع ہو گو نفس الامر میں واقع نہ ہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس دعا پڑھے ان دعاؤں
سے جو مذکور ہیں قرآن اور حدیث میں نہ انسے کہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہوں طحطاوی نے کہا کہ قرآنی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہونیکی اسمیں نکرے اسلیے کہ قراءت
قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے ہم دعا مسنون نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو کوئی دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز میں اسکو پڑھوں آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی اللّٰہم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر
الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم تو بہتر ہے کہ اسکو پڑھا کرے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرے [illegible] ولا یسئال المصلی [illegible]
[illegible] الا القرآن او ما لیس فی القرآن [illegible] احتمال [illegible] بقدر التشہد [illegible] باب میں فقہا کا کلام [illegible]
[illegible] کا کہ نہیں [illegible] اور مختار یہ ہے کہ قول حلبی کے یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث میں ہو وہ مفسد نماز نہیں ہے اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث میں
[illegible] ہو تو اگر اسکا مانگنا مخلوق سے محال ہے مثلاً اغفر لی یعنی بخش میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہ ہوگی اور اگر اسکا مانگنا مخلوق سے محال نہ ہوگا جیسے یوں کہنا
[illegible] مفسد نماز ہوگی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التحیات سے پیشتر ہو ولا تفسد [illegible] بسوال المغفرۃ مطلقا
[illegible] الرزق [illegible] ولا بسئوال [illegible] اور اگر مقدار التحیات سے پیشتر پڑھے بلکہ اسقدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہو جاتی ہے
[illegible] کراہت تحریمی کے ساتھ [illegible] نماز پوری ہوگی جیسا کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد نہ ہوگی دعائے مغفرت سے مطلقاً یعنی خواہ وہ دعا قرآن
میں ہو یا نہو اگرچہ دعا یوں کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہوگی نماز طلب رزق سے اگر اسکو مقید بمال وغیرہ سے نکریگا و اسطے [illegible]
رزق کے بندوں میں بطور مجاز کے ہے سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلیے لگائی کہ اسکے یاد ہونیسے قاعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ
میں واقع ہوگی اسلیے مفسد ہوگی اور طلب رزق میں مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہے بندہ صرف اسکا سبب یعنی مال پہونچا سکتا ہے تو
رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہوگی مثلاً یوں کہنے سے کہ الٰہی مجھکو مال روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار میں سبب رزق کا ہے نہ رزق اسلیے شارح نے بتلا دیا کہ رزق
دینے کا استعمال بندوں کے حق میں مجازا ہوا کرتا ہے نہ حقیقۃ ثم یسلم عن یمینہ و یسارہ حتی یری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے منہ پھیر کر داہنے اور بائیں کو اسقدر
کہ سفیدی اسکے رخسار کی پیچھے کے نمازیوں کو دکھائی دے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف کو منہ پھیرنے میں اور بائیں کی بائیں طرف کو پھیرنے میں ہم کو
سلام پھیرنے میں یہ کہنا ہے داہنے اور بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اور داہنے بائیں کو
منہ پھیرنا بھی سنت ہے کذا فی الحلبی اور وہ عکس سلم عن یسارہ فقط او لو تلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر الٹا کیا یعنی بائیں طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف
پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پہلا اپنے سامنے کیطرف تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیرے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف
کے ہو جائیگا ولو نسی الیسار اتی بہ ما لم یستدبر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائیں کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اسکو ادا کرے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول میں
اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ہے کہ سلام کو ادا کرے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کر لی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحر الرائق
کا قول نکلجاوے وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برہان وقدر تنقطع ہو جاتی ہے تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنی و جہا
نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ اقتدا امام ہو جاتا ہے سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیۃ ما شرع فی الصلوٰۃ مثنی فللواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما
یحصل بالمثنی وتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جو چیز نماز میں دو دو شروع ہوئی ہے تو انہیں سے ایک کے لیے حکم دو کا ہے
اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہو جاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنی اگر قعدہ
اخیرہ کو بھول کر [illegible] کھڑا ہوگیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جب تک رکعت زائد کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہو جائینگے الامام ان اتم التشہد کما مر اور مقتدی سلام پھیرے
امام کے ساتھ اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی التحیات پوری کی ہو تو اسکو پوری کرکے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہے اور متابعت امام بھی واجب ہے
[illegible] دوسری ترجیح اول [illegible] کذا فی الحلبی فلا یخرج المؤتم بخروج الامام بل بتسلیمہ وحدہ عندہ الا انتقالا حرمتہا فلا تسلم اور نہیں نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے سلام
[illegible] اگر [illegible] ہوجاتے [illegible] مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا [illegible] حرمت نماز کے تو سہو [illegible] مقتدی سلام نہ پھیرے [illegible]

[illegible] الٰہی مجھکو [illegible] مال [illegible] ہاتھ [illegible]

کر قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہو گئی فاسد نہ ہوئی تو ایسی صورتوں میں مقتدی نماز سے باہر نہ ہوگا بلکہ سلام
پھیر لاوے اور قہقہہ اور قصداً حدث نماز کے مفسد ہیں تو چونکہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیے کچھ ضرر نہ کرینگے اور سلام کا پھیرنا بھی واجب نہ ہوگا نہ امام پر نہ مقتدی
پر کذا فی الشامی ولو اتمہ قبل امامہ فتکلم جاز وکرہ فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کر لیا پھر بول چالا تو نماز درست
ہو گئی اور یہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ اتباع امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد
ہو جائیگی مقتدی کی نہ ہوگی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہو گیا ہے کالتحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیہما بعدہ وسلام کا پھیرنا مثل تکبیر تحریمہ کے
امام کے ساتھ ہی نہ پیچھے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام میں یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو اور مسنون سلام پھیرنے میں یہ کہتا ہو السلام علیکم
ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصرح الحدادی بکراہۃ علیکم السلام وانہ لا یقول ہنا وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہے کہ علیکم السلام کہنا مکروہ ہے اور تصریح کی
اور اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نہ کہے یہاں سلام پھیرنے میں بلکہ یہ لفظ التحیات میں ہے وجعلہ النووی بدعۃ ورده الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے
بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد میں بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہو چکا ہے پھر بدعت کیسے کہا جاسکتا
وفی الحاوی انہ حسن اور حاوی قدسی میں ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے وسن جعل الثانی اخفض من الاول خصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور
سنتوں میں ہے دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کرنا منیہ میں اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونوں برابر سلام پھیریں
اور ثابت رکھا ہے منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوٰتہ ولو جنا او نساء اما سلام التشہد فیعم
لہم بالخطاب وبحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے اون لوگون کی جو اسکے داہنے اور بائیں جانب
نماز میں شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہوں اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہے سب مسلمانوں پر پس نہ خطاب سے اور نیت کرے فرشتوں محافظوں کی
دونوں سلاموں میں بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیاء علیہم السلام پر بدون شمار کے ہے محافظ فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ہر شخص کے
ساتھ دو ہیں اور بعضوں کے نزدیک چار اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحوں میں ہے کذا فی الشامی و
وقدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملائکۃ وعوام بنی آدم وہم الاتقیاء افضل من عوام الملائکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ
کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیوں کو مقدم کیا فرشتوں سے اسلیے کہ مختار یہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیاء ہیں وہ سب فرشتوں
سے افضل ہیں اور بنی آدم میں کے پرہیزگار عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور مراد پرہیزگاروں سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق جیسا کہ
بحر میں روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اور کتاب روضۃ العلماء امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اسمیں لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیاء سب
مخلوق سے افضل ہیں اور انمیں سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیاء کے سب مخلوق سے افضل خواص ملائکہ ہیں یعنی جبریل اور اسرافیل اور میکائیل اور
عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتوں سے افضل ہیں اب اسکے بعد اختلاف
ہے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام باقی فرشتوں سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانوں سے افضل ہیں غرض کہ بشر تین قسم ہیں
خواص مثل انبیاء اور اوساط مثل صحابہ وصلحاء اور عوام مثل باقی لوگوں کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو انکے سوا ہیں تو فضیلت بالاتفاق تین
درجہ تک ہے یعنی سب میں افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائکہ پھر اوساط البشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائکہ سے
اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائکہ افضل ہیں کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملائکۃ واوساطہم
عند اکثر المشائخ میں کہتا ہوں اور مجمع الانہر میں بہ تبعیت قہستانی مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور اوساط البشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے کہ اکثر

منقول ہے کہ نزدیک ہمارے شامی نے کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے تو اسمیں اور درر وضعہ کی عبارت میں کچھ منافات نہیں اتنا فرق ہے کہ اسمیں ادنیٰ بشر کا ذکر نہیں
کیا اسوجہ سے کہ اسمیں اختلاف ہے چنانچہ اوپر بیان ہوا اور الخ تغیر الحفظة قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہیں یا نہیں اسمیں دو قول ہیں ہم بعض علما فرماتے ہیں
کہ بدلتے رہتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں بخاری و مسلم کی وارد ہے کہ تمہارے پاس رات کو اور دن کو فرشتے باری باری آتے ہیں اور نماز صبح اور عصر میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جو تم میں سے ہوتے
ہیں وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں الحدیث اس حدیث میں قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علما سے نقل کیا ہے کہ مراد ان فرشتوں سے محافظ یعنی کراما کاتبین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ
دونوں فرشتے آدمی کی زندگی تک نہیں بدلتے اسلیے کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے مقرر کیے ہیں
کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے تو وہ جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ فلانا شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ جاویں اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میرا آسمان
فرشتوں سے بھرا ہے جو میری تسبیح پڑھتے ہیں پھر وہ عرض کرتے ہیں کہ تو ہم زمین میں ٹھہریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری زمین میرے مخلوق سے بھری ہے جو مجھکو پاکی سے یاد
کرتے ہیں پھر وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اب ہم کہاں رہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور انسب کو میرے بندہ کے لیے
قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقه کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوٰة اور علیحدہ ہو جاتا ہے آدمی سے لکھنے والا برائیوں کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور
نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت میں بحرالرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا میں دونوں فرشتے کرتے ہیں چنانچہ شیخ جوہرہ میں ہے تو پھر
تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہے ہاں نماز میں چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہیں پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اُسکا گنجائش رکھتا ہے والمختار ان کیفیة الکتابة والمکتوب فیه
مما استاثر الله بعلمه اور مختار یہ ہے کہ کیفیت فرشتوں کے لکھنے کی اور جس چیز میں وہ لکھتے ہیں اُسکا حال اُن اشیاء میں ہے جنکا علم اللہ تعالیٰ کو مخصوص ہے ہذا نعم فی حاشیة الاشباہ یکتب
فی رق بلا حرف کثبوتها فی العقل وهو احد ما قیل فی قوله تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہاں حاشیہ اشباہ میں ہے کہ کاتب اعمال ورق میں بدون حرفوں کے
لکھتے ہیں جیسے معلومات عقل میں بدون حرفوں کے رہتے ہیں اور یہ قول ایک ہے اُن اقوال میں سے جو اس آیت کی تفسیر میں کہے گئے ہیں (والطور وکتاب مسطور
فی رق منشور) یعنی قسم ہے طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق میں یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اُسکے مقابل کے لکھنے کی
ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیره انهما یکتبان کل شئی حتی انینه اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اس امر کی تصحیح کی ہے کہ وہ دونوں فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہیں یہانتک
کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہیں شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ضروری چیزوں کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہیں قلت وفی
تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامة میں کہتا ہوں اور تفسیر دمیاطی میں ہے کہ مباح چیز کو برائیوں کا کاتب لکھتا ہے اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم
اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونوں کاتب ہر چیز کو لکھتے ہیں اب اُسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں ثواب ہو دوم وہ جنمیں عذاب ہو سوم مباح جنمیں
نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہے اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضاً تکتب
اعماله الا ان کاتب الیمین کالشاهد کاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی میں جو اخوین کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ کافر کے اعمال بھی لکھے جاتے ہیں
مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہے بائیں پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بدہی لکھے جاتے ہیں تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہے اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ گویا بائیں کا
گواہ ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہے اور اسمیں کازرونی کی جگہ حازمی بجا مہملہ و زا معجمہ و میم در آخر ہے اور یہی صحیح ہے وفی البرهان ان ملئکة اللیل
غیر ملئکة النهار وان ابلیس مع ابن آدم بالنهار وولده باللیل اور برہان میں ہے کہ رات کے فرشتے غیر ہیں دن کے فرشتوں کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری اور یہ کہ
ابلیس ہمراہ آدمی کے ساتھ رہتا ہے دن کو اور اُسکی اولاد ساتھ رہتی ہے رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد میں کئی قول ہیں بعضوں کے نزدیک اُسکی جورو ہے جو بچے
اور بعضوں کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکی ایک ران میں علامت نر ہے اور دوسری میں علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہے وفی صحیح
مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل الله به قرینه من الجن وقرینه من الملئکة قالوا وایاک یا رسول الله قال وایای ولکن الله اعانني علیه فاسلم روی بفتح المیم وضمها او صحیح مسلم میں ہے کہ

کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس پر خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ہو اسکا ساتھی شیطانوں سے یعنی جو برائی پر دلالت کرتا ہے اور اسکا ساتھی فرشتوں سے جو خیر پر دلالت کرتا ہے لوگوں نے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھ پر بھی ہے اور میں مقرر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجکو اسپر غالب کر دیا ہے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے اب سوائے خیر کے اور بات مجھ سے نہیں کہتا شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونوں سے مروی ہے میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمہ میم سے تو ترجیح رانی ہوگی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مصدر سلامت سے ہوگا تب یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو میں اس سے بچا رہتا ہوں ویزید الیکم السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ ولو ادہ فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتوں کی نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے امام پر داہنی طرف کے سلام میں اگر امام داہنی طرف ہو ورنہ بائیں طرف کے سلام میں نیت امام کی کرے اور اگر امام اسکے سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط لعدم الکاتبین الی ان یموت اور منفرد صرف محافظ فرشتوں کی نیت کرے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے الکتبۃ نکہا حذف کیا تاکہ عام ہو وے اس لئے کہ لڑکے کے ساتھ کاتب اعمال نہیں ہیں شامی نے کہا کہ حفظہ سے مراد فرشتوں سے محافظین ہیں اعمال لیکن یہ صحیح ہے کہ اسکے حسنات لکھے جاتے ہیں اور انکا ثواب اسکو ملیگا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی الاتقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے کے لیے کاتب حسنات ہوتا ہے

یعنی لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہے اپنی جان کی کہ یہ نیت سلام میں قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت کی طرح ہو گئی ہے گویا کوئی کچھ نیت ہی نہیں کرتا بجز علماء کے اور انہیں بھی کلام ہے یعنی احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہوں اور نہ کرتے ہوں فی الواقع شارح کا قول درست ہے اگر اکثر آدمیوں سے پوچھو کہ تم نے اپنے سلام میں کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے اور پوری دعا یہ ہے (اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام) یعنی فرضوں کے بعد سنتوں کے دیر کرنے میں یہ دعا یا اسکے برابر کوئی اور پڑھے اس سے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلم اور ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالیں شامی نے کہا کہ احادیث میں جو وظائف بعد نمازوں کے آئے ہیں ان حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ سنتوں کے پہلے انکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہیں کہ بعد سنتوں کے پڑھے جاویں کیونکہ سنتیں فرضوں کی تابع ہیں اسلئے اجنبی نہیں ہیں تو جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرضوں کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ پڑھنا اوراد کا بیچ میں فرضوں و سنتوں میں یعنی دونوں کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجاوے تو خلاف دور ہو جاتا ہے یعنی جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہیں انکے قول اور حلوانی کے قول میں اختلاف جاتا رہیگا تو دونوں قائلوں کے نزدیک مقدار (اللہم انت السلام الخ) سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ میں کہتا ہوں اور میری یاد میں حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہے تھوڑے وظائف پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا باس کہا ہے تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہیں بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرا آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ ننانوے کلمے ہوئے تو سو پورا کرنے کیلئے ایکبار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیۃ پر تمام کرے کیفیت استغفار کی امداد الفتاح میں یوں ہے (استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ) اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث میں یوں وارد ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر) اور ان کلمات کو سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ میں ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ میں نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خانیہ کی عبارت اسپر دال ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضوں نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفوں کا توڑنا

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط میں تصریح کی ہے کہ صفوں کا پورا کرنا سنت ہے اور حلیہ میں کہا کہ ان سب کا مستحب ہونا ہے کہ نفل اپنے گھر
میں پڑھے اگر کسی بات کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد اور خانیہ میں ہے کہ مستحب ہے امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنی
نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامًا وخلفًا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ اور دونوں صورتوں میں امام کو
معتدل ولو لیمینا علی الاصح اور منیہ میں امام کو اختیار دیا ہے چاہے وہ داہنے کو پھرے چاہے بائیں کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں
کی طرف منہ کرے اگر جماعت اور کم ہو دوسرے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو کو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب ہے جو منیہ میں اختیار دینے کی وجہ
ہے جسمیں فرضوں کے بعد بیٹھنے اور لوگوں کی طرف منہ کرنے کی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے بعد بیٹھنا ہو اور وہی مردوں سے اگر قید اسلیے لگائی کہ بعض
لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو منہ کرے نہیں تو نہ کرے ان لوگوں کا قول بے اصل ہے اور یہ کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور
پڑھتا ہو تو یہ وغیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں کہا ہے کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منہ کرنے میں
کچھ کراہت نہیں تیسرا شخص بجائے سترہ کے ہو جائیگا جیسا فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے منہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی
پشت نمازی کیطرف ہو تو کراہت نہوگی اور شاید یہ ظاہر مذہب ہے امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی اسلیے قید نہیں لگائی کہ اسکا حال معلوم ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

فصل

یہ فصل ہے قرات کے احکام میں چونکہ اور ارکان کے نسبت قرات سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے الگ جدا بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان
زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور وجوب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر جماعت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا امام وجوب جہر کی
مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرا اعادہا جہرا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ
والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھ لینے کے تو فاتحہ کو پھر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے
کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اسکو ضرور نہیں بحر الرائق میں جو وجہ اعادہ کرنیکی
لکھی ہے کہ دوسرے کی اقتدا کی سبب سے جہر اسپر واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قرات کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک ہی رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہو جاتا ہے
حالانکہ یہ امر برا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہے اور
خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا جہر ضرور نہیں
کے امام ہونے کے واسطے کسی جا نہیں کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولی العشائین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے
نماز فجر میں اور مغرب و عشا کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونوں عید کی نماز میں اور تراویح میں اور تراویح کے بعد کے وتروں میں یعنی صرف رمضان
کے وتر میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت فی التقیید ببعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر میں کہتا ہوں
کہ مصنف نے جو وتر میں بعدہا کی قید لگائی تو اسمیں کلام ہے اسلیے کہ امام وتر میں جہر کریگا اگرچہ اسنے تراویح نہ پڑھی ہو یہ مذہب صحیح ہے جیسا مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول
سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر اس صورت میں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمیں جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ
تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اسکے بعد کے وتر بھی رمضان میں ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہے کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے نہ اور وتروں میں نعم فی القہستانی تبعا
للزاہدی لا سہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر افضل ہاں قہستانی میں بتبعیت زاہدی کے مذکور ہے کہ سوائے فرضوں کے اور جہری نمازوں میں آہستہ پڑھنے سے
سجدۂ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہاں جہر افضل ہے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے اس عبارت کے بعد یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یعنی

جہر یا جیسا کہ اکثر کتب معروفہ میں ہے ویسر فی غیرہا وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کافی اور آہستہ پڑھے نمازوں اور رکعتوں مذکورہ بالا
کے سوا میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نماز میں ترک کیا بسبب دفع کرنے ایذائے کفار کے کذا فی الکافی اور آپ شروع میں سب
نمازوں میں جہر فرماتے تھے اور مشرک آپکو ایذا دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی (ولا تجہر بصلاتک
ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا) یعنی نہ کل نمازوں میں جہر کرو نہ کل میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو
اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو اسلئے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونوں وقتوں میں ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب میں چونکہ کفار کھانے میں
مشغول رہتے اور عشا اور فجر میں سوتے ہوتے اسلئے ان تینوں وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ و عیدین آپ نے مدینہ منورہ میں قائم کی جہاں کفار کا زور نہ تھا اسلئے پکار کر
پڑھی کذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح ویتنفل بالنهار فانہ یسر [illegible] نفل پڑھنے والا دن کو وہ بھی آہستہ پڑھے ویخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل ویکتفی بادناہ ان ادی اور جو تنہا
تنہا پڑھنے والا ہے اس کو جہر کرنا اسکے لیے افضل ہے اسلئے کہ نماز باجماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنی بہت زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اس صورت میں ہے
کہ منفرد ادا نماز پڑھے وفی السریة یخافت حتما علی المذہب اور نماز سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یہاں تک کہ اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا [illegible]
منفرد فلو ام جہر [illegible] النفل الا فرض [illegible] مختار [illegible] آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں اسکا افضل پڑھنے والا تنہا ہے اگر امام ہو [illegible] افضل ہے کہ جماعت سے [illegible]
بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنی جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہو کذا فی الحلبی ویخافت المنفرد حتما ای وجوبا ان قضی الجہریة فی وقت المخافتة کان صلی
العشاء بعد طلوع الشمس کما ذکرہ المصنف بعد الواجبات قلت ورجحہ ابن الکمال فی شرح المنار [illegible] الاصح [illegible] آہستہ پڑھے منفرد بطور
وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلاً عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے بعد واجبات کے [illegible]
میں کہتا ہوں اور اسی طرح ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے شرح منار میں قضا کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھنا صحیح تر قول ہے [illegible]
قید اسلیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی الحلبی لکن [illegible]
وتمام [illegible] لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتوں نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں [illegible] جو شخص کہ جہر کی [illegible]
بنا دے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے [illegible]
مسبوق مثل منفرد کے ہے [illegible] فقہا کے اقوال میں واو فی الجہر اسماع غیرہ وادنی المخافتة اسماع نفسہ ومن بقربہ اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اسکے قریب ہو
کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصة پھر اگر ایک یا
دو آدمیوں نے قرات کو سنا تو جہر نہوگا جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصة مرقات نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو
چاہیے کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات
اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد
جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیة علی ذبیحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق
واستثناء وغیرہا فلو طلق او استثنی او لم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کا یہ کہ اپنا سنے اور پاس والے سنیں ہر ایک بات میں
جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہے مثلاً بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور وجوب ہونا سجدہ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ
طلاق دینے خواہ آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول میں صورت استثنا کی یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق
انشاء اللہ یعنی تو طلاق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر انشاء اللہ یعنی تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسی طرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہوگا

تو جب معلق ہو جائیگی اور غلام آزاد ہو گا اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے ادنی درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹھہرایا ہے گو اپنے آپ سنے یا نہیں لیکن کرخی کے قول کے
موجب سننا اسکو صحیح ہو گا کذا فی الشامی وقیل فی نحو البیع یشترط سماع المشتری اور بعضون نے کہا ہے کہ بیع جیسے تصرفات میں سننا مشتری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا
کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع سے مراد وہ معاملات ہیں جنمیں مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہوں ولو ترک السورۃ اولی العشاء مثلا ولو عمدا قرأہا
وجوبا وقیل ندبا مع الفاتحۃ جہرا فی الاخیرین لان الجمع بین جہر ومخافتۃ فی رکعۃ شنیع اور اگر عشا کی پہلی دو رکعتوں میں مثلا سورہ کو چھوڑا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو
تو وجوبا اور بقول بعض مستحبا ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اسلیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں جہر و
آہستہ پڑھنا جمع ہو گا اور جمع کرنا ان دونوں کا ایک رکعت میں برا ہے شارح نے استحباب کو قیل کر کے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کیونکہ وہ جیسا کہ مبسوط
جامع صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی رکوعہ قرأہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ
کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو کہ نہیں فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نہ کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا
فی الاخیرین للزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو میں قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنے پچھلی رکعتوں میں فاتحہ
دوبارہ ہو جائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دوبار
پڑھے بطور وجوب اسلیے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اسلیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی یہی کو
وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے میں کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کر زیادہ موکد ہے وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب
ہی لغۃ العلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اور فرض قرأت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جاوے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنے
بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا انکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت میں بمعنی علامت ہے اور عرف فقہا میں ایک
جملہ ہے قرآن سے بیان کرنیوالا الٰہی حکم کی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی البحر عن حاشیۃ الکشاف اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیرا ہوں مثل لم یلد کے
کہ بالفعل پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلیے تقدیرا چھ حرف ہوئے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کررہا مرارا مگر جس صورت میں کہ آیت ایک
کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہے گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلا ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکا چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی الا اذا حکم حاکم فیجوز ذکرہ القہستانی
لیکن اگر کوئی حاکم حکم کر دے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہو گی ذکر کیا اسکو قہستانی نے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز
صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اسنے نماز پڑھی جسمیں قرأت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہاں ہوئی جو ایک
آیت کی قرأت سے صحت نماز کا قائل ہے تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں ہو جائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ
فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین
کے اسلیے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتوں سے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی نصف آیت طویل جس صورت میں تین آیتوں سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین
ہے وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمے یاد کرنا
فرض نرہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمیں اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ
مثلا تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی
نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیۃ وتعلم الفقہ افضل منہا اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونوں سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ

مسائل دینی ہین جو زائد اُس شخص کی حاجت سے ہون نہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہی اور باقی قرآن سے یہ غرض ہی کہ جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہی
اُسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہی اور اسمین یہ شرط ہی کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہون اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا تو اس صورت مین فقہ کا سیکھنا افضل
نہوگا وحفظ فاتحة الکتاب وسورة واجب علی کل مسلم لکن نقص شی من الواجب اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہی ہر مسلمان پر اور یکرہ یعنی
یہ کم کرنا کسی چیز کا واجب مین سے جیسے مکروہ تنزیہی ہی سنت مین سے کسی چیز کا کم کرنا کذا فی الطحطاوی ویسن فی السفر مطلقا ای حالة قرار او فرار کذا اطلق فی الجامع
ورجحہ فی البحر ورد ما فی الہدایة وغیرہا من التفصیل ورده فی النہر وجزم ان ما فی الہدایة ہو الحق الفاتحة وجوبا وای سورة شاء اور مسنون ہی سفر مین ہر حال یعنی خواہ حالت
اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو بطور مطلق کہا ہی جامع صغیر مین اور اطلاق کو ترجیح دی ہی بحر الرائق مین
اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہی اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ مین تفصیل ہی وہی منقح ہی وہ
تفصیل یہ ہی کہ اگر مسافر جلدی مین ہو تو الحمد اور جس سورہ کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر مین مثل سورہ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہی اور عصر اور عشا مین
بروج سے چھوٹی سورتین پڑھے اور مغرب مین بہت چھوٹی پڑھے صاحب بحر نے کہا کہ ہدایہ کی تفصیل کی کچھ حاجت نہین ہی جامع صغیر مین اطلاق مثل چھوٹون کے ذکر ہی علاوہ اسکے
مثل سورہ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہین ہی اور ظاہر یہ ہی کہ حالت قرار و جلدی دونون مین حکم یکسان ہی صاحب نہر الفائق
نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورہ بروج سے طوال مفصل ہین نہ تعیین کسی حد خاص کی ہی جب مراعاة سنت کی مسافر سے ممکن ہو تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکرے اور
اور وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہی کہ کوئی یہ سمجھے کہ سفر مین الحمد کا پڑھنا سنت ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ الحمد کے قرات واجب کی ہی جس سورہ کو
مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہی کذا فی الطحطاوی والشامی وفی الضرورة بقدر الحال اور مسنون ہی کہ پڑھے ضرورت مین بقدر گنجائش حال کے مثلا اگر وقت تنگ ہو
کہ قرات مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہی تو اتنی قرات پڑھے جس سے نماز کامل ہو جاے اور یہی حال ہی اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الحضر
لامام ومنفرد ذکره الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر اور مسنون ہی حضر مین یعنی اقامت کی صورت مین امام اور منفرد کو پڑھنا
طوال مفصل کا جو سورہ حجرات سے سورہ بروج تک ہین فجر اور ظہر کی نماز مین امام اور منفرد دونون کے لیے مسنون ہی اسکو حلبی نے ذکر کیا ہی اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی
انکو خبر نہین کہ منفرد کے حق مین قرات مسنون امام کے مثل ہی طوال بکسر طاء جمع ہی طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتوین حصہ کی سورتین
مفصل کہلاتی ہین اس وجہ سے کہ انمین بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہی یا اس وجہ سے کہ اسمین منسوخ آیتین بہت کم ہین پھر مفصل کی تین قسمین ہین طوال یعنی لمبی اور اوساط
یعنی درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہین اور وہان سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہان سے آخر قرآن تک قصار
مفصل ومنہا الی آخر لم یکن اوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصاره فی المغرب اور سورہ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر و عشا مین پڑھنا مسنون ہی
باقی مفصل سورتین یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب مین پڑھنا مسنون ہی اس طرح کی قرات کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہی یعنی حضرت عمر نے ابو موسی
کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعة سورة مما ذکر ذکره الحلبی یعنی ہر رکعت مین
ایک سورہ ان سورتون مین سے کہ مذکور ہوئین پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع مین اندازہ نہ کرنیکو
پسند کیا ہی اور یہ کہ حال قرات کا مختلف ہوتا ہی وقت اور قوم اور امام کے باعث سے یعنی صاحب بدائع نے کہا ہی کہ قرات مین کوئی حد مقرر نہونی چاہیے تو فجر مین بھی چھوٹی
سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازون مین اور یہ خلاف وقت پر منحصر ہی یعنی اگر وقت مین گنجائش ہی تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہی کہ اگر مقتدی ملول نہون تو زیادہ
پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہی خوش آواز ہو تو لوگون کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہین ہوتا ورنہ گھبراتے ہین وفی الحجة یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل
لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاوی حجت مین ہی کہ فرض نماز مین قرات ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح مین نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور رات کی نفلوں یعنی تہجد میں نمازی کو جائز ہے کہ جلد جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ میں آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید لگانا اسلیے لگائی کہ تہجد والوں کی عادت زیادہ
قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے انکا ورد پورا ہو سکتا ہے مگر جلدی سے یہ معنی کہ بہت زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے
ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہے پڑھنا قرآن کا ساتوں روایتوں میں لیکن بہتر یہ ہے کہ روایت غریبہ عوام کے سامنے
نہ پڑھے تاکہ حفاظت انکے دین کی ہو یعنی ہر چند ساتوں قراتیں صحیح اور فصیح ہیں مگر غریب روایات عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر
اور حمزہ اور کسائی کی کیونکہ بعض عوام ہنستے ہیں اور نہ جاننے سے قرآن پر ہنستے ہیں اسلیے انکے دین کے بچانے کیلیے روایت غریبہ نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علی ثانیتہا بقدر الثلث
وقیل النصف ندبا فلو فحش لا بأس بہ فقط اور زیادہ کیا جاوے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب لیکن اگر پہلی
رکعت میں زیادتی بہت کریگا مثلاً پہلی میں سو آیتیں پڑھی اور دوسری میں کم تو کچھ مضائقہ نہیں یعنی پہلی رکعت میں اتنی قرات پڑھے کہ اسکی زیادتی دوسری رکعت
کی قرات سے بقدر سوم حصہ دونوں قراتوں کے ہو جاوے مثلاً پہلی رکعت میں ۲۰ آیتیں پڑھے اور دوسری میں ۱۰ تو دونوں میں ۳۰ آیتیں ہوئیں اور اول میں ۱۰ زائد ہیں جو مجموعے کی تہائی
اور وہ تہائی ہیں اسی اور اگر اول میں ۴۵ پڑھیں اور دوسری میں ۱۵ تو پہلی میں ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہیں کل قرات کی اور فقہا سے یہ مراد ہے کہ
یہ حکم صرف فجر کی نماز میں ہے نہ دوسری نمازوں میں وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ سب نمازوں کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا
مستحب ہے یہاں تک کہ تراویح کی بھی کہتے ہیں کہ فتوی اسی قول پر ہے ہم طحاوی نے کہا کہ یہ خلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازوں میں ہے اور ان دونوں میں بالاتفاق دونوں
رکعتیں برابر پڑھنی چاہئیں اور حلیہ میں امام محمد اور شیخین کی دلیلیں نقل کرکے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے وإطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث
آیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتوں کے مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق
اگر آیتیں دونوں رکعتوں کی بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اور اگر ایک سی آیتیں نہوں تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت میں دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہوں اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہے نہ شمار آیتوں کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنی چاہیے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنۃ واستظہر فی
النفل عدم الکراہۃ مطلقاً اور بحر الرائق میں مستثنی کیا ہے ان سورتوں کو جو حدیث میں وارد ہیں یعنی انکے پڑھنے میں کراہت نہیں جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت میں سبح اسم اور دوسری
میں ہل اتاک پڑھنا حالانکہ پہلی میں انیس ۱۹ آیتیں ہیں اور دوسری میں چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہے نفل میں عدم کراہت کو مطلقاً یعنی حدیث میں وارد ہو یا نہو وان بأقل لا یکرہ لانہ
علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتوں سے کم ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے معوذتین سے یعنی فجر کی اول
رکعت میں سورہ فلق اور دوسری میں سورہ ناس پڑھی حالانکہ دوسری میں چھ آیتیں ہیں اور اول میں پانچ ولا یتعین شیء من القرآن لصلوۃ علی طریق الفرض
بل تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہیں متعین ہے قرآن میں سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہے فاتحہ ہر نماز میں بطور واجب ہونے کے
ویکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قرأتہما احیانا اور مکروہ ہے معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورہ دہر پڑھنا
بلکہ کبھی کبھی ان دونوں کا پڑھنا مستحب ہے ہم طحاوی اور اسبیجابی نے یہاں قید لگائی ہے کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہے اور اگر باتباع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کر پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتوں کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتوں کے دوسری اسکو یاد نہوں یا انکا پڑھنا اسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہیں اور ہدایہ میں
وجہ کراہت کی یہ لکھی ہے کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونے کا لازم آتا ہے کذا فی الشامی مختصراً والمؤتم لا یقرأ مطلقاً ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقاً
وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرات نہ پڑھے نہ جہری نماز میں نہ سری میں اور نہ الحمد پڑھے سری نماز میں باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کی طرف منسوب ہے
کہ سری نماز میں مقتدی کو چاہیے الحمد کا پڑھنا مستحب ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ اسکو کمال نے مشرح بیان کیا ہے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار میں فرمایا ہے کہ امام کے
پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کسی نماز میں نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریما وتصح فی الاصح پس اگر مقتدی قرات پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول میں وفی در البحار عن

خواہرزادہ انہا تفسد ویکون فاسقا وہو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع احوط اور درر میں ہے کہ خواہرزادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قراءت پڑھنے سے
نماز فاسد ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور قراءت کا ممنوع ہونا بہت صحابہ سے مروی ہے پس منع کرنے میں زیادہ احتیاط ہے ہم کہتے ہیں کہ کافی میں ہے کہ مقتدی کو
قراءت سے منع کرنا اسی صحابہ سے ماثور ہے جن میں حضرت علی مرتضی اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور فساد نماز کا قول
مقابل ہے صحیح قول کا کہ اس میں نماز صحیح رہتی ہے (بل یستمع) اذا جہر (وینصت) اذا اسر لقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا
له وانصتوا بلکہ مقتدی قراءت امام کی سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے
پس یہ آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے جو استدلال کیا ہے کہ آیت میں دو باتیں مطلوب ہیں ایک قرآن کا سننا اور دوسرے
کا چپ رہنا تو سننا جہری نماز کے لیے مخصوص ہے مگر سکوت کسی نماز کے ساتھ خاص نہیں اسلیے وہ دونوں نمازوں میں مطلقاً واجب ہے کذا فی الشامی (وان ورد) قرأ الامام آیۃ ترغیب او
ترہیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر القرآن وما ورد حمل علی النفل منفردا کما مر یعنی مقتدی کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب یعنی جس میں جنت کا ذکر اور ثواب کا بیان ہو یا
ترہیب پڑھے جس میں ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ چپ رہے اسی طرح امام بھی سوائے قرآن کے آیت ترغیب یا
ترہیب کے پڑھنے کے وقت دوسری دعا میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ اس باب میں حدیث میں وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد میں نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسا کہ پیشتر کی
بیان میں گذری ہے یہ مسئلہ خاص شارح نے کہا کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ابوداؤد میں روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات
نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہاں توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہاں وقف کرکے پناہ مانگی یہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی
وکذا الخطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ او رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ آیۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرا
وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا اور اسی طرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ بات نہ کرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب
دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اس وقت بھی سکوت کرے مگر جب خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیہ) تو سننے والا خطبہ کا
پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونوں امروں پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل میں درود کہنے سے
دونوں کی تعمیل ہو جاویگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے اور ظاہر
کے نام اور تعریف خطبہ میں دخل نہیں والبعید عن الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنے کے فرض
ہونے میں ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا تبعیت بحر کے اور نہر الفائق میں اس کو واجب کہا ہے اور شامی نے کہا کہ وجوب ہی اشہر ہے اسلیے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے
فروع مسائل یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہی سننا قراءت کا کہ قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اسلیے کہ اعتبار
عموم لفظ کا ہے یعنی آیت فاستمعوا اگرچہ نماز کے باب میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوا لیکن احکام میں اعتبار الفاظ کے عام ہونے کا ہے نہ سبب کے خاص ہونے کا پھر یہ
حکم وجوب استماع کا بے عذری میں ہے اور عذر کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلاً گھر میں لڑکا تلاوت کرتا ہو اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو اس پر سننا واجب
نہوگا اسی طرح جو شخص بازار میں تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنے والوں پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی ولا بأس ان یقرأ سورۃ ویعیدہا فی الثانیۃ یعنی کچھ
مضائقہ نہیں اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں ہم لا بأس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا اولی نہیں ہے یعنی بہتر نہیں ہے
اور اضطرار کی صورت میں بلاکراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ ناس ہو سے پڑھ گیا تو دوسری میں پھر اسی کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی وان یقرأ
فی الاولی من محل وفی الثانیۃ من آخر ولو من سورۃ ان کان بینہما آیتان فاکثر اور ایسا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسرے مقام
اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورت میں سے ہوں بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا دیگر

المفصل یا سورۃ قصیرۃ اور مکروہ ہے دونون رکعتون کی قراءت مین چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ کافرون اور دوسری مین تبت پڑھنا اور سورۂ نصر
کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ان اگر بیچ مین بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان قرأ منکوسا اور مکروہ ہے یہ کہ قرآن کو الٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ الناس
اور دوسری مین تبت پڑھے ہم وجہ کراہت یہ ہے کہ ترتیب سورتون کے تلاوت کی واجبات مین سے ہے اور لڑکون کے لیے جو ترتیب بدل کر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت
کے سبب سے ہے کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ الٹا پڑھنا مکروہ ہے مگر جبکہ قرآن کو ختم کرے تو سورۂ بقر مین سے پڑھے اسلیے کہ حدیث مین اسطرح سے ختم کی خوبی وارد ہے
وفی القنیۃ قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم تر او تبت ثم ذکر ثم قیل لا یقطع وقیل یقطع ویبدأ قنیہ مین ہے کہ اول رکعت مین سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری مین سورۂ فیل یا تبت
ترتیب یا سورتون مین چھوٹی سورت کا فاصلہ ہو کر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ بیچ کی رہ گئی تو انہین سورتون کو تمام کرے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ انکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے ہم یعنی بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہوا ترتیب بدل جائے یا چھوٹی سورۃ
کا فاصلہ ہو جائے تو مکروہ نہین ولا یکرہ فی النفل شیء من ذلک اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہین ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا
نفل مین درست ہے حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو بے ترتیب نماز کے باہر بھی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیونکر نہوگی طحطاوی نے جواب دیا
کہ نفل مین چونکہ گنجایش زیادہ ہے اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہے کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی دیر
کے بعد دوسری آیت اسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہین ایسے ہی نماز نفل مین مکروہ نہین وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتین
کہ بقدر چھوٹی سورت کے ہو جائین بڑی ایک آیت سے افضل ہین ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قراءت ثلاث
اور بعض نسخون مین بثلاث ہے تو اس صورت مین التقدیر الصلوۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ البعض سورۃ البقرۃ للاکثر ولعلہ ما فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت
پڑھنے مین اعتبار اکثر کا ہے باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑھی ہونگی تو سورۃ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور یہین اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہے

باب الامامۃ

یہ باب ہے امامت کے بیان مین ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت
مستحق ہونا تصرف عام کا ہے خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہے نہ اسکی حقیقت
بلکہ حقیقت اسکی وہ ہے جو مقاصد مین مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگون کے دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ انکی ریاست اہل اسلام پر عام نہین ہوتی بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہے اور خلق سے مراد مسلمان ہین اور
جو انکے حکم مین ہون مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اہم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہے اسلیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر
موقوف ہین اور یہین وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہے کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انہین احکام جاری کرے اور انکو سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو انپر
سے روکے اور انکے لشکرون کو سامان دے اور انکے صدقات وصول کرے اور گردن کشون کے سر دبائے اور چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ اور عیدین قائم کرے اور حقوق
کے ثابت کرنے کی گواہیان سنے اور جن بچون کے ولی نہین انکے نکاح کر دے اور مسلمانون مین غنیمتون کے مال تقسیم کر دے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات
صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات
شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوتا جبتک
کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہین ہو چکا وشرطہ کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریشی
کے نسب سے ہم مسلمان اسوجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین اور آزاد اس وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتون کو

گھر میں بیٹھنے کا حکم ہے اور عقل کی ناقص ہیں تو انسے واجبات شرعی کی تعمیل نہ ہو سکیگی اور عاقل و بالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہیں اور قادر
سے یہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قادر ہو ورنہ امام کے مقرر کرنے کی غرض فوت ہو جائیگی اور قریشی ہونا اسوجہ سے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہیں کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط قرار
دیا ہے لا ہاشمیا علویا معصوما نہیں شرط ہے امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ہونا یا گناہوں سے معصوم ہونا یہ قیدیں شیعوں نے لگائی
ہیں کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہے اس سے یہ مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور علوی کہنے سے یہ غرض
کہ خلافت عباسیوں کی باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعوں اور اسماعیلیوں کا قول ہے حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ الا ثنیوں کی جگہ لا اثنی ہوتی
لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما اسلیے کہ یہ تینوں قیدیں شیعوں کے تین فرقوں کے قول جدا جدا ہیں نہ ایک ہی قول ہے ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہے امام
بنانا بدکار کا مکروہ کہنے سے اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل به الا لفتنة اور امام قابل معزول ہونے کے ہو جاتا ہے فسق سے یعنی اگر امام حکومت میں
فسق طاری ہو گیا تو اس سے معزول نہ ہو جائیگا لاکن مستحق عزل ہوگا اگر بجہت فتنہ کے معزول نہ کیا جائے جیسا کہ بحر میں ہے البتہ السلطان ہو اور جب کہ
امام کے حق میں دعا کرنے کی ہے اوسیطرح سلطنت بطریق غلبہ بالضرورۃ او تصح سلطنت متغلب ہوتی ہے اور ایک سبب ضرورت کے ہم عقد امامت دو طرح
منعقد ہوتا ہے اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کر دے جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ علما اور اعیان اہل اسلام
کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں تو اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جائے تو اسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے تاکہ اہل اسلام میں فتنہ نہ ہو
وکذا صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید الی وال تابع له والسلطان فی الرسم هو الوالی وفی الحقیقة هو الوالی اه فصحته اذن القضاة و غيرها كذا فی الاشباه عن البزازية وسيجي
درست ہے سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاویں جو تابع سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر میں لڑکا ہو
اور حقیقت میں والی مذکور کیونکہ اسکی اجازت قضا اور جمعہ میں درست نہیں چنانچہ اشباہ میں بزازیہ سے منقول ہے اگر والی مذکور حقیقت میں بادشاہ نہیں تو اسکا حکم دینا
قضا اور جمعہ کے لیے درست نہ ہوگا کیونکہ ان دونوں میں ایسے شخص کا اذن صحیح نہیں جسکو ولایت نہ ہو لیکن یوں کہنا چاہیے کہ وہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت میں
سلطان ہے یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت
نہ ہوگی کذا فی الشامی وفیها لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی التقلید جدیدا اور بزازیہ میں ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو وے تو حاجت پڑیگی نئے سرے سے اسکو حاکم بنانے کی
والصغری ربط صلوٰۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہے امام کی نماز سے دس شرطوں کے ساتھ ہم شارح نے جو دس شرطیں ذکر
کی ہیں سو اقتدا کی ہیں نہ امامت کی البتہ نور الایضاح میں چھ شرطیں امامت کی علیحدہ لکھی ہیں تندرست مردوں کے لیے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا
چہارم مرد ہونا پنجم عذروں سے سلامت ہونا جیسے نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور تو تلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ
مگر چونکہ امامت بغیر اقتدا کے ہو نہیں سکتی اسلیے جو شرطیں شارح نے اقتدا کی لکھی ہیں وہ امامت کی بھی ہو سکتی ہیں بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہ چھ شرطیں
اقتدا کی بھی ہو سکتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطیں امامت اور اقتدا کی سولہ ہیں مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہیں اور چھ امام کی تو بہتر ہے کہ دس کو شرطیں اقتدا کی کہا جاوے
اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو و اتحاد مکانہما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار
پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہ ہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ میں آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہ ہو و صلاتہما اور تیسری شرط متحد ہونا
دونوں کی نماز کا بحر الرائق میں کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہو جاوے بغیر اسکے کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑھنے
کے پیچھے اس عبارت میں داخل ہو جاوے اس شرط کو نور الایضاح میں خوب لکھا ہے کہ مقتدی سوا امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحۃ صلوۃ امامہ

اور چوتھی شرط یہ ہے کہ امام کی نماز کا مقتدی کے گمان میں تو اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اسکا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاۃ امرأۃ اور پانچوین شرط نہ ہونا برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہے وعدم تقدمہ بعقبہ اور چھٹی شرط یہ ہے کہ آگے نہ ہونا مقتدی کا اپنے امام سے ایڑیون کے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤن بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط یہ ہے جاننا مقتدی کا امام کے انتقال کو خواہ دیکھنے سے یا آواز سننے سے یا دوسرے مقتدیون کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامۃ وسفر اور آٹھوین شرط یہ ہے جاننا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اسکے مسافر یا مقیم ہونیکو جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہ ہو کہ اسکا مسافر ہونا یا سفر کی جہت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط یہ ہے شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اسکے ساتھ ادا کرنا تو اگر کسی رکن کو پورا کر دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی یہ اقتدا ہی نہ ہوگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط یہ ہے ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اس سے کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ مشرح مذکور ہے بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض کہ انکی ادا برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے رکوع ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہو تو اقتدا درست ہے کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہ ہے کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہے کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین کم ہونے کی یہ مثال ہے کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسون شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین ہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مؤلف پائی جاتی ہین قیل وثبوتہا بقولہ ارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ یعنی شریک جماعت ہو اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالون کے ساتھ تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہے الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے سیکھنا اور جماعت کے مشروع ہونے مین حکمت ہے کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ دوسرون کو دیکھکر نماز کا طریقہ سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہے جماعت مین مل کر نہین گذرتا کذا فی الطحطاوی وہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی قال العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہے کہا ہے اسکو عینی نے اور بعض علماء دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی البحر وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان کہا کرتا اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے تو یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اسکے معنی یہ ہو سکتے ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلاشبہہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول رہنے سے انتظار اوقات نماز کا نہین ہو سکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال العینی انما خاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قرأتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مجکو خوف ہے کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑون تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کرین اور اگر اسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ فرمائین اسلیے مین نے امامت کو اختیار کیا ہے گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہے والجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہین انکے قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین انکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی ہے کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہے مگر جمعہ اور عید مین جماعت شرط ہے ان دونون کے صحیح ہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہے اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے موجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ تطوع

علی سبیل التداعی مکروہ ہے وتحقیقہ اور رمضان کے سوا کے وتروں میں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اس کی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی
یہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی و قہستانی میں ہے کہ اگر چار مقتدیوں سے کم ہوں اور مسجد کے کسی گوشہ میں جماعت کر لیں تو مکروہ
نہیں ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہے مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا
ایسی مسجد میں جسکا نہ امام ہے نہ موذن ہم مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسلیے کافی نے کہا ہے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت کا مباح نہیں اور شرح جامع صغیر
میں ہے کہ بدعت ہے اور مسجد محلہ سے یہ مراد ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو درر میں ہے کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری جماعت
جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اس مسجد میں جسکا امام اور موذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت جدا کہکے نماز پڑھیں
کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جاوے کہ اس طرح پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ
ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرانے کو تشریف لیگئے تھے تو ان کے وقت مسجد میں تشریف لیگئے جس میں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مکان پر واپس
تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کر کے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں مستحب ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر آپ گھر میں گھر والوں کو نماز نہ پڑھتے علاوہ اسکے جماعت
ثانی کے جائز کہنے میں جماعت کی کمی کی تقلیل ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کرنے سے جماعت فوت نہ ہوگی اگر اول نہ ملیگی دوسری ملیگی تو اول جماعت میں
اکٹھے نہ ہونگے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت کو بدون اذان کے بھی مکروہ ہے اور اسیکا موید ظاہر ہے یہ ہے کہ اگر کسی ایک مسجد میں جماعت
ہو چکی ہو تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہیں سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جو اہل حرمین میں بعض امام کے پیچھے جماعتیں
ایک ہی وقت میں پڑھتی ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو سنہ میں حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے باب میں انکار صحیح کیا اور بعض مالکیوں نے فتوی
دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چاروں مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو انکو مسجد محلہ کیسے
کہہ سکتے ہیں بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ
جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہ ہو تو مکروہ نہ ہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور بزازیہ
میں ہے کہ محراب سے ہٹکر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدلجاتی ہے کذا فی الشامی مختصراً چونکہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اسلیے مترجم
نے تفصیل روایات کو مناسب سمجھا اور مجکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے
رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا
حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہوتی اس وجہ سے مجکو وہ تردد رفع ہوگیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی اچھا ہے واقلہا اثنان واحد مع الامام ولو ممیزا او ملکا
او جنیا فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیز دار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہم کمتر جماعت
دو آدمیوں کے ہونے کی وجہ وہ حدیث ہے جسکو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں وجہ عقلی بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع
سے ماخوذ ہے چونکہ دو میں بھی اجتماع ثابت ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاویگی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوا جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام
ہونے کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی وتصحیح الاشباہ یعنی اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں
کیونکہ فرشتہ مکلف نہ ہونے کی جہت سے نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی
تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا
وبہ جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ

وغیرہا میں بحر الرائق میں کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہے اور اسی لیے اجناس میں کہا ہے کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے قہستانی و تجنیس شرح نظم فی الائمہ نیز کہا ہے وہ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت مسنون ہے یا واجب ہے مردوں عاقل و بالغ و آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون کسی دقت کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جماعت کو ایکبار چھوڑیگا تو وجوب کے قول پر گنہگار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گنہگار نہ ہوگا کام حرج سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ نور الایضاح میں ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہ ہوا اگر اسکی نیت میں تھا کہ عذر نہ ہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب طلبہا فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد میں کرے مگر مسجد حرام اور اس جیسی دوسری مسجدوں میں اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلیے کہ ان مسجدوں میں جماعت کی نماز سے ان مسجدوں میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے بسبب اس حدیث کے جو ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں پانسو کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہے کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف اور رجل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز واعمی وان وجد قائدا جماعت واجب ہے بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ واجب نہیں بیمار اور اپاہج اور بہت سے بیمار پر اور اس پر جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پاؤں ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا موجود ہو اور یہی حال ہے عاجز کا اگر اسکے پاس سواری موجود ہو تو اسپر بھی جماعت واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جسکا پہنچانے والا میسر ہوا اور جبکہ امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی من حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک اور نہ واجب ہے جماعت اس شخص پر جس میں اور جماعت میں مینہ اور کیچڑ اور سردی کا جاڑا اور سخت اندھیرا حائل ہو یعنی مانع ہو ہم مراد یہ ہے کہ مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہ ہوگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اسطرح کہ رستہ نہ سوجھے وریح لیلا لا نہارا وخوف علی مالہ او من غریم او ظالم او مدافعۃ احد الاخبثین اور آندھی رات کے وقت مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزوں کا یعنی بول و براز کا اسیطرح ہے بند رکھنا گوز کا کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیام بمریض وحضور طعام تتوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینے یعنی جس وقت میں کہ مریض کو اسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے وکذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی بحبسہ عنہ مدۃ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہے مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے اسکو باقانی نے بتبعیت بہنسی کے یعنی بجز اس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ مال کے لینے سے ہو یعنی اسکے مال کو چند روز اس سے روک رکھا جاوے علم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دین کے ہیں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا ولا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ او قبول نکیجائے گواہی جماعت کے ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے ہم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلیے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا ان امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہیں تو ان عذروں سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم باحکام الصلوۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے پڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے میں

کذا فی مجمع الانہر و شخص ہی جو احکام فقط نماز کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علموں میں فاضل ہو یا نہیں نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اسکے بچنے کے ظاہر گناہوں سے اور بشرطیکہ یاد کرلے مقدار فرض قرأت نماز کے اور بعضوں نے بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہوں سے بچنے کے ساتھ یہ بھی شرط ہی کہ امام کے دین میں کوئی طعنہ نہ کرتا ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول کافی کا ہی اور بقدر واجب کا یاد کرنا بحر الرائق میں بطور بحث مذکور ہی اور زیلعی نے بقدر سنت کو لکھا ہی یہی اسود اور فتح القدیر میں ہی اور یہی ظاہر ہی اسلیے کہ بیان امام کے اولی ہونے کا ہی تو امام کو حافظ رکھنا سنت کا مناسب ہی ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ ثم الاورع ای الاکثر اتقاء الشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم میں برابر ہوں تو پھر مستحق امامت کا وہ ہی جو تلاوت اور قرأت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو پھر زیادہ احتیاط والا یعنی شبہوں سے بہت بچنے والا اور تقوی حرام چیزوں سے بچنا ہی تلاوت اور تجوید سے یہ غرض ہی کہ حروف اور مخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور قاری کو دوسرے مرتبہ میں اسلیے رکھا کہ قرأت کی احتیاج صرف ایک رکن میں ہوتی ہی اور علم کی احتیاج سب رکنوں میں ہی پھر شامی نے ورع اور تقوی میں فرق بتایا کہ ورع شبہوں سے بچنے کو کہتے ہیں اور تقوی حرام چیزوں سے بچنے کو اور شبہ اسکو کہتے ہیں جس کی حلت اور حرمت میں شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما فیقدم شاب علی شیخ اسلم پھر مستحق امامت زیادہ عمر والا یعنی جو اسلام میں پیشتر ہو پس مقدم کیا جاوے جوان اس بوڑھے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو وقالوا یقدم الاقدم ورعا وفی النہر عن الزاد وعلیہ یقاس ما لو کانا مسلمین اصلیین فیقدم اقدمہما وجہ تقدیم الاقدم ہجرۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ مقدم کیا جاوے وہ شخص جو پیشتر ہو ورع میں یعنی جسکا ورع بہت دنوں کا ہو وہ مقدم ہی جسکا ورع کم مدت کا ہی اور نہر الفائق میں زاد الفقیر سے منقول ہی کہ ورع کے اوپر سب خصلتوں کا قیاس ہو سکتا ہی یعنی کہا جاویگا کہ مقدم کیا جاوے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اسکے یعنی قرأت وغیرہ میں عادت سے آتا ہو وہ اس سے مقدم ہی جسکو چند روز سے آتا ہی اور ہر وقت میں یہی حکم ہی خصلت کے پیشتر ہونے کا لحاظ کیا جاوے لیکن اسکی احتیاج کم ہوگی اسکا بیان کیا ہی کہ اگرچہ تحقیق امامت سب خصلتوں میں برابر ہوں تو آئین قدیمہ الا جاسے شامی نے کہا ہی کہ جب خصال میں تحاظ پیشتر ہونے کا کیا جاوے تو اسکی ضرورت کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیوں میں علم اور قرأت ایک ہی مدت سے ہو ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پھر مستحق امامت وہ ہی جو خوش خلق زیادہ ہو شامی نے کہا کہ خلق یعنی خاطر ہی لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگوں میں زیادہ تہجد گذار اور تفسیر اسکی اسلیے کی کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہی کیونکہ حدیث میں وارد ہی کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھیگا دن کو اسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بحر الرائق نے کہا کہ کثرت کی کچھ حاجت نہیں خوبصورتی ظاہری مراد لینی چاہیے کہ خوبصورت کی امامت سبب ہی جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا ثم اکثرہم حسبا زیادہ کیا ہی کہ پھر سب میں کا زیادہ ہنس مکھ یعنی چہرہ میں زیادہ بشاش مستحق ہی ثم اشرفہم نسبا ہی کہ صباحت سے مراد ہی ہنس مکھ جس سے پیشانی کشادہ اور ہنس مکھ لیے تو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہی کہ خوش خلقی میں اور اس میں ظاہر کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پھر مستحق وہ ہی جو سب میں زیادہ حسب کی رو سے بعض نسخوں میں حسب اذن کے ساتھ ہی اگرچہ نکاح کا ذکر پیشتر ہوچکا اسلیے با موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہی قاموس میں ہی کہ حسب بزرگی ہی جسکو آدمی اپنے آبا یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پھر وہ مستحق ہی جو خاندان میں زیادہ شریف ہو مثلا سید مقدم ہی اور لوگوں پر زاد فی البرہان ثم الاحسن صوتا برہان میں یہ زیادہ کیا ہی کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جاویگا وفی الاشباہ قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ میں تھوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہی کہ پھر مستحق وہ ہی جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلیے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے آپس میں محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ اس صورت میں ہی کہ لوگوں یا ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی بی بی کا وصف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہی جو زیادہ ہو مال میں یعنی مال حلال جسکے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پھر وہ ہی جو زیادہ ہو جاہ میں یعنی لوگوں کے دلوں میں اسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں اسلیے کہ یہ امر بھی موجب کثرت جماعت ہی ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہیں کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے عضو کا متناسب ہونا دلیل ہی زیادتی عقل کی مگر اس میں

سر کی موقع سے جو ممنوع نہ ہو کذا فی الامداد ثم المقیم علے المسافر پھر مقدم کیا جاوے مقیم مسافر پر امداد میں کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے کہ مقتدی سب مقیم ہوں
یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافر ہوں صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہیں اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونوں
برابر ہیں کسی کو اولویت نہیں ثم الحر الاصلی علے العتیق پھر مقدم کیا جاوے آزاد اصلی اس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اوصاف میں دو شخص مساوی ہیں مگر ایک اصل سے آزاد ہے
اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہے تو اصلی مقدم ہوگا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہیں ملی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر مقدم
کیا جاوے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہے اس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہے اسلیے کہ حدث ہونا خفیف ہے بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بابت ہے الاقدم احدے
الفتوٰی الابرح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی میں ایک دوسرے سے مزاحم ہوں تو کسی کو بدون مرجح مقدم نہ کیا جاوے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور
اسباب ترجیح میں سے ہے پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینیکو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو یعنی دو طالب علم ایک استاد سے پڑھتے ہیں تو اول اسکو پڑھاوے جو پیشتر آیا ہو
اسیطرح مفتی کے یہاں فتوی پوچھنے والوں میں تقدیم اسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر تھا کہ افتاء کی جگہ استفتاء ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ میں معنی استفتاء ہی کے لکھے ہیں فان
استووا فی المجیء اقرع بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر اگر آنے میں برابر ہوں یعنی سب ایک ساتھ آگئے ہوں تو انمیں قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پہلے نکلے اسکو مقدم کیا جاوے تمام
ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من حظر التاتارخانیۃ وفی طلبۃ العلم یقدم السابق فان جہلوا او ثبتت بینۃ فیہما والا اقرع بینہم معا کما فی الحرقی والغرقی اذا لم یعرف
الاول فیجعل کانہم ماتوا معا انتہی اور بتیسویں فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ طالب علموں کے سبق میں مقدم کیا جاوے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے
بعد آئے ہوں اور وہاں کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جاویگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے میں قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتھ جلنے والوں
اور ڈوبنے والوں میں جب اول نہیں معلوم ہوتا تو یہ ٹھہرا لیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہیں تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا مترجم تشبیہ جلنے والوں اور ڈوبنے والوں کی
صرف اسمیں ہے کہ بصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتھ ہیں اور قرعہ ڈالنے میں تشبیہ نہیں اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والوں میں قرعہ نہیں ہوتا کذا
فی الشامی وفی المحاسن للقراء لابن وہبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء والمشائخ علی تقدیم الاسبق واول من سنہ ابن کثیر اور ابن وہبان کی
محاسن القراء میں ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہے کہ اگر استاد کو طالب علموں کے آنے کا حال معلوم نہ ہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی
تقدیم پر ہیں اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہیں سمہودی نے جواہر العقدین میں یہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے
آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجھ سے پہلے سوال کر رہا ہے اتنا ٹھہر جا کہ اسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اسمیں متابعت آپکی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم پس اگر
مستحقین امامت برابر ہوں یعنی کسی میں وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہ ہو تو برابر صفات والوں میں قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیوں کو اختیار ہے کہ جسکو چاہیں امام بنائیں پھر اگر اختیار
میں مقتدی مختلف ہوں کچھ کسیکو چاہیں کچھ دوسرے کو تو اعتبار انکے اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کریں وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم اور اگر
مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گنہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت ومثلہ
امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاضی فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور
جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہے دوسرے لوگوں سے ہر حال میں یعنی گو دوسرا اس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہے اور مالک کے مانند ہے امام
معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اس سے صفات گذشتہ میں فائق ہو مگر اس صورت میں کہ ہو مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک
وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت وتصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنیکی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک
لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت مالک کے اس وجہ سے کہ پیشتر گذری ہم شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر اور

اراپہ دار کی ولایت عام نہین تو یون کہنا چاہیے تھا الان الولایۃ انما فی ہذہ الحالۃ دون المالک یعنی اس وقت ان دونون کا تصرف ہے نہ مالک کا ولو ام قوما وہم لہ کارہون
ان الکراہۃ لفساد فیہ او لانہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون وان ہو احق لا والکراہۃ علیہم
اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہوا اور وہ لوگ اسکو برا جانتے ہین تو اگر انکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے سبب ہے یا اس سبب سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے زیادہ
مستحق امامت ہین تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے
نفرت رکھتے ہون اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہین اور مقتدیون کو اس سے نفرت کرنا مکروہ ہے ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقا
قہستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم غیرہ الاصلی او الکراہۃ تنزیہیۃ فقط اور مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی القہستانی عن الخلاصۃ
اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہے اور وہ ترک اولی سے ہوا کرتی
پس غیر وارد ہو جاتا ہے اعلم ایک نسخہ مین علیہ لما قدمناہ کی جگہ واعلہ لما قدمناہ ہے یعنی وجہ اسکی وہ ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہین واعرابی ومثلہ ترکمان واکراد وعامی اور
مکروہ ہے امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہین یعنی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگون کا تنفر
انکی امامت سے وفاسق واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے وہ شخص ہے کہ رات اور دن برابر سوجھتا ہو کذا فی النہر
اور اندھے کی امامت کی کراہت اسوجہ سے ہے کہ نجاست سے نہین بچتا جیسا کہ صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر کا مقتضا یہ ہے کہ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای
غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولی مگر یہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصون سے سوا فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت مین اسکا امام ہونا اولی ہے نہر فاسق کا استثنا اسلیے کیا
کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اسکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت مین اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعا مقتدیون پر اسکی اہانت واجب ہے اور مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد
ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی امامت مین چونکہ عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے معدوم ہوتی ہے کیونکہ بعض صحابہ کے ہونے سے کہ
ثابت ہے یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان باوجودیکہ اندھے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ منورہ مین اپنا نائب کیا تھا اسلیے کہ کوئی ان کے بعد مدینہ مین انکے زیادہ
لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی
بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بوجہ عناد و اعتقاد مخالفت کا کرنا قطعا کفر ہے بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم
کے شبہ سے اور شمنی نے تعریف بدعت کی یہی کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہ یا استحسان سے پیدا ہو مخالف اس حق کے کہ جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اس چیز کو دین متین اور صراط مستقیم ٹھہرا لیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے وکل من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ کہ
ہمارے قبلہ کیطرف نماز پڑھتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہانتک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہین اور گالی دینا اصحاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہین اور اللہ تعالی کی صفات سے اور اسکی دیدار کے جواز کے منکر ہین یہ لوگ کافر نہین بسبب ہونے اس اعتقاد کے تاویل اور شبہ سے ہم تاویل کے
یہ معنی بنا لینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے ہے کہ انکے معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے انکے پابند نہ ہوئے طحطاوی نے کہا
کہ انکار صفات الہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول انکے انکار صفات الہی کا درست ہوگا
بدلیل قبول شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے انکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہین انکی بھی نہوتی حالانکہ انکی
گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ انکی گواہی مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ وجہ انکی گواہی مقبول نہونیکی
یہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ والونکے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہین ومنا من کفرہم اور ہم حنفیون مین بعض ایسے ہین کہ جنہون

یعنی بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں علامہ شامی نے کہا کہ متن اسکے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق میں خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہیں جنسے بدعتیوں کا کفر پایا جاتا ہے مگر انکے بعد کہا کہ مذہب صحیح یہی کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالیٰ جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگرچہ منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین میں ضروری جانی گئی ہے تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جائیگا مثلا اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے مانند اور جسموں کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید میں ہے اذ یقول لصاحبہ لا تحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں تو یہ ملحوظ یاد رکھنا چاہیے وولد الزنا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا یہ مکروہ اُن لوگوں کی امامت اسوقت ہے کہ انکے سوا دوسرا امام انسے بہتر موجود ہو اور اگر انسے بہتر کوئی اور وہاں نہیں تو کراہت بھی نہیں ایسا ذکر ہے بحر الرائق میں بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور شرح الفائق میں نہر سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاویگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور ایسا ہی مکروہ تحریمی ہے نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے ہم شیخ بحثی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت ہے کہ محل فتنہ ہوتا ہے اور جب سب میں زیادہ عالم وہی ہے اور خوف شہوت یا لوگوں کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اسکو کہتے ہیں جو تصرف اپنا شرع یا عقل کے موافق خوب نہ کر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جسکا برص پھیل گیا ہو ہم برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہیں اور وجہ کراہت وہی تنفر ہے وشارب الخمر واکل الربوا ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانے والے اور چغل خور اور ریاکار اور تکلف والے کے ہم شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچوں فاسق میں آگئے انکو علیحدہ لکھنا اگرچہ بے فائدہ ہے اور فرق ریاکار اور متکلف میں یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جسکا مقصود لوگوں کو نمائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہیں اور متکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار کے ومن ام باجرۃ قہستانی اور مکروہ ہے نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی ہم یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ طاعتوں پر اجرت لینا باطل ہے اور مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہیں کرتا تو اگر انپر اجرت لینے کو ناجائز کہا جاوے تو یہ باتیں بالکل موقوف ہو جائیں زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مکروہ ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فرض میں جو شرطیں اور رکن مقتدی کے اعتقاد میں ہیں امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہ ہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہ ہوگا اور اگر شک کرے کہ مراعات اور عدم مراعات میں تو اس صورت میں اقتدا مکروہ ہوگا ہم ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتداء فی الاقتداء میں کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلا شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ مواضع خلاف کی جگہوں میں احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد مثلا وضو کرلے اور اگر احتیاط نہ کرے تو اقتدا درست نہ ہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہے کہ محققین کا میلان اسی طرف ہے اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہیں ویکرہ تحریما تطویل الصلوٰۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکروں میں مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہیں ہو بڑھانا مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر صحیحین میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی کہا وفی الشرنبلالیۃ ظاہر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوٰۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے ہم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ نے سورۂ بقرہ عشا کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت حضرت معاذ کی بیان کی تو آپ نے انکو فرمایا کہ تم کیا لوگون کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحیہا اور سبح اسم ربک الاعلی اور واللیل
پڑہا کرو شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اسمین حکم نکالا کہ ضعیف مقتدی کی نماز سے زائد نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ
مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورۂ والشمس اور واللیل وغیرہ پڑہا کرین جو عشا کی سنتون میں باوجودیکہ قوم معاذ کا عذر ثابت تھا
اور یہی مطلب کمال کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہیں کہ ضعیفون کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے جیسا شرنبلالی نے سمجہا اور
[illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جب رونا ایک بچہ کا سنا حالانکہ نماز فجر میں طوال
مفصل کا پڑھنا مسنون ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ [illegible] معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ مین نے ایک بچہ کا رونا سنا تو
ڈرا کہ کہیں اسکی مان گھبرا وے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو جائز ہے [illegible] وکرہ تحریماً جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰۃ جنازۃ لانہا لم تشرع
مکررۃ فلو انفردن تفوتہن بفراغ احداہن اور مکروہ تحریمی ہے جماعت صرف عورتون کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سواے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ میں انکی جماعت مکروہ
نہین اسلیے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو مشروع نہیں تو اگر تنہا سب نماز پڑھینگی تو ایک عورت کے نماز ختم ہونے سے باقی عورتون کی نماز فوت ہو جاویگی کیونکہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے
اسلیے انکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز میں مکروہ نہوگی [illegible] نماز جنازہ فرض کفایہ ہے [illegible] تنہا ادا ہو گی فرض ادا ہو جاویگا باقی عورتین [illegible]
سے محروم رہ جاینگی اسلیے جماعت سے پڑھتی ہیں [illegible] فضیلت فرض کی فوت نہو گی [illegible] عورتین [illegible] جنازہ [illegible]
الفرض بصلوٰتہا الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء [illegible] اور اگر نماز جنازہ میں مردون کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ پڑھی جاوے [illegible]
عورت کی نماز سے یعنی مردون کی نماز تو سرے سے منعقد نہیں ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اسی سے فرض ادا ہو گیا [illegible]
جبکہ عورت کو امام خلیفہ کر دے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتین ہون کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جاویگی [illegible]
جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہیں تو خود اسکا مقتدی ٹہرا اسلیے اسکی نماز فاسد ہوئی اور اسکی نماز کے فساد سے سب مقتدیون کی نماز فاسد ہوگی [illegible]
الامام وسطہن فلو تقدمت اثمت الا الخنثی فیتقدمہن پھر اگر عورتین باوجود کراہت کے جماعت کرین تو امام عورت انکے بیچ میں کھڑی ہو اگر آگے بڑھ کر کھڑی ہوگی تو گنہگار
ہوگی مگر خنثی کہ وہ عورتون سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو [illegible] امام [illegible] برابر یا پیچھے کھڑی ہو [illegible]
ایڑیان صف کی ایڑیون سے آگے نکلی رہیں یا خنثی کہ آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اسکو مرد فرض کرین تو عورتون کی برابری سے اسکی نماز فاسد ہو جاویگی [illegible]
نہوگی کذا فی الطحطاوی [illegible] جماعتہم [illegible] کہ امام انکے بیچ میں کھڑا ہو اور انکی جماعت مکروہ تحریمی ہو کذا فی الفتح [illegible]
ہونگی قید سے افادہ کیا [illegible] عورتون کی جماعت میں [illegible] کھڑے ہونے سے ہی [illegible] نہیں کیونکہ [illegible] عورتون کے
کذا فی البحر [illegible] جماعت کی [illegible] فی الجماعۃ [illegible] علی المذہب [illegible]
وفی شرح الکمال [illegible] اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتون کا جماعت میں اگرچہ حاضر ہونا جمعہ میں اور عیدین میں اور وعظ میں ہو مطلقاً یعنی اگرچہ بوڑھی عورت ہو
جوان رات کو مجمع میں حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہے [illegible] بسبب خرابی زمانہ کے [illegible] کمال نے [illegible] بوڑھی عورتون [illegible] آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت میں عورتین جماعت میں حاضر ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتون کو مسجدون میں جانے سے منع فرمایا عورتون نے انکی شکایت حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے کی آپ نے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر کو معلوم ہوا تو اجازت مسجد میں جانے کی نہ دیتے اس سے متاخرین نے
فتوی دیا کہ عورتون کا نکلنا جماعتون میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ او زوجتہ
او امتہ اما اذا کان معہن واحد ممن ذکر او امہن فی المسجد لا یکرہ [illegible] مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتون کو ایسے گھر میں کہ امام کے سوا کوئی مرد [illegible]

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتھ انمین سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد انکی امامت مسجد مین کرے
تو مکروہ نہو گا کذا فی البحر یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت کے مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد مین
نہو اور اگر خلوت مین جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی القہستانی ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ فتتاخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب
اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اوس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو
کہ اسکی انگلیان امام کی ایڑی کے پاس ہون شلبی نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا
ہونے کے لیے کہدے والعبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا تفسد ولو اعتبار نہین سر کا یعنی سجدہ کی حالت مین اگر مقتدی کا سر لمبے قد کی وجہ سے
ہونے کے امام سے آگے نکلجاتا ہو تو اسکا اعتبار نہین بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جبتک اکثر قدم مقتدی
کا آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہوگی یعنی بچون کا ہرجہ نماز مین کیا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پھر ایک مقتدی اسکے بائین
طرف کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول مین بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط
اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہون امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ مین کھڑا ہو گا تو مکروہ تنزیہی ہو گا اور اگر دو سے زائد کے بیچ مین
کھڑا ہو گا تو مکروہ تحریمی ہو گا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھکر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب
الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے امام کے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق علم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضون
نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایک ڈگ مین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضون نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹا
دیگا تب بھی مضائقہ نہین اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائین جانب کھڑا ہو جاے تو امام دونون کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع
اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیون کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسکی مؤید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ مین
ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوے مین آپکے بائین طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑکر داہنی طرف کو گھما لیا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپکے بائین جانب
کھڑے ہوے آپنے اُنکے دونون ہاتھ پکڑے اور ہم دونون کو پیچھے ڈھکیلا یہانتک کہ ہمکو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی ویصف ای یصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی
وینبغی ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھین یعنی مقتدیون کی صف کرادے امام اسطرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام
کو چاہیے کہ مقتدیون کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہین اور دو شخصون کے بیچ مین کی جگہ کو بند کرین اور اپنے شانون کو برابر رکھین ویقف وسطا اور امام درمیان مین کھڑا ہو
یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائین دونون طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب مین تاکہ دونون طرفین برابر ہو جاوین
اور اگر امام ایکطرف صف کے کھڑا ہو گا تو مکروہ ہو گا اور جب امام کے دونون طرف برابر ہون تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ مین جگہ چھوٹی ہو تو وہان
کھڑا ہو جاے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اُسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا مین امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف مین سے
کھینچکر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص اسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اسکی سیدھ مین اکیلا کھڑا ہو جاے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صفون
کی سب سے پہلی ہے سواے جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحر الرائق مین بوجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار مین وارد ہے
کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اُس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول مین امام کی سیدھ پر ہے پھر داہنی طرف والون پر پھر
بائین طرف والون پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ مین سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ منظور جنازہ مین زیادہ ہونا صفون کا ہے تو اگر
پہلے بہتر ہو تو آدمیون کی قلت کی صورت مین کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف

صف میں فرجہ ہو اور اگر نماز پڑھے مسجد کی طاق پر تو اگر صحن مسجد میں جگہ تھی تو مکروہ ہوگی چاہیے مکروہ ہے کھڑا ہونا نمازی کا اس صف کے پیچھے کی صف میں جس میں جگہ چھوٹی
ہوئی ہو اسم ظرف طاق عمارت کو کہتے ہیں تو اگر کوئی نمازی بلا عذر باوجود صف میں جگہ ہونے کے کسی طاق پر چڑھ کر نماز پڑھیگا تو نماز مکروہ ہوگی اسلیئے کہ اس طرح پڑھنے سے
صف کے پورا ہونے میں خلل پڑتا ہے اور اگر کسی عذر سے کھڑا ہو مثلاً وہ شخص کہ بہرا ہو اور طاق پر چڑھنے سے آواز سپاہیون میں پہنچیگی تو اس صورت میں مکروہ نہیں ہے نمازی
کے بعد نیت کے اگر اپنے سامنے کی صف میں جگہ چھوٹی دیکھی اور اپنی جگہ سے چلکر اگلی صف میں کھڑا ہو گیا تو اسکی نماز فاسد نہوگی پھر فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ
تحریمی ہے یا تنزیہی اسکی تنقیح چاہیے مگر حدیث شریف میں جو وعید آیا ہے کہ جو شخص صف کو قطع کرے اسکو خدا قطع کرے اسکا مؤید ہے کہ مکروہ تحریمی ہو کذا فی الشامی قلت وبالکراہۃ
ایضا صرح الشافعیہ میں کہتا ہون کہ فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیون نے بھی صریح کردیا ہے قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصف ونرا فی اہل
ففوت افضیلۃ الجماعۃ الذی ہو التضعیف لا اصل برکۃ الجماعۃ فتضعیفہا غیر برکتہا وبرکتہا ہی عود برکۃ الکامل منہم علی الناقص انتہی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف
میں بیان کیا ہے کہ صف میں جگہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہے ثواب سے مراد کئی گنا ہونا ہے نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہیں کرتا کیونکہ تضعیف یعنی دوسری چیز ہو
برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہے کہ نمازیون میں سے کامل شخص پر کی رحمت ناقص پر چلی آوے انتہی ہم کہتے ہیں جو وارد ہے کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنی
زیادہ ہے فرجہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہیں ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی جو کامل شخص ہون کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہے تو یہ بھی حاضرین شریک
ہوجاتے ہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حنفیون کے نزدیک فضیلت بھی ملتی ہے مگر کراہت کے ساتھ ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرہم اور اگر نمازی
اول صف میں فرجہ پاوے نہ دوسری میں تو اسکو جائز ہے چیرنا دوسری صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے کہ انہون نے جگہ کیون نہیں بند کی جیسا کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہے
اگلی صفون میں جگہ دیکھے تو پچھلی صف والون کے سامنے گویا انکو چیر کر اس جگہ میں جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والون کا قصور ہے کہ انہون نے جگہ کو نہ بھرا اسلیئے انکو چیرنا یا انکی نماز
کے آگے گذرنا کچھ مضائقہ نہیں کسلیئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اسکو خود بند کردے اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اسکی گردن پر ہو کر چلا جاوے کہ
اسکی کچھ تعظیم نہیں ہے اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس وفی الحدیث من سد فرجۃ غفر لہ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی وصح خیارکم الینکم
مناکب فی الصلوٰۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو نماز میں زیادہ نرم شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف میں داخل ہونے کے لیئے انکے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ
کو نرم کرین اور اسکو جگہ دے دین وبہذا یعلم جہل من یستمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہے جہالت
اس شخص کی جو رک رہے جب کوئی صف میں داخل ہونیوالا اسکے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہے کہ دوسرے کو جگہ دینی نمود کی بات ہے جیسا مشرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں ہم
بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ ریا کا گمان اسلیئے ہے کہ نمازی دوسرے کے لیئے حرکت کرتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہے
اور فرجہ کے بند کرنے کے حکم کی تعمیل کرتا ہے لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرہا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مخالف
نقل بحر الرائق کے ہے یعنی مصنف وغیرہ نے بتبعیت صاحب قنیہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیون کو ہٹایا اور وہ اسکے لیئے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اسکی نماز فاسد
ہوجائیگی اسلیئے کہ اُسنے نماز میں خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو ہوا ہے تدارک اسکا نہ کرنا بہتر تھا اسلیئے کہ مخالف حدیث کے ہے یعنی جیسا حدیث سے ثابت ہو گیا
کہ دوسرے کو جگہ دینے کے لیئے ہٹنا افضل ہے تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتأخر فہل ثم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے
نماز کی تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صف میں سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا ان دونون مسئلہ میں کچھ فرق ہے اسکی تنقیح چاہیئے ہم مسئلہ قنیہ کی یہ صورت ہے
کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھ وہ آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف میں ملنے کے لیئے اول کو ہٹایا اور اُسنے جگہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی کیونکہ غیر کے
امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اُسکے امر کے نمازی نے جگہ دی تو اس مسئلہ میں البتہ کچھ فرق نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل وار بیان کیا جاوے تو خوب ہے یعنی
دونون مسئلون میں اگر ہٹنے والا یہ سمجھے کہ میں اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونون جگہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر شخص کا نہ کرے صرف نماز شروع

ہونے والیکی خاطر سے بیٹھا تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ ثم الصبیہ صف باندھیں امام کے پیچھے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلاموں کو
کہ مرد آزاد ہوں یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلیہ میں جو لڑکوں کو بالغ غلاموں پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہیں اسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مجھ سے قریب
بالغ عاقل رہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحدا دخل فی الصف مردوں کے پیچھے لڑکے صف باندھیں تعدد کے
ظاہر یہی ہے کہ لڑکے کئی ہوں تو پیچھے صف کریں پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف میں داخل کیا جاوے حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہر [illegible] کے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف میں [illegible]
مثلا خنثی اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں ملجاوے اور جو عورت ہیں کہ اسکے ملنے سے برابر والیکی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردوں کی صف کے پیچھے
تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف میں کھڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پھر لڑکوں کے پیچھے صف کریں خنثی پھر
صف کریں عورتیں قالوا الصفوف الممکنة اثنا عشر لکن لا یلزم صحة کلها لمحاذاة الخناثی بالاعضاء فقہاء نے کہا کہ صفیں جو ہو سکتی ہیں بارہ ہیں لیکن لازم نہیں درست
ہونا ان سب کا بسبب معاملہ خنثوں کے ساتھ مضر تربات کے ہم بارہ صفیں اسطرح ہو سکتی ہیں کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مونث یا خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ
قسم کے مقتدی ہوئے پھر انمیں سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوئے انکی تفصیل ترتیب حلبیہ میں یوں مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کریں دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ
چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتیں بالغ دہم آزاد عورتیں نابالغ یازدہم لونڈیاں بالغ دوازدہم لونڈیاں
نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفوں کا صحیح ہونا ضرور نہیں کیونکہ خنثی صحت صف کو ضرر کرتے ہیں اسلیے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اسکے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں کیونکہ شاید
اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والوں میں سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثوں کو ایک صف میں اسطرح کھڑا کریں کہ دو خنثوں کے
بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوٹا دے کیونکہ انکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک ہی صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کردیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے
ہونے میں بھی ضرر ہے وإذا حاذته ولو بعضو واحد وخصه الزیلعی بالساق والکعب امرأة ولو أمة مشتهاة حالا کبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمة او ماضیا کعجوز اور جبکہ محاذی ہو
کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تا کہ معلوم
ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب میں مختلف نہیں ورنہ شاید ولو امة بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی ان
شرطوں کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ اس وقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی
بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ زمانہ ماضی میں مشتہاۃ ہو مثلا بوڑھیا ہم ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے
ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اسکا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ یا برابری میں ہوگا تو نماز مرد کی
جاتی رہیگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہوں خواہ عورت آگے ہو اور مرد اسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسوں کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد
نہیں کیونکہ اس زمانہ کی عورتیں ہرگز نو برس تک کی عمر میں قابل صحبت نہیں ہوتی چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ میں اعتبار عمر کا نہیں جس عمر میں لیاقت جماع
کی ہو جاوے اسیکا اعتبار ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطا ولا حائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجة تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت اور مرد میں
کوئی آڑ نہ ہو کمتر آڑ بلندی میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں ایک انگشت ہے یا یہ کہ دونوں میں فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت
میں نماز فاسد نہوگی اور یہ صورت میں ہے کہ دونوں برابر ہوں اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوة وإن لم تتحد کنیتهما اطلاقا
فیبطله عصر علی الصحیح سراج فالصحیح نقلا علی المذهب بحر وشمل مطلقة صح الجنازة تیسری شرط محاذات کی یہ ہونا مرد اور عورت کا ہے نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی میں خواہ
نماز [illegible] ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتیں دونوں کی نماز ایک نہ ہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والے کے کہ بشرط محاذات دونوں کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول کا
کذا فی السراج اسلیے کہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہے مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکل گئی

کہا ہے یہی محاذات مفسد نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں رضا ہے نہ نماز ھم حلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق محذوف کے ہے یعنی فساد صلوٰۃ کا اور مذہب قوی ہے مراد یہی کا قول ہے
کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہ ہوا تو وہ نفل ہو گیا کیونکہ وصف باطل ہونے سے اصل باطل نہیں ہوتی تو جب فرضیت باطل ہوئی تو نفل ہونا باقی رہ گیا اور امام محمد کے نزدیک جب عورت کی
نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہو گئی کیونکہ وصف کے باطل ہونے سے انکے نزدیک اصل باطل ہو جاتی ہے تو انکے قول کے موجب مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ عورت حقیقتاً
نماز میں نہیں پس یہی بحر الرائق میں ہے اس قول کو بخلاف مذہب کہا ہے کذا فی الشامی تصریح فساد شرط کہ محاذاۃ المرأۃ لا یفسد صلوٰۃ [illegible] فتح [illegible]
وادا وحکما کلاحقین بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقین والمحاذاۃ فی الطریق چوتھی شرط محاذات کی یہ ہے کہ نماز کا تحریمہ ایک مرد اور عورت میں تحریمہ کی راہ سے اور ادا کی راہ سے
شریک ہوں مشترک ہونے سے یہ غرض ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کی امام کی تحریمہ پر اگر یہ نماز [illegible] سے پیشتر ہوگی یعنی پیشتر
نہیں کہ عورت نے شروع نماز میں [illegible] اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اس وقت عورت اگر شریک ہو تو یہ نماز میں اگر محاذات ہوگی تب بھی فاسد ہوگی اور ادا میں شرکت سے مراد یہ کہ
جس نماز کو دونوں پڑھتے ہیں اس میں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونوں کسی شخص کے مقتدی ہوں گو شرکت ادا کی حکماً ہو جیسے لاحق بعد امام کے فارغ ہونے کے یعنی اگر مرد
اور عورت کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحق ہونے کی صورت میں ہو تو بھی مرد کی نماز فاسد ہو گی اسلئے کہ حکماً دونوں ایک امام کے پیچھے ہیں [illegible] دونوں [illegible] کہا
کہ امام کے بعد کہ وہ مفسد نہیں کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے تو اس وقت کی محاذات [illegible] فی الاداء [illegible] محاذات [illegible]
نہیں یعنی اگر مرد اور عورت [illegible] وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی فسادگی نہیں [illegible] محاذات [illegible]
کی اس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا ہو اور دوسرا [illegible] محاذات [illegible] مفسد نماز کی
مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ مراد کروہ سے بنا بر کروہ تحریمی ہے [illegible]
شرط محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونوں کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا منہ ایک طرف ہو اور ایک کا دوسری طرف یا [illegible]
اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبلہ کی اٹکل کرکے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی [illegible]
[illegible] فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل بالغ ہوگا اور نہیں تو فاسد نہ ہوگی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہے [illegible]
تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اس سے یہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی [illegible]
امام نہ ہو ورنہ دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا حاضرۃ علی الظاہر ولو نوی امرأۃ معینۃ [illegible]
معینۃ والا ینوہا فسدت صلوٰتہا کما لو اشار الیہا بالتأخر فلم تتأخر لترکہا فرض المقام فتح ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہے کہ نماز مرد کی اس وقت فاسد ہوگی
جب امام اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنے کے کریگا تو [illegible]
تو مرد محاذی کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اس وقت موجود نہ ہو قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی [illegible]
کی نیت نہ کی سوائے اس عورت کی تو عمل کریگی اسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسرے کی محاذات [illegible] جسکا استثنا کیا اسکی محاذات دوسری صورت میں
مفسد نہ ہوگی اور اگر امام نے اس عورت کی نیت نہ کی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اسکی نماز فاسد
ہوگی اسلئے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اسپر ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لئے نیت امام شرط نہیں [illegible]
صحیح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا اور
کسی مرد کی محاذات نہیں تو اسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اسکی نیت نہ کی ہو اور نہایہ میں ہے کہ عدم اشتراط امام محمد کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ اشتراط
کا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتویٰ پچھلے قول پر ہوتا ہے و شرطوا کونہا عاقلۃ اور فقہا نے شرط کیا ہے یعنی آٹھویں شرط بیان کی ہے کہ موجود ہونا عورت کا عاقل [illegible] معلوم ہوا کہ

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اُسکی نماز منعقد ہی نہین ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہتی وکونہما
فی مکان واحد اور نوین شرط یہ ہو کہ مرد اور عورت کا ایک مکان ہو یعنی اگر مرد مثلاً آدم بھر اونچی دکان ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق مین کہا کہ یہ شرط
ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکا ذکر کر دیا فی رکن کامل وسوین شرط یہ ہو کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے مین ہو شامی نے کہا
کہ خانیہ مین ہو کہ محاذات تب مفسد ہو کہ ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہین فالشرط وعشرة لیس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطین دس ہین چنانچہ
شرح میں انکو شمار کے ساتھ لکھا ہے اور اگر اشتراک و تحریمہ اور ادائے اشتراک ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہین اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ کرنے کو بھی شمار کرو تو بارہ ہو جاتی
اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہو سکتی ہو ایک اُسکی جو عورت کی داہنی طرف ہو ایک بائین طرف والے کے ایک پیچھے کھڑا ہونے
والے کی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیون کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا یفسد علی الراجح
فتضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت
کا نماز کو فاسد نہین کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بتاتا ہو اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار مین مذکور ہو یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہو
کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت مین شہوت نہین تاکہ اسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جاوے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہو جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے
ثابت کیا ہو یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات مین شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ اُنسے بھی ہوتا ہو اس سے
معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہو کہ جہان عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اُس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہین صحیح ہو
اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز مین اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل مین ہو صحیح تر قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت مین خلل ہو اسلیے کہ مراد
رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہو اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اقتدا
نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہین حالانکہ یہ دونون باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہین اقتدا مذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نابالغ لڑکے کے
پیچھے کذا فی الحلبی او علی الاصح راجع ہو طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز مین ہدایہ مین کہا کہ تراویح اور سنتون مین مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہو اور مختار یہ ہو کہ کسی
نماز مین لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہین خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف خسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہین اُسکی نماز کا صرف عادت پڑنے کے لیے
کیا جاتا ہو اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہین اور نفلون مین اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ
کی نفل قوی تر ہو کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہو کذا فی النہر وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقۃ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست
نہین اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے بیہوش کے ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے مطبق بضم میم و کسر موحدہ وہ جنون جسمین کبھی ہوش
نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہو کہ مجنون مکلف نہین اور متوالے اور بیہوش مین ثبوت نیت کا نہین ولا طاہر بمعذور ہذا ان
قارن الوضوء الحدث او طرء علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہین صحیح ہو اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اُس صورت مین ہو کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث ہو
یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اُسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہو بشرطیکہ عذر رکھنے نے وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز مین عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور
کے پیچھے درست ہو جاویگا امام طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ٹھہرانے سے معلوم ہوتا ہو کہ معذور طاہر نہین ہوتا حالانکہ
شرعاً وہ طاہر ہی کاقتداء بمفتصد امن خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ
جیسے درست ہو اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانے والے کے جو خون کے نکلنے سے مامون ہوا اور جیسے صحیح ہو اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنی دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے
کے پیچھے اور اقتدا عذر والے کا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والے کے پیچھے نہین صحیح ہو اسکا عکس یعنی اقتدا کرنا ایک عذر والے کا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

بانی نہ ہو) وسے کا اس شخص کے پیچھے جسکو سلسل البول ہو درست نہیں اسلیے کہ امام یعنی سلسل البول والے کیساتھ دو عذر ہیں ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی میں
صرف ایک عذر ہے یعنی بانی سے بے وضو ہونا ھم نہر الفائق میں کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اسوقت صحیح ہے جبکہ دونوں کا عذر متحد ہو تو اس صورت میں شارح
نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا ایک عذر والے کے پیچھے صحیح ہو درست نہیں کذا فی الحلبی وفی المجتبی الاقتداء بالمماثل صحیح الا الثلثۃ الخنثی المشکل والضالۃ والمستحاضۃ ای
لاحتمال الحیض فافہم انتہی ھم اور جو کہ مجتبی میں مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصوں کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثی مشکل کا اقتدا دو
خنثی مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے
دونوں ناجائز ہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگرچہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہو گا ھم ضالہ اور متحیرہ اس عورت
کو کہتے ہیں جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہ یہ ہے کہ شاید مقتدی طاہرہ ہو اور امام جو وہ کہیں حیض کا نہ ہو مستحاضہ میں بھی یہ
مشکل ہے اسلیے کہ خون آنا مستحاضہ پر احتمال حیض نہیں ہو سکتا ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چھ روز کے حیض کی تھی پھر مثلاً ایک بار بڑھ گئی تو چھ سے دس تک
کے دنوں میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہو گا تو یہ دن حیض کا ہو گا اور اگر دس سے بڑھ جاویگا تو استحاضہ کا ہو گا تو ایسی مستحاضہ کی امامت
درست نہ ہو گی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبی کی عبارت میں یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں ہے تو
نسخہ میں اسطرح کا اشکال نہیں اور وفی المجتبی مبتدا ہے اور آگے خبر قول شارح ای لاحتمال ہے یعنی مجتبی کے قول کی تفسیر اسی طرح ہے کذا فی الشامی والامی فلا الا بمثلہ
من القراءۃ الجہر چنانچہ البناء ہو الامی اور نہیں درست ہے اقتدا اس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اسکے جسکو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اور وہی امی کہلاتا ہے ولا الاخرس
بالاخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہیں جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہو گا اسکا عکس یعنی اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے
درست ہو شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہ ہو تو اسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہو گا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہیں ہے ولا
مستور عورۃ بعار فلو ام العاری عریانا ولابسین فصلوۃ الامام ومماثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا دوجرح بمثلہ وبصحیح اور نہیں صحیح ہے اقتدا ڈھکے ہوئے ستر والے شخص کا پیچھے ننگے کے
تو اگر امام ہوا برہنہ شخص ننگوں اور کپڑے پہنے ہوؤں کا تو امام کی نماز اور اسکی مثل کی یعنی برہنہ مقتدیوں کی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھ دو
زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہوا ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونوں زخمیوں کی جائز ہے ھم بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریوں کا تو امام
کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرے کہ سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں
بحر الرائق میں یوں بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قراءت کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کر کے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے حدیث کی رو سے تو جب اسنے
ایسا نہ کیا تو نماز اسکی فاسد ہوئی اسلیے سب کی نماز فاسد ہو گی اور ستر عورت و طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسیواسطے کپڑے
پہننے والوں کی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہ ہو گی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی الرکوع والسجود بعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں
درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والے کا پیچھے اس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر
رکوع و سجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوتین
شرط عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والے کے اسلیے کہ دونوں نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک
ھم پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ میں
امام کی نماز پڑھتا ہوں تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے

ہم یہ جواب ہو امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آ کر انکو عشا پڑھایا
کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والے کا اقتدا پیچھے نفل والے کے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ چکے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے
وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہو کر فرض
پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے انکی شکایت حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو اور
اجرا یہ ہے کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیں تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپکے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت کر سکتے ہیں تو معلوم
ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا ناذر بناذر ان کان نذر کل منهما غیر نذر الآخر فرضا آخر او نہیں درست
ہوا اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نہ نذر کرنیوالے کی اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر
کرنیوالے کے پیچھے درست ہے اسلیے کہ ہر ایک ان دونوں امام اور مقتدی سے ایسا ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہے ان دونوں میں اول کا
نہیں پایا جاتا الا اذا نذر احدہما عین منذور الآخر للاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں مگر اس صورت میں
کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے اس صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی میں
کرتا ہوں تو جب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسیوجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اس صورت کے کہ دونوں نے نذر نماز کی جداگانہ کی کیونکہ
دونوں کے ذمے کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذورة اقوى فيصح عكسه وبحالف بمتنفل او نہیں درست ہے
اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اسکا عکس وبحالف بمتنفل یعنی قسم کی نماز والے کا اقتدا نذر کی نماز والے کے
پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے قسم صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا
اسلیے قسم کی نماز والے کا اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھکر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہے اور یہیں جہت نذر والا قسم
والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والے کے پیچھے اقتدا کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول بحالف عطف ہے بناذر پر مجرور ہے
ہے کذا فی الشامی ومصلیا رکعتی طواف کہ نماز پڑھیں دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والوں کے ہیں یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز
نہیں ہے بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو نذر کی جیسا کہ بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
ہوگا کذا فی الشامی ولو اشترکا فی نافلة فافسداها صح الاقتداء لان الفساد امام فردین اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونوں نے اسکو فاسد کر دیا تو اقتدا صحیح ہے مثلاً
دونوں دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اب ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز متحد ہے نہ اس صورت میں جبکہ اسکو فاسد کیا دونوں
نے تنہا کہ اس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظہر ونوی کل امامة صاحبه صحت لان الاقتداء والفرق لا یخفی اور اگر دو شخصوں نے نماز ظہر
پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ ہے کہ امام اپنے حق میں منفرد
ہوتا ہے اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونوں نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونوں منفرد ہوئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت میں عدم
جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر بنی کی ہو اور یہاں دونوں نے اپنی نماز
کو دوسرے کی نماز پر بنی کیا ہے اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہ ہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی ولا لاحق ولا مسبوق بمثلهما لما قررنا ان الاقتداء فی موضع
الانفراد مفسد کعکسه اور نہیں درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونوں کے اسوجہ سے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ میں مفسد ہے جیسے کہ اسکا عکس
مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ میں ہم لاحق وہ ہے جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ

ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں حکم مقتدی کا رکھتا ہے یعنی جو حال نماز پڑھتے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا ہو اور مسبوق وہ ہے جو بعد کسی قدر نماز ہو جانے کے شریک ہو
شروع سے شریک نہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے میں حکم منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہوگا اسلیے کہ دونوں مقتدی ہیں اگر ایک امام ہوگا تو دو
منفرد ہو جائیگا کیونکہ امام کا حال منفرد کا سا ہے اسیطرح مسبوق پیچھے مسبوق کے اقتدا نہیں کر سکتا کیونکہ دونوں منفرد ہیں تو اقتدا حالت انفراد میں کیسے کر سکتے ہیں اور یہی حال اس
اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے یا مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما یتغیر بالسفر کالظہر وان احرم الامام المقیم بعد الوقت او فیہ فخرج فاقتدی فیہا
اور نہیں صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں جو سفر کے باعث سے بدلتی ہیں جیسے ظہر اور عصر اور عشا ہے کیونکہ فرض مسافر پر وقت کے بعد کے ہو جاتا
کہ نماز تحریمہ کی پھر وقت نکل گیا تو اب وقت مسافر نے اقتدا کیا امام مسافر کی نماز وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہے بوجہ نیت اقامت کے یا سے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اسکی
کی وجہ سے مگر جب وقت نکل گیا تو اسکے ذمے دو رکعتیں ثابت ہو گئیں اب انہیں قابلیت تمام ہونے کی اسیطرح نہ رہی اسلیے بعد وقت کے اقتدا صحیح نہیں ٹھہرا
اور بغیر نمازوں کی قید اسلیے لگائی کہ جو نہیں متغیر ہوتیں مثلا فجر اور مغرب تو انمین اقتدا درست ہے کذا فی الفتح بل ان احرم فی الوقت فخرج صح واتم [illegible]
[illegible] فرضہ فیکون اقتدا المتنفل [illegible] قعدہ [illegible] قراءۃ [illegible] فی الشفع الاول [illegible] اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ [illegible] وقت کے اندر [illegible] وقت نکل گیا [illegible]
اور مسافر چار رکعتیں پڑھے اپنے امام کی تبعیت سے لیکن وقت کے بعد اسکا فرض نہیں بدلیگا دو ہی رکعتیں اسکے ذمے ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دو رکعت میں کریگا [illegible]
حق میں اور دوسرے دوگانہ میں کریگا تو قرات کے حق میں اقتدا النفل [illegible] پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض والے کا اقتدا النفل والے کے پیچھے جائز نہیں [illegible]
خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمے واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونے کی جہت سے فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا واجب والے کے پیچھے ہوگا اور پہلے دو رکعت
میں قرات امام مقیم کے حق میں مسنون ہے پس اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہوگا کیونکہ قرات اسکے حق میں فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا سنت والے کے پیچھے لازم آئیگا کذا
فی الشامی ولا نازل براکب ولا راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ صح اور صحیح نہیں اقتدا سواری سے اترے والے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے
جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہوگا اور وجہ عدم جواز اقتدا کی اتحاد مکان نہیں اختلاف مکان ہے اور شرط اقتدا سے مکان
کا متحد ہونا اور پر مذکور ہو چکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اترے ہوئے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن
المجتبی اور نہیں درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے اصح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق میں مجتبی سے منقول ہے اور الثغ بروزن افعل اس شخص کو کہتے ہیں جسکی زبان
سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلا ر کی جگہ غین یا لام بولے ہندی میں اسکو توتلا کہتے ہیں اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ میں توتلے کی امامت کا
صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلا یوم الا مثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتدا بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض
مما لا لثغ فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجہ یا کوشش کرنیکے بعد امی کے مانند ہے یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی
امامت نکرے ورنہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرات وہ آیتیں نکال لے جنمیں یہی الثغ
یہی تنقیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم میں ہم حاصل تنقیح یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے تصحیح الفاظ نہ نکال سکے گا تو نماز اسکی
جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ مجیدا وغیرہ میں ہے مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جنمیں توتلا وے اور اگر پڑھ سکیگا
تو اسپر کوشش کرنا ضرور نہیں ہے دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسیطرح
حکم ہے اس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون تکرار کے نہ نکال سکے ہم کہتے ہیں ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہوگی
مثلا بعض لوگوں سے ح اور ع اور ص اور ط نہیں ادا ہوتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہے اور چونکہ الثغ کو مترجم وغیرہ میں خاص کیا ہے اس شخص کے لیے
جو سین اور رے نہ بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول میں عام کر دیا اور ف کی تکرار سے بتایا کہ ہکلا بھی اسی مسئلہ میں داخل ہے کذا فی الشامی

واعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وہی غیر صلوۃ الانفراد علی الاصح بحر واداد فی الاجزاء المذہب اور جان
کہ جب اقتدا فاسد ہوا کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا
خود اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح ہے شروع قول صحیح
کذا فی البحر اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے ہمارا وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اس نماز میں جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اسکا شروع صحیح نہ ہوا
تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت
شروع قول ہے خاص امام محمد کا اور خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں اقتدا صحیح نہیں تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں
ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیہا ایضا تصحیح السراج خلافہ وان المذہب انہا تنقلب نفلا قال میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان کیا
ہے یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کر اسلیے کہ تناقض لکھا ہے صاحب
بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہے اور عورت نے ظہر کی نیت سے اسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا اسکا ہے
فرض میں صحیح نہوا اگر نفل میں بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل میں اقتدا
باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی
وینبغی فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلاتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ وقد تبنا
یعنی جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے
کسی شرط کے چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازوں کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہوا تو اقتدا مقتدی
کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنی اسکو فاسد کرنے سے قضا اسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جاویگا
کیونکہ قہقہہ اثناے نماز میں پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو بحال رہیگا امام زیلعی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اس صورت پر
محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہوا اور صحت کی تصحیح اسپر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں نہ رہی نفل میں باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف من النساء
بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے جو بمقدار ایک ہاتھ کے ہو یا بدون
انکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ تو عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردوں کی انکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور
اگر تین عورتیں ہونگی تو مردوں کی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی
نماز جائیگی جو انکے پیچھے سیدھ میں ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتیں تین
یا پوری صف ہوں تب بھی انکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں فساد نہ پھیلے اسلیے کہ اس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے
لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو عورتوں میں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمر رض سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان
اور اسکے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اسکی نماز نہیں تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہے
صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی او طریق تجری فیہ عجلۃ الی بحر او نہر یا رستہ عام نافذ جسمیں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ
عجلہ تحتین وہ آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہیں او نہر تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہے نہر جسمیں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ
نہر مسجد میں ہو او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ

ولذا اشتان مسجد الشافی لا واحد الحنفی قال لانہ ذکر ابتداء صلاتہ صلاۃ رددہ بعد مصرفی حرج من خلفہ یا مانع اقتدا ہے خلا یعنی اثنا میدان جنگل میں یا بہت بڑی مسجد میں مثل مسجد قدس کے کہ اسمین گنجایش دو صفون یا زیادہ کی ہو مگر اس صورت مین مانع نہین جبکہ صفین ملی ہوئی ہون تو صحیح ہے اقتدا مطلقاً یعنی اگر بیچ مین نہر یا راہ نافذ ہو مثلاً راہ مین تین شخص کھڑے ہو جائین تو صفین متصل ہو جائینگی اور اسیطرح اگر دو کھڑے ہوں امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ تارہ ہونے راہ کیلیے شخص کے اسکا وجود مثل عدم کے ہو گیا ان لوگون کے حق مین جو اسکے پیچھے ہین یعنی ایک شخص کے رستہ مین کھڑے ہونے سے صفون کا اتصال ثابت نہوگا جیسا دو کا کھڑا ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اور نہرین صورت اتصال یہ ہے کہ ان پر صفین ہون یا کشتیان باندھکر ان پر لوگ کھڑے ہو جائین اور جنگل کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اوسی مسجد مین جگہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہین اور اگر صحیح تر قول میں مثل مسجد کے ہو فنا آمین یعنی بدون اتصال صفون کے اقتدا صحیح ہے اور بڑا مکان مثل جنگل کے ہے اور حد بڑے کی یہ ہو کہ جسکا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور چھوٹون سے مکان اسکے کم ہو یہی قول اول مختار ہے کذا فی الشامی و الحائل لا یمنع الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او روئیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنی آڑ کا ہونا درمیان امام و مقتدی کے مانع اقتدا نہین جبکہ مقتدی پر حال اسکے امام کا اسکی آواز سننے یا اسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا کھڑکی وار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہونچنے کا ہو صحیح تر قول میں حلوانی نے اسیطرح سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکھنا امام ہی کا اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو دیکھے و لم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد و بیت فی الاصح قنیہ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہ ہو حقیقۃً جیسے مسجد اور گھر صحیح تر قول مین کذا فی القنیہ اور نہ حکماً مکان جدا ہو صفون کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو بھی جبکہ دونون کا رستہ نہ ہو کہ مکان مختلف نہ ہو مگر صفون کے اتصال کی صورت مین حکماً ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر و بحر و غیرہ واقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت و فی الاشباہ و زواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ انہ الاصح و فی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہے تو جائز نہوگا بسبب اختلاف مکان کے کذا فی الدرر و البحر وغیرہا اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ مین اور برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہونہ اختلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور تجنیس الفتاوی یا اور نصاب اور فتاوی قاضیخان مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر مین اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو یا ہو مگر صفون سے بھر گیا ہو و صح اقتداء متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسور حمار مجتبی و بحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتھ پانی نہین پیچھے تیمم والے کے اگر یہ ساتھ وضو کرنے والے کے گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی و البحر مقتدی کے ساتھ پانی نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اسکے ساتھ ہے گا تو امام کو پانی ملا سکیگا اس صورت مین اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ تیمم امام کا اسکے عندیہ مین باطل ہے اور یہ موقوف ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہ ہونے کی جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگا گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یعنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہوگا کہ اداے فرض مین شک ہو گیا کذا فی الطحطاوی و غاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا دھونے والے کا پیچھے مسح کرنے والے کے اگرچہ مسح پٹی یا بندش پر ہو یعنی جو شخص پانون کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالے کا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام اعضا کو دھوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا کر سکتا ہے جسکے ایک عضو پر پٹیان بندھی ہین و قائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلاتہ قاعدا وہم قیام و ابو بکر یامرہم بتکبیرہ و بقولہ جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما التغنی فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذا الصیاح ملحق بالکلام [illegible] اور درست ہے اقتدا کھڑے شخص کا [illegible]

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھکر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنوں کی آوازوں کے بلند کرنیکا جمعہ وغیرہ میں یعنی آواز بلند کرنا جائز ہے اور یہ جو ہمارے زمانہ میں موذنوں نے رائج کر لیا ہے بعید نہیں کہ مفسد انکی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتھ ملحق ہے کذا فی فتح القدیر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اس طرح پڑھائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ پھر جب حضرت صدیقؓ نے شروع کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے گھر کر جماعت میں تشریف لائے اور حضرت صدیقؓ کے بائیں طرف بیٹھے حضرت صدیقؓ قرأت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھائی اور صدیقؓ اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگوں کو سناتے تھے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور تکبیر کا آواز بلند کرنا بالاتفاق درست ہے جبکہ جماعت میں امام کی آواز نہ پہونچتی ہو اور اگر حاجت کی نہو تو تکبیر کا بولنا چاروں مذہب میں مکروہ ہے کذا فی الدرر وحلیہ وقائم باحدب بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست ہے اقتدا کھڑے ہونیوالیکا پیچھے کوبڑ نکلے ہوئے کے اگرچہ اسکا کوبڑ رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی تخییر ہے کہ قول پر نہایہ وغیرہ مجتہد کے اور اسطرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے کے درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہیں اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ یہاں خصوصیت لنگڑے کی نہیں بلکہ بہتر اور فاسد اور کبڑے کا غیر انکی نسبت کراہت میں اولیٰ ہیں وموم بمثلہ الا ان یومی الامام مضطجعا والموتم قاعدا او قائما ہو المختار اور صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑھنے والے کا پیچھے اپنی مثل کے مگر یہ کہ امام لیٹکر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھکر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت میں اقتدا صحیح نہیں اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال ہے کذا فی البحر یہی قول مختار ہے ومتنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیہ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ بصفۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہے اقتدا نفل پڑھنے والے کا پیچھے فرض پڑھنے والے کے سوائے تراویح کے صحیح قول میں کذا فی الخانیہ یعنی تراویح میں اقتدا فرض پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہیں اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ تراویح سنت مخصوص ہیں تو انکے عہدہ سے باہر آنیکے لیے انکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا ہم اسمیں یہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے اور فرض کے دوگانہ اخیر میں سنت تو اخیر دوگانہ میں اقتدا فرض والیکا پیچھے سنت والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہیں اسکا یہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قرأت کے باب میں اسی جہت سے قرأت اسکے حق میں ان دونوں رکعتوں میں سنت ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ فلاح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ سنۃ اور صحیح ہے اقتدا اس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہے پیچھے اس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنی اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہے اقتدا اس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی نماز میں غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب سے پیشتر کی ہو بسبب متحد ہونے دونوں کی نماز کے ہم مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پیشتر گذرا طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینوں مسئلوں کی علت ہے نفل میں تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر میں اسلیے کہ اعتقاد اختلاف میں ہے نہ عمل وتر ہونے میں اور تیسرے مسئلہ میں دونوں کی نماز عصر ہی اس دن کی واذا ظہر حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتد بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃ وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جائے مقتدی کو بیوضو ہونا اسکے امام کا تو اسکی نماز باطل ہوگی یعنی سرے سے منعقد نہوگی تو لازم ہوگا اسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہے صحت اور فساد میں شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد میں ہم یعنی اگر گواہوں سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہئیں اسلیے کہ امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا متن کے کلام میں تجوز ہے اسلیے کہ باطل اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جو منعقد ہو کر فاسد ہو اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہیں کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہاں یہ صورت متحقق نہیں ہاں اگر یہ کہا جائے کہ مجازا ایسا کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلاۃ

دلیل الاسلام وجبر علیہ چنانچہ الامام ہے یا امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا ہو انکا حالانکہ وہ بے وضو تھا یا ناپاک یا نا بینا الا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب ہے مقتدیوں پر
دوبارہ پڑھنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہے کہ اگر امام سچا ہے تو ان پر واجب ہے اور اگر عادل نہیں تو اعادہ مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اعادہ نہیں ہے بسبب فاسق ہونے امام کے
اپنے اقرار سے یعنی اگر دانستہ امام نے حالت بے وضو یا ناپاکی وغیرہ میں امامت کی اور پھر لوگوں کو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہو گیا اور دین کے باب میں فاسق کا قول صحیح
نہیں اسلیے اسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہیں اور اگر یہ احتمال ہو کہ امام نے براہ دینداری کے اقرار کیا تو اعادہ کریں کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص
کافر ہے تو یہ قول اسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور امام پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالقدر الممکن بلسانہ
او بکتابہ او برسول علی الاصح لو معینین والا لا یلزمہ بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقاً لکونہ عن خطاء معفو عنہ لکن الشروح مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ
خبر دینا جس طرح کہ ہو سکے اپنی زبان سے کہکر یا خط لکھکر یا قاصد بھیجکر لازم ہے یہی صحیح تر قول ہے کہ یہ جب ہے کہ مقتدی جو ہیں اوسی معلوم ہوں اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دینا اوسپر لازم
نہیں کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے سے معلوم ہوں اور تھوڑے سے نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تصحیح کی ہے مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی مطلقاً اسلیے کہ خواہ
نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب خطا ہوا اس فعل امام کے خطا کا معاف ہے درگذر کی گئی ہے لیکن شروح میں ترجیح دی گئی ہے فتاووں پر یعنی خبر دینا ہی لازم ہے
شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہے تصحیح فتاوی کا قول اسکے سامنے قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ بالقدر الممکن ثابت ہے اور علی الاصح متعلق ہے
یلزمہ سے واذا اقتدی امی وقاری بامی اذ تفسد صلوٰۃ الکل لقدرۃ علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ او لا نوا الامامۃ او لا علی المذہب او استخلف الامام امیا فی الاخریین
ولو فی التشہد اما بعدہ فتصح وبہ بعضہم تفسد صلوٰتہم لان کل رکعۃ صلوٰۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو تقدیراً اور جب کہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی
فاسد ہوگی بسبب قادر ہونے امیوں کے قراءت پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہ ہو اور نیت قاری کی ہو یا نہ کی ہو یہی مذہب قوی ہے
شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہیں تو جب علم شرط نہ ہوا تو نیت بھی بطریق اولیٰ شرط نہ ہوگی انتہی یا خلیفہ کرے امام
کسی امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہوگی نماز سب کی اسلیے کہ ہر رکعت نماز خالی نہ ہوگی کوئی رکعت قراءت سے اگرچہ قراءت تقدیری
ہو اور امی میں قراءت تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جس میں صلاحیت امامت کی نہیں اسلیے نماز مقتدیوں کی فاسد ہوگی اور امام
کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب خارج ہونے
امام کے اپنے فعل سے بخلاف بعضوں کے وصحت او صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں
صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بالقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور
الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفرداً فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نہ کرے اور
تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول میں اس وجہ کے سبب کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قراءت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اسکی
قراءت اسکی بھی قراءت ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے
جسنے نماز کی پوری رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جسنے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتیں
فوت ہوئی ہوں بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوٰۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلاً غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے
رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہاں تک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور
انبوہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہیں
امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اسنے اس اثنا میں کل یا بعض رکعات پڑھ لیں اور خوف کی نماز اس طرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو

کہ ایک ایک کو نماز پڑھا دے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ یعنی نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے آوے
کرے چنانچہ صلوٰۃ خوف میں بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہیں اور مقیم جو مسافر کے پیچھے یعنی چار رکعتوں والی نماز
میں مقیم کو امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعتیں بلا قرات پڑھنی پڑیں گی ان دونوں میں مقیم کا حکم لاحق کا ہے وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسطرح ہو کہ فوت
ہو نماز کی رکعت کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرے تو وہ ایک رکعت قضا کرے گا اور اس رکعت کے پڑھنے میں لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ ولا
سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ ویبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کی طرح ہے یعنی فوت شدہ رکعت میں قرات نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے میں کچھ سہو ہو جاوے تو سجدہ سہو نہ کرے
اور اسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں نیت اقامت کی کرے تو وہی دو رکعت اسکے ذمہ رہینگی چار نہ ہو جاویں گی اور شروع
کرے نماز فوت شدہ کو یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئی پھر امام کی متابعت کرے بعکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنی چاروں باتوں مذکورہ بالا میں لاحق مسبوق
برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز میں قرات پڑھیگا اور اگر اسمیں سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھنی ہونگی اور اول امام
کی متابعت کریگا بعد اسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم یتابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے
فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام کرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قرات پڑھے جسمیں مثلا سو گیا تھا
اسکے بعد وہ پڑھے قرات کے ساتھ جسمیں مسبوق ہوا اور صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہے کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت میں شریک ہو کر لاحق ہوگیا یعنی تیسری اور
چوتھی رکعت اسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قرات پڑھے پھر اول رکعت کو قرات کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہے بہتر یوں کہتے
کہ شارح یوں کہتا ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضا سے مافات کو بدون قرات کے برعکس مسبوق کے پھر
متابعت امام کی کرے اور اگر اسکو نماز میں پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمیں مسبوق ہوگیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ
بےموقع ہے اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمیں مسبوق ہوا پھر وہ جسمیں لاحق ہوا تو نماز صحیح
ہوگی اور گنہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ ترتیب رکعات انکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ
الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتوں میں مسبوق ہوگا ورنہ
بعض میں غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوئے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد
بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرات پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اسنے قرات پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرات مکروہ
ہونیکی جہت سے اسکا کچھ شمار نہیں وجود وعدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اس نماز میں کہ قضا کرے
یعنے وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اسکے پڑھنے میں منفرد ہے شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت
یعنے اثناے متابعت میں پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہے اسلیے کہ منفرد ہونا اسکے محل میں درست نہیں ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ واخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ
من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قرات کے باب میں اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب میں آخر اپنی
نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرات کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملا لیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہے کہ پانیوالا ایک
رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازوں میں سے باقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتیں اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ ادا کرے اور انکے درمیان میں تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت
مع الحمد وسورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے اور اسنے ایک امام کے ساتھ پڑھلی ہے پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار
رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پیشتر یعنے تیسری کے آخر میں نہ بیٹھے ہم فیض میں مستصفی سے ہے کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے

کہ پہلی دو رکعتوں میں صحیح قراءت پڑھکر تشہد کرسکتا ہے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول پر ہمارا یقین ہے کہ جیسا کہ شارح نے بیان کیا ہے والا فی البحر فلذا صحح الاقتداء به والصحیح اختلافه فی حد ذاته لاحالة الاقتداء فلا استثناء وما ذکره فی الاشباه مسبوق منفرد ہوگا جیسا کہ چار مسئلوں میں کہ وہ مثل مقتدی کے ہے اول مسئلہ یہ ہے کہ اقتداء اس کے پیچھے جائز نہیں اور منفرد کے پیچھے درست ہے اگرچہ صحیح یہ ہے کہ خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوق ہونے میں نہ حالت قضاء فائت میں تو استثناء نہیں ہر گز جیسا کہ اشباہ میں کہا ہے ہم اشباہ میں کہا ہے کہ مسبوق کے پیچھے اقتدا جائز نہیں اس سے اختلاف کا مسئلہ مستثنیٰ ہے یعنی اگر امام کو حدث ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کرے تو درست ہے شارح کہتا ہے کہ یہ استثناء نہیں اس لیے کہ اختلاف مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہے اور عدم جواز اقتداء بعد سلام امام کے ہے جب مسبوق اپنی نماز پڑھے کذا فی الحلبی البحر الخ ... اگر دو مسبوق ہوں ایک ساتھ اگر ... ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتیں باقی ہیں اور دوسرے نے باقی کو ادا کیا دوسرے کو دیکھکر بدون اقتداء کے تو درست ہوگا ... اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی ... نہیں فانہما یاتی بتکبیر التشریق اجماعا اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ... بالاتفاق ... تکبیر واجب ہے مسبوق پر ... منفرد امام اعظم کے نزدیک ... فقہا ... الااولی بخلاف المنفرد کیا ہی اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسبوق ... قراءت ... پڑھ کر ... کی ... نماز اور پہلی نماز کو توڑ سجود الا ہو جاویگا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہیں ہوتا ... والرابع لوقام الی قضاء ما سبق به وعلی الامام سجود سهو فعاد ... فعلیه ان یعود ... انه لا سهو علی الامام اور چوتھا مسئلہ جس میں مسبوق مقتدی کے مانند ہے یہ ہے کہ اگر مسبوق کھڑا ہو ... حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہیں اگرچہ مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہے کہ لوٹ کر امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو ... اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہاں تک کہ سمجھے کہ امام کے ذمہ سہو نہیں یعنی قضاء فائت کے لیے ... سلام پھیرنے کے وقت اٹھے ولوقام قبل السلام ... بعد قعود الامام قدر التشهد ... اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہوگیا تو معتبر ہوگا اسکا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جائز ہے کہ اگر بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اسکا ادا کرنا معتبر نہیں اور اگر بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا و کرہ تحریما الا لعذر کخوف حدث و خروج وقت فجر و جمعۃ و عید و معذور ... مدۃ المسح ... مکروہ تحریمی ہے کھڑا ہو جانا مگر بقدر بیٹھنے تشہد امام کے مگر کسی عذر کی بابت سے کہ مکروہ تحریمی نہیں جیسے خوف بے وضو ہو جانے کا ... اور وقت فجر ... جمعہ اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت ... عید کا نہ رہیگا ... وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزون کا اور خوف گذر نے کسی گذرنیوالے کا ... ان صورتوں میں اگر مسبوق کھڑا ہو جاویگا تو کھڑا ہونا مکروہ تحریمی نہ ہوگا ہم بدون عذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہے کہ امام کی متابعت سلام میں واجب ہے کھڑا ہو جانے سے وہ چھوٹ جاتی ہے کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ خروج اور تمام اور مرور کا عطف حدث پر ہے اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامه تابعه فیه صحت ... پھر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام سے پیشتر پھر سلام میں اسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ہم بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہوگیا تو بقیہ کے پڑھنے میں منفرد ہوگیا اب پھر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہے کہ نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہی بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہوا گویا جاتی رہا اسوقت میں حدث کیا کذا فی البحر والفتح ولو لم یتابعه ... کان علیه ان یسجد للسهو فی آخر صلوته ... اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو میں ... تو اسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے ... قید بالسهو لان الامام لو تذکر سجدة صلبیة او تلاوة ... کی یعنی اوپر کے قول میں کہ امام پر سہو کے سجدے ہوں اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا یاد ہوگا تو ... سجدہ ... متابعت امام کی ...

فرض ہی ہے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی اسلیے کہ سجدۂ صلبی فرض ہے اور سجدۂ تلاوت کو واجب ہوگا چونکہ یہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہے اسلیے اسکے بعد کا قعدہ فرض ہوگا
تو متابعت امام کی فرض میں فرض ہے اسکے ترک کرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الحلبی وذکرہ قبل تقییدہ بالقیام الیہ بسجدۃ لا بعدہ وقعد فی صلبیۃ مطلقا وکذا تلاوۃ
وسہوان لم یعد والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدۂ سہو اور صلبی اور تلاوت میں امام کی متابعت کرنی اسوقت تک ہے کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہے اسکو سجدہ
کے ساتھ مقید نہ کیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ میں نماز مطلقاً فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہوگیا حالانکہ اس سے دو رکن سجدہ اور
قعدہ رہ گئے تھے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہے لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی وسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدۂ تلاوت اور سجدہ سہو میں اگر مسبوق متابعت کریگا
اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد کو مستحکم کر چکا اب وہ متروک نہیں ہوسکتی اور متابعت سے نکا ترک لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہوگی
کیونکہ سجدۂ سہو تو واجب ہے اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدہ اخیرہ جاتا رہا تھا تو اب وقت گیا کہ مسبوق بیچارہ منفرد ہو چکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہی وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی النہایہ
ولا سلم ساہیا ان بعد الامام لزمہ السہو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو سجدۂ سہو لازم ہے کیونکہ وہ اس حالت میں منفرد ہے اور اگر ایسا نہیں
یعنی امام سے پیشتر پھیرا یا اسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ وہ دونوں صورتوں میں مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہیں آتا امام
امام سجاست قام بعد ان لا بعد القعود ولقعد الا الاخیر لتقیید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچویں رکعت کو کھڑا ہوگیا اور مسبوق نے اسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ
کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ میں اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہیں کیا اور کھڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیے کہ امام
کی نماز بھی پوری نہیں ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہیں جبتک کہ امام پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز
نفل ہوجائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ
سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کے لیے کیا اور مسبوق نے اسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے بسبب اقتدا
کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہ میں شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہے اور فقیہ ابواللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ میں قاریوں پر جہالت غالب ہے

باب الاستخلاف

یہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام میں یعنی اگر امام کو اثنائے صلوٰۃ میں مانع صلوٰۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کردے تو اسکے احکام اس باب میں مذکور ہیں طحطاوی نے
کہا کہ سین اور تا استخلاف میں زائد ہیں کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اس حدث کے ہونے پر مشروط ہے جو بنا کا مانع ہوا اسلیے شارح نے
عنوان میں بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں کون الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہے
آسمانی یعنی حدث میں اور اسکے سبب میں بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط ہے ہونا حدث کا نمازی
کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب لغسل تیسری شرط یہ ہے کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلاً سوچنے سے انزال نہ ہوگیا ہو ولا نادر وجود
اور چوتھی شرط ہے حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یؤد رکنا مع حدث اور پانچویں شرط یہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ
نہ ادا کیا ہو مثلاً سجدہ میں حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اٹھایا تو نماز نئے سر سے پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز میں سے وضو کرنے گیا
اور جاتے ہوئے قرأت پڑھتا آیا تو بنا نہ ہوسکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتویں شرط یہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے
او فعلا لہ منہ بد اور آٹھویں شرط یہ ہے کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نویں
شرط یہ ہے کہ بعد حدث بلا عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلاً تو نماز فاسد ہوجائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم یظہر
حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسویں شرط یہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد

ہو جائیگی ولم یتذکر فائتۃ وہو ذو ترتیب اور گیارھویں شرط یہ ہے کہ اسے کوئی نماز قضا یاد نکی ہو اس صورت میں کہ وہ ترتیب والا ہو کیونکہ ترتیب والے کو قضا کا یاد آنا
مفسد اسکی حال کی نماز کا ہے ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارھویں شرط یہ ہے کہ مقتدی نے اپنی جگہ کے سوا میں نماز کو پورا نکیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہے
کیونکہ اسوقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہے تو اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا اور انمیں اور امام میں حائل مانع اقتدا ہے تو دونوں کو چاہئے کہ اسی جگہ آویں جہاں امام نماز
پڑھتا ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی یا منفرد کو اختیار ہے چاہے پہلی جگہ آوے چاہے وضو کی جگہ تمام کرے ہدایہ میں ہے کہ یہی حال ہے مقتدی کا اگر اسمیں اور امام میں کوئی آڑ نہو یا
امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو ولم یستخلف الامام غیر صالح لہا اور تیرھویں شرط یہ ہے کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نکیا ہو جو لائق امامت نہو مثلاً عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ کیا تو
سب کی نماز فاسد ہوگی حتی لو الامام حدث سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسر جلبۃ من شجۃ او [illegible] ای [illegible] ہوا امام کو اپنے وضو [illegible] آسمانی
کہ نہیں اختیار ہے بندہ کو نہیں اور نہ اسکے سبب میں مثلاً ایک [illegible] درخت سے گری اور اس سے نمازی کے [illegible] اور مثل [illegible] نمازی [illegible] قول
شیخ چلپی شامی نے کہا کہ مثال [illegible] کی ہے تو اسپر [illegible] اور [illegible] میں اختلاف ہے ابو یوسف [illegible] ابو یوسف کے نزدیک [illegible] اور نمازی [illegible]
نمازی کا اختیار نہیں ہوگا انکے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک [illegible] ایسا ہو کہ کسی بندہ کے [illegible] آسمانی ہوگا [illegible]
طرفین کے [illegible] سے [illegible] بنا درست نہیں [illegible] للبنا کما قدمناہ ولو لیبدا التشہد لیاتی بالسلام [illegible]
باشارۃ او بجرّ الی المحراب ولو المسبوق امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہو جیسا کہ [illegible] بیان کر دیا یعنی اسی [illegible] او پر [illegible]
ہو چکی تھی امام نے کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پھیرے [illegible] امام [illegible]
خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کیطرف کھینچے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع [illegible]
لسجود وعلی فمہ لقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ لسجود تلاوۃ وصدرہ لسہو اور امام اشارہ کرے خلیفہ کیطرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور دو انگلیوں سے
اشارہ کرے دو رکعتیں باقی رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے [illegible] اور منہ پر قراءت کے [illegible]
پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور [illegible] سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے [illegible]
مالم یتقدم فیجد حدالسترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے امام اسوقت تک کہ صفوں سے نہ نکلا ہو اور اگر جنگل میں ہو تو [illegible] سترہ ہو یا سجدہ
کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد کے اور اپنی خلیفہ کرلے کی ہمت امام کو جنگل میں اسوقت تک ہے کہ صفوں سے تجاوز کرے [illegible]
اور اسکے آگے کیطرف میں حد سترہ سے بڑھتا ہے اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اسکے بعد نماز جاتی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہوگا [illegible]
سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو شبہہ ہوا یعنی وضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا [illegible]
نماز فاسد ہوگی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کیطرف کذا فی الطحطاوی [illegible]
علی الامامۃ مالم یجاوز ہذا الحد ولم یتقدم صالحا حد ولو بنفسہ مثلا امام ناویا الامامۃ وان لم یجاوز واو اسوقت تک کہ [illegible]
نماز پڑھتا ہو اسلیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جبتک اس حد سے تجاوز نکرے اور جبتک کہ کوئی امام کی جگہ پر [illegible]
اشارہ امام کے اگرچہ امام حد مذکور سے نہ بڑھا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیوں سے امامت کی نیت کرکے [illegible]
امام صفوں سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائیگا [illegible] وتشہد پر موجودہ نماز کی جگہ قائم کرکے [illegible]
نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ ولم یتقدم کہتا اور اس تقدم کو تجاوز حد کی [illegible] حتی لو تذکر فائتۃ او تکلم [illegible]
کے امام کی جگہ میں امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کریگا یا کلام کریگا تو قوم کی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی [illegible]

[illegible]

ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج الاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہیں کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہے جب تک امام مسجد میں ہو اپنی امامت پر قائم ہو تو ہو سکتا ہے کہ وضو کر کے پھر امام ہو جاوے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں اتنا مضمون زائد ہے کہ اگر اس صورت میں خلیفہ کر دیگا تو قوم کی نماز فاسد ہو گی و ہیئتنا قوم انما فضل خروج عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے امام شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسلیے کہا کہ نماز کو از سر نو پڑھنا افضل ہے تاکہ سب کے نزدیک نماز ہو جاوے پھر بنا کرنے کی یہ صورت ہے کہ کوئی کام نماز کے خلاف کرکے پہلی نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد ابتدا کرے کذا فی الشامی و تعین الاستیناف ان لم یکن انتقال لجنون او حدث عمداً او خروج من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او نظر او فکر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ لندرتہا اور متعین ہے از سر نو پڑھنا اگر نماز ٹوٹا سبب جنون کے یا عمداً حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا سبب احتلام ہو جانے کے سونے سے یا نگاہ سے یا دیکھنے یا فکر کے ساتھ چھونے سے یا سبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہیں اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہے جیسا کہ مذکور ہوا ذکر ان شرائط الاستخلاف

او احصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتأخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوٰۃ فلو لم یکن جائزاً لما فعلہ بدائع اور اسی طرح جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہو جاوے قدر فرض قراءت کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ انہوں نے جب احساس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا کیا تو قراءت سے بند ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز کو تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے کذا فی البدائع فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے اگر خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہو گا کذا فی الہدایہ وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قراءت فرض سے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نہ کرے ہم وجہ فساد یہ ہے کہ یہ عذر نادر الوجود ہے اور شرط استخلاف یہ ہے کہ نادر نہ ہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لوجہہ بہول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رک جاوے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز او عجز عن رکوع وسجود فلا یستخلف کالقراءۃ لم ارہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قراءت کے رکنے میں کرتا ہے تو اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا امام شامی نے کہا کہ میں نے شارح کے ہاتھ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں خلیفہ نہ کرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو جہاں وارد ہے اسی جگہ جائز ہو گا نہ دوسری جگہ میں لخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراہ قراءت سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا استخلاف اجماعاً لو نسی القراءۃ اصلا لانہ صار امیاً او اصابہ عطف علی المنفی اول الکتاب ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نہ کرے اجماعاً اگر بھول جاوے قراءت کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت میں امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہو گی تو بھی بنا نہ کر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاوے امام کو پیشاب یعنی نجاست مانع نماز کی اسکے حدث سابق کے سوا میں سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرلے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہے منفی پر یعنی لو نسی پر تو صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام کو مثلاً نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درہم اسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہ ہو گی وضو کے ساتھ کپڑا دھو کر بنا کر سکتا ہے تاں اگر خارج سے نجاست مانع لگیگی تو مفسد ہو گی او کشف عورتہ فی الاستنجاء او المرأۃ ذراعہا للوضوء او الم یضطر لہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی برہنگی استنجا کرنے میں یا عورت کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہو گی اور استخلاف اور بنا درست نہ ہو گا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہ ہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے یعنی ڈھانپے ہوئے استنجا یا وضو ممکن نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی او قرأ فی حالۃ الذہاب او الرجوع لاداء رکن مع حدث او مشی یا پڑھے قراءت وضو کے لیے جانے کی حالت میں یا واپس آنے کی حالت میں تو نماز فاسد ہو گی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کی صورت میں یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت میں حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادا رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ اس صورت میں بھی استخلاف و بنا درست نہیں بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول میں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہو گی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قراءت اور تسبیح دونوں سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قراءت میں حلوانی کا قول ہے کہ جانے میں قراءت پڑھیگا تو فاسد

ہوگی اور رکوع کے وقت پڑھیگا تو فاسد نہوگی او وطلب الماء بالاشارۃ او شراہ بالمعاطاۃ للمنافاۃ اور یا پانی مانگا اشارہ سے یا اسکو خریدا تعاطی سے تو نماز
فاسد ہوگی بسبب مخالفت ہونے اُن دونوں باتوں کے نماز سے علامہ شرنبلالی نے رسالہ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے دیوے تو کسی کے نزدیک
اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی پھر کیا وجہ کہ پانی کو اشارہ سے مانگنے میں نماز فاسد ہو شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا بمنزلہ عقد بیع کے ہے اسلیے مفسد ہے
بخلاف رد سلام کے اور تعاطی کے یہ معنی کہ دام سامنے بائع کے رکھدیے اور بیع کو اٹھا لیا زبان سے ایجاب قبول کچھ نہ کرنا تو جب نماز تعاطی سے فاسد ہوگی تو
ایجاب قبول کے ساتھ خریدنے سے بطریق اولی فاسد ہوگی غرضکہ ان دونوں صورتوں میں بھی استخلاف دینا جائز نہیں او وجد الماء الی آخر الاقتصار فیہ علی الشیان او
وجد او کونہ ہو الا ان یا الاستقاء فیجوز البناء علی المختار یا ہو گیا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کی طرف اگر قدر دو صفوں کے تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو چھوڑنے کے
سبب سے یا بھولکر گھر جانے کی جہت سے یا اسکے کنوان ہو نے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہیں ہے اسلیے کہ پانی نہیں ہے کا مانع بنا ہو
مذہب مختار ہے یعنی جب قریب کا پانی کنوان ہو تو اسکو ترک کرکے دور دراز پر جاوے کیونکہ کنویں سے پانی کھینچنا مانع بنا ہے تو مختار کی قید سے اشارہ کیا
بعضوں نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنویں سے پانی نکالنا مانع بنا نہیں تو یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن بلا عذر او الاداء قید من اکثر حیث
الاحوار بانکہ مرض بدن یا حدث یا قوف کیا مقدار ادا رکن کے اگر یہ ٹھہرنا رکن کی ادا کا کیا ہو یا پیش ہو حدث کے کر رعشہ کی جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہیں
پس بالکہ چیز کے باعث مثلاً توقف کیا لیکن بیہوش عذر لیکر حدث کے مقدار ادا رکن کے توقف کرنا مانع ہے تو کیا اور یا کہ اوقات اسباع البنا توقف او اجل
د بنی علی بامعنی بلا کراہ ویتم صابۃ ثم مرا او اولی تقلیلاً للمشی ابطیوہ الی مکا ... اکثر و فاقد ... ادا لی فرغ خلیفہ وہو الا عاد الی مکانہ ...
او بنا بانہ ما ینع الاقتدار کالمقتدی او استحسن الحدیث او جگہ درست ہو امام کو یا اگر بسبب مرض یا ... نہ ... کہ فورا ... الا توقف ...
پر سنت کے وضو کی شفوں سے اور بنا کرے اسی نماز پر جو پڑھ چکا ہے بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اسی جگہ جہاں وضو کیا اور وہاں تمام کرنا بہتر ہے
کم ہو نے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہ پر تاکہ کل نماز ایک جگہ ہو مقتدی ہو کہ وہ بھی مختار ہے جاہے باقی نماز وضو کی جگہ پڑھے یا پہلی جگہ چلا آوے یہاں
اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اس وقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس اثنا میں نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہ ہوا ہو تو امام و مقتدی سب اپنی جگہ پر پھر
اسی جگہ یا اسکے قریب جہاں سے اقتدا درست ہو چلا آوے وجوباً بشرطیکہ امام میں اور اسکے خلیفہ میں کوئی امر مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت میں کہ
حدث پیش ہو لو وضو کرکے اسکو بھی اپنی جگہ چلا جانا واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا سمیں اور امام میں ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کرسکتا ہے وان تعمد الناقض
عملاً ینا فیہا بعد جلوسہ قدر التشہد ولو بعد سبق حدث تمت لتمام فرائضہا نعم تعاد لترک واجب السلام اور جان لو کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے
کرے بعد اپنے بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اسکی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضوں نماز کے ہاں نماز اعادہ کیا
بسبب چھوٹنے واجب سلام کے علامہ طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہیں کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان ترک واجب کا نہ ہوتا ولو وجد المنافی بلا صنع
قبل القعود بطلت اتفاقاً اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین نماز باطل ہوگی
علامہ شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث آسمانی مذکور بعد کے سوا ہو کیونکہ ہر چند وہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہو مگر شرع نے اسکا مخالف
نہیں اعتبار کیا ولو بعدہ بطلت فی المسائل الاثنی عشریۃ عند الامام وقالا صحت وجعلہ الکمال روفی شرح المنیۃ والاظہر قولہما بالصحۃ فی الاثنی عشریۃ اور اگر فعل
مخالف بے اختیاری بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ میں امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور ترجیح دی ہے کمال
نے صاحبین کے قول کو اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ میں اور وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہے کہ نماز سے
باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے جیسے کہ ترجیح دی ہے کہ تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نہ پایا جائیگا اسوقت تک جو فعل مخالف نمازی سے بے اختیار سرزد ہوگا

وہ نماز کے اندر ہوگا اسی سے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہٖ فرض نہیں تو قعدۂ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہوجائینگے اسلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی
کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعہٖ فرض نہیں تو اس صورت میں وجہ بطلان نماز یہ ہے کہ فرض میں تغیر ہوتا ہے مثلاً تیمم والے نے بعد قعدۂ اخیرہ
پانی پر قدرت پائی تو اُسکے حق میں پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہوکر وضو ہوگیا کذا فی الشامی وہی ما ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرع بالفاء کذا فی الدرر کان اولی لیفید قدرۃ المتیمم علی الماء
اور وہ بارہ مسئلے ہیں جو مصنف اپنے قول آئندہ میں ذکر کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنیوالے کے پانی پر یعنی بباعث ملنے پانی کے یا اسکے استعمال
کر سکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھی قعدۂ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی دیکھا یا کوئی عذر جاتا رہا یا اسکے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شارح
نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کا کی جگہ ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کاف سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا میں ہوگا اور
وہ انہیں مسائل میں مخصوص ہے ہم یہ پہلا مسئلہ ہے بارہ میں کا واما مسئلۃ رویۃ المتوضی المؤتم بمتیمم الماء ففیہا اختلاف زفر فقط ومطلب انفاذا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی
کا تیمم والے کے پیچھے اس میں صرف خلاف زفر کا ہے کہ اُنکے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسکا وضو باطل ہوجاتا ہے یعنی نفل ہوجاتی ہے ہم جواب دیگر
زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ میں جو قدرت تیمم کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں اسلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والے کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اور وہ پانی
دیکھے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ اُسکے عندیہ میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا
کہ ذکر ان مسائل کا ہے جنمیں اختلاف ہے امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ میں تینوں میں کچھ اختلاف نہیں سبکے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے
وہ فاسد نہیں کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلیہ من برد والا یمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ میں کا گذرنا مدت
کے مسح کا ہے جس صورت میں کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر بعد مدت مسح کے پورا ہونے کے پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر
سردی کے سبب سے دھو نسکے تو نماز پڑھی جاسکے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا وتعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری
علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اُسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی بدون اختیار کے
اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اُس قول کے جسپر اکثر فقہا ہیں لیکن ظہیریہ میں صحت نماز کی تصحیح کی ہے فقیہ
ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں ہم بحر الرائق میں کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قرأت اُسکی قرأت ہے تو اُسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا اور
اخیر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجود العاری ساترا تصح
الصلوٰۃ فیہ چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلہ لو صلی بنجاسۃ وبیدہ ما یزیلہا او تقنعت الامۃ ولو اعتقت فوراً
اور اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اُس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اس صورت میں بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی
یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوگئی اور اسنے فوراً سر کو نہ چھپالیا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہیں ونزع الماسح خفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقا
پانچواں مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا اور تھوڑی حرکت سے پاؤں سے نکل گیا تو نماز باطل ہوجائیگی پس اگر
عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر میں نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ مؤم علی الارکان چھٹا
مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والیکا رکوع اور سجدہ پر بشرطیکہ نمازی امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت واسع
ساتواں مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمہ قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہو اور وقت وسیع
یعنی فائتہ اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہوجائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی
بلکہ اُسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اُسکے پانچ نمازیں وقتی اور پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہوجائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہوجائیگی

تو یہاں باطل ہے ذیل میں مصنف کا اسکو ذکر کرنا اس اعتماد پر ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اسکی تفصیل آویگی کذا فی الحلبی و تقدیم القاری امیا مطلقا و قیل
لا افساد لو کان استخلافہ بعد التشہد بالاجماع و ہو الاصح کما فی الکافی لانہ عمل کثیر اٹھارہواں مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے
اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ عدم فساد کی یہ ہے کہ استخلاف
عمل کثیر ہے یعنی اس سے نماز پوری ہو جاویگی ہم حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تھا اسلیے کہ یہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد ہیں علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف
امی کا بالاتفاق مفسد ہے فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہاں مطلب بیان کرنا ان صورتوں کا ہے جنمیں امام اور صاحبین میں اختلاف ہے اور صرف بعد تشہد کہی اور وجہ
اصح اس باب میں عدم فساد کی تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہیں کذا فی الطحطاوی و الشامی وطلوع الشمس فی الفجر انیسواں مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز میں بعد
تشہد کے کہ امام کے نزدیک مفسد ہے و زوالہا فی العید و دخول وقت من الفائتۃ علی وصل القضاء اور ڈھل جانا آفتاب کا عید کی نماز میں تشہد کے بعد اور قضا پڑھنے والے کیے
تین وقتوں میں سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ان صورتوں میں شارح نے زیادہ کی ہیں دو دخول وقت العصر
بان بقی فی قعدۃ الی ان صار الظل مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہا لا تبطل بیسواں مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز میں بایں طرح کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہا
یہانتک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر آجانے سے وہ باطل نہیں ہوتی قہستانی نے اس پر
اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ میں داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے
ہوگی شارح نے اسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یوں ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی و زوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی اکیسواں
مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت میں پھر نہ عود کرے یعنی معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر عذر مذکور آیندہ نماز کے وقت کل
تک موقوف رہا تو امام اعظم کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہو گیا فاسد ہوگی اسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے دوسرے وقت میں عود کیا تو نماز صحیح ہے
کذا فی البحر و کذا خروج وقتہ شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ وقت
کے نکل جانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے و سقوط جبیرۃ عن برء بارہواں مسئلہ گر جانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد یعنی جبیرہ وہ کھپاچین ہیں جو ٹوٹے
عضو کو باندھتے ہیں تو اگر نمازی نے وضو کرنے میں مثلا جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جاویگی و الظاہر انہ لا انقلاب
الصلوٰۃ فی ہذہ المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوہرۃ زاد
فی الحاوی و المومی اذا قدر علی الارکان و یزاد مسئلۃ المتیمم کما قدمنا و الظاہر ان زوالہا فی العید و دخول الاوقات المکروھۃ فی القضاء کذلک و ظاہر یہ ہے کہ
نماز ان بیس جگہوں میں جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہیں ہو جاتی بجز تین صورتوں کے ایک اس صورت میں کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز میں نکل آوے
۳ یا وقت ظہر جمعہ میں جاتا رہے چنانچہ جوہرہ میں ہے حاوی قدسی میں چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اسکی نماز بھی
نفل ہو جاویگی شارح کہتا ہے اور مسئلہ با وضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی ان نمازوں میں جو نفل ہو جاتی ہیں گو اختلافی نہ ہو کذا فی الطحطاوی چنانچہ
ہم نے پیشتر بیان کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عید میں اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا میں ایسا ہی ہے اور میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا امام شارح نے بیس جگہ
اسلیے کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا لونڈی کا
سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہے چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید میں پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا میں ششم ٹھیک دوپہر ہو جانا
قضا میں ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا میں ہشتم معذور کے وقت کا نکل جانا اور بحر الرائق میں ان سب صورتوں کو بھی بارہ میں داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم
کو برہنہ کے مسئلے میں اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع میں اور اخیر صورت کو مسح کے گذر جانے میں باقی رہی تیسری صورت اسکو بحر نے ساتویں

مسئلہ میں نقل کیا ہے شامی نے کہا کہ اس قول کی رد فیض میں صریح مخالفت ہے حلبی نے کہا کہ جن لوگوں کو شارح نے نقل کیا ہے انہیں میں ہے دیکھنے کی حاجت نہیں انتہا کہو اور
جو شارح نے لکھا اسلیے کہ جب اوقات مکروہ ہو مخالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہیں یعنی ابتدا نفل نہیں جائز ہو تو ابتدا سے نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف
الامام مسبوقا او لاحقا او مقیما ولو مسافرا صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی لوجہ شرکت کے
ہونے کے کیونکہ یہ میں اور مدرک کو خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہے اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہے حکم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہے مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا
ضروری ہے پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ لوگوں کو اشارہ سے منع کردے کہ میری متابعت نہ کرنا جب تک کہ میں فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکوں پھر اپنی
فوت شدہ نماز کو پڑھ کر اسکے بعد جہاں سے امام کی نماز رہی ہو اسکو پڑھے اور مقتدی اسکی متابعت کریں فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی
مسافر اور مقیم ملے جلے ہیں تو اسکو چاہیے کہ دو رکعتوں کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کر دے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتیں باقی اکیلے اکیلے بدون قرات
کے پڑھ لیں اور بہتر یہ ہے کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کریں اور امام کے حق میں بھی بہتر ہے کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نہ کرے کذا فی البحر
ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطا اور اگر مسبوق یہ نہ جانے کہ کتنی رکعتیں امام نے پڑھی ہیں تو ہر رکعت میں بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت
امام کی آخر رکعت ہو یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نہ جانتے ہوں مثلاً مسبوق کو
خلیفہ ایک رکعت پڑھا کر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی میں نہ دیں بلکہ اسکے فارغ ہونے تک صبر کریں جب وہ سلام پھیر چکے
اسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لیں کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقا برکعتین فرضنا القعدۃ ثنتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہو دو رکعتوں سے تو ہم دو قعدہ اسپر فرض کہینگے یعنی ایک
قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرأ فی الاولیین فرضنا القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ میں نے
پہلے دوگانہ میں قرات نہیں پڑھی تو چاروں رکعتوں میں قرات مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو میں بوجہ نیابت امام کے اور دو میں خود اسکی نماز ہے ہم اس مسئلہ کی
چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جسپر چاروں رکعتوں میں قرات فرض ہے فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکا للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز
تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کر دے تاکہ وہ سلام پھیر دے فلو اتی بمناف فیہا بعد تمامہا تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ للمنافی
فی خلالہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہیں اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسنا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ کہ دوسرے
مقتدیوں کی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز اس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان
مسبوقوں کی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضا ولم یفتہ شئی لا تفسد فی الاصح لما مر انہ کموتم اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام
اول بے وضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہ ہوا ہو صحیح تر قول میں بسبب اسکے بیان سے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہے جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہے پس اگر امام
اول فارغ ہو گیا ہو اسطرح کہ وضو کر کے خلیفہ کا شریک ہو گیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کی صورت سے متعلق ہے
اور اسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہے کہ مسبوقین کبھی امام مذکور کی نماز پوری ہے وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امامہ وحدثہ العمد فی ای قعودہ قدر
التشہد الا اذا قید رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہے نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے
بقدر تشہد کے مگر جبکہ مقید کر چکا ہو مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اسکے انفراد کے یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کر کے اپنی نماز
پڑھنے میں مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بے وضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب
ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہیں کہ حرکت امام کی اسکی نماز کے اثنا میں واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقا لانہما منہیان
للصلوۃ ولذا یلزم المدرکین السلام ولا یلزمون فی القہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

امام اور صاحبین کے فاسد ہوگی اسلئے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا اتمام کرنیوالے ہیں نہ مفسد اور اگر مفسد ہونیکی جہت سے مدرکین پر سلام لازم نہیں
اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل اور کر جاوے تو مدرک اقتدا یوں پر واجب ہے کہ سلام کہیں اور قہقہہ اور حدث عمد میں بدون سلام اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ
یہ دونوں مفسد ہیں ہم عنایہ میں ہے اور منہی اسکو کہتے ہیں جسکو شارح نے تتمہ کا نام دینے والا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونے کے وقت جیسے سلام یا بات اور
خروج بصنعہ ہو اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہیں کیونکہ انکے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کی جس جزء سے یہ ملینگے اسکو فاسد کردینگے اور ایسی ہی مسبوق
کی نماز کا جزء فاسد ہو جائیگا اسلئے جو وہ اپنی نماز پڑھیگا تو جزء فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کذا فی الشامی بخلاف فوت المدرک
فانہ کالامام اتفاقا بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی ولو لاحقا ففی فساد صلاتہ
تصحیحان الشیخ سلم اسراح الفساد وفی الظہیریۃ عدمہ ذکرہ الجواہر واقرہ فی النہر تابید الاول اور اگر مقتدی لاحق ہو اور امام نے قہقہہ کیا یا حدث عمد کیا تو لاحق کی نماز کے
فاسد ہونے میں دو تصحیحیں ہیں شرح مجمع میں فساد کو صحیح کہا اور ظہیریہ میں عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تائید کیا ہے ثم ہذا من
بحر الرائق کا اس جملہ میں یہ کہ امام کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ ایک فرض یعنی نماز باقی نہیں بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو اور اگر
الا امام الاخص وسجد فی ہذا المقام فی رکوع او سجود ثم لوضوء وبنی واعاد ہا فی البناء اولی بخلاف الاول فی اول امام یعنی فیہ یسجد بما مر یسجد للادا والاولی ...
فلا یجزی بل تفسد ولو لم یرد الاداء فروایتان کما فی الکافی وصفہ المجتبی وتبا تخیر سجود یا ہو لا امر فی سقہ ان فسد والد الامام تو ضرور کیا تو رکوع یا سجدہ میں تو اسکو
کہ اس مقام میں امام کی کچھ خصوصیت نہیں اگر مقتدی یا منفرد ہوا سکا بھی یہی حکم ہے یعنی جو شخص کہ نماز میں ہو بنا کرے اور بنا میں اس رکوع یا سجدہ کو پھر ادا کرے
جسمیں حدث ہوا بنا کرے جیسا کہ ابتدا سر رکوع اور سجدہ سے با ارادہ ادا اٹھایا ہو اور جس صورت میں سر اٹھایا ہو ہو با ارادہ کہ اٹھانے سے کی ادا کرے تو اب بنا کرے
یا نماز فاسد ہو جائیگی اور سر تو پڑھے اور اگر سر اٹھانے سے ادا کا ارادہ نہیں کیا تو دو روایتیں ہیں چنانچہ کافی میں ہے پہلے ایک یہ کہ جب بنا کرے اور دوسری روایت
یہ کہ جب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی میں ہے کہ جب رکوع میں ہو اور بے وضو ہو تو کھڑا اور سجدہ کا ہو اور پیچھے ہٹے اور سر اونچا نہ کرے خوب سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اعادہ کی
ابوالسعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہ ہے کہ خاص اس جگہ سر اونچا نہ کرے یعنی اگر وہاں سے کھڑا سیدھا ہو جائیگا تو نماز فاسد ہوگی ولو تذکر المصلی فی رکوعہ او سجودہ انہ
ترک سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ فانحط من رکوعہ بلا رفع او رفع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہما ای الرکوع والسجود ندبا لسقوط الترتیب بالنسیان وسجد للسہو ولو اخرہا الی آخر الصلوۃ
قضاہا فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ میں کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر
اٹھایا اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اس رکوع کے اور سجدہ کو دوبارہ کرے جسمیں چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا اسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے
بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اسی کو قضا کرے یعنی اس صورت میں اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے
ہاں سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدوں میں حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ
کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو سے اسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور
ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کیطرف ہے چنانچہ کوئی نہیں ولو ام واحدا فقط فاحدث الامام ای خرج من المسجد والا فہو علی امامتہ کما مر تعین الماموم للامامۃ لو صلح لہا ای
للامامۃ الامام بلا نیۃ لعدم المزاحم والا یصلح کصبی فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اماما المؤتم بلا امام ہذا اذا لم یستخلف فان استخلف
فصلوۃ الامام والمستخلف کلیہما باطلۃ اتفاقا اور ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی بے وضو ہو کر مسجد سے باہر ہو ورنہ امام ہوگا مقتدی بلا
نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر امام مسجد
سے خارج نہ ہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہیں ہو جائیگا اور اگر مقتدی میں صلاحیت امام کی امامت کی نہ ہوگی مثلا لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی کی لڑکے

کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح تر قول ہے کیونکہ جب باسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام رہ جانا فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اس صورت میں ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ نہ کیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونوں کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم صحیح کا قول مقابل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونوں کی اور خلیفہ کرنے میں یہ قول ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو امّ رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد فسدت صلوٰۃ الامام وبنی علی صلوٰتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہو اور دونوں بے وضو ہوگئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگی بسبب اسکے جو گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہ گیا کذا فی الطحطاوی واختلفوا فی عادت یکفیشال القطع ثم یتوضأ ویبنی لما مر واللہ اعلم نمازی کی نکسیر پھوٹی اسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے اسوجہ کے سبب کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے باب یہاں لکھا کم

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہے اُن امور کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو اسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب العارض الاضطراری بالاختیاری عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم ہیں ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق میں گذرا دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب میں ذکر کرتا ہے یفسدہا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امراً ولو استعطف کلباً او ہرۃ او ساق حماراً لا یفسد لانہ صوت لا ہجاء لہ فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرف یا ایسا حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلاً ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہیں حفاظت کر اور دوسرے کے ہیں بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام میں داخل نہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ یہ آوازیں ہیں جنکے ہجے نہیں اور کلام میں حروف کا ہونا چاہیے ہرچند یہ آوازیں مفسد نہیں مگر مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھنے نمازی کے بقدر تشہد کی یکساں ہے ہم قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمداً ہو یا سہواً مفسد نہیں وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطئا او مکرہاً ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے میں کلام کیا یا نجاننے کی صورت میں یعنی اسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوک سے کلام کیا کہ قصد قرأت خواہ ذکر کا تھا اسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ میں کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اس سے کلام کرایا تو ان سب قسموں کے کلام سے نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور جمہور اصولیوں اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان میں کچھ فرق نہیں مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ میں باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونوں سے جاتی رہے اسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو و خطا میں یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کیطرف ناظر ہے اسلیے کہ اسی میں اختلاف فقہا مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتوں میں حنفیوں کا خلاف نہیں بلکہ اور مذہب والوں کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھا لینے پر ہم حلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جس پر وہ زبردستی کیے جائیں غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شئی من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام مناسب نہیں ہم ذی الیدین کے دونوں ہاتھ یا ایک لمبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلائے انکا نام عمیر اور لقب خرباق

اور کنیت ابو محمد ہے انکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو صحیحین میں روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑھی اور دو
رکعتوں پر سلام پھیر کر اٹھے اور مسجد میں ایک لکڑی پر تکیہ لگا لیا اسکے آخر میں مذکور ہے کہ ذو الیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہوئی یا آپ بھول گئے آپ نے فرمایا
کہ نہ میں بھولا نہ نماز کم ہوئی اسنے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ ذو الیدین جس طرح کہتا ہے ایسا ہی ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں آپ آگے بڑھے اور
جسقدر نماز رہ گئی تھی اسکو پڑھا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام مفسد نماز نہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر
بنا کی شارح جواب دیتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے جو مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا
کہ ایک شخص نے لوگوں میں سے چھینک لی میں نے یرحمک اللہ کہا لوگوں نے مجھکو گھورنا شروع کیا میں نے کہا ہائے کیا ہوا تمکو کیوں دیکھتے ہو انہوں نے اپنے ہاتھ رانوں
پر مارے میں نے جب یہ دیکھا کہ مجھکو چپ کراتے ہیں میں خاموش ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجھکو بلایا میرے ماں باپ آپ پر صدقے والله میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد
تعلیم کرنیوالا آپ سے بہتر دیکھا تھا نہ آپ نے مجھکو جھڑکا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں کوئی کلام آدمیوں کا مناسب نہیں یہ تو تسبیح اور تکبیر
اور قراءت قرآن ہے الحدیث الا السلام ساهيا للتحليل اي للخروج من الصلوة قبل اتمامها على ظن اكمالها فلا يفسد مگر سلام پھیرنا بھول کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے
باہر آنے کو پیشتر اسکے پورا پڑھنے کے بخیال اسکے کامل ادا کرنے کے کہ یہ سلام مفسد نماز نہیں بخلاف السلام على انسان للتحية او على ظن انها ترويحة مثلا او سلم قائما في غير جنازة
فانه يفسد مطلقا وان لم يقل عليكم ولو ساهيا فسلام التحية مفسد مطلقا وسلام التحليل ان عمدا بخلاف سلام کے کسی آدمی پر تحیت کے لیے یا سلام اس خیال سے
کہ نماز تراویح ہے مثلا یا سلام کیا حالت قیام میں سوا جنازہ کی نماز کے کہ یہ تینوں سلام مفسد نماز ہیں مطلقا اگرچہ علیکم نہ کہا ہو اور اگرچہ بھول کر سلام کیا ہو پس حاصل کلام
یہ ہے کہ سلام تحیت مفسد ہے مطلقا خواہ قصدا ہو یا بھول کر اور سلام واسطے باہر آنے کا مفسد ہے اگر قصدا ہو اور فساد نماز سلام تحیت سے اس لیے ہے کہ وہ کلام ہے ...
ہے کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت نہ کی اور حالت قیام کا سلام اس لیے مفسد ہے کہ قیام اسکا محل نہیں اور چونکہ جنازہ میں سلام کھڑے ہونے کی حالت میں ہوتا ہے
میں سلام سہوا کرنا معاف ہے جیسے سلام تحلیل قعدہ میں سہوا معاف ہے ورد السلام ولو سهوا بلسانه لا بيده بل يكره على المعتمد ... السلام قال الا افسد الا ...
اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھول کر ہو نہ ہاتھ سے تو فاسد کرتا نہیں جواب دینا بلکہ مکروہ ہے قول معتمد پر ہاں اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا
نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہے غالبا اس وجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہے وفي النهر عن صدر الدين الغزي انه قال اوصل الفائق میں صدر الدین غزی سے یہ نظم نقل کی ہے کہ ان
لوگوں کو جمع کیا ہے جنپر سلام کرنا مکروہ ہے صدر الدین نے کہا سلامك مكروه على من ستسمع ومن بعد ما ابدي يسن ويشرع سلام کرنا ایسے شخص پر مکروہ ہے جن
لوگوں کو جنکو تو سنیگا اور بعد اس کے جنکو ظاہر کرتا ہوں میں مسنون و مشروع ہے یعنی جنکو میں نے اس جا ذکر کیا ہے انکے سوا اور لوگوں پر سلام کرنا مسنون ہے مصل و تال
و ذاکر و محدث خطیب و من یصغی الیهم و یسمع نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور وظیفہ یا ذکر الہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور
جو شخص ان پانچوں کی طرف کان لگا دے اور سنے ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے مکرر فقه جالس لقضائه ومن بحثوا في العلم دعهم لينفعوا اور تکرار کرنیوالا فقہ کا
یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ ان پر سلام نہ کریں کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہے اور یہ لوگ ملاقات کو نہیں آئے
كذا في الشامي اور جو لوگ بحث کریں علم شرعی میں چھوڑ انکو تاکہ فائدہ اٹھاویں یعنی انپر سلام مت کرو موذن ایضا او مقیم مدرس کذا الاجنبیات الفتیات امنع
اور اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسیطرح اجنبی عورتیں جوان سلام کے حق میں ممنوع تر ہیں اس سے یہ نکلا کہ بوڑھی عورتوں کو سلام
کرنا بدون کراہت جائز ہے ولعاب شطرنج وشبه بخلقهم ومن هو مع اهل له يتمتع اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ انکی عادت کے مشابہ ہوں یعنی جو فسق
اور معصیت میں انکے مثل یا بڑھکر ہوں جیسے جواری اور شراب خوار اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اڑانے والا اور گانے والا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ لوس
کنار میں مصروف ہو ودع کافرا ایضا ومکشوف عورة ومن هو في حال التغوط اشنع اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا السلام مت کر اور

چھوڑ کر چلے رہے سے خبر منگاہ کو اور ایسے شخص کو جو حالت براز یا بول میں ہو کہ اسپر سلام کرنا اور ون سے زیادہ سخت ہے ۵ ودع آکلا الا اذا کنت جائعا ﴿ وعلمت منہ انہ لیس یمنع ﴾ اور چھوڑ کھانیوالے کو مگر جس صورت میں کہ تو بھوکا ہو اور اسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نہ کریگا تو ان دو قیدوں کے ساتھ اسپر سلام کرو نہیں ورنہ مکروہ ہے ﴿ وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام واحمۃ فقالت ﴾ ۵ کہا کہ استاذ مغنی مطیرہ فہذا ختام والزیادۃ تنفع ﴿ صفا ﴾ نہر کہتا ہوں کہ میں نے شمار کو بڑہایا یعنی شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑہانے میں ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانیوالا اور ان تینوں کو ایک شعر بنا کر نظم کیا سابق میں الا یا کو یوں کہا کہی جگہ ہو استاد اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہی ان لوگوں کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہ سپر زیادہ کرنا مفید ہوگا ﴿ فوائد ﴾ ان لوگوں کو بھی بڑہایا ہی جو پڑہتا ہو اور کھیلنے والا اور کھیلنے والا اور ہنسا اور جو ان لوگوں کو ہنسانے والا اور جو لوگوں کو گالیاں دیتا اور جو لباس کہتا ہو کذا فی البدائع والمنیۃ وصح فی الحجتہ ان یجب الرد فی بعضہا واجب رد فی قولہ السلام علیکم بجزم المیم اور ضمنیا معنوی میں تصریح کی ہے واجب ہو نے جواب سلام کی بعض ان صورتوں میں ورنہ واجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ ہو شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہے کہ السلام علیکم یا یوں ہو کہ سلام علیکم ان دونوں کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہیں سلام نہو گا اور نہ اسکا جواب واجب ہی شارح نے خزائن الاسرار میں جلال الدین سیوطی کی نظم لکھی ہے جنمیں وہ لوگ ضبط کیے ہیں جنپر جواب سلام واجب نہیں چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگوں پر واجب نہیں جو نماز میں مصروف ہو جو کھانے میں یا پینے میں یا قرات یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے میں یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان میں مشغول ہو یا سلام کرنے والا لڑکا یا مستوالا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا اونگھنے والا یا جماع کی حالت میں ہو یا حکم کا خواہاں ہو یا حمام میں ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی ﴿ والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشا من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوۃ فلا فساد علی الصحیح ﴾ اور فاسد کرتا ہی نماز کو کھنکارنا دو حرفوں سے بدون عذر کے یعنی اُح اح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہی اور اگر زیادہ حرف نکلیں تو بطریق اولی مفسد ہی اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہیں بلکہ مکروہ ہی کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہیں یا مفسد نماز ہی کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جاوے کہ غلطی کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے بتلانا منظور ہو کہ میں نماز میں ہوں تو ان صورتوں میں نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہی کہ کھنکھارنا مفسد ہو کیونکہ وہ کلام ہی اور کلام مفسد ہی مگر غرض صحیح میں کھنکھارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تھا ایکبار دن میں اور ایکبار رات میں تو جسوقت میں آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہیں کذا فی الشامی ﴿ والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی ﴾ اور فاسد کرتا ہی نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہوں آدمیوں کی گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگوں کی گفتگو کے وہ ہی جو نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور اسکا مانگنا بندوں سے محال نہ ہو جیسے الٰہی مجکو نکاح و قبل وسے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث میں ہو یا اسکا طلب کرنا بندوں سے محال ہو تو اس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر ﴿ والانین ہو قولہ آہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ آہ بالمد والتافیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال وجشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ ﴾ اور فاسد کرتا ہی نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہی تافیف یعنی اف کرنا یا تف کرنا اور مفسد ہی رونا ایسی آواز سے کہ اس سے حروف پیدا ہوں بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چاروں کی قید ہی یعنی انین اور آہ کرنا اور اف کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہی مگر اس مریض کے لیے مفسد نہیں جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا اسلیے کہ اسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہی جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہوں کہ یہ مفسد نہیں ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہی بمعنی نہی یعنی تنگ مت کر اور اسمیں چند لغت ہیں یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ فا کی تینوں حرکتیں مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہیں نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوؤں سے بلا آواز یا آواز کے

قولہ جن لوگوں پر سلام کا جواب واجب نہیں ۱۲

اثنا حرفین حروف ہون مفسد نماز نہین کذا فی الشامی لا الذکر المجرد او الثناء وتحیۃ قراۃ الامام فحمل حیکہ ویقول بلی او نعم او آری لا الاعسر لا حتہ لعدم الامر علی تخشع
نہین مفسد ہی آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر ایسی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرارت اور رونے لگا کیونکہ نہین یا ہان یا البتہ تو نماز فاسد نہوگی کذا
فی البحر اسلیے بسبب دلالت کی ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز مین مطلوب ہم یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا او آہ کرنا گویا یون کہنا ہی کہ الٰہی تجھ سے جنت مانگتا ہون اور مجکو
دوزخ سے بچا تو چونکہ اس طرح کی دعا مفسد نہین اسلیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہوگا خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر صرف خوش لہجہ ہونے کی جہت سے مزہ لیکر رویگا
تو نماز فاسد ہوجائیگی اور درد او مصیبت کے سبب آہ کرنا اظہار درد ہے یہ لوگون کے کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی ولفسد بالتشمیت عاطس بغیر مصلی
العبد ولو عن الصاحلس لنفسہ لا اور فاسد کرتا ہی نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والے کو یعنی چھینکنے والا دوسرا ہو کہ الحمد للہ کہے اسکے جواب مین یرحمک اللہ کہے اور اگر جواب چھینکنے والا
نمازی سے ہو خود اپنے نفس کے لیے تو مفسد نہین ہم شامی نے کہا کہ غیرہ بدل ہی عاطس سے اسلیے کہ تشمیت عاطس پر اضافت ہی الام ہی اور میر الفاظ شارح نے بطریق نقل
مقابلہ کو بڑھا دیا ورنہ بہتری یہ ہی کہ عبارت سے ساقط کیا جاے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہی اور مفعول عاطس ہو غیرہ کی کیا حاجت ہی اور بسبب تشمیت کے وہ اشارہ کرنے کے بین
وجہ فساد کی یہ ہی کہ غیر کیطرف خطاب کی جہت سے بچا لوگون کے کلام مین داخل ہوگیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کرکے یرحمک اللہ کہا تو نفخا سے اسکی جہت سے
نہ کلام ہوگا نہ مفسد ولیکن البحر مین ہی کہ تشمیت اور اسکا التمامی آمین کہنا اسکا جواب جیسا کہ نمازی خود اپنے لیے آمین کہیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد
نہوگی ہم صورت اس مسئلہ کی ظاہر ہی یون ہو کہ مثلاً حامد اور محمود نماز پڑھتے ہین اور حامد کو چھینک آئی تو حامد نے خود الحمد للہ کہا اور محمود نے یرحمک اللہ کہا پھر حامد و محمود دونون
آمین کہا ایسی صورت مین نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اسنے خود اپنے حق مین دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا لان التالی لا لمصلاد عی و
جواب خبر ہو بالاسترجاع علی المذہب لانہ لقصد الجواب صار کلام الناس اور مفسد نماز ہی جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر جیسے بیخ سے قیس ہی اور جسکا
اسلیے کہ یہ جملہ پڑھنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگون کے کلام کے ہوگیا اور علی المذہب کی قید سے ظاہر ہے کہ قول کا رد ہوا کہ اسمین عدم فساد کی تصحیح کی اور وہ تصحیح
مخالف متون اور شروح کے ہی کذا فی الحلیۃ والبحر وکذا یفسدہ کل ما قصد بہ الجواب کان قیل ا مع اللہ الٰہ فقال لا الٰہ الا اللہ او مالک فقال الخیل والبغال والحمیر
او من این جئت فقال وبیر معطلۃ وقصر مشید اور اسیطرح فاسد کرتا ہی نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلاً اگر
کہا گیا کیا ہی خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب مین کہا لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہین سوا خدا تعالیٰ کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہی تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے
اور خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہان سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئین بیکار اور محل گچگیری کے تو ان سب صورتون مین نماز فاسد ہوجائیگی ہم نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا ان
قرآن کے جملون سے طرفین کے نزدیک ہی نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ ثنا ہو یا قرآن کا ہو وہ نیت سے نہین بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہی اور
طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہی یعنی کلام ہوجاتا ہی اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسی یا یحیی خذ الکتٰب
بقوۃ او ما تلک بیمینک یا موسی مخاطبا لمن اسمہ ذلک او لمن بالباب ومن دخل کان آمنا یا قصد کیا جاے اس جملہ سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا
کہنا اس شخص سے جسکا نام یحیی ہی یہ آیت (یا یحیی خذ الکتٰب بقوۃ) یعنی ای یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہی اسکو یہ کہنا (ما تلک بیمینک یا موسی) یعنی اور کیا ہی
تیرے داہنے ہاتھ مین ای موسی یہ آیتین کہے مخاطب ہو کر اسے جسکا نام یہ ہی یعنی یحیی یا موسی یا دروازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اسمین داخل ہوگا وہ امن والا
ہوگا ہم خطاب کی صورت مین سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہی امام ابو یوسف بھی خطاب کیصورت مین قرآن کو لوگون کے کلام مین شمار کرتے ہین کیونکہ قرآن کسی
شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہین جیسے نمازی خطاب کرتا ہی کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ
وسلم فصلی علیہ او قراۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالیٰ کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہی بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا یا امام کی قرارت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد

کیا ہو گا یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہو گی اور کہنا استغفر اللہ ہو کہ اپنے آپ میں سے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الشامی
والطحاوی و تسمیع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہو گی اور قول صحیح یہ ہے کہ فاسد نہو گی ولو حوقل لدفع
الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور کرنیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہو تو فاسد ہو گی نہ امور آخرت
کے لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعا خیر یا دعا بد کی
اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہو گی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما لاعلا بقصد التکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول
طرفین کا ہی سبب عمل کرنے نیت تکلم کی کہ قصد نہ ہو چونکہ الفاظ مذکورہ ثنا یا قرآن ہیں یا ثنا اور یہ دونوں امور مثلاً سب کی صورت میں ابو یوسف کے نزدیک قصد تکلم سے متغیر نہیں ہوتے
اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شامی کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ
نہ ثنا ہو گا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہو گی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہیں ہوا حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ
فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاہدی و مروی فی قنیۃ یہاں تک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے
بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اسکو جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی
منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آویگا تو خبر دار رہنا و فیہ یقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوٰۃ لا تفسد اتفاقاً
کذا فی الملتقی اور ہاں نے فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر
ہوں تو نماز بالاتفاق فاسد نہو گی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے اور مصرح ہے ملتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام
سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہو گا اور یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کو
بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتاوے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتا دے جو نماز نہیں پڑھتا ہے تو ہر صورت بتانیوالے کی نماز فاسد ہو گی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون
حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الآخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ
دینے کے تو مفسد نہو گا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتا دے تو اگر وہ اسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہو گی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا نہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہو گی
بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقاً لفاتح و آخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوٰۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد
نماز نہیں مطلقاً یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والے کی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو یا ایک
آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کسیطرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز پڑھنے والے سے لقمہ کو سنکر
اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہو گی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اسکی نماز فاسد ہو گئی اب اگر امام کو بتا دیگا اور وہ
لیگا تو امام کی نماز فاسد ہو گی اور اسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہو گی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اسمیں اسکا شریک نہو
خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو و ینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہے نہ لقمہ دینا
ہم مقتدی کے حق میں فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قراءت میں نمازی کی اور الجھے کہ مقتدی
کو بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کر دے یا اگر قراءت بقدر واجب
پڑھ چکا ہو تو رکوع کر دے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتادہا فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے
نعم یا آری نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو اپنی گفتگو میں یعنی یہ اسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ یہ الفاظ منجملہ اسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں

تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ لفظ قرآن ہی شامی نے کہا کہ جو لوگ مراہقت کے قائل ہین کہ قرآن نظم الفاظ و معانی دونون کا نام ہی اُنکے قول پر بوجہ یکسے قرآن نہین ہوسکتا
واکلہ و شربہ مطلقا و تسمیۃ ناسیا الا اذا کان بین یدیہ ما ینساہ ناکول دون الحمصۃ کما فی البحر ہو الصحیح قالہ الباقانی فانہ تلحیۃ اور مفسد نماز ہی کہانا نمازی کا اور پینا اُسکا مطلقا یعنی
تھوڑا یا بہت دانستہ ہو یا بھولکر اگرچہ ایک تل ہی کہانے یا بھولکر پیا ایک قطرہ پانی کا بھولکر پی جاوے تب بھی فاسد نماز ہی مگر اُسصورت مین کہ نمازی کے دانتون کے درمیان کچھ کہانے
کی چیز ہو اور اُسکو نگل جاوے تو نماز فاسد نہوگی شارح نے کہا کہ دانتون کے اندر چیز چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ مین ہی کہ اگر اسقدر دانتون کے درمیان سے نگل جاویگا تو روزہ
نہ جاویگا یہی قول صحیح ہی کہا ہی اسکو باقانی نے شرح ملتقی مین الا اذا مضغ فمضغہ کسکر فی فیہ یبلع ذوبہ اور چابا یا تو فاسد ہی جیسے شکر نمازی کے منہ مین کہ گھلی ہوئی کو نگلتا ہو
شامی نے کہا کہ چابنے سے مراد یہ ہی کہ زیادہ چابے یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد نماز یا تو چابنا ہی یا نگلنا کا پیٹ مین پہنچانا یعنی
صرف منہ مین کسی چیز کا مفسد نماز نہین مثلا اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگل کر نماز کی نیت کی اور اُسکی مٹھائی منہ مین باقی ہی تو اُسکے نگلنے سے نماز فاسد نہوگی ولو انتقالہ من
صلوۃ الی مغایرتہا اولی وجہری لوکان منفردا فکبر ینوی الاقتدا او عکسہ صار مستانفا بخلاف نیۃ الظہر بعد رکعۃ الظہر الا اذا تلفظ بالنیۃ فیصیر مستانفا مطلقا اور فاسد
کرتا ہی نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے دوسری غیر نماز کی طرف اگرچہ غیر ہونا کسی اعتبار سے ہو یہانتک کہ اگر اکیلا نماز پڑھتا ہو پھر امام کی اقتدا کی نیت سے تکبیر کہی یا اسکا عکس یعنی مقتدی ہو
تکبیر نیت تنہا پڑھنے کی کرلے تو از سر نو پڑھنے والا ہو جاویگا یعنی جس نماز کو اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جاویگی مثلا ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد تکبیر کہی اگر
نیت عصر کی کرلی تو ظہر کی نماز فاسد ہو جاویگی بخلاف نیت ظہر کے بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر اسی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلا ظہر کی نماز پڑھتا
تھا ایک رکعت کے بعد پھر اُسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اُسصورت مین کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو اُسصورت مین از سر نو پڑھنے والا ہو جاویگا مطلقا یعنی خواہ
غیر نماز کی نیت کرے خواہ اُسیکی کرے تلفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا تلفظ کلام ہی اور کلام نماز کا مفسد ہی کذا فی الشامی وقراءتہ من مصحف ای ما فیہ قرآن مطلقا لانہ
تعلم اور مفسد نماز ہی نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھکر یعنی جسمین قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اُسمین دیکھکر پڑھنا مفسد ہی مطلقا خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت امام ہو یا منفرد
بدون دیکھے پڑھنا اُسکو ممکن ہو یا نہین ان صورتون مین نماز فاسد ہی اسلیے کہ یہ پڑھنا تعلم ہی امام اعظم کے نزدیک دیکھکر پڑھنے مین وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کی ہی اول یہ تھی
وہ یہ ہی کہ اسمین قرآن کا اُٹھانا اور اُسکو دیکھنا اور ورق کو اُلٹنا پڑتا ہی یہ عمل کثیر ہی اور دوسری وجہ جو کافی نے ترجیح دی ہی تصحیح کی ہی یہ ہی کہ اسطرح پڑھنا تعلم ہی گویا قرآن
سکھایا جاتا ہی اور نمازی سیکھتا ہی اور تعلم و تعلیم نماز کی مفسد ہی کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قراہ وقرأ بلا حمل ہان اگر حافظ ہو اُسکا جسکو دیکھکر پڑھا اور بدون
قرآن اُٹھانے کے پڑھا تو اسصورت مین نماز فاسد نہوگی کیونکہ دونون وجہین فساد کی اسصورت مین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیۃ واستظہرہ الحلبی اور ایک قول یہ ہی کہ نماز
فاسد نہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہی اسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہی وجوزہ الشافعی بلا کراہۃ وہما بہا للتشبیہ
باہل الکتاب ای ان قصدہ فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شئی بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر اور جائز کہا ہی دیکھکر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے
اور صاحبین نے اُسکو جائز کہا ہی کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز مین توریت و انجیل دیکھکر پڑھتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو
کراہت ہوگی کیونکہ مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلا کہانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت مین
کچھ حرج نہین بلکہ بری بات مین مشابہت مکروہ ہی اور اُس چیز مین مکروہ ہی جسمین قصد مشابہ ہونیکا کیا جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی ویفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا
لاصلاحہا اور فاسد کرتا ہی نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو نماز کے اعمال مین سے نہو یعنی اگر مثلا رکوع یا سجدہ زیادہ کرلیا تو یہ مفسد
نہوگا اگرچہ عمل کثیر ہی مگر نماز کے اعمال مین سے ہی اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بے وضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ اقوال خمسۃ اصحہا ما لا یشک بسببہ
الناظر من بعید فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین انمین سے صحیح تر یہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہی کہ جسکے سبب سے دور کا دیکھنے والا اسکے کرنیوالے کی اس بات
مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہی دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہی کہ جسکے سامنے نماز شروع نکی ہو حاصل یہ کہ عمل کثیر وہ ہی کہ اُسکا کرنیوالا دیکھنے والے کی نظر مین

بتلائی گئی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ نماز نہیں ٹوٹتی یہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادۃً دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی باندھنا
یا پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دونوں ہاتھ سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اتارنا تیسرا قول یہ ہے کہ تین حرکتیں متصل ہوں تو کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول
یہ ہے کہ کثیر وہ ہے کہ جسکا خود الگ مقصود ہو یعنی جسکے لیے جداگانہ مجلس کرتا ہو پانچواں قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصراً اور ان [illegible]
[illegible] اور دیکھنے والا [illegible] کہ نمازی نماز میں ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے
[illegible] کیونکہ ایک [illegible] عورت سے [illegible] یا بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے
حالانکہ عورت [illegible] فلا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب
ولا روی فی الافساد [illegible] فاسد نہیں ہوتی نماز نمازی کے اٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنے کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب [illegible]
کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت [illegible] کہ امام طحاوی سے کہا تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنے کا اور رکوع سے سر اٹھانے کا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح
فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت
ہاتھوں کا اٹھانا مفسد ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر کی تعریف میں صحیح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والے کو بظاہر معلوم ہو کہ اسکا کرنے والا نماز میں نہیں ہے وہ یہ کہ دونوں ہاتھ سے کیا جاتا ہے
کذا فی الشامی ولیفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر [illegible]
بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی ظاہر روایت پر پھر فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک [illegible]
فاسد ہوتا ہے نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کر لیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی اور طرفین کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں [illegible]
ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہوگی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی الشامی ولیفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقاً
او تمکنہ منہ بسنۃ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع لزحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل الا الاخیر قالہ الحلبی اور فاسد
کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف و محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادا کے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد
کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست مانع نماز کے لگنے کی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے
کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے حاصل یہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقۃً
میں اسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق
دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس مقدار سے کم دیر تک برہنگی کھلی رہی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی
یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں بھیڑ سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہرا
کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے [illegible] بخلاف [illegible] و مسجد اعلی
ان علم [illegible] اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا ایسی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے [illegible] اور بخلاف [illegible] ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست
کا ظاہر نہ ہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھا لیا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اس میں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز
درست نہ ہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اسجگہ حائل شمار نہ ہوگا جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر
ہوگا ورنہ مطلقاً ہونا مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقاً بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب
سے بالاتفاق بدون عذر کے شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فافہم [illegible] حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد الخ

اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر نمازی نے اپنا بے وضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر نہ کرنے کے پھر جانا کہ حدث نہیں ہے تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے کے پیشتر ہو تو نماز فاسد
نہوگی اور اگر بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مختلف ہوجانے مکان نماز کے فروع مسائل لاحقہ شارح کے یعنی مستقبل القبلۃ یعنی اگر انسان قدر صف فر وقف قدر رکن
ثم مشی ووقف کذا الی ان مشی قدر صفوف ان کثر لم یتخلف المکان فسد وقیل لا الا ان فسدت حالۃ العذر مالم یستدبر القبلۃ سماتا ذکرہ القہستانی نمازی چلا قبلہ کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہ
جواب یہ اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر ٹھہرا بقدر ایک رکن کے پھر چلا اور ٹھہرا اسی طرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسی طرح چلا گیا تو فاسد نہوگی اگر چہ بہت دفعہ
چلا اور ٹھہرا جب تک کہ مکان مختلف نہوگا یعنی اگر مسجد میں ہے تو جب تک مسجد سے باہر نہوا ہوگا اور جنگل میں ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہوا ہوگا فاسد نہوگی ورنہ
فاسد ہوجائیگی جیسے ایک ہی دفعہ میں دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ حالت عذر میں چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ
بہت چلا اور جگہ مختلف ہوجاوے جب تک کہ قبلہ کی طرف پشت نکرے یہ جو بیان کیا گیا ہے قہستانی نے ذکر کیا ہے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی میں حالت عذر و یعنی
چاہئے وہ حالت عذر وہل یشترط فی المفسد الاختیار فیہ مجازۃ ثم وقال الحلبی لا اور کیا شرط ہے فعل مفسد میں نمازی کا تابع ہونا اختیار میں [illegible] شرط ہے اور حلبی نے کہا
کہ فعل مذکور میں اختیار کا ہونا شرط نہیں [illegible] طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے [illegible]
اور وضع [illegible] اور اخیر میں [illegible] الصلوٰۃ [illegible] نمازی کو [illegible]
کے کھینچا اور اس [illegible] یا کھینچنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نمازی کے منہ میں [illegible] ڈالا گیا یا نمازی عورت کی پستان میں بچہ نے
یا ایک بار چوسی گئی اور اسکا دودھ اتر آیا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہوگی حالانکہ
اختیار کسی میں نہیں پایا جاتا شامی نے کہا کہ [illegible] اسکا بوسہ لینا [illegible]
یشتہیہا والفرق ان فی تقبیلہ یعنے الجماع نہیں فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اسکا بوسہ لیا اور مرد کو اسکی خواہش نہ ہوئی اور فرق دونوں مسئلوں میں یہ ہے کہ مرد کا بوسہ
لینے میں جماع کے معنی ہیں یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیے فاسد ہوگی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب وہ داعی جماع میں
کوئی عورت کے ساتھ کریگا تو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہو اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہیں اسلیے اسکی طرف سے دواعی کا پایا جانا
داخل جماع نہیں جب تک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی [illegible] ولو انسانا [illegible]
الحلبی نمازی کے پاس ایک پتھر ہو اسنے اسکو ایک پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسی کو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی
ہو اسلیے کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا جہل کرنا بہرحال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے [illegible] طحطاوی نے کہا
کہ فیہ میں یوں ہے کہ اگر پتھر زمین سے اٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہر پرند اور انسان میں فرق نہیں
معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجئے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہوجائیگی انتہی و من المفسدات ارتداد بالقلب باقی رہے مفسدات نماز [illegible]
آئندہ اور مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل میں یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے [illegible] دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ
اس مسئلہ میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیوں کی باطل ہوگئی [illegible] انکو پڑھنی چاہیئے و جنون و اغماء اور مفسد نماز جنون
اور بیہوشی اور انکا حکم مفصل صلوٰۃ مریض کے آخر میں آویگا و کل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ہے شامی نے کہا کہ شارح
نے تبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھدیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہیں چنانچہ سبق الحدث اور بنا کے بیان میں مذکور ہو چکا کہ حدث سماوی
سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا کہ ہر حدث عمداً مفسد ہوتا ہے و ترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلاً ایک
سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اسکو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی و شرط بلا عذر و یا مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلاً وضو یا ستر عورت

یا اسکا قیاس قبل یا بعد تکبیر ان تو فاسد ہوگی اور مفسد ہے سب ساتھ امام یا لوٹن کا اگر نماز مفسد نہیں ومسابقة المؤتم بركن لم يشاركه فيه امامه كان ركع ورفع راسه قبل امامه ولم يعده معه او بعده وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جس میں شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اٹھا لیا اور پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی جیسا کہ طحطاوی نے کہا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہیں ومتابعة المسبوق امامه في سجود السهو بعد تأكد انفراده اما قبله فتجب متابعته اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کی سجدہ سہو میں بعد پختہ ہو جانے انفراد مسبوق کے اور پیشتر پختگی انفراد کے تو متابعت واجب ہے اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام سے پیشتر یا بعد مثلاً [illegible] کھڑا ہو اور ایک رکعت کے سجدہ تک پہنچ چکا اور سجدہ کر لیا اس وقت امام نے سجدہ سہو کیا اب مسبوق اگر اس سجدہ میں امام کا شریک ہوگا تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ بعد انفراد میں اقتدا کرنا مفسد ہے اور اگر ابھی انفراد پختہ نہیں ہوا اس وقت اگر امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادة الجلوس الاخير بعد اداء سجدة صلبية او تلاوية تذكرها بعد الجلوس اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا قعدہ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے کیونکہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نہ کریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن میں داخل ہے اسکو جدا لکھنے کی ضرورت نہ تھی وعدم اعادة ركن اداه نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ ادا کرنا نمازی کا اس رکن کو جسکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک شرط میں داخل ہے یعنی نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار میں شرط نماز ہے اور سونے کی حالت میں یہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک اس شرط میں بلا عذر کی قید تھی وہ یہاں متحقق نہیں اسلیے یہ صورت جدا ہے وقهقهة امام المسبوق بعد الجلوس الاخير اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے قعدہ اخیرہ میں زور سے ہنس پڑیگا تو اسکی نماز اور مدرکوں کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کہ یہ فعل امام کا اسکی نماز کے درمیان میں واقع ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب میں گذر گئی ومنها مد الهمزة في التكبير کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے الله اکبر کہنے میں چنانچہ پیشتر گذر چکا ہے یعنی الله اکبر رکوع وسجدہ کے لیے یہ ہمزہ اگر کھینچیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ میں تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہیں فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی ومنها القراءة بالالحان ان غير المعنى والا لا الا في حرف مد ولين اذا فحش والا لا بزازية اور ایک مفسد نماز ہے قراءت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر وزبر پیش کو نغموں کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العلمین کو ربا العلمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلیں تو مفسد نہیں مگر حروف مد ولین میں اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ جو تین حروف علت کے کہلاتے ہیں انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہے یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یے کے پہلے زیر ہو تو انکو حروف مد کہتے ہیں اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا یے کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہیں تو حرف لین صرف دو ہیں کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر کے اور کچھ نہیں ہوتا غرضکہ حروف علت میں اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنها زلة القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے ہم جاننا چاہیے کہ قراءت میں غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہیں کہ اگر انکو جان لیا جاوے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں تو ان قواعد کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ غلطی یا تو اعراب میں ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون میں اور اسی میں داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والے کو قصر سے پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف میں ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات میں ہوگی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملوں میں ہو اسیطرح یا غلطی وقف میں ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاوے اور وقف کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائیں کہ انکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی

خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنی ایسے نہیں بگڑتے جنکا اعتقاد کفر ہو لیکن بہت کی تبدیل معنون میں آجاتی ہو جیسے الغراب کی جگہ الغباب
پڑھنا یا بالکل بے معنی لفظ ہو جاتا ہو جیسے سرائل پڑھنا سرائر کی جگہ تو ان صورتون مین بھی نماز فاسد ہو جاتی ہو اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیل نہین ہوتی
اور مطلب سے دور پڑ جاتے ہین تو ان صورت مین دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن مین ہو یا نہین اگر نہین ہو تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن مین وہ لفظ ہو
تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول احوط ہو اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑین اور ویسا لفظ قرآن مین نہو تو
طرفین کے نزدیک فاسد نہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونون کے معنی ایک ہین حالانکہ قیامین قرآن مین نہین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز
فاسد ہو جائیگی یہ قاعدے متقدمین کے ہین اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسمٰعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور ابن الفضل وغیرہ متاخرین کا یہ اتفاق ہو کہ اعراب
مین غلطی کرنی کسیطرح کی ہو نماز کی مفسد نہین ہو اگرچہ اسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہین کر سکتے اور اگر غلطی حروف کی تبدیل مین ہو تو اگر دونون
حرفون مین فرق بآسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً الصالحات کی جگہ طالحات پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہو کہ نماز فاسد ہو اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ض کی
جگہ ظ پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد [illegible] متقدمین کا قول با اختیار کرنے مین زیادہ احتیاط
ہو کیونکہ انکے قواعد بھی درست ہین اور اکثر فرع فتاوون مین انہین کے قول پر عمل ہین کذا فی الشامی [illegible]
حروف فا الخ مثلاً صراط الذین اور وصل حرف کلمہ یا ایک نغمہ اور وقف و ابتدا [illegible] آگر غلطی اعراب [illegible]
زبر پڑھنا یا تخفیف سے پڑھنے مین مشدد کے جیسے قتلوا کی جگہ قتلوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے مین مخفف کے [illegible] یا پڑھنا یا غلطی ہو [illegible]
زیادہ کے بڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجائے صراط الذین کے [illegible] اور الام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو [illegible]
یا ایک نغمہ مین آیا جدا پڑھنا تھہرنا اور کسی کو نغمہ مین وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنا اور ابتدا کرنے کی جیسے الا پڑھنا وقف کرنا اور الا [illegible]
صورتون مین نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنی بدل جائین اسی کا فتوی دیا جاتا ہو کذا فی البزازیہ شامی [illegible]
مسائل مین عدم فساد پر فتوی بزازیہ مین منقول ہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ بزازیہ مین صرف اعراب کی غلطی مین اگرچہ معنی بگڑ جائین [illegible]
ہو اور باقی صورتون مین جو صورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہو جیسا کہ متقدمین کا قول ہو اور احتیاط اسی مین ہو [illegible]
و ایاک نعبد پڑھ کر نعبد کے [illegible] رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کو اسکے زکر کہ [illegible] نماز فاسد ہو جاتی ہو [illegible]
اور بدلہ یا حرف کو مثلاً ثمرہ اذا اثمر و استحصد تعالیٰ جد ربنا الفرجت یا بدل اور [illegible] اور اگر زیادہ [illegible] ایک کلمے کو
مثلاً من ثمرہ اذا اثمر مین کلمہ و استحصد زیادہ کردیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہین لکھی شامی [illegible]
دوسری [illegible] کو چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالیٰ جد ربنا پڑھا [illegible] یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے [illegible] مین [illegible]
کسی حرف کو دوسرے سے جیسے آیا جگہ ادا [illegible] تو نماز فاسد نہوگی جبتک کہ معنی نہ بدلین شارح کے کلام مین [illegible]
ہر مثال کو اسکے موقع پر ترجمہ کردیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت مین نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہو اور ابو یوسف کے نزدیک [illegible]
کہ لفظ متغیر قرآن مین نہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسد [illegible]
معنی کے نماز فاسد ہوتی ہو مگر ایسے حروف کے مبادلے سے جنمین تمیز دشوار ہو مثلاً ض اور ظ [illegible] شامی [illegible]
سے منقول ہو کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکلا یا تمیز حروف کی نہین [illegible]
قول سب اقوال سے درست تر ہو اور یہی مختار ہو وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب العلمین [illegible]

لفی جنات و نہار فی الطولات اور اسی طرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہو اتفاقاً نہ فساد نماز کی اگر معنی بدل جائیں جیسے رب العالمین
بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہو نماز اگر بدلے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائیں جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھنا انکی جحیم کی جگہ اور پورا
بیان اسکا بڑی کتابوں میں ہے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت میں مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف
و مضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصد اضافت نکیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکلا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد
نہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتیں بھی ہیں جو اس باب سے پیشتر بیان ہو چکیں مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہو اور امام
کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار میں ایک رکن کو ادا کرنا یا
اثناء نماز میں کسی فعل منافی نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً ماتن و شارح نے انکو اسلیے یہاں ذکر نہیں کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے ولا یفسد نظرہ الی
مکتوب وفہمہ ولو مستفہما وان کرہ اور نہیں فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہرچند دانستہ سمجھنا مکروہ ہے
کیونکہ لکھے کو سمجھنا نمازی کے عمال میں سے نہیں اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ میں بدون قصد کے آگیا تو مکروہ بھی نہیں کذا فی الطحطاوی
ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجوده فی الاصح اور نہیں فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں نمازی کے سجدہ
کی جگہ میں گو صحیح تر قول میں ہے یعنی نمازی کے قدموں سے سجدہ کی جگہ تک میں سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہیں اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدموں
سے ایسی جگہ تک گذرنا مفسد نہیں جہاں تک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونوں صورتوں میں نہیں لیکن
گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول میں قدموں سے لیکر سجدہ تک کی جگہ میں گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اس جگہ میں بھی گذرنے سے
ہوگا جہاں نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت میں کذا فی الشامی او مروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر فانه کبقعة واحدة
مطلقاً ولو امرأة او کلبا یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اسکے قدموں سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کہ گھر
اور چھوٹی مسجد مثل ایک مکان کے ہیں یعنی مقدار دو صفوں کے فاصلہ ہونا ان دونوں میں مانع اقتدا نہیں جیسے جنگل اور بڑی مسجد میں مانع ہوتا ہے
مفسد نماز نہیں گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہم شامی نے کہا کہ اسمیں رد ہی ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہیں کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا
مفسد ہے اور اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے چنانچہ حلیہ میں اسکو ثابت کیا ہے او مروره اسفل من الدکان
امام المصلی لو کان یصلی علیها ای الدکان بشرط محاذاة بعض اعضاء المار بعض اعضائه وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامة المار وقیل دون السترة
کما فی غرر الاذکار یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض
اعضا گذرنے والے کے بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہے چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور
قول ضعیف یہ ہے کہ مقدار ستر یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار میں ہے ہم بحر الرائق میں اس قول ضعیف کو غلط کہا ہے اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ
کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے کو مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار
ما ذا علیه من الوزر لوقفت اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارة ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے میں گذرنیوالا گنہگار
ہوتا ہے بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اسپر کیا گناہ ہے تو ٹھہر رہے چالیس برس اور گناہ اسوقت ہے کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو
اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ہم حلیہ میں کہا کہ اس مسئلہ میں چار صورتیں
ہیں اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجائش ہو کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے رستہ روکا نہیں تو اس صورت میں اگر گذرے گا تو

گناہ خاص گذرنے والے پر ہوگا دوسرے یہ کہ اور طرف کو رستہ نہیں اور نمازی نے رستہ روک لیا ہو تو اس صورت میں گناہ نمازی ہی کو ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے
رستہ روکا ہو مگر گذرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونوں گناہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے رستہ نہیں روکا اور گذرنے والے
کو اور طرف راہ نہیں تو اسمیں کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہے کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رسی یا اور کوئی چیز چھت میں لٹکتی ہو جب نمازی
سجدہ کرتا ہے تو وہ سر کی حرکت سے اسکی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے پھر بدستور ہو جاتی ہے تو اس طرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ
گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجۃ فللداخل ان یمر علی رقبۃ من
لم یسدہا لانہ اسقط حرمۃ نفسہ قنیہ اور اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں داخل ہونے والے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اسکی گردن کو
پھلانگ کر چلا جائے کیونکہ اسنے اپنی حرمت آپ کھودی تو خبردار ہو جا اپنے منہ کے سامنے سے گذرنا گناہ نہیں ہم شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے
سامنے گذرنا چاہتا ہو اور اسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کے ہو تو چاہئے کہ اسکو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف چلا جائے اسکو اٹھا لے اور اگر دو شخص ہوں
تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جائے دوسرا اسکی آڑ سے نکل جائے پھر دوسرا کھڑا ہو جائے اور اول شخص اسکی آڑ سے گذر جائے اسی طرح دونوں نکل جائیں
معلوم ہوا کہ ایک شخص سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا اتر پڑنا اگر اسکے سامنے سے چیز کا اٹھا لینا موجب گناہ کا نہیں ولیغرز ندبا بدائع الامام والمنفرد
فی الصحراء ونحوہا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء احد حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور گاڑ لے
امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل میں اور مثل جنگل میں یعنی جہاں سامنے کوئی آڑ نہ ہو ایک سترہ بقدر ایک ہاتھ کی
لمبائی میں اور ایک انگلی کی موٹائی میں تاکہ دیکھنے والے کو یعنی گذرنے والے کو معلوم ہو قریب اسکے ہیں اور تین ہاتھ کے فاصلے کے اندر مقابل ایک ابرو کے
نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے کہ موافق سنت ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کو چاہئے تھا کہ دون ثلثۃ اذرع
کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا کیونکہ حلبی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی
بیان اقل مقدار کا ہے کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق میں کہا کہ مذہب قوی کے موجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل
کالمحراب اور کفایت نہیں کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہ ہو تو خط کھینچنا
کافی ہے تو خط کھینچے نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے ہم فتح القدیر میں وجہ ہے کہ سترہ کے خط کھینچنے پر یقین
کیا ہے اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہے علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے
سامنے رکھ لیگا تب بھی سترہ ہو جائیگا ویدفعہ ہو رخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لاشئ علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما
یفہم من کتبنا بتسبیح او جہر قراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لانہا فانہ یکرہ اور ہٹا دے نمازی گذرنے والے کو یعنی جبکہ سترہ نہ ہو یا سترہ ہو
لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا
کہ ہٹانا رخصت ہے عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہے اسلئے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے
کو مارا اور وہ مر گیا تو اسپر کچھ نہیں نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے ہماری کتابوں سے
یعنی رخصت فقط اشارہ ہے نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جائے ان باتوں پر ہمارے نزدیک یعنی پکڑ کر کھینچ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک جائز نہیں کذا فی القہستانی
نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کہ دونوں باتوں کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے جو یہ ہے حدیث میں آیا ہے کہ گذرنے والے
سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب نماز کے اندر کلام کرنا مباح تھا ایسا ہی کہا

اجازت نہیں کذا فی الشامی مختصراً والمرأۃ تصفق لا تطبق بطن کف بطن او صورتہ ان تضرب بظہور اصابع الیمنی صفحۃ الکف الیسری
تالی بجانے کی بحر الرائق میں یوں منقول ہے کہ پشت داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی بائیں ہاتھ کے اندر طرف ماری جاتی ہیں بارے شامی اور طحطاوی نے کہا
کہ اس طرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی دونوں ہاتھ اپنی جگہ سے ہل جاتے ہیں اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ پہ رہنے دے اور داہنے
ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف کو بائیں کی پشت پر مارے کہ اس میں عمل تھوڑا ہے والتصفیق او حسن وقد مر کلاستتار المراغا فیہ اور اگر تالی بجانے کے بدلے
تالی بجائی یا تسبیح کہی تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن دونوں نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی ردالمحتار و کفت سترۃ الامام للکل اور
کافی ہے سترہ امام کا کل مقتدیوں کے لیے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے گذرنے کا اسپر گناہ نہ ہوگا ولو عدم
المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر نمازی راستہ میں نہیں ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کوئی گذرتا نہو اور نمازی راستہ کی طرف منہ ہو تو ترک کرنا
سترہ کا جائز ہے اور کھڑا کرنا سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہے اور راستہ کی طرف منہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور
بدون سترہ کے دونوں طرح مکروہ ہے کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہے تو اسمیں ایسی چیز نہ چاہیے جو اسکے مناسب نہو کذا فی البحر و کرہ ایضاً الا فی النفر و بئر الی فی ہذا
خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہے لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہے کہ کراہت شامل ہے
تنزیہی کو جسکا مآل ترک اولی ہے پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور
کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب کی طرف نہو تب تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی ہے بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ دو قسم ہے ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے
رتبہ میں ہے یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا
کی عبارت میں لفظ مکروہ پایا جاوے تو اسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہے ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی
اسکا حال معلوم ہو سکتا ہے اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل تحریماً للنہی قوہ
ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہے لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون
پہننے معمولی کے اور اسی میں داخل ہے قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اسکی کشادہ بغلوں میں سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے
ڈالنا بھی سدل میں داخل اور مکروہ ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریماً للنہی کو بعد قوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مفعول
ہے اور قوبہ جو مضاف الیہ ہے ان دونوں میں فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہے کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا سر خواہ شانہ پر رکھ کر اسکے
کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنوں کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمیں داخل نہیں کذا فی الشامی کشد و مندیل پر رسالہ میں تحقیقہ فلو من اعتادہ مثلہ یکرہ
کحالۃ عذر وخارج صلوۃ فی الاصح مثل ڈوپٹہ اور رومال کے کہ اسکو اپنے دونوں مونڈھوں سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا
لیگا تو مکروہ نہوگا جیسے عذر کی حالت میں اور نماز سے باہر صحیح تر قول میں سدل مکروہ نہیں ہم شافعی شاہ ہیں مجہد ذال مشدد ایک کپڑا ہے جسکو مونڈھوں پر
ڈالتے ہیں اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہیں بشرطیکہ تکبر کے لیے نہو کذا فی الشامی عن النہر و فی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ
وہل یرسل الکم لوالمیاں خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ میں ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین میں نہ ڈالے تو مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں
اور کیا اس صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمیں اختلاف ہے زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہے کذا فی القہستانی ثم شامی
نے کہا کہ خلاصہ میں عدم کراہت کو مختار کہا ہے اسپر کسی نے سوائے بزازی کے اسکی موافقت نہیں کی بلکہ صحیح وہ قول ہے جو قاضی خان نے ذکر کیا
کہتے ہیں کہ فرجیہ کو بدون آستین میں ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہے کیونکہ سدل اس صورت میں بھی موجود ہے وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل

و اعتمدہ ابن الشحنۃ و فی البحر الظاہر ان الکراہۃ تحریمیۃ ولا باس بہ خارج الصلوۃ اور مکروہ تحریمی ہو کپڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ مٹی میں بھرنے کے سبب سے ہو جیسے مکروہ
ہو داخل ہونا نماز میں آستینیں یا دامن چڑھا کر اور مکروہ تحریمی ہو کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب مخالفت کے مگر حاجت کے لیے مکروہ نہیں مثلاً
بدن کو کھجانا خارش کے سبب سے کھجانا یا پسینا پونچھنا تکلیف دیتا تھا اس کو پونچھ ڈالا اگر عمل قلیل سے ہوا تو مکروہ نہیں ہے اور کپڑا اٹھانا کپڑے کا اور بدن سے
نماز کے باہر ... ساتھ کہا کہ آستین چڑھائی نماز شروع کرنے میں ... داخل ہوا آستین اور کام کے لیے چڑھائی تھی یا وضو کے لیے چڑھائی تھی
اور کہتے ہیں ... آستین نمازی کو ... باعث ہو گیا ... افضل ہے کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اتارے
باب میں ... حدیث ... روایت کیا ... فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ... مکروہ کہیں نماز کے اندر
عبث کرنا ... و فی البحر ... الا اذا کان بعذر ... مکروہ تحریمی
کذا فی البحر ... نماز پڑھنا نمازی کا ... کپڑوں میں ... جو کپڑے ... اور مکروہ تحریمی
... اور ... اعلٰی ... والا ...
کذا فی الشامی و اختلف ... فی ... عن القراءۃ ... مکروہ تحریمی ہے ... نمازی کو قرأت سے مانع
اور اگر قرأت کی مانع نہ ہو ... بالکل ... الفاظ ... قرآن کے الفاظ ... نمازی ... خالی
اگر کسی چیز کا منہ میں لینا مانع قرأت نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے ... والا ... الا اذا کان ...
یہ نماز پڑھنا نمازی کا ... سستی کی وجہ سے ... نماز ... کذا فی الشامی
... نقل کیا ... گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ... افضل الا ... نمازی کی
تو اس کا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے مگر جس صورت میں ... کی حاجت ... نہیں ... الا ...
او اعجاباً و الرحیح للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا ... دبا کے ساتھ یا ... میں سے ایک کے دبا کے ساتھ ... کی
کے ساتھ اور یہ کراہت باعث مخالفت کے ... حدیث کے باعث نہیں ... رکھتا ہو ... اور ... ہیں
نماز پڑھے اس حال میں کہ ... ہو ... کا ... والا کذا فی الشامی و قال ... فی
عن کفہ ... اوخال ... الصلوۃ ... اور مکروہ ہے بالوں کا ... کرنا ... سے ... اگر
کرنا انکے ... سروں کو ... میں ... نماز میں ... اول بالوں ... کو
کہتے ہیں یہاں یہ مراد ہے کہ بالوں کو سر پر ... کے ... باندھے ... خواہ ... گھرے ... لپیٹ لے ... کے
باندھے کہ سجدہ میں زمین پر نہ گریں تو یہ سب باتیں مکروہ ہیں ... نقل کیا ...
احادیث سے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر ... مکروہ تحریمی ... کہ بالاجماع ... کذا فی الشامی
و قلب الحصا للنہی الا للسجود التام ... مرۃ ... اول ... سجدہ کرنے نمازی کے
سو ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہے ... ایک دفعہ کا ... بہتر ... ایک ... دفعہ ...
کو ... جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایک ... بالکل ... ہٹانے ... بہتر
کنکروں کو ہٹا دے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑیں کذا فی الشامی ... الا ... الصلوۃ ... النہی ... الا

یا پھر خارج نماز کیا تو ہی مکروہ تحریمی ہے انگلیاں چٹکانا اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز
کیطرف تشبیک مکروہ ہے یا عبث ہی ہے اور کبھی مکروہ نہیں نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے جیسا کہ ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیاں مت چٹکا جبکہ
تو نماز پڑھتا ہو اور بیہقی نے حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیاں چٹکائے جس وقت کہ مسجد میں نماز کا منتظر
بیٹھا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے اور خارج نماز
سے یہ مراد ہے کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد میں اسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑوں کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے
طور پر انگلیوں کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے میں ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنہی و یکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ
تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کوکھ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے صحیحین وغیرہما میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او
بعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز میں دیکھنا بسبب نہی کے کہ ہم ترمذی نے انس سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ بچ نماز میں التفات سے کیونکہ التفات نماز میں موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی و ببصرہ یکرہ تنزیہا و بصدرہ تفسد کما مر اور بدون منہ پھیرنے کے
آنکھ سے ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز میں بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان
تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے منہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے والاقعاء کاقعاء الکلب
للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے ہم اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہے کہ دونوں سرین پر بیٹھے اور رانوں کو کھڑا کرکے
دونوں گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اسلیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث میں اسکی
کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کرکے انگلی اڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی
نہیں بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہے اسلیے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے
دونوں ہاتھوں کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم میں ممانعت وارد ہے وصلوتہ الی وجہ انسان لکراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ
ولا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف جیسے مکروہ ہے منہ کرنا نمازی کی طرف پس اگر منہ کرنا نمازی
کی طرف سے ہوگا تو کراہت اسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو منہ کریگا اگرچہ منہ کرنے والا دور ہو اور نمازی اور اسمیں کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی
نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہے اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت میں کراہت
نہیں رہتی مثلاً نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی کی طرف ہے تو مکروہ نہوگا ورد السلام
بیدہ او براسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات میں گذرا فرع مسئلہ طلب شارح کا لاباس
بتکلم المصلی واجابتہ براسہ کما لو طلب منہ شئی او اری درہما وقیل اجید فاوما بنعم او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہیں نمازی کے
بولنے یا جواب دینے میں اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں
کہا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور اسنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں ہم لفظ لاباس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہ
ہے کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی الا اذا قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن البحر
اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھ گیا یا کوئی شخص صفوں میں داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہوجائیگی

ذکر کیا ہے اسکو بنابر جسکے برخلاف اس قول کے جو گذرا بحر الرائق سے ہم بحر الرائق میں کہا کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی اور طحطاوی نے کہا یہی قول
معتمد فساد کا معتمد ہے اور قول نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہے چنانچہ پیشتر گذر چکا ہے اسکی تضعیف گذر چکی ہے وکرہ التربع تنزیہا لترک الجلسۃ المسنونۃ
لغیر عذر ولا یکرہ خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جل جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا نماز
کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسہ مسنون کے اور مکروہ نہیں پالتی مارکر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست
اصحاب کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہے اس حدیث کو شرح منیہ میں ابن امیر حاج
نے اور اسمیں رد ہے ان لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جباروں کی نشست ہے کذا فی الشامی
والتثاؤب ولو خارجہا ذکرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا اسکو مسکین نے اسلیے
کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ رہے ہیں صحیحین میں مروی ہے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب کوئی
تم میں سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوسع روکے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کسی نے نہیں لکھی کہ تحریمی ہے یا تنزیہی اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر قصداً جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہے [illegible] وتغمیض عینیہ للنہی الا
لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہیں [illegible] کو
ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ لکھی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا سنت ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ
سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسلیے حلیہ اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ
وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یتشبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے
کھڑا ہونا امام کا محراب میں نہ سجدہ کرنا امام کا محراب میں حالانکہ دونوں پاؤں اسکے محراب کے باہر ہوں اسلیے کہ اعتبار ہر مسئلے میں اعتبار قدم
کا ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیوں پر مشتبہ نہ ہو خواہ محراب مسجد میں ہو [illegible] اگر علت کراہت کی اہل کتاب کی
مشابہت کو ٹھہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاوے اور محراب میں کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہ ہوتا ہو تو مکروہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں
ہم کہتے ہیں کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل نہیں کی ہے اسلیے اس کراہت کے سبب میں مختلف ہو گیا
کیا بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جدا گانہ حجرے کی طرح ہے تو اسمیں کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جدا گانہ بناتے ہیں
ہدایہ میں اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی کا بھی یہی ہے اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائیں کے مقتدیوں پر مشتبہ
رہیگا اسلیے مکروہ ہے شارح کہتا ہے کہ اگرچہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیوں پر اشتباہ ہو یا نہ ہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال
امام ہو تو جس صورت میں اشتباہ نہ ہوگا مکروہ بھی نہ رہیگا کذا فی الشامی والانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ وقیل ما یقع
بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث دارقطنی کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اور پیچھے برابر لوگ اسکے پیچھے ویسے ہی رہیں کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ ڈر نہیں
ایک ہاتھ سے کم بلندی کا اور بعض کا قول ہے مقدار ارتفاع میں یہ کہ جس سے امتیاز ہو جاوے اور یہی قول بہتر ہے ذکر کیا اسکو کمال الدین نے
وغیرہ نے ہم بدائع میں کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے [illegible]
جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضا حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہے اسکا عکس [illegible]

کھڑا ہونا مقتدیوں کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی میں ہونا مطحطاوی نے کہا کہ غالباً کراہت تنزیہی ہے اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اسمیں امام کی حقارت ہے اور صحیح قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسکا مقابل قول طحطاوی کا ہے کہ یہ صورت مکروہ نہیں کذا فی الشامی وہذا کلہ عند

عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین اور یہ کراہت تب ہوتا ہے جب نمازیوں میں وقت ہونے عذر کے ہو مثل اسکے جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانوں پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو سبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت میں مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے بعض ہوں صحیح تر قول میں یعنے اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدوں اہل اسلام میں یعنی اگر تنگی کے

باعث امام کو محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر اور عذر میں سے ہے ارادہ کرنا امام کا تعلیم کا یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیوں تک جیسا کہ مفصل بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھیں یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا

القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ اور ہم پیشتر باب الامامۃ میں لکھ آئے ہیں مکروہ ہونا قیام کا ایک صف میں پیچھے ایسی صف کے جسمیں فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف میں جگہ نپاوے بلکہ ایک نمازی کو صف میں سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے میں نہ کھینچنا بہتر ہے یعنے لوگوں میں جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑتے ہیں اور یہیں وجہ بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ ہے تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت میں کہ صف میں جگہ نپاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں یعنے دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہیں کیا ولبس

ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جسمیں تصویریں جاندار کی ہوں اور مکروہ ہے کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنے چھت میں یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائیں یا سجدے کی جگہ میں کوئی تصویر اگرچہ کھڑے تکیے میں ہو جسپر نہ چلتے ہوں نہ تکیہ کرتے ہوں نہیں مکروہ ہے اگر بچھے ہوے گدے پر تصویر ہو تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہیں اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے داخل نہیں ہوتے اس گھر میں جسمیں کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں واختلف فیما اذا کان

التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اسلیے کہ جامع صغیر میں امام محمد رح نے اسکی کراہت کی تصریح کی ہے اور یہ کتاب انکی آخر تالیف ہے تو غالبا اسمیں ان امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہیں اگر تصویر نمازی کے دونوں پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں دبی ہو کیونکہ اس صورت میں تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہیں کہ وہ نمازی کے کپڑوں میں پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت میں فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہے یعنی اسکے بدن میں تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ہم یعنے متن کی عبارت میں یہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھ میں تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتھ میں لٹکی ہو یا گڑی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین

لا تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وہی علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کے انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ نہوگی بحر الرائق مین کہا کہ اسکا
مفاد یہ ہو کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا پردہ یا دوسرے کپڑے مین چھپی ہو اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اسکے
اعضا کی تفصیل دیکھنے والیکو نہ سوجھتی ہو جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلے سے اسکے اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہون تب بھی مکروہ ہوگی ذکر کیا
اسکو حلبی نے او مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اسکا ایسا عضو
مٹا دیا ہو جسکے بدون اس صورت کا جاندار زندہ نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہ سب مذکور چیزین عبادت نہین کیجاتین ہم شامی نے کہا کہ
سر کا کاٹنا عام ہو اس سے کہ اسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بنا کر کیرون سے کاٹ دیا ہو یا کھینچ ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتون سے
کراہت نہوگی وخبر جبریل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہو اس تصویر کیساتھ جو ذلیل نہو چنانچہ شرح بیان
کیا ہو اسکو ابن کمال نے مع جواب ہوا ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہو کہ اگر تصویر کی کراہت اس سبب سے ہو کہ جس جگہ تصویر ہوتی ہو وہان فرشتے اس سبب تصویر کے
نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبریل مین جسکو مسلم نے روایت کیا ہی مذکور ہو کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان
ساعت مین حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول کبھی وعدہ خلافی نہین کرتا اور عصا جو آپکے
ہاتھ مین تھا اسکو زمین پر ڈالدیا پھر دیکھا تو ایک سگ کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھون نے کہا کہ مجھکو خبر نہین
پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبریل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ مین تمہارے وعدہ کا منتظر تھا مگر تم نہ آئے انھون نے عرض کیا کہ اس سگ نے مانع
ہوا جو آپکے گھر مین تھا ہم ایسے گھر مین نہین جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر خواہ ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونون صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مین
لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہو تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت مکروہ ہونی چاہیے نہ وہ تصویر کے گھر مین
ہونے مین شارح جواب دیتا ہو کہ کراہت کی وجہ یہی ہو کہ نماز کی جگہ مین فرشتون کا گذر نہین ہوتا اور حدیث جبریل مین جو لفظ تصویر کا عام ہو گو وہ اس
تصویر سے مخصوص ہو جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہو جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہو کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپکے گھر مین تو ایک پردہ ہے جسمین
تصویرین ہین اگر آپکو انکا رکھنا منظور ہو تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور تکیے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع الملائکۃ الرحمۃ بما
علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہو اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے مین بسبب ان تصویرون کے جو روپیہ اشرفی
پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہو اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہو ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علمائے حنفی
نے بھی تصریح کی ہو چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر مین مکروہ نہین یعنے جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا
گھر مین مکروہ نہین اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہو فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہو لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح
سے حرام ہو کہ اسمین مشابہت اللہ تعالی کی پیدا کرنے سے ہو چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین اسپر اجماع نقل کیا ہو وکرہ تنزیہا عد الآی والسور والتسبیح بالید
فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ انا ملہ وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہو شمار کرنا آیتون اور سورتون
اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنے انگلیون پر یا تسبیح ہاتھ مین لیکر کذا فی البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہین ہی شمار کرنا باہر نماز
سے جیسے مکروہ نہین شمار کرنا نمازی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہو صلوۃ التسبیح جو حدیث مین مذکور ہو یعنے اسمین
بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جاے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا بأس باتخاذ المسجد بغیر بیاض کما بسط فی البحر ... نہین

تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں جو سبحہ بکسر سین صیغہ آلہ کا ہے اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ میں سبحہ بضم سین ہے جسکو اصطلاح
عوام میں تسبیح کہتے ہیں یعنی کچھ دانے ایک ڈورے میں پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے
سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جنپر وہ
وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہوں اسطرح پڑھ (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق
فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو خالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ مثل ذلک) تو اس حدیث میں اُسکا کچھ انکار نہیں کہ گٹھلیوں پر شمار کرتی تھی منع نفرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کردیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا
مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح میں اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے میں پرو لیتے ہیں اسطرح کی زیادتی
منع میں کچھ اثر نہیں کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہاں اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی لا یکرہ قتل حیۃ او عقرب
ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترکہا حیۃ بیضاء ان خاف الاذی مکروہ نہیں نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ
امر قتل کے مباح کرنے کے لیے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کیواسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے جو صحیحین میں ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون کو قتل کرو
یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہان اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم اُنکے مارنے کا ہے تو چاہیے تھا کہ اُنکا مارنا مستحب ہوتا اور یا تو صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ
یہ امر حدیث میں اباحت کے لیے ہے کہ اسمیں ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اُسکو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے
اُسکا نہ مارنا اولی ہوا اگر اُسکے مارنے میں ہمارا ضرر ہو اور نہایہ میں ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی مطلقا ولو
بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز میں مطلق مکروہ نہیں اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر ہے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے
فاسد ہونے کی کی ہے درصورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہیں نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے
شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت میں کہ خوف بہک جانے کا ہو اُسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او
سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہیں نماز قران کیطرف یا تلوار کیطرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو
یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہین نہ جلتی آگ کی
کذا فی القنیہ مع طحطاوی نے کہا کہ یہ جلتی بتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمیں صرف شعلہ ہو اور بندھی آگ نہو تا اگر کوئلہ یا چنگاری
بھی ہوگی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی العنایہ وعلی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر یا مکروہ نہیں نماز اُس فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ
تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اُس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اُسکی ذلت کا باعث ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے
یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن میں سر سے پاؤن تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہے اعتجار
یعنی ڈوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونون امر کی یہ ہے کہ حدیث میں اُنسے نہی وارد ہے اسلیے کراہت تحریمی
معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جائے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہین اور مکروہ ہے
زور کی سانس کے ساتھ بلغم نکالنا تنخم تا سے فوقانیہ دونون زمانے سے ہے اور بعض نسخون میں تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز میں عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے
طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور خرخر کرکے بلغم نکالنے کا حکم مثل کھنکارنے کے ہے چنانچہ اُسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی
وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اور مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلا جون کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے اور ترک کل سنۃ ومستحب اور

ملہ پاک ہے اللہ برابر اُن چیزون کے جو اُسنے آسمان میں پیدا کیں اور پاک ہے اللہ برابر اُن چیزون کے جو اُسنے زمین میں پیدا کیں اور پاک ہے اللہ برابر اُن چیزون کے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہین اور پاک ہے اللہ برابر اُن کے

مکروہ تنزیہی ہی چھوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت زیادہ موکدہ ہوگی تو عجب نہیں کہ اسکا ترک مکروہ تحریمی ہو وحمل الطفل وما ورد نسخ بحدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلا اور مکروہ ہی بدون حاجت اٹھا لینا بچہ کا نماز میں اور جو قصہ کہ حدیث میں وارد ہی وہ منسوخ ہی اس حدیث سے کہ ان فی الصلوٰۃ لشغلا یعنے نماز میں ایک شغل ہی جو اور باتوں کا مانع ہی ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ بچہ کا اٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہی یہ امر تو صحیحین میں بروایت ابو قتادہ ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنی نواسی بی بی امامہ کو اٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو انکو اتار دیتے تھے اور کھڑا ہونے کے وقت پھر اٹھا لیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو یہی ہی جو شارح نے دیا کہ یہ حکم منسوخ ہی مگر یہ جواب کام کا نہیں اسلیے کہ حدیث (ان فی الصلوٰۃ لشغلا) ہجرت سے پیشتر کی ہی اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت کے بعد ہی تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہی اور ایک جواب بدائع میں مذکور ہی کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلیے تھا کہ آپکو اسکی ضرورت تھی کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تھا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسطرح کی ضرورت میں مبتلا ہو تو اسکو بچہ کا اٹھانا مکروہ نہیں البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وند دابۃ وفور قدر وضیاع ما قیمتہ درہم لہ او لغیرہ اور مباح ہی نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان جیسے عذروں سے مثلاً سانپ کا مارنا اور سواری کا بھاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درہم یعنی پانچ آنہ ہوں خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی ہم اسی طرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اٹھا لیجاویگا تو جائز ہی کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین والخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقت وجماعۃ اور مستحب ہی نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کیواسطے اگر خوف نہ ہو وقت کے جاتا رہنے کا یا جماعت کے نکلنے کا ہم شامی نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہی تو اسکے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے تھا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جاوے اور خلاف سے نکلنے کی یہ صورت ہی کہ نماز پڑھنے میں کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتھ لگا دیا تو مستحب ہی کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک نماز نہ ہوگی ویجب لاغاثۃ ملہوف وغریق وحریق اور واجب ہی نماز توڑ دینا واسطے فریاد رسی فریاد خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ ایسی ضرورت کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہی اور مثل اسکے ہی اندھے کو کنوئیں میں گرتے دیکھنا الا الندا والدیہ بلا استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی لا باس ان لا یجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہیں جائز ہی نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریاد خواہی کے مگر نفل نماز میں اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہی گو فریاد خواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پھر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہی تو کچھ مضائقہ نہیں جواب نہ دیگا اور اگر معلوم نہ ہو تو جواب دے ہم ماں باپ سے مراد اصول ہیں گو اوپر کے ہوں یعنی دادا یا نانا یا نانی یا دادی ہو تب بھی یہی حکم ہی یہانتک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب مصنف ان مکروہات بیان کرتا ہی جو نماز کے باہر ہوں مگر نماز کے توابع میں سے ہوں ویکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء وکذا استدبارہا فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہی بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہی پشت پھیرنا قبلہ کیطرف اصح قول میں شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہیں ہم وجہ کراہت کی یہ ہی کہ صحاح ستہ میں مروی ہی کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ کیطرف منہ نکرو نہ پشت بلکہ اسکو داہنی طرف کرلو یا بائیں اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو یکساں ہی اور کراہت بول و براز کے وقت ہی پانی سے استنجا کرنے کے وقت کراہت تحریمی نہیں اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کرہ للبالغ امساک صبی لیبول نحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہی بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ ایسا فعل کرنا حرام ہی جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہی کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ منلا باکیر اور جیسے مکروہ ہی دونوں پاؤں کا پھیلانا سونے میں یا سوا سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف یعنے پاؤں پھیلانا دانستہ مکروہ ہی اسلیے کہ یہ بے ادبی ہی کہا ہی اسکو منلا باکیر نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عمداً کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے پھیلاوے

تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلاویگا تو مکروہ نہوگا اور دونون پاؤن کے مانند ہی حکم ایک پاؤن کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم مین برابر ہین شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کی بےادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پاؤن پھیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی او الی مصحف او شی من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پاؤن پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہ کتاب مصحف کسی اونچی جگہہ پر ہو پاؤن کی سیدھ سے تو پاؤن پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب پست دور رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگاوے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہی ہم شامی نے کہا کہ غلق کی جگہہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ کراہت یہ ہی کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جاویگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور مخوف متاع کی صورت مین بھی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر وصح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کی سطح تک اور مکروہ ہی ٹھہرا دینا مسجد کو رستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہوجانے کی مسجد کو رستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت ۵۷
کریگا کہ رستہ مسجد ہی مین ہو کر چلے تو فاسق ہوجاویگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد ولو فی اناء مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اسی بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاوے ہم فتاوے عالمگیری مین ہی کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے مین ناپاک پانی پڑا ہو اس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کردینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہی ہم شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے مکروہ تحریمی ہی اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہ ہی کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہی کہ اپنے مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع اور شرا اور شور غل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعون مین انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس ہونے کے لڑکون کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہی وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست نہون اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہی ہم وجہ افضلیت یہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑھو جوتون کو پہن کر اور یہود کے مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہی کہ جوتا پہن کر مسجد مین جانا اس زمانے کے عرف مین داخل بےادبی ہی اور خوف مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین یہ خوف نہ تھا کیونکہ مسجد شریف مین اسوقت کنکریان بچھی ہوئی تھین لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اس گھر کی چھت پر جسمین نماز پڑھنے کی جگہہ بنائی گئی ہی بلکہ خود اس جگہہ مین یہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین ہم یعنی مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہی اور گھر مین ایک جگہہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہوجاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاوے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونے کے حق مین اگرچہ صفون مین انفصال ہو جواز اقتدا مین اسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے

حق مین کذا فی الشامی بحرالرائق مین کہا کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اُسمین بول و براز و جماع جائز ہوگا حالانکہ بانی نے اسلیے نہین بنوایا تو لائق یہ ہی کہ یہ امور درست نہون اگرچہ ہم اُسکو مسجد نہ کہین اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہی جسکی تصحیح محیط مین کی ہی کہ مکان نماز جنازہ کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعہ نے کی ہی کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکھتی ہی کذا فی الشامی فحل دخول الجنب والحائض کفناء ورباط ومدرستہ ومساجد حیاض واسواق لاشوارع پس حلال ہی داخل ہونا عیدگاہ اور مکان جنازہ مین جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہی انکو داخل ہونا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازارون کی مسجدون مین نہ شارع عام کے مساجد مین ہم فنا مسجد وہ مکان ہی جسکے اور مسجد کے بیچ مین راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو حوض کے پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی وضو کرے اُسپر تحیۃ الوضو یا اور نماز پڑھ سکے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو جیر ناقد بازار مین نماز کے لیے بنا لیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرا مین ہوا کرتے ہین غرضکہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجدین جنمین جماعت نہین ہوتی وہ حکم مسجد مین ہین مگر ان مین اعتکاف کیا جاسکے کذا فی الشامی ولا باس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ الحلبی وفی حظر المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر انتہی وظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچھ مضائقہ نہین مسجد کے نقش کرنیکا سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی یعنی خشوع کو مخل ہوا اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار وغیرہ مین خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اُسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب حظر مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہی نہ چھت اور پچھلی دیوار مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہی تو اُسکو یاد کر لینا چاہیے ہم کہتے ہین پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنی کرنے سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہی کہ محراب سے غرض مصلی کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا جیسا امام کو ہی ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بھی برا ہی کیونکہ خشوع سب کے لیے مستحب ہی اور اسکو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت تنزیہی ہی کذا فی الشامی بجص وماء ذہب لو بمالہ الحلال لا من مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ کافی والا اذا کان الاحکام البناء او الواقف فعل مثلہ لقولہم یعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضائقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے کریگا مگر جبکہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈر ہے کہ ظالم چھین لینگے تو اُسوقت نقش کرنیکا مضائقہ نہین کذا فی الکافی اور مگر اس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہون یا خود وقف کرنیوالے نے اسطرح کے نقش بنوا لیے ہون تو اسصورت مین بھی ضمان نہ دیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسے پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحرالرائق مین ہی ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہی اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی عن البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہی کیونکہ اُسمین کعبہ ہی جسکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہی (اول بیت وضع للناس) پھر مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین برابر ہی ہزار نمازون کے اسکے سوا دوسری مسجد مین بجز مسجد حرام کے پھر مسجد مقدس یعنی بیت المقدس ہی کہ تصریح ثواب کے زیادتی کی اسکے اندر حدیث مین موجود ہی پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہی جسکی شان مین آیتا (اسس علی التقوی من اول یوم) الایہ ہی ان چارون مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہی جو قدیم تر ہو پھر وہ ہی جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو ہم یہ ترتیب حلیہ مین اجناس سے نقل کی ہی اور بحرالرائق

احکام مساجد

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور انکے بعد محلہ کی مسجدون کو اور انکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہو اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین
مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہو کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور انمین سے افضل وہ ہی
جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی و مسجد استاذہ لدرسہ او سماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد
اپنے استاد کی اس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کیواسطے افضل ہی لیفیھ قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اسمین دو ثواب ہین ایک
جماعت دوسرے تحصیل علم و مسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سے ہم شامی نے لکھا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہی کہ جسکی
جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ شامی میں ہی کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی کو اسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو
اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اسکے ذمہ حق ہی اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اسمین جاوے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاوے و تعمیم
ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ لم تحر الاول اولی وہو مانقی بانہ فرایع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ جو ملحق
لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہی یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہی ہان اول مسجد کی تکمیل کرنی بہتر ہی اور
اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہی ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اندازہ مین اصل مسجد کی شناخت کیلیے
سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوٰۃ مین قبلہ کی بحث
سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہی سائل کو مسجد مین
دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پھلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا
کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا اگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھلانگے قول مختار ہین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے
اندر دی اللہ تعالی نے انکی تعریف کی اس آیت مین (ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون) یعنے دیتے ہین خیرات اسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی
وانشاد ضالۃ او شعر الا مافیہ ذکر اور مکروہ ہی کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو انکا پڑھنا مکروہ نہین
ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہی تو کہو کہ
خدا تعالی اسکو تجھپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون
اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو انکا پڑھنا بہتر ہی اور اگر انمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودہ
کی باتین ہون تو حرام ہی اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہی اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی برے اشعار پر
محمول ہی کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر
جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر اس سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہی اسلیے کہ اسکا
فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنیوالا بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہی
خیر الذکر الخفی یعنے بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اسکے پانی مین
گلی آتی ہی کہ اکثر تھوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی
حکم ہی درون جنابت کے نہانے کا ہی وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز تکون المسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین
جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی انکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہوگا ہم نز بفتحتین نون و تشدید زا بمعنے زمین کی رطوبت کو کہتے ہین

خلاصہ میں کہا کہ جب مسجد کے ستون بباعث رطوبت کے نہ ٹھہرتے ہوں تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختوں کے لگانے کا مضائقہ نہیں اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اُسنے مسجد تنگ نہو اور نہ جماعت میں خلل پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگا دے کہ اُسکے پھل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے واکل ونوم الالمعتکف وغریب اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کھانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہیں ودخول اکل نحو ثوم ویمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ اور مکروہ ہے مسجد میں آنا کھانے والے لہسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جنمیں بدبو آتی ہے اور منع کیا جاوے ایسا شخص مسجد میں گھسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو میں سے کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے اُس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے سے مراد لوگ وہ ہیں اور گندہ دہن اور بدن یا چھالے پھنسے سے آلودہ ہو یا بدبو سے کہ جس سے ایذا ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی وکل عقد الالمعتکف بشرطہ اور مکروہ ہے مسجد میں ہر معاملہ یعنی سودا وغیرہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہے بشرطیکہ اس کی شرط کے ہم شرط یہ ہے کہ اُس چیز کی حاجت اسکو یا اُسکے عیال کو ہو اور یہ ہے کہ مبیع کو مسجد میں نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ اور مکروہ ہے مسجد میں کلام مباح کرنا اور ظہیریہ میں قید لگائی ہے کہ کلام ہی کے لیے مسجد میں بیٹھے لیکن اگر مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھا اور اُسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ کراہت کو مطلق رکھنا بہتر ہے یعنی کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت کے لیے دونوں صورتوں میں کلام مباح مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمین ترجیح بھی درست ہے وتخصیص مکان لنفسہ ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءۃ او درس بل ولاہل المحلۃ منع من لیس منہم عن الصلوٰۃ فیہ اور مکروہ ہے خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہیں جائز ہے اسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اُس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا بیٹھنے والے کا گو بیٹھنے والا قراءت یا درس میں مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اُس محلہ والوں سے نہو اُسکو مسجد میں نماز سے منع کریں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اُسکا اُٹھا دینا بھی نمازیوں کو جائز ہے ولہم نصب متول وجعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلوٰۃ لا لدرس او ذکر اور جائز ہے محلہ والوں کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کاموں کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہے دو مسجدوں کا ایک کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدیں درس اور ذکر کے لیے نہیں بنائی گئیں اگرچہ درس اور ذکر انمیں جائز ہے کذا فی القنیۃ فی المسجد عظۃ وقرآن فاستماع العظۃ اولی مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہو تو سننا وعظ کا بہتر ہے ہم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہوں اُنکے حق میں قرآن کا سننا بہتر ہے بلکہ چند وجہ سے ولاینبغی الکتابۃ علی جدرانہ اور مناسب نہیں لکھنا قرآن اور شیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیواروں پر ہم اچھی اسلیے کہ گر کر پامال نہوں کذا فی الجوہرۃ اور مثل اسکے ہے فرشوں پر کچھ لکھ کر دروازوں پر چسپکانا کذا فی الطحطاوی ولا باس برمی عش خفاش وحمام لتنقیتہ اور کچھ مضائقہ نہیں چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینک دینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیتہ جواب سوال ہے اسکی تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندوں کو اُنکے گھروں میں تو دور کرنا گھونسلوں کا مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعا مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان میں ہم وتر بفتحہ اور بکسرہ واو لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں تین رکعتوں کا نام ہے جو

آتا ہے اور نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرع میں نفل اُس عبادت کو کہتے ہیں جسکے کرنے سے ثواب ہوا اور نکرنے سے عذاب نہو کل سنۃ نافلۃ ولا عکس
ہر سنت نفل ہے اور اسکا الٹا نہیں یعنی ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب میں ذکر سنتوں کا بھی ہے حالانکہ عنوان میں صرف وتر
اور نوافل مذکور ہیں متنون کی تصریح نہیں کی تو تصریح نکرنے کا عذر کردیا کہ سنتیں نفل ہوتی ہیں ہو فرض عملا و واجب اعتقادا و سنۃ ثبوتا لہذا وفق ابن الہمام ابن الروایات
وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتوں میں عملا فرض ہے اسکے
یہ معنی کہ عمل میں اسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہگار ہوتا اور اسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضوں میں ہے ویسے ہی وتر میں ہے اور اعتقادا
واجب ہونے کے یہ معنی کہ اسکے واجب ہونے کا اعتقاد ہر ضرور ہے اور ثبوتا سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسئلہ وتر کی
کہا وتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق میں الروایات سے یہ مراد کہ
امام اعظم سے وتر کے باب میں تین روایتیں مروی ہیں ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے
اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی ملتقطا وعلیہ فلا یکفر بفتح فسکون ای لاینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع ہوا
کہ کافر نکہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بفتح تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا ہم ضمیر علیہ کی محشیون نے توفیق کیطرف پھیری ہے
اور باتن نے شرح منح الغفار میں فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرط خلافا لہما ولکنہ لا یقضی ولا یصح قاعدا ولا راکبا
اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہے کہ فجر کے فرضوں میں اسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہے مثل اسکے عکس کے یعنی اگر وتر
میں یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازیں چھ نہو گئی ہوں کہ ان صورتوں میں ترتیب
ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وتروں کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر انکے نزدیک سنت
ہیں لیکن وتر قضا کیے جاتے ہیں اور بیٹھکر اور سوار ہوکر درست نہیں ہوتے بالاتفاق یعنی جیسے سنتوں کی قضا نہیں اور بیٹھکر اور سواری پر جائز ہیں اگر
صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں وھو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد
ینبغی الفساد کما سیجی وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے
کہ نماز فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قعدہ واجب ہے تو اسمین درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قیام فرض
کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نماز نفل میں چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جاوے تب بھی بیٹھ جاوے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ
فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطا وتر مثل مغرب کے ہیں لیکن نمازی اسکی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتیں احتیاطا پڑھے
وجہ احتیاط کی یہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہیں تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتوں میں قرات پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلث و
زیادۃ المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتیں ہیں یعنی اول میں سورۃ اعلی اور دوسری میں سورۃ کافرون اور تیسری میں اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور
فقہا نے پسند نہیں کیا یعنی تیسری رکعت میں بعد سورۃ اخلاص کے سورۃ فلق اور ناس پڑھنا اختیار نہیں کیا وکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یعتمد وقیل کالداعی
وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانوں تک ہاتھ اٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے
اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اٹھاوے اور ہتھیلیاں آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے اسمین ہم
شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے یا قبل رکوع کے ولیس الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑھے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہے ہم دعاء قنوت مشہور یہ ہے (اللہم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک

سلہ یا اللہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور تجھی سے بخشش چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسا کرتے ہیں اور بڑی تعریف

ونترک من یفجرک اللہم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق) اور حضرت امام حسن بن علی
مرتضیٰ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجھکو یہ دعا سکھائی (اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی
فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک) طحطاوی اور
شارح منیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملالیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ مثل التحیات کے درود ہی
اور لوی اور حلبی نے ذکر کیا کہ مستحب یہ ہے کہ یوں کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے (وصلی اللہ علی النبی)
بہر حال درود پڑھنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی
نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) یا تین بار (اللہم اغفرلی) کہے
یا تین بار (یارب) کہے وصح الجد بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق ونحفد بدال مہملۃ بمعنی نسرع فان قرا بذال معجمۃ فسدت خانیۃ لانہ کلمۃ مہملۃ اور صحیح ہوا یعنی ابوداؤد
کی حدیث مرسل میں وارد ہوا الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دو جگہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور
ضمہ دال مہملہ کے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہو کہ یہ کلمہ
بے معنی ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بے معنی نہیں اسلیے کہ براق کی صفت میں حدیث میں مذکور ہے کہ براق اپنے نشانات لیکر چلتا تھا یعنی دوڑتا تھا بازوؤں سے
مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کے بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا
آہستہ ہے ہم اس وقت کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقا سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا
رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی وصح الاقتداء فیہ ففی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ المفسد فی اعتقادہ فی
الاصح کما بسط فی البحر بشافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی
کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکرے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے تو وتر کے غیر میں اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہو جو
کہ مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں جیسا کہ مشرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دو رکعت کے بعد سلام پھیر
کے صحیح تر قول کے بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا اختلاف
ہو امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ہم غیر وتر میں جو اولویت کی ہے کہ نفل اور فرض میں جب دونکی
ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولی درست ہونا چاہیے اور
مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا درست نہیں اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا واجب
پڑھنے والیکا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب
کما فی العیدین للاختلاف اور اسی وجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف واجب اور
مسنون ہونے کے نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہوجائیگی ویاتی المؤتم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت
بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے
بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اسلیے کہ فجر میں قنوت
کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کے بموجب ہاتھوں کو لٹکائے ہوئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

نماز مین عرب کے چند قبیلون پر جنہون نے ستر یا اسی قاریون کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعاء بد فرماتے تھے جب آپ نے انپر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت مین اب بھی فجر کی نماز مین اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہین ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع مین اسکو یاد کیا تو رکوع مین اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اسکے محل کے یعنی اسکا پڑھنا مخصوص قیام مین تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح تر قول مین یعنی رکوع کو چھوڑکر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمین قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے ہم دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ پھر قیام کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد للسہو قنت اولا لزوالہ عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کیطرف عود کیا اور قنوت پڑھکر دوبارہ رکوع نکیا تو اسکی نماز فاسد نہوگی بسبب ہونے اسکے رکوع سابق کے پوری قراءت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب زائل ہوجانے قنوت کے اپنی جگہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین ایک یہ کہ رکوع مین قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اٹھاکر پڑھا اور رکوع پھر کیا تیسری یہ کہ سر اٹھاکر پڑھا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع مین نہ اس سے کھڑا ہوکر تو چارون صورتون مین سجدہ سہو واجب ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرء منہ شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونیکے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہگیا ہو تو اسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کی طرح ترک نکرے اسلیے کہ امام کی مخالفت ان امور مین کہ ارکان ہین یا شرائط نماز کی مفسد ہے نہ غیر ارکان و شرائط مین مخالفت کرنی کذا فی الدرر ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات مین واجب ہے جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب ادائے سنت مین خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہین قنت فی اولی الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ اما لو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی تکرارہ لہما نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری مین بھولکر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑھے اور اگر اسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا تیسری مین ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑھکر قعدہ کرے پھر کھڑا ہوکر ایک رکعت اور پڑھے اور اسمین قنوت پڑھے کیونکہ دونون رکعتون کا احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے کی دونونکو یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق مین بھی موافق حلبی کے قول کے ہے واما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا مشروع نہین اور ہوجاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اسکو ملگئی اب باقی دو رکعتون مین اگر قنوت پڑھیگا تو بیجگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہوچکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازون مین اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ سب نمازون مین پڑھے جہری ہون یا سری ہم نماز جہری مین قنوت پڑھنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ مین غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑھے اور عبارت شارح منیہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیون کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

نہین

قائل قنوت پڑھنے کا نہیں اور بحرالرائق میں اسکو محدثین کا مذہب لکھا ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا تاکہ سہری نا سکے قنوت کو کوئی روایت مذہب نہ سمجھے پھر
قنوت کا موقع نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہی چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہی کذا فی الشامی مختصر فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی خمسۃ تتبع فیہا
الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدۃ تلاوۃ وسہو واربعۃ لا تتبع فیہا زیادۃ تکبیر عید وجنازۃ ورکن وقیام لخامسۃ پانچ باتیں ہیں جنمیں امام کی متابعت کیجا
یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر نکرے تو وہ بھی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑھنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان
چیزوں کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہواً اس سے رہجائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزیں ایسی ہیں کہ انمیں متابعت امام کی نکیجائے یعنی اگر
امام انکو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھی بار تکبیر کہے تو مقتدی اُسکا ساتھ نہ دے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام پانچ تکبیر ولے زیادہ
کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دوبار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہو جانا امام کا پانچویں رکعت کے لیے ہم شامی نے کہا کہ چوتھی بات
رکن کے زیادہ کرنے میں داخل ہی تو اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی وثمانیۃ تفعل مطلقاً الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر انتقال وتسمیع وتسبیح وتشہد وسلام وتکبیر تشریق اور
آٹھ باتیں ہیں کہ مطلق کیجائیں یعنی امام انکو کرے یا نکرے مقتدی انکو کرے اول ہاتھوں کا اٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم دعا سبحانک اللہم سوم تکبیر انتقال یعنی ایک
رکن سے دوسرے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اگر امام نکہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اگرچہ
ہیں کہ امام بیٹھ جاوے لیکن اگر قعدہ اولی میں امام بیٹھے تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے چاہے پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بول اٹھے یا مسجد سے نکل جاوے
تو مقتدی سلام پھیرلیں کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسن مؤکداً اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ ولو صلاہا بتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولذا
لو نذرہا لا یخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت مؤکدہ ہیں چار رکعتیں پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے
پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہونگی اور اسلیے اگر چار رکعتوں کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلاموں کے ساتھ پڑھنے سے اور اسکے عکس میں یعنی
نذر کی دو سلاموں سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چاروں کو پڑھا تو نذر سے باہر ہو جائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت مؤکدہ ہیں
دو رکعتیں صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی ہیں
بعد کی سنتیں واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض میں کسی عذر مثلاً النسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت میں بعد کی سنتیں اسکی کمی کو پورا کر دینگی اور مشروع
ہوئی ہیں پہلے کی سنتیں واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتوں کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض نتھی اسکو اسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو
کیسے ترک کریگا ہم ان سنتوں کی موکد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ آپ ظہر کے پہلے
چار رکعتیں اور بعد ظہر دو رکعتیں اور بعد مغرب دو اور بعد عشاء دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحرالرائق میں ہی کہ سنت مؤکدہ مثل واجب کے ہی کہ اسکے ترک کرنے سے
گناہ ہوتا ہی اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہی بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وسن استحباب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہ بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وکذا
بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہیں چار رکعتیں پہلے عصر اور چار پہلے عشاء کے اور چار بعد عشاء کے ایک
سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتیں پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت کرے
چار رکعتوں پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اُسکو آگ پر حرام کر دیتا ہی یعنی اسکو دوزخ میں نہ ڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من الاوابین بتسلیمۃ او ثنتین
او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہیں چھ رکعتیں مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین میں لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالوں میں اللہ تعالی کی طرف چھ رکعتیں ایک سلام سے خواہ
دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہی ہم وجہ اسکے مشکل ہونے کی یہ ہی کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر تک
روکنا پڑتا ہی شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہی کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرتا جاوے وہل تحسب المؤکدۃ من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمۃ واحدۃ اختار الکمال نعم وکیا

شمار کیجاویگی سنت مؤکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونون ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہی کہا ابن ہمام کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی کہ چار سنتین جو بعد ظہر یا عشا
کے مستحب ہین انمین اختلاف ہی کہ وہ چارون جدا گانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت مؤکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر یہ سنت مؤکدہ کے ساتھ شمار ہوتی ہین
تو انکے ساتھ ایک ہی سلام مین ادا ہوجاتی ہین یا نہین تو اکثر علما نے یہ کہا ہی کہ ایک سلام سے دونون ادا ہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ جب نماز پڑھے چار رکعتین
ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت مؤکدہ اور مستحب دونون سے کافی ہوگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور کمال الدین نے
بنا پر صحیح کے ساتھ ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور مصنف نے بھی حاصل تقریر کمال کا یہ ہی کہ قبل مغرب
کے دو رکعتین مستحب نہین مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر فی الاصح لحدیث من
ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتون
کو چھوڑیگا نہین پہنچیگی اسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین اور فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی اور طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہی جو رفع درجات
کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سبکے لیے عام ہوگی وقیل بوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کو واجب بتلایا ہی
تو نہین جائز ہی پڑھنا اسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب علم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر پڑھنا جائز ہونا
ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین اسلیے نا جائز ہی کہ یہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن
فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہی چھوڑنا فجر کی سنتون کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے کہ اسکو انکا ترک
کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگونکے انکے فتوی کیطرف ابن شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگونکے ہجوم کے باعث اور سنتون کو ترک کر دے
اور بعد فراغت پانیکے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہی ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اسکی مشروعیت
کا منکر ہو اور جو کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہی اسکا منکر ہونا کفر ہی کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر قضا پڑھی جاتی
جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتون کے کہ انکی قضا نہین ابن شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتون کا زوال سے پیشتر ہی تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائین اگرچہ فرض
کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر انکی قضا نچاہیے ولو صلی رکعتین تطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا فوقع رکعتان
بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتدأۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین
طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو انکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا
فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہی ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہی اور مسئلہ اول خلاصہ
مین مذکور ہی اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہی اور نہر الفائق مین اسکو اوجہ بیان کیا ہی کذا
فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما الرباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی
اور مکروہ ہی زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اسقدر سے زیادہ حدیثون مین وارد نہین اور
افضل رات دن دونون مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہی ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہی کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہی
اس فتوی کو معراج مین عیون کیطرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق مین علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

قعدۂ اولی میں ظہر اور جمعہ کی پیشتر کی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر کبھو بھولے سے درود پڑھ لیا تو اسپر سجدۂ سہو ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ سجدۂ سہو نہیں کذا فی القہستانی عن شامی اور شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدۂ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں کیونکہ انکا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اسلیے انکو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منہا لانہا لتاکدہا اشبہت الفریضۃ اور تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں مذکورہ سے کھڑا ہو تو دعاے استفتاح یعنی سبحانک اللہم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہ سنتیں موکد ہیں تاکید ہونے سے فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلوۃ وقیل لا یاتی بہ فی الکل وصححہ فی القنیۃ اور باقی نوافل چار رکعت والی میں درود پڑھے قعدۂ اولی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں دعاے استفتاح اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہی اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب نوافل میں دعا اور درود نہ پڑھے اور قنیہ میں کہا ہی اس قول کو صحیح ہی تمام کا ذکر کرنا واسطے شامل کیا اسکا […] حقیقت وہ بھی نفل ہی کذا فی الطحطاوی وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام کما فی المجتبی ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر […] ثلثا […] اور رکوع اور سجدہ […] نماز پڑھنا اچھا ہی بہ نسبت بہت قیام کرنے کے […] مجتبی میں ہی اور ترجیح دیا ہی اسکو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا ہی نہر الفائق کے […] وجہ اول یہ ہی کہ قیام […] اس باعث سے ہی کہ اسمیں قراءت بہت ہوگی اور قراءت اگرچہ تمام قرآن کو پہنچ جاے سب فرض ہوگی […] رکوع اور سجدے […] کہ قراءت […] کی فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں […] تیسری وجہ […] کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہی […] قراءت […] کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع قلت […] اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہی امام محمد کا اور مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہی اور تصحیح کی ہی اسکی بدائع میں […] دیکھا ہی […] امام محمد […] قیام الاخرس افضل کالقاری […] اور گونگے کا زیادہ قیام کرنا افضل ہی مثل قاری کے اسکا حکم […] قاری ہی تو اسکا قیام بلا شبہہ افضل ہی […] تحیۃ المسجد […] رکعتان واداء الفرض او غیرہ وکذا دخولہ بنیۃ فرض او اقتداء ینوب عنہا بلا نیۃ اور سنتوں میں […] لیے تحیۃ مسجد […] دو رکعتیں […] فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم مقام ہو جاتا ہی تحیۃ المسجد کے بدون نیت […] صاحب خانہ […] تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد […] ہی کذا فی الحلیۃ وتکفیہ لکل یوم مرۃ […] اور کافی ہی آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا […] چند بار جاے تو تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ […] ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر اور یہ […] میں آیا ہی کہ جب تم سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہانتک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان […] کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں […] ابو ذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں سو اٹھو اور انکو پڑھو کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ […] قوت القلوب سے منقول ہی کہ جو شخص قادر […] تحیۃ المسجد […] وضو […] الفاظ چار بار یعنی (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کو چار بار کہنا مستحب ہی اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح قنیۃ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرض سے پہلے کی ہوں یا پیچھے کی تو اولی یہ ہی کہ ساقط نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو تحریمہ کے مخالف ہو صحیح تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہی کذا فی القنیۃ وفی الخلاصۃ لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعادہا وبلقمۃ او شربۃ لا

اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے مین تو سنتون کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ مین تو سنتین باطل نہونگی و
لو جیٔ بالطعام ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اُسکے مزہ کا
یا تھوڑی لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتین پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتین پڑھے پھر کھانا کھاوے ثم یعنی عمل بخار
عذر کی جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہوجانا بھی عذر ہی تو انکے لیے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہی ولو آخرہا لآخر الوقت لا تکون سنۃ
وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول ہی کہ سنتین ہوجائینگی ہم شامی نے کہا کہ قول آخر یہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا قول مبنی ہی اس پر کہ عمل بخار
کرنے سے سنتین ساقط ہوجاتی ہین اور اصح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین فروع مسائل الحقہ شارح کے الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی مین پڑھنا سنت فجر کا افضل ہی
اور ایک قول یہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہی ہم شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی خلاصہ سے منقول ہی کہ فجر کی سنتین
یہ دو امر مین مخصوص ہین اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی
چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتین ہلکی سے پڑھتے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن
تکبیر کے لیے آپکی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فہو سنۃ وقیل لا اگر نذر کیا سنتون کو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنتین ہی ہونگی اور بعض فقہا
نے کہا کہ سنت نہوگی ہم نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا نہ رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتون کی نیت کرکے توڑ دے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی
ہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہوجائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی اصلی وجوب نہین کہ سنت نہ رہین اراد النوافل ینذر ہا ثم یصلیہا وقیل لا اراد کہ کیا نوافل
کا تو انکو نذر کرلے پھر پڑھ لے اور ایک قول یہ ہی کہ نذر نکرے ہم نقل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتون کو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہی کہ نفل جب نذر کی نماز ہوجائینگی تو انکے پڑھنے
سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پایا گیا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث مین نذر سے نہی وارد ہی کذا
فی الشامی مختصرا ترک السنن ان راہا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتون کو کہ اگر انکو حق سمجھتا ہی تب تو ترک سے گنہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے والافضل
فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہوجانے کے اسکے اور
صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمین خشوع اور خلاص زیادہ ہو ہم وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اُسکے گھر مین ہی سوا فرض نماز کے
تو اسکی رعایت ضروری ہی ہان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہی ہی
کہ خشوع و خلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے مستثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیۃ المسجد
اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والیکی اس حکم سے مستثنی ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب
ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی مواہب سے ہم اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہی کذا فی الطحطاوی اور
تحیۃ الوضو مین بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار اور مستحب
ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اُسکا وقت مختار یعنے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہی وفی المنیۃ اقلہا رکعتان واکثرہا
اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واما اکثرہا فبقولہ فقط اور منیہ مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین ہین چنانچہ
بخاری مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتون کی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی و نسائی
مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اُسکے لیے اللہ تعالی جنت مین سونے کا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط
رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہی بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

دونوں سے اور اگر رکعتوں یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط نہ جو دونوں سے ثابت ہو وہ اولیٰ ہی بہ نسبت اُسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی البحر اقول
وہذا الوصل الا الاکثر بسلام واحد اما الافضل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہ آٹھ رکعتوں کا افضل ہونا اس صورت میں ہی کہ بارہ رکعتوں کو ایک سلام
سے پڑھیگا اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو جتنی زیادہ پڑھیگا وہی افضل ہونگی چنانچہ ابن حجر کی نے بخاری کی شرح میں افادہ کیا ہی ہم ابن حجر نے کہا ہی کہ اکثر اور افضل میں فرق اسی صورت
میں ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو آٹھ رکعتیں سنت سے ٹھہرینگی اور باقی نفلیں ہونگی پس کہنا ہوا کہ مستحب ہو لذا صرف مستحب سے افضل ہوگا
طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہیں کیونکہ چار رکعتوں سے زیادہ دن کی نفلوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہی ومن المندوبات رکعتا السفر
والقدوم منہ اور مستحبات میں سے ہیں دو رکعتیں سفر کرنیکی اور سفر سے آنیکی ہم طبرانی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے اپنے گھر والوں میں دو رکعتوں
سے بہتر نائب نہیں چھوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والوں میں پڑھتا ہی اور مسلم میں کعب بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ
سفر سے دن ہی میں چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے اور پہلے مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتیں پڑھکر اس میں بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوٰۃ
اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولو جعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہی نماز تہجد اور اُسکی کمتر رکعتیں آٹھ ہیں جیسا بیان جوہرہ کا ہی
اور اگر رات کے تین حصے کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کیلئے افضل ہی اور اگر آدھے آدھے کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہی ہم جاننا چاہئے کہ نماز تہجد دن کی نفل
سے افضل ہی اور اُسکی فضیلت شریعت میں بہت کچھ وارد ہی چنانچہ مسلم میں مروی ہی کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہی پھر اس میں اختلاف ہی کہ نماز تہجد مستحب ہی
یا سنت کیونکہ قولی دلیلوں سے تو مستحب معلوم ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیشہ ادا فرمائی اُس سے سنت معلوم ہوتی ہی شامی نے بحر کی
گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرض تھا اور ہمارے حق میں سنت معلوم ہوتا ہی اور اسیوجہ سے حلیہ میں کہا کہ مشہور یہ ہی کہ وہ سنت ہی
اُسکی رکعتوں کی تعداد میں اختلاف ہی نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث میں مروی ہی کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنی گھر والی کو جگاوے پھر دونوں دو رکعتیں پڑھیں
تو وہ دونوں اللہ کے بہت ذکر کرنیوالوں میں لکھے جائینگے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل تہجد دو رکعتیں ہیں اور ابوداؤد کی حدیث میں معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتیں تھیں اور حاوی قدسی میں ہی کہ اسکا اقل تہجد دو رکعتیں تھیں اور زیادہ آٹھ رکعتیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں یوں کہنا چاہئے کہ کمتر
تعداد تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور اوسط چار ہیں اور اکثر آٹھ ہیں پھر اگر نمازی یہ چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہئے کہ بیچ کی تہائی میں
جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہی کہ رات کے چھ حصے کرے پہلے تین حصہ میں سووے اور چوتھے اور پانچویں میں جاگے اور
چھٹے میں سووے کیونکہ صحیحین میں مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ کو سب نمازوں سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہی کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ
سوتے کذا فی الحلیۃ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ ویکون بکل عبادۃ تعم اللیل او اکثرہ اور مستحب ہی جاگنا عید فطر اور عید قربان
کی دو راتوں کا اور مستحب ہی جاگنا پندرھویں شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہی جاگنا دس راتوں اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتوں پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے یہ جاگنا
میں عبادت کے عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر ہی جسمیں تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہی کہ نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود
کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہی کہ جو کوئی نماز عشا پڑھے اور اُسکی نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھیگا تو اُسکو شب بیداری کا ثواب
ملیگا کذا فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہیں دو رکعتیں استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اُسکے کرنے اور نکرنے میں تردد ہو تو چاہئے کہ دو
رکعتیں نفل پڑھے اور پھر دعاء استخارہ پڑھے (اللہم انی استخیرک الخ) چنانچہ دعا مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر لکھدی ہی اور مستحب ہی اس دعا کے اول و آخر میں حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا
اور بہتر ہی کہ اول رکعت میں سورہ کافرون پڑھے اور دوسری میں اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہی کہ پہلی رکعت میں یہ بھی پڑھے (وربک یخلق ما یشاء ویختار ... یعلنون) تک اور دوسری
میں (وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ) آخر آیت تک اور چاہئے کہ سات بار اُسکو کرے پھر بعد اُسکے جو بات اُسکے دل میں آوے اُسی پر کاربند ہو کہ خیر اُسی میں ہی اور شرح شرعۃ میں

اور دعا استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے پس اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو وہی کام کو کرے کہ اچھا ہوا اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو اوس سے کہ برا ہی کذا فی الشامی

اور ایسے ہی صلوٰۃ التسبیح ثلثا بہ تسبیحۃ وفضلہا عظیم مستحب ہیں چار رکعتیں صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اسکا بہت ہی صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے

ثابت ہیں اول جو ترمذی میں بروایت عبداللہ بن مبارک مروی ہی یہ ہی کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانے کے دس بار

پھر رکوع میں دس بار پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسیطرح چاروں رکعتوں میں پھتر پھتر بار پڑھے کل تین سو

دفعہ ہو جاینگی اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہی کہ الحمد و سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدہ اولی اور جلسہ اور سجدہ دوم میں دس دس بار بعد

سجدہ دوم کے دس بار لیکر دوسری رکعت کو اٹھے پس دونوں طور میں اتنا فرق ہوا کہ اول میں صرف قیام ہی میں پچیس بار کہنا ہوتا ہی پندرہ بار قرات سے پیشتر اور دس بار قرات کے

اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قرات کے ہی اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ شامی نے بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہا ہی اسلئے شرح منیہ اور قنیہ میں اول کی

روایت کو اختیار کیا ہی کہ اسمیں حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسہ کی نہیں ہی اسلام یہ ہی کہ دونوں طور حدیث سے ثابت ہیں تو شاید یہ ہی بہتر ہی کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح

اب کئی باتیں اور قابل سننے کے ہیں اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتیں آپکو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر دوسری میں

سورۂ عصر تیسری میں کافرون چوتھی میں اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہیں سوا اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری میں ظہر سے

نقل کیا ہی کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز میں اگر سہو ہوجاوے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جاوے تو دوسرے رکن

میں اسکو پڑھ لے مثلا رکوع میں بھول جاوے تو قومہ میں نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہی بلکہ سجدہ اول میں بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت میں پچھتر ہو جاوے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ

میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نکرے بلکہ دل میں گنتا جاوے یا انگلی کی پوروں کو دبا تا جاوے

ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اللّٰہم انی اسألک توفیق اہل الہدیٰ واعمال اہل الیقین ومناصحۃ اہل التوبۃ وعزم اہل الصبر وجد اہل الخشیۃ

وطلب اہل الرغبۃ وتعبد اہل الورع وعرفان اہل العلم حتی اخافک اللّٰہم انی اسألک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک

وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبالک وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور) ہفتم اسکی تسبیح میں (ولا حول

ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) کہی ملالینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہی ہشتم اسکی حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں لیکن کثرت طرق سے درجۂ حسن

کو پہونچ گئی ہی اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہی نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہی تو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس

کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھو گے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو

فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالی انسب معاف فرمائیگا کذا فی الشامی ستہ رکعات وأربع صلوٰۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی انہا اثنتا عشرۃ

بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہی کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہی کہ وہ بارہ رکعتیں ہیں ایک

سلام سے اور شرح بیان کیا ہی ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں ہم تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تجنیس میں

یہ بھی نقل کیا ہی کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس

باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہی اور شرح منیہ میں مذکور ہی کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین اسألک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک

والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لنا ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین)

الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں توفیق ہدایت والوں کی اور اعمال یقین والوں کے اور اخلاص توبہ والوں کا اور ہمت صبر والوں کی اور کوشش خوف والوں کی اور طلب رغبت والوں کی اور پرہیزگاروں کی عبادت اور علم والوں کی معرفت یہانتک کہ تجھ سے ڈروں الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسا خوف جو مجھکو تیری نافرمانی سے روکے تاکہ میں عمل کروں تیری اطاعت سے ایسا جس کے سبب سے تیری رضامندی کا مستحق ہوں اور تاکہ میں خلوص کروں

انشاء اللہ حاجت روا ہو گی طحطاوی نے لکھا کہ اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بھی تو حاجت ہی کے لیے ہے پھر ان دونوں میں کیا فرق ہے تو اسکا جواب نہر الفائق میں یہ لکھا ہے کہ استخارہ حاجت آئندہ کے لیے ہے اور یہ نماز حاجت موجودہ کے لیے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتوں کی روایت میں کلام ہے (ولزم فرض القراءۃ عملا فی رکعتی الفرض مطلقا اما تعیین الاولیین فواجب علی المشہور) اور فرض عملی ہے قرأت فرض کی دو رکعتوں میں کوئی سی دو ہوں خواہ اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتوں کا واجب ہے مذہب مشہور کے بموجب اور فرض عملی [illegible] نہیں کہ اسکا منکر کافر ہو [illegible] فرض عملی واجب کی اعلیٰ قسم ہے کذا فی النہر اور مشہور کی قید سے [illegible] قول نکل گیا [illegible] اول [illegible] فرض کہا ہے [illegible] (وکل النفل للمنفرد لان کل شفع صلوۃ لکنہ لا یعم الرباعیۃ المؤکدۃ [illegible]) اور فرض عملی ہے قرأت نماز نفل کی ہر رکعت میں [illegible] کل نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل شامل نہیں چار رکعت والی مؤکدہ کو [illegible] شامل [illegible] پہلے بیان ہو چکا [illegible] اور تیسری رکعت میں ثنا اور تعوذ پڑھنا [illegible] ہے [illegible] فرض [illegible] قرأت کا فرض ہونا [illegible] اور درود کا پڑھنا اور دعا کا پڑھنا [illegible] فرض [illegible] کذا فی الشامی (وکل الوتر احتیاطا) اور فرض عملی ہے قرأت وتر کی ہر رکعت میں احتیاطاً [illegible] (ولزم نفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام [illegible]) [illegible] اور لازم ہو جاتی ہے وہ نفل جسکو شروع کیا [illegible] تیسری رکعت کے لیے [illegible] شروع کیا [illegible] صحیح [illegible] شروع [illegible] کیا ہو مثلاً اسکی [illegible] فرض کی [illegible] نفل ہو جاتی [illegible] شروع نہیں ہوگی کذا فی الشامی [illegible] شروع صحیح قصداً [illegible] اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اسکی قضا لازم ہوگی [illegible] لازم ہوگی [illegible] شروع کیا نفل [illegible] فرض [illegible] نفل [illegible] فرض کی [illegible] فرض [illegible] دوسری نفل [illegible] پہلا مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس خیال سے کہ مثلاً فرض ظہر [illegible] امام کا اقتدا [illegible] نفل [illegible] فرض [illegible] اقتدا کر لیا تو اس نفل کی قضا لازم نہوگی [illegible] اگر بدون فرض [illegible] نفل [illegible] قضا لازم نہوگی [illegible] ساتھ [illegible] حاصل ہو کذا فی الشامی اور فی صلوۃ ظان [illegible] قضا لازم نہوگی [illegible] ایک شخص نے [illegible] فرض پڑھنی چاہی اس گمان سے کہ [illegible] نہیں پڑھی [illegible] امام کو [illegible] بیچ میں یاد آ گیا [illegible] نماز کو توڑ دیا تو [illegible] مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں [illegible] اس صورت میں قضا لازم [illegible] قضا لازم نہوگی [illegible] اقتدا کرنے میں اسلیے کہ شروع نماز کا صحیح نہیں [illegible] شروع صحیح ہوتا ہے اور قرأت کا وقت [illegible] ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] فی الحال [illegible] مقتدی [illegible] نماز نفل [illegible] امام [illegible] فاسد کر دے تو [illegible] قضا لازم ہوگی اور اگر مقتدی نے نماز کا پڑھنا اپنے [illegible] قضا لازم ہوگی [illegible] صورت [illegible] متعلق [illegible] اقتدا [illegible] اور عورت اور امی [illegible] کے پیچھے اقتدا [illegible] کذا فی الشامی [illegible] غروب [illegible] طلوع [illegible] نفل شروع سے لازم ہو جاتی ہے اگرچہ شروع [illegible] طلوع آفتاب [illegible] قضا [illegible] (ولا تبطلوا اعمالکم) [illegible] فاسد کرنا [illegible] حرام [illegible] نفل کو فاسد کرنا حرام نہیں [illegible] فاسد [illegible] نفل کی اگرچہ فاسد [illegible] دیکھے اور نماز پڑھنے والی عورت [illegible] نماز روزہ کی لازم ہے [illegible]

فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی۔ واعلم ان الواجب علی العبد بالتزامہ نوعان ما یجب بالقول وھو النذر بنوعیہ وما یجب بالفعل وھو الشروع فی النوافل ثم وھما
اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اسکے لازم کر لینے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہے کہ فعل سے
واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلوں میں اور شارح کا قول الخ نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہیں سات ہیں النوافل التی تلزم بالشروع ماخوذ
ان ذلک مما قال الشارح صوم صلوٰۃ طواف حجۃ اعتکاف عمرۃ احرام السابع یعنی نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنیوالے کو لازم ہوجاتی ہیں یہ حاصل ہے
قول سے کہ فرمایا ہے اسکو شرح ملتقی میں الصلوٰۃ والصوم اول نفل روزہ نفل طواف نفل حج نفل عمرہ نفل اعتکاف کرنا اعتکاف کا شمار
افضل ہے یعنی احرام نفل حج طواف شروع کرنے سے ساتواں ہے اسکو نے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت کہ وقت ہو گئی ہے اسکی میعاد افضل ایک دن ہے یعنی جن
لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے انکے نزدیک تمام دن نفل ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں تو نفل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا
اس صورت میں قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ شروع اعتکاف میں جسقدر رہیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا آہ فتح القدیر میں ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع
کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کرسکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا
اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جسکو چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی۔ وقضی رکعتین لو نوی اربعًا غیر موکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع
الاول والثانی ای وتشھد للاول والا فیفسد الکل اتفاقًا اور قضا کرے دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر موکدہ کی کی ہو بموجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو
اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنی بمقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونوں دوگانے فاسد ہوجاتے
بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اسوقت صحیح ہوتا کہ اسکا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر موکدہ نفلوں کا ہے اور اگر موکدہ سنتوں میں سے چار رکعت والی کی نیت
کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع ہیں اور انکے دونوں دوگانوں کو حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی
قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہ ہوگا والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر
بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہم یعنی ان تین صورتوں میں ہر دوگانہ علیحدہ نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ظہر کے پڑھنے والے کے
پیچھے نیت نفل کی کرکے توڑ دے تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہئیں کذا فی الشامی کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی
او احدی رکعتی الاول او الاول واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فلذا لیس علیہ الا لزوم رکعتین جیسے دو رکعتیں قضا کرے اگر قرات ترک کرے
نفل کے دونوں دوگانوں میں یا قرات ترک کرے صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک رکعت میں یا پہلے دوگانہ میں اور
دوسرے کی ایک رکعت میں نہ انکے سوا اور صورتوں میں ان صورتوں میں قضا رکعتیں اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا تو یہ نو
صورتیں ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونیکی وقضی اربعًا فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول ولصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر
اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے قرات کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت میں قرات کی صورت ملانے سے سولہ صورتیں
ہوجاتی ہیں ہم ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ ہے جنمیں چھ میں قضا دو رکعتوں کی لازم آتی ہے اور دو میں قضا چار کی جیسا کہ ماتن نے انہیں آٹھ کو ذکر کیا ہے مگر چھ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی
کے نو ہیں اور دو صورتیں چھ کو حاوی ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوئیں اور اگر چاروں رکعتوں میں قرات پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر میں قضا
لازم نہیں قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھتے ہیں چار رکعتوں کے لیے چار خانے مقرر کرکے قرات کی جگہ ق اور ترک قرات کی جگہ صفر دینگے
اور ترتیب یہی رکھتے ہیں جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہیں کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی
اور اسکی تفصیل شرح شامی میں ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لکن بقی مالا اللزوم لتقیید لیکن وہ صورت باقی رہی جسمیں کچھ نہیں قضا

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
ق	۰	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہونگی
۰	۰	ق	ق	〃

رکعت اولیٰ	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
ق	ق	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہونگی
ق	ق	ق	۰	״
ق	ق	۰	ق	״
ق	۰	ق	ق	״
۰	ق	ق	ق	״
۰	۰	ق	۰	״
۰	۰	۰	ق	״
ق	۰	ق	۰	چار کی قضا لازم ہوگی
۰	ق	۰	ق	״
ق	۰	۰	ق	״
۰	ق	ق	۰	״
ق	۰	۰	۰	״
۰	ق	۰	۰	״
ق	ق	ق	ق	چاروں صحیح ہونگی

نہ کیا ہم اسکی صورت یہ ہے کہ اول دوگانہ کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ پڑھی اور پہلا قعدہ بھی نہ کیا اور دوسرے دوگانہ کو فاسد کردیا اسکا حکم یہ ہے کہ چار رکعتیں قضا کرے اجماعاً کذا فی النہر او قعد ولم یتم لثالثۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کے لیے نہ اٹھا ہم اسکی صورت یہ ہے کہ دوگانہ اول میں قرأت ترک کی اور قعدہ اولی کے لیے بیٹھا اور تیسری کے لیے نہ اٹھا تو اسمیں صرف دو رکعتیں قضا کرے کذا فی النہر او قام ولم یقید بالسجدۃ او قید بالسجدۃ ومنہ المتبادر اخل یا تیسری کے لیے اٹھا اور اسکو سجدہ سے مقید نہ کیا یا مقید کیا سجدہ سے پس یہ وارد ہو اور متبادر اخل صورتوں کو شمار کرو ہم لینے پہلے دوگانہ قرأت ترک کرکے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کردی یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اسکا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتیں قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی البحر [illegible] صورتیں ہیں جو ظاہر ہیں مختلف ہیں اور انکا حکم مشہور ہے جیسا کہ شارح نے متبادر اخل کو ذکر [illegible] صورتیں لکھی ہیں [illegible] کا امام اور [illegible] مقتدی کا اگرچہ تشہد میں [illegible] کیا ہو نفل امام کے پیچھے یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہو اور اسکا اقتدا کسی نے کیا تو جس صورتوں میں امام کو چار کی قضا لازم ہوگی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گو اسنے اقتدا تشہد میں کیا ہو ولا قضاء لو نوی اربعا وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہیں قضا اگر نیت کی چار رکعتوں کی اور بیٹھا مقدار تشہد کے پھر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اسنے شروع نہیں کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہو چکا او شرع فی فرض ظانا انہ علیہ فتذکر اداءہ انقلب نفلا [illegible] لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہیں اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور انکے ذمہ ہے پھر یاد آیا اسکا ادا کرنا تو یہ فرض نفل ہو جائیگا بدون قضا لازم آنے کے درصورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اسنے نماز کو شروع کیا تھا اپنے ذمہ سے فرض ساقط کرنے کو نہ دوسری نماز اپنے ذمہ لینے کو وصلی اربعا فاکثر ولم یقعد بینہما استحسانا لانہا صارت صلوٰۃ واحدۃ فیبقی واجبۃ ولکنا تمہی الفرضیۃ یا قضا نہیں اگر پڑھیں چار رکعتیں یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ میں نہ بیٹھا قضا نہیں استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہو جانے سے ہر دوگانہ کو جدا نہ کیا بلکہ ایک نماز کردیا تو قعدۂ اولی واجب رہگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا ہم یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہیں ہوتی مگر جب دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہو گیا تو اسنے سب نماز کو ایک کردیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحسانا فرضوں کی قعدہ کی طرح واجب ہو گیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا وفی التوشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافا لمحمد ویسجد للسہو ولا یثنی ولا یتعوذ فلیحفظ اور توشیح میں ہے کہ نماز پڑھی ہزار رکعتیں اور نہ بیٹھا مگر سب کے آخر میں تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ کے قعدوں کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع میں کیونکہ یہ دونوں ابتدا نماز میں ہوتی ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ایک نسخہ میں بجائے ترشیح کے تشریح بتقدیم شین لکھا ہے اور ایک نسخہ میں توشیح لکھا ہے شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر وفیہ اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصف الا بعذر اور نفل پڑھے بیٹھ کر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑھے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بھی پڑھے نفل بیٹھ کر پڑھے وقت ابتدا کرنے کے اور اسیطرح وقت بنا کرنے کے بعد شروع کے یعنی شروع کیا کھڑا ہو کر پھر اور تمام بیٹھ کر کرے بدون کراہت کے صحیح قول میں مثل اسکے عکس کے یعنی بیٹھ کر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑا ہو کر تمام کرنا جائز ہے بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹھ کر نفل پڑھنے میں ثواب اور لوگوں کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہیں ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے ہم فی الاصح راجح ہے بلا کراہت

کی طرف اور اسکا مقابل بدائع اور قنیہ وغیرہ کا قول ہے کیونکہ انہوں نے کراہت پر یقین کیا ہے یعنی اس صورت میں بسبب خلاف سنت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے ثواب ملتا
کیا کہ آپکا ثواب قیام و قعود میں یکساں ہے بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الامداد وعن ولا یصلی بعد صلوٰۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نماز فرض کے بعد نہ پڑھے
ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قرأت میں یا جماعت میں اس لیے کہ حضرت عمرؓ سے بایں الفاظ روایت ہے لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے اسکے مثل
نماز مثل اسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث کا مراد نہیں کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پیشتر ویسی ہی نماز ہے
اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاوے یعنی مثل ہونا مطلقاً مراد نہیں بلکہ قرأت یا جماعت میں مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتیں اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو میں قرأت پڑھے اور دو میں سورہ فاتحہ تو گویا مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی
مختصراً ولا اعادۃ عند توہم الفساد للنہی اور نہ دوہرائی جاوے نماز وقت وہم فساد کے بسبب ممانعت کے یعنی اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہ ہوا کہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورت میں اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضی صلوٰۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر کی نماز قضا کی
اگر یہ نقل صحیح ہو تو ہم کہتے ہیں کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتیں تین قعدوں سے پڑھا کرتے تھے فقہ یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو نہوا ہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازوں میں کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہوں تاکہ اعادہ انکا واجب ہو
بلکہ غالباً انکی قضا بنظر احتیاط و توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتوں میں آپ نے قرأت پڑھی تاکہ نفل ہو جاویں تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتیں نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت مشروع نہیں تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہیں اور اگر صحیح ہو تو
مغرب کو آپ چار رکعتیں تین قعدوں سے پڑھتے تھے یعنی تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جاوے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہیں کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی ہو تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہیں کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے
کہ یہ روایت صحیح نہیں ویقعد فی کل نفل کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل میں جیسے تشہد میں بیٹھتا ہے قول مختار پر فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے
اور بعضوں نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضوں نے کہا کہ گوٹ مار کر اور یہ اختلاف فضیلت میں ہے نہ جواز میں یعنی مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے
گو اور طرح پر بیٹھنے سے بھی ادا ہو جاویگی اور تشہد میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک نفل میں بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضوں میں بیٹھتے ہیں کذا
فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا ولو علی سرجہ
نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری میں شہر کے باہر یعنی ایسی جگہ کہ وہاں مسافر کو قصر کرنا پڑتا ہے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کریگا
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ میں متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جس طرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع
کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک اپنی سواری پر نماز پڑھنے میں استقبال قبلہ شرط نہیں نیت کے وقت اور درمیان میں بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ
ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک اور شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور یا رکاب پر
نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرہا بعمل قلیل لا باس بہ اور اگر سواری کے
جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہیں یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب بالتحریمۃ
بخلاف عکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری میں پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس میں یعنی شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہے یعنی پہلی صورت میں نسبت اسی نماز کے جو تحریمہ سے واجب ہوئی تھی اور جب اتر کر اسکو ادا کیا

تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر پایا گیا اور دوسری صورت میں ناقص ہے تو یہ اس نماز کی ہے جسکا پڑھنا رکوع و سجدہ کے ساتھ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو
چھوڑ نہیں سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم راکبا ما لم یبلغ منزلہ
قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر میں داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو
اتر کر تمام کرے اور اسی قول پر ہیں اکثر فقہا کہا ہے اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جبتک اپنے مکان کو نہ پہنچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے
اتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی وبنی قائما الی القبلۃ او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کی طرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اتر پڑا تو اب باقی
نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو کس لفسد لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سوار ہونا
عمل کثیر ہے بخلاف اترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل ہے ممکن ہے اس طرح کہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ہم یہ مسئلہ شارح نے ذکر کیا اسلیے
بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کرنے کے ضعیف طور پر ادا درست نہو گا اور یہاں علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا ہے کذا فی الشامی ولو صلی علی
دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ
خشبۃ اور اگر نماز پڑھی ایسے محمل کے ایک طرف میں حالانکہ وہ اپنے آپ اتر سکتا ہے تو اسکی نماز اونٹ پر درست نہو گی جبکہ اونٹ ٹھہرا ہوا ہو مگر یہ کہ
محمل کے پائے زمین پر ہوں مثلاً محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان کرتے ہیں کہ
یہ جاننا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف دشمن و چور کا یا درندہ کا اترنے کی صورت میں یا زمین پر گارا کیچڑ
ہو جانا یہ آگے آتا ہے اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہے جیسا خود سواری کا پس ٹھہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف کو اگر
ممکن ہو ورنہ بقدر الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذر ہو کہ باعث ٹھہرا نہ سکے تو
جس طرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اس نماز کا اعادہ اسکے ذمہ نہیں جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی والا الصلوۃ علی العجلۃ ان کان
طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر اولا تسیر فھی صلوۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا
جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہو گی حالت عذر میں جسکا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں تم عجلہ تختہ میں لوجہ اونٹ کی گاڑی
کو کہتے ہیں جو کہ انجن کی طرح ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم میں ہوا خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ
وذہاب الرفقۃ ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جسمیں منہ غائب ہو جاوے یعنی تیمم جاوے
اور چلا جانا رفیقوں کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مددگار کے سوار نہو سکے یا بدون مشقت سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں ہم شامی
نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہیں اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی الامکان مع امرہ مثلاً فی شق محمل
واذا نزل لم یقدر علی الرکوب بعدہ جاز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یہاں تک کہ اگر ہو دوسرا مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایک طرف میں اور جب وہ اتر تا ہے تو اسکی ماں اکیلی سوار نہیں
رہ سکتی تو اس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہے جیسا کہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم لیے محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا
نہ ٹھہر سکے دوسرے کے حق میں عذر ہے وان لم یمکن ایقاف العجلۃ علی الدابۃ جازلہ واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمیں جائز ہے اگرچہ
گاڑی چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہاں ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کہ اسمیں
علماء ہند مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض و واجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے انکی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر ٹھہرتی
کہ اسمیں آدمی نماز چھوٹی سورتوں سے مسافروں کی طرح پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہے کہ اسقدر عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہے تو ریل کے

سوار کو کوئی عذر نہین کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہو کہ نمازی کا عذر وقت ادا دوگانہ اور تحریمہ شروع کرنے کے معتبر ہو گو قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس جاتی ہوئی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صحیح ہو پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ سکتا اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اُنکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نہ تھا دونون طرفون کی دلیلین بیان کیجو مترجم نے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والون کا درست ہو چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکہی ہو کہ مسافر قافلہ حجاج مین ہو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہو کیا اُسکو درست ہو کہ مثلا عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کیلیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہو کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہو گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصرا تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو صورت احتیاط کی ہو چنانچہ حلبیہ کے باب التیمم مین بلخی سے منقول ہو کہ اولی یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہان تک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑھے ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیر المکان یہ سب یعنی نہ قادر ہونا اُترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا چارپایون پر ہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کے لیے ہو بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا چاہیے شرط یہ ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہ ہو کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازون مین شرط ہو اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہو قبلہ رخ نہین کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہو تاکہ اتحاد مکان سب نمازون مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہو اور کھڑا نہین کر سکتا تو حلبیہ مین مذکور ہو کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہو اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما فی النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا فرادی لا جماعۃ الا علی دابۃ واحدۃ اور نفل کا حال یہ ہو کہ درست ہی نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقا خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہو نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہو خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بین نیتی فرض ونفل ولو تحیۃ رجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہو اُس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک و احمد و شافعی رح نے ہم یعنے فرض و نفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلا تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراءۃ او عریانا او وکذا النصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہو نگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدہی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہو کہ عندہ کی ضمیر امام کیطرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو واہدرہ الثالث ای محمد اور باطل کیا ہو اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو اُنکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہو اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہو کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہو جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ [illegible] کے حق مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہو تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی او نذر عبادۃ فی مکان کذا فاداہا فے اقل

میں شرط ہے فجاز لان المقصود القربۃ خلافا لزفر والثلاثۃ یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین میں پھر اسکو ادا کیا ایسے مکان میں جسکا شرف بہ نسبت مکان نذر کے
کم تھا تو ادا اسکی نذر درست ہوگا اسلیے کہ مقصود قربت ہے اور ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف زفر و تینون اماموں کے ولو نذرت عبادۃ کصوم وصلوۃ فی غد فحاضت
فیہ لزمہا قضاؤہا لان ایجاب الانسان الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے روز میں پھر اُس روز میں وہ حائضہ ہو گئی
تو لازم ہوگی اُس عورت کو قضا اُس عبادت کی اسلیے کہ حائضہ ہونا ادا عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا شامی نے کہا کہ ضمیر لانہ کی حیض کی طرف ہے
جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہے ولو نذرتہا یوم حیضہا لا لانہ نذر معصیۃ اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن میں کی یعنے یون کہا مثلا اگر حیض
میں حائضہ ہون اُس روز اتنی نفلین پڑھون یا روزہ رکھون تو اسپر قضا لازم نہوگی اسلیے کہ یہ نذر ہے معصیت کی یعنے ایام حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہے تو یہ نذر
ہی درست نہوئی التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعا تراویح سنت مؤکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے مردون
اور عورتون کے حق میں بالاجماع ہم خلفاء راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمر رض کے زمانہ سے ہوئی اور اُسکے بعد سے آج
صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہے کہ اکثر علما نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اسکے سنت مؤکدہ ہونیکی
تصحیح ہدایہ وغیرہا میں کی ہے اور اجماع کی قید اسلیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہین جو صرف مردون کے حق مین سنت بتلاتے ہین یا سرے سے سنت ہی
نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ابی بن کعب رض کو امام مردون کا کیا تھا اور تمیم داری عورتون کو نماز
پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتہا بعد صلوۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشا کے بعد سے فجر تک ہے وتر سے پہلے اور وتر
کے بعد صحیح تر قول میں ہم وقت تراویح میں تین قول ہین اول یہ کہ تمام شب اُسکا وقت ہے تو اس صورت میں آفتاب کے غروب ہونے سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا
قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے یعنے عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو ماتن نے ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے
نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہے اور غایۃ البیان مین کہا کہ مشایخ بخارا اور ماتن یہی ہے تو تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور نہایہ مین صحیح کہا ہے اور کافی
مین اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی ما فاتہ پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نفلی ہون اور امام وتر کے
لیے کھڑا ہوجاوے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھ لے جو فوت ہوگئی ہون یہ تفریع تیسرے قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام
کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہوجائیگا اور دونون قولون پر یہ مسئلہ فرع ہے کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑھے ہون تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت
تراویح مین شریک نہو ویستحب تاخیرہا الی ثلث اللیل او نصفہ ولا تکرہ بعدہ فی الاصح اور مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اسکے نصف تک اور
نہین مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہ ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہے تو جب اصل عشا مکروہ ہے تو
تابع بھی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ مکروہ نہونے کی یہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور افضل نماز شب مین یہی ہے کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصرا ولا تقضی اذا فاتت
اصلا ولو وحدہ فی الاصح فان قضاہا کانت نفلا مستحبا ولیس تراویح کسنۃ مغرب وعشا اور تراویح جب فوت ہوجاوے تو قضا نہ کی جاوے اصلا یعنے نہ جماعت
مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلین مستحب ہوجائنگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہوجانے سے قضا نہین کی جاتین
ہم طحطاوی نے کہا کہ ولا وحدہ بیان ہے اصلا کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور راجح قول کا مقابل یہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑھ سکتا ہے
والجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل مسجد اثموا الا لو ترک بعضہم اور جماعت تراویح مین سنت کفایہ ہے راجح قول مین اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے
جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو اُنمین سے بعض نے چھوڑا ہو ہم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح
سب کے حق مین جداگانہ سنت ہے اگر کوئی تراویح کو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ بعض کے کرنے سے سنت تمام کے ذمہ سے ساقط ہوجاوے اور کل [illegible]

نہیں افضل خالہ الحلبی اور جو نمازیں کہ جماعت سے شروع ہوئی ہیں سو افضل ہو گیا ہو اسکا جیسے نماز عیدین کی ہیں اور تراویح وغیرہ کو گھر پڑھنا افضل ہو نسبت گھر پڑھنے کے وہی
بیس رکعتیں ہیں حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت اسکی یہ ہے کہ برابر ہو مکمل مکمل کے بالاتفاق یعنی جو نوافل فرائض کی تکمیل کے لیے ہوتی ہیں
اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تکمیل کرنیوالی تراویح ہیں اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضہ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے بعشر تسلیمات
لو فعلها بتسلیمة فان قعد لکل شفع صحت بکراهة والا نابت عن شفع واحد یعنی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور
ہر دوگانہ پر بیٹھا تب تو کراہت کیساتھ درست ہو جاینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتویٰ ہے اور ہم نے سلامت سے انکا پڑھنا دس سلاموں سے مروی ہے
اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اسلیے بیس کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے جیسا ہوا ہیں کل الرکعتہ بقدر ما
رکعۃ الا ہیں الخامسۃ والوتر یعنی دونوں میں تسبیح و قراءۃ و سکوت اور استراحۃ ہیں ثم تکبیرہ صلوٰۃ رکعتیں بعد کل رکعتین مستحب اور استحباب کے درمیان ہر چار رکعتوں
کے مقدار چار رکعتوں کی اور اسیطرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کے اور ان بیٹھنے میں اختیار ہے اس وقت میں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا
پڑھیں ہاں مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اسلیے کہ تو وقت ہر ترویحہ کے لوگ مشغول ہیں ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد یہ تین بار کہے (سبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسألک الجنۃ ونعوذ بک من النار کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑھنا تمام قرآن
کا ایکبار سنت ہے اور دوبار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جاوے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں چھ ہزار دو سو
ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھیگا تو مہینے میں ایک ختم ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیهم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گراں نہ ہو اور ثابت رکھا ہے اسکو
مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرا ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیء فما ظنک فی التراویح اور مجتبی میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض میں
تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح میں ہم کہتے ہیں جب فرض میں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح
میں بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرا فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن
عالما باهل زمانہ فهو جاهل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتویٰ دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتوں کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہییں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہوا کہ اگر لوگ اسطرح کے سست اور
اور بد دل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہیں ورنہ ایک ختم سے کم نہ کرے کہ
سنت وہی ہے ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوٰۃ ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی و
یترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر پڑھا دے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور آسانی یہی اللہم صل علی
محمد ہے اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح
واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قراءت کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحوں کے بعد توقف
کے چھوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑھنے کو کہتے ہیں اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی وتکرہ قاعدا لزیادۃ تاکدہا حتی قیل لا تصح قدرۃ لقیام

اور مکروہ ہے تراویح کا بیٹھ کر پڑھنا بغیر کسی سبب کے زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہانتک کہ بعض فقہا نے کہا ہے کہ بیٹھ کر درست نہیں باوجود قادر ہونے کے کھڑا ہونے پر یہ حکم بھی اگر کھڑا ہو کر
پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھنا مکروہ نہیں اور بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہے اسلیے کہ خلاف سنت کے فعل کیا ہے کذا فی الشامی کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام
للتشبیہ بالمنافقین جیسے کہ مکروہ ہے دیر کرنا قیام میں امام کے رکوع تک اسواسطے کہ مشابہت ہے منافقوں سے مراد یہ ہے کہ مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کے وقت
نماز کا شروع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مشابہت کسل کی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے منافقوں کے حال میں (واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی) یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں
تو کاہلی سے ہوتے ہیں [illegible] ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعۃ لانہا تبع فیصلیہا وحدہ [illegible] اور اگر لوگوں نے
جماعت فرض ترک کر دی [illegible] تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھیں اسلیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہے جماعت فرض کی [illegible] ہر شخص اپنا فرض تنہا پڑھے [illegible] وہ تراویح کو
امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا بالامام صلی الوتر معہ [illegible] اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام
کے ساتھ پڑھا تو [illegible] جائز ہے [illegible] کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا تو وتر
جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی [illegible] باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر
تراویح کی جماعت سب نے ترک کی [illegible] شامی نے کہا [illegible] جماعت سے پڑھنا [illegible]
جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت [illegible] ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ
خارج رمضان ای یکرہ ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر [illegible] اور نہ پڑھا جاوے وتر اور نہ نفل
جماعت سے رمضان کے سوا اور دنوں میں [illegible] جماعت سے وتر اور نفل کی اور دنوں میں مکروہ ہے [illegible] ایک کے پیچھے [illegible]
ہیں [illegible] چار مقتدیوں کی قید [illegible] اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہوں
تو بلا کراہت درست ہے شامی نے کہا [illegible] وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوۃ رغائب
وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت [illegible] ان تکلف [illegible] اور اشباہ
سے ہے کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوۃ رغائب میں اور صلوۃ برات اور صلوۃ قدر میں [illegible] مقتدی ہوں [illegible] امام کے پیچھے جماعت سے
نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا میں کہتا ہوں کہ باقی عبارت بزازیہ کی یہ ہے [illegible] نہیں چاہیے کہ تکلف [illegible] امر مکروہ کے لیے [illegible]
کی شب میں نماز نفل جماعت رغائب کہلاتی ہے [illegible] اور علماء نے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والوں کی حماقت میں کتابیں تالیف کی ہیں
کے شارحوں نے تصریح کی ہے کہ جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کے لیے اہل روم حیلہ کرتے ہیں کہ نذر کر لیتے ہیں تا کہ جماعت
نفل کی نہ رہے واجب کی ہو جاوے اور صلوۃ برات سے مراد پندرھویں شب شعبان کی نفلیں ہیں اور صلوۃ قدر سے ستائیسویں شب رمضان کی نفلیں
ہیں انہیں بھی جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التاتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کریگا تو اسکے حق میں کراہت نہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویصلی الوتر وقیام رمضان [illegible] اور رمضان میں پڑھا جاوے
وتر اور قیام رمضان جماعت سے قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل الافضل [illegible] المنزل تصحیحان [illegible]
فلازم الہدایۃ [illegible] ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر میں جماعت ہے یا گھر میں پڑھنا دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے [illegible]
وہدایہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے [illegible] شارح نے
جو اوپر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازیں جماعت سے مشروع ہیں انکو مسجد میں پڑھنا افضل ہے اسکے رد سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے۔

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب بطور حاصل کرنے جماعت فرض کا ہے طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا اسلئے کہ سوائے کیفیت جماعت میں ملنے کے اور مسائل بھی اسمیں مذکور ہیں شرع فیہا اداءً خرج النافلۃ والمنذورۃ والقضاء فانہ لا یقطعہما ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لا اقامۃ المؤذن ولا الشروع فی مکان وہو فی غیرہ یقطعہا لعذر احراز الجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اسکی نماز پڑھنے کی جگہ میں تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو انکو قطع نکرے اور اقامت سے غرض اسی جگہ میں شروع فرض ہے نہ مؤذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان میں کہ نمازی اُسکے غیر میں ہو یعنی مؤذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہیں بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے یہ اولٰی اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد میں شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے نائب فاعل پر یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت مؤذن کما لو شرع وابتداءً اوفار قدر با اوخاف ضیاع درہم من مال او کان فی النفل فجیئ بجنازۃ وخاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ یعنی قطع کرے اگر بھاگ جاوے اسکی سواری کا جانور یا ابلی ہانڈی یعنی عورت کی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درم کا مال سے یا ہو وے نفل نماز میں اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کے تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کر سکنے نفل کے ہم یعنی اگر فرض نماز پڑھنے میں جنازہ کی نماز کے فوت کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق او رو اجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور انکے مثل کے ولو دعاہ احد ابویہ فی الفرض لا یجیبہ الا ان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ فی الصلوۃ فدعاہ لا یجیبہ والا اجابہ اور اگر پکارے نمازی کو اسکی ماں یا باپ فرض میں تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمیں ماں باپ اور غیر برابر ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز میں اگر ماں باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قائما لان القعود مشروط للتحلل وہذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمۃ واحدۃ ہو الاصح غایۃ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلیے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایۃ اور اقتدا کرے امام کے ساتھ ہم یعنی اپنی نماز کو حالت قیام میں ایک سلام سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے وہذا ان لم یقید الرکعۃ الاولٰی بسجدۃ او قیدہا بہا فی غیر رباعیۃ او فیہا ولکن ضم الیہا رکعۃ اخری وجوبا لما یاتم احرازاً للنفل والجماعۃ اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اُس صورت میں ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز میں یعنی فجر اور مغرب کی نماز میں یا چار رکعتوں والی میں سجدہ کیا ہو لیکن اُس رکعت میں دوسری رکعت ملا دے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے ہم حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اُسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک اور رکعت اُسمیں ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جاویں اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب میں اُس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسکو پورا کر لے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا منہا ای الرباعیۃ اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراہۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین پڑھ چکا ہے تو انکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر میں اقتدا نکرے واسطے مکروہ ہونے نفل کے بعد عصر کے ہم یعنی چار میں سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والفتح فی نفل

(الا) فیقطع مطلقا ویتم رکعتین وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلوۃ واحدۃ ولیس القطع للاکمال بل للابطال خلافا
لما رجحہ الکمال / اور شروع کرنیوالا نفل ہمیشہ قطع کرے کسی حال میں یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتیں اسیطرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت
ظہر شروع ہو جاوے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو انکو چار رکعتیں پڑھے قول غالب کے موجب اسلیے کہ وہ سنتیں ایک نماز ہیں اور قطع کرنا انکا کامل کرنے کے لیے نہیں ہے
بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اس قول کے کہ ترجیح دی ہے اسکو کمال نے ہم قطع کرنا کمال کے لیے نہیں اسکے یہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پڑھیگا
بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ اسکو دوبارہ جماعت میں پڑھتا ہے تو اسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتوں پر قطع
کر دے اور ہدایہ میں بظاہر اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی (وکرہ) تحریما للنہی (خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ) جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ او لا
اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جسنے نماز نہیں پڑھی اس مسجد سے جسمیں اذان ہو گئی ہو شارح نے کہا کہ اذان چلا ہے اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ وقت
نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہوئی اگر کوئی شخص کسی مسجد میں نماز کا وقت ہو جاتا
اور بدون نماز پڑھے اسمیں سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بہتر ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث میں اسمیں اذان ہوئی ہو
کہ جسنے مسجد میں اذان کو پایا پھر نکلگیا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے (الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری) او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا
فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود نہر مگر نکلنا اس شخص کو مکروہ نہیں ہے جو دوسری جماعت کا منتظم ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن
ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اس میں لوگوں نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے استاد کی مسجد کے لیے ہو اسکا سبق پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے
یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اسکا ارادہ ہو کہ پھر آویگا تو مکروہ نہیں کذا فی النہر (و) الا (لمن صلی الظہر والعشاء) وحدہ (مرۃ) فلا یکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعۃ (الا عند) الشروع
فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو اسکا نکلنا مکروہ نہیں بلکہ چھوڑنا
جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہے کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے مکروہ ہے اس شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنے کے
جماعت کی بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونوں حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی (و) الا (لمن صلی
الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت) لکراہۃ النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفۃ الامام بالاتمام اور مگر اس شخص کو مکروہ نہیں جو فجر
اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہو جاوے پس بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونوں نمازوں کو پڑھ کر امام کے ساتھ
بنیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز میں اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتوں میں ایک ہو گی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا
کرنے سے ہم بتیراء صغیرہ ہی بتیراء کی اور بتیراء اس ایک رکعت کو کہتے ہیں جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب میں اقتدا بنیت نفل کریگا تو اس سے یہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت تنہا
رہ جاوے اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتیں پڑھ کر ایک اور چوتھی اور ملا لے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفی النہر ینبغی ان یخرج لان کراہۃ مکثہ بلا صلوۃ
اشد اور نہر الفائق میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اسکا نکلنا واجب ہے اسلیے کہ ٹھہرنا اسکا مسجد میں بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم
یعنی محیطین کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القہستانی ان کراہۃ التنفل بالثلاث تنزیہیۃ وفی المضمرات لو اقتدی فیہ [illegible] کہتا ہوں
کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتیں نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات میں ہے کہ اگر اقتدا کریگا مغرب میں تو برا کریگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید میں مضمرات کا
یہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کر دی ہے اور غایۃ البیان میں کہا ہے کہ تین رکعتوں نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور قاضیخان
نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ انکا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث میں بتیراء سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی (و)
(واذا خاف فوت) رکعتی (الفجر لاشتغالہ بسنتہا ترکہا) لکون الجماعۃ اکمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر کا بسبب اپنے مشغول ہونے کے

اسکی سنتوں میں تو سنتوں کو ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل تر ہے یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا
زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والایضاح ہے اور اگر کہ ترک فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر
لا یترکہا بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت
ملنے کا اور یہ مذہب ہے اور ایک قول ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول
کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق میں تو اس صورت میں سنتوں کو ترک نکرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نہ پاوے تو سنتوں کو ترک کرے
اسلیے کہ مکروہ کا ترک کرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتوں کو جماعت کے بیچ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنتوں تو مقدم ہے کہ فعل مکروہ کو ترک کرے شامی نے کہا کہ
افضلیت صاحب نہر کی تضعیف ہے فتح القدیر سے بلکہ قوی کیا ہے کہ اگر جماعت کی ایک التحیات ملے تو سنتوں کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان میں
اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ میں کہی ہے اور دروازہ ... غرض یہ کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ میں پڑھے اور
سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضوں کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت یہ ہے کہ جماعت کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتیں امام کے فرض
شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہاں چاہے پڑھے کچھ کراہت نہیں ہے یا قبل الشروع فیہا او لم یلتزم لقطعہا واقتضیہا ... در البحر قاسم
علی طلب الصلاۃ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتوں کو شروع کرے پھر فرضوں کے لیے اللہ اکبر کہے یا اول سنتوں کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونوں قول رد کیے گئے
ہیں اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے ہم فقیہ اسمٰعیل زاہدی نے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتوں کو شروع کرے اور توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب
ہو جاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب ہیں نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ یہ تو جیسا
کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہیں حالانکہ نماز نذر کا ادا ہی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرنے کے پڑھنا اور
عمل کا باطل کرنا شرعا ممنوع ہے تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل
الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتوں کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت انکے فرضوں کی قضا کے
زوال سے پہلے نہ اسکے بعد صحیح تر قول میں اسلیے کہ حدیث میں آیا ہے انکا قضا کرنا مہمل وقت میں بخلاف قیاس کے وہ مہمل ہے تو غیر اس وقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا مہمل وقت
اسکو کہتے ہیں جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور فقیہوں کے نزدیک سنتوں میں اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہیں اور یہ حدیث سے مراد وہ لیلۃ التعریس
کا ہے جو مسلم میں مفصل مروی ہے مجملا یہ ہے کہ آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی
آپ نے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونے کے بعد فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھے تو شارح کہتا ہے کہ یہ قضا صرف اسی وقت میں ثابت ہوئی اور وقت کو اس پر
قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعا قضا درست ہے اور کافی میں ہے کہ بدون تبعیت فرض کے بالاتفاق قضا نہیں بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ
ان خاف فوت رکعۃ ترکہا واقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعہ عند محمد وبہ یفتی جوہرۃ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف سنت
ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتوں کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے فوت ہونیکا تو سنتوں کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر میں اور وہ سنتیں ہیں
بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتوں سے پہلے امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتویٰ ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتیں کہ عشا کے پہلے ہیں وہ مستحب ہیں انکو قضا نہ پڑھے ہرگز
ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک
لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما اور نہیں ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتوں والی نماز
اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز میں لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت میں التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے

اقتدا کرنا اسکی بہ نسبت کم ہوگا بسبب نہ ملنے تکبیر اولیٰ کے اور لاحق لیتے جسکی بیچ کی نماز امام کے ساتھ نہیں ہوئی [illegible] اسکے ثواب پانے میں [illegible] مسبوق لاحق کے
مقتدی کے حکم کی راہ سے علم حاصل ہے کہ ثواب جماعت سے زیادہ مدرک کو ملتا ہے جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک کی مانند ہے اور مسبوق کو ان دونوں سے کم ملتا ہے [illegible]
اگر ایک رکعت ملنے کی قید ہو یا تین رکعت کی [illegible] قول وکذا مدرک الثلاث [illegible] والی نماز میں ہے کہ ایک رکعت ملنے سے جماعت نہیں ملتی
وکذا مدرک الثلاث لا یکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر [illegible] تین رکعتوں کا پانے والا پانے والا جماعت کے ساتھ نماز کا
پڑھنے والا نہوگا موجب اظہر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہے کہ اکثر کو حکم کل کا ہے [illegible] کہ تین رکعتوں کو پانے سے جماعت کا پانا [illegible] الاظہر [illegible] اسکو بحر الرائق میں [illegible]
بحر الرائق نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھونگا [illegible] کل [illegible] اکثر کا [illegible]
لا اکثر قائم مقام کل کے نہیں کیا جاتا کذا فی الشامی [illegible] الفرض [illegible] التطوع [illegible] الفرض [illegible] وقت
کے جانے کے تو نفل پڑھے جسطرح چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑھے [illegible] امام [illegible] فوت ہونے کے فرض کے [illegible] السنۃ
مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح [illegible] الا سنۃ والا [illegible] اور اگر فرض [illegible] قول کے
موجب [illegible] نفلوں کی [illegible] اور [illegible] جا تا [illegible] نفل [illegible]
موکدہ جو بارہ رکعتیں ہیں یا پانچوں نماز [illegible] اور ایک [illegible] فرض جماعت [illegible]
پا ہتا اگر جماعت [illegible] سنت موکدہ [illegible] ترک [illegible] اور اگر [illegible]
میں اسکو اختیار ہے [illegible] کہ اگر منفرد ہو [illegible] قول [illegible] جماعت کی [illegible]
ہی ترک اختیار ترک کا مطلقا نہیں ہاں اگر وقت کے جانے کا خوف ہو [illegible] قول [illegible] اگر فوت ہونا
نمازی کو جماعت [illegible] مسئلہ ہے کہ [illegible]
کیسے ثواب پائیگا [illegible] سنتوں کو پڑھتا اگر چہ اسکو جماعت [illegible] اعتراض [illegible]
اعتراض نہیں بلکہ [illegible] مطلب [illegible] خیال نہیں کیا [illegible] ایک شخص کو جماعت فوت ہوگی [illegible] فرض [illegible]
چاہیے تو یہ شخص سنتیں پڑھے یا نہیں [illegible] مشائخ نے کہا کہ [illegible] فرض [illegible] سنتیں پڑھے اگر
جماعت [illegible] صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب [illegible] جماعت [illegible] اگر جماعت
سے فوت ہوگئی ہو مگر تاہم سنتیں پڑھے کذا فی الشامی بتصرف ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء من
الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یدرکہا ویکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ [illegible]
اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہاں تک کہ اٹھا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہیں پایا [illegible]
جز میں کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہے اور وہ نہیں پائی گئی تو مقتدی اس صورت میں مسبوق ہوگا [illegible] رکعت کو امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھے [illegible]
کے کہ اگر امام کو قیام میں پایا اور توقف کیا اور اسکے ساتھ رکوع نکیا تو وہ [illegible] رکعت [illegible] الاحق [illegible]
امام کے فراغ سے پیشتر یعنی پہلے اسکو ادا کرے [illegible] متابعت امام کی [illegible]
الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق میں [illegible] وقت ثابت ہوتا ہے [illegible] قیام [illegible]
نہ رکوع میں اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت میں اقتدا تو ثابت ہوگیا [illegible] لاحق ہوگیا کذا فی الشامی [illegible] الرکن [illegible]

تجب المتابعۃ فی السجدتین فان لم یتابع الرکوع لا تفسد نماز ہوا اور جیسا اوپر کے مسئلہ میں مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہے امام کی متابعت دونوں سجدوں میں اگرچہ یہ دونوں سجدے اسکے حق میں شمار نہ ہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونوں سجدوں کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونوں سجدوں کے ترک سے ہم بعض نے واقف نہیں رکوع نہیں ملتا تو نیت توڑ دیتے ہیں کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ان سے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع نملے تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی متابعت سجدوں میں واجب ہے گو انکے نکرنے سے نماز فاسد نہوگی فلولم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا نہر عن التجنیس یعنی اگر مقتدی نے رکوع نپایا اور امام کی متابعت سجدوں میں نکی اگرچہ بعد امام کے سلام پھیرا تو اسنے اٹھکر ایک رکعت پڑھلی تو نماز اسکی پوری ہے اور اسنے ترک واجب کیا یعنی شروع اقتدا میں متابعت امام کی سجدوں کے اندر واجب تھی اسکا تارک ہے واکذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان قراء الامام قدر الفرض یعنی اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اسکو رکوع میں جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اٹھاتا ہے اسکو یہ خوف نہیں کہ خدا تعالیٰ اسکا سر گدھے کے سر سے بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرأت واجب ہے یعنی امام تین آیتیں پڑھ چکا ہو اسوقت مقتدی اس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ میں نہ پالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اٹھا لیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرأت واجب نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولی اجزاہ سجدتہ عن الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبارہ اور امام پہلے ہی سجدہ میں ہے تو مقتدی کو اسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ میں ہے ہم لیئے اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہیں اسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازوں کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت کہا متروکات نہ کہا واسطے بہتر ہی گمان کرنے کے مسلمانوں پر کیونکہ نمازوں میں بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ دور نہیں ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے ہم یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازیں مراد ہوتیں جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھکر اور چونکہ جان بوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا یعنی جو نمازیں مسلمانوں کی کہیں خود اسنے نہیں چھوڑیں یا حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہے چنانچہ کتاب الحج میں آویگا کذا فی الطحطاوی والعذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر میں سے ہے دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ہم یعنی جب یہ خندق کھودی اس روز چار نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہ ہوئیں یہانتک کہ کچھ رات گذر گئے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا انھوں نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہی تو مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز میں تاخیر درست ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحیں فقہی بیان کرتا ہے ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہ معنی ہیں کہ واجب کو اسکے وقت میں کرنا اور سبب فقط تحریمہ کرنیکے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت میں ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی رحمہ کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہیں کہ ادا میں سب نماز بالتمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیوں کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت میں ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک ایک رکعت وقت میں ہو جانے سے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد لا یلزم کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہیں کہ مثل واجب کو وقت واجب میں کرنا بسبب کسی خلل کے سوا فساد کے

یہ تعریف اسلیئے کی کہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز ادا کیجاوے کراہت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کیجاوے یعنی اسکا اعادہ واجب ہے وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہے
علامہ شامی نے کہا کہ یہ تعلیل شارح کی علیل ہے اسلیئے کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اسکا اعادہ نکیا جاوے حالانکہ تعریف میں غیر فاسد مذکور ہے اور نہ یہ کہ اعادہ
خاص ہے وقت کے اندر بلکہ یہ تصریح کردی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت میں اور مستحب ہونے کی بعد
وقت کے صرف بے دلیل ہے بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہے حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہے کہ واجب ہے کہ بحر الرائق کے اس قول پر
اعتماد نکیا جاوے کیونکہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیجاوے اسکا اعادہ لازم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونوں
صورتوں میں واجب ہے اور یہی قول راجح ہے والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز اور قضا کے یہ معنی ہیں کہ واجب کو اسکے وقت
کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پیشتر کی سنتوں پر قضا کا کہنا مجاز ہے یعنی قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا بولنا مجازا
والترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداء وقضاء لازم یفوت الجواز بفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوۃ وبہ یثبت الفرض العملی ترتیب درمیان پانچوں
فرض اور وتر کے ادا میں اور قضا میں لازم ہے فوت ہوتا ہے صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت ہونے سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث
سے ثابت ہوتا ہے ترتیب کا فرض عملی ہونا اور ترتیب کو صدر الشریعۃ نے ادا و قضا میں واجب لکھا ہے مراد اسکی وہی ہے کہ فرض عملی اکثر اعتقادی کو بولا کرتے ہیں اور یہ فرض
عملی ہے اور فرض حقیقی کہ جو لینے سے ساقط نہیں ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اسلئے فوت ہونے سے صحت فوت نہیں ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیئے مصنف نے
لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو شامل ہو شارح نے کہا کہ دلیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر کوئی نماز بھول جاوے اور اسکو یاد آئے کہ
کہ وہ امام کے ساتھ ظہر پڑھتا ہو تو چاہیئے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیوے اور اسکے بعد جسکو یاد کیا تھا اسکا اعادہ کرے جو امام کے ساتھ پڑھتا تھا اور
فتح القدیر میں کہا کہ دعوی اسکے مشہور ہونے کا نامقبول ہے کیونکہ اسکے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے کہ بعض موقوف کہتے ہیں پھر جائیکہ مشہور ہو کذا فی الشامی و
قضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب و سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہے شارح نے کہا کہ اس
عبارت میں لف و نشر مرتب ہے یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہے اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہے اور واجب کا نتیجہ نذر کی
یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی بتصرف وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثۃ المنہیۃ کما مر اور سب اوقات عمر کے وقت
ہیں قضا پڑھنے کے لیئے بجز تین وقتوں منع کئے ہوئے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ طلوع اور غروب اور استواء کے وقت میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور
سوا ان تین وقتوں کے اور وقتوں میں قضا نماز صحیح ہے اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکر انہ لم یوتر لوجوبہ عندہ الا اذا ساقط من اللزوم فلا یلزم الترتیب
اذا ضاق الوقت المستحب حقیقۃ اذ لیس من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ پس نہیں جائز ہے فجر اس شخص کی جسکو یاد ہو اگر اسنے وتر نہیں پڑھی بسبب واجب
ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہے لزوم ترتیب پر درمیان فرضوں اور واجب کے مگر جبکہ تنگ ہو جاوے وقت مستحب واقع میں نمازی کے گمان میں
یعنی یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہے اسمیں ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہیں ہے وقتی نماز کا فوت کردینا واسطے تدارک فوت شدہ کے ہم نے جائز ہونے کے یہ معنی
کہ نماز فجر کا فاسد ہونا الملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہوجانے سے یہ غرض ہے کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہے تو وقت مستحب وقتی کے لیئے نہیں رہتا مثلا ظہر
میں آفتاب اندر دہو جاتا ہے تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ وقتی کو فائتہ کردینا اور فائتہ کو ادا کرنے میں کچھ حکمت نہیں ہے ولو لم یسع الوقت کل الفوائت فالاصح
جواز الوقتیۃ مجتبی اور اگر وقت گنجایش نرکھتا ہو سب فائتہ نمازوں کی لیئے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہے کذا فی المجتبی صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا ایک شخص کے ذمہ نماز عشا
مع وتر ہے اور صبح کا وقت اتنا ہے کہ اسمیں وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہے تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہے کہ جیسا شروع کرے پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہو گی اور مجتبی میں اصح اسکو
ٹھہرایا ہے کہ صبح کی نماز جائز ہو گی کذا فی الحلبی وفیہ ظن من علیہ العشاء ضیق وقت الفجر فصلاہا وفیہ سعۃ یکررہا الی الطلوع والفرضیۃ الاخیر درمجتبی میں ہے

کہ جس شخص کے ذمہ عشا تھی اسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت میں وسعت ہی تو نماز فجر کی پھر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اسکا جب بھولا ہوگا تو صورت اسکی
یہ ہے کہ نماز ہی نہ پڑھی خیال کیا کہ وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ عشا اور فجر دونوں ہو جاوین اسلیے اسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت ابھی باقی ہے اور اسمین بھی
یہی خیال کیا کہ دونوں نمازین نہ ہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو پھر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب پڑھیگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلین ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ
وقت میں گنجائش دونوں نمازون کی ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتۃ لانہ عذر یا بھول جاوے نماز فوت شدہ تب بھی ترتیب لازم نہیں اسلیے کہ بھولنا
عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہیں اور فائتہ کا وقت یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آویگی اسکا وقت نہ ہوگا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیۃ لدخولہا
فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جاوین چھ نمازین فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اس شمار مین کہ جا پہنچتی ہے کثرت سے کو اور پہنچا دیتی
ہے تنگی کی طرف یعنی چھ سے کمتر نمازون مین ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایک دن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی اور
تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازون کو جنمین قدرتا تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی
یعنی وتر نکلجاوے ہر چند ترتیب اسمین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل نہین بجز ترتیب کا ساقط
اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا دو فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلا جسکی چھ نمازین فوت ہو گئی ہین تو عشا اور وتر کی ترتیب
اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بحر چھ نمازون کے فوت ہونے سے ترتیب
ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتمد پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو
ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونے کا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ ہے کہ مثلا چھ نمازین چھ روز کی فوت ہو گئین
اور انکے بیچ کی نمازین بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لین اور قدیم کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلا ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اسنے کوئی نماز قضا نہ کی اب اگر کوئی نماز نئی قضا
ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ چھ نمازین حال کی
فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتویٰ لکھا ہے اور مجتبیٰ مین قول اول کو صحیح کہا ہے اور معراج مین اسپر فتویٰ بیان کیا ہے تو
معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتویٰ اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق
کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلے الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم صلی
العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلا ایک
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کرکے کہ مین نے فجر نہین پڑھی تو اسکی نماز ظہر فاسد ہو گئی پھر جب اسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اسکی نماز عصر کی درست
ہوگی اسلیے کہ اسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اسپر کوئی نماز قضا نہین اور وہ گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے مجتہد فیہ یعنی اگر اسنے گمان مین ترتیب کو واجب نہین جانا
اور جب اسطرح نماز کو پڑھنے سے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اسکا گمان غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب
ساقط ہو گئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جہل فرضیۃ الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخاری وعلیہ یتخرج ما فی القنیۃ صبی بلغ وقت الفجر
وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبیٰ مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے بھی
ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اسنے
ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونے کے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اسپر ترتیب لازم نہوگی یعنی ترتیب کے فرض ہونے کا علم غالبا اس عمر مین نہین ہوتا تو جہالت کے
عذر سے اسپر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النہر وفیہ نظر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا نچاہیے اسلیے کہ جب جہالت بھولنے مین داخل ہے اور ظن معتبر بھی جہالت

کی قسم ہو تو یہ بھی نسیان میں داخل ہو اسی طرح صاحب بحر الرائق نے انکو نسیان سے ملحق کیا ہے پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین ہیں جو متن والوں نے لکھے ہیں یعنی وقت کا تنگ
ہونا اور بھول جانا اور فوائت کا چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد
لان الساقط لا یعود اور عود نہیں کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانے کے فوائت کی کثرت کی وجہ سے بسبب ہو جانے فوائت کے مائل بہ کمی بباعث قضا پڑھنے
بعض فوائت کے مذہب معتمد پر وجہ عود نہ کرنے کی یہ ہے کہ ساقط چیز دوبارہ نہیں آتی اور صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں قضا ہیں تو ظاہر ہے کہ لزوم
ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اب اس شخص نے ان نمازوں کو قضا پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ پانچ نمازوں سے کم کر دیا یہاں تک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اسکے ذمہ رہ گئی
تب بھی لزوم ترتیب عود نہ کریگا یعنی اس نماز باقی کو یاد کر کے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہے کہ جب فوائت چھ سے کم
ہو جائیں تو ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہے اور کافی میں اسکو رد کیا ہے اور مجتبیٰ اور معراج اور کافی میں فتوی اول قول پر ہے اور بعض کے قضا
پڑھنے کی قید اسلیے کی کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز ہی اسکے ذمہ رہیگی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا
فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ بعض المسقطات الثلٰثۃ الباقیۃ من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد ہو الاصح مجتبیٰ اور
اسیطرح عود نہیں کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی اگلی شے ساقط کرنیوالی چیزوں کی وجہ سے یعنی بھولنا اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہو جائیگی
تب بھی عود نہ کریگی یہاں تک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہ ہوگی اور نماز ادا پڑھنے والا ہو گا یہی صحیح تر ہے کذا فی المجتبیٰ ہم کہتے ہیں کہ تنگی وقت کے
باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جاتا رہیگا تو فاسد نہ ہوگی کیونکہ ترتیب ساقط
ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نہ کریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت میں ہوگی اسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے
خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر صحیح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً لکن فی النہر واستنبط من الہدایۃ ان سقوطہ بالنسیان
والضیق ثم تذکر وسع الوقت یعود اتفاقاً ونحوہ فی الاشباہ سقط بیان الساقط لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج میں ہدایہ سے استنباط کیا ہے کہ اگر ترتیب نسیان (؟)
وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے اشباہ میں اس قاعدہ کے
بیان میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے ہم کہتے ہیں تنقیح یہ ہے کہ وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبیٰ میں عدم عود کی تصریح اس صورت میں کی ہے
کہ وقت نکل گیا ہو اور ہدایہ میں عود کی تصریح اس صورت میں ہے کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کر لینگے تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسیطرح بھولنے کے
بعد یاد کرنے کی صورت مجتبیٰ میں اسپر محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور ہدایہ میں اسپر محمول ہے کہ نماز وقتی سے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی
وفساد اصل الصلوٰۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستاً ظہر صحتہا بخروج وقت الخامسۃ لانہا
ہی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلواتہ انقلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز
کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جائیں وہ
نمازیں جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہو جائیں تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر چھ شمار میں چھٹی ہی نمازوں سے ہے (؟)
کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازیں اس دن کی ادا کیں فجر کو یاد کر کے تو یہ نمازیں دوسرے دن
آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہو جائینگی ہم کہتے ہیں اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتیں شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق
فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف
کہتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونوں قطعاً فاسد ہو جاتے ہیں

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف فرضیت فاسد ہو جاتا ہے وہ مرتبہ ہے کہ ساقط ترتیب الفوائت کہنا اسکا نہیں بلکہ ساقط الصلوۃ درست ہے اسلیے کہ پچھلی پانچ فرضیت نہیں ہوئی
کذا فی الطحطاوی والا بان لم تصر ستا لا یظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوۃ تصحح خمسا واخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازیں بہت نہ ہوں یعنی چھ نہ ہو جائیں تو ان نمازوں
پچھلی نمازوں کی فرضیت ظاہر نہ ہوگی بلکہ نفلیں ہو جائینگی یعنی اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازیں موقوف الفساد
تھیں وہ فاسد ہو جائینگی یعنی نفلیں ہو جائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی چھٹی نماز میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک نماز
پانچ نمازوں کو درست کردیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے دوم جواب اس کا یہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اسکو پانچویں نماز پڑھنے کے بعد انکے وقت نکلنے
پیشتر قضا کریگا تو پانچوں نمازیں فاسد ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچوں نمازیں صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت میں ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہی تو نماز کو صحیح کرنے میں شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیہ صلوات
فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی
دیا جاے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے ہم یعنی آدھا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی اس
شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر میں کہا جائیگا انشاء اللہ تعالی وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث
مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی انمین بھی ہر ایک کے عوض صدقہ فطر
کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاے اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو یا اتنا ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میت کا وارث یہ کام
کرے کہ نصف صاع گیہوں مثلا قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہوں وارث کو ہبہ کردے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دادو دہش ہو کہ کفارہ تمام ہو جاے
یہ حیلہ اس امر کا ہے جو اس زمانہ میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل زمانہ اس میں بایں طور پر یہ حیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر بھر کے نماز روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد
دام ٹھہرایا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اسکے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور یہ اسقاط وارث کے
ذمہ واجب نہیں تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہیں ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم یجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر نمازوں
فوت شدہ کو میت کے وارثوں نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اسکی طرف سے درست نہوگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لاوے
دوسرے کا ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ میت نے اسکی وصیت نہ
کی ہو کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اسکو دے دیا تو درست ہے ہم یعنی صدقہ فطر سے اس کفارہ
میں اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہیں اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار میں عدد شرط ہے ایک کو سب دینا
درست نہیں کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت میں تو صحیح نہوگا یعنی اسپر واجب ہے کہ
وصیت کر جاے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت میں روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز تاخیر
الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال فی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازوں کا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہیں بسبب عذر
کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتوں میں صحیح تر قول کے موجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی
کی وجہ سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو چاہیے اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اسیقدر قضا پڑھ لے انکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ تلاوۃ
والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہے یعنی ان

تینوں کو سب پڑھنا چاہئے اور اگر سب کو ترک کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المجتبیٰ یہ طحاوی کا قول ہے کہ واجب علی الفور ہیں اور نذر میں مطلق کی قید اسلئے لگائی کہ نذر معین کا اُسکے وقت میں ادا کرنا
واجب ہے کذا فی الشامی و یُعذر بالجہل حربیٌّ اَسْلَمَ ثُمَّ مکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او دلیلہ ولم یوجدا اور معذور رکھا جائیگا جہالت
سے وہ حربی کہ مسلمان ہوا دار الحرب میں اور ٹھہرا کچھ مدت تو اُسپر قضا نہو گی اسلئے کہ خطاب شریعت کا ضرور لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونوں پائے
نہیں گئے اور دلیل علم سے مراد دار الاسلام ہے کہ دار الاسلام میں ہوتا ہے کہ اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہاں پہنچنے سے عذر جہالت مسموع نہو گا اور جسقدر نمازیں
فوت ہوئی ہونگی انکو قضا پڑھیگا کذا فی الشامی کما لا یقضی مرتد ما فات زمن ردتہ ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے نہ قضا پڑھیگا مرتد ان نمازوں
کو کہ فوت ہوئی ہوں زمانہ ردت میں اور نہ انکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہوں لیکن حج کہ اُسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد ہو جانے سے مثل کافر اصلی کے
ہو جاتا ہے تو جیسے کافر بحالت کفر کے وقت کی نمازوں کی قضا نہیں کرتا ہے حج اسلام لانے بعد اسپر فرض ہے اسی طرح مرتد کو قضا نہ کرنا چاہئے ولذا یلزمہ باعادۃ فرض
اداہ ثم ارتد ثم تاب و اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اور اسی لئے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند
ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اُسکے پیچھے مرتد ہو گیا اور توبہ کی پھر مسلمان ہوا اُسی فرض کے وقت میں کیونکہ
فرض مذکور باطل ہو گیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو شخص منکر ہوا ایمان کا تو اُسکا عمل باطل ہوا [illegible]
و ہو کافر قلنا افادت الآیتین وجزائین احباط العمل و الخلود فی النار فالاحباط بالردۃ و الخلود بالموت علیہا ... امام شافعی ... دلیل
و ہو کافر سے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں کا افادہ فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا دو جزائیں ہیں سو اول جزا ردت کی ہے
اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم امام شافعی رحمہ نے فرمایا ہے کہ اُس شخص پر اعادہ فرض لازم نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن
یرتدد منکم عن دینہ فیمت و ہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ و اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تو اس آیت میں عمل کے باطل
ہونے کو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس جبکہ وہ شخص اُسی وقت مسلمان ہو گیا اور ردت پر نہیں مرا تو اُسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ
اس آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں بطریق لف و نشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونے کی ہے اُسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کافر
ہو کر مرنے کی ہے جسکی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر بالایمان میں عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اسمیں بھی یہی ہونا چاہئے
کذا فی الشامی مختصراً فروع مسائل ملحقہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء و استیقظ بعد الفجر لزمہ قضاؤہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اُسکے عشا کی نماز
پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اُسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اُسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور اسکا بلوغ بعد اُسکے ہوا وقت کے ہوتے اور
سونا مانع خطاب شرعی کا نہیں کذا فی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم والایماء فائتۃ فی صحتہ صح ولا یعیدہا لو صح پڑھیں نمازیں اپنے مرض میں تیمم اور اشارہ سے وہ
نمازیں کہ اُسکو فوت ہوئی تھیں اُسکی صحت میں تو درست ہونگی اور انکو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہو جائے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا
الصوم لو من رمضانین ہو الاصح بہت ہو گئیں فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسی طرح کا حال ہے اگر دو رمضانوں سے ہو یہی صحیح ترین ہے
مثال بہت سے فوائت کی یہ ہے کہ مثلاً ہفتہ بھر کی نمازیں قضا پڑھنی ہیں تو تعیین قضا میں ضروری ہے کہ مثلاً کونسے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلئے شارح نے کہا کہ
نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ادا ہو گی بعد اسکے دوسرے روز کی ظہر اول ہو جائیگی اسی طرح سب ادا ہو جائینگی اور آخر
ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانوں کے روزے میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہو جائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی
روزے ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی و ینبغی ان لا یطلع غیرہ علے قضائہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہئے کہ اپنی قضا پڑھنے پر
دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اسکو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم شامی نے کہا کہ ظاہر ہے قضا نماز کا

اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

باب سجود السہو

یہ باب ہے سہو کے سجدون کے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہے طرف اسکے سبب کے ہم اسپر یہ اشکال ہے کہ اگر تو
وجوب ہو نہ سجدہ کرنا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہے یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہے کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح ما فات او سہو کو
فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدہ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہے جو نماز مین فوت ہوگیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہے جسکا وقت جاتا رہا
والنسیان الشک واحد عند الفقہاء والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور
وہم طرف مغلوب کا نام ہے یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی
یہ ہین کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان مین تو
مین ترجیح ہو تو اسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع البحار مین ہے کہ سہو اُسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غافل ہو جاوے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاوے اور
نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی
واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہے اور نماز
کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی ہم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہے اور ایک سلام کے
بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہے اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہے کہ دونون سلامون کے بعد سجدہ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے اور فخر الاسلام
نے ایک سلام کو اختیار کیا ہے مگر سامنے کی طرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحطاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہے وجوب کی
اور وجہ وجوب سجدہ سہو حدیث ثوبان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اُسکو چاہیے کہ دو سجدہ کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ
السجود اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدہ سہو ساقط ہو جائیگا ہم یعنی سلام اول دو چیزون کے لیے ہے
اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہے تو شبیہ کلام کے ہوا اسیوجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو نہ کرے کذا
فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدہ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ
فیتعین القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدہ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک رح کے نزدیک پہلے سلام سے ہے نقصان کی صورت مین
اور بعد سلام کے ہے زیادت کی صورت مین تو معتبر ہے اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ہم یعنے اگر نماز مین کچھ
کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین واجب کی
کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب مین حیران ہو گئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود
السہو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوتیۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب ہے التحیات کا پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدہ سہو
دور کرتا ہے التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہے اور سجدہ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اٹھا سکتا بخلاف سجدہ نماز کے
کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہے اور اسیطرح سجدہ تلاوت ہے قول مختار پر ہم اور ایک قول یہ ہے کہ سجدہ تلاوت مثل سجدہ سہو ہے کیونکہ دونون واجب ہین اور وجہ قول
مختار کی یہ ہے کہ ہر چند سجدہ تلاوت واجب ہے مگر چونکہ قرأت کا تابع ہے اور قرأت رکن ہے اسلیے اسکو بھی اُسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قرأت کا
حاصل کرتا ہے اور قبل سجدہ کرنے کے واجب ہی رہتا ہے ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ

باب سجود السہو

وسلم پڑھا اور دعا قعدہ اخیرہ یعنی سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں قول مختار میں اور قول غیر مختار یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے احتیاط کی رو سے اذا کان الوقت مما یحتمل
فلو طلعت الشمس فی الفجر او احمرت فی القضاء او وجد ما ینافی القطع البناء بعد السلام سقط عنہ فی سجدہ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر
میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی جاوے نمازی سے وہ حرکت جو قطع کردے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نمازی سے
واقع ہو تو سجدہ سہو اسپر سے ساقط ہو جائیگا کذا فی الفتح ثم آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو ساقط نہوگا
کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ لو بنی النفل علی فرض سہا فیہ لم یسجد اور قنیہ میں ہے کہ اگر بنا کیا نفل کو اس فرض پر جسمیں سہو کیا تو سجدہ سہو نکرے یعنی فرض کے بعد سجدہ سہو نکرے بلکہ
نفل کے آخر میں کرے کذا فی الطحطاوی بترک متعلق بیجب واجب مما مر فی صفۃ الصلوٰۃ سہوا فلا سجود فی العمد واجب ان دو سببوں سے بسبب بھول کر چھوڑنے کسی واجب کے ان
واجبوں میں سے کہ صفت صلوٰۃ میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں ہے قصدا واجب کو چھوڑنے میں بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا اکثر کا قول ہے ترک واجب متعلق ہے یجب
قیل الا فی اربع ترک القعدۃ الاولی وصلاتہ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتفکرہ عمدا حتی شغلہ عن رکن وتاخیر سجدۃ الرکعۃ الاولی الی آخر الصلوٰۃ نہر عمدا ترک واجب میں
سجدہ نہیں ہے مگر چار صورتوں میں کہ قول ضعیف ہے اول عمدا چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمدا درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمدا ایسا فکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن
سے مشغول کردے چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر علامہ شامی نے کہا کہ الخ سوا ان کی اصل نہ روایت میں ہے نہ درایت میں اور ظاہر یہ ہے کہ تاخیر سجدہ کی
رکعت اولی اور آخر نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ پہلی سے یا دوسری یا تیسری تک تاخیر ہوگی تب بھی یہی حکم ہے کذا فی الشامی والطحطاوی کو الخ
تکرار الان تکرار ایضا حتی شرع اگرچہ ترک واجب مکرر ہو تب بھی سجدہ سہو دو ہی واجب ہونگی اسلیے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں ہے بحر الرائق میں کہا اگر نماز کے سب واجب سہوا
چھوٹ جائیں تب بھی اسکو دو ہی سجدے لازم ہونگے کذا فی الشامی کرکوع متعلق بترک واجب قبل قرأۃ الواجب لوجوب تقدیمہا جیسے رکوع کرنا قرأت واجب سے
پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے ترک واجب کی اسلیے کہ مقدم کرنا قرأت کا واجب ہے ثم انما یتحقق الترک بالسجود فلو تذکر ولو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم عاد الرکوع الا اذا فی تذکر
الفاتحۃ فیعید السورۃ ایضا پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرأت کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد کرے قرأت کو اگرچہ بعد سر اٹھانے کے ہو رکوع سے یعنی قومہ میں تو قرأت
کیطرف عود کرے یعنی قرأت پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر ایسے کہ یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ پڑھی گئی
الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ سورہ دوبارہ ملاوے تاکہ الحمد اور سورہ ترتیب وار ہو جائیں اور خلاصہ میں ہے کہ قرأت کیطرف عود کرے یا نکرے ہر صورت میں سجدہ
سہو کرے کذا فی الطحطاوی وتاخیر قیام الی الثالثۃ بزیادۃ علی التشہد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبہ باللہم صل علی محمد اور جیسے دیر کرنا اٹھنے میں تیسری
رکعت کے لیے بمقدار ایک رکن کی بسبب پڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پڑھانا ایک حرف کا موجب سجدہ سہو ہے اور زیلعی میں ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا
اللہم صل علی محمد سے ہے اس مسئلہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جبتک وعلی آل محمد نہ پڑھیگا سجدہ واجب نہوگا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونے کے لیے خصوصیت درود شریف کی
نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی میں مقدار ایک رکن کی ساکت رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہے کہ امام اعظم رحمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمنے سجدہ سہو مجھپر درود پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا آپنے عرض کیا کہ اس جہت سے کہ اسنے بھولے سے آپ پر درود پڑھا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا والجہر فیما یخافت فیہ للامام وعکسہ لکل مصلی فی الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا ان نمازوں میں جنمیں آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لیے موجب سجدہ ہے اور
اسکے عکس میں یعنی آہستہ پڑھنے میں ان نمازوں کے اندر جنمیں پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدہ سہو ہر نمازی کے لیے صحیح تر قول میں ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے مطلب انسداد یا غیر
یہ ہے کہ قرأت خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے ہر نمازی پر سجدہ ہے اور اسکے عکس میں امام پر کیونکہ جہری نماز میں منفرد پر جہر واجب نہیں تاکہ اسکے ترک سے اسپر سجدہ آوے والا
تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ فی الفصلین وقیل قائلہ قاضیخان یجب السہو بہما ای بالجہر والمخافتۃ مطلقا ای قل او کثر وہو ظاہر الروایۃ وتمامہ الحاوی او فی البحر
کرنا جہر و خفا کا ہو اسقدر کہ جائز ہو اس سے نماز دونوں مسئلوں جہر اور اخفا میں کیونکہ کمتر جہر و اخفا سے تو بچنا ممکن نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے جسکا قائل قاضیخان ہے کہ واجب ہے

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے ثم ہمیں یہ روایت پہنچی ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے پہلے دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہم کو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسی قدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو صحیح کہا کذا فی الشامی وہو یجب علی منفرد و مقتد بسبب سہوہ لا بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو کرنا واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اپنے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے کیونکہ متابعت واجب ہے بوجہ متابعت امام کے تو اگر امام نے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاوے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اپنے سہو سے کیونکہ اسطرح یعنی امام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائیگا کذا فی البحر والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی میں سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہے گویا دو نمازیں ہوئیں اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا تو اسکی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلاتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اپنے امام کے سہو سے کہ وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے اپنے آخر نماز میں سجدہ کرے اسکی صورت یہ ہے کہ مسافر امام ہو اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نہ کرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا واما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کی طرف یعنی دوبارہ بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اسپر سہو نہیں بیٹھ جاوے جبتک کہ پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز مغرب کا خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نہ کرے بسبب اسکے مشغول ہو جانے کے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب یعنی قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنی قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ بحق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں ہوگی کذا فی الشامی ملخصا بتصرف وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا نہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نہ کرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنی امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وجوبا بیٹھ جاوے گو اگر خوف ہو نہ ملنے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج [illegible] صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعتوں کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ کیا

مقتدی پر واجب ہے کہ بغیر کرار التحیات کے پڑھے اگرچہ یہ قدر ہو کہ التحیات پڑھنے سے تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملیگی کذا فی الشامی وظا ہرہ انہ لو لم یقعد بطلت صلوٰتہ قلت و
کلام ... ہوا ... واجبۃ فی الواجب وفرض فی الفرض ... اور ظاہر ... مراد کا یہ ہے قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہے کہ اگر مقتدی عود
نہ کریگا تو نماز باطل ہو جائیگی کذا فی البحر ... ہوں کہ ... میں کلام ہے اور ظاہر ... متابعت واجب ہے واجب نماز میں اور فرض ہے فرض نماز میں کذا فی النہر و ...
کہ باب ... ایک رسالہ جامع ... کلام کا ... ہو ... کہا کہ فرض نماز میں متابعت کے فرض ... ہونیکے یہ معنی کہ فرض کو ادا کرے اگرچہ بعد ادا کرنے
امام کے ہو نہ امام سے پہلے اور یہ معنی نہیں ... قعدہ کی ... والقعود الا خیر ... ظالم
... بالسجدۃ لان ... الرکعۃ ... الفرض وسجد للسہو ... اور اگر بھول گیا نمازی قعدہ اخیرہ ... کو اور کھڑا ہو گیا زائد رکعت کے لیے تو
... کہ رکعت زائدہ ... سجدہ ... رکعت ... کہ کافی ہے دونوں ...
مقدار التحیات ... نمازی قعدہ اخیرہ ... اگر دونوں ... مقدار التحیات کے
ہو گیا ہو تب تو نماز درست ہو گی ورنہ فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی ... بالسجدۃ ... فرضہ ... ان تام ...
اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے جان ... فرض ... امام محمد کے نزدیک ... اسلئے کہ ...
چیز کا اسکے آخر ... امام ابو یوسف کے نزدیک ... سجدہ ... سر اٹھانے ... امام محمد ...
کہ سجدہ پورا واجب ہوگا ... کلام ... امام ... فرض نفل ہو جا ...
پانچویں رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں ... باطل ہو جاتی ہے ... فاسد ...
متعلق ہو کہ سجدہ ... سر اٹھانے کے کامل نہیں ہوتا ... فرض ... باطل ہو جاتے ... سجدہ ... امام محمد ...
شیخین کے نزدیک فاسد ... اگر ... نمازی کو حدث ... پہلے سر اٹھانے کے تو ...
اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف ... کہ انھوں نے فرمایا ... نماز ہو کر فاسد ہو گی ... صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ کو ترک کر کے
پانچویں رکعت کو اٹھا اور اسکے سجدہ میں تھا کہ ... امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لیے سجدہ سے سر اٹھانا شرط ہے اسلئے اسکے فرض ... باطل ...
تو وضو ... قعدہ اخیرہ ... سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے ... امام ابو یوسف کے نزدیک ... سجدہ ... فرض نفل ہو گئے تو اب
... امام محمد کا قول نقل کیا ... نماز کو فاسد ...
فرمایا کہ عنقریب امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اٹھا لیتا اسلئے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو چکی اس اعتبار سے فاسد ... کذا فی ...
والعبرۃ للامام حتی لو عاد ولم ... بالقوم حتی سجد ... وسجود ... الاخیرۃ ... بطل فرضہ ...
قبل پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام کا ... کہ اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدیوں نے ... سجدہ کیا تو انکی نماز فاسد ہو گی یعنے انکے فرض نفل ہو گئے
چونکہ سجدہ ... صورت میں ... قعدہ اخیرہ کا ترک کیا اور پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید ...
باطل نہو ... کہا کہ ... صورت میں ہو کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیونکہ اس صورت میں ... امام کا رکوع جاتا رہیگا تو مقتدیوں کا رکوع بھی انکی
متابعت کی جہت سے جاتا رہیگا ... مقتدیوں کا سجدہ امام سے زائد ... اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر امام رکوع سے پہلے ہی بیٹھ جائیگا اور
مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کرینگے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہو جائیگی ... الاخر ... الامام بالقعدۃ ولا ... سجدۃ السہو
علی الاصح لان النقصان بالفساد لا ینجبر اور ملا دے ... رکعت اگرچہ ... اور اگر ... سبب ... کراہت اور پورا کرنے کے قصد سے ...

سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسلئے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہوگئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا اور اگر چوتھی رکعت سے رکعت ملائی
تو فجر میں چوتھی ہوگی اور یہ جو کہا اگر کراہت و اتمام قصد سے مخصوص ہیں یہ جواب ہے اُس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہیں تو یہ کیسے کہا کہ اگرچہ عصر اور فجر میں چھٹی
رکعت ملا لے تو جواب یہ ہے کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کرکے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملا لے شارح نے دونوں کا جواب دیا
کہ شروع نا کراہت کا اور پورا کرنا اُس نفل میں ہے جو قصدا شروع کی ہو اور یہاں نفل بلاقصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب بحر الرائق میں یوں بھی دیا ہے کہ جب
نمازی کے فرض باطل ہوگئے تو نفل ہو جو عصر کے بعد ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہوا اور اسمیں یہ صورت پیش آوے تو بیشک
اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ اسمیں پانچویں کے ساتھ نہ ملاوے کیونکہ اول تو نفل مغرب کے بعد مکروہ ہیں دوسرے طاق نفلیں مطلقا مکروہ ہیں کذا فی البحر

وان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ ... الا السلام
وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا آکد ... اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلا یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیرے تو بھی نماز صحیح ہے صحیح تر قول
یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر عود کرے وہ بیٹھ کر تو اسکی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کے لیے یعنی رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں
اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اُسپر باقی نہیں اور ملا دے اُس رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہوا اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں اسی کا فتوی ہے
اور ایک رکعت اسلیے ملا دے تاکہ وہ رکعتیں اسکی نفل ہو جاویں اور ملانا یہاں موکد زیادہ ہے ... اور ملا لیا اس بات سے فی موقع کراہۃ علی المعتمد اور ضمان نہیں اگر توڑ دے
یعنی اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں نہ ملاوے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کر دے تو اُسپر قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نفل کو اُسنے قصدا شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ نہیں
پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول ہم اپنی رکعت زائدہ دوسری کا ملانا کو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ نفل قصدا شروع نہیں ہوئی علاوہ اسکے نہ ملانے سے
یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو سنت طور پر ادا نہ ہوگا اسلیے اس صورت میں ملانے کی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا و سجد للسہو
فی الصورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں یعنی رکعت زائدہ کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا ہو یا سجدہ کر لیا
اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہو جانے اُسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورت میں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت میں ہم یعنی دوسری صورت میں
ہر چند سلام نماز کے آخر میں پھیرا اگرچہ رکعتوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اسلیے اسکا سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لا ینوبان عن السنۃ الراتبۃ بعد الفرض
فی الاصح لان المواظبۃ علیہما انما کانت بتحریمۃ مبتدأۃ اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد کے نہ ہونگی صحیح تر قول میں اسلیے کہ موکدہ سنتوں پر مواظبت
جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدی بہ فیہما صلاہما ایضا اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے اُن دونوں رکعتوں زائد
میں تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دو میں اگر کوئی اسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد قضاہما بہ یفتی نقایۃ اور اگر
مقتدی اُن دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف اُن دونوں کی قضا کرے اسی پر فتوی ہے کذا فی النقایۃ ہم شامی نے کہا کہ یہ پہلی ہی صورت میں ہے یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ میں
بیٹھا ہو تو اُس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے وترک القعود الاول فی النفل سہوا سجد ولم تفسد استحسانا لانہ کما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقدمنا انہ
یعود ما لم یقید الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل میں بھولے سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہ ہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اُسنے جب دو رکعتیں شروع کی ہیں اُسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود میں جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلیں مثل فرض کے ہو گئی ہیں ہم یعنے قیاس کہ رو سے یہ نفلیں فاسد ہونی چاہیئیں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول دوگانہ
میں نہ پایا گیا مگر استحسانا فاسد نہیں ہوتیں واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیہ لم یبن لہ ذلک البناء ای یکرہ لہ

تحریمہ السلام بطل سجدہ وبالفرض قولہ وجب ... پڑھی ہوئی نفل کی اور ... سلام کے اس ... کا سجدہ کرلیا پھر جانا کہ اسی وقت نماز پوری ہو گی ... نہ بنا کرے تو
اسکو ... نماز نہیں ... لیکن وہ تحریمہ ... سجدہ سہو ... جاتا ہے کیونکہ سجدۂ سہو واجب ہوا اور واجب کا باطل کرنا درست نہیں
کے جائز نہیں ہاں اگر اسکے ... کوئی چیز واجب ... ہو تو ... باطل کیا جائیگا جیسے اسکے مسئلہ میں ہے بخلاف المسافر لو نوی الاقامۃ لانہ لم
یبطل الواجب ... مسافر ... اگر ... نیت اقامت کی ... اور ... ہو کیا ... اختیار ... اگر وہ بنا کرے
اور ... نماز اقامت کی نیت سے الازم ہوگیا ... باطل ہو جائیگی اور اگر بنا کرے ... واجب ... باطل ہوگا اور چونکہ واجب
کا باطل ہونا ... فرض ... کیا ... الی ... ولو فعل ... البنا ... والقعدۃ الاخیرۃ ولیسجد ہو والمسافر یسجد السہو
... اللفظ ... ولا تبطل الصلوٰۃ اور اگر نمازی ... وہ ... نماز ... کرلیا ... باطل ہوگی ... باقی رہنے کا اور
دوبارہ کرنے نمازی ... اور مسافر ... مختار ... باطل ہو ... سہو ... امام قول مختار کا مقابل ہے کہ سجدہ سہو کو دوبارہ
ذکر ... جگہ ... سلام ... سجدہ ... الصلوٰۃ ... ولو فاتہ ... اولا
اس نمازی کا سلام ... سجدہ سہو ... اگر ... نماز ... اور اگر سجدہ نہیں کریگا تو ... امام
ثابت قول شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک ... خارج نہیں ... الشافی ... الاقتداء ... وضوء ... بالقہقہۃ ... الا ...
السہو فی المسائل الثلاثۃ والایسی الاحکام المذکورۃ کذا فی غایۃ البیان ... سلام ... سجدہ ... نہیں کرتا
پیچھے اسکے اور باطل ہو جائیگا وضو اسکا قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اسکے چار ... اقامت ... سجدہ ... اور اگر سجدۂ سہو نہ کریگا تو احکام
مذکورہ ثابت نہونگے ایسا ہی غایۃ البیان میں ... صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص ... سلام ... سجدہ سہو ... اگر کوئی شخص ... پیچھے
کرینگا تو اسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ ... اسکا امام سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدۂ سہو نہ کریگا تو اقتدا درست نہ ہوگا ... اگر ... سلام ... سجدۂ سہو ... نمازی ... قہقہہ کیا
یا مسافر نے اسوقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدۂ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو جائیں گے اور اگر ... سجدہ نہ کیا تو وضو نہ
جائیگا اور فرض چار نہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں عامۃ الکتب ہے غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہے کیونکہ ... ان تینوں مسئلوں میں ... نے لکھی ہے وہ تمام
کتب کے مخالف ہے البتہ غایۃ البیان میں اسطرح ہے ... فی الاخیرین ... لا یبطل ... ولا ... السہو ...
وکذا بالنیۃ لما اتفق فی خلال الصلوٰۃ ... فی البحر والنہر اور یہ حکم غلط ہے ... صورتوں میں ... ہے کہ نمازی کا وضو باطل نہیں ہوتا اور اسکے فرض نہیں بدلتے ...
سہو ... کرے یا نہیں ... ساقط ہو ... قہقہہ ... اور اسیطرح اقامت کی نیت سے ... واقع ہو نماز کے درمیان میں ... بیان ... البحر الرائق اور النہر الفائق
میں ... تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدۂ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت میں اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت کی صورت میں اور اگر سجدۂ
سہو نہ کریگا تو دونوں باتیں نہونگی ... کی غلطی ہے کہ ... ایسا ... بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سجدہ کرے یا نہ کرے حکم مسئلہ کا ایک سا ہی رہتا ہے یعنی نہ وضو باطل ہو
نہ فرض بدلیں اسلئے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا ... موقوف ... قہقہہ فعل مخالف نماز کے ہے اسلئے بالکل خارج ہو گیا
اور سجدہ اسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدل جائیں ... نیت سجدہ سے پیشتر درست ہوئی اور اگر نیت کو
درست کہو تو سجدۂ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہوگا جسکا ہونا نہونا برابر ہے حاصل یہ کہ شیخین کے نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب ... سجدۂ سہو نماز میں داخل ... سکتا
تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہے تو سجدہ ... نماز کے واقع ہوتا ہے جو باطل ... اسلئے ہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اسپر سے ساقط ہو گیا لہٰذا
فی الشامی مختصرا ولیسجد للسہو ولو مع سلامہ ناویا للقطع لان نیتہ تغییر المشروع فلو ... عن القبلۃ او تکلم لبطلان التحریمۃ اور سجدۂ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام سے نیت

قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ سے پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جاتی ہی اور سجدہ سہو نہ کریگا کیونکہ شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی
اسلیے معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے تغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہی یعنی شرع نے تاکید سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرنا ہی تو اس نیت سے قطع کی کرنی نہ ٹھہریگی ولو نسی السہو او سجدۃ صلبیۃ
او تلاوۃ یلزمہ ذلک ما دام فی المسجد اور اگر نمازی سجدۂ سہو کو بھول گیا یا سجدۂ نماز کو یا سجدۂ تلاوت کو لازم ہوگا اسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر ہو جیسا کہ شامی نے کہا کفایہ سے کلام من
الفتح ظاہر ہو سکتا ہی کہ اسکے قدم ایک ہی انہین سے ہو یا دو جہان یا یہ دونون ہون غرض یہ ہو سکے کہ جب یاد آئین اور مسجد کے اندر ہو تو اسپر اسکا کرنا لازم ہی سلم مصلی الظہر
مثلا علی راس الرکعتین توہما اتمامہا اتمہا اربعا وسجد للسہو لان السلام ساہیا لا یبطل لانہ دعاء من وجہ سلام پھیرا ظہر کے پڑھنے والے نے مثلا دو رکعتون پر نماز کے پورا ہونے کے
وہم سے تو اسکو چاہیے پورا کرے چار اور سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہی یعنی اس وجہ سے کہ اس سے مومنین کے لیے دعا
امن و سلامت ہی اور دعا قاطع نماز نہیں بخلاف ما لو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر
رکعتان او کان فی صلاۃ العشاء فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیہ رکنا حیث یبطل لانہ سلام عمدا بخلاف اس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے فرض دو
ہین اسطرح کہ خیال کرلیا کہ مین مسافر ہون یا یہ نماز جمعہ ہی یا نیا مسلمان ہوا تھوڑا عرصہ ہوا تھا تو گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہین یا یہ کہ نماز عشا مین مشغول تھا اسکو تراویح گمان
کرکے سلام پھیردیا یا سلام پھیرا اس حال مین کہ اسکو یاد ہو کہ ابھی ایک رکن باقی ہی تو ان سب صورتون مین نماز باطل ہو جاتی ہی کیونکہ یہ سلام عمدا ہو سہو سے نہیں ہم فرق
مسئلہ مین اور اس مسئلہ مین یہ ہی کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلیے سلام سہو قرار دیا گیا اور یہان قطعا دو پڑھنا یا کہ سلام پھیرا اسلیے عمدا ہوا اور یہ سلام دونون صورتون
عمدا ہے سہو سے نہیں کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتی یتقدم بہ خطابا آدمی اور ایک قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہیں ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو یہ قول دوسرا
صاحب بحر کی اور قول اول پر متعدد کتابون مین یقین کیا ہی کذا فی الشامی والسہو فی صلاۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولین
لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل مین برابر ہی یعنی ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے اور مختار متاخرین
کے نزدیک نہونا سجدہ سہو کا ہی عید اور جمعہ مین واسطے دور کرنے فتنے کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہی درر الحکام
مین ہم فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہی یعنی عید و جمعہ مین چونکہ مجمع بہت ہوتا ہی تو جب سجدہ سہو کیا جاتا ہے لوگ تشویش مین پڑجاتے ہین اسلیے متاخرین نے
اختیار کیا ہی کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعون مین اولی ہی کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوتہ من لم یکن ذلک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلاۃ
قط بعد بلوغہ وعلیہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانہ المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز مین وہ نمازی کہ شک کرنا اسکی
عادت نہو اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ جسنے کسی نماز مین کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونے کے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہین اکثر مشائخ کذا فی البحر
عن الخلاصۃ شک اس بات مین کرے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھین تو دوبارہ نماز سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کرے کسی عمل منافی نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر اولی
ہی اسلیے کہ سلام حلال کرنیوالا ہی یعنی نماز کی تحریمہ سے ہاتھ اٹھانے کے لیے ہی وان کثر شکہ عمل بغالب ظنہ ان کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد
فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون مین اکثر شک ہو جایا کرتا ہو تو عمل کرے
اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہو واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے موجب عمل کرنے کا حکم دیا جاے تو اسمین حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل کرے اور اگر گمان غالب
اسکو نہو تو تھوڑی رکعتون کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلا تین اور چار مین اگر شک ہی تو تین یقینی ہین شبہہ چوتھی مین ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ مین کہ خیال کرے اس جگہ
کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہوا اسلیے قعدہ کرے تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو ہم مثلا اول رکعت مین شک ہوا کہ یہ دوسری ہی یا اول اور گمان غالب اول
ہونے کا ہی تو اول سمجھا اور اسکے آخر مین قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے موجب یہ دوسری بھی ہی تو محل قعدہ ہی اسیطرح دوسری رکعت کے آخر مین قعدہ کرے کہ وہ باعتبار
ظن غالب کے دوسری ہی اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہو تو اقل پر بنا کرنے مین بھی یہی صورت کرے ہرچند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہی مگر ترک واجب یا فرض کی نسبت

سے تھا اختیار کیا گیا کذا فی الشامی واعلم انہ اذا شغلہ ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ وجب علیہ سجود السہو فی جمیع صور الشک سواء عمل بالتحری او بنی علی الاقل فتح لتاخیر الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو وہ شک روک دے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچے اور شک کی حالت میں قرأت اور تسبیح میں مشغول نہ ہو ذکر کیا ہے اس کو ذخیرہ میں واجب ہے اس پر سجدہ سہو کرنا سب صورتوں میں شک کی یعنی خواہ اس نے عمل بغالب ظن کیا ہو یا کمتر پر بنا کی ہو کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے کہ ہم نے غالب ظن کی صورت میں اور امر یقینی کے اعتبار کرنے کی صورت میں اگر شک کرنے سے بقدر رکن تاخیر ہوئی ہو تو سجدہ کرے اور اس سے کم فکر کرنے میں سجدہ سہو نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن فی السراج انہ یسجد للسہو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غالب الظن ان تفکر قدر رکن لیکن سراج میں ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا کم کرے اور غالب ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے ورنہ نہ کرے فروع مسائل [illegible]

[illegible]

باب صلوٰۃ المریض

یہ باب بیمار کی نماز کے احکام میں ہے من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارضا سماویا فاخر سجود التلاوۃ ضرورۃ [illegible] مریض کی طرف [illegible] اضافت فعل کی ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے ہونا عارض کا ہے عارض آسمانی یعنی اس لحاظ سے سہو اور مرض دونوں یکساں ہیں اسلئے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر پیچھے رکھا گیا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہئے تھا کہ سجدہ سہو و تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونوں جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوٰۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے بیان [illegible] کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ [illegible] او دوران راسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا [illegible] المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام نہ کرسکتا ہو بسبب کسی مرض حقیقی کے

اور تعریف اُس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتویٰ ہے یہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا فرضوں کے
اندر خواہ قیام نہ ہو سکنا سبب یہ ہو کہ اُس سے اسطرح کا خوف کرے کہ بیماری اسکی بڑھ جائیگی یا اسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومتا سر کا یا ایسا ہو کہ اپنے
قیام سے بہت سا درد پاوے یا ایسا ہو سکے کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا جیسا کہ آگے باب صلوٰۃ الصوم میں آئیگا تو وہ
شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگر چہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ بیٹھنا اسپر لازم ہے قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جس طرح چاہے یہ جو بیمار روا ہے اور لازم ہے اسلیے کہ
مرض نے بعض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو جنکو ساقط کیا اولی ساقط کر دیگا بیٹھنے کی خاص صورت پر بیٹھنا اسپر ضرور نہیں ہو گا شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت مرض کی
کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونوں صورتوں میں حقیقی ہے اور یہ دونوں لفظ صفت ہیں عذر کی ہیں جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر جو ہے کی اگر مرض حقیقی کی طرف پھیری جائے
تو ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ بدن میں آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کی طرف پھیریں تو بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ عذر حقیقی
قیام میں یہ ہے کہ کھڑا ہو کر گر پڑے ہاں جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہو اسکی طرف پھیر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں تسامح ہے قال الشامی ولو قال
زفر کالتشہد قیل و یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہیں کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ قول ضعیف ہے جیسا کہ فتویٰ مذکور ہے اسلیے کہ یہ بیٹھنا
آسان ہے شامی نے کہا کہ جبکہ تمام آسانی تو یہی ہے کہ جو ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہے حاصل یہ ہے کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہے کہ
التحیات کی طرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد میں التحیات کی وضع ہو جائے یہ رکوع و سجود و نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے اشارہ سے
نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے انکو ناقص کرنا نہیں چاہیے بلکہ درست ہے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر
ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو نمازی تھوڑے سے قیام پر اگر چہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے تو کھڑا ہو اور بہ
جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنی جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام
لازم ہوتا ہے اسی طرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا امام شامی نے حلوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جائے کہ تکبیر
تحریمہ کھڑا ہو کر کہے اور جسقدر قراءت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہیں اور اگر کوئی
شخص اسطرح نہ کریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اسکی نماز درست نہ ہو اور اگر بے سہارے کے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہ ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ
ذرا سے عذر میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں اور یقیناً بقدر دو چار آیتوں کے کھڑا ہونے سے انکو کچھ ضرر نہیں ہوتا انکی نماز نہیں ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پاؤں چلکر آتے
ہیں اور فرض نماز میں بیٹھ کر نیت باندھتے ہیں پس اسکا یاد کرنا ضرور ہے کیونکہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعذرا لیس تعذرہما شرطا بل تعذر السجود کاف لا القیام او
ما بالہمزۃ قاعدا وھو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع اور
سجدہ دونوں نہ ہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہونے کے اشارہ کی زمین
یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اسکے سجدہ جائز نہ ہوگا اور نہ اٹھائے
کوئی چیز اپنے چہرہ کی طرف تا کہ اسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہو سکنا اشارہ کے لیے
کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور اومأ ہمزہ سے ہے یعنی بہمزۃ اللام ہے ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر منفصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اٹھانا یا
رکھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو منع نہیں فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول ذکرہ العینی وھو یخفض برأسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض والا
یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اٹھائی جاوے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی

متعذر ہوگا تو سجدہ کرے اُس صورت مین کہ باوجود زمین کی تختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سرکو پست نکرتا ہو تو صحیح نہوگا بسبب نہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل مبنی بمجہول الخ
ذکر کیا ہی اسکو یعنی ناظم حلبی نے لکھا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہین بلکہ بائنی کا قول ولا یرفع ظاہر اسکا مقتضی ہی کہ اسمیہ معروف ہو اور اشارہ یہی متصور ہوگا اسکے معنی کہ
اگر کوئی رکوع سجدہ کرے بدون الا اُسکا اتنا کہ نکا تو جائز ہوگا اور سرکو پست کرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھاکر سجدہ کے لیے سرکو لگاے بالکل جُھکاتا ہی اگر رکوع سے کم ہی برابر تو
سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وان تعذر القعود ولو حکما اوما مستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ نحو القبلۃ غیر انہ ینصب رکبتیہ لکراھۃ مد الرجل الی القبلۃ ویرفع راسہ یسیرا لیصیر
وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہہ الیہا والاول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹا سر کا اشارہ کرے اور دونوں پانوں
قبلہ کی جانب کرے لیکن گھٹنوں کو کھڑا رکھے بسبب مکروہ ہونے پانوں پھیلانے کے قبلہ کی طرف اور اپنا سر تھوڑا سا اٹھا دے تاکہ اسکا چہرہ قبلہ کی طرف ہو یا لیٹے داہنی
یا بائین کروٹ پر اور منہ کرے قبلہ کی طرف اور چت لیٹنا افضل ہی قول معتمد کے بموجب حکمی تعذر کی مثال یہ ہی کہ مثلاً طبیب نے کہدیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا
ترک کردینا اور لیٹے رہنا اسلیے کہ اگر اٹھا بیٹھا تو مرض بڑھ جاوے گا سلیے بیٹھنے کے بدل اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے کرے تو وہ بمنزلہ قعود ہوتا ہی جیسا کہ بعض نے کہا اور قول
معتمد کا مقابل یہ ہی کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہین مگر اُس صورت مین کہ چت لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء براسہ وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم
ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم مضمون الخطاب علی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جاے اور
فوائت بہت ہوجاین اسطرح کہ بڑہ جاوین ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہی اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھتا ہو ہی قضا ظاہر روایت میں اور قضا کے ساقط
ہونے پر فتوی ہی جیسا کہ ظہیریہ میں ہی اسلیے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہین مسئلہ طحطاوی یہ ہی اولی یہ کہ مریض دن رات بیہوش
رہا اور اسکو ہوش نرہا تو اس صورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسرے یہ کہ مریض بیہوشی کے ساتھہ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا
مگر عقل قائم رہی تو اس صورت مین نماز قضا پڑہنی چاہیے تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بھی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نرہی تو
دونون صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایۃ مین قضا پڑہنا معلوم ہوتا ہی اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین ترجیح عدم قضا کو دی
اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہی کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرط کذا عند العجز بالاولی ولا یعید فی ظاہر الروایۃ بدائع
اور بتلایا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرطوں کا بطریق اولی اور اعادہ نکرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرطوں کے ساقط ہونے
پر پڑھی ظاہر الروایت مین کذا فی البدائع ہم یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہوجاتے ہین تو شرطین بطریق اولی ساقط ہوجاوینگی مثلاً استقبال قبلہ اور ستر عورت
اور طہارت نجاست سے حقیقی عاجزی کے وقت ساقط ہوجاتی ہین مگر وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ
ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہوجاتی ہی اور اُس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انہین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی ولو اشتبہ علی مریض
اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نرہتا ہو رکعتوں اور سجدوں کا شمار بسبب
اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہی تو اُسپر ادا نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ ہم اسمین
اعتراض ہی کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہی اور وہ مفسد نماز ہی تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تعلیم و تعلم نہین بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہی جیسے مجمع
کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسرون کو پہونچاتا ہی کذا فی الشامی ولم یومء بعینیہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر ترجمہ اور اشارہ نکرے اپنی آنکھہ
اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رحمہ کے کہ اُنکے نزدیک سر سے اشارہ نکرسکے تو ابرو سے کرے اور اُس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اُس سے بھی عاجز ہو تو
دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر کی ہی کہ اگر اشارہ سر سے نکرسکے تو اللہ تعالی اُسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہی کذا فی البحر ولو عرض
لہ مرض فی صلوتہ یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اُسکی نماز مین تو تمام کرے نماز کو اُن افعال سے جس پر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنی ہے تو ادنی کی بنا اعلی پر درست ہے کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی
ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح تم ای ولو کان یصلی بالایماء فصح لا یبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھتے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر
اچھا ہوگیا یعنے قادر ہوگیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاوے
تو بنا کرے گا اس صورت میں کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہوگیا ہو ہم بنا نکرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز
نہیں اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی فلم یجز
بناؤہ علی الضعیف یعنے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جاوے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے موجب کیونکہ بیٹھنے کی
حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہیں وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ
یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون
کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال میں یعنے
عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ میں ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھ کر
پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیوں نہ ہوگا کذا فی الشامی وصلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء
وقالا لا یصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضوں کو چلتی کشتی میں بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کھڑے ہونے
سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذا فی
البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ میں مثل کنارہ کے ہے صحیح تر
قول میں ہم یعنے اسمیں فرض بیٹھ کر جائز نہیں بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی میں فرض کھڑے ہو کر درست ہیں خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو
یا نہیں اور ایضاح میں ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہوگی تو اگر نمازی اسپر سے کنارہ پر اتر سکتا ہے
تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت میں اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے کذا فی الطحطاوی
والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا میں اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ
مثل جاری کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنے پہلی صورت میں نماز فرض بیٹھ کر جائز ہے اور دوسری میں جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہے کہ قبلہ رخ
رہے اگر کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر یہ ہے کہ قبلہ عاجز
شخص کے حق میں وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام فوقانی فلکین مربوطتین صح والا لا اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیوں بندھی
ہوئی میں تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہوں فاصلہ سے نہوں کیونکہ پاس ہونے میں دونوں کا حکم ایک مکان کا سا ہے
کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضی الخمس وان زاد وقت صلوۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ
فان لافاقتہ وقت معلوم قضی والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں
قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو
قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوش کا معین نہین ہی اگر ایسا ہوش پیدا ہو گیا ہو تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی زال عقله ببنج او خمر او دواء لزمه القضاء وان طالت لانه بصنع العباد کالنوم زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اسکو قضا پڑھنا بے عقلی کے وقت کی نمازون کا لازم ہی اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو اسلیے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہی مثل سو رہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسی طرح یہہ کہا کہ بیہوش ہونے سے ساقط نہوگی ھو بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہی جو نیند لاتی ہی سوا اسکے بہنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہی ولو قطعت یداه ورجلاه من المرفق والکعب ولوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا تیمم ولا یعید هو الاصح وتترک التیمم وقیل لا صلوة علیه وقیل یغسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنیون سے اور دونون پانون ٹخنون سے اور اسکے چہرہ مین زخم ہی تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور اسکا اعادہ نکرے یہی صحیح تر ہی اور یہ ساقط ہو گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اسپر لازم ہی دھونا کٹی جگہ کا ہم یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اس صورت مین ہی کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے امکن الغریق الصلوة بالایماء بلا عمل کثیر لزمه الاداء والا لا قاله ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اسکو ادا پڑھنا لازم ہی اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہوگی بدون عمل کثیر کے اس طرح کہ کوئی چیز سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امره الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینه صلی بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہی یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہی ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہی ہم نزع بفتح نون وسکون زا وعین مہملہ بمعنی نکالنا اور بعض نسخون مین بزغ ہی بفتح موحدہ وسکون زا معجمہ وغین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحته ثیاب نجسة وکلما بسط شیئا تنجس من ساعته صلی علی حاله وکذا لو لم یتنجس الا انه یلحقه مشقة بتحریکه ایک بیمار ہی جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہی فورا ناپاک ہو جاتی ہی تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فورا نہوتے ہون مگر انکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی تب بھی نماز انھین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوة

یہ باب ہی سجدہ تلاوت کے احکام مین من اضافة الحکم الی سببه سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہی طرف اسکے سبب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہی نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے لیا جائے تجب بسبب تلاوة آیة ای اکثرها مع حرف السجدة هی اربع عشرة آیة اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب ہی ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہی لفظ سجدہ کے ساتھ اور یہ چودہ سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین ہم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہوگا اسی طرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہی خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہی کہ سجدہ سورہ نمل مین رب العرش العظیم پر اور سورہ ص مین حسن مآب پر اور حم سجدہ مین لا یسامون پر ہی اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہی مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس سے لا یسامون پر مروی ہی اسلیے احتیاط اسی مین ہی کہ لا یسامون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر مضر نماز نہین اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہی اور یہی دلیل سورہ ص مین بھی ہی کہ زیلعی نے اثبات پر سجدہ لکھا ہی منہا او سے لیکن اما ثانیة
فصلوتیة لا قترانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی رح واحمد رح ولقی مالک رح سجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورہ حج کا ہی
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اس سے نماز کا سجدہ ہی بسبب متصل ہونے اس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورہ ص کا ہی بخلاف امام شافعی اور امام احمد رح کے کہ انکے نزدیک سورہ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ
شمار سجدہ کا انکے نزدیک بھی چودہ ہی اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل سورتون مین سجدہ نہین یعنی سورہ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقرا مین انکے نزدیک سجدہ نہین تو انکے نزدیک گیارہ ہوئے ہم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اسنے سورہ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہی اور خارج نماز اگر سنیگا تو اسپر سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فیہ ہو مختار الاسبیجابی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہی سجدہ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع نپایا جاوے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہی پڑھنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہی تو معذور ہی قہستانی سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہی وا
بشرط الائتمام ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہی
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا بالمتابعۃ یا سجدہ تلاوت واجب ہی بشرط مقتدی ہونے کے اس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہی سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ
کے پڑھنے کے وقت یعنی امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہی بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا
سے واجب ہونے مین یہ بھی شرط ہی کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیۃ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد المصلی اصلا لا فی
الصلوۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے ہم یعنی نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت لمعنیین فلا یعدوہم حتی لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک یعنی قرات کی ممانعت ثابت ہوئی ہی معین شخصون کے لیے تو انسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین
داخل ہوگا انکے ساتھ تو اسپر بھی سجدہ ساقط ہوجائیگا ہم خارج سے مراد وہ شخص ہی کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ
اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اسمین امام داخل نہین اسلیے کہ اسکو مخالفت قرات
کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہی جو شرح منیہ مین ہی کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہوجاویگا ولا تجب علی من تلاہا فی
رکوعہ او سجودہ او تشہدہ للحجر فیہا عن القراءۃ اور نہین واجب ہی سجدہ اس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات
مین واسطے ممانعت کے ان ارکان مین قرات سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہی اور نماز کے اندر اسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہی کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرات کی روک ہی اور امام کا تصرف اسپر جاری ہی اسلیے اسکے تصرف کا
اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرات سے ممنوع ہی مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اسپر واجب ہوتا ہی ویسا ہی
یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہی بشروط الصلوۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ ونیۃ التعیین سجدہ واجب ہی ساتھ

شرطون نماز کے جو پہلے گذرین یعنے طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنے سجدہ کے لیے جدا تحریمہ
کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہی اُسکے مشروط ہونے مین کلام نہین ویفسدہا ما یفسدہا ورکنہا السجود
او بدلہا کرکوع مصل وایماء مریض وراکب اور فاسد کرتی ہی سجدۂ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہی یعنے وانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سے
فاسد ہو جاتا ہی اور اُسپر اعادہ اُسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہین ہوتا اور سجدۂ تلاوت کے اندر قہقہہ
سے وضو نہین جاتا اور رکن اُسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا ثم رکوع
مین نمازی کی قید اسلیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑھے اور بیماری
مین اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہو جائیگا
گو شہر مین آ پہنچا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اُسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا کذا فی الشامی وہی سجدۃ بین تکبیرتین
مسنونتین جہرا وبین قیامین مستحبین بلا رفع ید وتشہد وسلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنونون کے پکار کے یعنے
ایکبار اللہ اکبر کہے سر جھکاتے وقت اور دوسری بار اُٹھاتے وقت اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کہ اورون کو آواز جاوے اور
درمیان دو مستحب قیام کے یعنے کھڑا ہو کر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہو جانا مستحب ہی بدون ہاتھ اٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت
اور بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدۂ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہی صحیح تر قول مین یعنے سبحان ربی الاعلی
تین بار کہے ثم فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہی اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلی کہے یا یہ دعا
پڑھے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ ہم نے باب صفۃ الصلوۃ مین لکھا ہی علی من کان متعلق تجب اہلا لوجوب الصلوۃ
لانہا من اجزائہا اداء او قضاء فتجب علی الاصم والسکران والنائم واجب ہی سجدۂ تلاوت اس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے وجوب
ہونے کا اداکرنے کے اعتبار سے یعنے اسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اُسوقت اہل نہو
دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی من متعلق ہی تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے
وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہی جیسی صورت مین کہ آیت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ
جزو نماز ہو جاتا ہی ثم متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اسکی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور
بعد جاگنے کے اُسکو کوئی خبر کرے تو اُسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور قول صحیح مین لازم نہین اگر سوتے اور بیہوش
سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اُسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا
اہلا لہا پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض ونفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھین یا سنین اسلیے
کہ یہ سب نماز کے اہل نہین نہ اُسوقت پر اور نہ اُسکے بعد اور ایک نسخہ مین لہما ہی یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین وتجب بتلاوتہم
یعنے المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم اہلیتہ اور واجب ہی سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوا اُس
مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اُسکے پڑھنے سے سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کی تعلیل مین لڑکا بھی داخل ہی یعنے اُسکے پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق کا مسرا د ہ
سے یہان وہ مجنون مراد ہی جسکو جنون نماز دن یا زیادہ تک جنون رہے [illegible]

بل تلزم من سمعه علیٰ ما حرره ملا خسرو لکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایة ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوی الصغری والجوہرة
قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اُسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جاوے تو سجدہ خود اُسپر لازم نہیں بلکہ اُس شخص پر لازم ہی جو اُس سے آیت
سجدہ کو سنے بموجب اُس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہی اُسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر دربارہ مجنون کے
اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاویٰ صغریٰ سے اور جوہرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے ثم شرنبلالی نے کہا
کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ میں کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ واجب
نہیں کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدی والطیر ومن کل ما لا یحرفا ولا بالہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوته او صلوة المؤتم الّا
الخارج کما مرّ نہیں واجب ہی سجدہ بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑوں اور جنگلوں وغیرہ میں پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہ جنور و
ہی پرندے سے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول میں سجدہ واجب نہیں اور واجب نہیں سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ والطحطاوی نے لکھا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
متن میں آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے یہاں مکرر اسلیئے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہیں واجب ہی
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز میں ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اُسکے ساتھ والا بخلاف خارج
کے نماز مقتدی سے کہ اُسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا وہی علیٰ التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا ویکفیہ ان یسجد عدد ما علیہ بلا تعیین و
یکون مؤدیا وتسقط بالحیض والردة ان لم تکن صلوتیة فعلی الفور لصیرورتہا جزء منہا ویأثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمة الصلوة ولو بعد السلام فتح
اور سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اُسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنے تاخیر سے گنہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہی فوراً بسبب ہو جانے اُس سجدہ
کے جزو نماز کا اور گنہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اُسکو قضا بجالائے جب تک کہ نماز کی حرمت میں باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدہ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اُسپر ہوں اُسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو دیگا ادا اگر نہو الا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ قضا
ہو جائیں اور ساقط ہو جاتا ہی سجدہ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اُسپر سے سجدہ ساقط ہو جاویگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبة ہی الصواب وقولہم صلاتیة خطاء قالہ المصنف لکن فی العنایة
انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوی کہنا درست ہی اور اُسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیہ کہنا غلط ہی کہا ہی اُسکو
مصنف نے مگر عنایہ میں ہی کہ صلوتیہ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح کم رائج سے کیونکہ اُنکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی اُن الفاظ میں جو عوام میں مشہور ہوں اور وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یوں ہی کہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہیں پھر اگر
الف آخر میں ہو تو اُسکو واو سے بدل کرتے ہیں تو اس لحاظ سے صلوی کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیہ کے کہ اُسمیں نہ تا
کو حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصراً ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ بہ فائتم بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو ائتم بعدہ
لا یسجد اصلاً کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد بہ اصلا سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعة اخری علی ما اختارہ البزدوی وغیرہ وہو ظاہر الہدایہ

لانہ

اور جو شخص سنے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہو گیا ہو یعنی اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اس شخص نے اسکے پیچھے اقتدا
کیا اور اس وجہ سے امام ہو گیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس سے کہ امام سجدۂ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اسکا اقتدا
بعد سجدہ کرنے کے اسی رکعت میں کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہے کنز میں اصل کی تبعیت سے یعنی اقتدا
کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہو گیا تو خارج نماز ادا نہیں ہو سکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہیں ہو سکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے کیا نہ اس رکعت
میں نہ دوسری میں تو سجدۂ تلاوت کرے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت میں تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اس
قول کے کہ اختیار کیا ہے اسکو بزدوی وغیرہ نے اور یہی ہے ظاہر ہدایہ کا حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سنے تو اگر اسکا اقتدا نہ کرے خارج رہے
تو سجدۂ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اسی رکعت میں جس میں امام نے آیت سجدہ پڑھی ہو تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اسکے ساتھ سجدہ
کرے ورنہ اس سے ساقط ہو گا اور اگر دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطا و لو تلاہا
فی الصلوٰۃ سجدہا فیہا لا خارجہا لما مر اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اس وجہ
کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنی نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہے و فی البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمہ التوبۃ یعنی بدائع میں ہے کہ اگر نماز
کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریگا تو گنہگار ہوگا پس لازم ہوگی اسکو توبہ اسلیے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہیں تو گناہ ثابت ہو گیا اور اسسے
خلاصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوٰۃ لغیر الحیض فلو بہ سقطت عنہا السجدۃ ذکرہ فی الخلاصۃ
فیسجدہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد التلاوۃ فلم تکن صلاتیۃ مگر جبکہ فاسد ہو جاوے نماز سوائے حیض سے تو سجدۂ تلاوت کرے خارج نماز
سے اسلیے کہ جب نماز فاسد ہو گئی تو صرف تلاوت ہی رہ گئی اسلیے سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ رہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا
اور سوا حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہو گی تو عورت پر سے سجدۂ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہے اسکو خلاصہ میں ولو بعد ما سجدہا لم
یعدہا ذکرہ فی القنیۃ ویخالفہ ما فی الخانیۃ تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز
بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو قنیہ میں اور اسکے مخالف ہے وہ جو خانیہ میں ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل میں پھر
نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت میں سجدہ خارج نماز نہ کرے اور متن کی
عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاوے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اس صورت میں ظاہر ہے
کہ سجدہ کا اعادہ نہ ہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے و لو تودی برکوع و سجود غیر رکوع الصلوٰۃ و سجودہا فی الصلوٰۃ وکذا فی خارجہا ینوب
عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیۃ لہا ای للتلاوۃ اور ادا ہو جاتا ہے سجدۂ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے
سوائے رکوع نماز کے اور اسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز میں قائم مقام سجدہ کا ہو جاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے میں
کذا فی البزازیہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اسکے لیے رکوع کیا سوائے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا
سوائے نماز کے سجدہ کے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائیگا اسی طرح خارج نماز میں رکوع یا سجدہ سے ادا ہو گا مگر رکوع میں یہ شرط ہے کہ فوراً ہو بلا تاخیر
اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہ ہو کذا فی الشامی و تودی برکوع صلوٰۃ اذا کان الرکوع علی الفور
من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہو جاتا ہے سجدۂ تلاوت
نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے بیشتر یا دو آیتوں سے اور اسی طرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحرالرائق مین ہو اگر نیت کرے رکوع سے ہوجانے کی سجدہ کی یعنی نیت کرے سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر هم یہی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اُسکے بعد تین آیتون سے زیادہ نہین پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہوجائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا ذکرہ الداودی ای لسجود التلاوۃ کذلک ای علی الفور وان لم ینوہا بالاجماع ادا ہو جاتا ہو سجدۂ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنی فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہو بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنیکی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہو کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہو کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہوسکتا ہو ولو تلاہا فی رکوعہ ولم یسجد بالمرکم یجزہ ویسجدہا اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ و ینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نیت کی اُسکے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہوجاتا ہی اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہ جائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی ثم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلا نیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدۂ تلاوت کے ہوجائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنی امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کی ہی نہ کی تو اس صورت مین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نکرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفض رکعۃ لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزاتہ عنہما ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانہ انفرد برکعۃ تامۃ اور اگر سجدۂ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کرکے سجدۂ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اُسکو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اُسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہو ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیۃ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اُس شخص سے جسپر روک نہین یعنی اگر ہو کسی واسطے سے سنا مثلاً مقتدی سے تو اُسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر لا الصلوۃ الا اذا تلاہا المصلی غیر المؤتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اُسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اُسکا ناقص ہو بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہو اُسکو پورا کرنا اور اُسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اُسکو لازم ہو اور اس بات کا مقتضی ہو کہ جو چیز اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہو اُسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہو نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اُس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اُسوجہ کے کہ گذری یعنی بسبب اُسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اُسکو نمازی نے سوا مقتدی کے اگرچہ بعد اُسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدۂ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہی اُسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اُسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی ودونہا ای الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا یفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر الامام ولا یجزیہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

ایک بار رکعت سے کم کا فصل ہوا نماز نہیں تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہ ہوگی ہان اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنی جب تلاوت
کرنے والے نے سجدہ کیا اُسی وقت نمازی نے اُسکے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اُس شخص کی جو اُسکا امام نہیں اور
یہ سجدہ نمازی کا اُسکو سننے ہوئے سجدہ کی طرف سے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ وان تلاہا فی غیر الصلوٰۃ فسجد ثم دخل فی الصلوٰۃ فتلاہا فیہا
سجد اخری ولو لم یسجد اولا کفتہ واحدۃ لان الصلاتیۃ اقوی من غیرہا فتستتبع غیرہا وان تخللت المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ
کر لیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اُسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اُسکو کافی ہے
اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہے تو اپنے غیر کو اپنا تابع کر لیگا اگرچہ مجلس بدلا ہو ہم نے حکم کیا وہی سے کہا کہ شامی اس مسئلہ میں صاحب نہر الفائق کا تابع
ہوا اور بحر الرائق میں مجلس ایک ہونا شرط کیا ہی ایک سجدہ کافی ہونے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑھی اور نماز میں پھر اُس آیت کو دہرایا
تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کر لینے سے پہلا سجدہ ساقط نہوگا اسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطتا فی الاصح
واثم کما مر اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہوں گے صحیح تر قول میں اور گنہگار ہوگا جیسا کہ گذرا اسی باب میں اور ایک قول یہ ہی
کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہوگا مگر صحیح یہی ہے کہ دونوں ساقط ہیں اسلیے کہ خارجی سجدہ تابع ہے داخلی کا کذا فی الشامی ولو کررہا فی مجلس تکرر
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولی قنیۃ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسوں میں تو سجدہ مکرر
ہو جائیگا اور ایک مجلس میں مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور سجدہ کرنا بعد اول آیت کے بہتر ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے اور سکتا ہے کذا فی القنیۃ اور
بحر الرائق میں ہے کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہوجاتا ہے اول اختلاف تلاوت کا
دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض یہ ہے کہ آیتوں کا یعنی اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیتیں سجدہ کی پڑھیگا یا سنیگا تو
تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے میں دو قدم سے زیادہ چلاگیا ہو لیکن
یہ شرط ہے کہ دونوں مکانوں کو ایک حکم نہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہیں ہوں کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد
یا گھر کے کئی کونوں میں پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں
عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھایا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہوجائیگا اور اگر عمل قلیل
کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اُس آیت کو پڑھا تو سجدۂ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور
مستحب نہیں دوسرا سجدہ کرنا اُس جگہ جہاں ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس
اور اصل یہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہوجاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں
سکھانے والوں اور سیکھنے والوں پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر
پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اُسی کو اُسی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ
واجب ہوگا وہو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا
شنیع اور وہ یعنی مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہے سبب میں اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایکبار کی تلاوت سبب
سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتیں اسکے تابع ہونگی اور سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لیے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے
سبب کے برا ہے حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ میں ہم تداخل حکم میں نہیں کر سکتے کیونکہ اُسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت مشترک ہو لا انکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلیے سب سجدون کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی سے کہا کہ ضمیر بعد کی راجع ہے عدم تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لاتتکرر سے سمجھا جاتا ہے ولا تداخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا لسجدۃ فقد اخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ لانہا للزجر وہو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہیں تداخل ہے حکم میں اسطرح کہ کیاجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے میں آجائین اور اکتفا کیا جاوے ایک سجدہ پر اسلیے کہ حکم میں تداخل ہونا زیادہ لائق ہے سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر کے لیے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم لیسے سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور عفو پر ہے تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہیں اور دنیا میں زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہے اور آخرت میں کریم متعال سے توقع ہے کہ معاف کردے اسلیے انمین تداخل حکم میں مناسب معلوم ہوا مثلا ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب عما قبلہا وعما بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتے لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتادیا فرق درمیان تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلا پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھکر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہے سب کی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چار دن اسکے بعد کی اسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سب کا کیا ہی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلا پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دیں اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہو گیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسدار الثوب ذاہبا وآیبا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبح فی نہر او حوض تبدیل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ اخرے بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا دابۃ یصلی علیہا لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولو لم تصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا اسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلا تانا تننے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلا سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہو نگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہے اسلیے کہ اختلاف مکان کی صورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہے تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر ہو جائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون تال حتے لو کرر راکب یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علے الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاے مجلس سننے والے کی یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہے تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

لا تکرر فی عکسہ وہو تبدل مجلس التالی دون السامع علی المفتی بہ ذکرہ الزیلعی ترجیحاً لسببیۃ السماع نہیں مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اسکے
عکس میں یعنی تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے میں قول مفتی بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہے اور سننے والا
ایک جگہ بیٹھا ہے تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہ ہوگا اور یہ یعنی مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اسکی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت میں اور
مکرر نہ ہونا اسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت میں اس بات کا مفید ہے کہ سننے کے سبب ہونے کو ترجیح ہے یعنی اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی
تو اس صورت میں حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہو جاتا اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا ہی سبب ہے نہ شرط
جیسا کہ بعض فقہا نے لکھا ہے کذا فی الطحطاوی والصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہا کذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تکرر اذا
تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہے متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہے کہ مکرر ہوتا ہے اسلیے
کہ بندوں کے حقوق میں تداخل نہیں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہے کہ جیسے اتحاد
مجلس کی صورت میں سجدہ مکرر نہیں ہوتا ویسا ہی ایک مجلس میں مکرر نام پاک کے ذکر ہونے سے درود مکرر نہیں ہوتا اور متاخرین کے نزدیک
مکرر ہوتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے کذا فی الشامی والعاطس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا یشمتہ الجواب صدقا اور چھینکنے والے کا حال یہ ہے کہ اگر تین بار
سے زیادہ ہو تو اسکا جواب نہ دے کذا فی الخلاصۃ صحیح کا مقابل یہ ہے کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہا اور ایک قول یہ ہے کہ دس بار کہے اور ایک یہ
کہ جتنی بار چھینکے اسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراءۃ باقی السورۃ لان فیہ
قطع لنظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہے چھوڑ دینا آیت
سجدہ کا اور پڑھنا باقی صورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے میں عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اسکی ترکیب کا
بگاڑنا ہے اور اسکی عبارت وترکیب کے اتباع کا حکم ہے کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ
تحریمی ہے ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت میں مذکور ہے (فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ) یعنی جب ہم اسکو پڑھیں تو پیروی کر اسکے تالیف
کی کذا فی البحر لا یکرہ عکسہ ولکن ندب ضم آیۃ او آیتین الیہا قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی
رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علی صفات اللہ تعالی نہیں مکروہ ہے اسکا عکس یعنی صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورۃ
کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہے ملانا ایک آیت یا دو آیتوں کا اسکے ساتھ خواہ پیشتر ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے
یعنی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے اوروں پر کیونکہ کل آیتیں اس لحاظ سے کہ اللہ تعالی کا کلام ہے ایک رتبہ
میں ہیں اگرچہ بعض آیتوں کو فضیلت ہے بسبب انکے شامل ہونے کے اللہ تعالی کی صفات پر واستحسن اخفاءہا
عن سامع غیر متہیئ للسجود اور مناسب ہے نہ سنانا آیت سجدہ کا اس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہو ہم یعنی اگر سننے والا بے وضو
ہو یا اسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اس صورت میں کہ سننے والے کا حال معلوم نہو کذا فی
الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبہا علی مشتغل بالعمل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجراً لہ عن اشتغالہ عن کلام اللہ تعالی فنزل
سامعاً لانہ بعرضۃ ان یستمع اور مختلف ہوئی ہے تصحیح سجدہ کے واجب ہونے میں اس شخص پر کہ کام میں مشغول ہو اور آیت کو نہ سنے اور
راجح ہے سجدہ کا واجب ہونا اسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام میں مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ سننے
کے موقع پر ہے ہم منح الغفار میں ہے کہ اس مسئلہ میں اصح عدم وجوب ہے اسلیے کہ سننا جو شرط ہے وجوب کا ایک قول پر اور سبب ہے دوسرے پر وہ

پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفاً لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ فقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنے ان مین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ آسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فی الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی مہمۃ لکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ آی السجدۃ کلہا فی مجلس و سجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالیٰ ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاء ثم یسجد ویحتمل ان یسجد لکل بعد قرأتہا ومن غیر کراہۃ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے آئین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو اُسکے حادثہ سے بچا دیگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اُسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولیٰ نہو مکروہ نہی اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہوا جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہی اسی پر فتویٰ ہی مگر وہ مکروہ ہی نماز کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی ہم سجدہ شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اُسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدۂ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جداگانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اُسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کر لین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدۂ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأہا فی مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تودے برکوع الصلوٰۃ وسجودہا اور مکروہ ہی امام کو کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اسکو سلام کے بعد سجدہ کرکے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد وسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو وہین سجدہ کر لے ورنہ منبر سے اُتر کر سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیۃ

باب صلوٰۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشیٔ الی شرطہ او محلہ اضافت صلوٰۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اسکی شرط کے یا اُسکے محل کے ہم یعنے مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اُسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوۃ عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا لعارض فلذا اخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش انیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

مثال ایسی تو یہ ہے کہ دونون عارضی ہین اور وجہ تقدیم سجدہ تلاوت کی یہ ہے کہ تلاوت مین اصل یہ ہے کہ عبادت ہو مگر کبھی عارض سے مثلاً نمود اور شہرت کے لیے پڑھنا یا
حالت جنابت مین پڑھنا کہ عبادت نہین بلکہ معصیت ہے اور سفر اصل مین مباح ہے مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہے جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہے جیسے
رہزنی کے لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل مین عبادت ہو وہ مقدم ہے اُس چیز پر جو اصل مین مباح ہے اور الا العارض مستثنیٰ ہے عبادت اور مباح دونون سے کذا فی الشامی
وسمی بہ لانہ یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اسلیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہے مردون کے اخلاق کو ہم لیتے سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہین اور چونکہ
سفر اصطلاحی مین آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہین اسلیے سفر کہا گیا یا یہ کہ دوسرے زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہے اُس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر
مسافر کے معنی مین ہے مشارکت کے لیے مستعمل نہین اور ہو سکتا ہے کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک رفیق کو دوسرے
کی عادتین ظاہر ہوتی ہین کذا فی الشامی من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ من جانب خروجہ وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہ کے گھرون سے اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی سے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ
سیدھ مین پڑتا ہو مقیم ہے جن کی آسکے آگے ہی ہے وہ دو چیزے چار کے دونون واسطے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گھر ہین تاکہ خیمہ وغیرہ
بھی شامل رہین اور آبادی سے باہر ہونے مین مسافر ہونے کا اعتبار ہے جب مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر مین ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا
تو جبتک اُس سے باہر نہو جاوے قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہین اگرچہ اُنمین بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہون یا کہ والون کی جگہ پڑی ہو وہ
الخانیۃ ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوۃ ولیس بینہما مزرعۃ یشترط مجاوزتہ والا فلا اور خانیہ مین ہے کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو
اور دونون کے درمیان کھیت نہو تو اُسسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہے ورنہ شرط نہین ہم فنا شہر اُس میدان کو کہتے ہین جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً گھوڑا دوڑانے
پھیرنے اور مردون کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہے اور بیچ مین کھیت نہو تو قصر کے لیے شرط ہے کہ اُس
سے بھی تجاوز کر جاوے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہین غلوہ تیر پھینکنے کی حد یعنی ۴۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہین کذا فی الطحاوی قاصداً ولو کافراً ومن
طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیھا من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلا قصد
کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر مین قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نہ کرے یعنی
اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہنچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا مین پھرا تو قصر نہ کرے قصد کرے سفر تین دن کا مع اُنکی راتون
کے برس کے سب سے چھوٹے دنون مین سے اور نہین شرط ہے سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہے زوال تک ہم شامی نے کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب ہے
کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہین ہان اگر وادی کی جگہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتون کی دونون صورتون میں قصر کرے
اور سال کے سب سے چھوٹے دنون سے مراد اُن ملکون کے دن ہین جو معتدل ہون یعنی جہان دن بہت چھوٹے نہو جاتے ہون جیسے بلغار مین
چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہے تو مصر مین سب سے چھوٹے دنون مین صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹہ ہوتے ہین تو تین دن کا
سفر سوا بیس گھنٹہ کا ہوا انتہی اور دہلی اور سہارنپور مین صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنون مین ہوتے ہین اور ہر ایک شہر
جیسا عرض بلد ہے گا اسکے موافق بمقدار کم و بیش ہو گی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہے تو اگر پورے روز کے چلنے مین یہ
باتین کریگا تو نصف روز بلاشبہ صرف ہوگا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار علی الفرسخ علی المذہب اور اعتبار نہین فرسخون کا
مذہب کے بموجب ہم فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگون نے مدت سفر کو ۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵
فرسنگ کہا ہے اسکا اعتبار نہین اسلیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہدایہ مین اسکو صحیح کہا ہے بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادۃ

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آراموں معتاد کے یعنی درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ یا اونٹ کی چال ہو
نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہو اور گھوڑے کی تیز فرسنگ عادت اور معمول کے موافق تین اونکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
ہدایہ میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہو شبہہ کی صورت میں انہیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے مترجم لو اسرع فصل ... میں قصر ہو یہانتک کہ اگر جلد
چلا اور دو روز میں پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر
فی الاول لا فی الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں صلی الفرض الرباعی
رکعتین وجوبا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوٰۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا
حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباس رض کے کہ اللہ تعالیٰ نے فرض کی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی نماز چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنی یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہو یعنی رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے اور یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رہ گئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہو گئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہو کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شروح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء
رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوٰۃ والسلام واطمأن بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالیٰ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجتمع الادلۃ انتہی کلامہم
فقط میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہو کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوا مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرات کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنی دن سے قریب ہے اور اسکے متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر میں انہیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہو تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ھ یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباس رض کا ہو کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں یہ بلحاظ اس صورت کے ہو جسپر آخر کو نماز آٹھہری اور امام شافعی جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
بنتی ہی اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہوگئے پھر سفر میں تخفیف ہوگئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہو
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہو جو حضرت عائشہ رض سے صحیحین میں مروی ہو کہ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہو چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہو انتہی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ سب سے
پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان
القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنے والا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

کرے تب بھی قصر کرے اسلیے کہ برائی ساتھ ہو جانے والی نہین ہے عدم کرتی ہے شروع ہونے کو ہم ... اور برائی سے یہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر
معصیت مین برائی ہے اور یہ اسلیے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہے تو اس قسم کی برائی قصر کے شروع ہونے کو مسافر کے لیے منع نہین کرتی فی المحیط و سے
حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہ
مین بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نہ گیا ہو تو لوٹنے کی نیت کرتے ہی پوری نماز پڑھے بسبب نہ مستحکم ہونے سفر کے اس صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ
اگر ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھر آنے کی نیت کی تو اس صورت مین اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین
منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ بیچ ابتدا قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہے بیچ بقا قصر کے لیے مدت سفر کا پورا
ہو جانا ضروری ہے او نوی ولو فی الصلوٰۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقا اقامۃ نصف شہر حقیقۃ او حکما لما فی البزازیۃ وغیرہا ولو دخل الحاج الشام و
علم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ بموضع واحد صالح لہا من مصر او قریۃ او صحراء دارنا وہو من اہل الاخبیۃ یا قصر کیے جا(ے)
مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ مین جو لائق اقامت کے ہو جیسے شہر یا گانون یا دار الاسلام کے جنگل مین ... وہ مسافر
خیمہ والون مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہو اور نیت اقامت کی صحرا مین کرے تو اسکی نیت معتبر نہو گی شامی نے کہا کہ اگر یہ نیت
اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو ... اس صورت مین فرض ہو گی کہ پوری پڑھے ... اور اگر نماز ... مین
وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور امام ... نیت کی
نیت اقامت معتبر نہو گی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکما دونون معتبر ہین حکما کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہے کہ اگر حاجی شام مین داخل
ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھوین شوال کو چلیگا روانہ نہو گا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والے کے
ہے یعنے گو حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیے پندرہ دن تک اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی ... انتہی
فصلی رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین
کمکۃ ومنی پس نماز پڑھے دو رکعتین یعنے قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کم پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ مین
جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ مین لیکن دو مستقل جگہ مین پندرہ دن رہنے
کی نیت کرے جیسے مکہ اور منی مین مثلاً یعنے خواہ وہ دونون شہر ہون یا گانون یا ایک شہر ہو ایک گانون غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہو گا
فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دس دنون مین
ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہو گی اسلیے کہ وہ منی اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت غیر موضع اقامت
کے سوا مین کرنا یعنے جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہو تو نیت اقامت بے محل ہو گی وبعد عودہ من منی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما
تبعا للآخر بحیث تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع کرنے کے منی سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی
رات کے رہنے کی دونون جگہ مین سے ایک مین یعنے مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منی مین تو درست ہے اسلیے کہ اقامت
مین رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منی مین داخل ہو گا مقیم ہو جائیگا یا دونون جگہ مین سے ایک تابع ہو دوسرے کی اسطرح کہ واجب ہو جمعہ
اسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنے اگر ایک گانون شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونون مین اقامت کی
نیت کرنی مثلاً یون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز اور گانون مین پانچ روز رہونگا درست ہے اسلیے کہ دونون حکم کی راہ سے ایک ہین او لم یکن ...

برایہ کعبدہ وامراۃ یاتا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی راے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین آقا کا اعتبار ہے نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا اُنکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدۃ ولم ینو مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غدا او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا آج کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا یعنے اگر نیت مین تردد رہا اور یہی جانا کہ کل جاونگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے وکذا العسکر رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر بسبع نیۃ الاقامۃ مدتہا للتردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دارالحرب مین بخلاف اُس شخص کے کہ دارالحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اُسکا مزاحم نہوگا کہ اُسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو محاصرہ کرے باغیون کا دارالاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی اُنکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہے اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج مین مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان فنووا فیہا فی المفازۃ فانہا تصح فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ اُنکی نیت درست ہے صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہے بشرطیکہ اُنکے پاس پانی اور چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنے ایک چراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر فیقصرون ان نووا سفرا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نکرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا اُنکے ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الراے وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی اور حاصل یہ ہے کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت پندرہ روز کی سوم راے کا مستقل ہونا یعنے کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گاؤن کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہہ کا ایک ہونا ششم جگہہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی لبعد ان فسر اساء بأثم واستحق النار وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہے تب تو اُسکے فرض پورے ہوجائینگے مگر اُسنے برا کیا کہ دو کی جگہہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے کہا کہ برائی اُس صورت مین ہے کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اُسکو مشرح بیان کیا ہے

اور پہلے یون ذکر کیا ہی کہ معنی اسبارت کے یہ ہین کہ وہ شخص گنہگار ہوگا اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہو وان لم

یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض

ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدہ اولی مین مسافر نہ بیٹھا تو اُسکے فرض باطل ہو گئے اور کل رکعتین نفل ہوگئین فرض باطل ہوے بسبب چھوڑنے قعدہ

فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا

بسبب واقع ہونے اُس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل

ہو جاینگے شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونون صورتون سے ہی یعنے اگر قعدہ اولی مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض

باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور یہ خاص پچھلی صورتون مین ہو کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو اسیطرح

وصح اقتداء المقیم بالمسافر فے الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو فے الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ

وقیل لا قنیۃ اور درست ہی اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلا دونون ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جبکہ مقیم اپنی نماز کے پورا

کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون مین قرأت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو

بھی نہ کرے صحیح تر قول مین قرأت نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہی اور دونون قعدے فرض ہین مقیم پر کیونکہ پہلا ایک امام کی متابعت سے اور دوسرا ختم

ہونے کی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اُسپر فرض نہین کذا فی القنیۃ وندب للامام ان یقول بعد التسلیم اتموا صلوتکم فانی مسافر وینبغی

حاشیۃ الہدایۃ للسندی الشرط العلم بحالہ فے الجملۃ لا فی حال الابتداء وفے شرح الارشاد ینبغی ان یخبرہم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ وان یقول بعد التسلیم فے

الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا اور مستحب ہی امام مسافر کو یہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو

پورا کر لو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شامی نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہی

خبردار کر دینا اپنے حال سے مخالف ہی قول خانیہ وغیرہا کے کہ انہین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہی یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہی کہ مقتدیون کو امام

کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہی یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی کہ اقتدا کی شرط ہی معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن سندی کے حاشیہ ہدایہ

مین ہی کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہی فے الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع نماز ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے

اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد مین ہی کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہی کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے

کیونکہ ممکن ہی کہ کوئی مقتدی اُسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے ولو نوی الاقامۃ لا لتحقیقہا بل لیتم صلوۃ المقیمین

لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری پڑھادے تو ایسی نیت سے

مقیم نہوگا یعنے اس صورت مین اُسکے فرض چار ہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اُسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی

کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فے الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فے

حق القعدۃ لو اقتدے فے الاولیین او القراءۃ لو فے الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہی وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار

رکعتین پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اُسکے فرض بھی چار ہو جاینگے نہین درست ہی اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین کہ

بدل جاتی ہین یعنے ظہر و عصر و عشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنے غیر

فرض پڑھنے والے کے قعدہ اولے کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا

تو قرات کے حق میں اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرات مقیم کے حق میں سنت ہے پچھلے دوگانہ میں اور مسافر کے حق میں فرض غرضکہ
قضا نماز میں اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہیں چار رکعت والی نمازوں میں اور فجر و مغرب کی نماز دونوں میں درست ہے خواہ ادا ہوں یا قضا ویاتی
المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر موکد
سنتوں کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت میں ہو یعنے حالت فرو کشی اور اطمینان میں اور اگر امن وقرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی میں ہو تو سنتیں
نہ پڑھے یہی مختار ہے اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہے عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول ہے کہ فجر کی سنتیں نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہیں
والمعتبر فی تغییر الفرض اخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ
عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضوں کے بدلنے میں آخر وقت ہی یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت میں مسافر ہوگا
تو دو رکعتیں واجب ہونگی اور اگر اسوقت میں مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے میں وقت نماز ادا کرنے
کے پہلے اسوقت سے ہم یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہے اگر اس سے پیشتر ادا نہ کرچکا ہو مثلا اگر آخر وقت میں لڑکا بالغ ہوا یا کافر
مسلمان ہوا یا مجنون ہوش میں آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت وسفر میں آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی
الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہو جاتا ہے
اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن میں آدمی کے گھر والے نہ رہتے ہوں اور اگر رہتے ہوں تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونوں
میں خواہ نیت اقامت کرے یا نہیں نہیں باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنوں سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے یا
شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمیں ہیں ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن فطرۃ
بھی کہتے ہیں دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس میں پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھیرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہیں
تیسرا وطن سکنی جس میں پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی میں آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلا اثنا سفر میں
وطن اصلی آگیا اور وہاں منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے
بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہوں اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہوں اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کرلیا ہو تو دونوں مقام وطن اصلی متصور
ہونگے دونوں میں نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہو جاتا ہے وطن اقامت بھی
جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنے اگر ایک جگہ میں نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی ہو تو اگر اسکو
چھوڑکر دوسرے مقام میں نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نرہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نرہیگا اور یہی حال وطن
اقامت سے سفر کر جانے کا ہے تو اگر ان حالتوں میں وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نکرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی
والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر
سے یعنے سب میں قوی وطن اصلی ہے اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہو جاتے ہیں اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہیں ہوتا
ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنے اس مقام کو جسمیں نیت پندرہ دن
سے کم رہنے کی ہو بسبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنی میں تغیر نہ مقیم کے لیے ہے نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں و
ما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہے اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے ہم زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہے

کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانوں میں بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اُس گانوں میں پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑھیگا کیونکہ مقیم ہی پھر فرض کرو کہ وہ گانوں سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہوگیا ابھی نہ اپنے شہر میں گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات کو رہا تھا کہ اُسکو یہ سوجھا کہ سفر کیجیے تو وہ قصر سے نماز پڑھیگا کہ مسافر ہوگیا اور اگر اثناءِ سفر کے بعد اُسی گانوں میں گذرے تو وہ اُس گانوں میں کہ اُسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلیے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل نہیں پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہوجاتا یعنی نہ تو اُسنے دوسری جگہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہی کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اُس گانوں سے سفر کیا ہی بلکہ بغیر اُس سے باہر نکلکر گیا ہی تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نہ پایا گیا اسلیے نماز پوری پڑھی صاحب بحر الرائق نے اسکا جواب یہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانوں میں آیا تو ہنوز اُسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت کی نیت نہیں کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہی جو وطن سکنی سے قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہیں پایا گیا غلط ہی اسلیے کہ یہاں تو اُسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی میں ہی والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولے وامیر ومستاجر [illegible] لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلیے کہ وہی اصل ہی یعنے اقامت اور سفر پر قادر ہی نہیں معتبر ہی نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہیں شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اُسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادا کے مہر معجل شوہر اُسکو سفر میں لیجانے پر قادر نہیں اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سے شوہر کے پاس نجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہیں آقا کے ساتھ بغیر مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اُسپر اطاعت آقا کی ضروری نہیں اور لشکری کی نیت معتبر نہیں امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے کھاتا ہو تو اُسی کی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہیں مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہی کہ درماہہ یا سالانہ ملتا ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کرسکتا ہی اسی لیے اعتبار اُسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہیں قید کرنیوالے کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہیں قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہیں استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن میں لف ونشر مرتب ہی اسی لیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اُسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المعیۃ ملاحظ فیہ تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط آخر تحقق لذلک ہو الارتزاق فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد میں کہتا ہوں کہ قید ساتھ ہونے کی ملحوظ ہی تبعیت کے ثابت ہونے میں مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ میں کھانا ملتا ہی اور عورت کے مسئلہ میں مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہو تمام شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اُسکے بموجب کاربند ہو ورنہ جس حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنے سفر کی صورت میں قصر کرے اور اقامت میں پوری نماز پڑھے وبہ ظہر جواب حادثۃ جزیرۃ کرید سنۃ ثمانین والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایکہزار اسی میں ہم کہتے ہیں کہ کرید بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہوگئے یعنے نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اُسکی طرف سے اُنکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہوگیا قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح نے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی کیونکہ تالیف کتاب سے تو سنہ [illegible] میں فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب میں خود لکھا ہی یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فهو مسافر حتى يعلم على الاصح وفي الفيض وبه يفتى كما في المحيط وغيره دفعا للضرر عنه اور ضرور ہے جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت
کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض میں ہے کہ اسی پر فتوے ہے جیسا کہ محیط وغیرہ
میں ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اسکی بیعلمی میں اگر اسکو دو کی جگہ چار رکعتیں لازم کیجائیں تو اسکا ضرر ہوگا انما في الخلاصة عبد ام مولاه
فنوى المولى الاقامة ان اتم صحت صلاتهما والا لا مبني على خلاف الاصح پس یہ مسئلہ خلاصہ میں ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہو اور آقا نے
اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑھیگا تب تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونوں کی درست ہوگی غلام کی اسوجہ سے
کہ اسکو چار پڑھنے چاہئیں تھیں دو پڑھیں اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنے جس قول میں
کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہیں والقضاء یحکی الاداء سفرا وحضرا لانه بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہے سفر میں
اور اقامت میں اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہیں ہوتی ہم یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت میں اسکو پڑھنا چاہے تو قصر سے
پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پوری پڑھے جیسے کہ اسکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسے واجب ہوئی تھی
ویسے ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہاں وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت اقامت کرنے سے یا سفر کرنے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا
في الشامي غير ان المريض يقضي فائتة الصحة في مرضه بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض میں جیسی ہوسکے ویسی پڑھے ہم یعنی
مریض اگر صحت کی نماز مرض میں بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی میں اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست
نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا في الطحطاوي فروع مسائل ملحقہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے ہم یعنے نیت
سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہوجاتا ہے یہ نہیں کہ تمام ملک اسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہوں کذا في الشامي تزوج المسافر
ببلد صار مقيما على الاوجه مسافر نے کسی شہر میں شادی کر لی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے بموجب ہم یعنے گو اس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت
اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہوجائیگا بحر الرائق میں وجہ یہ لکھی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کرلے وہ اسی شہر کا
شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب میں ہے عورت
اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہوجائیگی بالاتفاق طهرت الحائض وبقي لمقصدها يومان تتم في الصحيح وكذا صبي بلغ بخلاف كافر اسلم پاک
ہوئی حائضہ سفر میں جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر ہے تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول میں اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہوا تو وہ
بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ہم حائضہ اسلیے پوری
پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اسمیں معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت
مسلمان ہوسکتا تھا اسلیے اسکے حق میں حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اسکا دور کرنا اسکے قابو میں نہ تھا کذا في الشامي
عبد مشترك بين مقيم ومسافر ان تهايأ قصر في نوبة المسافر والا يفرض عليه القعود الاول ويتم احتياطا ولا يأتم بمقيم اصلا وهو ملغز ایک غلام مشترک
ہو مقیم اور مسافر میں اگر دونوں نے اسکی خدمت کی باری مقرر کر لی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری میں اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اس غلام
پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اسکے مالک دو ہیں تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے
اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقا یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ میں نہ دوسرے میں اور یہ
غلام کا حکم ان مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہیں ہم یعنے اس مسئلہ میں یہ سوال ہوسکتا ہے کون شخص ہے کہ نماز فرض کی چار رکعتیں پڑھے

اور درمیانی قعدہ اسپر فرض ہوا اور کونسا شخص ہی کہ اسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہی کہ نہ مسافر ہی نہ مقیم اور کونسا شخص ہی کہ ایک روز قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہی خارج مذہب کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لم تدر منکن کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فہی طالق فقالت احدٰہن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر لم یطلقن لان الاولی ضمت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ لیوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیوں سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہ نہ جانے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اسکو طلاق ہو تو انہین سے ایک نے کہا بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو انکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہی کہ اُسنے وتر کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کرلیا اور دوسری نے وتر کو چھوڑکر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونون نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعہ

یہ باب ہی جمعہ کے احکام مین جمعہ اسلئے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہ ہی کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا اگرچہ اُسکی آیت مکی ہی اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہ ہی کہ دونون نماز مین آدھی ہین یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے بنسبت نصف رکعتون کی ہی اور مسافر کی نماز ظہر کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً (بلیغۃ الہم والسکون) ہے فرض عین یکفر جاحدہا لثبوتہا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہو فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلاً عنہ کما حررہ الباقانی تبعاً لسری الدین ابن الشحنۃ جمعہ فرض عین ہی کہ اُسکا منکر کافر ہی بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنی آیۃ (یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد ہی بنسبت ظہر کے اور نہین ہی عوض ظہر کا جیسا تنقیح کی ہی اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کی پیروی کرکے ہم جمعہ زیادہ موکد ہی بہ نسبت ظہر کے یعنی جمعہ مین جو تہدید آئی ہی وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالیٰ اُسکے دل پر مہر کردیتا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ خلاف ہی اس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوٰۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ فرض وقت ظہر ہی جمعہ مگر جمعہ کا ادا کرنا ہوا کہ ظہر ساقط ہوجاتا ہی اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی بغیر عذر قبل جمعہ کے نماز ظہر پڑھیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہی اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی تو کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اُسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہوگیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربع بعدہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے عوام الناس کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی بابت سے نہو تو بہتر یہ ہی کہ یہ چار رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہی کمال الدین کے کلام سے جیسے کہا ہی کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کسی قدر بیان کو اسلئے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پھیل گئی

یہاں تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتیں اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور میں نے اسکو ابھی نہ پڑھا ہو اسکو
پڑھتا ہوں تو چونکہ اسمیں یہ خوف ہے کہ جاہل اسکے معتقد ہو جائیں کہ جمعہ فرض نہیں اسلیے میں نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا و یشترط لصحتہا

سبعۃ اشیاء اور شرط ہیں واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزیں ہم نہر الفائق میں بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطیں واجب ہونے کی ہیں یعنے جنسے
جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہے اور کچھ شرطیں ادا کی ہیں اور فرق ادا اور وجوب کی شرطوں میں یہ ہے کہ ادا کی شرطوں کے نہونے سے ادا صحیح نہیں ہوتا
اور وجوب کی شرطیں نہونے سے ادا درست ہے پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہے جسکا ترجمہ مترجم نے
فارسی میں کر دیا اور وہ یہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل واقامت بلوغ دان ٭ بینائی است مردی و آزادی بعد ازان ٭ سلطان و وقت خطبہ
جماعت ہم اذن و شہر ٭ یادش سپے ادا کن و کذار ارکان ٭ اس قطعہ میں چھ شرطیں ادا کی مذکور ہیں اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک
شرط جدا قرار دی ہے اسلیے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبے لظہور التوانی
فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہے یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد میں اسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہے نہ سما دیں یعنی عورتوں
اور لڑکوں اور مسافروں کے سوا اسقدر مسلمان ہوں کہ بڑی سی بڑی مسجد میں نہ آسکیں اور شہر کی اسی تعریف پر فتوے ہے اکثر فقہا کا کذا فی
المجتبی اس تعریف پر فتوے ہے بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام میں ہم یعنے ظاہر مذہب کی تعریف میں حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے اور چونکہ
حاکم سزاؤں کے قائم کرنے میں کوتاہی اور سستی کرتے ہیں لہذا فتوے اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل

موضع لہ امیر و قاضی یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ بستی ہے جسمیں ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤں کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہے ملتقے الابحر کی شرح میں ہم امیر و قاضی سے مراد یہ ہے کہ اسی شہر میں رہتے ہوں
یہ نہیں کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہوں اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح نے

نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی میں ہے کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گاؤں میں اذن ہے جمعہ کے لیے بالاتفاق اور اسی
بیان کے کہ کہا ہے اسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قہستانی میں مذکور ہے
کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوؤں میں جنمیں بازار ہوں فرض واقع ہوتا ہے بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو
یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہے قصبات اور بڑے گانوؤں میں تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصراً

او فناءہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہے بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہے گرد شہر کے جو اسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردوں اور
دوڑانے گھوڑوں کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہیں چنانچہ منقح بیان کیا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اسکا ہے
ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہے اسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہے
اسکی کچھ حد مقرر نہیں کی یعنے جس جگہ شہر کی کارآمد باتیں ہوتی ہوں وہ فنا ہے جیسے گھوڑوں کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردوں کا دفن کرنا
اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضوں نے اسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہے اور مسافت کے باب میں نو قول ہیں
کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اسمیں آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لیے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلیے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کیا ہے والثانی السلطان ولو متغلبا او امراۃ فیجوز امرہا باقامتہا لا اقامتہا اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو متغلب اسکو کہتے ہیں جس میں امامت کی شرطیں نہوں اگرچہ قوم اس سے راضی ہو جاوے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہ دونوں باتیں کریگا تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کی اہل نہیں شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ امامت کبریٰ میں مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ اوکی جگہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب یا عورت ہی ہو او مامورہ باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم یجز انکحتہ واقضیتہ یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اس غلام کے نکاح کیے ہوے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونوں امر اس شخص کی طرف نافذ ہوتے ہیں جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہیں غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی واختلف فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ اولا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل انہ یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقفہ فکان الامر بہ اذنا بالاستنابۃ دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہوا ہے کہ اس خطیب میں جو سلطان یا اسکے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہیں یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہیں تو بعض نے کہا کہ درست نہیں مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اس صورت میں کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہیں تو نائب کرنا بھی درست نہیں اور بعض نے کہا کہ نائب کرنا درست ہے مطلقا یعنی اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ ادا ے جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونے کے سبب سے فوت ہو جانے کے کنارہ پر ہے تو اجازت ادا ے جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہیں ہے ایسی قضا ہم یعنی جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہے کہ وہ گذر جاتا تو جمعہ جاتا رہتا ہے اسلیے جب حاکم نے ادا ے جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہی ہے کہ اقامت جمعہ میں بعض اور حدث بھی خطیب پر آسکتے ہیں تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہیں کہ اسکے گذر جانے سے خوف اسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی وہو الظاہر من عباراتہم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامۃ غیرہ اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتوں سے چنانچہ بدائع میں ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے وفی النہر عن رسالۃ تعداد الجمعۃ لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب تحفہ تعداد الجمعہ میں جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اسکے بعد شرط نہیں بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے نہر بضم نون و سکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم و راے مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ میں سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاوے یہ غرض نہیں کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا

اذن کسی مسجد میں دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد میں اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اُسنے اجازت دی ہو اُس سے نہیں رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہو کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہیں مگر جبکہ بے وضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہیں فقہا کی عبارتوں سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہو دوسرے یہ کہ یہ بحث خاص نماز میں خلیفہ کرنے کی ہو خطبہ تو بے وضو بھی درست ہو حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہو یا نہیں کذا فی الشامی ثم اقامتہا سے مراد خطبہ اور نماز دونوں ہیں اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہو نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہو نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہو کذا فی المنح وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ بین فیہا ان الجواز بلا شرط والمنسب فیہا و ابدع ولکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہو اُسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ میں رد کیا ہو جسمین خلیفہ کرنے کا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہو اور اس رسالہ میں لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہو اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہیں ثم ملا خسرو نے بیان کیا ہو کہ خطیب کو نائب کرنا نہیں پہونچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکو نائب کرنیکا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوی اور مجمع الانہر میں ہو کہ خلیفہ کرنا جائز ہو مطلق ہمارے زمانہ میں یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ میں سلطان کی طرف سے اجازت عام ہو گئی ہو کہ ہر خطیب کو اختیار ہو کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوے ہو شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہو تو یہ توجیہ ناتمام ہو کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہیں بلکہ تصحیح واسطے پیشتر کے لوگ ہیں وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ میں ہو کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہو گی مگر جبکہ اقتدا کرے اُسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہو کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃ اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اُس شخص کی ناجائز ہو گی اور تائید کرتا ہو عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہو نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہو اُسکو شیخ الاسلام نے اسلیے جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہو گی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہو حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہاں تو نیت فرض سے شروع کیا ہو تو مکروہ کیسے ہو گی کذا فی الطحطاوی مات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط بضمتین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ میں کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھوایا اُسکے خلیفہ نے یعنی ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہو تو درست ہو اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اُنکو دلالۃ اجازت ہو اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین معجمہ و را مہملہ حاکم سیاست ہو یعنی جمع ہو شرطی کی ثم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہو یعنی صیغہ ماضی کا تفعیل سے فللقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہو شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبوں کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے ثم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہو جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہیں تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اوروں کو اختیار نہیں دے سکتے اگر اُنکو بھی اذن عام خطیبوں کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہیں وقال یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان کی ہو کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو ثم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہو فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ میں کہ قاضی مقدم ہو حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر

اما مع عدمہم فیجوز للضرورۃ اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئے معتبر نہین یعنے بدون اذن قاضی یا سلطان
یا نائب کے اگر رعیت کسی کو خطیب کریگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اُنکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہے کا بسبب ضرورت کے
ہم معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہوں تو مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی
ہو جائیگا اور اُنکو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لیے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنیٰ فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز او العراق
او مکۃ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہے جمعہ منیٰ مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز
یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازاروں اور کوچوں کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فروکش ہو ہم یعنے حج کے دنون مین منیٰ بحکم
شہر کا رکھتا ہے کہ بازار اور گلیاں بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیوں کے اُترنے کے
منیٰ گانون کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اُسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی
وعدم التعیید بمنیٰ للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منیٰ مین تخفیف کے لیے ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منیٰ شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے مثلا اہل
مکہ تو وہ اُسمین نماز عید کیوں نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہین کہ منیٰ شہر نہیں بلکہ اسلیے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے مین
مشغول رہتے ہین عید پڑھنا اُنپر تخفیف کی جہت سے ساقط ہو گیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علی امور الحج فلو اذن لہ جاز
جائز نہین جائز ہے جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب مختصر ہونے اُسکی ولایت کے حج کے کاموں پر ہان اگر اُسکو اجازت دیجائے
جمعہ کی تو درست ہے ہم امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو انتظام معاملات حج کا امیر
کر کے روانہ فرماتا تھا اسی سبب سے اُسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اُسکے باعث سے درست نہ تھا اگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور
چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اُسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا بعرفات
لانہا مفازۃ اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلیے کہ وہ جنگل ہے یعنے اُسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ
مطلقا علی المذہب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعا للحرج اور ادا ہو جاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہوں مین مطلقا یعنے
شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اُسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو سے زیادہ مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ عینی کی شرح
مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ مین مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جب لوگ مسجد سے
بہت فاصلہ پر ہونگے اُنکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ جمعہ
درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث (لا جمعۃ الا فی مصر) مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ
وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا اخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے موجب یعنے دو جگہ سے زیادہ
مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے موجب جمعہ اُس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہو جائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے
سے تو پڑھے بعد سنتوں جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اُسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہے اُسکو
بحر الرائق مین ہم ہر چند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو جائین لیکن
مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑھنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقینا ساقط ہو جائے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہے لیکن اُسمین
شبہہ قوی ہے اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہوں مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہے اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اُسکو اختیار کیا ہے

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رح سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین
حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہی نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو
احتیاطا کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور نا جائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہی
چہ جائیکہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا وفی المجمع الانہر معزیا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکت وقتہ لان وجوبہ علیہ باخر الوقت فقیۃ اور
مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیے
کہ وجوب ظہر کا اسپر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جاؤ اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہی اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا
شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا
اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اوّل چار
سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوے اگر قضا نماز اسکے ذمہ نہو اور
اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون قنیہ کی جگہ قنیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہی کذا فی الشامی و
الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط
اداکے وقت ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقا یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو
مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہی ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی ہم نوادر مین ہی کہ مقتدی بھیڑ کے
سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرلے اسلیے شارح نے اس قول کو رد کیا
کہ مذہب معتمد یہ ہی لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت ظہر
ادا کی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی والرابع
الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز
وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا ہم خطبہ بضم خاء معجمہ بمعنے مفعول ہی مشتق ہی خطاب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی
الطحطاوی والخامس کونہا قبلہا لان شرط الشئ سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز
علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط
صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے
جمعہ ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونیکے
تو درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ہی ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہی مگر اس ذکر کے سننے
کے لیے اور مامور لفظا جمع ہی اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا م یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم
سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری
سعی کے حکم کی موجود ہی اسلیے خطبہ کا پڑھنا انکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہی
پس ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

من ذکر طویل و اقلہ قدر التشہد الواجب اور کافی ہے خطبہ فرض کے لیے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہے ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اسکی التحیات واجب کی برابر ہے [illegible] امام صاحب کی یہ ہے کہ آیت میں مطلق لفظ ذکر ہے جو شامل ہے تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہے پھر یہ کراہت بعضوں کے نزدیک تحریمی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی بینہما فلو [illegible] علی المذہب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ لکنہ ذکر فی الدر [illegible] فقال کفایت کرتا ہے ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا چھینکنے کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو یہ کفایت خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسے نہیں کافی ہے الحمد للہ کہنا ذبح کے وقت لیکن [illegible] کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے سو اس اختلاف کو [illegible] کتاب الذبائح میں کہا ہے اور اگر چھینکنے والے نے ذبح کرنے کے وقت الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول میں بخلاف خطبہ کے تو اس [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لیے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہے کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے [illegible] کتاب الذبائح میں اس روایت کے بموجب ہے جو مقابل مذہب قوی ہے [illegible] ایک روایت امام [illegible] الحمد للہ [illegible] خلیفۃ [illegible] وکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل [illegible] بینہما بقدر ثلث آیات [illegible] علی المذہب [illegible] قدر ثلث آیات [illegible]

اور مسنون ہیں دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے ان دونوں کے درمیان میں مقدار تین آیتوں کے [illegible] والا اس جلسہ [illegible] کا ترک کرنے والا ہے صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونوں خطبوں کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورۃ کے طوال مفصل [illegible] بقدر تین آیتوں کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہے یعنی اتنا طول [illegible] کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہو جاوے [illegible] کی مقدار نہ رہے ہم شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ [illegible] وقت [illegible] شرح منہاج میں لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے یعنی انکو ترک کرنا چاہیے [illegible] آجکل یہ مشہور ہو رہا ہے کہ جب خطیب خطبہ اول [illegible] تو لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگتے ہیں اسلیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوئی ہے ابو داؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اسطرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہوتا پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس میں کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبوں کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اسکے قرار پا جائیں اور اس جلسہ میں دعا [illegible] ہے اور سغناقی نے لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں کے درمیان میں غیر مشروع ہے اور جامع [illegible] میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں کے بیچ میں حرام ہے اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ میں حدیث مذکورۂ بالا کے ذیل میں لکھا ہے کہ کلام نہ کرتے [illegible] یعنی نہ دعا مانگتے نہ دنیا کے سوا کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ میں ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے ہے نماز کے پورا ہونے تک ہے تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہی وقت ہے کہ غیر امام کو کلام اس وقت میں حرام ہے اور دعا سے مراد وہ دعا ہے جو امام سب مسلمانوں کے لیے [illegible] خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ امام یا بیٹھنے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں [illegible] تمام علمائے دہلی و رامپور و بریلی نے یہی لکھا کہ دونوں خطبوں کے بیچ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست نہیں اگر کوئی بدون ہاتھ اٹھائے اور بدون زبان ہلائے دل میں دعا مانگے تو اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری میں تصریح ہے اور [illegible] مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کے دعا مانگتے

دیکھا تھا تو بددعا دی تھی چنانچہ ترمذی میں مروی ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ میں پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ اتباع شریعت محمدیہ اور بے
دینداروں کی نصیب کرے اور سیدھی اصل پر چلتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لا کالاولیٰ ویبدأ بالتعوذ سرًا اور
ایک بار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو لیکن نہ مثل اول کے یعنی اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ
من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر یعنی اول اعوذ پڑھے پھر حمد و ثنائے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور تجنیس میں
کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہی مگر اسمیں وعظ کی جگہ مسلمانوں کے لیے دعا مانگے بحر الرائق میں کہا کہ دوسرے خطبہ میں ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہی کذا
فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہی ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو عم بزرگوار یعنی حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہیں مستحب ہی دعا مانگنا خطبہ میں بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہی
اسکو قہستانی نے ہم شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہی کہ مستحب نہیں اور باب الامامۃ میں جو شارح نے لکھا ہی کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے
واجب ہی وہ اس قول کے مخالف نہیں کیونکہ یہاں خاص خطبہ کا ذکر ہی ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہی صفت بیان کرنی بادشاہ کی
ایسے امور سے کہ اسمیں نہوں مثلًا عادل کہنا جس صورت میں کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہیں کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہی یعنی اچھی بات کا حکم
کرنا جزو ہی خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر ا کہ وہ تحریمی ہی ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد
وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم یعنی اور سنت ہی بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ میں منبر کے داہنے
طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز میں داخل ہونے تک اور امام شافعی رحمہ نے فرمایا کہ جب منبر پر
بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبیٰ اور مخدع بروزن منبر قاموس میں لکھا ہی اور سیوطی بروزن مکتب اور یعنی بیان کیا ہی وہ خلوت خانہ ہی جو مسجد کے
اندر بنا ہو تو جن مسجدوں میں ایسا مکان منبر کے داہنے طرف ہو وہاں امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ
ہی کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائمًا اور مسنون ہی دونوں خطبوں کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر یعنی یہ تینوں باتین
مسنون ہیں شرط نہیں پس اگر خطبہ بے وضو پڑھیگا یا ستر کھلا ہوگا یا بیٹھ کر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطر باب فی الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتوں کے ہی صحیح یہ ہی
کہ نہیں ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب میں نصف نماز جمعہ کے مانند ہی یعنی یہ جو اثر میں وارد ہی کہ خطبہ بمنزلہ نصف صلوۃ ہی اس سے بظاہر یہ معلوم
ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام خطبہ ہی جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اسکی دو رکعتوں کے ہی تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطیں خطبہ میں
بھی ہونی چاہئیں شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہی نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام
ہو اور نماز کی شرطیں اسمیں لازم آویں کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت میں پھر نہایا اور نماز پڑھائی
جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال میں سے ہی لیکن بہتر ہی اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ
فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ ولزوم البطلان الخطبۃ سراج لکن سیجئ انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز میں فصل
اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنی
واجب ہی از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہیں ہی ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا امر یعنی

صورتوں میں اعادہ ضرور ہوگا مثلاً خطیب نے خطبہ پڑھکر کسی کو نماز پڑھانے کے لیے نائب کیا کہ گھر جاوے تو اس صورت میں اعادہ خطبہ کا نہیں کذا فی الشامی

والسادس الجماعۃ واقلہا ثلثۃ رجال ولو غیر الثلثۃ الذین حضروا الخطبۃ سوی الامام بالنص لانہ لا بد من الذاکر وہو الخطیب وثلاثۃ سواہ بقولہ تعالیٰ

فاسعوا الیٰ ذکر اللہ اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہیں سوائے امام کے نص کے سبب اگرچہ سوا ان تین شخصوں کے

ہوں جو خطبہ میں موجود تھے اسلیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذکر کرنیوالا ہو وہ تو خطیب ہی اور تین اسکے سوا ہوں تاکہ صیغہ جمع

اُنپر صادق ہو وصح تین مردوں کو مطلق کہنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور

عورتیں نکلگئیں وہ کسی حال میں امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مع امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہیں کذا فی الطحطاوی

فان نفروا قبل سجودہ فسد وقال لا قبل التحریمۃ بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جائیں پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہوجاویگا یعنی اب ظہر کی نماز

از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پہلے چلے جائیں تو جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاتے رہیں گے تو جمعہ باطل نہوگا

امام اسکو پورا کرے وان بقی ثلثۃ رجال ولو امیین او نفروا بعد سجودہ او عادوا وادرکوہ راکعا او نفروا بعد الخطبۃ وصلی باٰخرین اجزاء ہ واتمہا

جمعۃ اور اگر جماعت میں تین مرد رہگئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے ساتھ

رکوع میں شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ میں نہ تھے تو ان صورتوں میں جمعہ باطل

نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثۃ سے مرد مراد ہیں اسی لیے ماتن نے اس لفظ کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سے لیکر دس تک

مذکر کے لیے ۃ کے ساتھ آتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہوں لڑکے بھی تو اسی طرح مذکر بولے جاتے ہیں اور بعد سجدہ کے آدمیوں کے

چلے جانے سے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہیں اور نفروا بعد الخطبۃ کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ اسکو شارح پہلے کر چکا ہے کہ اگر جمعہ میں مرد خطبہ

سننے والوں کے سوا ہوں والسابع الاذن العام من الامام وہو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعۃ لعدو او لعادۃ قدیمۃ

لان الاذن العام مقرر لاہلہ وغلقہ لمنع العدو لا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانہر معزیا لشرح عیون المذاہب قال وہذا اولیٰ مما فی البحر

والمنح فلیحفظ اور ساتویں شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور اذن عام

حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازوں کے کھلے رکھنے سے واردوں کے لیے یعنی جو بیرادا سے جمعہ چاہیں انکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا

کہ صریح اذن مشروط نہیں دروازوں کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکنا نکانا کافی ہے تو نہیں مضر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت

قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندوں کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازی کے منع کرنے کو ہاں اگر بند نکیا جاوے یعنی

جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہی چنانچہ مجمع الانہر میں ہے منسوب شرح عیون المذاہب کی ابن صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نکرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر

اُس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے بحر الرائق میں مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور انہیں آپ

لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امیر حصنا او قصرہ واغلق بابہ فصلی

باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ میں یا اپنے محل میں اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل

کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہ اُس صورت میں حاصل نہوگا اور اگر

دروازہ کو کھولدیا اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی

فالامام فی دینہ ودنیاہ الی العامۃ محتاج فسبحان من تنزہ عن الاحتیاج پس امام اپنے دین اور دنیا میں عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہو اپنی دنیا مین امام کو عوام کی حاجت ہو واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہین تو دونون مین محتاج عوام کا ہوا و شرط الافتراض التسعۃ تختص بہا اور شرط ہاین جمعہ کی فرضیت کے لیے نو شرطین جو خاص ہین جمعہ کے لیے ہم ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہین اگرچہ نکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہین بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہین اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا اقامۃ بمصر او فی مصر امتصل بہ او فیما ہو داخل حد الاقامۃ بحیث لو سمع النداء لتجب علیہ عند محمد وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہو شہر مین یعنے مسافر پر واجب نہین نہ اُسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم ہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اُسپر واجب ہی امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوےٰ ہی ایسا ذکر ہی ملتقے مین اور پہلے ہنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ گرد شہر کا اندازہ ایک فرسنگ ہی یعنے تین میل اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہی کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہین بلکہ گرد شہر وہی ہی جسمین اُسکے منافع کی چیزین ہوتی ہون وصحۃ فاخرج بالمریض المرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہی یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہین اور لاحق کیا گیا ہی بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے کذا فی الحلیہ اور شامل کیا گیا ہی بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریۃ والاصح وجوبہا علی مکاتب ومبعض واجیر ویسقط من الاجر بحسابہ ولو بعیدا والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہی کہ غلام پر جمعہ واجب نہین اور صحیح تر قول یہ ہی کہ جمعہ واجب ہی مکاتب پر اور اُس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہی مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہوگی ہم یعنے مثلاً اتنا دور ہی کہ نماز کو جانے اور آنے مین چوتھائی دن یعنی ایک پہر لگتا ہی تو اُس روز کی اجرت مین سے چہارم وضع ہو جائیگا اُسکا مطالبہ مالک سے نہین کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت وقیل یخیر جوہرۃ ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہی اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ غلام کو اختیار ہی چاہے جمعہ پڑھے چاہے ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اختیار دینے کو ذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہی یقیناً یعنی عورتون اور خنثیٰ مشکل پر جمعہ واجب نہین وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین اور پانچوین شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ ہونا ہی اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہین ذکر کیا ہی اُسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونون باتین جمعہ کے لیے خاص نہین بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہین ووجود بصر فتجب علی الاعور اور ساتوین شرط ہی موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ واجب ہی کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہی چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہین اگرچہ اُسکو پہونچانے والا میسر ہو وقدرتہ علی المشی جزم فی البحر بان سلامتہما شرط لکن فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علی مفلوج الرجل والمقطوعہا اور آٹھوین شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی کا ہی چلنے پر یقین کیا ہی بحر الرائق مین کہ درست ہونا ایک پانون کا نمازی کے لیے کافی ہی واجب ہونے مین لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہی کہ واجب نہین اُس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہو ہم شامی نے ابو سعود سے ان دونون روایتون مین تطبیق اسطرح نقل کی ہی کہ مراد بحر الرائق کی ایک پانون کی سلامتی سے یہ ہی کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہی کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ بجائے احدہما کے احدہا کہتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہی وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید وثلج ووحل ونحوہا اور نوین شرط فرضیت جمعہ کی محبوس نہونا ہی اور دسوین شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چور دزد وغیرہ سے اور گیارھوین شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکے مثل کا جیسے تند

کا جاڑہ یا آندھی ہو ماتن نے نظم الدر مین ہے کہ گیارہ بیان کیے اور ہینے جو چیز شرطین ذکر کیا تھا آٹھ مین جو شرطین مذکور تھین یعنے پانچ شرطین آخر کی ان گیارہ مین سے ہو جو صحت کے شرط ہیں کہ ایک شرط ہے جو وجوب ہے ایسی ہی دونون مین وفاقاً قد باقی ہذہ الشروط او بعضہا ان اختار العزیمۃ وصلاہا وہو مکلف بالغ عاقل وقعت فرضاً عن الوقت اللا ہو مثلہ وشرعا بالنقض دلی الہ اہو جب افضل الا المراۃ اور جس شخص مین یہ سب شرطین وجوب کی نہون یا بعض نہون اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض مین تاکہ اسکے حق مین جمعہ ظہر بعینہ نے واقع کی ہو وہ معذور ہے اور بحر الرائق مین ہے کہ جو سب عذر والون کے حق مین افضل ہے ظہر ہے مگر عورت کے لیے ظہر افضل ہے اسلیے کہ اسکی نماز گھر کے اندر افضل ہے ہم عزیمت حکم شرعی ہے مقابل رخصت کے یعنے رخصت تو وہ ہے کہ جو شارع کیطرف سے تخفیف ہوتی ہے اور عزیمت مین مشقت ہے تو چونکہ مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہے کہ گھر کے اندر ظہر پڑھے کا اور ظہر کے پڑھنے کا تو اسکے حق مین ظہر کا پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہی اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے لحاظ سے عزیمت تو جب اسنے مشقت گوارا کی کہ جمعہ کو ادا کیا ایسی اگر بادجود اسکے جمعہ کو صحیح نہ کہین اور اسپر ظہر لازم کرین تو اسپر دو مشقتین رکھی جائینگی اور اسکے حق مین جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی فی جعلہا اللا ماما قبہا امیر صالح اما لکثیر یا قریباً ہے لمسافر و عبد و مریض وتنعقد الجمعۃ بہم ایتہ بخطر بہم بالطریق الاولی لے اور ایا قامت امامت کی کیونکہ جمعہ مین وہ شخص کہ امام ہو سکے لائق ہو جمعہ مین بہی ہو اگر یہ امام ہو تو امامت اور غلام اور بیمار کا اور جمعہ منعقد ہو جاتا ہے جمعہ انکے حاضر ہونے سے بطریق اولے اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ ان لوگون کی امامت صحیح نہیں مگر انکے سوا اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلیے ماتن نے کہا کہ جمعہ ان سے ہو جاتا ہے کیونکہ جب امامت انہین لیاقت امام ہونیکی ہو تو لیاقت مقتدی ہونے کی بطریق اولے ہوگی کذا فی العنایۃ وحرم لمن لا عذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا اما بعدہا فلا یکرہ فان فعلہا بطل ظہر اور جو شخص کو کوئی عذر نہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر جمعہ کی مسجد مین شہر کے اندر لیکن جمعہ کے بعد ظہر کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی فتح القدیر شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر کا پڑھنا اسلیے حرام ہو کہ ظہر سبب ہوتا ہے واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہو تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بھی حرام ہے ہم شامی نے کہا فی البحر انہ یلزم ادا واقعا تحت قیدہ حالانکہ ظہر کا پڑھنا اسی روز کا ظہر حرام ہے تو اسکے پیشتر کا اسقدر کی تقیید سے یہ بات نکلی کہ اگر گانون مین قبل جمعہ ظہر پڑھ لیگا تو مکروہ نہوگا اور قیدی وغیرہ لکھنے سے یہ نکلا کہ ظہر کو قبل ادا جمعہ کے مکروہ کہا ہے اور ماتن نے حرام ادا ہے جو بحر الرائق سے کراہت ہی ثابت کی ہے فان فعلہا ثم توجہ سعی الیہا بطل الا الا اذا اوجد الامام بعدہا ای شرع فیہا بقدر السعی الیہا الا اذا لو خرج کما جاء او من ادرک الامام او لم یقیمہا صلاۃ لم تبطل صح الا صح فالا بطل الان یہ مقید بامکان ادراکہا الا انہ ینقض حین السعی ای ادرۃ والامام فیہا اولم یکن کما لحمد المسافۃ فالاصح انہ لا تبطل سراج لبطل ظہرہ ولا اتی الصلوۃ ولا الطہرین اقتدائہ بہ لم یصح اور کہا اولا بلا فرق بین معذور وغیرہ علے المذہب ایسی اگر غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنی جمعہ پڑھنے کو چلا اسطرح کہ [illegible] تو اسکا ظہر باطل ہو گا یعنے فرضیت باطل ہو گی نہ اصل نماز باطل ہو یا نفل ہو جائیگی اور نہ باطل ہو گا ظہر اس کا [illegible] معذور نہ کرے تک جو جمعہ مل ہوگی اور جمعہ کے لیے سعی نکلی ہو گی خواہ ظہر پڑھنے والا کسی سے ہو [illegible] اور غیر معذور کے نزدیک جیسا کہ شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا ہے بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا الی ذکر اللہ ہے اسلیے ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کی طرف سعی کی اسلیے لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلا یا اسوقت نکلا کہ امام کا فارغ ہو چکا اور اسکا نکلنا ایک ساتھ ہوا یا امام نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی رکھا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول یہی ہے کیونکہ ان صورتون مین اسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید ہے جمعہ کے پاسکنے کے ساتھ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نہ پایا تو صحیح تر یہی ہے کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج ہم شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے ملنے کی قید

شارح نے لگائی سو صحیح نہین اور سراج کے مسئلہ مین جو لا تبطل نقل کیا ہو اسمین لا غلط ہو کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہو کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہو گئی کہ جمعہ کو بنا یا ہو دوسری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا اور یہ قول انھیون کا ہو اور سراج مین کہا کہ یہی
صحیح ہو اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اسوقت کہ جمعہ اسکو ابھی تک فوت نہین ہوا انتہی اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہین تو چاہیے تھا کہ اسکا ظہر باطل نہوتا مگر سعی
کو اسنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم مین شامل ہو گیا و کرہ تحریما لمعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ و بعدہا
لتقلیل الجماعۃ و صورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہو معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہو جانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گاؤن والون کو جماعت
ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہ ہو کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائیگی لیکے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت جمعہ
کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہو یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہو تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہو کذا فی الطحطاوی و افاد ان المساجد
تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوا ے
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہین تو انکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی و کذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہو جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے و یستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام و کرہ ان لم یوخر ہو الصحیح اور مستحب ہی بیمار کو دیر کر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونیتک
جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہو اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہو و من ادرکہا فی تشہد او سجود سہو او تشہد علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد رح کما یتم
فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ ان لوگون کے قول کے بموجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک اولی یہ ہو کہ کثرت اژدہام
جمعہ وغیرہ مین سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سہو یا اسکے تشہد مین نہ ملیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ انکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کم ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق جیسا کہ فتح القدیر کے باب العید مین ہو یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ
سہو مین ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ لیکن سراج مین ہو کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانے والا نہوگا یعنی
تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہو یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے و ینوی جمعۃ لا ظہرا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداءہ اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پھر ظاہر یہ ہو کہ نہین فرق
ہو مسافر اور غیر مسافر مین کذا فی النہر بحثا ہم ظہیریہ مین ذکر کیا ہو کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین و اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ
ولا کلام الی تمامہا و ان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہو
کذا فی شرح المجمع تو اسوقت سے نہ کوئی نماز ہو نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم مقابل قول اصح کا
یہ ہو کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اسوقت کلام درست ہو اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہو کذا فی الطحطاوی خلا قضاء فائتۃ
لم یسقط الترتیب بینہا و بین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہین

٢ اسلیے کہ اجتماع نماز ... امام ... تشہد ... رکعت ... سے ... دو ... مین پایا ... سجدہ سہو ...

سوا قضا پڑھنے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان میں ترتیب ساقط نہو ئی ہو کہ اُس فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی السراج وغیرہ
بلکہ اُسکا پڑھنا واجب ہی بسبب ضرورت درست ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑھیگا تو اُسکا جمعہ صحیح نہوگا اسلئے اُسکے پڑھنے کا
مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نہ ہو تو قضا کا پڑھنا بھی خطبہ کے وقت مکروہ ہی دلوخرج وھو فی السنۃ اولی بہ فیا متہا یقرأ النفل بجمعہ قال الاصح یخفف
القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لیے نکلا اور نمازی سنتین پڑھتا ہی یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا تو ایسا نمازی وہ شخص سنتین اور نفل
جو کچھ پڑھتا ہی تمام کرے صحیح تر قول میں اور قرات چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب پڑھے اگرچہ کذا فی الظہیریہ وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا
اے فی الخطبۃ خلاصۃ وغیرہا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا اور رد سلام او امر بمعروف بل تجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید
فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فی خلاصۃ وغیرہا پس حرام ہو خطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کلام
کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہتا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سنے اور چپ رہے بدون فرق کے درمیان
نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح تر قول مین کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہی کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ
تسبیح کو مانع کے قول پر متفرع کرنے مین کلام ہی اسلئے کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سے تعلیم بھی چاہیے جیسا پہلے بیان ہوا
ولا یرد تحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب لحق آدمی وہو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالے ومبناہ علے المسامحۃ اور اعتراض نہین وارد ہوتا
ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہے یعنی اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئین کے پاس دیکھے مثلا اور خوف ہو کہ کنوئین میں گر جائیگا تو لازم ہی
کہ اُس شخص کو ہوشیار کردے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہی اور سکوت خطبہ کے وقت
اللہ تعالے کے حق کے لیے ہی اور بنا اُس حق کی درگذر پر ہی یعنی اللہ تعالے غنی ہی وہ اُس سے درگذر فرماتا ہی وکان ابو یوسف ینظر فی
کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اُسکو صحیح کیا کرتے علامہ شامی نے
کہا کہ یہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہی والاصح انہ لا باس بان یشیر برأسہ او یدہ عند رویۃ منکر
اور صحیح تر یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہین اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الاستماع
انہ یصلی علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہ ہی کہ درود پڑھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم
مبارک کے اپنے جی مین ہم یعنی آہستہ درود پڑھے کہ اپنا آپ سنے دوسرے کو آواز نہ جاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ درود دل مین
پڑھے کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام یعنی اور واجب نہین جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی
ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد
اسیطرح واجب ہی سننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقال لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا واذا
جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سے نکلے تو جبتک خطبہ شروع کرے
اسوقت تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ
اما غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہی
بالاتفاق وعلے ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا امام صاحب
کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک حم ترقیہ اُسکو کہتے ہین کہ منبر امام کے سامنے کھڑا ہو کر اول یہ آیت پڑھتا ہی (ان اللہ وملئکتہ یصلون)

علی النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہے کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہے تو تو نے لغو کیا
تو ہر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہے مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصرا واما ما یفعلہ المؤذنون حال
الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقا وتمامہ فی البحر اور یہ جو رضی اللہ عنہ اور مثل اسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہیں سو یہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہے جو موذنوں کا دستور بعض عرب کے شہروں میں ہے کہ جب امام نام خلفاء و اصحاب کا لیتا ہے تو وہ باآواز بلند رضی اللہ عنہ
کہتے ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہے تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہیں تو یہ حرکت انکی مکروہ ہے علماء دین نے کہا کہ بحر الرائق میں سوا اسکے کہ
جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچھ بیان نہیں والعجب من المرتضی ینہی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ قلت الا ان یحمل علی
قولہما فتنبہ اور تعجب ہے ترضیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہے امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہے چپ رہو خدا تعالیٰ تمپر
رحم کرے میں کہتا ہوں مگر یہ کہ اسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا یعنی جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اسکا مضمون اس بات
کو مقتضی ہے کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اسپر عمل نہ کرنا اور لوگوں کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہے ہاں اسکا امر صاحبین
کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترضیہ وغیرہ کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا منع کرنا نہیں ووجب
السعی الیہا وترک البیع ولو مع السعی وفی المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فی زمن عثمان رضی
اور واجب ہے جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول میں اگرچہ یہ اذان عہد مبارک
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رضی کے زمانہ میں ہوئی اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر بیع میں مشغول رہنا بڑا گناہ ہے اور بیع
سے مراد وہ امر ہے جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام میں مشغول رہیگا اور سعی نہ کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت میں بیع کرنا
اگر خارج مسجد ہو تو سراج میں کہا ہے کہ مکروہ نہیں چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد میں لا باس یہ لکھا ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ اذان اول کونسی
ہے تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہے جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہے اسلئے کہ با اعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی میں بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رضی کے زمانہ میں آدمی بہت ہو گئے
تو آپ نے زورا پر ایک اذان اور بڑھا دی اور صحیح تر قول یہ ہے کہ اذان اول وہی ہے جو وقت میں اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے
کذا فی الشامی وافاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما اور بحر الرائق میں حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے ہم اذان کے وقت بیع کو
صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہے حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہے کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق
میں افادہ کیا کذا فی الشامی ویؤذن ثانیا بین یدیہ ای الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد
ولا یجتمعون کما فی الجلالی والتمرتاشی وذکرہ القہستانی اذا جلس علی المنبر اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ
منبر پر بیٹھے یعنی خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے اذن سے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ
ہوں تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہیں سب ملکر نہ کہیں چنانچہ جلالی اور تمرتاشی میں ہے ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے ہم علماء دین نے کہا کہ یہ
افادہ اسوقت ہے کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑھیں اور جس صورت میں مجہول پڑھیں تو افادہ مذکور ظاہر نہ ہوگا فاذا اتم اقیمت وکرہ الفصل بامر الدنیا
ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاوے اور مکروہ ہے فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی امر دنیا کا ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم یعنی آخر خطبہ
کا متصل ہونا تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلئے لگائی کہ امر بالمعروف وغیرہ کا فاصلہ مکروہ نہیں اور جو وعظ خطبہ میں خطیب

منبر سے ایک سیڑھی اترتے ہیں پھر چڑھتے ہیں یہ بدعت شنیع ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منبر کا ہونا قبلہ کی بائیں
طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہے سورۂ اعلی اور غاشیہ کا پڑھنا لا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب لانہما کشئ واحد
مناسب نہیں ہے کہ سوا اس خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے اسلئے کہ خطبہ اور نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ شرط اور مشروط ہیں
اور مشروط بدون شرط کے پایا نہیں جاتا تو اسلئے دونوں کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی
بالغ جاز ہو المختار یعنی اگر ایسا کیا جاوے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اسطرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھا
دے تو درست ہے یہی مختار ہے مصنف نے لڑکے کی قید اسلئے لگادی کہ یہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور اذن سلطان کی قید خطبہ میں لگائی نہ نماز میں تاکہ معلوم ہو
کہ خطبہ میں اذن شرط ہے نہ نماز میں کذا فی الطحطاوی لا باس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ لکن عبارۃ
الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہیں ہے ڈر سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکل جائے شہر کی آبادی سے پہلے نکلنے وقت ظہر کے کذا فی الخانیۃ مگر
عبارت ظہیریہ اور اسکے سوا دوسری کتابوں کی بلفظ دخول ہے عوض خروج کے یعنی آبادی سے نکل جائے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے ہم سفر سے مراد
ایسی جگہ جانا جسکے باشندوں پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل
الزوال اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں کیونکہ زوال کے
پیشتر اسپر جمعہ واجب نہیں ہم اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کیلئے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جائے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا
فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا
او بعدہ لا تلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گاؤں کا رہنے والا
جب شہر میں جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں اُسنے اس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانے کی نیت کی جمعہ کے
وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں تو لازم نہوگا اور
شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہوگا ام شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف و سکون رائے نسبت
ہے قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے
دن شہر میں اس ارادہ سے کہ اس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جائیگا ویخطب
الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حمائل کرکے اس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہے اور اگر
تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہاں تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ
وہو متکئ علیہ حاوی قدسی میں ہے کہ جب مؤذن فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لیکر
اسپر سہارا کرے ام طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہے تحقیق بحرالرائق کے کیونکہ اسمیں تلوار کا حمائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ کی
کہ تلوار کو حمائل کرکے پھر اسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی قوس
او عصا اور خلاصہ میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر ام حلیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابوداؤد کی حدیث سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں سنت ہے تو
اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی فروع مسائل تحفہ شارح نے سمع النداء وہو یاکل ترکہ ان خاف فوت الجمعۃ

او لکثرۃ بلا جماعۃ ایک شخص نے اوّان سُنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہونے کا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہے جماعت کے ترک کرنے کا چنانچہ گذر ارشاد لی سعی پر یا تجمعۃ وحوائج ان معظم مقصودہ الجمعۃ نال ثواب السعی الیہا وہذا یعلم من شرک فی عبادۃ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اُسکا جمعہ کا پڑھنا ہو تو اُسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص عبادت مین شرک کرے یعنی دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملاوے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرے تو ثواب عبادت اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدہا بہتر ہو بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے ہم تاتارخانیہ مین لکھا ہو کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخون کا منڈوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہو تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا منڈوانا چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہو باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ ولم یؤذ احدا الا ان لا یجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے مگر یہ کہ اُسکو سواے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے یعنی لوگون پر سے پھاندنا ایک عمل ہو تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اورون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دبا دے کسی کے بدن پر پانون رکھدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اُسکے بھرنے کے لیے کسی کو اُس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہو بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہو گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنی خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو ہم مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہو کہ درست ہو یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اُسکو دینا درست ہو ورنہ مکروہ ہو کذا فی البزازیۃ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام الی ان یتم الصلوۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشایخ کما فی التاتارخانیۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُس وقت تک ہو کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہو اور ایک قول یہ ہو کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہو اور اس قول کی طرف گئے ہین مشایخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہو ہم صحیحین مین ہو کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہو کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھتے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہو اس ساعت مین اختلاف ہو کہ کونسی ہو اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰ رض سے مرفوعاً روایت کیا ہو تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل ہین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہو اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہو اسکو مالک اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہو اور غالباً مشایخ کی مراد یہی ساعت ہو جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہو کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشایخ اللیلۃ الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہو کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہو یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہو اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہو اور نماز دن کو ہوتی ہو وذکر فی احکامات الاشتباہ مما اختص بہ یومہا قراءۃ الکہف فیہ ومن ثم عطفہ علی قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقدوہم وفیہ یجتمع الارواح وتزار القبور ویأمن المیت من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہو

کہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہی ایک سورہ کہف کا پڑھنا ہی جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی معہ تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرأت کہف کا عطف اشباہ والے کے اس قول پر سمجھا ہی کہ مکروہ ہی تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اسکی رات کا جاگنا تو اُسنے غلطی کی یعنے اسلیے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن مین قبرون کی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اُس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جل شانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہی نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اُسکے لیے جماعت کا شرط ہونا اور سواے امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتون کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اُسکی شرط کے اور مسنون ہونا اُسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن منڈوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبودار بنانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور مسنون ہونا ہر کسی کا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اُسکے دن کا اور تنہا اُسکی رات مین جاگنے کا اور اُسمین سورہ کہف کا پڑھنا اور مکروہ ہونا نفل کا اُسکے ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے جو صحیح اور معتمد ہی اور ہفتہ کے دنون مین اُسکا بہتر ہونا اور اُسکا روز عید ہونا اور اُسمین دعا قبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اُس روز اکٹھا ہونا اور قبرون کی زیارت کرنی اور مردہ کا اُس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اُسکے دن یا رات مین مرجاے فتنہ قبر سے اُسکا بچا رہنا اور اُس روز دوزخ کا گرم نہ ہونا اور اُس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اُنکا جنت سے نکلنا اور جنت والون کو اُس روز دیدار اللہ تعالے کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا اور یہ سب امور مین اکثر باتین اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تھے مگر ایک جا جمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے اور اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کیوقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہی کہ دونون جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور قرأت دونون مین باواز بلند ہوتی ہی اور نماز عید اُسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہی اور سواے خطبہ کے اور شرطین بھی دونون یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اُسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی به لان للہ فیہ عوائد الاحسان ولعودہ بالسرور غالبا او تفاولا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اُسمین اللہ تعالے کے انعام بندون پر عائد یعنے مکرر ہوتے ہین اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جیسا عید آوے خوشی کے ساتھ آوے ہم لفظ عید اصل مین عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلیے عید کے دن کو عید کہنا یا اسلیے ہی کہ اللہ تعالے نے جو کھانے پینے سے رمضان مین منع کر دیا تھا عید کے باعث اُسکے انعام یعنے افطار نے بندون پر رجوع کیا یا اسلیے کہ غالبا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہی یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا و یستعمل فی کل یوم فیہ مسرۃ ولذا قیل ع عید و عید و عید صرن مجتمعہ ۔ وجہ الحبیب و یوم العید والجمعۃ ۔ اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اُس روز کے لیے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہوگئی ہین دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنے چونکہ یہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلیے شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوٰۃ احدہما وقیل الاولے صلوٰۃ الجمعۃ وقیل صلوٰۃ العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قدمہ جہت التمرتاشی فرا نہ حکاہ عن مذہب الغیر و بصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہی اور

بعض نے ذکر کیا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین قرتاشی سے مین کہتا ہون کہ مین نے قرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اُسنے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا اسی
اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن مین جمع ہوئے
تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونون مین سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونون قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیون کا مذہب نہین
اور دوسرے مذہب والون کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری مین ہم ابوداؤد نے
حضرت انس رض سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپنے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہین اُنھون نے عرض کیا کہ ہم انہین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اُنکے عوض تکو دو دن اُنسے بہتر
بدل دیے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونون عیدون کی صحیح تر قول مین اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی معہ اُن شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سوا خطبہ کے
کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے ہم اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونون قولون مین مخالفت نہین اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنی اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کر دیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ
اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانون مین مکروہ تحریمی ہی یعنی اسلیے کہ عید پڑھنا گانون مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلیے کہ صحت
عید کی شرط شہر ہی جو گانون مین مفقود ہی ہم یعنی گانون مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونون نمازین جمع ہو جاوین اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنی ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہی ہم واجب سے
مراد یہان وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر جیسا کہ جنازہ مین کذا فی الطحطاوی و
تقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کیا جاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتین سنت ہین اور مقدم کیا جاوے نماز عید نماز سورج گہن سے ہم یہ مسئلہ فرضی ہی ورنہ
سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہی لکن فی البحر قبل الاذان عن الحلبی
الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ اقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی ہے جنازہ کو موخر
کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے شاید اس وجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنی فرضون کے تابع ہین لکن فی اخر احکام
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرلے ہم یعنی جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہین ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ وتطیبہ
بالہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانون کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جسمین

خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہے اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ہم ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہے اور صحیح ہے کہ کل باتیں سنت ہیں اور
انکو مستحب اسلیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہے اور بولنا مستحب کا سنت پر اور اسکا عکس درست ہے کذا فی الشامی مختصرا وأداء فطرته عطف علی اکل ان
الکلام کلہ قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمۃ ثم خروجہ ماشیا الی الجبانۃ وہی المصلی العام اور مستحب ہے ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر جانا پیادہ پا
جبانہ کی طرف یعنی عیدگاہ کو جہاں سب نماز پڑھتے ہیں شارح نے کہا ادا ہے فطرۃ کا عطف اکل پر درست ہے اسلیے کہ تمام گفتگو روانگی عید سے پیشتر کی
باتون میں ہے اور اسی وجہ سے ماتن لفظ ثم یا ہر جانے کے پیشتر لایا تاکہ سب اشیا گذشتہ سے عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا
اسکی تقریر یہ ہے کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزون پر کیسے ہوسکتا ہے وہ تو واجب ہے شارح نے جواب دیا کہ یہان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون میں ہے
تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہے گو مطلق ادا کرنا واجب ہے کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجہ والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوۃ العید
سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور واجب مطلق جانا ہے اور نکلنا جانب عیدگاہ کی نماز کے لیے سنت ہے اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی
گنجائش رکھتی ہو یہی صحیح ہے ہم یہ بھی جواب ہے سوال کا یعنی نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہے ماتن سنت کیسے کہتا ہے شارح نے جواب دیا کہ مطلق
باہر نکلنا واجب ہے اور گذشتہ کے لیے نکلنا یا پیادہ پا نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ سنت ہے کذا فی الشامی و لا بأس باخراج منبر
الیہا لکن فی الخلاصۃ لا بأس ببنائہ دون اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانے کا عیدگاہ میں لیکن خلاصہ میں ہے کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانے کا
عیدگاہ میں نہ اسکے باہر لیجانے کا یعنی منبر عیدگاہ میں لیجانا نہ چاہیے ہم خلاصہ اور ظہیریہ میں کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہے عیدگاہ میں منبر بنانے کا بعض نے
نے کہا کہ مکروہ ہے اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے جو لفظ لا بأس سے سمجھا جاتا ہے اور
خلاصہ میں خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں منبر کا بنوانا عیدگاہ میں بہتر ہے کذا فی الشامی و لا بأس بالعود راکبا وندب کونہ من طریق آخر اور
مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے میں سوار ہو کر اور مستحب ہے کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو یہ سبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہے ظاہر کرنا خوشی کا
اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالی ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اس طرح کی مبارکبادی
جائز ہے ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے میں امام ابو حنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا اگرچہ صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہ رضی سے
اسکے کرنے میں روایت کیے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عیدین کے ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ
نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان میں رائج ہے وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہے و لا یکبر فی طریقہا
و لا یتنفل قبلہا مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا قررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فی النہر و رجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کی راستہ میں
اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونون سے علاقہ رکھتی ہے یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ
غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ میں پڑھے نہ گھر پر ایسا تقریر کیا ہے اسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے
لیکن اعتراض کیا ہے اس پر نہر الفائق میں اور ترجیح دی ہے قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ہم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح
منقول ہے ایک قول یہ ہے کہ راہ میں تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے اور
صاحب بحر الرائق نے اسکی تبعیت کی ہے اور اسی قول کو مصنف نے لیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ خلاف تکبیر کی صفت میں ہے یعنی امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور
صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب میں اسیطرح نقل کیا ہے صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض

لفظ صاحبین کی کہ ساتھ ... بعد کے مکروہ ہے کیونکہ صحابہ سے ثابت نہین اور رافضیون کی سنت ہے ۱۲

سلہ کوئی نہین کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہی برہان مین شیخ قاسم سے یہ لکھا ہی کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہو صحیح یہ ہی کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہین کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقال الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالےٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہدٰکم ووجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علیٰ مورد الشرع انتہٰی زیادہ کیا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحی کے اور جہر ایک روایت ہی امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الٰہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالےٰ کی اسپر کہ تمکو اُسنے ہدایت کی یعنے اس آیت مین اُس روزہ کی گنتی کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہی کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر ہم بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہی بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا پڑھنا ثابت نہین ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدہا فی البیت جاز بل یندب التنفل بار بع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی چار رکعتین نفل پڑھنا گھر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہی وہٰذا للخواص امّا العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہی یعنے جو کسل عبادت مین نہ کرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے اُنکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نکرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنے اس وجہ سے منع نکیا جاوے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہی تو پھر خیرات سے گو نہین پھرتے مرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوٰۃ رغائب و براءۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہی اور اسی طرح نہ منع کیا جاوے عوام کو صلوٰۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوٰۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اسپر اعتماد نہین ہو سکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نمازون کی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہی اور احکام فقہ کنام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی سلہ لان علیا رضی اللہ عنہ رأی رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالےٰ ارأیت الذی ینہٰی عبدا اذا صلّٰی اسلیے کہ حضرت علی رض نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ ای امیر المؤمنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہی کہ کہین وعید مین نہ داخل ہو جاؤن اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہی کیا دیکھا تو نے اُسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہی اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے ہی زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط لیجئے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنے تین گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فی السراج قدمناہ فی الاستنثناء عشر پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین

اگر یہ روایت خلاف ہو جیسا کہ اوپر کتاب العید مین اور سامانی و تفہیم مین روایت کی ہی کہ ایک شخص نے بعد عید کے نماز عید کے بعد نفل پڑھے کو ارادہ کیا حضرت علی نے اُسکو منع نہ فرمایا کہ حق کیا کہ یا امیر المؤمنین منع کیا ہوتا کہ اللہ نے تنبیہ عذاب کی ہی نزدیک حضرت علی نے فرمایا

عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہوجاتا ہے ایسا نہ کرو یہ سراج میں ہے اور ہم نے اسکو پیشتر بیان کیا ہے بارہ مسائل اختلافی میں یعنے خلیفہ کرنے کے باب میں ہم فاسد ہوجانے سے یہ غرض ہے کہ وصف فاسد ہوجائیگا اور نماز نفل ہوجائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بہم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگوں کو امام دو رکعتیں دعا سبحانک اللہم زائد تکبیروں سے پیشتر پڑھکر اور زائد تکبیریں تین تین ہیں ہر رکعت میں اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اسکی متابعت کرے سولہ تکبیروں تک کیونکہ یہ تعداد بھی حدیث میں منقول ہے مگر یہ کہ سنے مکبروں سے تو کل تکبیریں کہے ہم یعنے اول نیت کرکے دعا پڑھے پھر تکبیریں کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قراءت کے ہے اور امام تین سے زائد تکبیریں کہے تو دونوں رکعتوں کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر تکبیر کی آواز یہ کہتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید تکبیر نے غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کے لیے ایک شخص سوا امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القراءتین ولیقرا کالجمعۃ اور مستحب ہے کہ دونوں قراءت کو پاس پاس کرے اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنے سورۂ اعلیٰ اور غاشیہ تمام قرأتوں سے پاس پاس کرنے سے یہ غرض ہے کہ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں بعد قراءت کے کہے تاکہ دونوں رکعتوں کی قراءت میں فاصلہ تکبیروں کا نہو پھر اگر پہلی رکعت میں بھول کر قراءت شروع کردے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہے تو زائد تکبیریں کہے اور قراءت پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برای نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام میں پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہے یعنی وہ اپنی نماز میں تابع امام کا نہیں تو تکبیریں کہکر شامل ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعۃ یقرا اولا ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت ہوچکی ہو تو جب اسکو ادا کرے اول قراءت پڑھے پھر تکبیر کہے تاکہ تکبیریں پاس پاس نہو جائیں یعنے دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قراءت کے تکبیر کہی تو اگر اپنی رکعت میں اول تکبیریں کہیگا تو تکبیریں پاس پاس ہو جائینگی اور یہ امر صحابہ سے منقول نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولی ہے ہم اور بحر الرائق میں کہا کہ لازم ہے کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کہوں گا تو امام رکوع سے سر اٹھالیگا تو اسوقت رکوع میں کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد نہر جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع میں اور نہ عود کرے قیام کی طرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت میں پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ہم علی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اسلیے کہ انتہا یہ ہے کہ اس صورت میں ترک فرض ہوا اسکے لیے اور وہ محل صحت نماز کا نہیں ویرفع یدیہ فی الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ فی محلہ اور اٹھاوے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاکے زائد تکبیروں میں اگرچہ اسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیریں رکوع کی حالت میں کہے تو ہاتھ نہ اٹھاوے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ پکڑنا دونوں زانو کا سنت ہے اپنے محل میں اور رفع یدین بھی سنت ہے مگر اسکا یہ محل نہیں تو جسکا محل ہے اسی کا اختیار کرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات ہذا یختلف بکثرۃ الزحام وقلتہ اور نہیں ہے عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام میں مسنون ہے جسمیں کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیروں میں مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور اسکی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہوجاوے کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین

سنۃ فلو خطب قبلہا صح واساء لترک السنۃ وما یسن فی الجمعۃ ویکرہ یسن فیہا ویکرہ والخطبۃ یعنی عید کی نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اور وہ دونوں سنت ہیں پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ میں مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید میں مسنون اور مکروہ ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ دو باتوں
کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید میں مسنون ہے اور جمعہ میں نہیں دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ میں مسنون ہے اور عید میں نہیں والخطب ثمان بل عشر
یبدأ بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن کذلک ولم اره اور خطبے آٹھ ہیں بلکہ دس ان میں سے تین
کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باراں کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو یعنے
الحمد للہ سے شروع ہو اور میں نے اسکا حکم صریح نہیں دیکھا مگر شامی نے کہا کہ طلب باراں میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف میں بموجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبے بیان کیے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین او ثلث خطب الحج الا التی بمکۃ وعرفۃ یبدأ فیہا بالتکبیر ثم بالتلبیۃ
ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبوں کو دونوں عید کے خطبوں کو اور حج کے تین خطبوں کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور عرفہ
میں ہو اسمیں اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانۃ ابو اللیث میں اپنے جو خطبہ منے میں گیارھویں تاریخ کو ہوتا ہے اس میں ابتدا لبیک سے
کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تتری ای متتابعات والثانیۃ بسبع ہو السنۃ وان یکبر قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عید میں اذان نہیں اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہیں کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقۃ الفطر لیؤدیہا من لم یؤدہا وینبغی تعلیمہم فی
الجمعۃ التی قبلہا لیخرجوہا فی محلہا ولم اره اور تعلیم کرے لوگوں کو عید کے خطبے میں صدقہ فطر کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
کہ لوگوں کو عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتا دے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیا کریں اور میں نے اس بات کو کہیں صریح نہیں دیکھا مگر شامی نے کہا
شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر میں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑھتے اور اسمیں صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وبہذا الحکم اتضح الیان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ میں اسکی تعلیم کرے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لیے
مشروع ہوا ہے ولا یصلیہا وحدہ ان فاتتہ مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تمام البحر وفیہا یلغز ای رجل افسد صلوۃ واجبۃ علیہ و
لا قضاء علیہ اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول میں جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم میں اور اسی مسئلہ میں پہیلیان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے کذا فی الطحطاوی
ولو امکنہ الذہاب الی امام آخر فعل لانہا تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے پاس
تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر میں چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
تو چار رکعتیں پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتیں عید کی قضا نہیں بلکہ چاشت کی ہیں اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیریں زائد نہیں نہ کہے جیسے عیدین
میں کہا کرتے ہیں کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتہا من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیۃ
وحکی القہستانی قولین اور تاخیر کیجائے نماز عید کی کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آیندہ تینوں سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جاسکے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

روز تک تاخیر درست ہو نہ اسکے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہو اور دوسرے دن نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ مین مذکور ہوگا
اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہین ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہی روایتون کا کذا فی الطحطاوی سے
واحکامہا احکام الاضحیٰ لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ ای بالعذر بدونہا فالعذر ہنا لنفی الکراہۃ وفی الفطر
للصحۃ اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنی وقت اور صفت اور شرطین دونون یکسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے
دن تک یعنی بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہی اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہی تو عذر عید قربان مین کراہت
کے دور کرنے کو مشروع ہوا ہی اور عید فطر مین نماز کی صحت کے لیے شرط ہی یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہین ویکبر جہرا اتفاقا فی
الطریق قیل وفی المصلی وعلیہ عمل الناس الیوم لا فی البیت اور تکبیر بلند آواز سے بالاتفاق راستہ مین اور ایک قول یہ ہی کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر
جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہی لوگون کا آج یعنی عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہ ہی کہ عیدگاہ مین تکبیر کہے جب تک امام نماز پڑھ چکے
اور بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہنا تکبیر کہنے کے گھر کے اندر یعنی مسنون و مستحب نہین ہی ذکر کیا ہی بحر الرائق مین جو مکروہ کہا ہی تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہین ہوتی
کذا فی الطحطاوی وندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ ای تحریما اور مستحب ہی کھانا نہ کھانا کا نماز عید سے پہلے اگرچہ قربانی نکرے
صحیح تر قول مین اور اگر کھا لیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا ہم نے جو تحریمی اسواسطے کہا کہ کھانا منع ہوتا ہی اسکے نماز کے بعد تک رکھنا چاہیے کیونکہ یہ امر ثابت ہی
اخبار متواترہ سے کہ عید قربان کی صبح کو لوگون کو کھانا کھانے سے اور بچون کو دودھ پینے سے روکتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریمی کی قید شارح
نے لگائی تو اسکی مقتضی یہ کہ شاید کھانے مین کراہت تنزیہی ہو حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ بدائع مین کہا ہی کہ اگر چاہے کھا لے اور چاہے نہ کھاوے مگر مستحب یہ
کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھاوے تاکہ قربانی مین سے کھاوے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فی الخطبۃ اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر
ایام تشریق کی خطبہ مین ہم اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ مین ڈالنے کے ہین چونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت
بہت سکھایا جاتا ہی اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہی اسلیے عرفہ سے
پیشتر کے جمعہ مین اسکے احکام بیان کرنے مناسب ہین والوقوف الناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبیہا بالواقفین لیس بشئ ہو نکرۃ فی موضع النفی
فتعم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فہو لاباحۃ وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ
بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ کے روز سوائے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات مین ٹھہرنے والون کے کوئی عبادت نہین
شارح نے کہا کہ شیٔ نکرہ ہی نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہ ٹھہرانا نہ فرض ہی نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا
مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ وقوف مستحب ہی ایسا ذکر کیا ہی ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہی کہ اگر لوگ جمع ہون اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لیے
بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہی بلا کراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون مین یا شہر کے باہر کسی مکان مین جمع
ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہی ہان اگر مثل روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ نہین اور فتح القدیر
مین کہا کہ اولی یہ ہی کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا نہو اور در بحار مین اسکو مکروہ
لکھا ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہی کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہی اور نہر الفائق مین ہی کہ عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو ترجیح ہی اور دوسرے
اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی اور واجب ہی تکبیر تشریق صحیح تر قول
مین ایکبار بسبب اسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہی اسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہ ہی کہ تکبیر سنت ہی اور تکبیر کا

اس آیت مین ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ
کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسمٰعیل کا لا
اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کردین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا
اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسمٰعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنیکی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس ان الاصح ان
ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسمٰعیل کے معنی عربی مین مطیع اللہ
ہین یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالی کا اور اسمین اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ
ابو اللیث نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ
باسحق اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور ہین حضرت اسحق جدا ہوئے اور حدیث مین وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنے مین بیٹا ہون دو ذبیحون کا ایک تو
آپ کے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہین
کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادّی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ
لا العبید فی الاصح جوہرہ واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جاوے جماعت مستحبہ سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنے اگر فاصلہ
ہوجائیگا ایسا کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہوجائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام تکبیر کی
کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نہ کرے دوسرے یا تیسرے روز کرے کہ وقت اسکا
باقی ہے اور جماعت مستحبہ کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین ہے صحیح تر قول مین تو انکے بعد تکبیر
واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ہے فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنے جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین
اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر
مین پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جیسے کہ من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہو سکتی ہین اول یہ کہ غیر
ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام
تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انھین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت مین واجب ہے نہ اور دون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ
وآخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی
واجب ہے تو یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امراۃ بالتبعیۃ لکن المراۃ
تخافت وتجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر
یا مقتدی عورت پر ہے بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنے اورون کو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول مین سنت ہے کذا فی الشامی
اور واجب ہے اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امراۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر
ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بعد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا
اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگون پر نماز فرض ہے انپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچوین دن کی

عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھویں تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازیں ہوئیں جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر
اعتماد اور عمل ہی اور اسی پر فتوے ہی سب شہروں اور کل زمانوں میں یعنی اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولا بأس بہ عقب العید
لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم وعلیہ البلخیون اور کچھ مضائقہ نہیں تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں تو ضرور ہی انکی
پیروی کرنی اور اسی پر ہیں بلخ کے علماء کہ لا بأس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق میں بیان کیا ہی تو یہاں بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہی
اسلیے لاما کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض بیان معنی اصطلاحی نہیں بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے ایسا
معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہیں ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاویں عوام
تکبیر کہنے سے بازاروں میں عشرہ ذی الحجہ میں اور اسی کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر میں اتنا کہتے کہ بحر الرائق
میں اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہو وباقی المرکز یہ ہو پا واں ترکہ الامام لاداۂ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف رح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر
فکبرہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے اگرچہ امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت
معتبر نہیں تاکہ امام کے بھولنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا
بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگوں کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرے
یہ کہ تعلیم استاد کی اسکے امر کی بجا آوری میں ہی چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسرے یہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی خوبی
اور فضیلت معلوم ہو تو لوگوں کے سامنے اسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اسکی توقیر کریں چوتھے یہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اسکی حرمت فراموش نہ کرے
کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے
لیکن پیچھے ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رہ گئی ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے
موقع پر نہیں ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیوں کے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السہو
لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لو محرما لعدمہما خلاصۃ اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت تحریمہ
نماز میں یعنی سجدہ سہو اسیوقت میں واجب ہی کہ اسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسی لیے سجدہ سہو میں اقتدا امام کا درست ہی پھر تکبیر کہے بسبب
واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت میں یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور
حرمت میں کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدأ بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ میں ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور
تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگوں کے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہی تو اس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہی اور نہ
اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونوں ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر میں مناسبتہا من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار
ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونوں کی نمازیں جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہیں اور تضاد
سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہیں ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ و خوف کا تو عید اکثر امن و سرور کا وقت ہی اور گہن خوف و اندوہ کا یا یہ کہ جماعت
عید میں شرط ہی اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکاف والخاء للشمس والقمر پھر اکثر فقہا کہتے ہیں کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہے اور خسوف خ سے چاند گہن ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن مین برابر ہے مگر جوہری نے افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا) یعنے ہم نشانیان نہین بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجالاوین اور اسکی طرف رجوع کرین اور رب کی طرف رجوع سب سے زیادہ نماز کی حالت مین ہے اور بخاری کی حدیث مین ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہین گہنتے بلکہ یہ دونون گہن خدا تعالیٰ کی نشانیان ہین جب تم انکو دیکھو تو فکر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی (وسے یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وفی السراج لابد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ورده فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع مجتبی) نماز پڑھاوے لوگون کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنے سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتین شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنے مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہین اور سراج مین جو یہ ہے کہ نماز کسوف مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے سوا خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہے یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کر دی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہین اور ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبی (وصفتہا کالنفل اے برکوع واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ) اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا اور وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے ہم ایک رکوع کی قید اسلیے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے پڑھتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلا عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ پڑھین اور عدم جہر کی قید اسلیے کی کہ صاحبین اس نماز مین جہر کرنے کو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات کے دن ہوا اور اُسمین آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے انکا وہم دور فرمائین کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی (وینادی الصلوٰۃ جامعۃ لیجتمعوا) اور پکار دیا جاوے بلفظ الصلوٰۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاوین ہم کہتے ہین بجاے اذان ان لفظون سے اعلام کر دینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہے اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ بمعنی انشا ہے (ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدہا جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلہا) اور طول دے اس نماز مین رکوع اور سجدہ اور قراءت اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگون کی طرف منہ کر کے اور سب لوگ آمین کہین اور دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جاوے ہم قراءت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورۂ بقرہ اور دوسری مین آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہون تو انکے برابر دوسری سورتین پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا ہو جاے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قراءت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا اس سے یہ غرض کہ اگر اُسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگون کی طرف منہ کر کے اچھا ہے اور کھڑے ہونے مین اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے تو بہتر ہے اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر (وان لم یحضر الامام للجمعۃ صلی الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر) اور اگر امام جمعہ حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہے وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھرون مین نماز پڑھین واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع مین بغیر امام ہونیکا جھگڑا ہوا کرتا ہے اسلیے گھرون پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہے مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھرون پر پڑھین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اُسوقت جمع ہونا لوگون کا خالی حرج سے نہین ہم ظاہر یہ ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑھ لین اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

جماعت سے پڑھاوے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدۃ مطلقا والظلمۃ القویۃ نہارا والضوء القوی لیلا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل
والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء والعکس کما فی الاشباہ اور جیسے نماز پڑھیں تنہا وقت سخت آندھی کے
مطلقا یعنے دن کو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانے کے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے
اور مثل اسکے خوفناک حوادث کے وقت مثلا زلزلوں اور کڑک بجلیوں کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریوں کی کثرت کے
وقت اور اسی میں داخل ہی دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہی اس سے مراد بدعت حسنہ ہی اور جو
طاعون ہو وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہیں یعنے یہ نہیں کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ میں ہی ہم طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہی پہلے
وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینہ اور برف میں دوام کی قید اسلیے لگائی کہ انکا دوام بلا ہی نہ رحمت وسمّاھا فی صلوٰۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار
وجوبہا وصلوٰۃ الخسوف حسنۃ وکذا الظلمۃ ونحوہا یعنی کہ کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار میں اختیار کیا ہی اسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز
حسن ہی یعنے اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہی کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی تاریکی اندھی وغیرہ کی اوقات میں حسن ہی اور نماز کسوف کے واجب
ہونے کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث میں سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر
میں کہا کہ امر اس حدیث میں استحباب کے لیے ہی کذا فی الطحطاوی وسنذکرہ فی صلوٰۃ الاستسقاء بابا الاخر واللہ تعالیٰ اعلم اور
فتح القدیر میں ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقا کے مسنون ہونے میں تو ہی اپنے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالیٰ اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہی طلب باران کے ذکر میں ہم مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہی کہ دونوں میں اجتماع لوگوں کا ہوتا ہی پھر استسقا کے معنی لغت میں دوسرے سے
پانی دینے کی درخواست ہی اور شریعت میں خشک سالی کے وقت خدا تعالیٰ سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہیں ایک خاص صورت پر اور دعا ایسے مقام
مشروع ہی جہان جھیلیں اور نہریں کھیتوں کے سینچنے اور چوپایوں کے پانی پلانے کو نہوں یا ہوں مگر کافی نہوں اور اگر کافی ہوں تو دعا کے لیے باہر نجاوے
کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہوں سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہی
مینہ کے برسنے کا یعنے امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کرکے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائیں اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے
(اللّٰہم اسقنا غیثا مغیثا ہنیئا مریئا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما) اور جو الفاظ اسکے مانند ہوں اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر
بھی اور استغفار سبب ہی مینہ برسنے کا یعنے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا (فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا) یعنے مغفرت
چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا بھیجیگا مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت میں استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی
بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہی بدون جماعت مسنون کے
بلکہ جماعت جائز ہی نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاوے مثل عید کے یعنے امام دوگانہ نماز جہر سے
بدون اذان اور تکبیر کے پڑھاوے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد امام
اسمین خلاف ہی یعنے امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیریں بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہی کہ تکبیریں نہ کہے کذا فی الشامی
[illegible] اور دعا ہی بدون چادر پلٹنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنے امام کے نزدیک اور دعاؤں کی طرح اس دعا میں بھی چادر [illegible]
کے نزدیک چادر پلٹے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹے اس طرح کہ داہنی طرف بائیں آجاوے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جاوے اسلیے کہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی و بالصحو دهی وان کان الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب
استدراجاً واما قوله تعالى وما دعاء الكافرين الا في ضلال ففي الآخرة شرح مجمع اور دعا ہے بدون ساتھ ہونے کافر ہی کے اگرچہ قول راجح یہ ہے کہ دعا کافر
کبھی قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہیں ہے دعا کافروں کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہے کذا فی شرح مجمع اس امر میں اختلاف ہے
کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اس وجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے نہیں
مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالی کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب
میں بڑا کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتوے اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے خصوصاً جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے
اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہے اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والوں کا ذکر ہے کہ جب فرشتوں سے کہینگے کہ اللہ تعالی سے دعا
مانگو کہ ہم پر ایک دن عذاب ہلکا کرے تو وہ کہینگے کہ تمہارے پاس کیا پیغمبر بینات نہ لاے تھے وہ کہینگے کیوں نہیں فرشتے کہینگے کہ تو تم دعا مانگو اور
نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز نفی مشروعیة للمنفرد وقول التحفة وغیرہا ظاہر الروایة لا صلوة اسے بہ اعتبار
اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھیں تو درست ہے کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہے اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقا میں نماز نہیں اسکے یہ معنی
کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ویخرجون ثلثة ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثة ایام قبل الخروج وبالتوبة
ثم یخرج بہم فی الرابع مشاة فی ثیاب غسیلة او مرقعة متذللین متواضعین خاشعین ناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائیں دعا کے لیے تین روز
برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہیں ہوا اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا اور
گناہوں سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا ہوں دھوے ہوے کپڑے پہنے پرانے یا پیوند لگے ذلیلوں
کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہوں امام جنگل میں جانے کا حکم ان لوگوں کو ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس
کے باشندے نہوں کہ انکے لیے حکم وہاں کی افضل مساجد میں جانے کا ہے اور توبہ خالص سے یہ غرض ہے کہ حقوق حقداروں کے بھی ادا کر دیں کہ توبہ میں یہ
شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقة فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبة ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیں
اور سر نو توبہ کریں اور مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کریں اور ضعیفوں اور بوڑھوں اور بڑھیوں اور لڑکوں کے ذریعہ سے مینہ کی دعا کریں اور بچوں کو
انکی ماؤں سے علیحدہ کریں ہم ان لوگوں کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کر دیں تاکہ وہ دعا مانگیں اور جوان آمین کہیں کہ انکی دعا جلد مقبول
ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمہارے ضعیفوں کی بدولت ہی ملتی ہے اور بچوں کو ماں سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ہے
کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگوں کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش میں آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج
الدواب اور مستحب ہے باہر نکالنا جانوروں کا اسلیے کہ کبھی مینہ انھیں کے سبب سے عنایت ہوتا ہے چنانچہ احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
لوگوں کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھائے ہے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت
سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولی خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہے نکلنا امام کا لوگوں کے ساتھ اور اگر لوگ نکلیں
امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہے ویجتمعون فی المسجد بمکة وبیت المقدس ولم یذکر المدینة کانہ لضیقہ اور
جمع ہوویں مسجد الحرام میں مکہ معظمہ میں اور بیت المقدس میں اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہاں کے لوگ مسجد شریف میں جمع ہوں شاید

اس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نہ کیا ہو گا ہم شامی نے کہا کہ یہ وجہ کافی نہیں اسلیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلوں سے زیادہ نہیں کہ انکی گنجایش نہ ہو جائے اور باشندوں کی خواہش ضرور ہے کہ دعا باران مسجد مبارک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جائے جیسا کہ ہر حادثہ کے لیے دعا آپ کے مشاہدہ میں کی جاتی ہے اور چوپایون کو ان مساجد کے دروازون پر کھڑا کیا جائے وان دام المطر حتی اضر فلا بأس بالدعاء بحبسہ وصرفہ حیث ینفع اور اگر مینھ کی جھڑی لگ جائے کہ نقصان کرے تو مضایقہ نہیں دعا کرنے کا اسکے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہان مفید ہو ہم کہتے ہیں دعا کرے کہ الٰہی اب جہان مینھ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اسکو ہٹا لے وان سقوا قبل خروجہم تربصوا ان یخرجوا شکرا للہ تعالیٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگون کو مینھ حاصل ہوا تو مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیے باہر نکلیں اسیطرح بعد نکلنے کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکر یہ ہے کہ باہر نکل کر دعا کریں تا کہ مینھ خالص رحمت ہو کذا فی الشامی باختصار

باب صلوٰۃ الخوف

یہ باب ہے نماز خوف کے بیان میں ہم اسکی مناسبت نماز استسقا سے یہ ہے کہ دونون خوف کے وقت ہوتے ہیں من اضافۃ الشئ لشرطہ اضافت صلوٰۃ کی خوف کی طرف چیز کی اضافت ہے شرط کی طرف یعنی خوف شرط ہے اس نماز کی ہم بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اضافت سبب کی ہے طرف سبب کے شامی نے کہا کہ یہ قول پر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہے تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کی طرف ہے اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کی طرف ہے ہی جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ خلافا للثانی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا على ظنہ فبان خلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہما وحان خروج الوقت کما فی مجمع الانہر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رأیتہ فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب یہ نماز خوف کی جائز ہے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک جائز نہیں اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اسکا ادا کرنا جائز نہ ہو گا اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہ رض نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہے اسلیے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقینا یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اسکے مثل اور چیزون کے مثلا آتش زدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقینا کی قید میں نے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کر کے پڑھینگے پھر اسکے خلاف ظاہر ہو گا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھیں اور درست ہے یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے اور یہ قید میں نے اورون کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر میں نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہیں مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کر کے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہے کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی بالاخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعیدین وفی غیرہ رکعتین وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلی بہم ما بقی وسلم وحدہ وذہبت الیہ وجاءت الطائفۃ الاولی واتموا صلوتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخری واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون لوگون کے امام ایک ٹولی مثلا دشمن کے مقابل اسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھا دے دوسری ٹولی کو مثلا فجر کو ایک رکعت دو رکعت والی نمازون میں اور اسی میں داخل ہے جمعہ اور عید اور دو رکعتیں پڑھا دے غیر ثنائی میں بطور وجوب کے یعنی اگر ایک پڑھا دیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاوے

یہ پہلی ٹولی دشمن کے سامنے یعنی یہ دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت میں اور بعد التحیات کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں اور وہ سے ٹولی پس
انکو امام پڑھاوے باقی نماز یعنے جتنی نماز اُسکو باقی ہو وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ ٹولی دشمن کے سامنے جا
براہ استحباب یعنی اگر یہ جائیں اور اُسی جگہ بقیہ نماز تمام کر لیں تو درست ہی اور آوے پہلی ٹولی اور اپنی نماز پوری کریں بدون قراءت کے اسلیے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق
کا حکم مقتدی کا سا ہی اور سلام پھیریں پھر وہ ٹولی آوے اور اپنی باقیہ نماز پوری کریں بدون قراءت کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق او منفرد کا ایک
حال ہی ام صلوۃ خوف کی کیفیت میں علما کا اختلاف ہی او یہ تفریق میں ہی کہ جائز ہی یہ کیفیت سے ہی مگر اختلاف اسمیں ہی کہ بہتر کونسی ہی اور قرآن مجید میں جو کیفیت مذکور
اُس سے زیادہ قریب یہ صورت ہی جو ماتن نے ذکر کی اور دو رکعتوں کی نماز میں سفر کی نماز بھی داخل ہی او جیسا کہ قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف
صرف فرضوں ہی میں منحصر نہیں واجب میں بھی ہوتی ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز میں کچھ فرق نہوگا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا او دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہی اگر سوار ہو کر جائینگے تو نماز باطل ہو جائیگی
وہذا ان تنازعوا فی الصلوۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلی بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اس صورت میں ہی کہ مقتدی ایک ہی امام کے
پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا کریں ورنہ افضل یہ ہی کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ام یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہوے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے پہلے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھا دے اور
اگر وقت اتنا ہو تو یہی صورت ہی جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی (وان اشتد خوفہم وعجزوا عن النزول) صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء بالایماء الی ای جہۃ قدروا للضرورۃ اور اگر زیادہ ہو خوف لوگوں کو اور عاجز ہوں اترنے سے تو نماز پڑھیں حالت سواری میں تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کریں جس طرف کو اُنسے ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا کہ اگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اُسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے (فسدت بمشی لغیر اصطفاف وسبق حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ سہم) اور یہ نماز فاسد ہو جائیگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ لیے وضو ہو جانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت و خون کرنے سے نہ تھوڑا اٹھنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہی اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہیں اُنسے فاسد ہو جائیگی ام طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ
جو کوئی اُسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہیں پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ارسال اعضائہ ساعۃ صلی بالایماء والا لا تصح کصلوۃ الماشی
والسائف وہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا میں اگر اُسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کر دے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی
جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
فتصح صلوتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اسکی نماز درست ہی سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اسکی نماز درست نہیں اسلیے کہ اُسکو کچھ خوف نہیں (شرعوا ثم ذہب العدو لم یجز انحرافہم وبعکسہ جاز) لوگوں نے نماز
خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ہٹنا درست نہیں یعنے ہر ٹولی جہاں کی تہاں نماز پڑھے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہی
یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اس صورت میں اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی (لا تشرع صلوۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ) او مشروع نہیں نماز خوف اس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گنہگار ہو چنانچہ ظہیریہ میں ہی اور اس بنا پر نماز خوف باغیوں سے درست نہوگی ام یعنے جس شخص

کا نفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لیے سفر کرنا تو اسکی صلوۃ خوف جائز نہیں کذا فی الشامی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلاہا فے اربع ذات الرقاع و بطن نخل و عسفان و ذی قرد ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اوّل غزوہ ذات الرقاع مین دوم بطن نخل مین سوم غزوہ عسفان مین چہارم غزوہ ذی قرد مین ہم ذات الرقاع کے معنی پیوندون والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا کہ حضرت ابو موسی اشعری سے بخاری مین روایت ہی کہ اس غزوہ مین ہمارے پانون زخمی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پانون پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری مین غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہی اور عسفان بروزن عثمان مکہ سے دو منزل پر ایک مقام ہی اور ذو قرد بفتح قاف و دال مہملہ ایک مقام ہی مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہ غزوہ سنہ ۶ ہجری مین ہوا طحطاوی سے نقل کیا کہ ارادالفلاح مین عادی سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شامی چار مقام لکھتا ہی تو یا یہ مراد ہی کہ چار بار غزوون مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامون مین یا یہ کہ ان مقامون مین چوبیس نمازین خوف کی پڑھین واللہ اعلم

باب صلوٰۃ الجنازۃ

یہ باب ہی جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہی کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلیے بیان کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہیں کیونکہ بالا رکوع اور سجدہ اور اقوال و تکبیر کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہی کذا فی الطحطاوی من اضافۃ الشی الے سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہی اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہی اس نماز کا وہی بالفتح المیت و بالکسر السریر وقیل بالعکس اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور بعضے اسکا عکس کہتے ہین اور ایک قول یہ ہی کہ بفتح اور بکسر دونون مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہی جو پیدا ہوتی ہی زندگی کے مقابل اور ایک قول یہ ہی کہ کیفیت عدمی ہی ہم موت مین اختلاف ہی کہ وجودی چیز ہی یا عدمی جو وجودی کہتے ہین انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی (خلق الموت والحیوۃ) یعنی پیدا کیا اللہ تعالے نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہی اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہی اور اسمین اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہی کہ دونون جمع نہیں ہو سکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین انکی دلیل یہ ہی کہ زندہ چیز سے مادہ حیات کو نیست کرنے کا نام موت ہی تو عدمی ہوئے اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہی اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہی اور آیت کے معنی یہ کہتے ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علے یمینہ وہو السنۃ منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہی شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونے کی یہ ہی کہ پانون اسکے ڈھیلے ہو جائین اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیان اندر کو دھس جائین ہم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہی یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آ موجود ہوے وجاز الاستلقاء علے ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علے الاصح صححہ فے المبتغی وان شق علیہ ترک علے حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہی چت لٹانا پشت پر اس صورت مین کہ دونون پانون اسکے قبلہ کی جانب ہون اور یہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ مین لیکن اسکا سر تھوڑا سا ابھار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اسکا منہ ہو جاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب یعنے داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سے اسی طرح منہ قبلہ کیطرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہی اس قول کی مبتغی مین اور اگر قبلہ رخ کرنے مین اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اسکا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے اسکے

زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ولیلقن ندبا وقیل وجوبا ذکرہ الشہادتین لان الاولیٰ لا یقبل بدون الثانیۃ عندہ ای قبل الغرغرۃ اور کہیا
جاوے بطور استحباب اور ایک قول میں بطور وجوب ذکر شہادتین کا اُسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول
نہیں ہے تلقین کے معنی فہمائش کے ہیں اور یہان یہ مراد ہے کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ اسی طرح پڑھا جاوے کہ
وہ بھی آواز سنکر انہیں کلمات طیبات سے طلب اللسان ہو یا اُسکو یون کہا جاوے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا اُسکو کسی طرح یاد دلایا جاوے اور یہ یاد دہانی
اُسوقت تک ہے کہ جان حلق میں نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس کسی نے
واجب کہا ہے وہ مجازا کہا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلیے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا
وہ جنت میں داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہیں طحطاوی نے
کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق میں ہے مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیأس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا
اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اُسکی توبہ مقبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہیں ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا
میں مرقوم ہے ہم جان کندنی کی حالت میں ایمان تو بالاتفاق مقبول نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ
کے قبول اور عدم قبول میں اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول ہوتی ہے اسلیے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے (وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت
میں قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث میں بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان اُسکی حلق میں
غرغر نہ بولے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاوے بدون
حکم کرنے کے اُسکو شہادتین کا تاکہ دق ہو کر انکار نہ کرے یعنے تلقین میں اُسکو امر نہ کریں کہ یون کہہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے
تو کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاوے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنے اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر
تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات وندب قراۃ یٰس والرعد اور مستحب ہے مرنیوالے کے پاس سورہ یٰس اور رعد کا پڑھنا ہم یعنی اسلیے
کہ یٰس کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا فی الشامی
ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاوے ہم چونکہ حدیث میں
آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث میں موتیٰ حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہے اور بعض نے
بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتیٰ یعنے تو نہیں سناتا مردون کو) تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر میں بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر
نہیں بلکہ اُس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار میں وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہ کیا جاوے وفی الجوہرۃ انہ
مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ میں ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ کو قبر میں زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث میں
وارد ہے کذا فی الطحطاوی وکیفیتہ قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان
لم یعرف اسمہ قال ینسب الی آدم وحوا اور کافی ہے کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ اے فلان اے فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتون کو جنپر تو تھا یعنے
اللہ تعالیٰ پر اور اُسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ میں راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہیں کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے
آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یون کہنا چاہیے اے آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے کہ اے حوا کی بیٹی ومن لا یبالی یعنے

ان لا یلقن والاصح الانبیاء علیہم السلام لا یسألون والاطفال المؤمنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر میں
سوال نہ کیا جاوے مناسب ہے کہ اسکو تلقین بھی نہ کی جاوے اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہیں ہوتا اور نہ مومنوں کے بچوں سے اور
توقف فرمایا ہے امام اعظم رح نے مشرکین کے بچوں کے باب میں کہ انسے سوال ہوتا ہے یا نہیں اور وہ دوزخ میں رہینگے یا جنت میں اور کہتے ہیں
کہ وہ جنت والوں کے خادم ہونگے اور جن لوگوں سے سوال نہوگا وہ یہ ہیں انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ
یا اسکی شب میں مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین میں اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ انکا معاملہ
اللہ تعالیٰ کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہیں کذا فی الشامی ویکرہ تمنی
الموت ولا مرض النہر وتجب فی الخلافات اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی بسبب مصائب وغیرہ کے ہاں اگر یہ تمنا کرے کہ میں مر جاؤں اور اسکا بیان
بیان نہر الفائق میں ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ میں آگے آویگا نہر الفائق میں کہا ہے کہ اگر مجبوری موت مانگے تو یوں دعا کرے الٰہی مجھکو زندہ رکھ
جب تک کہ زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور مجھکو موت دے جس وقت کہ موت میرے حق میں بہتر ہو کذا فی الطحطاوی ولذا فی الخطر الکفر نشر بین یدیہ
وما ظہر منہ من کلمات کفر یغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ
قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی میں سرزد ہوں انکے سبب اسکے حق میں مغفرت مانگنی چاہیے اور اسکے ساتھ مسلمانوں
کے مردوں کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنی اسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اسکو کافر نہ کہا جاویگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے
کی حالت میں ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے
ہم کہتے ہیں اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر نکلیں اگر نکلنے لگے
اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت میں عقل نہو تو اسکا حکم کیا جاویگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات شد لحیاہ وغمض عیناہ
تحسینا لہ ویقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم تمد
اعضاءہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مر جاوے تو
اسکے جبڑے باندھ دیے جاویں اور اسکی آنکھیں بند کی جاویں اسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنی اگر منہ اور آنکھیں کھلی رہینگی تو صورت خوفناک
معلوم ہوگی اور کہے آنکھوں کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الٰہی تو اس مردہ پر اسکا معاملہ تجہیز وتکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر
اسپر وہ حال جو اسکو آگے کو درپیش ہونیوالے سوال قبر اور احوال قیامت اسپر سہل کر اور اسکو مشرف کر اپنی دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ نکلا ہے
اسکو بہتر کر بہ نسبت اسکے جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اسکے حق میں دنیا سے بہتر کر پھر اسکے اعضا پھیلا دیے جاویں اور اسکے پیٹ پر تلوار
یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ یا تانبا میت کے پیٹ کو پھولنے نہیں دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز
رکھدی جاوے اور اسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اسکے پاس سے حیض ونفاس والی عورتیں اور ناپاک آدمی چلے جائیں ویعلم بہ جیرانہ
واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاوے اسکے مرنے کی اسکے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو اور جلدی کیجاوے اسکے سامان کفن ودفن میں
کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اسکے گھر والوں میں روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی
الغسل کما فی القہستانی معزیا للتتف اور پڑھا جاوے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اٹھایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی میں ہے تتف
کی طرف منسوب ہے طحطاوی نے کہا کہ تتف میں دیکھا گیا بعینہٖ اثبات اور شامی نے کہا کہ میں نے بھی قہستانی کے دو نسخوں میں دیکھا الا انفی

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح
آگے بیان کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہو گیا ہی قلت ولیس فی النتف الیٰ ان یغسل بل الیٰ ان یرفع فقط وفسرہ فی البحر
برفع روحہ وعبارۃ الزیلعی وغیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی یغسل و علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح شرح نور الایضاح مین نجاسۃ المیت کتفسیر بالبقاء
مین کہتا ہون کہ نتف مین نہلانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہی کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق مین
اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہی یعنے صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت
یہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہی قرأت قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہی کہ اس صورت
مین قرآن کا تعلیم در کرنا ہی میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہی قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت
کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ حکمی ہی پس اول قول کی دلیل یہ ہی کہ آدمی خون کا پتلا ہی مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی
ہین ویسے ہی آدمی بھی ہو جاتا ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہی اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر
کنوئین مین گر جاوے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہی اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہی تو یہ مسلمان کی تعظیم کی جہت سے ہی اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہی کہ موت
کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہی بسبب ڈھیلے ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہی اور زندگی مین جو وضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے
اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہی اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور
جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مُردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوتا ہی نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی نجاست
حکمی ہی بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہی اُسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہی غرضکہ تمام
اکثر فقہا کا قول اول ہی ہی دعایہ فیبنی جواز القراءۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اُسکے پاس قرأت درست ہو جیسے بے وضو کو قرآن
کا پڑھنا درست ہی حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوے جیسا بے وضو آدمی ہوتا ہی تو اُسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور نتف کا قول اسی پر محمول ہی
اور اگر اور مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہی کہ مردہ
کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر
چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرأت مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح ککفنہ وعندہ ونہ فی ثلث لا خلفہ
ولا فی القبر اور جیسی کہ مر جاوے رکھا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنے اس سے
زیادہ نہ بسائین مثل اُسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اُسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا
نہ پیچھے اُسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اُسپر خوشبو جلادین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھرا دین تو یہ بسانا تین
وقت چاہیے ایک جسوقت اُسکی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث
مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاؤ اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی بد فالی ہی اور یہ جو کہا کہ بفور مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اس
صورت مین ہی کہ جان اُسکی زمین پر نکلی ہو باین لحاظ کہ زمین کی تری سے اُسکا بدن بگڑ نجاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہی کہ شمالاً جنوباً رکھین قبر
کی طرح اور ایک قول یہ ہی کہ پاؤن قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہی کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی بتصرف وکرہ قراءۃ القرآن :

عندہ الی تمام غسلہ عبارۃ الزیلعی حتی یغسل وعبارۃ النہر قبل غسلہ اور مکروہ تحریمی ہے قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اسکا غسل کے پورا ہونے تک زیلعی کی
عبارت یون ہے کہ جبتک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہ ہے کہ اسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہے ہم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لیے نہین مراد یکی
یہی ہے کہ غسل ہو چکنے تک قرات مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفۃ وصحح صححہ الز
وغیرہ اور پوشیدہ کیا جاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ فقط ہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہے کہ مطلق برہنگی چھپائی جاے خواہ خفیفہ ہو یا غلیظہ
اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے جیسے زیلعی وغیرہ نے اسکو صحیح کہا ہے ہم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور انکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت
خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علیؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی ویغسلہا تحت خرقۃ السترۃ
بعد لف خرقۃ مغسلہا علی یدہ لحرمۃ اللمس کالنظر اور دھووے برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھون پر بسبب حرام ہونے
ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کپڑے کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا
شرمگاہ کو حرام ہے جیسے دیکھنا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ کپڑون کے نیچے تہمد اور کپڑے ضرور نہین ویجرد من ثیابہ کما مات وغسلہ علیہ السلام فی قمیصہ من خواصہ
اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے بلا دیر مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپکی قمیص مین آپکے خواص مین سے ہے ہم بلا دیر مرنے کے اسلیے ننگا
کیا جاے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن متغیر نہ ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلیے خواص سے ہے کہ ابو داؤد نے روایت کی ہے
کہ بعد وفات شریف کے لوگون کو تردد ہوا کہ آپکو ننگا کرین جیسے اپنے مردون کو کرتے ہین یا مع کپڑون کے نہلاوین تو گھر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو
مع کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی ویوضأ من یؤمر بالصلوۃ بلا مضمضۃ واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولو کان جنبا او
حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتمیما للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جاے وہ مردہ کہ حکم کیا جاے نماز کا بدون کلی اور
ناک مین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک مین ڈالکر اسکا نکالنا دقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے
کرائی جاے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑھون اور ناک کے نتھنون مین پھیرے اور اسی پر عمل ہے اس زمانہ مین اور اگر میت
جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونون باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہے شرح مقدسی سے مدد لیکر
ہم نماز کا حکم کیا جاے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ بیعقل ہو اسکو وضو نکرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہین اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوانہ
شخص کو بھی وضو نکرایا جاے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسیطرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہے اور جنب
کے لیے جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہے تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین ویبدأ
بوجہہ ویمسح راسہ اور شروع کیا جاے اسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونون ہاتھ پہونچون تک نہ دھوئے جائین بلکہ کپڑے سے منہ اور نتھنون کو پونچھکر
منہ دھویا جائے اور مسح کیا جاے اسکے سر پر یعنی وضو مین ہم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اسمین اختلاف ہے طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاے اور اسکی صورت یہ ہے کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی ویصب علیہ ماء مغلی بسدر ورق
النبق او حرض بضم فسکون الاشنان ان تیسر والا فماء خالص مغلی اور اسپر وہ پانی ڈالا جاے جسمین بیری کے پتے جوش دیے گئے ہون یا
اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حاء مہملہ
اور سکون راء مہملہ اشنان ہے جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین اس سے کپڑے دھوتے ہین جیسے صابون سے صاف کرتے ہین والغسل

ولحیتہ بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہ شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوے سر اُسکا اور داڑھی اُسکی
گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اُسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو
یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہے عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہے ویضجع علی یسارہ لیبدأ بیمینہ
فیغسل حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندًا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ یغسلہ ثم
بعد اقعادہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہا
او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اُسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے
اُس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہے پھر داہنی کروٹ پر لٹاکر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلاوے یعنے نہلانے والا
اپنا سہارا دیکر اور پونچھے اُسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانے والا اُسکو دھو ڈالے پھر بٹھلانے کے بعد اُسکو بائین کروٹ پر لٹاکر غسل
دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہے تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہے وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار
پانی ڈالا جاوے اُسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہے اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے
کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہے شارح نے کہا کہ مسند بصیغۂ مجہول ہے ہم شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اُسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اُسکے کہا کہ اول بائین
کروٹ پر لٹاکر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اُسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہے کہ جب وضو سے فراغت ہو تو سر
اور داڑھی دھوئی جاوے اور اُسکے بعد بائین کروٹ لٹاکر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصرًا ولا یعاد غسلہ ولا
وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل
بحر وشرح مجمع اور اُسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اُسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اس
سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم ہے بلکہ اس
سبب سے نہلانا واجب ہوا ہے کہ میت ناپاک ہو گیا ہے مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہے نہلانے سے اُسکی تعظیم کی جہت
سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر وشرح مجمع ہم یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہے کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو جب نہلادیا اُسکی
نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اُسکے بدن سے لگیگی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا
حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہے جو دور نہین ہو سکتا وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب
من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ ندبًا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا
اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جاوے اُسکے سر اور داڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جاوے اُسکے سجدہ
کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر لگتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان او گھٹنے اور پانون ہین انپر کافور ملا جاوے انکی تعظیم
کے لیے تاکہ جلد طعمۂ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہے خوشبودار چیزون سے سواے زعفران اور ورس کے بسبب
مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہے ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریمًا ولا یقص ظفرہ
الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہے اور نہ کترے جائین ناخن اُسکے سواے
ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کترکر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیا جاوے ہم نہر الفائق مین ہے کہ بعد موت کے تزیین

تزیین

جائز نہیں اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائیں تو کفن میں مردہ کے رکھدیئے جائیں کذا فی القہستانی ولا بأس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کدبر
وقبل واذن وفم اور مضائقہ نہیں روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اُسکے سوراخون مین مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور مُنھ مین ہم
شرمگاہ ہون مین روئی رکھنے کو بعض علما نے پسند نہیں کیا اور شارح نے لا بأس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہی کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی
جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکھے جائین دونون ہاتھ مردہ کے اُسکے دونون پہلو مین نہ اُسکی چھاتی پر اسلیے کہ چھاتی پر ہاتھ
رکھنا کفار کا طریقہ ہی یعنے مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہی اسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ وقالت
الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی
ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جاتا ہے شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اُسکی طرف نگاہ
کرنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اسلیے کہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کو غسل دیا ہم
اسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ نہلانا حضرت مرتضی رض کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہی موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہیں جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضی پر انکار کیا ایسا ہی کہا ہی
عینی نے شرح مجمع مین ہم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اُسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کراوے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر کپڑا چڑھا کر تیمم کراوے
اور اُسکے ہاتھ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اُسکو جائز ہی کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالبًا اس نظر سے ہی کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہی اور
حضرت فاطمہ رض کے غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکھا ہی کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضی رض کی
طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ کہ اُسکے تمام سامان کے آپ متکفل ہوئے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپ کی خصوصیات مین سے ہی
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رض تمہاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہی سبب سے مراد اسمین قرابت سببی ہی جیسے زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہی کذا فی الشامی مختصرا وہی لا تمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبی اور عورت نہ منع
کیجاوے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگر چہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینون
نہ آقا کو نہلا دین اور نہ آقا انکو نہلاوے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ مین مرنے کے بعد ملک باقی نہین رہتی جو موجب
حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہی شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہی صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع مونث
چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اُسکا بحل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اُسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتون مین زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتون مین موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیا نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجۃ بدون تے کے کہتا وجاز لہ
غسلہا لو اسلم زوج المجوسیۃ فماتت فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اُسکے بسبب حلال ہونے اُسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت مین حالت زندگی کا لحاظ کر کے

ہم بیتہ اگر شوہر مسلمان ہو کر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مردکو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی
طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد راس ادمی او احد شقیہ لا یغسل
ولا یصلی علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا راس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور
نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحرالرائق مین کہا کہ
اگر نصف دھڑ معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا
لا لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہے کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانے والا اجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانے والا
وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین بسبب واجب عین ہوجانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانے والے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر اجرت
لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاءہ لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی
الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ
عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہو جانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے
اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہتے پانی مین پایا گیا تو اسکو تین بار
نہلانا ضرور ہے اسلئے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانے کا پس اُس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت
بیان کرنا اس بات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے
ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اُنکو نیت نہو
اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلانے فرض ساقط نہوگا انتہے وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام وقالوا لولدہ
ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہے تمہارے
مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے
اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل ملحقہ شارح سے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا
علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرح کا مردہ دارالاسلام
مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر بے علامت دارالاسلام مین نہ پایا جاوے بلکہ دارالحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے ہم بدائع مین
ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس
اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین موچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت
مسلمان ہونے کی ہے اختلطوا بالکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن مسلمانون کے مردے کافرون مین
ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جاوینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے
اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کیے
جاوین کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہے

ہم بعض فقہا نے کہا کہ اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانون پر نماز نہین پڑھی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہین اور کافر پر نماز کسی صورت سے
جائز نہین بدلیل ارشاد خداوندی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا یعنی اُن مین سے جو مرگیا ہو اُسپر کبھی نماز مت پڑھ اور بعض فقہا نے کہا کہ نماز پڑھی جاوے
کیونکہ یہان اگر یقین نہین ہو سکتی تو قصد سے تو عاجزی نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑھے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تینون اماموں کا یہی ہے اور
یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور مثل دفن مین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانون کے قبرستان مین دفن ہوں اور بعض والی نے کہا کہ اُنکے لیے قبرستان
علحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کذا فی البحر ای کدفن ذمیۃ حبلیٰ من مسلم قالوا والاحوط دفنہا علحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد
لظہرہا جیسے اختلاف ہے دفن مین اُس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط یہ ہے کہ اُسکا دفن کرنا علحدہ اور کیا جاوے کہ اُسکی پشت
قبلہ کی طرف ہو اسوجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہوتا ہے یعنی بچہ بسبب تابعیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن مین اُسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح
دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اُس صورت مین ہے کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو تو چاہیے کہ
اُسکا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان مین دفن کی جاوے لو ماتت امرأۃ مع الرجال یممها المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مرگئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کرادے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرادے اور اگر محرم نہو
تو اجنبی تھیلی سے تیمم کرادے یعنے اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم
کرادے و یمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل کو اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو
تو وہ مثل اور بچون کے ہے کہ اُسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنے بچہ ہونیکی صورت مین اُسکے اعضا کو حکم شہوت کا نہین لفقد ماء وصلی علیہ ثم
وجدوہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اُسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگون کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاوین اور نماز دوبارہ
پڑھین اور ایک قول یہ ہے کہ غسل نہ دین اور نہ نماز کا اعادہ کرین بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونون جائز ہین
اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے
زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح
موافق اصول کے یہی ہے ویسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنے چادر سر سے لیکر پاؤن تک اور ایک قمیص یعنے کفنی گردن سے لیکر
پاؤن تک بدون آستین کے اور ایک پوری چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول مین کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اُسکو پچھلے فقہا نے
علما اور سادات کے واسطے اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی حال مین باندھی جاوے
خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال مین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا باس بالزیادۃ علی الثلثۃ اور کچھ مضائقہ نہین
تین کپڑون سے زیادہ کرنے کا اور یہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہے اگرچہ مجتبی مین ہے کہ زیادہ کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ویحسن
الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریۃ اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے
کہ اچھا کرو مردون کے کفنون کو کہ وہ آپس مین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہین یعنے خوش ہوتے ہین اسوجہ
سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریہ ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنے جیسے کپڑے جمعہ اور عید مین پہنتا تھا ویسے کا کفن
سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہین کہ بھاری ہی دام کا ہو کیونکہ اُس سے ابوداود وغیرہ کی حدیث مین ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی و اکساد ع

اسے قمیص وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کے واسطے کفن میں مسنون پانچ کپڑے ہیں ایک درع یعنے قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیاں اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی میں درع اور قمیص میں یہ فرق لکھا ہے کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھوں کی طرف اور اوڑھنی کی مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چھاتی سے رانوں تک کذا فی الشامی وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادریں ہیں صحیح تر قول میں اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اس قدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات میں ادنے لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہیں اور اسی لیے اگر دو کپڑوں میں نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعیین دو کپڑوں کی نہ کیجاوے یعنے خواہ دو چادریں ہوں خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ میں کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑوں کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادریں ہوں اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اسلیے سواے اوڑھنی کے دو چادریں ہوں تو بہتر ہے کہ اس سے مراد گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورۃ لہما مایوجد واقلہ مایعم البدن وعند الشافعی مایستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہے جو میسر ہو اور اسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چھپا دے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی میں شہید ہوے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نہ تھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اس سے انکا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پاؤں پر گھاس ڈالنے کا حکم نہ ہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص وتوضع علی الازار ویلف یساره ثم یمینه ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہے کہ بچھائی جاوے اول پوٹ کی چادر پھر اسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جاوے اور اسکا بایاں پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹیں پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائیں طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹیں تاکہ داہنے جانب بائیں کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ اے الدرع والخمار فوقہ اے الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اسکے بال دو حصے کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائیں اور بالوں کے اوپر اور چادروں کے نیچے اوڑھنی کیجاوے پھر کیا جاوے جیسا گذرا یعنی پھر ایک چادر جو کہ اسپر لپیٹی جاوے اسطرح کہ بائیں جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم شارح نے سینہ بند کو ذکر نہیں کیا کہ کہاں ہونا چاہیے سو بحر الرائق میں تو یہ لکھا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نہ پاوے اور جوہرہ میں یہ ہے کہ اول ازار لپیٹیں اسکے اوپر سینہ بند باندھیں اسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹیں اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشاره اور کفن باندھ دیا جاوے اگر خوف ہو اسکے کھلجانیکا وخنثی مشکل کامراۃ فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب میں مثل عورت کے ہے یعنے احتیاطا اسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہیں مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اسکو نہ دیا جاوے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنے اسکا سر ڈھانکا جاوے اور اسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑوں کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق فان کفن فحسن والا جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے میں تو درست ہے ہم سلیمہ میں ہے کہ بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اسکے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑوں کا کفن دیا جاوے تب بھی اچھا ہے اور ایک کا دیا جاوے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا ہوا بچہ ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اُسکو نہ دیا جاوے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اُسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کیجاوے اور یہی حال اُس بچے کا ہی جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی والآدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخرے اور جس آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنے پھٹا نہو اُسکو کفن دیا جاوے مثل اُس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اُسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین حتی اگر ایکبار کا کفن کسی نے چرا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاوے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک وہ مردہ پھٹے نہین تب تک کفن دیتے جاوین اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اُنسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اُسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاوے اور یہی حال کافر مردہ کا ہی کہ اگر اُسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اُسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع واسلوبنا صار الملاقون احد عشر والثانی عشر الشہید فذکرنا فیہ تجہیزا اور یہانتک کفن والے شخص گیارہ ہو چکے اور بارھوان شہید ہی ذکر کیا ہی اُسکا تجہیز و تکفین پانچ قسم مین ذکر ہو چکے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے جو بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم بچہ غیر بالغ ششم بیٹا کا اگر بچہ پیدا ہو کر مر گیا ہو سے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو اُنکو ملا کر تیرہ ہوے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوئے ہین ولا باس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض او ما کان یصلی فیہ اور مضائقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوئے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہی اور سب سے بہتر کفن سفید ہی یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ وان تعددوا فعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر واجب ہی جسپر اُس مردے کا نفقہ واجب ہی اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اُنپر حصہ رسدی موافق اُنکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اُنپر نفقہ واجب ہی اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیہ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہی کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہین اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہوا چاہیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہی واضح اس باب مین فتوے مختلف ہی تجنیس اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر عورت کا مال ہو تو کفن زوج پر ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہی اُسمین یہ ہی کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اُسپر اُسکا کفن واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہی یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت مین اُسکا کفن شوہر پر واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہی اُسی پر وفات کے بعد کفن کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سؤال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین نقد یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہوسکے تو وہ مالدار آدمیون سے اُسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اُسمین کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دے یا وارث کو واپس کر دیں اگر معلوم ہو کہ فلاں شخص نے کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہ ہو یا وہ واپس نہ لے تو اس باقی کپڑے سے اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دیں اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کر دیں کذا فی المحیط اور فتاویٰ کے کہنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کار دن پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے تو اگر واقف کار نہ دینگے تو سب گناہگار ہونگے و لو کان فی مکان لیس فیہ الا واحد و ذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ ہے اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جہاں صرف ایک شخص ہے اور اس ایک کے پاس بجز ایک کپڑے کے دوسرا نہ ہو تو اسپر لازم نہیں کہ اس مردہ کو اس کپڑے سے کفن دے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اسکا کفن اصل مالک کو پہنچیگا مردہ کا وارث نہیں پاویگا کذا فی الشامی والصلوٰۃ علیہ فرض کفایہ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع کذا فی شرح منیۃ المصلی و تجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اسنے انکار کیا اس امر کا جو اجماع سے ثابت ہو تو آگاہ رہنا چاہیے مردہ کا دفن کرنا اور اسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزیں بھی فرض کفایہ ہیں تمام شارح و اتن نے نماز کی صفت اور شرطیں اور رکن اور سنتیں اور اسکی کیفیت اور اسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا اسکے سبب وجوب اور وقت اور مفسد کا ذکر نہیں کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیزیں اور نمازوں کی مفسد ہیں وہی اس نماز کی مفسد ہیں مگر محاذات عورت کی برابری سے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہیں اور مکروہ وقتوں میں یہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اسمیں بے وضو ہو جاوے تو اسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی و شرطہا ستۃ اسلام المیت و طہارتہ مالم یہل علیہ التراب فیصلی علی قبرہ بلا غسل وان صلی علیہ اولا استحسانا اور شرطیں نماز جنازہ کی چھ ہیں اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اسکا پاک ہونا یعنی اسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اسوقت تک شرط ہے کہ اسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اسکی قبر پر نماز پڑھی جاوے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہے اور وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت متعذر ہے اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی و فی القنیہ الطہارۃ من النجاسۃ فی ثوب و بدن و مکان و ستر العورۃ شرط فی حق المیت والامام جمیعا فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت و بعکسہ لا اور قنیہ میں ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونوں کے حق میں پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہوں تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اسکے عکس میں یعنے مقتدی بے وضو ہوں اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاوے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاویگا اور پہلی صورت میں امام کی نماز پر اوروں کی نماز مبنی تھی جب اسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی عم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا میں پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن ناپاک ہو جاوے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاوے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہیں ہاں اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جاویگا تو نماز درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ میں اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نکیا جاوے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی مردوں کی تو مردوں کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جاویگا و بقی من الشروط بلوغ الامام فلیحرر و شرطہا حضورہ و وضعہ و کونہ ہو او اکثرہ امام المصلی و کونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطوں میں سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچویں

شرط مردہ کا رکھا جانا ہو زمین پر خواہ ہاتھوں پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہو کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کی جانب امام
اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کی طرف ہو سکے جیسا شرط ٹھہرایا جاسکے تو شرطیں آٹھ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کر دو تو دس ہو نگی جیسے
سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق میں شرط ہو جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہو کذا فی الشامی فلا
تصح علی غائب ومحمول علی نحو دابۃ وموضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علی الصبی پس نہیں درست ہو نماز اوپر مردہ غائب کے
بسبب نہ پائے جانے شرط موجود ہونے کے اور نہ اوسپر جو اٹھایا ہو مثل سواری پر جیسے کسی گاڑی یا جانور یا لوگون کے مونڈھوں پر ہو بسبب نہ پائے جانے
شرط رکھے جانے کے زمین پر اور نہ اوسپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہو ایک طرح سے نہ دوسری طرح سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے
پر یعنی اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کی طرف ہونا اور ستر عورت شرط ہو مردہ مثل امام کے ہو اور ہر وجہ سے امام نہیں کیونکہ اگر ہر وجہ
امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہ ہوتی اسلئے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہیں طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور طہارت
کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی
امامت درست نہیں وصلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہو یا خاص
ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یعنی یا تو صلوۃ کے معنے صرف دعا کے لیے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپ کے واسطے ہی خاص ہو نجاشی بکسر نون و
تخفیف جیم بلا تشدید یا بتشدید حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا انکی خبر مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی
اور انکے ساتھ اوسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی کے معنے لیے جائیں بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے ساتھ خاص کہا جائے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے
کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو وبحذاء الراس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہو اگر لوگوں نے
سر کو پاؤں کی جگہ کیا ہو اور انھوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو تو برا کیا اگر جہت جنازہ کو الٹا رکھا یعنی سر جنازہ کا امام کے داہنے ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ رکھکر پڑھینگے
تو مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی ولو اخطأوا القبلۃ صحت ان تحروا والا لا فتاوی السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی دوسری طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو
درست ہو گی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہو گی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہو گی تو درست نہ ہو گی کیونکہ اشتباہ قبلہ کی صورت میں اٹکل کرنا فرض ہو ورکنہا
شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزیں
ہیں اول چار تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہو شرط نہیں اور اسی وجہ سے جائز
نہیں دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بے عذر کے صحیح نہ ہوگی مع پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہو کہ امام
نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کر لی تو نماز صحیح نہ ہو گی کیونکہ اس صورت میں صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی وسننہا ثلثۃ التحمید والثناء والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط
ردہ فی البحر بتصریحہم بخلافہ اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد و ثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا ذکر کیا ہو اسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق
نے سمجھا ہو کہ دعا رکن ہو اور تکبیر اولی شرط ہو اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہو بسبب تصریح کرنے فقہا کے اسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہو کہ ثنا اور چیز ہو اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں سے مراد ایک ہی
چیز ہو تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہو اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہو اسلئے کمال نے دعا کو رکن کہا اور
تکبیر اولی کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہو چنانچہ محیط میں مصرح ہو کہ دعا

سنت ہی اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین جو مسبوق لگا تا تکبیرین کہے درود و دعا کو ترک کرے اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق انکو کس طرح
ترک کرتا اور تکبیر اولی اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اوسپر نا جائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوٰۃ مین بیان کر چکے ہین کہ دعا کرنا
نماز ہی پر واجب نہ کہ چکا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہی اور تکبیر اولے کے باب مین قول فیصل یہ ہی کہ من وجہ شرط ہی
اور من وجہ رکن انتہے وہی فرض علے کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق فلا یغسلون ولا یصلے علیہم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعدہ
صلے علیہم لانہ حد او قصاص ولذا اہل عصبیۃ ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہی ہر مسلمان کی
جو مرجاوے سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائین دوم راہزن کہ نہ نہلائے جائین اور نہ انپر نماز پڑھی جاوے
جبکہ لڑائی مین مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائین تو انپر نماز پڑھی جاوے اسلیے کہ یہ قتل یا حد ہی یا قصاص اور جو شخص حد یا
قصاص مین مارا جاتا ہی تو نہلایا جاتا ہی اور نماز پڑھی جاتی ہی شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا پیچھے
تو بھی نماز پڑھی جائیگی اور مثل باغیون کے ہین اہل عصبیہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص شہر مین رات کو ہتھیار
اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبیہ اعانت کرتے مین اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا مقابلے مین مارا جاوے تو انکا حکم مثل
باغیون کے ہی تو انپر نماز نہ پڑھی جاوے مکابر وہ شخص ہی کہ کسی جگہ مین کھڑا ہو جاوے اور جو اس طرف کو نکلے اسکا مال چھین لے کذا فی الشامی ومن قتل
نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلے علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل
قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ جان بوجھ کر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اسپر نماز پڑھی جاوے اسی پر فتوی ہی اگرچہ
قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہی بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اس روایت سے جو صحیح مسلم مین ہی کہ
ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خودکشی کی تھی تو آپ نے اسپر نماز نہ پڑھی ہم امام ابو یوسف کا قول ہی کہ اپنے
نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہی بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث مین کوئی دلالت
اس بات کی نہین کہ اسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھی تو شاید زجر و توبیخ کے لیے ہو جیسے مقروض پر نہین
پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہی ولا یصلے علے قاتل احد ابویہ اہانۃ لہ والحقہ فی النہر بالبغاۃ اور جسنے اپنے والدین مین سے ایک کو
مار ڈالا ہو تو اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسکی اہانت کے واسطے اور لاحق کیا ہی اسکو نہر الفائق مین باغیون کے ساتھ یہ قاتل پانچوان شخص نہین انھین
چارون مین داخل ہی جو اوپر مذکور ہوئے کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمۃ بلخ
فی کلہا ویثنی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد بعد الثانیۃ لان تقدیمہا سنۃ الدعاء ویدعو بعد
الثالثۃ بامور الآخرۃ والماثور اولے اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہی اٹھاوے دونون ہاتھ اپنے فقط پہلی بار
اللہ اکبر کہنے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتھ کانون تک اٹھاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہی مگر قول
اول ظاہر الروایت ہی کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہی سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک
پھر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین یعنی وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات مین پڑھتے
ہین اسلیے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہی اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہی بہتر ہی ہم دعا حدیث کی یہ ہی (اللہم
اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علے الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علے الایمان) اور حوف

ص۱۵ بعض نسخون مین فلا یغسلوا ابدون نون کے ہی جگہ کاو سہو کاتب ہی صحیح نون ساقط ۱۲ مصحح

قصاص اس صورت مین ہاں کہ جب ساقط ہو شخص کو ولی شخص نہ مارنا جرم پر ۱۲

بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر یہ دعا پڑھی اللّٰھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله
واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدله دارا خیرا من داره واهلا خیرا من اهله وزوجا خیرا من زوجه و
ادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونون کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہو اور جسکو دعاے حدیث یاد نہو
وہ یون کہے اللّٰھم اغفر لنا ولوالدینا وللمؤمنین والمؤمنات کذا فی المنح وقدم فیه الاسلام مع انه الایمان لانه ینبئ عن الانقیاد فکانه دعا فی حال الحیوۃ
بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد وهو العمل غیر موجود اور مقدم کیا گیا ہے حدیث مین اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہی ہو
اسلیے کہ اسلام خبر دیتا ہی فرمان برداری سے تو گویا حالت حیات مین دعا ایمان اور انقیاد دونون کی ہی اور حالت موت مین فرمانبرداری موجود
نہین ہی اسلام کے معنی ایک شرعی ہین اور ایک لغوی شرعی معنے اسلام کے اور ایمان کے ایک ہین اور لغت مین اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہین تو شارح
حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہی کہ زندگی مین اسلام کی دعا اسلیے ہوئی کہ حالت حیات کو دونون سے مناسبت ہی اور حالت موت مین چونکہ
بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہین اسلیے آخر فقرے مین ایمان کی دعا سے مناسبت ہوئی کذا فی الشامی مختصرا ویسلم بلا دعاء بعد الرابعة تسلیمتین
ناویا بالمیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام اپنے داہنی اور بائین طرف نیت کرنے والا مردہ کو مع مقتدیون کے
[illegible] کہا کہ سلام مین مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہین ہوسکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلیے کہ آخر قبرستان مین
السلام علیکم کہتے ہی ہین پھر کہا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ولیس فی الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجهر
بالتسلیم وفی جواهر الفتاوی یجهر بالواحدة اور ان سب باتون کو آہستہ پڑھے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ مین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ عمل ہمارے
زمانے مین اسپر ہی کہ سلام پکار کر کہتے ہین اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک سلام کو پکار کر کہے اور دوسرے کو آہستہ کہے ولا قراءة ولا تشهد فیها
وعین الشافعی رح الفاتحة فی الاولى وعندنا تجوز بنية الدعاء وتکره بنية القراءة لعدم ثبوتها فیها عنه علیه السلام اور نماز جنازہ مین نہ قراءت قرآن ہی نہ التحیات
اور معین کیا ہی امام شافعی رح نے الحمد کو پہلی تکبیر اولے کے اور جائز ہی ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے اور اس صورت مین
قائم مقام ثنا کے ہوجائیگی اور مکروہ تحریمی ہی قراءت کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قراءت الحمد کے نماز جنازہ مین آنحضرت صلی اللہ
علیه وسلم سے وفضل صفوفها آخرها اظهارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفون مین بہتر پچھلی صف ہی بسبب ظاہر کرنے تواضع کے ہم اپنے پچھلی صف
مین انکسار زیادہ پایا جاتا ہی تو عجب نہین کہ مردہ کے باب مین قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہوجاے کذا فی الطحطاوی ولو کبر امامه خمسا لم یتبع
لانه منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معه اذا سلم به یفتی نعم اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعه بنیة الافتتاح لکل تکبیرة وکذا فی العید
اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ مین کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلیے کہ پانچوین بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہو تو مقتدی ٹھہر جاے
یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوی ہی یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر مکبر سے
سنے تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عید مین ہی کہ اگر امام سے تکبیرین سنے تو بعد چھ تکبیرون کے متابعت نکرے
اور اگر مکبر سے سنے تو اسقدر آپ کہے ہم اپنے ممکن ہی کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کی ہو اور ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہا ہو اسلیے ہر تکبیر پر
نیت شروع کی کرے تاکہ امام سے پہلے تکبیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ تکبیر کہنا منسوخ ہی اسکی وجہ یہ کہ زیلعی نے کہا ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیه وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہین اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث مین پانچ یا سات یا
نو تکبیرین مذکور ہین وہ آپ کے آخر فعل سے منسوخ ہین کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیها لصبی ومجنون ومعتوه لعدم تکلیفهم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگون کے کہا شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ سے وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنی موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُنکے گناہ دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہین ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی الحوض لیھیی الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے بعد دعا بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط بفتحتین فا اور فتحہ را اوسطہ یعنی آگے پہنچنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بضم ذال معجمہ مضموم یعنی ذخیرہ ہے اور مشفع بفتح فا مفعول کا بالفعل یعنی مقبول الشفاعت ہے اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہے واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوصاً اس صورت میں کہ فقہا نے کہا ہے کہ لڑکے کی نیکیاں لڑکے ہی کو ملتی ہیں اُسکے ماں باپ کو نہیں ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہے اس دعا میں میت کا نفع کچھ نہیں بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیوں کا ہی حاصل ہوا جواب یہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہنچیگا تو اسمین اُسکے لیے دعا ہے آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت میں بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی نسخہ میں پایا جاتا ہے یعنی بجاے دعا بالغین کے یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضا ہے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہ ہے کہ پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور کنز میں اسطرح ہے (اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا ذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدلے یعنی اجعلہ کی جگہ اجعلہا چارون جگہ کہے اور آخر میں شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی بتصرف

ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمرأۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیون کے مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہے والمسبوق ببعض التکبیرات لایکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مران کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لایبدا بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین امام کے ساتھ نملی ہون یعنی اگر کچھ شریک ہوا ہو وہ اسیوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا امام یعنی اگر مسبوق کو ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہئیں امام کے سلام کے بعد کہنی چاہئیں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے اسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہو اسی وقت تکبیر کہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اُسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہوا اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت میں مسبوق نہو گا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہے یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کے وقت موجود ہے مگر اسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

تکبیر کہے اسی وقت تکبیر کہہ کر شریک ہو جاوے سلام کے بعد اس تکبیر کو جو فوت ہو گئی ہے ادا کرے اگر کوئی امام کے ساتھ ہی اور تکبیر کہا تو تکبیر اولیٰ
اذا اتم الامام التکبیرات قبل الفراغ … اور جو شخص تکبیر کہنے میں مسبوق ہو یعنی امام کی تکبیر کے بعد آوے یا امام فارغ ہو چکا ہو امام کے
پیچھے … اگر فوت ہو جاوے … یعنی جو شخص کہ فوت ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امام نے دو تکبیریں کہیں
اور یہ شخص شریک ہوا تیسری میں شریک ہوا تو دو تکبیریں باقی ہیں بعد سلام امام کے ادا کرے اور اسی طرح جو شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھ کہے
اسکے پیچھے کہے تو اس سے کچھ فوت نہ ہوگا کذا فی الشامی … کبر الکل للحال … اور جو حاضر ہو کہ مدرک ہے
موجود ہو وقت تحریمہ کے کل تکبیریں … اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص
موجود تھا شریک نہ ہوا یہاں تک کہ دوسری تکبیر کہی … امام کا … تکبیر کہے اسی طرح اگر دوسری
تیسری میں شریک … چوتھی … ہو کر قول … کہا ہے کہ بعد
سلام کے کذا فی الشامی … الامام … [illegible]
التحریمۃ فاذا سلم الامام … القنیۃ … [illegible]
فوت ہو گئی سبب … امام کی تکبیریں … امام سے سلام
پھیرے تو تین تکبیریں کہے … چوتھی تکبیر … سلام کے بعد تین تکبیریں کہتا ہے
بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف … امام کی تکبیر کا …
ہو سکتا ہے اور یہ کہ چوتھی تکبیر … باقی نہیں … اور امام ابو یوسف … قبل سلام تحریمہ
شریک ہو سکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولیٰ من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز
اور جبکہ کئی جنازے جمع ہو جائیں تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے
یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنی سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے
ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی
الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں سب جنازوں کو ایک صف
کرے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اس شخص کے سینہ کے مقابل جو ان سب میں افضل ہو اور اگر چاہے
تو انکو قبلہ کی جانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنا دے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو
اور اگر اس صورت میں زینہ کی طرح صف کرے یعنی ایک کا سر دوسرے سے کچھ نیچے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تھوڑا سا بائیں طرف کو ہٹے
تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے یعنی طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود … سب میں حاصل ہے
وراعی الترتیب المعہود خلفہم حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبیۃ لحرمۃ تقدمہم علی السید
والمراۃ والاماء … الافضل … اور لحاظ رکھے ترتیب معہود کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت میں
یعنی اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اسکا جو اس سے کم ہو مثلاً مرد کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اور دل کا اور اگر
علم و فضل میں برابر ہوں تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثیٰ کو پھر عورت بالغہ کو پھر

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاوے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے عورت پر اور اُنکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں اُنکی الٹی ہی یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر میں کئی مردے دفنائے جائیں تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی النہر ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصون کا ایک قبر میں دفن کرنا درست نہیں جب تک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر میں ضرورت کی وجہ سے دفن کریں تو دونون کے درمیان میں مٹی کی آڑ یا کچی اینٹیں رکھدیں تاکہ دو قبروں کی صورت ہوجاوے اور بعد مٹی ہوجانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہے کذا فی الطحطاوی ویقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وہو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع للمصنف اور مقدم کیا جاوے مردے پر نماز پڑھنے کے لیے پادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اُسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اُسکا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام امام الحی میں ایہام ہے یعنے وہم ہوتا ہے کہ امام ہونا حاکم کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہی حالانکہ حکم دونون کا مختلف ہے اور وہ اس طرح ہے کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہے اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم درصورتیکہ مستحب ہے اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولی ہے چنانچہ مجتبی اور مجمع کی شرح میں جو مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہے وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی من امام الحی ای مسجد محلتہ نہر اور درایہ میں ہے کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنی بستی کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاہلا فالابن اولی پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہی نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ اسکا جاہل تو اس صورت میں بیٹا اولی ہے وفی ایک نسخے میں فالابن کی جگہ والاسن ہے یعنے اگر قرابت میں دو ولی برابر ہون تو بڑا عمر میں بہتر ہی کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے میں شوہر اولے ہے پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہیں اجنبی شخصون سے ومولی العبد اولی من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا آقا بہتر ہی بہ نسبت اُسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے حر بیٹے کی قید اتفاقی ہی آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہی اور ملک سے مراد اُسکی ملک ہے ورنہ موت سے ملک منقطع ہوجاتی ہی کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بغسلہ والصلوۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہی واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے مثلاً مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلاوے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہے اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہے کذا فی الشامی وللاولی ومثلہ کل من یقدم علیہ من باب اولی الاذن لغیرہ فیہا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ہناک من یساویہ فلہ ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اُسکا حق ہے تو اُسکو اختیار ہی اُس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اُسکے برابر ہو تو اُس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو اختیار روک دینے غیر شخص کا ہی بسبب اُسکے شریک ہونے کے حق میں مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہیں شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے میں وہ لوگ بطریق اولے مختار ہیں جو ولی پر مقدم ہیں مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے مثلاً صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ میت کے دو بیٹے ہیں بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہے مگر دور کا رشتہ دار نہیں روک سکتا فان صلی غیرہ ای الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اُسکی متابعت نکی

تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے یعنے فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہو گیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اُسکے حق کی جہت سے ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت سے ہے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اُسکو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ مکرر پڑھنا اس نماز کا مشروع نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پیشتر پڑھی گئی ہو یا نہ پڑھی ہو مکرر پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے والا ای وان صلے من لہ حق التقدم کقاض او نائبہ او امام حی او من لیس لہ حق التقدم و تابعہ الولی بان صلے خلفہ لا یعید لان الاول بالصلوۃ منہ اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا اُسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑھی خواہ اُس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہیں اگر ولی نے اسکے پیچھے پڑھ لی تو ان صورتوں میں ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہے وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے بہتر ہیں ہم نے تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت میں عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اُسکا اجازت دینا ہے نماز پڑھانے کی وان صلے ہو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلے غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہ بحق اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق سے کہ موجب پڑھی اسطرح کہ جو شخص اُسپر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اُسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہ بھی آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہو گئی اما لو صلے الولی بحضرۃ السلطان مثلاً اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی میں مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے وقیدہ حکم صلوۃ من لا ولایۃ لہ بالعلم اما الصلوۃ اصلا فیصلے علی قبرہ ان شاء مالم یتفسخ او یتیقن ہیں کہ حکم نماز اُس شخص کا جسکو ولایت نہیں مانند نماز نہ پڑھنے کے ہے سو تو ولی اُسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہو حلبی نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہیں تو ایسا ہوا ولایت والے کے گویا نماز ہوئی سے نہیں ہوئی اس سے اُسکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھے شامی نے کہا کہ میں نے مجتبی میں یہ مسئلہ نہیں پایا وان دفن واہیل علیہ التراب بغیر صلوۃ او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ صلے علی قبرہ استحسانا مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلے علیہ لکن فی النہر عن محمد لا کانہ تقدیم بالمانع اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا اور اُسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی گئی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاوے اُسکی قبر پر بدلیل استحسان جب تک کہ گمان غالب اُسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردہ کے پھٹنے میں شک ہو تو اُسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جاوے تو غالباً یہ اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہے شامی نے کہا کہ من لا ولایۃ لہ کا استثنا ہی تھا وقت کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دو ان صورتوں میں یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت میں صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت میں ردوکی ہے بعض کے نزدیک ایک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت میں ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کرنی مناسب نہیں اور کانہ کی ضمیر [illegible] یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب ہے کہ شک کے باعث دو صورتیں مساوی پیدا ہوئیں ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوسرے نہ پھٹنا جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اسی کو ترجیح دیگئی وظلم تحجز الصلوۃ علیہ اصلا راکبا و لا قاعدا بغیر عذر استحسانا اور نہیں جائز ہے نماز

جنازہ پڑھنا جائز ہو کر اور خشیت ہو ... وہاں عذر کے پائے جانے سے مثلاً بارش ہو یا بیماری وغیرہ سے بھیگ جانے کا خوف ہو
یا اس لیے کہ جنازہ گاہ ہی نہ ہو ... کی طاقت نہ ہو تو نماز درست ہوگی و کراہت تحریمی یا تنزیہی ... یعنی عدم کراہت ... وعندہ اور جمع القوم و
اختلفت فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصۃ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کالنافلۃ والذکر وتدریس
العلم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہے اور بعض نے کہا کہ تنزیہی ہے نماز جنازہ کی مسجد جامع
اور مسجد محلہ کی مسجد میں کہ مردہ اسکے اندر ہو یا کل یا بعض نمازیوں کے ساتھ اور اختلاف ہے مسجد سے باہر ہونے کی صورت میں تنہا مردہ یا
بعض نمازیوں کے ساتھ اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے ... اسلئے کہ مسجد فرض نمازوں اور انکے توابع کے لیے بنی ہے
جیسے نفل اور ذکر اور علم کا پڑھنا اور یہی قول کراہت کا موافق ہے حدیث کے اطلاق کے جو ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ جس نے نماز پڑھی میت پر مسجد کے اندر تو اسکے لیے
نماز نہیں ہے شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت میں فلا شیء لہ ہے یعنی اسکو کچھ ثواب نہیں اور ایک روایت میں فلا اجر لہ ہے اور ابن حبان نے فلا صلوۃ لہ روایت
کیا ہے اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہے کہ مسجد نماز فرض و توابع کے لیے بنی ہے ظاہر نہیں اسلئے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہے اور مسجد کے
ذکر اور دعا کے لیے ہونے میں کچھ شبہ نہیں ... اور کسی نے کی دعا ... مردہ کے نجاست سے آلودہ ہونے کا خوف ہو یا وسعت نہ ہو
صورت میں مردہ یا مسجد سے باہر کردہ نماز ... یا حال حدیث کا ... ایک تو یہ کہ نماز جنازہ مسجد کا ... کہ نماز و مردہ کا
کا ... نماز کا ... اگر نمازی کا ظرف ... ہونا ... مسجد میں ... اور اگر میت کا ظرف ... ہو
یا نمازی اندر ہو تب کراہت ہوگی اور اگر دونوں کا ظرف ... دونوں کے اندر ہونے کی صورت میں ہوگی اگر ایک یا دوسرا ہو گا ... تو کراہت نہ ہوگی یہ قول مختار
... صورت میں کراہت کا ... لیکن ... حدیث ... کراہت اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ ... ظاہر میں ... [illegible]
... اور ... مثلاً ... [illegible]
... اگر ... مسجد ... [illegible]
... مسجد ... [illegible]
... نماز جنازہ کو ... [illegible]
... [illegible]
جنازہ تو مسجد کے اندر ... کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر ... کراہت ... ہونے سے پائی جاتی ہے کیونکہ جب یا وجود نماز جنازہ کے ذکر
و دعا ہونے کے مسجد میں مکروہ ہوئی تو مردہ کا اسمیں داخل کرنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا ... اور ... کی آلودگی کا خوف ہو پس معلوم ہوا
... قول مختار ... کہ نماز ... اندر ... صورت میں مکروہ ... کراہت ... صورت میں ہو کہ بدون عذر کے مسجد میں نماز پڑھی جاوے اور
اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح مکروہ ہے نماز جنازہ شارع عام میں تمام ہوا قول شامی کا مختصراً ... فصل ... وغیرہ
... ومن استہل بالبناء للفاعل ... [illegible] ... الا ان قطع اذنہ
... اور جو بچہ پیدا ہو کر مر جاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاوے اور اس پر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اسکی میراث
اوروں کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغۂ معروف ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ بچہ سے وہ بات پائی جاوے جس سے اسکا زندہ ہونا
معلوم ہو بعد اکثر بچہ کے نکلنے کے یہاں تک کہ اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ چیختا ہے اور اسی وقت اسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اس پر غرہ لازم ہوگا اور اگر

سر نکلنے کے پیدا ہوتے کا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مر گیا تو اس پر خونبہا لازم ہوگا ہم نماز و غسل کا ذکر اوپر سے کیا اور کفن کو بباعث ظاہر ہونے کے چھوڑ دیا
یعنی کفن بھی دیا جاتا ہے اور نام اسکا رکھا جاتا ہے کہ آدم زاد ہی نام رکھنے میں اسکی تعظیم ہے اور استہلال یعنی آواز کرنے کو چاند دیکھنے کے وقت کہتے ہیں
پھر پیدائش کے وقت بچہ کے رونے کو بھی کہنے لگے اسیلئے شارح نے کہا کہ رونا شرط نہیں بلکہ زندگی کی علامت ہے مثلاً حرکت کرنا اعضا کا بھی کافی ہوا
چونکہ شریعت میں ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہو اسیلئے وہ وارث اور موروث ہوگا یعنی خود اسکو میراث پہنچیگی اور اسکی میراث ملیگی یہ مسئلہ خونبہا مرد کے جیسے میں صحیح کہتے ہیں
اور مرد کا خونبہا دس ہزار درم اور ایک ہزار دینار ہوتے ہیں اور عورت کا پانسو درم یا ہزار دینار کا ہوا اور عورت کی یہ ہے کہ جبتک بچہ اکثر نہیں نکلا اسکو حکم پیٹ کے
بچے کا ہوا یعنی پیٹ کے بچے کا حکم اوسپر ہوگا اور کان کاٹنے میں خونبہا اسیلئے لازم ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہ کی وجہ سے
لازم نہوا کذا فی الشامی و الا یستہل غسل فی غیر الظاہر من الروایۃ اکراما لبنی آدم لہ نامی اپنجار اور اگر کوئی علامت
زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے نہ پائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے پھر کپڑے میں لپیٹ کے
دفنا دیا جاوے یہ خلاف ظاہر الروایت ہے کیونکہ ظاہر الروایت میں ہے کہ بچہ مردہ نکلا ہو اور بغیر غسل کے دفن کیا جائے اور یہی حکم اس بچے کا ہے
جو پیدائش پوری ہوا و کی خلقت پوری ہو جیسا کہ اختلاف ہے میں اس میں ہے چنانچہ شارح بیان کرتا ہے کہ فی الشرح ملا الظہیریۃ وادا استبان بعض خلقہ غسل و حشر
ہو المختار اور شرح الوقایہ میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہو جاوے بعض پیدائش بچہ کی تو اسکو غسل دیا جاوے یہی قول مختار ہے اور اسکا حشر ہوگا اور شامی
کہا کہ ہم اختیار کیا ہے حشر کو اسیلئے کہ اس میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑ گئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے
کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہو گئی ہوگی تو حشر ہوگا اور روح سے خرقہ و دفن بلا غسل علیہ و کذا الابن علی الاصل لفظہ کے ہیں صحیح اجماع الوبر
لا یصلی علیہ لا شرح لہ ای سے حکم النفی الانسانی اعماً ادعی عندہم ادل الحسنہ اور جو بچہ بلا علامت زندگی کے پیدا ہو تو اسکو غسل و نام رکھنے کے بعد لپیٹا جاوے
ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جاوے اور اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور یہ طرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علیحدہ ہو تو وہ بچہ کفنی دیکھا جاوے وہی بچہ کیا جاوے گا
ماں باپ میں سے کہ اگر مر جاوے تو اسپر نماز پڑھی جاوے گی کہ وہ تابع ہے ماں باپ کا دنیا کے احکام و شامی اسکا تابع ہونا احکام آخرت میں ہیں
کہ کہتے ہیں اگر ماں باپ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے مگر زندگی میں تابع رہیگا اگر کسی نے ایک عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث
اور موروث ہوگا کیونکہ شارع نے خونبہا اسکا لازم کیا ہے اسلئے معلوم ہوا کہ اسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی و ان سبی صبی مع احد ابویہ لم یصل علیہ لانہ تبع لہما الا ان یسلم احدہما
او ہو فاسلم لانہ صح اسلامہ لا اقل اسلام ابویہ صحیح نہیں ہے اگر کسی بچہ کو مع اس کے ماں باپ کے گرفتار کیا تو وہ مسلمان نہ
ہو جبتک دار الاسلام میں گرفتار کرنیوالے کی تبعیت نہ ہو اسلئے کہ وہ مسلمان ہو جاوے یا وہ بچہ اکیلا ماں باپ کے ساتھ ہو اور ماں یا باپ مسلمان ہو گیا
خود وہ لڑکا مسلمان ہو گیا حالانکہ وہ عاقل ہے یعنی سات برس کا ہو تو اسپر نماز پڑھی جاوے بسبب اسلام اس بچے کے مسلمان ہونے میں تبعیت ماں یا باپ کے
خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے ہم سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونیکی صحت قائل ہوئے ہیں کیونکہ وہ اسلام میں عاقل ہے اسکو کھانا نفع
نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہی بہتر ہو اور اسکا اتباع بہتر ہے اور صحیح نہیں کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنی ایمان اللہ تعالی اور اسکے فرشتوں اور
کتابوں اور رسولوں اور قیامت اور تقدیر پر کہتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اس سے اقرار ایمان کا
سوال ہو تو کہدے کہ میں ایمان لایا قالوا ولا یشترط ان یبین السائل عن معنی الاسلام بل یذکر عندہ ویقال لہ الایمان بہ فیقول انہ معتقد ہ
بہذا فاذا قال نعم اکتفی بہ ولا یفترق فقہ مفتے جواب ما الایمان و ما الاسلام صحیح فقہا نے کہا کہ ہو کہ سامنے آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیئے بلکہ اسکے
اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہو اسکو ذکر کرنا چاہیئے پھر اس سے کہا جاوے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہے پس اگر وہ ہاں کہدے تو کافی

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیا ہے اور اُسکو مشہور نہیں سکوت کرنا چاہیے ہیں ان سوالات سے کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ عوام
اکثر ان تفصیلوں سے ناواقف ہوتے ہیں حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہیں ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی اما المرتد فیلقی
فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس
للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کے وقت تو اگر اُس کا کوئی
اور رشتہ دار ہوں تو بہتر ہے کہ مسلمان اُس کافر مردے کو اُن رشتہ داروں کے حوالہ کرے اپنے آپ تکفین غسل وغیرہ کا نہ ہو حاجت کے وقت نہلاوے بدون رعایت
طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسا غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہیں اور اُسکو ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھے
میں ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو نہ کسی طرح گڑھے میں ڈالدے غسل و کفن کچھ نکرے اور
نہیں جائز ہے کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر میں اترنا اسکے دفن کیلیے کو واذا حمل الجنازۃ وضع ندبا مقدمہا یمینہ
الدال ویقع وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع مؤخرہا علی یمینہ کذلک ثم مقدمہا علی یسارہ
ثم مؤخرہا کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہے کہ جنازے کے اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنے داہنے
مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنی پیتانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائیں مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائیں مونڈھے
اسطرح رکھے تو پچھلی جانب پر ۴۰ قدم سے فراغت ہو جاویگی اُس وقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اُٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی جنازہ
کو ۴۰ قدم اُٹھاوے تو اُسکا اُٹھانا ہی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبھی بفتح بھی بولتے ہیں اور یہی حال مؤخر کا ہے کہ بکسر خاء معجمہ ہے
اور بفتح بھی بولتے ہیں ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہیں جو دوسروں کی نسبت سے بڑے ہوں یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہیں اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اُسکا
جنازہ ہی بتقدیر مضاف حملہا دی ہے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اسکا ترجمہ کیا وصح انہ
علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رضی کا اُٹھایا یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کی شان میں فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا ویکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی
العنق کالامتعۃ ولذا کرہ حملہ علی ظہر ودابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اُٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹیوں یا سروں کے بیچ میں سے یعنی اگر خواہ دو شخص اُٹھاویں
یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھ لے جیسے اسباب اُٹھایا کرتے ہیں اور اسوجہ سے مکروہ ہے لادنا مردے کا
پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اُٹھانے کا ہے جنازے میں مسنون یہ ہے کہ چار شخص ایک ایک پایہ اُٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھیں واما الصبی
الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا فیحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازۃ بچہ شیرخوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا
اُسکو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھاوے اگرچہ اُٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کندھے یا چارپائی پر اُٹھایا جاوے ویسرع بہا بلا خبب
اسے حد وسریع ولو بہ کرہ اور جلد چلیں جنازے کو بدون تیز جھپٹنے کے اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذا مردہ اور ساتھ والوں کے ہم جنازے میں اسقدر جھپٹنا
مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادھر اُدھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہے تو جلد اُسکو اچھی جگہ پہونچاؤ گے اور اگر برا ہے
تو جلد اپنی گردنوں سے برائی کو دور کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ قنیہ
اور مکروہ ہے مردے کی نماز اور دفن میں اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اُسپر نماز پڑھیں ہاں جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت
ہو جائیگا تو اُس صورت میں دفن میں تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنے والے کو بیٹھنا

جنازہ کے رکھنے کے اور کھڑا رہنا ابن جنازہ کے کہتے ہے ہم عبادہ بن صامت سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد مین نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہو والقیام حین یری الجنازۃ لما ان القیام قبل قعودھا ولا من مرت علیہ ہو المختار وما ورد فیہ منسوخ نہ ہی اور نہ کھڑا ہو وہ شخص نماز پڑھنے کی جگہ مین ہو جبکہ جنازہ کو دیکھے پیشتر اسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جسکے پاس جنازہ ہوکر گذرے یہی قول مختار ہو اور جو کچھ کھڑا رہنے کے باب مین وارد ہو وہ منسوخ ہو کذا فی الزیلعی ام لیئے یہ جو حدیث مین آیا ہو کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اسکے لیے کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہو اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علی سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازہ کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی وندب المشی خلفہا الا ان یکون خلفہا نساء فالمشی امامہا احسن اختیار اور مستحب ہو پیچھے چلنا جنازے کے اسلیے کہ جنازہ متبوع ہو اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہو مگر یہ کہ ہو وین جنازے کے پیچھے عورتین تو اس صورت مین جنازے کے آگے چلنا بہتر ہو کذا فی الاختیار ہم جنازے کو متبوع اسلیے کہا کہ حدیث مین حکم ہو اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہو نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی ویکرہ خروجہن تحریما وتزجر النائحۃ ولا یترک اتباعہا لاجلہا مکروہ تحریمی ہو نکلنا عورتون کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیا جاوے نوحہ کرنیوالی اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاوے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ہم حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو جنازہ کے ساتھ دیکھکر پوچھا کہ تم اٹھانے والون کے ساتھ جنازے کو اٹھاؤ گی یا قبر مین اتارنے والون کے ساتھ مردے کو اتارو گی یا نماز پڑھنے والون کے ساتھ نماز پڑھو گی انھون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی نکرینگے آپ نے فرمایا کہ پھر جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ اور نوحہ والی کے سبب سے جنازے کا ساتھ اسلیے نہ چھوڑا جاوے کہ نوحہ بدعت ہو اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاوے تو جنازہ کے امور کا تکفل ہو وے ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بالمشی عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضا ولکن ان تباعد عنہا او تقدم الکل او رکب امامہا کرہ کما کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائین یعنی داہنے بائین چلنا اوسے نہین اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہو اور اسمین بھی فضیلت ہو لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازے کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہو جیسے مکروہ ہو جنازہ کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرات قرآن مین کذا فی الفتح ہم آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہو لیئے افضل صیغہ افعل التفضیل ہو تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہو کہ لوگ سمجھین کہ اکیلا جاتا ہو اور ذکر اور قرات پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو اپنے دل مین پڑھے کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر دار مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کھودی جاوے قبر مردے کی اسکے مکان کے سوا دوسری جگہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہو یعنی اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ او چھاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہو اور لحد بنائی جاوے یعنی جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاوے جیسے ہو وے مکان کی صورت اور شق نہ کیا جاوے یعنی قبر کے بیچ مین گڑھا نکیا جاوے مگر زمین نرم مین اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے ہم غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہو اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہو اور شق اسلیے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہو کہ لحد ہمارے لیے ہو اور شق غیرون کے لیے پس بدون ضرورت شق بنانا نچاہیے ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وما روی عن علی فغیر مشہور ولا یؤخذ بہ ظہیریۃ اور نہین جائز ہو کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاوے اور جو کچھ حضرت علی سے مروی ہو وہ مشہور نہین اور اسپر عمل نہین کذا فی الظہیریۃ ہم ظہیریہ مین بجاے علی کے ذکر حضرت عائشہ کا ہو کہ انھون نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہین یعنی ثابت نہین ہوا

پالا اور بعض قولوں سے اسکا خلاف ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس نے مکروہ جانا ہے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جائے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ اگر اور نیچے ڈالی جائے تو کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ امام شافعی والا یا اس یا لکھا ہوتا اور چٹائی دونوں مکروہ ہیں
لہ یعنی الخا جیسا کہ خانہ قالا حجر وطین ان لم یفرش ہیں اگر التراب اور لحد اور مکروہ نہیں جانتے کیونکہ مردے کے لیے تابوت بنا دینا اگرچہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلاً
زمین کی نرمی کی جہت سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ صندوق کا بنانا بہتر ہے کیا جاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے کہ اس کے
نیچے مٹی بچھا دی جاوے اور بچھا دے یا اس کی اینٹیں کچی رکھیں اور قوت کے لیے کیا ہے پیچھے جا ہے تاکہ لحد کی صورت بنا جائے اور بدون حاجت صندوق کا
بنانا مکروہ ہے وجاءت فی بغیرہ وکفن وصلی علیہ دفن ثم الحجر ان لم یکن قریبا من البحر ایک شخص کشتی میں مرگیا تو غسل دیا جاوے اور کفنایا جاوے اور
نماز پڑھکر دریا میں ڈالدیا جاوے اگر کنارہ قریب نہ ہو کذا فی الفتح ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء علیہم
السلام واقعات اور نہیں چاہیے کہ مردہ مکان میں دفن کیا جاوے اگرچہ چھوٹا ہو اسلیے کہ یہ طریق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے
الواقعات صحیفہ جس مکان میں مرے اسی میں دفن ہو یہ طریق خصوصی انبیاء علیہم السلام ہے اور دوسروں کے لیے نہیں چاہیے ویستحب ان یدخل من قبل
القبلۃ بان یوضع من جہتہا ثم یحمل فیلحد والعالی یقول واضعہ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ویوجہ الیہا وجوبا ومستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے
قبر میں اتارا جاوے کہ وہ مستحب ہے اسطرح کہ جنازہ اسی طرف رکھا جاوے پھر اٹھا کر لحد میں اتارا جاوے اور مستحب ہے کہ لحد میں اتارنے والا مردہ کو یوں کہے
بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کی طرف اسکا منہ کر دیا جاوے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ میں صحیح ہے کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہے وینبغی
کونہ علی شقہ الایمن ولا ینبش لیوجہ الیہا وتحل العقدۃ لاستغنا عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ
فلا یکرہ وکرہ ابن الملک اور شامی نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ مردہ کو داہنی کروٹ پر لٹایا جاوے اور قبر نہ اکھیڑی جاوے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہیں ہے تو قبر نہ اکھیڑی جاوے اور لحد میں مردہ کے کفن کی گرہ کھول دی جاوے اسلیے کہ اب اسکی حاجت نہیں رہی یعنی کفن کے کھلنے
کے خوف سے گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاویں اسپر کچی اینٹیں اور نرکل نہ پکی اینٹیں اور تختہ اگر گرد میت کے ہوں لیکن اسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہیں ذکر
کیا ہے اسکو ابن ملک نے شامی نے کہا ہے کچی اینٹیں اول لحد کے منہ پر کھڑی کی جاویں اور انکی درزوں میں نرکل یا گھاس رکھدی جاوے پختہ نہ رکھیں اور اگر اسکے اوپر تختہ
رکھا جاوے تو مکروہ نہیں فائدہ یہ ایک کام کی بات ہے روایت ہے کہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نو کچی اینٹیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لحد شریف کا وہ ذکر کیا ہوا اسکو بیہقی نے لکھا اور یہ کہا کہ پکی اینٹوں کے ساتھ نرکل کے ملانے کو جائز رکھا ہے ہو لہ بارض رخوۃ کا التابوت اور جائز ہے
پکی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین میں جیسے صندوق درست ہے قوہستانی نے لفظی قبر یا ولو بنت لا قبر ہ الا ان یکون اور ڈھانپی جاوے قبر عورت کی
قبر میں اتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا منہ بند کیا جاوے اگرچہ مردہ خنثی ہو ڈھانپی جاوے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے و
یہال التراب علیہ ویکرہ الزیادۃ علیہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیۃ من قبل راسہ ثلثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ
لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور لحد بند کرنے کے بعد اسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہے زیادہ کرنا مٹی کا اس مقدار سے جو قبر میں سے
نکلی ہو اسلیے کہ زیادہ مٹی بمنزلہ عمارت کے ہو اور مستحب ہے کہ مٹی دینا اسکے سر کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ
منہا خلقناکم اور دوسری دفعہ وفیہا نعیدکم اور تیسری دفعہ ومنہا نخرجکم تارۃ اخری پڑھا جاوے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہے اور مستحب ہے بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرأت کے لیے اس قدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اسکا گوشت بٹ جاوے
ہم قبر کی مٹی سے زیادہ مٹی ڈالنی اسلیے مکروہ ہوئی کہ ابوداؤد کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابوداؤد میں

مروی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت
رہنے کی دعا اسکے لیے کرو کہ اس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمر بعد دفن کے قبر پر شروع سورہ بقر اور اسکے خاتمے کا پڑھنا مستحب جانتے تھے
کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا للتراب عن الاندراس اور کچھ مضائقہ نہیں پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اڑنے سے کیونکہ پانی
چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکا یا تھا جیسا کہ ابو داؤد نے
مرسل روایت کی ہے ولا یربع ولا یجصص للنہی عنہ ویسنم ندبا وفی الظہیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص للنہی عنہ اور قبر چوکھونٹی نہ بنائی جائے بسبب ممانعت چونہ
کرنے کے اور اونٹ کی کوہان کی مثل اونچی کی جائے کوہان کے برابر جیسا مستحب ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ اونچا کرنا واجب ہے بقدر ایک بالشت کے اور گچ نہ کیا جائے قبر
بسبب ممانعت کے گچ کرنے سے ... مراد ... اگر ... کی شکل نہ کیا جائے بلکہ ... سے اونچی مٹی کی ... سے امام محمد نے
... روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چونہ کرنے سے منع فرمایا اور ... مروی ہے کہ ... قبر پر ... عمارت بنانے
سے منع فرمایا کذا فی الشامی والطحطاوی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وہو المختار ولا بأس بالکتابۃ ان احتیج الیہا اور مٹی کی لگائی جائے قبر پر اور نہ اسپر کوئی عمارت
بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ گل کاری میں مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہے جیسا کہ سراجیہ کے باب الاستحسان میں ہے شامی نے کہا کہ مصنف کو چاہیے
تھا کہ قیل لا باس بہ کو بعد لا یطین کے بیان کرتے کیونکہ عبارت سراجیہ میں گل کاری کے متعلق کہا ہے چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے کہ تجرید میں ہے ان التطیین
... کا دفن کرنا ... کا گل کرنا کردہ ہے اور مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت مصنف کو
شرح المنار میں ... قبر پر ... دفن کیا ہو ... کہا ... ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ شرح المنیہ میں ... ہے کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کے واسطے حرام ہے اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہے
... عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں ... ولا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یذہب الاثر ولا یمتہن اور سراجیہ کے باب الاستحسان میں ہے
کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اسکی ضرورت ہو یہاں تک کہ اس قبر کا نشان مٹ جائے اور پامال نہ ہو ... حاکم ... روایت کیا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے گچ کرنے اور انپر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اس وقت ہے کہ حاجت نہ ہو اور لا باس
کہنے سے اشارہ ہوتا ہے کہ ... لکھنا بہتر ہے اور مقاصد میں ہے کہ قرآن کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہے اسوجہ سے کہ بے ادبی ہوگی کلمات
پامال ہونگے اور یہی حال ہو دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ
ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جائے مگر
کسی آدمی کے حق کے لیے مثلا زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نہ کرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے
نے لی اور وہ نہیں چاہتا کہ اس زمین میں مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردے کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں یعنی مالک
زمین کے ظاہر و باطن دونوں پر حق رکھتا ہے چاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کر دے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے جیسے
جائز ہے جوتنا قبر کا اور اسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدہا حی یضطرب شق بطنہا من الایسر
ویخرج ولدہ ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراہیۃ الاختیار ایک عورت حاملہ مرگئی اور اسکا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہو تو عورت
کا پیٹ بائیں طرف سے چیر کر اسکے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی بچہ مرگیا اور عورت زندہ ہو اور خوف ہو ماں کے مرجانے کا تو اس بچہ کو کاٹ کر
نکالا جائے اور اگر بچہ زندہ ہو تو اسکو نہ نکالا جائے کیونکہ ماں کا مرجانا وہمی بات ہے تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی طحطاوی نے

کہا کہ شارح کا لو بیٹا کہنا زائد ہی اسلیے کہ او بالعکس سے اُسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہی ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول اشبہ فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مرگیا تو اُسکا پیٹ چیرا جاے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہی کہ اُسکا پیٹ چیرا جاے کیونکہ اُسکی حرمت اُسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اُسکا معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اُسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فروع مسائل لحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل لو لقرابۃ او جوار او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہی بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل ہونے کی یہ ہی کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہی اسلیے اُسکا ثواب زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ویندب دفنہ فی جہۃ موتہ وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان رای بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہی دفن کرنا میت کا اُسکی موت کی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہی وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہی جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہی نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اُسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلا صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اُسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو انکی برائیون سے شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اُسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردے کو دوسری جگہ لیجانے کا پیشتر اُسکے دفن ہونے کے مع یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہی کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین ہو تو نقل درست ہی اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگا دی ہی کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہی اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہی کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک دوسرے سے کہدینی تاکہ لوگ اُسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ ولکن یکرہ الافراط فی مدحہ لاسیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہی زیادتی کرنی اُسکی تعریف مین خصوص اُسکے جنازے کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہین ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہی کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہی مصدر اُسکا مرثیہ ہی وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور اُنکو صبر مین رغبت دلانے کی ہم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناوے گا کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والونکے لیے کھانا پکوانے کا ہم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہی کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو اُنکو اُس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث ہی کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہی کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہی تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہی اور مکروہ ہی تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اُسوقت واماندون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم
اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہے تعزیت دوبارہ یعنے ایکبار اگر تعزیت کر لی ہو تو دوسری بار نچاہیے اور مکروہ ہے تعزیت قبر کے پاس یعنے قبر کے
پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہے نہ تعزیت کا اور مکروہ ہے تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت میں یون کہے کہ اللہ تعالی تیرا ثواب
زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیرے میت کو بخشے وبزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا اور کچھ مضائقہ
نہیں قبرون کی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرون کی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت
کیا کرو ھم بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرون کی زیارت کرنی حرام ہے اور شامی نے لا باس پر کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہے یعنی اگر عورتین
اسوجہ سے جائین کہ غم تازہ ہو جاے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ اللہ تعالی لعنت کرتا ہے
قبرون کی زیارت کرنیوالیونکو تو اس سے وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر اسی رونا شروع کرین اور اگر اسوجہ سے جائین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جانکر صلحا کی
قبرون پر جائین تو اس صورت مین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو اُنکے حق مین زیارت مذکور مکروہ ہے اور مردون کے حق مین بموجب
حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایک روز پہلے یا ایک روز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین
وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان
مین یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تمپر اے ایماندار قوم کے گھر والون بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تمسے ملینگے اور سورہ یٰسین پڑھے اور حدیث
مین ہے کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اُسکا ثواب مردون کو بخشدے تو مردون کے شمار کے موافق اُسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہ
احدی عشرۃ صواب ہے ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تھیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیے قبر کھود رکھنے کا اور بعضون نے
کہا کہ مکروہ ہے اور مناسب یہ قول ہے یہ ہے کہ کفن جیسی چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے اور وجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہے کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہو
اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہے اور جن لوگون نے مکروہ کہا اُسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا
چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے پھر خاص جگہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہے طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیے کہ اُس سے کچھ
نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی ہے یعنے اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ
مکروہ ہے چلنا قبرستان کے اُس راستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہے یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو
اُسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ھم شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہے کذا فی الشامی ولا اجلاس
القارئین عند القبر وھو المختار اور نہین مکروہ ہے قرآن خوانون کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہے ھم نور الایضاح کی عبارت ہے کہ قراءت قرآن کے لیے
قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس
نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہے کہ قاریون کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہے کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہے یعنے اگر قبر
مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاے تو اُسکو توڑا نہ جائیگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اھلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب
ہوتا ہے اُسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ھم اس مسئلہ مین اختلاف ہے کچھ لوگون کا قول یہ ہے کہ گھر والون کے
رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ میت کو گھر والون کے رونے سے عذاب ہوتا ہے اور اکثر علما کا قول یہ ہے
کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالی نے فرمایا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ اُس زمانے کے لوگ نوحہ کرنے کی وصیت

کیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ آپ نے یہ ارشاد اُس وقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اُسکو تو عذاب ہوتا ہو اور یہ لوگ اُسپر روتے ہیں کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا تو توقع ہو کہ میت کو اللہ تعالیٰ بخشدے عہد نامہ کی دعا یہ ہو (اللّٰھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ھذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد ان لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد) اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگوں نے لکھے ہیں باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اسکو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہو مگر ابن صلاح نے فتوے دیا ہو کہ قرآن اور اسما معظم میں سے کچھ نہ لکھا جاوے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات معظمہ کو لکھنا جائز نہیں بوجہ مردہ کی نجاستوں میں انکو آلودہ کرنا ہو اور فتح القدیر میں ہو کہ قرآن اور اسمائے الٰہی کا لکھنا درہموں اور محرابوں اور دیواروں پر مکروہ ہو اسلیے کہ خوف ہو اُسکے پاؤں تلے آنے اور اہانت کا پس اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہو کیونکہ کچھ بھی ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح میں اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرا ایک آدمی بیضہم ان یکتب علی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اُسکو خواب میں دیکھا اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب انھوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انھوں نے کہا کہ تو عذاب الٰہی سے امن میں ہوا اگرچہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہو کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہو تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی وقلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح انگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہیں مگر بہرحال کسی طرح ہو احکام شرعی کا مدار خواب پر نہیں ہوسکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہو شہید کے احکام میں ہم ہر چند شہید بھی مردہ ہی مگر اُسکو نماز جنازہ سے جدا باب کر کے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہو وہ دوسرے مردوں کو نہیں کذا فی النہر قیل سمی بہ لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہو بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ زندہ ہو اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہو ہم شہید مشتق شہود سے ہو یا شہادت سے اور شہود بھی ہوسکتا ہو کہ فرشتے اُسکی تعظیم کو آتے ہیں اور جنت اُسکے سامنے پیش کیجاتی ہو اور شاید یہ بھی ہوسکتا ہو کہ خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتا ہو یا یہ کہ اُسکا خون اور زخم اُسکے شاہد موجود ہیں ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہو وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہو ہم یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہو مطلق شہید کی نہیں چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہیں عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو انکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثلثۃ ایام عملت والا لا لعدم کونہا حائضا یعنی حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اس عورت کے حائضہ ہم یعنی ایک عورت نے شہادت میں دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذر لی سے وہ قطعاً ناپاک ہوگئی تھی اسلیے اُسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیا جائیگا کیونکہ اب کم مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہیں ہوسکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو دلیل ابو حنیفہ علیہ السلام غسل حنظلۃ

تحصیل الغسل بالملائکۃ بدلیل قصۃ آدم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا اس سبب ہو جانے غسل کے فرشتوں کے غسل سے
حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل سے حضرت حنظلہ جنابت کی حالت میں تھے جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے
نہلاتے ہیں صحابہ نے انکی بی بی سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ نہانے کی حالت میں نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے انکو نہلایا تو اسمیں جو
یہ فرماتے ہیں کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم
کی طرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بلا شبہ واجب ہے مگر نہلانے والے کچھ ضرور نہیں کہ آدمی ہوں چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ بیان ہو چکا ہے کیونکہ انکو
فرشتوں نے نہلایا تھا اسی طرح یہاں بھی جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتوں کے نہلانے سے حاصل ہو گئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی
کذا فی الشامی مختصراً او قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق ... بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل مال بل قصاص شہید وہ ہے کہ مسلمان مکلف جو کہ ظلم سے
قتل کیا جاوے ناحق کسی ہتھیار سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاوے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار چھری اور تیر وغیرہ سے مار ڈالیں اور قتل کے باعث
کے ان دونوں صورتوں میں قصاص لازم ہو نہ مال تو ایسے شخص کو غسل نہ دیا جاوے گا اور اگر مال واجب ہو ... قتل کے سبب مال
واجب ہو قصاص نہ ہو حتی لو وجب المال بالصلح او قتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ یعنی اگر مال واجب ہوا ... کسی عارض کی وجہ سے
نہ قتل کی وجہ سے مثلاً صلح کر لیں ... قتل موجب قصاص ہو مگر قصاص ساقط ہو جاوے اور صلح سے مال واجب ہو یا باپ نے بیٹے کو مار ڈالا
ہو تو ایسی صورت میں بھی شہادت ساقط نہ ہوگی ... کہ قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونوں صورتوں میں بھی شہید ہوگا [illegible]
اسکو غسل نہ دیا جاوے گا ... اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نہ رہا ہو اگر زندہ رہا ہوگا تو غسل
دیا جاوے گا چنانچہ آگے ذکر ہوگا ... میدان جنگ سے اٹھا لائے ہوں ... زخمی ہو جان باقی ہو ... تو غسل ہوتا ہے
او شرح میں ... ذکر ہوگی ... کہ قتل کیا ہو شہید ... او قاطع طریق ... جیسا کہ
بای آلۃ قتلوہ لان الاصل ... بغیر حق ... زندہ نہ رہے تو شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اسکو باغی یا کافر یا
یا راہزن نے اگرچہ قتل کسی سبب سے ہو ... تو بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگوں کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے
اسکو ماریں اسلیے کہ اصل اس باب میں جنگ احد کے شہید ہیں اور وہ سب ہتھیار سے نہیں مقتول ہوئے تھے قتل سبب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی کا
راہزن یا باغی سوار کے پاؤں تلے دب کر مسلمان مر گیا یا انہوں نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہاں تک کہ وہ گر کر مر گیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہ
میں آگ لگا دی اس سے مر گیا تو ان صورتوں میں شہید ہوگا کذا فی الشامی بتصرف او وجد جریحاً ... المراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم

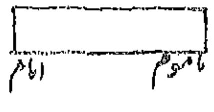
من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیاً لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلقہ جامداً یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاوے زخمی مردہ ان لوگوں کے ہاں جنگ میں
شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر میں زخم ہو یا نہ ہو مثلاً نکلنا خون کا اسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے صاف صاف نکلا ہو
خون کا اسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا ہو یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہو دیکھا جاوے کہ اس مقام سے
کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہیں اگر نکلتا ہے ... تو ان صورتوں میں شہید نہ ہوگا اور اگر بدون زخم باطن کے نہیں نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ
علامت قتل ہے اس سے شہید ہوگا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہو تو اگر سر سے اترتا ہے تب شہید نہ ہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہو تو شہید ہوگا کیونکہ یہ زخم
باطن کے پیٹ کی طرف سے خون منہ کو نہیں آتا اور یہ پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی البحر
و الفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں قلب ہو گیا صواب یہ ہے کہ جامد اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیاً آخر میں ... مالا بجعل الاکثر

ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد ولا یحل ان تیمم کفنہ المسنون لیں اُتارا بیجا ئے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہیں رکھتی
اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جائے اگر اُسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اُسکا کفن مسنون پورا ہوجائے
دم جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی والے کے اور کپڑا نہو
تو اُسکو نہ اُتارا جائے اور اُسکے سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم
بکلومہم اور نماز پڑہی جائے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جائے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اُنکو کپڑون مین لپیٹو
اُنکے زخمون سمیت یہ ارشاد آپ نے شہدا احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہے اُسکو احمد نے اور بیہقی صاحب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہدا احد کے بابت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین اُتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کردو کذا فی الطحطاوی وغسل من
وجد قتیلا فی مصر او قریۃ فیہا ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص
فان وجب کان شہیدا کمن قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر انہ عینہ لم یعلم فلیحفظ فان الناس عنہ
غافلون اور غسل دیا جائے وہ شخص کہ پایا جائے مقتول شہر یا گانون مین اُس جگہہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ
شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہے اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر
قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلا وہ شخص جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو محلہ والون پر قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم
ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکہنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین لیعنی قسامت اور دیت
اُسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اُنپر ثابت نہین ہوسکتا بہاگ جانے کے باعث
اسلیے اُنکا مقتول شہید ہوگا او قتل بحد او قصاص ای بالقتل وکذا تعزیر او افترس سبع او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی
ولو قلیلا او اوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ویقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیا او مات علی الایدی وکذا لو قام
من مکانہ الی مکان اخر بدائع یا قتل کیا جائے حد مین یا قصاص مین لیعنے وہ بہی غسل دیا جائے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُنکا قتل ہونا ظلم سے
نہین یا درندہ کے پہاڑنے سے مرجائے یا زخمی ہو اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کہا دے یا پیوے یا سو دے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تہوڑی ہی ہون لیعنی
ذرا سا کہایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اُس حال مین کہ وہ ہوش رکہتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان
جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتہون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہہ سے اُٹھکر دوسری جگہہ چلا گیا کذا فی البدائع م خیمہ مین جگہہ
لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے
ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانیکی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہہ سے اُٹھائے جانیکا
حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جائیگا کذا فی الشامی لا لخوف وطء الخیل میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گہوڑون کے روندنے کی خوف سے
لیعنے اگر گہوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا او اوصی بامور الدنیا وان بامور الاخرۃ لا
یصیر مرتثا عند محمد وہو الاصح جوہرہ لانہ من احکام الاموات او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی
پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث لیعنی زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے
کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث نہوگا

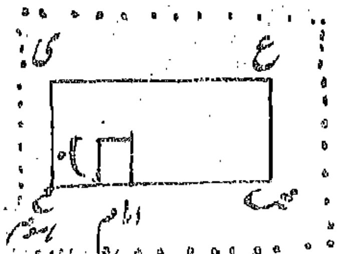
غرضکہ مردہ کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اور اصل اس باب میں شہدائے احد کا حال ہے تو اگر شہادت انھیں کی طرح کی ہوگی تب تو غسل
نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ میں سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نہ ہوگی جس سے غسل دینا ترک کیا جاوے وہو اکثر من قدر ما
بعد انقضاء الحرب ولو فیہا اے فی الحرب الا بمیسر شامی ہیں یہ ذکر اور یہ سب باتیں جنسے شہادت ناقص ہوتی ہے اُس صورت میں ہیں کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر
لڑائی کے اندر یہ امور ہوں تو ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی سے مرتث نہ ہوگا ہر صورت میں شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الآخرۃ
وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطیں شہید کامل کے باب میں ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسی طرح شہید آخرت ہے
جنابت والا اور مثل اسکے یعنی مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاوے اور اسکے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہیں ہم شرطیں شہید
کامل کی چھ مذکور ہوئی ہیں اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد میں پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی
ہونے کے منتفع نہ ہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض ہے کہ غسل نہ دیا جائیگا گو اس صورت میں کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اسکے خون
کے لگی ہو اور شہید آخرت سے مراد یہ ہے کہ جو ثواب شہدا کے لئے وعدہ ہوا ہے اسکو حاصل ہوگا کما فی البحر ومن ہولاء القتیل مدافعا عن نفسہ والغریق والحریق
والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وہو یطلب العلم وقد عدہم السیوطی نحو الثلاثین
واللہ تعالیٰ اعلم اور شہید آخرت ہے جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور تلوار اپنے ہی مارے اور پانی میں ڈوب گیا ہو اور جلکر مر گیا ہو اور سفر میں مر گیا ہو اور جس پر مکان گر گیا ہو
اور پیٹ کی بیماری یعنی دستوں یا استسقا سے مر گیا ہو اور وبا سے مر گیا ہو اور شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا میں اپنے شہر میں صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ
اگر اس عرصہ میں کسی اور مرض سے مر جائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا بعد نفاس میں اور جو شخص جمعہ کی شب
کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اس حال میں مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم میں مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا
سنتا ہو اور شہدائے آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہے واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت میں تعداد مذکورہ کا اطرح بیان کیا ہے
پیٹ کی بیماری والا غریق ڈوب کر مرنے والا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مر جاوے سل والا سفر میں مرنے والا مرگی والا جو اپنے دین یا
اپنے گھر والوں کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے میں مرنے والا اقلیم سے مرنے والا عشق میں مرنے والا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو
جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندا اٹک کر اچھو ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی ٹھہرایا ہو یا بادشاہ کے خوف سے
چھپا پھرتا ہو اور مر گیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب میں مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن و
فرزند اور مملوکوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے انکو کھلاتا ہو جسکو جہاز میں متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص
ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے اللہم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نکرے سفر
میں نہ مقام میں جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت میں ۴۰ بار کہے لا الہ الا انت سبحانک انی
کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علما نے اسقدر زیادہ کیے ہیں جو جلکر مر جاوے جو گھوڑے سے گر کر مر جاوے جو کہ مرابط ہے
جو ہر شب سورہ یٰس پڑھے جو شخص سواری سے گر کر مرے جو انکو طہارت کے ساتھ سووے اور مر جاوے جو شخص زندگی بھر لوگوں کی مدارات کرتا رہے
جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانوں کے کسی شہر میں
غلہ لیجاوے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتیں سورہ حشر کے آخر کی
پڑھے اور اس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث میں آیا ہے اور پورا بیان شامی میں ہے

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت میں شارح نے زیادہ کیا علی الترجمۃ [illegible] اس باب [illegible] باعتبار عنوان کے زیادہ ہونے عنوان میں
ظرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہے اور عبارت میں ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہے اور یہ اچھی بات ہے کہ عنوان سے زیادہ بیان کیا جائے اور یہ
بری ہے کہ جس بات کا ذکر عنوان میں ہو اسکا حال نہ بیان کیا جائے صح فرض ونفل فیہا وفوقہا وان بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والہواء الی عنان
السماء درست ہے فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلئے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہے آسمان کی سطح تک ہم
امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض [illegible] ایک طرف کو منہ کریگا دوسری جانب کو پیٹھ ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہے اور ہماری دلیل [illegible]
کہ واجب ہے کعبہ کے ایک جزء کی طرف منہ کرنا [illegible] جب نماز شروع کریگا تو [illegible] قبلہ ٹھہر جاویگا [illegible]
کی طرف پیٹھ کرنا مفسد نماز نہوگا [illegible] القناعی [illegible]
الثانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہے [illegible] شرح ملتقی میں [illegible]
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول [illegible] دوم قبرستان سوم [illegible] چہارم شارع عام
پنجم [illegible] جانوروں کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کی پیٹھ ہفتم حمام [illegible] وان جعل [illegible] الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ
الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہے نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ [illegible] جماعت والوں [illegible] ہوں کیونکہ
مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کی طرف کریگا تو اسکا اقتدا درست نہوگا [illegible] امام سے [illegible] مقتدی کی پشت امام کے چہرہ
ہو تو دونوں کا منہ ایک ہی طرف اور مقتدی کعبہ [illegible] شارح نے [illegible]
کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون [illegible]
ہم [illegible] صورت اول یہ کہ مقتدی کا منہ امام [illegible]
منہ امام کی پشت کی جانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہے چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کی طرف ہو یہ صورت ناجائز ہے [illegible] وصح لو تحلقوا حولہا
ولو کان بعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما اور درست ہے نماز اگر حلقہ کریں گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ
قریب ہوں بنسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کی طرف میں زیادہ قریب نہوں [illegible] اسلئے درست ہے کہ وہ حکما امام سے پیچھے ہیں یہاں
سے حکم کعبہ کے باہر یعنی مسجد الحرام میں پڑھنے کا ذکر ہے کہ جماعت اس میں گرد کعبہ کے حلقہ کیصورت درست ہے کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسی
طرح نماز ہوتی آئی ہے پھر اس حلقہ کی جماعت میں سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اسی طرف ہے جس طرف امام ہے تو
اسکی نماز نہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اسلئے اسکا اقتدا درست نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب میں کعبہ سے قریب ہو گیا ہے تو اقتدا درست ہے اسلئے
کہ آگے بڑھنا امام سے اسوقت ہوتا ہے کہ دونوں کی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہ ہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہ ہوا اسلئے [illegible] اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی



ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب الیہ [illegible] ینبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام [illegible]
اور اگر کوئی مقتدی اس کونے کی سیدھ میں کھڑا ہو امام کی جانب میں ہو اور کعبہ سے بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہو تو
میں نے اس مسئلے کا حکم نہیں دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایاں ہے بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہے اسکی ہم
اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہیں فرض کرو کہ [illegible] خانہ کعبہ ہے اور [illegible] فرض کرو



امام دروازہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف منھ کر کے نیت کی تو اسصورت مین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفون کا ہوتا ہی مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ج ش اور ج ی دونون ہین لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اسکی نماز درست نہوگی اسلیے کہ ہر چند جانب ج ی بھی اسکی جہت ہی مگر چونکہ ج ش کیطرف امام ہی تو احتیاط اسمین ہی کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کی صورت مین اپنے امام سے آگے بڑھگیا اور جامع نقولون کا پہلا مسئلہ یہ صورت بتاتا ہی کہ امام کی طرف کے نقطے مقام مقتدیونکے ہین جو امام کی نسبت کعبے سے دور ہین اور باقی تین طرفین کعبے سے قریب ہین وكذا لو اقتدوا من خارجها بامام فيها والباب مفتوح صح لانه كقيامه في المحراب اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبے کے باہر سے اقتدا کرین اس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کھڑا ہونا امام کا کیونکہ کعبے کے اندر ہونا امام ہی اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اُسکے ساتھ ہو یا نہین اور بیچ اقتدا کو درست ہو مگر کراہت کے ساتھ اسلیے کہ امام کا قدآدم اونچا کھڑا ہونا کہ وہ چوکھٹ دروازہ کے کھلنے کی قید بطریق لگائی کہ امام کے رکوع و سجدہ کا حال مقتدی پر مشتبہ نہو پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی تکبیر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جاے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم [illegible] الحکیم الکریم

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب ہی احکام زکوٰۃ کے بیان مین قرنها بالصلوٰة في اثنين وثمانين موضعا في التنزيل دليل على كمال الاتصال بينهما وفرضت في السنة الثانية قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونون مین کمال کے درجے کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسرے برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر مع بیان مناسبت کا شارح نے کر دیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادات بدنی ہین دونون باہم قریب ہونی چاہیئین مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوٰۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ بتبعیت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھدیا جنہون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہ شمار غلط ہی صحیح یہ ہی کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونون کا ذکر قرآن مجید مین ہی جیسا ہمارے استاد نے اسکو شمار کیا ہی ولا تجب على الانبياء اجماعا اور زکوٰۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہی کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بیموقع صرف کرنے سے روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوٰۃ طہارت ہی اس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی ہی لغة الطهارة والنماء وشرعا تمليك خرج الاباحة فلو اطعم يتيما ناويا الزكوٰة لا تجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم كما لو كساه بشرط ان يعقل القبض الا اذا حكم عليه بنفقتهم مضمرات خلافا للثاني بزازیہ زکوٰۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہی فقیر کو اس حصہ مال کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بنیت ادا زکوٰۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی ادا سے زکوٰۃ کے لیے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینکتا نہ دیتا ہو لیکن جسصورت مین کہ اس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہو گیا تو اب انکو کپڑا پہنانا ادا سے زکوٰۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہی کہ مثلا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ مین شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی اسلیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیے اسلیے کہ اسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہوا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ادا جائز

سے بھی اداے زکوٰۃ درست ہو کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہو کہ اباحت سے چیز کا کام مین لانا مباح ہوجاتا ہو یہ نہین کہ جس مین
جو تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہو مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اُسکے کھا لینے کا ہونا اور تصرف
کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھاے چاہے دوسرے کو دیڈالے یا بیچے جزء مال خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا لایجزیہ علیہ الشارع
بہ مربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوٰۃ مالک کرنا ہو مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اُسکو ٹھہرا دیا ہو اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال
نقد کا ہو جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارع نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوٰۃ مین محسوب نہین ہوسکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر مین ایک
سال بہ نیت اداے زکوٰۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اُسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اُسکے باب مین کچھ تعین ہی
نہین اور صدقہ فطر بھی نکل گیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم تطوعا دی سے کہا کہ چالیسوان حصہ شارع نے بیان کیا اور زکوٰۃ جانورون وغلہ
کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہین مسلم فقیر ولو معتوہا غیر ہاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ہذا معنی قول الکنز تملیک المال اے
المعہود اخراجہ شرعا مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اُنکے مولی یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی مراد کنز کے قول تملیک
المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعا معلوم ہی ہم مصنف نے زکوٰۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال معینہ الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو
شارح کہتا ہی کہ مال دونون تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہی مع قطع المنفعۃ
عن المملک من کل وجہ فلا یدفع لاصلہ وفرعہ مالک کرتا ہو اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہوجاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوٰۃ کا
دینے والا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین من وجہ اُسکی
منفعت باقی ہو بعد تعالی بیان لاشتراط النیۃ مالک کرنا ہو خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہو نیت مشروط ہونے کا یعنی جب یہ کہا
کہ فقیر کو دینا خدا تعالی کی امر کی بجا آوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مین نیت شرط ہی جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہی بالاجماع کذا فی البحر وشرط فرضہا
عقل وبلوغ واسلام وحریۃ والعلم بہ ولو حکما لکونہ مقیما بدارنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور
فرض ہونے کا جانتا ہی اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بےعلمی عذر نہین ہوسکتی ہان اگر کوئی کافر
مالدار دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اُسکو زکوٰۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوٰۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین
اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہین وسببہا ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی
نسبۃ للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اُسکا یعنے زکوٰۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہی شارح نے کہا
کہ حولی نسبت ہو حول کیطرف یعنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہی ملک کی اس قید سے
مکاتب کا مال نکلگیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسی وجہ سے اُسکے مال پر زکوٰۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا
فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علی ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کی شرط ہونے سے علاوہ
اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہو کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی
نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہی کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع ومانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے
اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلا شبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہی کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

حاشیہ: نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اُس مال کو کہتے ہین جس سے کہ زکوٰۃ واجب ہو ۱۲ سلمہ

کیونکہ مال تام خاص ہے ... مین ... الخ جزو ... مال ... سکتے ہین جسکو ...

کردیتے ہیں نہ یہ کہ جو قید مفید ہو اُسکو زائد سمجھا جاوے خصوصی سمجھانے کے مقام میں انتہے ودخل مالک بسبب خبیث کمغصوب خلطہ اذا کان
لہ غیرہ منفصل عنہ یوفی دینہ اور داخل ہوا یعنے اُس نصاب میں جسپر زکوۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے
مال میں ملادیا بشرطیکہ اُسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کردے اُسکا دین یعنی مال مغصوب کی قیمت اُس جداگانہ مال سے ادا ہو جاتے
اس صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھینکر اپنے مال میں ایسی طرح ملادیا کہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے مال کا خلط
کردینا ایسا ہی جیسے اُسکو تلف کرڈالنا یعنی اُس شخص پر ضمان لازم ہو تو اس سب مال کی زکوۃ اُسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہے وہ اُس مال مغصوب کا
مالک ہو گیا ہے مگر سب کی زکوۃ دینے میں یہ شرط ہے کہ اُسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اُس سے ضمان ادا کر سکے اور اگر اور مال نہوگا تو چونکہ اُسکے
مال میں غیر کا حق ملا ہوا ہے اسلئے اُس غیر مغصوب مال کی زکوۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کرڈالنے کے نہیں اسلئے موجب ضمان کی
نہیں تو اُس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی بتصرف فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد سواء كان لله كزكوة وخراج او
لا کبید ولو کفالۃ او مؤجلا ولو صداق زوجتہ المؤجل للفراق او نفقۃ لزمتہ بقضاء او رضاء بخلاف دین نذر وکفارۃ وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوۃ ملکیت
ایسے نصاب کی ہے جو زائد ہو اُس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندہ ہو کیطرح برابر ہے کہ قرض مذکور اللہ تعالی کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض
بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر اُسکی زوجہ کا ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندیکا الیا نفقہ کیطرح کہ اُسپر قاضی کے حکم
سے یا اُسکی رضامندی سے لازم ہوا ہے بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضوں کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہیں اگرچہ
قیامت میں انکا مطالبہ ہوگا امام زکوۃ میں بندہ کیطرف سے طلب اسطرح ہے کہ شروع اسلام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے ظاہری
کی زکوۃ کا نکالنا مالکوں کے سپرد کردیا تاکہ حکام ظالم لوگونکے مال پر حملہ نکریں تو گویا ہر مالدار آپکی طرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض کی زکوۃ
سے زکوۃ کے واجب نہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اُسپر دو برس گذر گئے تو اُسپر دوسرے برس کی زکوۃ واجب نہوگی
اسلئے کہ پہلے برس کی زکوۃ اُسکے ذمہ قرض ہے اُسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض
لیا اور دس آدمی اُسکے کفیل ہوے اور ان سبکے پاس ہزار ہزار روپے ہیں تو انمیں سے کسی پر زکوۃ واجب نہیں اسلئے کہ قرض دینے والیکو اختیار ہے کہ جس سے چاہے
اپنا قرض لے سکتا ہے اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ اُسکو کوئی مانگتا نہیں اور قہستانی میں اسی کو صحیح کہا ہے کذا فی
الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب میں ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور نفقۃ نصب کے ساتھ عطف ہے کفالۃ پر ولا یمنع الدین
وجوب عشر وخراج وکفارۃ اور قرض مانع نہیں ہے دہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہیں کہ زمین کی پیداوار
سے دہ یکی یا خراج اُسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اُسپر واجب نہو کیونکہ عشر وخراج متعلق پیداوار سے ہیں جو ہمیشہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور کفارہ
متعلق ذمہ سے ہے اُسمیں مفلس اور تونگر برابر ہیں اتنا فرق ہے کہ مفلس کو مہلت دستیابی تک دیجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہیں رکھتا
شارح نے بڑھا دیا ہے وفارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقا كثيابه او تقديرا كدينه اور
نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتوں میں لگا ہوا ہے وہ نہونے کے برابر ہے اور حاجت میں لگے ہوئے مال کو
ابن مالک نے یوں بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت میں جیسے اُسکے کپڑے ہیں یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین
ہم حاجت اصلی کی چیزیں یہ ہیں خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ وروں کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے
جانور اہل علم کے حق میں کتابیں اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلئے کہا کہ اُسکی فکر میں آدمی شب و روز گھلتا ہے اور آگے کوئی قرض نہیں دیتا اور

قرضخواہ ہوں سکے ماکثرت ثابت قوتاً تاہم کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرة علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑھے
اسطرح کہ مالک اسکے بڑھانے پر قادر ہو کہ آپ یا اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو پس مال زکوٰۃ دو طرح ہو ایک خلقی یعنے جسکی پیدائش دفع حاجت کیلئے
وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہیں دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہو اور وہ سوا النقدین کے اور چیزیں ہیں پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہو ایک حقیقی تجارت اور چارپایوں کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنی تجارت
وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ میں ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ میں کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علیہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب
لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ لتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع
کی کہ زکوٰۃ نہیں مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہو وہ مکاتب کی پوری ملکیت میں نہیں کیونکہ اسمیں حق
اسکے آقا کا لگا ہوا ہے جبتک مال کتابت اسکے ذمہ ہو اور نہ اس غلام کی کمائی میں زکوٰۃ ہے جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہو بشرطیکہ مال غلام کے
قبضے میں ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز میں زکوٰۃ ہے مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنی اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسوں تک رہن رکھا تو بعد
چھڑا لینے کے اسکی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اسکے ذمہ نہیں بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اسکی زکوٰۃ ہے کیونکہ اسکی ملک نہیں اور نہیں زکوٰۃ
اس مال میں کہ اسکو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اس برس
کی زکوٰۃ مشتری پر نہوگی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہیں زکوٰۃ بندے کے قرضدار پر بقدر اسکے قرض کے پس زکوٰۃ دے
زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہیں اور اسکے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہے تو سو کی زکوٰۃ
دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہیں جو نصاب سے زیادہ ہیں اور اگر کم بچیں یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہیں مثلاً ۱۲۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت میں قرضہ
کے سو دیکر ۲۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہیں اور دوسری صورت میں کچھ نہ بچیگا تو ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ اسپر نہیں وعروض الدین کالہلاک
عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان میں قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہے امام محمد کے نزدیک اور ترجیح دی ہے اسکو بحر الرائق
میں تمام صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہے آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہوگئے اور سال پورا
ہونے کے بعد پھر دو سو ہوگئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سرے سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوٰۃ اسپر نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع
زکوٰۃ نہیں اس سال کی بھی زکوٰۃ اسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی
ولو له نصب صرف الدین الی ایسرها قضاء ولو اجناسا صرف لاقلها زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالوں کی نصابیں
ہوں تو قرض اس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادا کرنا قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسیں ہوں تو قرض اس نصاب
میں لگایا جائیگا جسکی زکوٰۃ کمتر ہو اور اگر زکوٰۃ میں جنسیں برابر ہوں مثلاً چالیس بکریاں اور پانچ اونٹ کہ دونوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے تو مالدار کو اختیار
دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین میں رکھکر باقی جنس کی زکوٰۃ دے ہم کئی نصابوں کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس روپیہ اشرفیاں بھی بقدر نصاب
ہیں اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور چارپائے بھی تو اسکے قرضہ میں اول روپیہ اشرفیاں محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسوں کی مثال
یہ ہے کہ مثلاً جانوروں کی کئی جنس بقدر نصاب ہوں یعنی ۴۰ بکریاں اور ۳۰ گائیں اور پانچ اونٹ تو قرض میں بکریاں خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائیں نہونگی
کیونکہ ۳۰ گایوں کی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہے اور بکریوں اور اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہے بچھڑے سے اور یہ صورت اسوقت ہے کہ صدقہ لینے والا موجود ہو
ورنہ صاحب مال کو اختیار ہے چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیوں اشرفیوں کی زکوٰۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن

مسئلہ
مکاتب اور غلام جسکو قبضہ کیا ہو کی زکوٰۃ [illegible] ۱۲

المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوہا اور نہیں زکوٰۃ ہے بدن کے کپڑوں میں جنکی حاجت گرمی سردی کے
دور کرنے کو ہوتی ہے کذا قالہ ابن ملک اور نہیں زکوٰۃ ہے گھر کے اسباب اور رہنے کے گھروں اور اُنکے مثل یعنے دکانوں اور سراؤں میں جنکا کرایہ ملتا ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تنو التجارۃ غیر ان الاہل لہ اخذ الزکوٰۃ وان ساوت نصابا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او تزید
علی نسختین منہا ہو المختار اور اسیطرح زکوٰۃ نہیں کتابوں میں اگرچہ نہوں اُنکے پاس جو اُنکا اہل ہے یعنی بے علم شخص کے پاس ہوں تب بھی اُنمیں زکوٰۃ نہیں
بشرطیکہ تجارت کی نیت اُنمیں نہو ہان اسقدر ہے کہ علم والیکو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ کتابیں کئی نصاب کے برابر ہوں یعنے کتابیں اُسکے حق میں تونگری نہوگی
بخلاف جاہل کے کہ اُسکے پاس کتابیں بقدر نصاب ہوں تو اُسکو زکوٰۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ ہوویں کتابیں فقہ اور حدیث اور تفسیر کے
سوا اور علموں کی کہ بقدر نصاب اُنکے ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یا یہ کہ کتابیں علم دینی کی ہوں مگر دو دو نسخوں سے زیادہ ہوں
تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یہی قول مختار ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ دو نسخوں سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہے زکوٰۃ کے نہ لینے میں معتبر یہ ہے کہ ایک نسخہ
سے زائد اگر ہوگی تب بھی زکوٰۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق میں اسکو مختار کہا ہے وکذا آلات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعصفر
لدبغ الجلد ففیہ الزکوٰۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون یساوی نصابا وان حال الحول اور اسیطرح زکوٰۃ نہیں حرفہ والوں کے آلات میں مگر جس آلہ کا اثر باقی رہتا
جیسے کسم ہو کھال رنگنے کے لیے تو اُسمیں زکوٰۃ ہے بخلاف اُس چیز کے کہ باقی نرہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اُسپر برس گذر جاوے مگر زکوٰۃ نہوگی
ہم حرفہ والوں کے آلات دو قسم ہیں ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود ہیں جیسے بسولہ اور ہتوڑی وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نرہیں اور اس قسم کی دو نوع ہیں ایک وہ
کہ اُنکا اثر موجود رہتا ہے جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے میں اور کسیں اور تیل کھال رنگنے میں دوسرے وہ کہ اُنکا کچھ اثر نہیں جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات میں زکوٰۃ
نہیں اور دوسری کی پہلی نوع میں یعنے کسم وغیرہ میں زکوٰۃ ہے اور دوسری نوع میں نہیں اور بعض نسخوں میں عفص کی جگہ عصفر ہے وہ غلط ہے کیونکہ عصفر کسم کو
کہتے ہیں جو کپڑا رنگنے میں کام آتا ہے نہ کھال رنگنے میں قال الشامی وفی الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور
اشباہ میں ہے کہ عالم اپنی حاجت کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا یعنی اُسپر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوٰۃ کا لینا درست ہے مگر بندوں کے قرض میں یعنے اگر
مقروض ہوگا لوگوں کا قرض ادا کرنے کے لیے اُسکی کتابیں فروخت کیجاینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ
علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہیں ہے زکوٰۃ گم شدہ مال میں جو بکئی برس کے بعد پایا یعنی ایام
گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہوگی اور نہ اُس مال میں جو دریا میں گرا اور بعد کئی برسوں کے نکالا اور نہ اُس مال میں جو کسی نے چھین لیا اور اُسپر گواہ نہیں پس
اگر اُسکے گواہ ہوں تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی بعد قبضے میں آنے مال کے مگر سائمہ جانوروں کے غصب میں کہ زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ چھیننے والا
غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ میں ہے ہم سائمہ اُن جانوروں کو کہتے ہیں جنکو آدمی اکثر ایام سال میں مباح جنگل میں چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ
بعد غصب ہونیکے یہ امر اُسکو حاصل نہوگا اسلیے ان ایام کی زکوٰۃ اُسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ عند غیر معارفہ
اور نہیں زکوٰۃ اُس مال میں جو جنگل میں مدفون ہو اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اُسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال ملگیا اور اسیطرح اُس امانت
میں زکوٰۃ نہیں جو ناآشنا لوگوں کے پاس ہو کیونکہ اس صورت میں احتمال نسیان کا غالب ہے اور اگر مال جان پہچان والوں کے پاس امانت ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی
بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ میں مدفون ہو کہ اُسپر زکوٰۃ واجب ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور وجہ اُسکی
یہ ہے کہ سب گھر کو کھود کر مال ملسکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اُسمیں دفن کیا ہوا مال ایسا ہے جیسا جنگل میں واختلف فی المدفون فی کرم وارض مملوکۃ اور
اختلاف ہے اُس مال کی زکوٰۃ میں جو کسی باغ میں یا زمین مملوکہ میں دفن ہو ہم جو لوگ اُسپر زکوٰۃ واجب کہتے ہیں اُنکی دلیل یہ ہے کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہے

اور جو واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سبب اُس کا گم ہونا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہیں کذا فی الطحطاوی و دین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ
له علیه ثم صارت له بینۃ بان اقر بعد سنین عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیه عند القاضی اما قبله فتجب لما مضی اور نہیں زکوٰۃ اُس قرض میں
جسکا قرضدار کئی برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اُسپر گواہ نہ تھے پھر اُسکے پاس گواہ ہو گئے اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے
قرض کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف میں اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے میں اور
اُس سے پہلے کہ قسم لیجائے اگر منکر اقرار کریگا تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیه بعد سنین لعدم النمو
اور نہیں زکوٰۃ اُس مال میں کہ ظلم کے طور پر زبردستی لیا جائے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے طحطاوی نے کہا
کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لیکر مال مصادرہ تک کی یعنے ان مالوں میں وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہے کہ مالک کیلئے بڑھ نہیں سکتا
والاصل فیه حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وهو ما لا یمکن الانتفاع به مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے میں حدیث حضرت علی رض
کی ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اُس سے فائدہ اٹھانا اُسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی
معسر او مفلس ای محکوم بافلاسه او علی جاحد علیه بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وهو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم به قاض
سیجیء ان المفتی به عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکه لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر
تو انگر نادہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اسپر گواہ ہوں یا اُس قرض کو قاضی جانتا ہو
پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک میں پہونچے تو اُسپر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود
گواہ ہونے کے اُسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اُسکو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو
اُنکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل
ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان میں عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اُسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم
ادائها توجه الخطاب یعنی قوله تعالی واتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دو یعنی
جب آیت میں خطاب مکلفوں پر بصیغہ امر دینے کے لیے ہے تو ادا کرنا اُسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا
وہ مجازی تھا وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فی ملکه وثمنیۃ المال کالدراهم والدنانیر لتعینهما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ کیفما
امسکهما ولو للنفقۃ او السوم بقیدها الآتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اُسکی یعنے ادائے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہے اسطرح کہ مال مالک کی
ملک میں رہے اور ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپے اشرفیاں ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل پیدائش میں تو لازم ہوگی
ان دونوں پر زکوٰۃ جسطرح اُنکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیاں رکھ چھوڑے یا جنگل میں چرنا قید آئندہ کے ساتھ یعنی جانوروں کی زکوٰۃ
کے ادا میں جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں ہم پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی
مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں تھیں اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ میں برس کا گذر جانا شرط نہیں کذا فی الشامی اما صریحا ولا بد
من مقارنتها لعقد التجارۃ کما سیجیء او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یؤاجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب میں نیت
تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہے متصل ہونا اُس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کے وقت نیت کرے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ تجارت
کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے پاکر یا دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہوجائیگا یہ اسباب تجارت کے لیے بدون نیت کے صحیح ہے و استثنوا من اشتراط النیۃ ما یشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لا یملک بالمال غیرہا اور مستثنا کیا ہے علما نے نیت کے شرط ہونے سے اس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلیے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لیے ہے خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلیے کہ مضارب مال مضاربت سے تجارت کے لیے خریدنے کے سوا اختیار نہین رکھتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت مین شامل رکھین تو استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارضہ العشریۃ او الخراجیۃ او المستاجرۃ او المستعارۃ لئلا یجتمع الحقان اور درست نہین نیت تجارت کی اس پیداوار مین جو پیدا ہو اسکی زمین عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق ہم یہ علت ہی چارون صورتون کی مگر کرایہ اور عاریت کی صورت مین اسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی وہ کی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہے اسلیے اگر پیداوار مین زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر ہوگا اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج اونکے غیر پر ہوگا اور زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم بید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الامر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت اداے زکوۃ کی شرط وہ نیت ہی جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکماً ہو مثلاً زکوۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہی یا ایک شخص کو اداے زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل کو روپے دینے کے وقت نیت اداے زکوۃ کی کرلی پھر وکیل نے بلا نیت فقیرون کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیدے تو درست ہے اسلیے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت کر لی کہ زکوۃ کی طرف سے ہے تو درست ہے ہم کہتے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے اگرچہ موکل اسکے دینے سے پیشتر نیت کریگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے عبادت بدنی اور مالی سے اسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرون کو دے ڈالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا موکلون کی طرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو ہم ضمان کی شرط اس صورت مین ہے کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃً یا دلالۃً اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہو اور وکیل سے تعرض نکیا تو اس صورت مین خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہے کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہے رکھ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت مین کہ مالک نے کہہ دیا ہو کہ صرف کرنا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت مین اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزاء ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپے زکوۃ مین دیدیے تو کافی ہو بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپون مین سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپے بھی اسکے پاس موجود ہون تو اگر موکل کے روپے اسکے پاس اٹھ گئے ہون یا اسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

او مقارنة بعزل ما وجب كلا او بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت اداے زکوۃ متصل ہو زکوۃ واجب کے علحدہ کرنے سے خواہ کل واجب کے علحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوۃ کو علحدہ کر دینے سے بلکہ فقیروں کو دینے کی وجہ سے ذمہ پاک ہوگا مع یعنی اگر زکوۃ کا مال جو علحدہ کیا تھا ضائع ہو جائیگا تو زکوۃ ساقط نہوگی او تصدق بكله الا اذا نوى نذرا او واجبا آخر فيصح ويضمن الزكوة یا ادا سے زکوۃ کی صحت کے لیئے شرط ہے کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت میں کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے واجب کی تو یہ خیرات اسکی نیت کے موافق درست ہو جائیگی اور زکوۃ کا ضمان دے مع طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو بعد زکوۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوۃ ساقط نہوگی جیسے تعدیہ میں اسکا ادا لینے سے ساقط نہیں ہوتی ولو تصدق ببعضه لا تسقط حصته عند الثاني خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوئے کی زکوۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ انکے نزدیک ساقط ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ میں امام محمد رح کے ساتھ ہیں تو یہی راجح معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی واطلقه فيعم الدين والعين حتى لو ابرأ الفقير عن النصاب صح وسقطت عنه اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہے موجود چیز اور دوسرے کے ذمے دین کو یہانتک کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوۃ اسکے ذمے سے ساقط ہوگی مع یعنی مثلاً زید کا قرض عمرو کے ذمے بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زید نے کہدیا کہ میں نے تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہے اور زید کے ذمے سے زکوۃ بھی اس نصاب کی ساقط ہو گئی واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اس دین کے جو عنقریب قبضے میں آویگا درست نہیں مع مراد دین سے وہ مال زکوۃ ہے جو دوسرے کے ذمے ہو اور عین سے یہ مراد ہے کہ اسکی ملک میں قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں اسلیے کہ زکوۃ دو حال سے خالی نہیں یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوۃ دینی منظور ہے وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہو سکتا ہے ایک وہ کہ قبضے میں نہ آوے ساقط ہو جاوے اور ایک وہ کہ بعد زکوۃ اسکے قبضہ کرنے کا احتمال ہے تو اب پانچ صورتیں ہوگئیں جنمیں سے تین میں ادا درست ہے اور دو میں ناجائز پہلی صورت زکوۃ دین کا ادا کرنا اس مال دین سے کہ ساقط ہو جاوے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے ادا کرنا زکوۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہے اسمیں سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہے سوم اداے زکوۃ عین مال دین کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہے مگر کسیکو قرض دے رکھے ہیں تو انکی زکوۃ میں پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیئے تو یہ ادا درست ہوا اور جن صورتوں میں ناجائز ہوا انمیں سے اول یہ ہے کہ مال موجود کی زکوۃ میں دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۸۰۰ روپیہ موجود ہیں انکی زکوۃ بیس روپیہ ہوے اور اسکے ۲۰ روپیے کسی مفلس پر آتے ہیں تو ان بیس روپوں کو اس مال موجود کی زکوۃ میں مجرا دینا جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ادا کرے دین کو اس مال دین کے عوض جو عنقریب بقبضہ میں ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہیں حامد نے اسکو ۵۰ روپیہ معاف کر دیئے تو ان ۵۰ کی زکوۃ بھی اسکے ذمہ سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے انکی زکوۃ بھی انہیں پچاس میں آجاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سو اسکے قبضہ میں آئینگے تو عین ہو جائینگے اور عین کی زکوۃ دین سے درست نہیں کذا فی الشامی بتصرف وحيلة الجواز ان يعطي مديونه الفقير زكوته ثم ياخذها عن دينه ولو امتنع المديون مد يده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضي اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوۃ حوالہ کرے پھر اس زکوۃ کو عوض اپنے قرض کے اس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اسکو اسکے حق کی جنس مل گئی

اور قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہے تو زبردستی دبا سکتا ہے پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اسکو قاضی کے پاس لیجاوے
کہ وہ اس سے دلوادیگا تو اس صورت میں قرض بھی اسقدر وصول ہو جائیگا اور مال کی زکوۃ بھی ادا ہو جائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم
ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد وتمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوۃ سے کفن دینے کا یہ ہے کہ زکوۃ کو کسی محتاج کی ملک کر دے پھر وہ
محتاج اس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت میں ثواب دونوں کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوۃ کو مسجد کی تعمیر میں لگانے کا یعنی کسی کو دیدے کہ وہ مسجد
میں صرف کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلوں میں ہے اور یہی حیلہ ہے بنی ہاشم کو زکوۃ کے دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص ایماندار
دیانتدار ہو وافتراضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوہبانیۃ اور فرض
ہونا زکوۃ کا عمری ہے یعنی اگر عمر بھر میں کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہ ہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہے باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہے کہ اسکا فرض ہونا فوری ہے
یعنی اسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے فیاثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر
معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گنہگار
ہوگا اور اسے زکوۃ میں بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی بسبب فاسق ہو جانے کے اسلیے کہ زکوۃ کو فقیر پر صرف کرنیکا
امر کہ ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ امر فقیر کے دینے کا اسکی حاجت کے دور کرنیکو ہے اور اسکی حاجت سردست موجود ہے تو اگر
زکوۃ علی الفور واجب نہ ہو تو زکوۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہ ہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر میں ہے لا یبقی للتجارۃ ما ای عبد مثلا
اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ ثم ما نواہ للتجارۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم
بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا نہیں باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنی مثلا غلام کہ اسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اسکے
نیت کر لی اس سے خدمت لینے کی تو پھر وہ بہ نیت خدمت کے تجارت کا نہ رہیگا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہ ہوگا اگرچہ مالک اسکو
تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمیں زکوۃ ادا ہوتی ہے یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی تو
نیت سے تجارت کا نہ ہوگا جبتک اسکے عوض ایسا مال نہ لے جسمیں زکوۃ ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے پورا
عمل نہ ہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہے و جنس ما فیہ الزکوۃ کی قید سے یہ صورت نکل گئی
کہ مثلا غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر میں دیدیا یا قصاص کی صلح میں دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض میں حوالہ کیا تو ان صورتوں میں
اسپر زکوۃ نہ ہوگی اور ترک عمل میں صرف نیت کافی ہے مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر میں صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل میں صرف نیت کافی نہیں مثلا صرف نیت سے مسافر نہ ہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان کذا فی الشامی
وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوۃ لاقتران النیۃ
بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ او لا اور جو مال کہ تجارت کے واسطے مول لیا وہ تجارت ہی
کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہیں ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہ ہونے عقد کے یعنی میراث
کے ملنے میں کوئی عقد معاوضہ نہیں کہ اسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت میں تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلا
نیت کرلے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہے تو اب زکوۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی
اور چرائی کا جانور اگر میراث میں ملے تو انپر زکوۃ لازم ہے اسلیے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اسکی زکوۃ اسپر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت

چرانا

کی کرے یا نہ کرے دوم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہین اسلیے میراث مین پانے سے انپر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت
کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذرنے کے بعد ان تینون
پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود وقید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطاء
ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قوبض بمال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ولو اہلہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون
لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہوتی ہو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین ملنا
یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرلے تو یہ مال امام ابو یوسف کے
نزدیک تجارت کا ہوجائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات مین مال بدون مال کے
ہاتھ لگتا ہو تو تجارت کے لیے نہوگا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام
براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاوے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور
اسیطرح جو چیز مال تجارت کی عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے جیسا کہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین
نیت تجارت دلالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہین وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شرح
اشباہ مین ہے کہ جب یہ نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب اس قول کو شارح نے صحیح قول
کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہین ہے زکوۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ
ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہون تو انپر زکوۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یاقوت و زمرد وغیرہ ہین اور
انپر زکوۃ نہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدایش مین یہ چیزین نامی نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط
عدم المانع المؤدی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے
کا یہ ہے کہ جو مال سوا سونے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورون کے ہین انپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ نہو مانع کہ جس سے
دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد
کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ و اول مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دوبارہ صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمین زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونون جمع ہوجائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ
ناویا انہ ان وجد ربحا باعہ لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے
کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ ڈالینگے تو اسپر زکوۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار مین جو پیدا ہو
اسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہے یعنے عشر اور خراج مانع زکوۃ ہین وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ
او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ وزرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اسکو بووے یا نہین
یا زمین عشری مول لے اور اسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے
مانع کے ہم یعنی اول صورت مین خراج اسکے ذمے ہے بسبب مالک ہونے کے خواہ بووے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر لیجائیگا اسلیے ہے تو اگر زمین عشری
کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اسوقت مال تجارت کا نہوگا

کہ خواہ کوئی زمین خراجی یا عشری میں ہو وے اور اگر اپنی زمین ملک میں ہو دیگا تو زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمۃ

یہ باب چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہی الراعیۃ وشرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوٰۃ فیہا کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوٰۃ التجارۃ ولعلہم ترکوا ذلک لتصریحہم بالحکمین سائمہ لغت میں چرنے والے جانور کو کہتے ہیں اور شرعا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جنہیں مالک کچھ دیتا نہیں چرا اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال میں واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچے لینے کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور محیط میں اتنا اور زیادہ کیا ہے اور زیادتی اور موٹا ہونے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نروں کو بھی لیکن بدائع میں ہے کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو انمیں زکوٰۃ نہیں جیسا کہ ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو انمیں زکوٰۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیے نہیں ذکر کیا کہ دونوں حکموں کی تصریح کر چکے ہیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اسمیں زکوٰۃ ہے اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہوں انمیں زکوٰۃ نہیں ہے قال الشامی فلو علفہا نصفہ لا تکون سائمۃ فلا زکوٰۃ فیہا للشک فی الموجب یعنی اگر گھاس کھلایا جانوروں کو آدھے برس یعنی گھر پر باندھ کر تو سائمہ نہ ہوگی اور اسلیے زکوٰۃ بھی انمیں نہ ہوگی کیونکہ وجوب زکوٰۃ یعنی سوم مشکوک ہے ہم نے جانوروں میں زکوٰۃ بشرط سوم ہونے کے واجب ہوتی ہے تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم میں شک پڑ گیا جعل ال حول لزکوٰۃ التجارۃ ثم جعلہا للسوم لان زکوٰۃ السوائم وزکوٰۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوٰۃ تجارت کا برس پورا ہونے نہ پایا تھا کہ سائمہ کر دیئے کیونکہ زکوٰۃ سوائم کی اور زکوٰۃ تجارت کی مختلف ہیں مقدار میں اور سبب میں تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر بنی نہیں ہو سکتا اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہیں چند روز بعد اسنے انکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوٰۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال میں محسوب نہونگے کیونکہ زکوٰۃ تجارت کی مقدار چالیسواں حصہ ہے اور سوائم کی زکوٰۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونوں زکوتوں کا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت میں نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہے اور سوائم میں عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لہا ای للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باعہا السائمۃ فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا کذا فی الجوہرۃ وفیہا لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوٰۃ لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس دن سے ایک دن پہلے بدلے انکی جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اُسکے پاس موجود نہیں یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کرلی اسباب میں تجارت کی تو ان سب صورتوں میں نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور انمیں یہ بھی ہے کہ وقفی مواشی میں زکوٰۃ نہیں اور نہ گھوڑوں میں جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی میں اور نہ پانوں کٹوں میں کیونکہ وہ سائمہ نہیں ہم نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اُسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اسکے ساتھ ملاکر زکوٰۃ دینی ہوگی نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنی جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑوں پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوٰۃ نہیں اور ظہیریہ میں لکھا ہے کہ اندھے مواشی میں دو روایتیں ہیں اور

صاحبین کے نزدیک اچھا ہے اور بحر الرائق میں بھی اچھا لکھا ہے قالہ الشامی

باب

یہ باب ہے اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہے اور اسکی خبر محذوف ہے نصاب الابل بکسر الباء لکن
مونث لا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی بفتح الباء ہے ... علی افق ... نصاب اونٹوں کے پانچ ہیں شارح نے کہا
ابل جب کا سرہ کے ساتھ ہے اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہے مونث سماعی ہے اسکا واحد اسکے لفظ سے نہیں آتا اور با کی نسبت لگانے سے
ب کو فتح ہو جاتا ہے اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہیں کہ ... اور ابل میں اشتقاق کبیر ہے اور وجہ یہ ہے کہ اکثر ...
میں اشتراک ہے اور بعضوں میں مناسبت مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ نصاب الابل ... فی کل خمس منہا الی خمس
وعشرین بخت جمع بختی وہو ما لہ سنامان منسوب الی بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی ... شاۃ
الفصاعین ... نصاب اونٹوں کے پانچ ہیں ... ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری ... شارح نے
کہا کہ بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں منسوب ہے بخت نصر کی طرف اسلیے کہ اول اسنے عربی اور بختی اونٹوں کو جمع
کر کے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور ... ہر دو نصاب کے عفو ہیں ... پانچ پر ایک بکری ہے چھ سات پر بھی
وہی ایک بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریاں تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہیں وہ معاف ہیں وفیہا ای الخمس وعشرین
بنت مخاض وہی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اسمیں یعنی پچیس اونٹوں
میں بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہے جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہیں اور وجہ ... یہ ہے کہ
اسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہے دوسرے بچہ کی وفی ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا
تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹوں میں پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے
لفظی معنی ہیں دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اسکی ماں اکثر دوسرے بچے کو دودھ والی ہوتی ہے وفی ست واربعین الی ستین حقۃ بالکسر
وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس میں ساٹھ تک حقہ ہے حقہ کے معنی سزاوار ہے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتھا برس شروع
ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ
لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ میں پچھتر تک جذعہ ہے جذعہ ذال معجمہ کے فتح سے یعنی وہ اونٹنی ہے جسکو پانچویں برس لگی ہو اور اسکے لفظی معنی
ہیں توڑنے والی اور جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر میں توڑتی ہے وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین
حقتان الی مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور چھہتر میں نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے میں دو
حقہ ایک سو بیس تک یہی ہے نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اور لفظ کتب مصدر ہے اور بعض نسخوں میں
الی ابی بکر ہے یعنی کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی
نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اس نامے کے موافق حضرت ابوبکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس مسئلہ کو یہاں درج
کیا آخر کلام میں نہیں لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات میں کچھ اختلاف ہے اور ایکسو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
کہ پچیس پہ پانچ بکریاں بھی جائز ہیں کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیؤخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ

وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان ثم فی کل مائة وخمسین ثلث حقاق پھر از سر نو زکوٰۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک کہ لیا جاوے ہر پانچ پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر ایک سو پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایک سو پچاس میں تین حقہ امام شافعی اور احمد رح کے نزدیک جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اسمیں تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی رح کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضة بعد المائة والخمسین فیؤخذ فی کل خمس شاة مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون ثم فی مائة وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کیا جاوے زکوٰۃ مقررہ کا بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکورہ کے پھر ایک سو چھیانوے میں چار حقہ دو سو تک تمام ہوا اور یہ کہ قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل اسکا مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی وہی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی ثم فی کل مائة وست وتسعین ہے اور ان مواقع میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا ثم تستانف الفریضة بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائة والخمسین حتی یجب فی کل خمسین حقة پھر از سر نو زکوٰۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہاں تک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو انمیں ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقہ اور دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے دو سو پچیس میں ہوں تو انمیں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسطرح کیا جاوے یہاں تک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزی ذکور الابل الا بالقیمة للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ اگرچہ بہ قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر

یہ باب ہے زکوٰۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وھو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرة والتاء للوحدة البقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن القاف سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلیے کہ زمین کو اٹھاتا ہے یعنی لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرہ ہے اور ت تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحشی واھلیة بخلاف عکسہ وحشی بقر وغنم وغیرھما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمة غیر مشترکة گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کیے جاتے اسلیے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہے غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہونگے تو انپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے گا کذا فی الشامی وفیھا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنة کاملة او تبیعة انثاہ اور تیس گائے میں پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلیے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنے ہیں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مان کے ساتھ رہتا ہے ہم کا مادہ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ وہ دوسری برس میں لگا ہو یعنی جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن وہ مسنہ ہین او مسنہ اور چالیس میں پورے دو برس کا نر یا مادہ ہم سن کہ جو دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعند لا شیٔ فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوٰۃ بھی لیجاویگی ساٹھ تک اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسواں حصہ یہ مذہب ہے امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک فیہا ضعف ما فی ثلثین یعنی ساٹھ مین دو تبیع ہین اور جو بیچ مین لازم آتا ہے لینے دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتویٰ بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینون اماموں کا اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر نا قلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون تبیع اور مسنہ متداخل ہوں جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیع دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس جیسے دو سو چالیس مین آٹھ تبیع یا چھ مسنہ قال الشامی مراد تداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے

حساب سے مسنہ دے

باب زکوٰۃ الغنم

یہ باب ہے زکوٰۃ بھیڑ بکری کے بیان میں مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہا آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم لفظ مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہے اور سینگ ان کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ اسنے مدافعت نہین کر سکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہا سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا فی ادا الواجب والایمان اربعون وفیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری کا چالیس ہین اور چالیس مین زکوٰۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری کو شامل ہے اسلیے کہ دونون برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ ادا کے واجب مین اور قسمون مین ہم نصاب کا یہ اثر ہے کہ اگر بھیڑ بکری ملا کر چالیس ہون تو زکوٰۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہ ہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادائے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاونگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین ہم یعنے چالیس سے جو زیادہ ہو ایک سو بیس تک اسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر مین ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ انکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو انمین سے کسی پر زکوٰۃ نہین ہے اور ساعی کو نہین جائز کہ انکو جمع کرکے انپر زکوٰۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ اسے نہر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہو گئین تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک

یعنی وہ شخص جو کہ حاکم اسلام کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کو مقرر ہو ۱۲

ولا شیء فی زکوٰتہا ای الغنم الثنی من الضان والمعز وہو ما تمت لہ سنۃ لا الجذع الا بالقیمۃ وہو ما اتی علیہ اکثرہا علی الظاہر وعنہ جواز الجذع من الضان وہو قولہما والدلیل یرجحہ ذکرہ الکمال والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنۃ ومن الابل ابن اربع اور لیا جاوے بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں ثنی یعنی پٹھا اور بکرا پورے برس روز کا مراد یہ ہے کہ دوسرے برس میں ہو جیسے پایا اور کتب فقہ میں مسطور ہے نہ لیا جاوے جذع مگر قیمت کر کے اور جذع اسکو کہتے ہیں کہ جس پر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنا بر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ جذع بھیڑ دنبوں میں کا لیا جاوے گا اور یہی قول ہے صاحبین کا اور دلیل اسکو ترجیح دیتی ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہے اور اختیار میں ہے کہ ثنی بکریوں اور بھیڑ دنبوں میں دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹوں میں پانچ برس کا اور جذع بقر میں ایک برس کا ہے اور ابل میں چار برس کا

ولا شیء فی خیل سائمۃ عندہما وعلیہ الفتوی خانیۃ وغیرہا ثم عند الامام ہل لہا نصاب مقدر الاصح لا لعدم النقل بالتقدیر اور زکوٰۃ نہیں ہے گھوڑوں جنگل کے چرنے والوں میں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ وغیرہا اور طحاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور اسرار میں لکھا ہے اور ینابیع اور جواہر اور کافی میں اسکو ترجیح دی ہے لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب بتا دیا ہے اسطرح دیا ہے کہ عدم زکوٰۃ خیل سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں اور یہ قول باعتبار بحث کے قوی ہے جیسا نہر میں ہے اور مبسوط اسکے شاہد ہیں کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک انمیں زکوٰۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی انکے لیے مقرر ہے یا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہے ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہیں کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہیں

ولا فی بغال وحمیر سائمۃ اجماعا الا ان تکون للتجارۃ فلو لہا فلا کلام لانہا من العروض اور نہیں زکوٰۃ بالاتفاق خچروں اور گدھوں جنگل کے چرنے والوں میں لیکن اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوٰۃ کے واجب ہونے میں کیونکہ وہ داخل اسباب کے ہیں

ولا فی عوامل وعلوفۃ ما لم تکن العلوفۃ للتجارۃ اور نہیں زکوٰۃ کام کرنے والے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ میں اور نہ گھر کے گھاس کھانے والوں میں زکوٰۃ ہے جب تک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہوں تو عوامل میں قیمت تجارت کی نہیں لگائی جاوے گی کیونکہ عوامل تجارت کے لیے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا فی الشامی

ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاۃ وفصیل ولد الناقۃ وعجول بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادہا الصغار اور نہیں ہے زکوٰۃ بچوں میں خواہ بکری کے ہوں یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچہ باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے ہم بچوں پر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انہیں میں سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے اونٹوں کی نصاب میں پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور یہی صحیح قول طرفین کا ہے کذا فی الشامی

الا تبعا لکبیر ولو واحدا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو جیدا لزم الوسط وہلاکہ یسقطہا یعنی بچوں میں زکوٰۃ نہیں مگر تبعیت بڑوں کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوٰۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے ہم یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے جزو لازم ہونگے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنی چالیسواں حصہ ساقط ہو گیا قال الشامی

ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافا للثانی اور اگر زکوٰۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاویں اور چھوٹوں سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام ابو یوسف کے صورت بیان اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں دو واجب ہیں بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہوویں آٹھ تک گا سے بچے اور ایک مسنہ تو کذا فی الشامی ولا فی عفو وہو ما بین النصب فی کل الاموال
اور نہیں زکوٰۃ اُس عدد میں جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابوں کے ہو تمام قسم کے اموال میں یہ شیخین کا قول ہے یعنے واجب
بقا پایہ نصاب کے ہے نہ عفو کا اور امام محمد اور زفر کہتے ہیں کہ واجب بقا بالکل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک
شخص کے پاس نو اونٹ ہیں اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخین کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے
لازم آوینگی اور چار نویں حصے ساقط ہو جاوینگے قالہ الشامی وخصاہ بالسوائم اور صاحبین نے عفو کو خاص کیا ہے سوائم میں نہ نقود میں پس اس واسطے
کہ نقود میں جو دو سو درہم سے زیادہ ہو وہ صاحبین کے نزدیک معاف نہیں ہے بلکہ چالیسواں حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظم کے کہ انکے
نزدیک بعد دوسو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہوں تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درہم ہو جاوینگے
الغرض درہم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی ولا فی هالک بعد وجوبها ومنع الساعی فی الاصح لتعلقها بالعین لا بالذمة
وان هلک بعضه سقط حظه اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوٰۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُس میں زکوٰۃ نہیں اصح مذہب پر یعنے
اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوٰۃ
عین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اُسی قدر کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی ویصرف الهالک الی العفو
اولا ثم الی نصاب یلیه ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اُسکے متصل ہے پھر اُسی طرح
اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہے یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصاب ہیں اور کچھ شی زائد ہے کہ نصاب کو نہ پہنچتی ہو پس اُس میں سے
کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اولا عفو میں سے سمجھا جاویگا پس جو زائد تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابوں کی زکوٰۃ اُسکے ذمہ واجب
ہو گی اور اگر زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہو گا اُس نصاب کی طرف جو اُسکے قریب ہے یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابوں کی زکوٰۃ
دیگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستهلک بعد الحول لوجود التعدی منه ومنه
ما لو حبسها عن العلف او الماء حتی هلکت فیضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصداً ہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی
اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی میں شمار کیا جاویگا اگر جانوروں کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہو گئے پس زکوٰۃ کا
ضمان دیگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارة واستبدال مال التجارة بمال التجارة هلاک وبغیر مال التجارة والسائمة بالسائمة استهلاک
اور کم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ
سوا مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے حکم نقد کا حکم مال تجارت کا ہے یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم
ہیں پھر اُسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا
خریدا تو ساقط نہیں ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ بالسائمہ ساقط کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درہم ہوں یا عروض کیونکہ
زکوٰۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ اولا اور بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہو گی زکوٰۃ
اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس
نگذریگا زکوٰۃ واجب نہو گی یا یہ کہ اسکے پاس اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہوں تو انکے ساتھ ملا کر سب کی زکوٰۃ دے کذا فی الشامی
وجاز دفع القیمة فی زکوٰۃ وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة غیر الاعتاق وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء

اجماعاً ہو الاصح اور جائز ہے دینا قیمت کا زکوٰۃ مین اور عشر مین اور خراج مین اور فطرہ مین اور نذر مین اور اُس کفارہ مین جو سواے آزاد کرنیکے
ہو یعنی جائز ہے قیمت دینی اگرچہ شئی واجب ہی اُسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریان موٹی جو قیمت مین چار بکریون اوسط کی برابر ہون اُن چار کے
عوض دیدیوے تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی مین یا وزنی مین جب جنس کو بدلے جنس دیوے تو اُسکی قیمت معتبر نہین ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہون
بدلے پانچ کیل ناقص گیہون کے یا چار درم جید بدلے پانچ درم ہٹے کے دینے جائز نہین اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کر کے دے تو جائز ہے قالہ
الشافعی اور قیمت وہ معتبر ہے کہ جو روز وجوب زکوٰۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اُس دن کی جس روز ادا کیا ہو اور سوائم مین بالاتفاق یوم الادا
کی قیمت معتبر ہے یہی اصح ہے ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت وہان کی چاہیے جس شہر مین وہ
مال ہو اور اگر جنگل مین ہو تو جو شہر وہان سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر مین بھیجا تجارت کے لیے تو اُسکی قیمت اُس شہر کی
معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بحر والمصدق لا یاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کلہ جیدا فجیدا اور زکوٰۃ لینے والا نہ لیوے
مگر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کا ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کا اور اگر سب اعلی قسم کے ہون تو اعلی ہی لیوے ہم اگر سب ایک سے ہون مثلاً جس عمر کی
واجب ہوئی ہے ویسی سب ہون تو انہی مین سے لیوے ولو لم یجد المصدق السن الواجب ووجد الافضل بالاتفاق یا ادنی
من ذات سن دفع المالک الادنی مع الفضل جبرا علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضا
سراج اور اگر زکوٰۃ کے مال مین مصدق اُس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوٰۃ مین واجب ہوا ہو اور اگر اُس عمر کا یا اُس صفت کا مال مین موجود ہو
پس قیمت پالے گی بالاتفاق ہے تو یا مالک ادنی درجہ کا مع زیادتی کے دیوے اور مصدق پر جبر ہے کہ اُسے قبول کرے کیونکہ یہ ادا ہے قیمت ہے یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کر لے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت مین مصدق مشتری ہے پس اُسکی رضامندی ضرور ہے کذا فی السراج
اودفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریان فربہ بدلے چار اوسط بکریون کے دیدیوے
تب بھی جائز ہے والمستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہوا اگرچہ
بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اُسکی جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اُسکی زکوٰۃ دیجاوے اصل نصاب کے برس کی تمامی پر سوائم
مین بچون کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال مین نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اُسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر
پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جسوقت سے مع بچون یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہو اُس وقت سے برس روز کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی بخلاف اُس
صورت کے کہ شروع سال مین نصاب پوری ہو بیچ مین ناقص ہو گئی پھر سال تمام پر پوری ہو گئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہین
ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہے یہان تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہو گئی تو مستفاد کا برس نئے سر سے
شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب مین سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوٰۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوٰۃ نقدہ ثم اشتری
سائمۃ لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوٰۃ دے کر اُسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نجاوینگے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص
کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہے اُسنے بعد ادا کے زکوٰۃ نقد کے اُسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خریدہ سوائم کو پہلے سوائم مین نہ ملایا جاویگا
بلکہ اُنکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوٰۃ دے کر نقد کے بدلے
بیچا برخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اُسکو بیچ ڈالا تو قیمتین بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائیجاوینگی
اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ثمن سائمہ کا مال زکوٰۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاویگا تو تکرار زکوٰۃ

کا لازم آویگا ولو له نصابان ثمن سائمة مزكاة والآخر دراهم وورث الفاً ضمت الى اقربهما حولاً در ح کل ابن ملک اسکے حاصل اور اگر کسیکے
پاس دو نصاب ہین ایسی ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور دراثت مین سے اسکو ایک ہزار تو ہزار
وراثت کے اسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہو اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قریب کی جہت سے ترجیح
کو ترجیح ہو اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہے کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملایا جاویگا اگرچہ اسکا برس پورا ہونے مین دیر
ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہوا اور یہی حکم ہے چوپایہ کا سوائم مین اخذ البغاة والسلاطين الجابرة زكوة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر
والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف المأخوذ فی محله الآتی ذكره والا يصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله اعادة غير الخراج لانهم مصارفه
اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سائمہ اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا
بشرطیکہ انہون نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنی فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف
نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھر دینا لازم ہے سوائے خراج کے کہ اسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے
مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہے اور اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین اور مال ظاہری وہ کہلاتا ہے جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہے
یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے وافتوا فی الاموال الباطنة قنية الولوالجية وشرح الوهبانية بعدم الاجزاء اور اختلاف
ہے اموال باطنہ مین کچھ ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ فتوی ہے عدم کفایت پر اور مال باطن نقد اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنی
اگر مال باطن کی زکوۃ باغیون نے لے لی تو فتوی اسپر ہے کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اسکو پھر ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہے کہ عاشر کے
سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہے حالانکہ اسمین
بھی اختلاف ہے اور تفصیل اسکی شامی مین ہے وفی المبسوط الاصح الصحة اذا نوى بالدفع لظلمة زماننا الصدقة عليهم لانهم بما عليهم من التبعات
فقراء حتى افتى امير بلخ بالصيام لكفارة عن يمينه اور مبسوط مین ہے کہ اصح یہ ہے کہ درست ہے یعنی مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی
کی زکوۃ باغیون اور ظالمون نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے مین انکے اوپر صدقہ کرنیکی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر
ہین بسبب ان حقوق کے جو انکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوی دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنی موسی
بن عیسی بن ماہان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنی قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوی
دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہے اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہے مگر چونکہ امیر
مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر جیسے معسر تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہے کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے
وصیت کی کہ ثلث مال اسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذها الساعی جبرا لم تقع زكوة لكونها
بلا اختيار ولكن يجبر بالحبس ليؤدي بنفسه لان الاكراه لا ينافي الاختيار اور اگر لے لیا ساعی نے زکوۃ کو جبر تو زکوۃ نہوگی کیونکہ اسمین
اختیار نہوا اور زکوۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہے لیکن مالک کو قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار
کے منافی نہین ہے مختصر کرنی ... کہ اگر امام نے مال جبر لیا اور مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہے اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہے
تو اسکا لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہوگیا بحر الرائق مین ہے کہ حق یہ تفصیل ہے یعنی اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض
ساقط ہوجاویگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہے اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

ہوگا وفی التجنیس الملتقط [illegible] سقط ما سقط اموال الظاہرۃ الا الباطنۃ اور تجنیس میں ہے کہ حاکم جابر کو دینے کی صورت میں مفتی بہ یہ ہے کہ
زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری میں نہ باطنی میں ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوۃ ویورث عنہ
لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمییزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر ملایا بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے
مال میں تو اسکا مالک ہو جاویگا پس زکوۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اسلیے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہ ہو
نزدیک امام صاحب کے [illegible] ملک ثابت ہوا تو ضمان اسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہونا
ضمان کے [illegible] لازم ہے [illegible] امام کے قول میں لوگوں کے لیے سہولت ہے [illegible] کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہو اور صاحبین کے
نزدیک ضمان [illegible] اور وراثت بھی جاری ہوگی کیونکہ وہ مال مشترک ہوا اور [illegible]
صرف حصہ [illegible] جاری ہوگی [illegible] الزکوۃ [illegible]
[illegible] کے بعد [illegible] اسکے پاس [illegible] مال [illegible]
[illegible]
[illegible] زکوۃ لازم ہوگی [illegible]
[illegible] کذا فی [illegible] فی شرح الوہبانیۃ [illegible]
[illegible] یکفر [illegible] حرام قطعی [illegible]
حرام قطعی کو صدقہ دیوے [illegible] ثواب کی [illegible]
اسکو ملا دیا ہو سب کو اگر صدقہ کیا تو کافر نہ ہوگا کیونکہ یہ دوسرا حرام قطعی نہیں اسلیے کہ خلط کی وجہ سے گویا اسکو ہلاک کر دیا اور یہ وجہ [illegible]
اسکا مالک بنگیا [illegible] شارح [illegible] اشارہ ہے کہ مال مخلوط کی تصرف کرنا بدون ادا ضمان کے جائز نہیں اگرچہ خلط
کی وجہ سے مالک ہو گیا [illegible] کسی شخص نے مال حرام [illegible] کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی امید سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعا کی
اور معطی نے آمین کہی تو دونوں کافر ہونگے [illegible] شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو [illegible] اسکا حال [illegible]
[illegible] شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظاہر ہے کہ کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے
حرام قطعی [illegible] کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب لزکوتہ لسنین او لنصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعہ
او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک [illegible] اگر نصاب والے نے زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کر دے یا چند نصابوں کی زکوۃ ادا کر دے تو درست ہے کیونکہ سبب
زکوۃ یعنے نصاب موجود ہوا اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمر کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہے یعنے اگر کسی کے
پاس تین سو درہم ہیں اور اسنے دو سو درہم کی زکوۃ سو درہم بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہے یا یہ کہ سو درہم ادا کیے اسوقت دو سو
درہم نصاب موجود ہے [illegible] نصاب [illegible] تو درست ہے اور اگر اس برس [illegible]
[illegible] زکوۃ [illegible] سو درہم کی بیس برس کے لیے ہو جاوینگے جیسا [illegible]
تھا کذا فی الشامی [illegible] فی الثمرۃ والا فلا [illegible] اختلاف [illegible]
صورت میں کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسکے ذمہ میں لگایا جاتا

ملاحظہ

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اسکا پورا بیان نہر الفائق میں ہے و هم قہستانی میں کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہے قوله وکذا لو عجل سطوف ہے ولو عجل ذو نصاب ہر وان تغیّر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونه مصرفا وقت الصرف الیه لا بعده یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا ہونے برس کے تونگر ہو جاوے یا مر جاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اسوقت معتبر ہے جبکہ زکوۃ اسکو دیجاوے دینے کے بعد کا اعتبار نہیں ولو عشر سنین ففی وعن ابی الخراج کرا فالمعجّم الا انه کان علیه خراج الارض تنبیح القناوی اور اگر خراجی زمین میں انگور بوے تو جب تک انگور پورے نہوں اسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زندگی کو گویا معطل کر دیا کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اسوقت خراج انگور کا اسکے ذمے ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درہم ہے اور انگور کا خراج دس درہم ہیں اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل میں چاہیے یہان تبعاً ذکر کر دیا ہے کذا فی الشامی ولا شئ فی مال صبی تغلبی بفتح اللام وکسرہ منسوب الی تغلب بکسر اللام قوم من نصاری العرب وعلی المرأة ما علی الرجل منهم لان الصلح وقع منهم کذلک اور نہیں ہے زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال میں تغلبی بفتح لام اور کسرہ دونوں جائز ہیں منسوب ہے بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصاریٰ میں سے اور انکی عورتوں پر بھی اسی قدر لازم ہے جسقدر انکے مردون پر یعنے نصف العشر اور انکے لڑکون کے مال میں زکوۃ نہیں مگر عشر لیا جاتا ہے دونا مسلمانون کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ انکا یہون اسی طرح صلح ٹھہری تھی ولو هلک بعد وجوب الزکوۃ الساعة المراد الا الجبر ولا الکاری اور سوائم کی زکوۃ میں اوسط لیا جاوے نہ بڑھیا نہ برا جیسا ہو سکا اور ایسکا مذکور پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ میں نسل کے لیے رہتا ہے ولا تؤخذ من ترکته بغیر وصیته لفقد شرطها وهو النیة وان اوصی بها اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثة اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کر مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز کر دین وحولها ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیة لا شمسی وسیجئ الفرق فی العنین اور اوسے زکوۃ میں سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر میں قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین میں آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ دن کچھ اوپر ہے اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہے شک انه ادی الزکوۃ اولا یؤدیها لان وقتها العمر اشباه مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہیں تو اسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہے کوئی وقت مقرر نہیں کہ بعد اسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباه وهم بحر میں واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہے اور نماز کے شک میں وقت گذرنے کے بعد اور یہان سے مسئلہ کی نظیر ہے کہ نماز کا وقت موجود ہو اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہیں تو اس صورت میں اعادہ لازم ہے

باب زکوۃ المال

یہ باب ہے زکوۃ مال کے بیان میں ال فیه للمعهود فی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد به غیر السائمة لان زکوتها غیر مقدرة به الف لام زکوۃ المال میں عہد کا ہے یعنے اس مال کیطرف کہ حدیث شریف میں ہاتوا ربع عشر اموالکم میں مذکور ہے اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہے اسواسطے کہ سوائم میں زکوۃ چالیسوان حصہ مقرر نہیں ہے هم یہ جواب ہے اسکا کہ کہتے ہیں مال وہ ہے جس سے تونگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہے کہ مراد مال سے مال عرفی ہے اور عرفاً نقد اور اسباب کو مال کہتے ہیں نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل والمثقال عشرون قیراطا والدرهم اربعة عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرهم الشرعی سبعین شعیرة

باب زکوۃ المال

والمثقال مائۃ شعیرۃ فہو درہم وثلثۃ اسباع درہم سونے کی نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار بیس قیراط کا ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جَو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جَو کا ہے اور مثقال سو جَو کا پس مثقال مساوی ایک درہم اور تین ساتویں حصہ درہم کا ہوا پس نصاب سونے کی بیس مثقال یعنی ۷½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال یعنی ۵۲½ تولہ جسکے ۵۲½ روپیہ کے حساب سے ہوئے روپیہ ۱۱½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ کے حساب سے ۱۱ ماشہ اور ۵۴ روپیہ یعنی تقریباً بحساب ۱۱ ماشہ کی زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ [illegible]

کم ہوں اور چودہ شائی روپیہ کا ہوا چاہیے کہ درہم حضرت عمرؓ کے زمانے میں مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درہم بعضے چھ مثقال کے دس درہم بعضے پانچ کے دس درہم تو حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درہم ٹھہرے اور شامی میں اس میں زیادہ گفتگو کی ہے [illegible]

وفی کل خمس [illegible] متفرقات اپنے اپنے شہروں کے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات [illegible] اسکی تحقیق [illegible] شامی میں [illegible] قیمت [illegible] اور جیسی [illegible] اور مجتبی الفوائد [illegible]

اور فتح القدیر [illegible] درہم رائج الوقت [illegible] وزن کا رائج [illegible] وزن [illegible] قول ہے [illegible] کی تحقیق کی [illegible]

زکوٰۃ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ [illegible] اور [illegible] یا التی [illegible] اور زکوٰۃ

کے نصاب میں معتبر وزن سونے چاندی کا ہے یا اعتبار اسکے [illegible] مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درہم کے وزن کا

کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اسکی قیمت دو سو درہم کی ہو [illegible] زکوٰۃ نہ دیگا [illegible] دو سو درہم کا ہو واللازم مبتدا

فی مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبرًا او حلیا مطلقًا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقۃ لانہما خلقا اثمانا فیزکیہما کیف کانا اللازم مبتدا

اسکی خبر [illegible] لازم ہے اُس مال میں جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درہم دینار روپیہ اشرفی یا انکے گھڑے ہوئے

جیسے برتن یا تلوار کی کوٹھی یا لگام اگر چہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنایا گیا ہو ہر حال میں یعنی اسکا استعمال مباح ہو یا نہ ہو اگرچہ آرائش کے لیے

یا نفقہ کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت قیمت کے لیے موضوع ہیں تو اسکے اوپر زکوٰۃ ہر صورت میں ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ

نصاب [illegible] من ذہب او ورق مقومًا باحدہما ربعہ عشر [illegible] الارض الخراجیۃ فلئلا ما اللانع کما قدمنا الا ان الارض لیست من العرض

[illegible] لازم ہے اسباب تجارت میں جسکی قیمت نصاب کو پہونچ جاوے شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد

یہ ہے کہ نقد نہ ہو اور زمین خراجی میں جو نیت تجارت کی صحیح نہیں ہے وہ بسبب مانع کے ہے جیسا پہلے گذر چکا ہے تکرار زکوٰۃ کا لازم آتا ہے نہ اس وجہ

سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہیں ہوتا اس بات کو سمجھ لیں من ذہب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا

بالعرف من ذہب او ورق بیان ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس

سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہیں ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدہما ان استویا فلو احدہما اروج تعین التقویم

قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انہیں سے کسی ایک سے اگر دونوں برابر ہوں یعنی چلن میں پس اگر ایک رواج میں زائد ہو تو قیمت کرنے

کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدہما نصابا دون الاخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے

کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہے قیمت کرنے کے لیے مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجائے تو ساڑھے باون

تولہ کا ہوتا ہے اور سونے سے کرنے میں تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہے تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدہما نصابا وخمسا بالآخر

اول قوم بالانفع للفقیر سراج اور اگر ایسی چیز ہو جو سونے چاندی میں سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب ہو اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے
ساتھ قیمت کرنے سے کم تو اسکو اسی کے ساتھ تقویم کریں جس کے ساتھ فقیروں کے حق میں انفع ہو کذا فی السراج ہم کہتے ہیں اگر دراہم کے ساتھ قیمت کریں تو دو سو چالیس
درہم ہوں اور دنانیر کے ساتھ تیئیس دینار ہوں تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ اسمیں آٹھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ انمیں چار مثقال واجب ہونگے
جو کہ مساوی ہیں پانچ درہم کو اور اگر دیناروں سے دو سو درہم کو پہونچے اور دراہم سے ایک [illegible] تو دیناروں کے ساتھ تقویم ہوگی ایسا ہی ہے کہ شرع
میں دینار دس درہم کا ہوتا ہے فتح القدیر میں ایسا ہی کہا ہے اور ان کی قیمت [illegible] تو شروع میں ایسا ہی تھا [illegible] قولہ اللازم
وفی کل خمس بضم الخاء [illegible] قولہ [illegible] وما بین الخمس [illegible] عفو [illegible] واجب ہوگا
[illegible] اللازم [illegible] اور ہر پانچویں حصہ نصاب میں اسی حساب سے واجب
ہو یعنی ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسرے تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ جتنا نصاب
سے زیادہ ہو سب کا اسی حساب سے زکوٰۃ لیجاوے یعنی خمس تک جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھیں وہ انکے نزدیک معاف نہیں اور یہ مسئلہ اکثر
ماخوذ ہے حدیث لا تاخذ من الکسور شیئا یعنی کسروں میں کچھ نہ لے کذا فی الشامی وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب غشہ منہما یقوم
کالعروض ویشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط ہوں اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اسکا حکم سونے چاندی کا ہے یعنی
[illegible] ہے یعنی اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط میں زکوٰۃ سونے چاندی کی لازم ہوگی یہاں تک
کہ اگر نیت تجارت بھی نہ کیا ہوگا تو زکوٰۃ نقدین کی لازم ہوگی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت کے
کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان [illegible] نصاب [illegible]
فتجب والا فلا نیت مشروط ہو مگر اس صورت میں کہ مخلوط میں [illegible] سونا چاندی [illegible] نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ
نصاب سے کم ہے لیکن جس قدر نصاب میں کمی ہو اسکو پورا کرنے کو اسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین میں سے موجود ہو یا یہ کہ غالب الغش
ثمن مروج ہوں اور قیمت میں اس ادنی نقد کے نصاب کے برابر ہوں [illegible] تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں واجب ہوگی
واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا خانیہ ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اسمیں ملونی اور چاندی یا ملونی اور
سونا دونوں برابر ہوں اسمیں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ لازم ہے احتیاطا کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اسکی بیع بغیر وزن کے نہیں جائز ہے
تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذہب المخلوط بالفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب او الفضۃ نصابہ [illegible] اور سونا جو چاندی میں مخلوط
ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہ ہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہے [illegible] قہستانی میں اسطرح تقریر کی ہے
کہ اگر ملا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل کی زکوٰۃ سونے کی دیجاوے گی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیئے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوٰۃ چاندی کی زکوٰۃ ہوگی میں کہتا ہوں کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط
ہونے کی بارہ طرح ہوسکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت میں یا دونوں نصاب کو پہونچیں یا نہ پہونچیں یا سونا فقط نصاب
ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انہیں سے دو صورتیں [illegible] ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونوں برابر ہوں اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتیں ممکن ہیں اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جب نقرہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی دو ثلث
چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا ہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے سے کمتر کا تابع نہیں ہوسکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو تو اسمیں چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہیں بلکہ مقید ہے خاص اس صورت میں کہ وہ سونا مخلوط قیمت میں کم ہو چاندی سے نہیں تو کل کی زکوۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اسکے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا در صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہے یا نہیں

سونا غالب	چاندی غالب	دونوں برابر
سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب نا ممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونوں برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب نا ممکن
سونا غالب اور دونوں میں کوئی نصاب نہیں اسمیں زکوۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونوں میں سے کوئی نصاب نہیں اسمیں زکوۃ نہیں	دونوں برابر اور کوئی بقدر نصاب نہیں زکوۃ نہیں

جاننا چاہیے کہ اسمیں سے دو صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونوں ملکر پوری نصاب ہو جاویں تو یہ خاص صورت ان میں آویگی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر میں شروع میں انعقاد کے لیے اور آخر میں وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثناء حول میں مانع وجوب زکوۃ کا نہیں پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس میں پاوے تو اسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہیں توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہے جیسا مجمع میں ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوۃ میں بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب و مدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہو جانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر میں ترجیح ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا میں اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بسبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونوں میں ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ملائی جاویں اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال

بین ہی قولہ مائۃ درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون تجب ستۃ عندہ وقالا خمسۃ کہتا ہی اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود
ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہوں تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک
یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اسکی زکوۃ ڈھائی درہم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہی امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے ملائے جاینگے اور قیمت انکی ایک سو چالیس درہم فرض ہین جنکی زکوۃ ساڑھے تین درہم ہوئے پس کل زکوۃ چھ درہم ہوئی اور صاحبین
کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگا یعنی نصف نصاب چاندی کی ہی اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درہم کی ہوتی
ہی تو دو سو کی زکوۃ یعنی پانچ درہم لازم ہونگے شامی نے لکھا کہ تحقیق شرح الملتقی شارح نے پانچ درہم کہے حالانکہ صورت مفروضہ مین صاحبین کے
نزدیک بھی چھ درہم ہو سکتے ہین کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہی تو دس دینار کا چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہوا اور
یہان دینار چودہ درہم کا مفروض ہی تو اسکی چوتھائی ساڑھے تین درہم ہوئے جنکو سو درہم کی زکوۃ مین ملانے سے چھ درہم ہوتے ہین اور شارح نے قہستانی
کے قول کا رد کیا جو کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزا کے پورا ہونے سے ہی قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس
سو درہم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درہم سے کم ہو تو زکوۃ واجب ہی حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے
کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہی اور یہ قول قہستانی کا غلط ہی اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہی اور مثال بالا مین ہر چند
نصاب چاندی کی پوری نہین مگر جب سو درہم کے دینار بنائے جائین تو دس دینار ہوکر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہو جائیگی غرضکہ امام صاحب
کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہین کہ دونون نصاب پوری ہو سکے بلکہ یہ غرض ہی کہ دونون مین سے کسی کی پوری ہو جاے کذا فی الطحطاوی
بتصرف ولا تجب الزکوۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ اور نہین واجب ہوتی زکوۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ
ہو یا مال تجارت ہو نصاب مشترک سے مراد یہ کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونون کا مال ملا دین تو نصاب ہوتی ہی وان صحت
الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التسعۃ التی جمعہا اوصی من یشفع وبیانہ فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب مین سبب متحد ہونے
نو سببون چرائی کے جو عدد مین نو ہین جسکی طرف ایما کرتا ہی جملہ اوصی من یشفع کا اور اسکا بیان شرح مجمع مین ہی ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہی طرف خلاف امام شافعی کے
کہ انکے نزدیک زکوۃ واجب ہی اور اسباب تسعہ کہا حقیقت مین شروط تسعہ مین مجازا شرط کو سبب کہا اور اوصی من یشفع مین ہر حرف اشارہ ہی طرف ایک شرط کے یعنی
دونون شریک اہل ہون وجوب زکوۃ کے اور واو اشارہ ہی وجود اختلاط کی طرف شروع سال مین اور صاد قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور
میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونون مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ اتحاد مراح کیطرف یعنی دونون کے جانورون کا رہنا ایک ہی جگہ ہو اور
ی اتحاد راعی کیطرف کہ دونون کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور عین اتحاد فحل کیطرف یعنی
ایک ہی نر دونون پر چھوڑا جاوے اور حا اتحاد حالب کیطرف یہ شرطین مواشی کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ
انکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعا ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی
اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوۃ واجب ہی یعنی اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہی تو زکوۃ دونون پر واجب ہی ہر ایک کے
مال کی اور آپس مین ایک دوسرے سے پھیر لیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہی ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہی اسکی صورت یہ ہی کہ ان دونون کے پاس ایک سو بیس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوۃ واجب
دو بکریان ہوئین تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لیگا پھر دو تہائی مال والا تہائی اس بکری کی جو ایک تہائی والے سے لی ہی

ملاحظہ [illegible] ۱۲

پھیرے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اُس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہی واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث پس ایک تہائی مال والا اسکا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہی موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی فان بلغ نصیب احدہما نصابا زکاہ دون الآخر یعنی اگر پہونچے حصہ ایک کا اُن دونون مین سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے نہ دوسرا اسکی صورت یہ ہی کہ اسّی بکریان دو شخصون کی مشترک ہین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انمین سے ایک بکری لی یعنی دو تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لاشئ علیہ لانہ مالا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسّی آدمیون کی شرکت مین اسی بکریان ہون یعنی نصف نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہین آتا کیونکہ یہ مال مشترک اُس قبیل سے ہی کہ تقسیم نہین ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہین ہو سکتا برخلاف قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج ہم کہتے ہین کہ اسی بکریان درمیان چالیس آدمیون کے مشترک ہین اس طرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین آدھی ہی اور دوسرا نصف باقی لوگون مین ہی تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہی اور اگر دو ہی آدمی شریک ہوتے دونون پر زکوۃ واجب ہوتی اسلئے کہ اس حالت مین تقسیم ہو سکتی ہی اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہو سکتی ہی تو گویا ہر ایک بکری نصفا نصفا ہی تو تقسیم نہین ہو سکتی ہی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی بکرے دو آدمیون مین دو ٹکڑے ہین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس زکوۃ دیون مین واجب ہوتی ہی جب نصاب پوری ہو اور برس گزر جاوے لیکن علے الفور نہین بلکہ چالیس درہم دین قوی سے قبض کرے اور دین قوی قرض یا مال تجارت کا بدل ہی سو ہر بار کہ چالیس درہم وصول کرے ایک درہم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درہم پھر جب چالیس اور وصول ہون تو دوسرا درہم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درہم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرہا ای من بدل مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہما مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہی زکوۃ وقت قبض دو سو درہم کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہ دین متوسط ہی جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل اسکے اُن چیزون کی کہ حوائج اصلی مین مشغول ہین جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی ہم املاک جمع ملک کی ہی بمعنی مملوک اسلئے یہ عطف عام کا ہی خاص پر اور عرف مین اراضی کو کہتے ہین اس صورت مین یہ عطف مباین کا ہی عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور انکا لے جاوینگے یہ کہ وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے صحیح روایت مین ہم دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہ ہی کہ زکوۃ واجب ہی اور ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دو سو درہم اُسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہ ہی کہ اُسمین زکوۃ واجب نہین یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذر جاوے اسواسطے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہی تو بمنزلہ اُس مال کے ہی جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایۃ کی یہ ہی کہ جب اُسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہی کہ یہی اختلاف کا دین متوسط مین باعتبار اسکے کہ وہ مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہی یا قبل اسکے پہلی صورت مین ضرور ہی کہ گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتدائے سال وقت بیع سے ہی اور اصح یہی ہی اور بعض محشیون سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہی اور دین قوی مین کچھ اختلاف روایات نہین زکوۃ اُسمین اصل مال کے برس سے واجب ہی مگر ادا اُسوقت لازم ہی کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی بتصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علے رجل اور دین متوسط

کے مثل ہے اگر وارث ہوا اس دین کا کسی شخص کے ذمہ پر ہو یعنی نصاب کا اسکی وقت وراثت سے معتبر ہوا اور یہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے بیان ہوا
ہوا کہ دین قوی اور متوسط میں ادا سے زکوٰۃ نہیں واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر چند سال گزر گیا قبل قبض دین کے تو اسکو
وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبض سے پہلے لازم نہیں ہے کیونکہ ادا اسکے ذمے ابھی لازم ہی نہیں ہوا اور وارث کے ذمے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اسکی ملکیت وراثت
سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتداے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی (وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعده) ای بعد القبض من دین ضعیف
(وهو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع) اور زکوٰۃ لازم ہے وقت قبضہ دو سو درہم کے دین ضعیف سے اور گزر جانے سال تمام کے بعد قبض کے
اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال غیر ہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے (الا اذا کان عنده ما یضم الی الدین الضعیف) کما مر کہ جبکہ اسکے
پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گزر چکا ہے کہ مستفاد ہے شرط اوسکی حول سے بعد قبض کے حاصل ہو کہ جب اسکو کچھ مال ہوا اور اسکے
پاس پہلے سے نصاب ہو تو قبض کی نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور قبض کے واسطے سال بعد قبض کے شرط نہیں وقولہ کما مر اشارۃ الی ما استفاده فی
اثناء الحول الخ کی طرف اور مراد یہ ہے کہ بیان ہو چکا کہ جو اسی قاعدہ میں داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہیں کی (ولو ابرا رب الدین المدیون بعد الحول
فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیۃ) اور اگر معاف کردیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گزرنے کے تو زکوٰۃ نہیں برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہ
کذا فی الخانیۃ (وقیده فی المحیط بالمعسر اما الموسر فهو استهلاک) صاحب محیط نے اس میں زکوٰۃ کو ابرا دائن کی صورت میں مقید کیا ہے مدیون مفلس
کے ساتھ اور اس صورت میں ابرا بمنزلہ ہلاک کے ہے لیکن اگر مدیون مالدار ہو تو بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہے یعنی زکوٰۃ واجب ہوگی یاد رکھو
(کذا فی البحر قال فی النهر وهذا ظاهر فی انه تقیید للاطلاق وهو ظاهر فی الضعیف کالاجنبی) نہر الفائق میں کہا اور یہ یعنی قول بحر کا قیده الخ
ظاہر ہے اس باب میں کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا او لا دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہیں ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور صحیح
نہیں ہے دین ضعیف میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گزرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت
میں اسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہ ہوگا اور یہی حال دین متوسط میں ہے کذا فی الشامی (وتجب علیها) ای علی المرأۃ
(زکوٰۃ نصف مهر من نقد) مردود علیه (بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مهرا ثم ردت النصف بطلاق قبل الدخول) فزکی الکل لانه
ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ) اور واجب ہے عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس روز کے ان ہزار میں سے کہ بعینہ مہر
قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا چاندی عقود یعنی
بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور فسوخ میں یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہیں ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہے سائمہ سے اور شارح
نے جو من نقد زیادہ کیا اسکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے
کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درہم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اسکو دیدیا اور ایک برس گزر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو
نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہے مرد کے ذمہ نہیں کیونکہ عقود میں نقد متعین نہیں ہوتے جسے جو قبض کیا تھا وہ اسکی
ملک میں ہوگیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہیں ہیں بلکہ اسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوٰۃ
اسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گزرنے کے مانع زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیۃ (وتسقط الزکوٰۃ
عن موهوب له فی نصاب مرجوع فیه مطلقا) سواء رجع بقضاء او غیره (بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموهوب
ولذا لا رجوع بعد هلاکه) اور ساقط ہوتی ہے زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمہ سے اس صورت میں کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر ہٹایا ہو

بہر حال یعنے قاضی کے حکم سے ہٹایا ہو یا بغیر اسکے اسلیے کہ استحقاق شی معین موہوب پر واقع ہوا اور اسی وجہ سے بعد ہلاک موہوب کے
رجوع نہیں پہونچتا قید بہلاکہ لانہ لازکوۃ علے الواہب اتفاقا لعدم الملک وہی من الحیل موہوب لہ کی قید زکوۃ کے سقوط میں اسواسطے لگائی
کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہیں ہے کیونکہ اسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ سقوط زکوۃ کے لیے ایک حیلہ ہے ہم اور اتفاقا کے لفظ میں
ایما ہے کہ موہوب لہ سے زکوۃ ساقط ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہیں اگر بغیر حکم قاضی پھیرے اسلیے کہ اسنے اپنے اختیار
اسکو دیا تو ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ استہلاک کے ہوا ہم کہتے ہیں کہ اسکو دینے میں اختیار نہیں ہے اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہاں نالش کرکے
بجبر لے لیتا سو یہ بمنزلہ ہلاک کے ہوا نہ استہلاک کے کذا فی الشامی ومنہا ان یہبہ لطفلہ قبل التمام یہ ہم اور ایک حیلہ سقوط زکوۃ کا ہے کہ مال ہبہ کردے
اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ہم اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور
حیلہ میں یہی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور یہی اچھا ہے اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ میں اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب میں
امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوۃ میں امام محمد کے قول پر اور یہ تفصیل اچھی ہے اور یہ بیان ہوچکا کذا فی الشامی اور ایسی ہی صورتوں میں حیلہ کو بیان کیا ہے

باب العاشر

یہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان میں قدمہ علی الرکاز لتمحض المأخوذ فیہ للعبادۃ ولذا لا یعتبر فیہ الحول العشر لغۃ ما یأخذہ العاشر مطلقا ذکرہ سعدی
اسی طرح عشر کہا گیا ہے یہ نام رکھنا کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنے عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی
ربع العشر ہی چونکہ بعض حالتوں میں وہ عشر لیتا ہے تو اسی اعتبار سے اسکا نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہیں بالکہ عشر
نام ہے اس چیز کا جو عاشر مال والوں سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے یعنے یہ علم جنس ہے ہم شامی نے کہا کہنا سعدی کا
کہ علم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس میں علمیت بالضرورت ہوا کرتی ہے جیسا اسامہ میں کہ بغیر اسکا استعمال ہوتا ہے اور کوئی الف لام تعریف کا نہیں
یہاں کوئی ضرورت علم ماننے کی نہیں ہے ہو حر مسلم بہذا العلم یعنی تولیت الحر علی الاعمال عاشر آزاد ہو مسلمان ہو یعنی غلام ہو نہ کافر اس لیے کہ
کہ یہ ولایت کا عامل بنانا حرام ہے غیر ہاشمی لما فیہ من شبہۃ الزکوۃ اور عاشر ہاشمی نہ ہوے کیونکہ اسمیں زکوۃ کا شبہ ہے کہ ہاشمیوں کو جائز نہیں ہے غیر ہاشمی کی
کی شرط غایۃ البیان میں لگائی ہے اسکے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہیں آئی اور یہ اچھا ہے کیونکہ بنایہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر
کیا جاوے تو اسکو اجرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور زکوۃ میں سے کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت تبرعا کام کرے تو درست
ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چوروں اور رہزنوں سے اسلیے
کہ لینا مال کا تجارت سے بسبب بچاؤ کے ہے یعنے امام جو مال لیتا ہو تو اس مال کی حفاظت کے لیے لیتا ہے نصبہ الامام علی الطریق للمسافرین خرج
الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی یعنے عاشر کا نام مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافروں کے لیے اس سے نکل گیا ساعی اسلیے کہ
ساعی وہ ہے کہ جو قبائل میں جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانوں پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرہا
اسکو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف میں صرف صدقہ کا ذکر
کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر من التجار المارین باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ یعنی تجارت جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی
عاشر وصول کرے صدقہ ان تاجروں سے کہ اسپر گذر رہا ہے مال ہمیشہ خواہ مال ظاہر ہو یا باطن ہم مال کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن ظاہر وہ ہے
اور جو عاشر کے پاس آجاوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت جو شہر میں ہو کذا فی البحر اور یہاں باطن سے مراد مواشی کے سوا ہیں ظاہر سے بلحاظ ...

اور نہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پیراُسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کہ اسواسطے کہ اموال باطنہ جو گھر میں ہیں اگر عاشر کو خبر کی
کرے تو انکو نہیں لے سکتا جیسا البحر میں صریح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تقسیم میں اشارہ ہے عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ میں کیونکہ اموال
ظاہرہ یعنی سوائم میں عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہے اور اشارہ واضح ہوا کہ یہ عاشر اور ساعی میں فرق نکرنے
حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریعت میں عاشروں کی مذمت
میں وارد ہوا ہے (لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ یعنے نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت میں) سو وہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام
الحول او قال لم انو التجارۃ او قال علی دین محیط او منقص للنصاب لان بالاخذ زکوٰۃ صرح وعبر فی البحر وابن الملک بمستغرق المصنف پس جو شخص انکار
کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ میں نے تجارت کی نیت نہیں کی یا کہے کہ مجھ پر قرض محیط ہے یا اسقدر دین ہے کہ جسکے ادا سے مال بقدر نصاب نہیں رہتا
شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بعینہٖ زکوٰۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق
رکھا او قال ادیت الی عاشر اخر وکان عاشر اخر محققا یا کہا کہ میں دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہے او قال ادیت انا الی الفقراء
فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ میں ادا کر چکا فقیروں کو شہر میں نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل الا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتوں مذکورہ میں اگر بیان کو حلف سے موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چٹھی دوسرے
عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہیں اصح روایت میں اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم ذلک العاشر
وحلف صدق وعدت عدما یہاں تک کہ اگر چٹھی پیش کی برخلاف نام اُس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چٹھی کا عدم شمار کیا جاوے
ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوٰۃ لی جاوے اُس سے الا فی السوائم والاموال
الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہ استثنا ہے صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم میں اور اموال باطنہ میں بعد نکالنے کے شہر
سے نمانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ہو الزکوٰۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال زکوٰۃ
نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوٰۃ کا انہیں امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوٰۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل
ویاخذہا منہ لقولہ لقول عمر لا تنبشوا علی الناس متاعہم لکنہ یحلف اذا اتہم اور لیوے زکوٰۃ کو عاشر مال والے سے بوجہ اُسکے بیان کے کیونکہ
حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ نہ تفتیش کرو لوگوں کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اسکو تہمت جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق
فیہ ذمی لان لہم ما لنا اور امور مذکورہ میں سے جو امر ایسے ہیں کہ انہیں مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول انہیں
مانا جاتا ہے کیونکہ اُنکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایۃ ذلک لکن ذمی کا یہ قول کہ میں نے
فقیر کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہیں ہے اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ میں جب ادا کا دعوے
کرے تو نہیں مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اسکے مصرف نہیں اور نہ کافر لوگ مستحقوں پر یعنے مسلمانوں پر صرف کرنے کی ولایت رکھتے ہیں کذا
فی الشامی لا یصدق حربی فی شیء اور کافر حربی کا قول کسی امر میں نہیں مانا جاتا یعنے اسکی طرف التفات نہیں اگرچہ گواہوں سے
ثابت کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ لکن اسکے ام ولد کے باب میں کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جاویگا بخلاف
اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہیں اسلیے کہ دارالحرب میں مدبر کرنا صحیح نہیں کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی
اور نیز اس صورت میں کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہے یعنے اور پہلے سے

٥٧
یعنی عاشر راہون پر مامور ہوتا ہے اور ساعی صدقات سوائم خود جاکر وصول کرتا ہے ١٢

وہ ثابت النسب ہو اور بندہ مشتبہ النسب کی ہو کذا فی الطحطاوی یا لقصر المالیۃ بسبب انہوں نے مالیت سے کہ ہم نے ثابت دونوں سکاون کی ہے یعنی دونوں
صورتوں میں ام ولد اور غلام مال نہیں حالانکہ زکوٰۃ مال کی لیجاتی ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یولد مثلہ عتق علیہ ذکرہ عشر لانہ اقر بالعتق فلا یصدق
سے حق غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسا اسکا بیٹا نہیں ہو سکتا تو اس قول سے وہ غلام اسیر آزاد ہو جاویگا اور عشر لیا جاویگا اسلیے کہ حربی
نے اقرار عتق کا کیا پس اسکی تصدیق نہ کی جاویگی عاشر کے بارے میں جہت الملک عشر کے باب میں جیسا ہوگا کذا فی الشامی والاصل قولہ او مرت ابل علی عاشر اخر وخمسہ
عاشر اخر او مرکز اس صورت میں کہ کہے کہ میں ادا کر چکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہاں کوئی دوسرا عاشر بھی ہو لیا لوجہ اسکے استیصال المال
جزم بہ ملا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعا للسراجی بلفظ ینبغی ان لا یعشرہ المصنف ابھی اسکا قول اسلیے مانا جاوے کہ اسکا مال بچ سکے اگر جاوے
اپنے ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اسکے پاس کچھ نہ رہیگا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا زیلعی نے بتبعیت سراجی بلفظ ینبغی یعنی سزاوار ہے کہ مانا جاوے
یوں ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے ہم قول ملا خسرو اسی طرح ہے یعنی اسکو تم ہر عشر ہے یا وہ لفظ شرح الدرر اور دوسرے نسخوں میں لا شیء فی حرابہ
ہو اور یہی صواب ہے واسطے کتاب یا رسالہ ملا خسرو کی بات عبارت کے ہے اور وہ عبارت جیکو شارح نے ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد
بخاری مشہور بالشیخ کی تو اسکی کتاب مختصر الاذکار شرح درر الحکام میں الحربی نے زعم فی الماثنی ... مالا ... میں المصنف لیکن جزم کیا ہے ... ایسا
خالی الیسا ہی ہے اسکے قول یا نسخ کا اور شرح میں اسکو ترجیح ہی ہے اور اختصار شارح نے عشر ... سواے کہا ... یا ارسلی کیا ہے البرجندی
عن الظاہر ... مسئلہ ... کتابت ... سوال ... اور کا ... ہی ... خواہ وہ ... یا نہ ہو
جیسا ہے ... اور حربی ... کا امر فرمایا حضرت عمر نے ... ان ... کا امر تھا
ساعیوں کو کیا ... بحر الرائق میں ہے کہ مسلمانوں سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ ہے اور ذمی سے دونا ہے اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسواں حصہ اور یہ مال
جو کفار سے اصل ہو جیسے کہ مصارف میں صرف کیا جاتا ہے بشرط کہ ... ہو ... المال ... یا ... ہو ... مال ... ہر واحد ... کو
نصاب اسلیے کہ نصاب سے کم معاف ہے بشرط جاننا قدر ما اخذ وامنا اور بشرطیکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کسقدر لیتے ہیں فان علم اخذ مثلہ
مجازاۃ پس اگر معلوم ہو تو اسی قدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں واسطے مکافات کے ... لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہے ... لینا کیونکہ
اسکے بر سبیل حق لیتے ہیں اور وہ لوگ ناحق حاصل ... کیونکہ وہ لوگ ... اہل اسلام میں آئے تو انکے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانوں سے کفار لیتا
لیتے ہیں تو اسی قدر مسلمان لوگ بھی انسے بطور مجازات کے لیوینگے اگر اس صورت میں کہ وہ کل لیتے ہوں اور اگر کمیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم
ہو تو عشر یعنی دسواں حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہوگا اور اعتبار مجازاۃ کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا نصف عشر کیا گیا
کیونکہ حربی بچاو اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے دیتا ہے فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ ما منہ ... الامان مگر ... میں
کہ کفار مسلمانوں سے جو دار الحرب میں جاویں کل مال لیتے ہوں تو ہم لوگ کل مال نہ لینگے بلکہ اسقدر اسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اسکو اپنے امن تک
پہنچا دیوے واسطے ثبوت حق امان کے ولا ناخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا او ان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لیوینگے انسے کچھ جبتک مال
نصاب کو نہ پہنچے اگر چہ وہ ہم سے لیتے ہوں اصح روایت میں لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلیے کہ نصاب سے کم مال میں سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم
میں کسی کا اتباع نہیں ہم اسمیں اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ لیتے ہیں خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ہاں مگر یوں کہیں کہ قلیل مال سے لینا
حرج ظلم ہے جسکو سب عقل والے جانتے ہیں کیونکہ قلیل مال ہمہ تن نفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اسمیں سے لینا مقتضا ہے امان کے مخالف ہے جیسا
کل کا لے لینا کذا فی الشامی او علم اخذوا منا ... اعلیہ یا جبکہ وہ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی انسے نہ لیوینگے تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہیں ولانا احق

بالمکارم اور اسلئے کہ اتمام مکارم اخلاق سے کہ ہم زیادہ مستحق ہیں ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من اموال صبیاننا
شمنی کما فی الکافی والحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت میں کہ وے لوگ ہمارے لڑکوں کے مال میں سے
کچھ لیتے ہوں جیسا ذکر کیا ہے حاکم کی کافی میں اخذ من الحربی مرۃ لا یوخذ منہ ثانیا قبل مضی السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اس سے اس برس میں نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے پھر دار الاسلام میں آوے تو پھر
عشر لیا جاوے کیونکہ جواز الاخذ بلا تجدید حول او عہد کیونکہ لینا جائز نہیں جب تک نیا سال نہ ہو یا نیا عہد نہ ہو حربی کو قدرت نہ دی جاوے دار الاسلام
میں ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اسکو امام اتنے وقت کی مہلت دے کہ اگر یہاں اقامت کریگا تو تجھ پر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ
لگا دے پھر دار الحرب میں نہ جانے دے … ولو عاد الحربی الی دارہ ولم یعلم … ثم خرج … دار الحرب … عشر …
مضے لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکل آیا تو اس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے جبکہ دار الحرب میں جا کے … اہل اسلام کی …
نہیں رہتی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمان اور ذمی کے کہ اگر خبر نہیں گذر جاوے پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہاں مسقط یعنی عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ولو … عشر …
کذا اقر المصنف متنہ … خمر … للتجارۃ … اور لیا جاوے … کافر کی شراب کی قیمت سے اور اسکی …
سے اگر تجارت کے لیے ہوں اور نصاب کو پہنچیں شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح میں ثابت رکھا …
اور جلود میتہ دوسرا مضاف ہے … اسلئے کہ … بلکہ ایک کسرہ … اشکال …
میں بلکہ قیمت کی چیز … عشر لیا جاوے … اور اسکا جواب یہ ہے … قیمت …
اور اس چیز کی قیمت میں … انتفاع … خنزیر … درست نہیں اور جلود …
اور اسلئے انکو … شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے ساتھ نہیں رکھا … الشامی باختصار ولا یوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ من المسلم
شیء اتفاقا اور لیا جاوے دسواں حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ بالاتفاق اسلئے کہ
مسلمان شراب کا مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے … عشر لیا جاویگا تو اسکا قبضہ … المؤدی … ولا یوخذ من خنزیرہ
مطلقا لانہ قیمی فاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر … قیمت والی چیزوں سے ہے تو اسکی قیمت کا لینا گویا اسکا خود لینا ہے
ہم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہے اسلئے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا … لازم آوے تو چاہے
قیمت ادا کرے … حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہیں ہے اسواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دیگا
تو عورت اسکے لینے پر جبر کیجاویگی سوا اس کے … عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے
کذا فی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ … الخنزیر … مواضع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ السید
یہ جواب ہے سوال مقدر کا اور سوال کی یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہیں ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلہ خنزیر کے دوسرے کافر
کے ہاتھ بیچ دیا اور اسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ شفعہ کا حکم اسلئے خلاف ہے کہ اگر
شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اسکا حق باطل ہو گا پس اسکا نقصان ہو گا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ …

مستثنی ہوتے ہیں ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے حاصل یہ کہ یہاں جو ان حق العبد کے لیے ہے کہ وہ مجتہد ہے اور حق شرع میں ضرورت نہیں کہ شارع
مستثنی ہو کیا ابسط فی البحر عن الکافی ولا یؤخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اس مال سے جو گذرنے والے کے گھر میں ہو مطلقا یعنی خواہ
مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا من مال البضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے ہم بضاعت لغت میں ایک قطعہ مال کا ہے اور اصطلاح میں
وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لیے دے کہ اس طرح کہ نفع سب مالک کا ہو اور عامل کا کچھ نہیں کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ مالا کہتا جیسا
صدر الشریعہ نے کہا تو کافی ہوتا اور جو یہ کہتے ہیں کہ ضرورت نہیں الا ان یکون حربی یعنی اگر یہ مال بضاعت کسی حربی کا ہو تو عشر لیا جاویگا
ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیبلغ نصیبہ من الربح نصابا اور نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت میں کہ مضارب کو نفع
ہو مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہونچے ولا من کسب ماذون مدیون یحیط بالدین و بنفسہ اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اسکے مال اور اسکی جان کو اور یہی قید مجتہد کی ہے یعنی مسئلہ محل خلاف ہے امام صاحب
اور صاحبین میں امام صاحب کے نزدیک مدیون غلام کی مقبوضہ چیز کا مالک مولی نہیں ہوتا اور صاحبین کے نزدیک اسکی کمائی کا مالک ہوتا ہے اسلئے اسکی جانب
کا بالاتفاق مالک ہوتا ہے اگر عبد ماذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور مولی اسکو آزاد کرے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک
جاری ہوگا۔ وہ اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اس سے کچھ نہ لیا جاویگا اسلئے کہ وہ مالک نہیں ہوا تو امام صاحب کے نزدیک مولی اس چیز
کا مولی کی ملک میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں او ماذون غیر مدیون اگر ایسی جو مولا وہ عبد ماذون قرضدار
نہو لیکن اسکے ساتھ آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے علی ما ذکرہ البہنسی کہ عبد ماذون کو دین اسکا لیا نہ جاوے اور جس صورت میں آقا اسکے ساتھ ہو
اور اسکے پاس نصاب ہو لیکن مدیون نہیں اسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بقدر نصاب ہو تو اسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج عن الامام سے فی
التاتارخانیۃ لعدم الملک عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطے مفقود ہونے ملک ان تینوں کے یعنی مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے اس طرح ہی ہے کہ ابتداء میں مذکور ہے کہ ایسے میں شرط یہ ہے حاضر ہونا مالک ماذون کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یؤخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد مکاتب اور اسی لیے یعنی بوجہ
نہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اسکی ملک تام
نہیں ہے مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیوں کے عاشر پر
پس انہوں نے اس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس
جانا یہ قصور اسی کا ہے بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کرلیں بزور کسی شہر پر پس اس صورت میں اگر
وہ صدقات وصول کرلینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت میں قصور امام کا ہے نہ مالداروں کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ متفرقہ
شارع کا فر بنصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم تاجر میوہ تر لیکر بقدر نصاب
تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلاً تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت میں کہ عاشر
کے پاس فقرا موجود ہوں تو مال والے سے عشر لے تاکہ انکو دیدے ہم رطاب سے مراد وہ چیزیں ہیں سال بھر میں نہ رہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ صورت
مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اسکے بدلے بقولات میں سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے
نزدیک زکوٰۃ نہیں لیکن مالک کو کہدیا جاوے کہ بنفسہ زکوٰۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال میں سے اسی جنس سے زکوٰۃ لے لیجاوے

کیونکہ آخر روایت امام کی اسکو متحمل ہے کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ میں کمال نے ذکر کیا ہے کہ اگر انکا تو حصہ لی ہوئی خراب ہو جاویگی
اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہاں اگر عامل کے ساتھ فقرا ہوں یا اپنے عامل میں انکو لیتا ہو تو اسکا واجبات ہو کذا فی
الشامی نہر میں یہ مذکور ہے نہر الفائق میں بطریق بحث کے ہم نہر کی عبارت میں کوئی بات نہیں کہ دلالت کرے کہ ہوئے پر علاوہ بریں ذکر کیا ہے
اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام میں بھی کوئی لفظ دال نہیں ہے اور جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح منظومہ میں بھی زیادتی
مذکور ہے زیادتی یہ ہے کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاوے اور عنایہ میں باب العاشر میں یہ مذکور ہے کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری
ایک عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لئے انہیں سے لینا یا عشر لینا چاہے تو مالک کو اسکا اختیار ہے کہ قیمت دے تو نہیں لے سکتا اور فقرا
کے واسطے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر اپنے عامل کے لئے خضروات لینے چاہے تو یہ امر جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت
دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز میں کچھ کلام نہیں فافہم وما فیہ کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہے دفینہ کے احکام میں الحقہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہے
ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد میں ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہیں اور اس میں سے
جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ نہیں ہے کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلئے کہ رکاز محض قربت ہے اور عشر ایک مشقت ہے جس میں معنی قربت کا بھی
کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز اے الاثبات یعنی الرکز زرکاز یا اعتبار لغت کے ماخوذ ہے رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز ہے ہم شامی
نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی رکاز رکز سے ماخوذ ہے درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنی
مرکوز اور یہ اولے ہے اسلئے کہ رکاز اسم جامد ہے مصدر نہیں ہے وہ شرعا مال مرکوز تحت ارض اور شرع میں رکاز وہ مال ہے کہ موجود ہو زمین کے
نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہ معنی لغوی نہیں ہیں اور نہر میں مغرب سے منقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اسلئے کہ یہ
دونوں مستقر ہیں زمین میں اگرچہ راکز مختلف ہے اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونوں میں حقیقی
ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے
عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا
خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقہ اللہ تعالے ومن کنز اے مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذے یخمس لیس بسبب اسی
عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالے نے اسکو زمین میں پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مدفون کہ زمین میں
رکھا ہو کفار نے اسلئے کہ یہی کا خمس لیا جاتا ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اسکا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم اوذمی ولو قنا صغیرا انثے
پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہے پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان
ہو یا ہو کذا فی النہر معدن نقد ونحوہ یعنی پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار
ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز جمہ ہے کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی میں ہے پارہ ہم یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر
قول ہے اور قول اول یہ تھا کہ پارہ میں کچھ نہیں لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور انہیں
خمس نہیں ہے امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ پارہ چشمہ سے مزاولت اور تدابیر سے نکالا جاتا ہے اور ڈھلتا ہے کسی دوسری چیز کے

ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہوا یعنے چاندی جب کہ کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہیں تو مطلق کذا فے الفتح اور معلوم ہو کہ خلاف
اس بارہ میں ہو جو معدن میں سے اصل کہ ہے لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ میں ہو اسمین بالاتفاق خمس لازم ہو کذا فی الشامی
فخرج المائع کالنفط والقار وغیر المنطبع کالمعادن الاحجار پس نکل گئیں بہتی چیزیں یعنے جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی منطبع کی قید
سے جو نرم نہیں ہوتے جیسے کان پتھرون کی یعنے فیروزہ و زمرد وغیرہ کلام قہستانی میں ہے کہ کان تین قسم کی ہے ایک وہ سخت چیزیں
کہ پگھل جاتی ہیں آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزیں جو آگ سے نرم نہیں ہوتیں جیسے چونا اور پتھر
یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزیں کہ جامد نہیں جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فے البحر والنفط دھن یعنے نفط ایک روغن ہے کہ پانی پر آجاتا ہے اور قار اور قیر (بالکسر)
اور زفت وہ جس سے کشتیوں کو روغن کرتے ہیں کذا فی الشامی فے ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار لا المفازۃ لدخولہا بالاولے
کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری میں شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہیں خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولے
داخل ہے ہم مراد عشری اور خراجی سے یہ ہے کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضہ میں ہو یا نہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس
لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس ہوگا کذا فے البحر اداوی خمس مخففا اخذ خمسہ لحدیث وفی الرکاز الخمس
وہو یعم المعدن کما مر مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچواں حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس
اور یہ شامل ہے معدن کو جیسے پہلے گذرا و باقیہ لمالکہا ان ملکت اور باقی رکاز یعنے چار خمس زمین کے مالک کے ہیں اگر وہ
زمین کسی کی مملوک ہو ہم حاشیہ ابو السعود میں ہے کہ مملوکہ سے مراد یہ ہے کہ غیر کی ملک ہو پانے والے کی نہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوگی
تو اسمین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہے ولاشئ فے ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جب پانیوالا
مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونوں میں ایک ہے وہ یہ کہ معدن تمام اجزا سے
مالک کی ملک ہے تو مصنف کے کلام میں تعارض یقینا ہے یہان باقیہ لمالکہا کہا ہے اور آگے لاشئ فے ارضہ کہا ہے شیخ رحمتی نے اس تعارض کو
یون دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن میں دو روایتیں ہیں روایت اصل ہے کہ اسمین خمس نہیں کل مالک کی ہے اور جامع صغیر کی روایت
یہ ہے کہ اسمین خمس ہے اور چار خمس مالک کے ہیں پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہے اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فے
الشامی ملتقطا والا بجبل ومفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانے والے کی ہے والمعدن
لاشئ فیہ ان وجدہ فے دارہ وحانوتہ اور معدن میں کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے اسکو اپنے گھر میں اور اپنے دکان میں ہم معدن کے
لفظ میں احتراز ہے دفینہ سے اسلیے کہ اسکا خمس لیا جاتا ہے اگرچہ کسی کی مملوک زمین میں ہو یا اسکے گھر میں ہو اسلیے کہ وہ اجزاے زمین سے
نہیں ہے جیسا ہدایہ میں ہے اور گھر اور دکان کی معدن میں کچھ نہ لازم آنا امام صاحب کے نزدیک ہے برخلاف قول صاحبین کے کذا فے
الشامی وارضہ فے روایۃ الاصل واختارہ فے الکنز اور کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی میں اصل کی روایت کے بموجب
اور اسی کو اختیار کیا ہے کنز میں ہم فایدہ البحر میں کہا ہے کہ زمین مملوکہ میں امام صاحب سے دو روایتیں ہیں روایت اصل کے موافق
ارض اور دار میں کچھ فرق نہیں یعنے دونوں میں کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ زمین جب اسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے
منتقل ہوئی اور معدن بھی اسی زمین کی مٹی کی ہے تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگون کا
حق اس سے ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ وہ شخص اسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہے یہی کہا ہے خصاص نے اور جامع صغیر کی روایت

کے موافق انہیں فرق ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ وارثوں کسی طرح کی مشقت اور تکلیف نہیں تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سبب کا سبب یا ... واسطے کا ہوا اختلاف
ارض کے کہ اُسمیں موقوف خراج اور عشر کی لازم آتی ہی پس اُسمیں خمس لازم ہوا کہ مگر کے اختیار کر نیکو بیان کرنے سے ظاہر اشارہ کو ترجیح
روایت اصل کی مقصود ہی لیکن ہدایہ میں امام سے دو روایتیں نقل کیں اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے موجب یہ بیان کی اور اصل
کے روایت کی وجہ انہیں ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہی کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہی کہ قیاس بھی
ترجیح روایت جامع ظہر کو چاہتا ہی دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اصل پر متاخر ہونیکے وقت مقدم ہوتی ہی دو وجہ یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہی
تو متفق علیہ روایت کا اخذ کرنا اولے ہی حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہی وجوب خمس میں درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور
گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہیں کیا انہیں وجوب کے باب میں کذا فی الشامی ولا شیٔ
فی یاقوت و زمرد و فیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای فی معادنہا اور کچھ نہیں معنی یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اُسکی شکل
میں یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑوں میں پائی جاوین مراد یہ ہی کہ اپنے معادن میں خواہ پہاڑ ہو یا نہو ولو وجدت دفائن الجاہلیۃ
اے کنزا خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاء مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کے ہوں یعنے کنز ہو تو اُسکا حکم آگے
آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہی کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ میں آگئی کذا فی البحر وانما حصل ان الکنز
یخمس کیفما کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ میں خمس لیا جاوے ہر حال میں اور معدنی جس صورت میں کہ آگ
سے نرم ہوجاوے یعنے ماگداخت میں خمس ہی مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہوں انہیں خمس لازم نہیں ولا فی لولو ہو مطر الربیع اور کچھ نہیں
لازم موتیوں میں کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہی یعنے سیپ میں کہتے ہیں کہ وہ ایک جانور ہی مچھلی کی قسم سے اللہ تعالیٰ اُسمیں موتی پیدا
کرتا ہی کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش ینطلع فی البحر او خثی دابۃ اور نہ عنبر میں کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہی کہ دریا سے اُگتا ہی یا گوبر کسی چوپایہ کا ہی
ہم شیخ داود انطاکی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ قعر دریا میں چشمے ہیں وہ دہنیت باہر کو دفع کرتے ہیں وہ پانی پر جمتی ہی اُسکو
دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہی وہ عنبر ہی کذا فی الشامی وکذا جمیع المستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا کان کنزا فی قعر البحر
اور ایسے ہی سب چیزیں جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا میں یعنے کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر
یہ ہی کہ اُسپر علامت اسلام کی نہو لیکن میں نے اُسکو نہیں دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اُسپر غلبہ اور تسلط
کسی کا نہیں وارد ہوا پس غنیمت نہوا ہم حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہی اور غنیمت وہ ہی کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانوں نے اُسکو بزور لیا ہو
اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہیں ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او
غیرہ فلقطۃ یعنی حکمہا اور جو دفینہ کہ اُسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے پس وہ لقطہ ہی کہ اُسکا حکم آگے آویگا اور غیر
نقد میں شامل ہیں ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہیں ہوا کہ مسلمانوں کا مال غنیمت نہیں ہوتا اور لقطہ
کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدوں کے دروازوں پر اور بازاروں میں پکارا جاوے یہانتک کہ گمان ہو کہ مالک اُسکی طلب سے بیٹھ رہا
ہوگا پھر اگر خود فقیر ہی تو اپنے آپپر صرف میں لے نہیں تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اُسکا آوے تو ضمان دے کذا
فی الشامی وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اُسپر علامت کفار کی ہو تو اُس میں سے خمس
۱۱ لیا جاوے اور باقی اُس شخص کا ہی جو اول فتح اسلام میں اُسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ہم قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہی

اسلیے کہ کنز اجزاء دار سے نہیں تو خمس معتبر کیا اُس میں ہو سکتا ہے بخلاف معدن کے او لوارثہ لوحیا والا فلبیت المال علی الاوجہ
یا اصل مالک کے وارث کا ہے اگر وہ زندہ ہو اور نہیں تو بیت المال کا ہے اور یہاں وجہ ہو ہم نہر میں کہا ہے اگر وہ مالک اول کے معلوم
نہوں تو شئے الملک زمین کا اُس کا وارث ہے اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال میں رکھا جاوے فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہ موجود ہو تو اُس
کے بعد الخ اسلیے کہ بحر میں مذکور ہے کہ کنز زمین میں امانت ہے پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اُسمیں رکھا ہے اُسکا بھی مالک ہوا
اور اگر زمین کو وہ بیچے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہے وہ اُسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچھلی کے پیٹ میں موتی
و نحوہ الا ان یکون مستحقا وضعا والا فالوا جہ یہ اس صورت میں ہے کہ زمین اسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا
ہوگا بعد خمس نکالنے کے کافی الجوہرۃ اور یہ باقی مال مالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہے اور ہدایہ وغیرہ سے اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہے
لیکن سراج میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہے جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہے اور اسی پر فتوی ہے شارح نے
کہا کہ آج کل یہی مناسب ہے کیونکہ بیت المال کا انتظام نہیں ہے کہ دار و سیاق کا اعتبار نہ ہو اس میں اہل الخمس اگر چہ پانے والا ذمی ہو یا غلام
ہو یا صغیر ہو یا عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت ہیں یعنی امام غنیمت میں سے کچھ دیتا ہے انکو اور اگر تاتارخانیہ میں یعنی ملا حربی
مستامن فانہ یسترد منہ الا اذا عمل باذن الامام یعنی پانے والا کافر حربی مستامن ہے کہ لوٹایا جاوے اُس سے جو اُسنے لیا ہے کافی غنیمت
میں اسکا کچھ حق نہیں الا اذا عمل فی المفاوز باذن الامام علی شرط فلہ المشروط اگر جب بکام کرے جنگلوں میں امام کے اذن
سے کسی شرط پر تو اسکو مشروط یعنی مقررہ ملیگا اولو عمل رجلان فی طلب الرکاز فاصابہ احدہما اور اگر دو شخص ملکر کام کریں دفینہ کی طلب
میں تو وہ اسکا ہوگا جسنے پایا اسمیں ظاہر اسکا دلالت کرتا ہے کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اُس صورت میں ہے کہ ایک نے کھودا اور دوسرا آیا
اُسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونوں مشترک ہوں اسکی طلب میں سو باب الشرکۃ الفاسدہ میں آویگا کہ شرکت صحیح
نہیں کہ اس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات میں جیسا پہاڑوں میں سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور
پکانا اینٹوں کا مباح مٹی سے اسلیے کہ یہ شرکت متضمن ہے وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہیں اور جو کچھ اُن
سے کسی نے حاصل کیا وہ اُسی کا ہوگا اور جو دونوں نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہے اور جو کچھ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اُسی کا ہے اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک اسقدر کہ اُس شئے کی نصف ثمن سے زیادہ نہو دونوں کا اجیر ہیں فہو للستاجر اور اگر وہ دونوں مزدور ہوں تو مال اُسکا ہوگا
جسنے انکو اجرت پر رکھا وان خلا عنہا اے العلامۃ او اشتبہ الضرب فجاہلی علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ الاصل
وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہے یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہے اُسکو
زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہے اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہیں جمع اموال پر کذا فی الطحطاوی اور ایک قول یہ ہے کہ مال مذکور
لقطہ کے مانند ہے ہم نہایہ میں ایک قول یہ کہا ہے کہ اسکو مال اسلامی تصور کرینگے بسبب مدت گذرنے کی جہت سے یعنی ظاہر یہ ہے
کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہیں رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہے جبتک اُسکے خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہے کہ ایسی ظاہر ہونا مسلم
کو نہ مانیں بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہروں میں نکلتے رہتے ہیں کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر فقہا نے نہیں کہا
اہل حرب کی ہے اور اہل اسلام میں رائج ہو ظاہر یہ ہو کہ وہ قسم مشتبہ ہے ہیں لیکن میں نے شرح نقایہ میں جو لاقانی کی ہے

دیکھا اسمین لکھا ہی کہ کفار کے ورثہ مسلمانون کے درمیان مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہی اسلامی ہی ہونے چاہئین
ولا خمس فی رکاز معدنا کان اوکنزا وجدہ فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور خمس لیا جاوے وہ رکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہی اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہی ولو دخل جماعۃ ذو منعۃ فظفروا بشیء من کنوزہم وجب الخمس لکونہ غنیمۃ اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہی یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہی وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اسکو اسکے مالک کو پھیر دے غدر سے بچنے کے لیے یعنے حربیون کے مال اس
شخص مستامن پر بدون انکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا لے لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ الینا
ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق پس اگر نہ پھیرا اسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اسکا
تصدق کرنا واجب ہی فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہی کیونکہ اسکی
ملک ثابت ہی لیکن مشتری کو اچھا نہین ہم بخلاف اس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہی کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا خمس لانہ بلا قہر فی مباح وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اسکو حلال ہی پس نہ پھیرا جاوے اور نہ اس مین خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری
یعنے وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہی کذا فی البدائع ولا فرق کہ درمیان مباح اور غیر مباح کے ہم متاع کے معنون مین فقہاء
کا اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ متاع وہ ہی جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا ہانڈی ہن کذا فی الطحطاوی وفی
النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہی کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہی ہم نقایہ
کتاب ہی صدر الشریعۃ کی اور یہی ہی وقایہ مین جو اسکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہی درر مین کہا ہی کہ یہ صحیح نہین ہی کیونکہ شرح
ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہی کہ خمس واجب ہوتا ہی اس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو ذکر ہی وہ اس طرح کی صورت نہین ہی کیونکہ مستامن مثل چور کے ہی
اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی الطحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی صرف بیانی ہی الا ان یحمل علی متاعہم
الموجود فیہا اضافت مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہی خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل مان باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون ہم یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہی کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلا جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہی کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہی کہ جسکو رکاز کا مال ملے اسکو گنجائش ہی کہ صرف کرے خمس

مطلب بیان مستامن سے وہ مسلمان مراد ہیں جو دار الحرب مین امان لیکر جاوے ۱۲
مطلب یعنے نقایہ کا مسئلہ کی صورت پیدا ہوتی ہی کہ خمس اس صورت مین لیا جاوے کہ متاع جو دار الاسلام کی زمین غیر مملوکہ مین پائے ۱۲

مساکین پر پھر اگر امام کو اطلاع ہو تو اُسکے کیے ہوئے کو قبول کرے اور اگر اُسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجائش ہو کہ اپنے واسطے رہنے دے
اور یہ بھی گنجائش ہی کہ حاجتمندوں کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مالی بمنزلہ اُس عشر کے نہیں ہی کہ زمین کی لازم ہوتا ہی
کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہی وہ چیز کے احکام میں جسکو عشر کہتے ہیں دسوین حصے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہی جو عشر کی طرف منسوب ہوتا کہ شامل ہو
نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی البحر اور اسکو زکوۃ میں اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہی جو زکوۃ کا ہی یجب العشر فی عسل
وان قل واجب ہی دسوان حصہ شہد میں اگرچہ قلیل ہو ہم شامی میں کہا کہ عسل میں کسرہ ہی تنوین نہیں کیونکہ مضاف ہی ارض کی
طرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہیں اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہی ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ
کجبل ومفازۃ عشر واجب ہی اُس شہد میں کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا
یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اُسمین عشر نہیں تاکہ جمع ہو جاوین عشر اور خراج ہم ارض غیر الخراج کے
لفظ میں افادہ ہی کہ یہ شامل ہی زمین عشری کو اور اُس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن فائدہ میں ہی کہ پہاڑ
عشری ہی یعنے اگر استعمال میں آوے تو عشری ہو کذا قال الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ
مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہی پہاڑی یا جنگلی پھلون میں اگر امام نے اُنکی حفاظت کی ہو اسلیے کہ وہ مال مقصود ہم امام کو اُنکی
حفاظت اسلیے مقصود ہی کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہی تو یہ علت اشتراط کی ہی یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہی
کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہی تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہوگا
اگر امام نے اُنکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اُسمین بھی عشر نہین ویجب فی مسقی سماء اے مطر او سیح انہر اور واجب ہی عشر
اُس زمین میں جو مینہ سے پانی دیگئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ہم سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہیں زمین پر یعنے نہر کا پانی
یا نالون کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہیں کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کم
ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا نہونا سب مذکورات کی طرف ہی یعنے شہد و پھل و غلہ و بلا شرط بقاء و حولان
حول لان فیہ معنے المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر میں معنی مؤنۃ الارض کے
ہین یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار سال بھر میں کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج
مقاسمۃ یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک ذراع یا مثل اُسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہی تو وہ برس روز میں ایکبار واجب
ہوا کرتا ہی مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولہذا کان للامام اخذہ جبرا ولو غذ من الترکۃ اور اسلیے امام کو
گنجائش ہی کہ ان چیزون کا عشر بزور لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہی ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف
اور واجب ہوتا ہی یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین میں اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین میں
ہم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہی اسلیے کہ عشر پیداوار میں ہی نہ زمین میں نہین تو زمین کا
مالک ہونا اور نہونا دونون برابر ہین اور زمین وقفی میں عشر اس صورت میں ہی کہ اہل وقف نے اسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصرا

واقفیت ہے زکوٰۃ ہمارا اور عشر کو زکوٰۃ کہنا مجازاً ہے ہم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے جیسا ہے سے اور شرح مینا اسی کی تقویت کی ہے لیکن عشر سبب امر با جماع ہے
کچھ اشکال نہ ہوگی و الاقی مالا یقصد بہ استغلال الارض کہ ان چیزوں میں عشر نہیں کہ زمین سے پیدا ہوں اور مقصود نہ ہوں جیسے حطب و قصب
فارسی یعنی لکڑی اور وہ قصب فارسی کہ جس میں بناتے سازے اور گرہ والی کہ کہتے ہیں اور نیزہ وغیرہ کے لئے سنوارا ہوا کیا اور قصب الذریرہ کے
جیسے قصب السکر کہتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں عشر ہے کما فی البحر اور حشیش یعنی گھاس کہ جس کے سب جو عشر نہ ہو خود اگ آتی ہیں کذا فی
البحر [illegible] و حشیش یعنی اور جیسے گھاس ہے اور سوکھا ہوا [illegible] کیا گیا [illegible] اگر اسکو کاٹ لیا اور سکے انداز سے پہلے تو اس میں عشر
واجب ہوگی کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہے کہ سوکھی گھاس میں عشر ہے کذا فی الشامی و سعف و تبن و قطران و خطمی و اشنان
اور [illegible] کھجور کے پتے اور بھوسہ کو نہ اور قطران ہوا ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان و شجر قطن و باذنجان اور جیسے کپاس کا درخت اور
بینگن کا درخت ہم جیسے ان دونوں کے بیجوں میں عشر نہیں بلکہ خود کپاس اور بینگنوں میں عشر ہے کذا قال الطحطاوی و بذر بطیخ و قثاء و ادویہ
کحلبۃ و شونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیاں مثل [illegible] اور کلونجی کے کیونکہ ان سے مقصود دوائیاں ہوتی ہیں اور نہیں
عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہیں ہیں خانیہ میں ہے کہ دواؤں میں عشر نہیں ہے [illegible] اور بیچا ہو [illegible] کذا قال الشامی [illegible] لو اشتغل
ارضہ بہا یجب العشر یہاں تک کہ اگر زمین کو انہیں چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہوگا [illegible] اگر کوئی شخص زمین کو [illegible] اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس میں عشر ہوگا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرط بالائی ہیں
کہا کہ [illegible] کچھ شرط نہیں اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا ہے یعنی کہ قید نہیں لگائی کذا فی الشامی و یجب نصفہ فی مسقی غرب اے
دلو کبیر و دالیۃ اے دولاب لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا اس زمین کی پیداوار میں جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ہم یہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ میں ذکر
ہے یا اس صورت میں کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہیں ہے یعنی اس صورت میں حنفیوں کے نزدیک بھی بیسواں حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا و بآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر ہم اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسواں حصہ لیا جاویگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسواں حصہ کذا فی الزیلعی ولو استویا
فنصفہ اور اگر دونوں طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہیں ہوتا و قیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لازم ہیں ہم غایۃ البیان میں کہا کہ یہ قول ہے اکثر ثلثۃ کا کہ نصف نصف
دونوں وظیفوں کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوتی تو دسویں حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دوالی تو بیسویں حصہ
کا آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوئے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سو اکثر پر قیاس کرکے
جس صورت میں آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع و بلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالے تخم کے اسلیے کہ علما نے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے ہم یعنی عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہے تو کل میں سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری
کمیروں اور خرچ بیلوں کے اور نہروں کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر و یجب ضعفہ فی ارض عشری لتغلبی
مطلقا واجب ہے دونا عشر کا یعنی پانچواں حصہ اس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں ہم بنی تغلب قوم نصاری میں سے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر صلح کی تھی کہ مسلمانوں کا دونا اُن سے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علما نے فرق نہیں بیان کیا زمین
کے والا ہے سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے میں اور مقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہے کہ مسلمانوں کی نسبت اُن سے دوچند لیا جاوے چہرۃ
میں والن کان طفلا او انثی او اسلم او ابتاعہا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خریدی ہو مسلمان سے
تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا تو اُسکے پاس جو زمین تضعیفی ہو جیسے وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری
ہو جاتی ہے اور یہی حال ہے جب خریدا ہو اس سے کسی مسلمان نے اور اگر خرید التغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک
تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعہا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل
یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہے پس تبدیل نہوگا ہم ذمی جب تضعیفی
زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کیونکہ فی الحلبی اور شرح کا ذکر نہ کیا گیا ہو ورنہ سب انتقالات میں یہی حکم ہے تبدیل
عن البرجندی اور عدم تبدیل خراج بالاتفاق اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا اس صورت میں خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان ہو جاوے
یا اُس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کذا فی الحلبی واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی
اشترے ارضا عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی اور لیا جاویگا خراج اس ذمی سے جو تغلبی نہ ہو اور خرید یا ہو اُسنے زمین عشری مسلمان سے
اور قبض کیا اُسکو کیونکہ عشر میں اور کفر میں منافاۃ ہے ہم ذمی سے خراج لینا اس صورت میں مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد کے نزدیک
عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اسپر مضاعف ہو جاتی ہے شیخین کے نزدیک اور قبضہ کی قید اسلیے لگائی کہ
کہ خراج واجب نہیں ہوتا اگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہے عشر
کے اسلیے کہ عشر میں معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس
جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہے اور
امام ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ عشری ہو جاویگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر
عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جاویگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی
یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جاویگی اگرچہ اُسکی مالک ہیں امام اعظم کے نزدیک کذا قال الشامی
واخذ العشر من مسلم اخذہا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاویگا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی
سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدیل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے یعنی گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ
بیع میں سے اُٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے ہم اور ردت علیہ
ہی اخذہا پر یعنی جبکہ خریدا اُسکو ذمی نے مسلمان سے بشرا فاسد پھر وہ زمین بجہت شرا فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری
نہ ہوگی بدستور بحر میں کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع
نہیں ہوا تھا کہ ہنوز استحقاق پھیر لینے کا اُسکو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے ہم جیسی صورت میں کہ بائع کو
خیار رہتا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو کذا فی الشامی اور ردت مطلقا
یا رد کی گئی ہو خیار رویت بہرحال یعنی رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی

حکم سے ہم نوان یا پچھون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جاویگا ولو بغیر بلقیت خراجیۃ الا اذا اقالہ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم
قاضی کے تو ہمیشگی خراجی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہی نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہی غیر متعاقدین کے حق مین کذا فی الشامی واخذ خراج من دار
جعلہ بستانا اور جو مرد ان کانت لذمی مطلقا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنا لیا ہو اسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت
مین خواہ اسکو عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہی نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاہ بماء الخراج
یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اُسنے خراج کا پانی
اپنے کھیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنے وہ نہرین کہ کھودین سکہ کو دین جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اسی کے مانند ہی جیحون اور جیحون ودجلہ وفرات
بر خلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی وشرحہ عینی نے اشکال کیا تھا کہ یہان
مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہی شارح نے اسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہی خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ
خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کیے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہی کذا
قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بہا لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح
کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہی مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شیٔ فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین
اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہی صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہی کہ رہنے مین نہ اور زیادتی نہین
اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہی اور اسی قیاس پر مقابر مین زیادتی اور بڑھنا نہین اسی سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچھ فرق نہین لیکن علما نے
تصریح کی ہی کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اسپر خراج لازم ہی خانیہ مین ہی اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اسپر اس زمین کا
خراج لازم ہوگا جیسا اس صورت مین کہ اسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہی پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ
یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہی انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہی منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین
قیر او نفت اور کچھ نہین رال کے چشمے مین ہم اسلیے کہ رال زمین کا نایعنے بڑھوتری نہین ہی یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہی بلکہ چشمہ ہی جوش مارتا
جیسے پانی کا چشمہ تو اسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر ولنفط دہن یعلو الماء مطلقا اسے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین نفط مین کہ ایک روغن
ہی کہ جو پانی پر آجاتا ہی کسی صورت مین یعنے خواہ وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج
خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد ونواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہی لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ
خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہی کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہی الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہی اور خراج مقاسمہ کا حکم
مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہی عشری زمین کے چشمہ کے گرد ونواح
مین بشرطیکہ بووے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیدا وار سے متعلق ہی ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا برہان شرط فی النہر
امن فسادہا اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اسکی درستی کے یعنی گدرا ہونے کے کذا فی البرہان
اور نہر مین شرط کیا ہی کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ مین کہا ہی کہ اختلاف ہی عشر کے وقت مین جو کھیتون اور پھلون مین سے لیا جاتا ہی پس
امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اُسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہوا اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کاٹنے کے لائق نہو یعنے اسدرجہ کو پہونچے کہ اس سے
انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کاٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی ۱۵

سلہ اور نلک مین بھی کچھ نہین کذا فی الکافی والنہایہ وغیرہ ۱۲

ولا تحل لصاحب الارض خراجیۃ اکل غلتھا قبل ادا خراجھا اور نہیں حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اُسکی آمدنی خراج کے ادا سے
پہلے ھ بعضوں نے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہے اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہے پیداوار سے اُسکو علاقہ نہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ
خراج وظیفہ میں بھی ایسا ہی ہے اسلیے کہ امام یعنی حاکم کو حبس کا حق ہے خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کہاں سے
لیگا کذا فی الذخیرۃ طحطاوی نے کہا کہ واقعات میں ہے نقلا عن البزازیہ کہ پیداوار سے کھانا درست نہیں قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے
عشر کے اگرچہ مالک عزم ادائے عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید نفیس ہے کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یودی العشر وان اکل ضمن عشرہ
مجمع الفتاوی یعنی اور نہ کھاوے مالک غلۂ عشری سے یہاں تک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھاویگا تو اسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی ھ شرح
الملتقی میں مضمرات سے منقول ہے کہ اگر دستور کے موافق کھایا تو اسپر کچھ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا
فی الطحطاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہے کہ پیداوار کو روک رکھے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لا یوخذ
لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیۃ اور جس شخص نے خراج چند سال ادا نہ کیا ہو تو گذشتہ برسوں کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیۃ ھ اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب العشر میں بھی مذکور ہے اور خانیہ کا یہ قول محمول ہے اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا کہ
دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی مختصرا وفیہا مات من علیہ عشر او خراج اخذا من ترکتہ وفی روایۃ لا بل یسقط
بالموت والاول ظاہر الروایۃ انتہی خانیہ میں ہے کہ جسپر عشر یا خراج ہو وہ مرجاوے تو اُسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت ہے کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی وجہ سے ساقط ہوجاتا ہے اور اول ظاہر الروایۃ ہے ھ شامی نے کہا کذا فی الذخیرۃ میں ہے کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے اُس
شخص کے جسکے ذمہ ہے ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہوجاتا ہے پھر دونوں کے بعد ہے کہ ساقط ہوتا ہے
خراج اُسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے جبکہ یہ خراج موظف ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہوجاتا ہے پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونوں
روایتوں کے فرق ہے درمیان عشر و خراج کے اور یہ قطعا ہیں خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا
عشر کے ظاہر الروایۃ میں انتہی فروع مسائل العشر شائع کے ممکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر اور جو زمین کا قابل زراعت پر اور نہ بویا
تو خراج واجب ہے نہ عشر ھ یعنی خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج میں ذکر
کریگا کذا قال الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہوجاتے ہیں دونوں یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہوجانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہوجاوے تو ساقط ہوجاتا ہے اور بعد کٹنے کے نہیں کذا قال الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعھا وکان جاحدا
ولا بینۃ لربھا اور خراج غاصب کے ذمہ ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہوں ھ خانیہ میں ہے
کہ وہ زمین کہ اُسکا خراج مقرر ہے کسی شخص نے اُسکو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہیں اگر غاصب نے اُسکو نہیں بویا تو خراج
کسی پر نہیں اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہیں ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہوں اور زراعت کی وجہ سے زمین میں کچھ نقصان نہیں آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہے اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب
سے کما تقدم اور یہی تفصیل ہے زمین عشری کی غصب میں کذا قال الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان ھی فی یدہ اور بیع بالوفا میں خراج
بائع پر ہے اگر زمین اُسکے قبضہ میں ہے ھ بیع بالوفا کا نام بیع المعاملہ بھی ہے اور یہ بیع اس شرط ہوتی ہے کہ بیع بائع کو پھیر دیجاتی ہے جب وہ ثمن مشتری کو

پھیرے اور اُسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع
اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہے اور یہ شامل ہے اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا او
مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک باقی رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بڑھی ہوئی کھیتی
کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہے اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہے کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کردیا اگر
اسقدر مدت باقی رہی کہ اُسمین کھیتی کرسکتا ہے تو عشر مشتری پر ہے نہیں تو بائع پر ہے اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہے اور اگر بیچا
مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسنے تیسرے کے ہاتھ یونہی تک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنی کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نہ رہی
کہ زراعت کرسکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اوپر اجارہ دینے والے
کے ہے امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہے اور کہا ہے صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہے یعنی اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر
امام کے نزدیک موجر پر ہے اجرت مین سے جیسا کہ اناج مین ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عشر
تعلق پیداوار کے ساتھ ہے اور وہ مستاجر کا ہے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ زمین کا ثمر جیسا زراعت سے ہوتا ہے ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہے
تو یہان اجرت مقصود ہے جیسا پھل ہونا حقیقت مین موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بھی ہے تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہے کمستعیر مسلم ای انہ
عاریت لینے والے مسلم کے ہے یعنی جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہے اور زفر کے نزدیک عاریت
دینے والے پر ہے کیونکہ جب اُسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہین کہ موجر نے منفعت
زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے بالاتفاق کیونکہ
حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی رد المحتار یعنی اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہے لیکن بدائع مین ہے کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے
نزدیک عشر اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہے اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی
وفی الحاوی بقولہما ناخذ اور حاوی مین ہے کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما
بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اُسپر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونون پر حصہ رسد ہے ہم
واضح ہو کہ عقد مزارعت اُسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت
کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسر
یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو تفصیل جو شارح
نے بیان کی ہے نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ صاحبین کے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے خواہ بیج اُسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون
پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور ہے اگر کتب مین ہے تو شاید شارح نے اکثر کتب کی متابعت کی یہ حال عشر کا ہے اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی
والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال ظفر بما ہو موجہ لہ لاخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہوا اور وہ خرچ اسطور سے اُسپر قابو پاگیا تو اُسکا
لے لینا اُسکو دیانۃً جائز ہے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہے لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اُس خاص مد مین سے
نہو جو اُسکے واسطے مقرر ہے اور یہ بتلانا کہ ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدون کی جدا قیدین کرنے کا کیا فائدہ ہان امام کو البتہ پہونچتا ہے کہ وقت ضرورت ایک
مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اُسکو اُسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہے کہ دوسری مد مین سے بھی امام کو

دینا

دیدینا جائز ہو پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہونچنا ممکن ہو تو اس مد کے سوا جسمین اُسکا حق ہو دوسرے سے لینا درست نہین مگر ضرورت
کے لیے جائز ہو اسلیے کہ ضرورت مین اگر یہ جائز ہو تو لازم آتا ہو کہ کوئی حقدار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی
بلکہ بیت المال کو ایک کر دیتے ہین کذا قال الشامی وللمودع صرف ودیعۃ مات ربہا ولا وارث لنفسہ او غیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسیکی ودیعت رکھی ہو
اور مالک مر گیا اور کوئی وارث نہین تو اُسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا اُسکی اور پر صرف کرنا جائز ہو اگر مصرف ہو امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت کی
ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مر گیا ہو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہو اسلیے کہ اگر اُسکو بیت المال مین دیگا
تو ضائع ہو گی کہ بیت المال والے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر وہ شخص مصرف ہو تو اُسکو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات نہین
تو کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا قال الشامی [illegible] اسکو اپنے نفس میں کرنا جائز ہو اگر ان
صورت مین کہ اُسکا حصہ باقی رہا ہو [illegible] بادشاہ ذخیرہ کیا کرتے تھے [illegible] جیسا آگے ہو [illegible] اور مراد
یہان وہ ہو جو ناحق ہو واسطے ظالم کے جیسے [illegible] سے ذکر کیا اور اسمین [illegible] سے منقول ہو کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چٹی نا حق
لگائی جاوے تو بعض کو انمین سے یہ پہونچتا ہو کہ اپنی ذات پر سے اُسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اُسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہ ہو کہ
اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قال الشامی وتصح الکفالۃ بہا اور نائبہ کی کفالت جائز ہو نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے
کہرہ دانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کی چوکیداری کی اجرت اور لشکر کا سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہو اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ مین ہو
ہین انکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھ نہو اور لوگون پر اُسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاوے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق
جائز ہو دوسری قسم جو ناحق ہو جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہی مطالبہ مین مانند دیون کے ہو اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق مین یہ ہین کہ کفیل
جب اُسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اُس سے کر سکتا ہو نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاوے کذا قال الشامی
ومن قام بتوزیعہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہو وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق
ہو یعنے ہر ایک پر بقدر اُسکی طاقت کے تقسیم کر دے اسلیے کہ اگر اُسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہو گی تو بہتیرے غریب کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم
پر ظلم ہو گا اگر کوئی شخص انصاف سے اُسکو تقسیم کر دے تو ظلم مین کمی ہو جاویگی اسی واسطے اُسکو اجر ہو گا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہو قال الشامی
وہذا یعرف ولا یعرف کذا الماد ۃ الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے ہم مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اسکی
اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہو بادشاہ رعیت پر اُنکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہو دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور
ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگون پر اُنکی مصلحت کے لیے اُن سب کا یہی حکم ہو یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چوری
کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور دریا کا بند لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر معلوم کر لینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے
یعنی تاکہ حکام کو جرات زیادہ ستانے پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اُس صورت مین ہو کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہو کہ اُن
کامون کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالی کذا قال الشامی وتجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہو چھوڑ دینا خراج کا مالک
کو نہ عشر کا امام باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہو کہ اگر بادشاہ یا نائب اُسکا خراج چھوڑ دے زمین والیکو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے
ہو تو جائز ہو ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہو اگر مصرف ہو ورنہ اُسکو تصدق کر دے اسی پر فتوی ہو اور حاوی مین جو راجح کو کہ بیان
کیا ہو کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہو سو یہ مشہور کے خلاف ہو اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہو اور خود اُسکو فقیرون کو دیدے

کذا فی السراج وفی جامع بیان بیوت المال ومصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اسکا بیان یعنی بیت المال کے اقسام اور مصارف
کے کتاب الجہاد میں آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا ہی ع بیوت المال اربعۃ لکل ٭ مصارف بینہا العالمون ٭ بیت المال
چار قسم ہی ہر ایک کے لیے مصرف ہی اُنکا کہ انکو علما نے بیان کیا ہی م شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہی کہ علما نے کہا ہی کہ امام کو چاہیے
کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپس میں ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ میں مال نہ ہو
جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کاروائی کرے پھر جب اُس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا
اسکو ادا کرے مگر جس صورت میں کہ مال صدقہ کا ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اسکو خراج والوں پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہوں تو کچھ پھیرنا نہ چاہیے
کیونکہ فقیر ہونیکی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہیں کذا قال الشامی ع فاولہا الغنائم والکنوز ٭ رکاز بعدہا المتصدقون ٭ چار قسموں میں کا پہلا
بیت المال الغنائم والکنوز والرکاز ہی اور اسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہیں اور رکاز میں الف لام اور عاطفہ ضرورت شعری کی جہت سے
حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہی یہ دوسرا بیت المال ہی اور شعر میں تھا کہ بعدہا کہتا کیونکہ اول کی طرف ضمیر پھرتی ہی مگر یوں کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہی اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کی طرف پھیری جاوے
حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہی یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجروں سے لیتا ہی کذا فی الشامی نقلا عن البدائع
ع وثالثہا خراج مع عشور ٭ وجالیۃ یلیہا العاملون ٭ اور تیسرا خراج ہی مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوتے ہیں اسکے کاروائی
حاکم کے م بدائع میں کہا کہ تیسرا زمینوں کا خراج اور جزیہ جو کہ کسی پر مقرر کیا جاتا ہی اور جو بنی نجران سے کپڑوں پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف
کہ بنی تغلب پر صلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجروں سے لیتے ہیں یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں زیلعی سے یہ زیادہ
کہا ہی کہ یہ ہی حربیوں کا اور جو اُنسے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی اُنپر ف اور وہ مال کہ حکم غنیمت میں نہیں پاتا اور بغیر لڑائی لشکر اسلام کے ہاتھ آوے ۱۲
چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہی جو اہل ذمہ اور مستامنوں سے لیا جاتا ہی اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہی اور وہ عشر جو مسلمانوں سے
لیا جاتا ہی اسکا ذکر زکوۃ کے ساتھ میں آچکا دوسری قسم میں اور جالیہ اہل ذمہ ہیں کیونکہ حضرت عمر نے انکو عرب سے جلاوطن کردیا تھا پھر عرف میں
جزیہ کو کہنے لگے ع ورابعہا الضوائع مثل ما لا ٭ یکون لہ اناس وارثون ٭ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنی لقطوں کا ہی مانند اُن اشیا کے
کہ نہو اسکا کوئی وارث م ضوائع جمع ضائعہ کی ہی یعنی لقطہ وقولہ مثل ما لا الخ یعنی مانند اُس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اُسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین میں سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہی کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف ہی ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت
مقتول کی کہ اُسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم میں شامل کی ہی اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہی اور اسی وجہ سے اسکا دین اُسمیں سے ادا کیا جاتا ہی کذا
قالہ الشامی ع فمصرف الاولین اتے بنص ٭ وثالثہا حواہ مقاتلون ٭ پس مصرف دونوں پہلی قسموں کا منصوص ہی قرآن شریف میں فمصرف الاولین
میں حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنی مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہی مذکور ہی آیۃ واعلموا انما غنمتم من شیء میں
اور اسکا بیان جہاد میں آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہی آیہ انما الصدقات للفقراء الخ میں اور اسکا بیان عنقریب آتا ہی
اور تیسری قسم یعنی خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہیں اُسکو مقاتل ع ورابعہا فمصرفہ جہات ٭ تساوی النفع فیہا المسلمون ٭ اور چوتھی قسم کا مصرف
وہ صورتیں ہیں جنمیں نفع سب مسلمانوں کو پہونچتا ہی م یہ موافق ہی اسکے جو ابن ضیا نے شرح غزنویہ میں بزدوی سے نقل کیا ہی یعنی یہ کہ صرف
کیا جاوے مسلمانوں کے منافع میں مثل تعمیر پلوں اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی اعدا کے روکنے کے درہ اور قاضیوں اور علما کے روزینے

اور چاروں کی قوت اور ان کی اولاد کی قوت ہے یا دو چار آنکے مشابہ ہوں لیکن مخالف ہو اسکے جو ہدایہ اور زیلعی میں ہے یعنی ہدایہ اور اکثر کتب میں ہے کہ جو سوال کے سلیم میں ہے مصرف ہوتا ہے وہ تیسری قسم کا ہے اور یہ تھے کا مصرف ہو جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ لقیط جو فقیر ہو اور فقرا جنکا کوئی ولی نہو اس قسم سے انکا نفقہ اور [illegible] کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ میں ہے حاصل یہ ہے کہ اسکا مصرف عاجز فقرا ہیں پس اگر ناظر [illegible] بہتر ہے [illegible] تو اکثر کتابوں کے موافق ہوتا کذا قالہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوۃ والعشر یہ باب ہے مصرف زکوۃ اور عشر کے بیان میں [illegible] سابق گزر چکا اور عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور [illegible] یہ بھی مصرف عشر کا ہے [illegible] صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقوں کا ہے [illegible] اختیار زکوۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر [illegible] الرکاز [illegible] شامل ہوتا [illegible] فقیر وہ ہے کہ جسکے پاس تھوڑا مال ہو [illegible] اور مسکین وہ ہے کہ جسکے پاس کچھ نہ ہو [illegible] کہ اسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی [illegible] دون نصاب ہو یا قدر نصاب غیر نامی مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت میں مشغول ہو حاجت میں مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور پیشہ کے آلات اور کتابیں جو اسکی ضرورت کی ہوں [illegible] میں یا یاد کرنے میں بالصحیح میں جیسا زکوۃ کے شروع میں بیان اسکا گزرا پس اگر یہ چیزیں مستغرق بالحاجۃ ہیں تو مالک کو مباح ہے زکوۃ کا لینا نہیں تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ و مسکین من لا شیٔ لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوۃ وعشر کا مسکین ہے یعنی وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح [illegible] مذہب یہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہے لیکن پہلا اصح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور ظاہر سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفیں ہیں مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی صنف ہیں کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالیٰ او مسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالیٰ کے یا مسکین خاک میں ملا ہو یعنی اپنی جلد مٹی میں گرد آلود کر کے چپکا ہو [illegible] ازار نہ ہونے کی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہو بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اسبات پر موقوف ہے کذا متربہ صفت کاشفہ ہو احترازی نہیں ہو اور اکثر اسکے مخالف ہیں باقی فتح القدیر میں مذکور ہے وانہ اما السفینۃ فکانت لمساکین اور آیۃ سفینہ میں مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہیں وہ آیۃ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہیں کہ انکے پاس کشتی تھی پھر انکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ انکو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی انکی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا بطور عاریت تھی کذا فی الفتح اس صورت میں لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے اور یہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل میں مواشی کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ ہوا امام نے عشر [illegible]

یعنی کو ہر کہ معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل کذا فی
البحر عن البدائع ۔ سو عامل کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا پس اسکو
ضرورت ہی خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اُسکی ممانعت نہیں ہی جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل اپنے
عمل کی اجرت لیتا ہی اسلیے اگر زکوٰۃ ادا کرنیوالے امام کو خود ادا کریں تو عامل کو کچھ نہیں ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع
کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمیں شبہہ صدقہ ہونے کا ہی بدلیل ساقط ہونے زکوٰۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل
ہاشمی کو لینا حلال نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہی کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو
نہیں پہونچتا تو اُسکے حق میں شبہہ معتبر نہوا انتہی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث میں موجود ہی اور منا ہین ہی کہ اگر
عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہیں چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے
اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں بحر مین کہا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہی اور اُسکو اجرت
صدقات سے لینا مکروہ ہی نہ حرام الخ مراد کراہت تحریمی ہی کیونکہ علما اسکو لایحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وبہذا التعلیل یقوی ما نسب
للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا
ذکرہ المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہی وہ روایت جو منسوب ہی واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوٰۃ لینا جائز ہی اگرچہ
غنی ہو جب اپنے آپکو لگا دے پڑھنے پڑھانے میں کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہی اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ہی
یہی ذکر کیا ہی مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہی اگر زکوٰۃ لینا اُسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اُسکے
پاس ہی وہ فنا ہو جائیگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر دین سست ہو جاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہی اُسکے جو علما نے
غنی کو زکوٰۃ لینا مطلقا حرام کہا ہی اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہیں کیا ہی کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہی اور بہتر تو
یہ ہی کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوٰۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر
قادر ہو بقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اُسکو اور اسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ
پر اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے میں حرام ہی کیونکہ اسراف ہی اور امام کے ذمہ ہی کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہووے
لکن لا یزاد علی النصف بالتنصیف لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگر قدر کفایت تمام مال زکوٰۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے
زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہی کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوٰۃ کا مکاتب ہی کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م
کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا درست نہیں تو مکاتب میں تو کچھ عبدیت باقی ہی اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین
اور مکاتب کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہی اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ
نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل للمولی ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوٰۃ کا جو مکاتب کے پاس ہی اُسکے مولی کو حلال
ہی اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیے مولی کی ملک میں جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک میں آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہی
اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ
جسطرح حلال ہی فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوٰۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو

سوال [illegible]

غنا حاصل ہو تو جو مال اُسکے پاس موجود ہو اُسکو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہے اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر
کذا فی الشامی و سکت عن المؤلفۃ قلوبہم لسقوطہم اما بزوال العلۃ اور سکوت کیا مصنف نے مؤلفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ یہ ساقط ہو گئے
حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ اُنکے دینے کی نہ رہی تھی مؤلفۃ القلوب وہ لوگ کہ اُنکی خاطرداری سے مال
صدقہ اُنکو ملتا تھا اور وہ تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت اُنکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آویں اور ایک قسم ایسے
تھے کہ دفع ایذا اُنکے لیے اُنکو دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت اُنکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت
رہیں غرضکہ ان لوگوں کو دینا اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے تھا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اُنکے دینے کی حاجت بھی نہ رہی کذا فی
الشامی او نسخ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذہا من اغنیائہم وردہا فی فقرائہم یا اس جہت سے کہ مؤلفۃ القلوب کو دینا
منسوخ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبلؓ کو آخر امر میں کہ لے صدقہ اُنکے اغنیا سے اور دے اُنکے فقیروں کو ہم الفاظ
اس حدیث شریف کے جیسا فتح میں واقع ہے منقول ہیں یہ ہیں فاعلمہم ان اللہ فرض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم انتہی
اور جن لفظوں سے کہ شارح نے یہ حدیث نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ میں نے کسی سند میں نہیں دیکھا انتہی و چونکہ ضمیر فقرائہم
کی مسلمین کی طرف پھرتی ہے تو مؤلفۃ القلوب میں سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہے پس نسخ حضرت کی حیات میں
حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اُنکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے ناسخ ہو [illegible]
اور بحر میں اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و
من شاء فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہیں ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور
اجماع نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو شرح میں ذکر کیا ہے قالہ الشامی والمدیون لا یملک نصابا
فاضلا عن دینہ پانچواں مصرف زکوۃ کا مدیون ہے کہ اُسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے شامیؒ نے کہا کہ آیت
شریف میں جو غارم کا ذکر ہے اُس سے مراد مدیون ہے وفی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ میں ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت
زیادہ مناسب ہے کیونکہ اُسکو احتیاج زیادہ ہے وفی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ میں صرف کرنا یعنی
جو غازی لشکر اسلام سے نہیں مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اُنکو صدقہ لینا حلال ہے
اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہوں اسلیے کہ اگر کسب میں مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجاینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ
سے مراد منقطع الحاج ہے یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ میں نہیں مل سکتے اور حاج اگرچہ فقیر نہ ہو لیکن ہمیشہ محتاج ہے اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور پہلا
قول امام ابو یوسفؒ کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے
قیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہیں کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع میں فی
سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل تقربات و خیرات سے سو داخل ہے اسمیں ہر شخص کہ خدا تعالی کی طاعت میں اور سبیل خیرات میں سعی کرے بشرطیکہ
محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ میں یعنی اختلاف حکم میں نہیں اسلیے
کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہوں خواہ حاجی خواہ طالب علم کہ اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ
یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہوگی چاہیے کذا قال الشامی [illegible] وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ ساتواں مصرف مسافر ہے

یعنی وہ شخص کہ اسکی ملک مین مال ہو لیکن اُسکے ساتھ نہین ہے جیسے وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین مسطح ہو لیکن اُسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اُسکے لینے پر قادر نہو کما فی النہر عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہو کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولی یہ ہو کہ قرض لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہین اور نہ جیسے بچہ پر ہے کا قصد فقر کرنا واجب ہو جب اسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہو قال الشامی و منہ ما لو کان لہ مال مؤجل او علی غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہو اگرچہ اسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ ہے اگرچہ نقد ہی ہو یا منکر پر یا مفلس پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر ہم معنی اگر مال مؤجل ہو اور اسکا نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس مدت تک کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہو کذا فی النہر عن الخانیہ اور اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہو تو اصح اقوال مین زکوٰۃ لینا جائز ہو کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہو اور اگر مدیون اقرار کرتا ہو اگر خود تو نہین جائز کما فی الخانیہ اور فتح القدیر مین ہو کہ اگر کوئی عورت فقیر ہو کہ اسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہو اور خاوند مالدار ہو اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوٰۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہو کہا گیا ہے کہ مہر سے مراد مہر معجل ہو اور اظہر زکوٰۃ سے مانع نہین کذا قال الشامی والباقی فی

۱ یصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم ولو واحدا من ای صنف کان زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہو کہ زکوٰۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا ہو لان ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اسلیے کہ الف لام جنس جمع کے معنون کو کھو دیتا ہو ہم چلپی سے کہا کہ یہ دلالت ہو کہ ایک فرد پر اقتصار کرنیکی اقسام سبعہ مذکورہ مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہ ہو کہ مراد آیۃ شریفہ سے بیان اُن اصناف کا ہو جنکو دینا جائز ہو شامی کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلٰثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہو کہ ہر قسم مین سے تین تین شخصون کو دیوے ولا بد ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہو کہ دینا زکوٰۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوٰۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہو لا یصرف الی بناء نحو مسجد خرچ نکرے زکوٰۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزین ہون کہ جنمین تملیک نہو کذا قال الشامی عن الزیلعی ولا الی کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین ہم اسلیے کہ میت مین مضمون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہین مثلاً اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین فی نفسہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہو اور مدیون اُسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا ایسا ہوا تو مردہ کا بطریق اولی ہوگا کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کیطرف سے ادا کرنا جائز ہو مال زکوٰۃ سے اگر اُسکی اجازت ہو ہم یعنی اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف سے نیابۃً قبض کر لیا پھر اپنے دین مین کھڑا کر لیا کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وھو الاوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہو کذا فی النہر کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو مطلق رکھا ہے امر کی قید نہین لگائی اور اصل مبسوط ابن ہمام کی کہ ہدایہ کی شرح مین کہا ہو کہ اگر زکوٰۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہو اور ظاہر حاشیہ کا بھی اسی کے موافق ہو لیکن ظاہر اطلاق کتاب کا مفید ہو عدم جواز کو نیت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہو کہ اسمین کہا ہو اگر ادا کرے دین زندہ کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہو پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہو الاوجہ سے یہ غرض کہ زکوٰۃ مین تملیک

مسئلہ [illegible]

ضروری ہی اور صرف امر کرنے سے تملیک نہیں ہوتی کیونکہ جب اسنے قبضہ کیا اُسوقت مدیون مردہ ہو تھا پس اُس کے لائق نہیں حالانکہ مامور کے
قبض کے وقت اُسکا تملیک کے لائق ہونا چاہیے کذا ذکرہ الشامی ولا الی ثمن ما سے قن یعتق اور نہیں جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمت میں
اُس غلام کی جو آزاد ہوگا مثلاً یعنے زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوٰۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوٰۃ کی نیت سے خریدے
تب بھی زکوٰۃ ادا نہوگی لعدم التملیک وھو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے یعنے تمام سب مسائل مذکورہ کی قال الشامی
وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کرچکے کہ حیلہ زکوٰۃ کی درستی کے لیے یہ ہے کہ کسی فقیر کو
زکوٰۃ دے اور یہ کہدے کہ امورات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کردے کہ اس شخص کو زکوٰۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اُس
خیرات میں صرف کرنے کا کذا فی البحر وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم یعنی یہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی
مخالفت جائز ہے یا نہیں میں نے اس مسئلہ کو کہیں نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ مخالفت پہونچتی ہے کیونکہ فقیر کو جب مالک ہو گیا
تو اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی من بینہما ولاد اور شامل ہے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہو کہ جس میں اور دینے والے میں
قرابت ولاد کی ہو مطلب یہ کہ منافع املاک کے آپس میں ملے ہوتے ہیں [illegible] اصلہ وان علا او فرعہ وان سفل یہ سب
اصول کو یعنے ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ
اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہر صدقہ واجبہ مثل فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ بہتر ہے کذا فی البدائع الا ماں باپ
کے لیے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہدے کہ اُنپر صرف کردے تو درست ہے کذا فی القنیۃ [illegible] کہ یہ مسئلہ
مشہور ہے اور اکثر کتابوں میں مذکور ہے لو دفعہا للفقیر اگرچہ والد ولد کسی فقیر کا ہو جیسے ماں کو زکوٰۃ دینا ہے یعنی نا جائز ہے اور جیسا زوجہ
ولی میاں بیوی یا دینے والے اور لینے والے میں رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ اُسکی ہو کہ جسکو طلاق بائن دی ہو اور اگرچہ تین طلاق کی
عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایۃ وقالا تدفع ہی لزوجہا اور صاحبین کہتے ہیں کہ بیوی دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب انہوں نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں کذا فی
الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو [illegible] قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ
فتح میں کہا ہے کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہیں جیسا اپنے بیٹے کو نہیں جائز [illegible] ولو مکاتبا اور مدبر اگرچہ مملوک مکاتب ہو
یا مدبر ہو یعنے اسوجہ سے کہ عبد اور مدبر میں تو تملیک نہوگی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہیں رکھتے اور مکاتب کے کسب میں مولی کا حق
ہے کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اُس غلام کو کہ مزکی نے اُسکے بعض کو یعنے نصف یا چوتھائی
وغیرہ کو آزاد کیا ہو سوا رکان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا [illegible] لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے کہ وہ
غلام تمام مزکی کا یا مشترک ہو اُسمیں اور اُسکے بیٹے میں پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی اپنے غلام کو زکوٰۃ نہیں
دے سکتا اسلیے کہ وہ یا اُسکا خود کا مکاتب ہے یا اُسکے بیٹے کا کیونکہ جب غلام تمام اُسکا ہو یا اُسمیں اور اُسکے بیٹے میں مشترک
ہو اور باپ تو نگر ہو اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان اپنے باپ سے لے لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا
کیونکہ اُسنے ادا کردے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہو یا تو نگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا
اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں اور بیٹے جو قید بڑھائی اُس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہیں [illegible]

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے میں مشابہ مکاتب کے ہے قال الشامی واذا اعتق بعضه وهو بين الاجنبی
فحکمه علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان حربی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے مع شئ زائد یعنی اگر غلام
مشترک دو شخصوں میں ہو جیسے ہم نے بیان کیا اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا اور وہ مفلس ہے اور شریک مالک نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اسکو
زکوۃ دے سکتا ہے کیونکہ یہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور مالک کو نفع نہیں پہونچتا کہ اسکو زکوۃ دے کیونکہ اسکا مکاتب ہوا اور اگر معتق
توانگر ہو اور مالک نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو مالک غلام کو زکوۃ دے سکتا ہے اسلیے کہ یہ اجنبی ہے اور معتق زکوۃ نہیں دے سکتا
جب اختیار کیا ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت میں وہ اسی کا مکاتب ہے کذا قال الشامی لانه اما مکاتب لنفسه
او محرر واسطہ کردہ غلام یا مکاتب ہے اسکا خود کا ہو یا غیر کا ہو اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہے وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے
ہیں کہ جائز ہے ہر صورت میں اسلیے کہ معتق الکل ہو یا مفلس اور غلام تمام اسکا ہو یا مشترک درمیان اسکے اور اسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو
کذا قال الشامی لانه حر مدیون فافهم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہے تمام یا آزاد ہے اور قرضدار ہے اسکو سمجھ لے تمام آزاد ہے جبکہ ہو معتق مالدار
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اسکا ہو مگر معتق توانگر ہو اور شریک اس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اس صورت میں کہ معتق مفلس
ہو اس سبب سے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماوے گا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموا لے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت میں بجز غلام سے کموا لینے کے اور مالداری کی
صورت میں بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہیں رکھتا چنانچہ کتاب العتق میں آویگا اور فافہم کا اشارہ اس طرف ہے کہ شارح نے ہر
مطلب کی اصلاح کی کہ جو اعتراض درر میں ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہاں نہیں وارد ہوتا اگرچہ شارح نے تکلف کر کے تاویلیں کی ہیں چنانچہ
ملاحظہ کتب ہدایہ و درر سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلیة من ای مال کان اور نہیں
جائز زکوۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی قسم سے ہو واضح ہو کہ نصاب تین ہیں ایک نامی جو
دیون سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزوں کی واجب کرنے والی ہے مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسرا نصاب
غیر نامی کہ دین اور حاجتوں سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوۃ کا لینا ایسے
نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ غذا
ایک روز کی ہے اسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ میں صغرے سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ
اسمیں رہتا ہے لیکن اسکی قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے میں مشغول نہیں تو اسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت میں حلال
ہے اور اسی میں یہ ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اسکو بوتا ہے یا دکان کہ اسکا کرایہ کھاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اسکا تین ہزار
ہیں اور اسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہیں کرتا تو اسکو زکوۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ اسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہے
اور اسی پر فتوی ہے اور شیخین کے نزدیک نہیں حلال کذا قال الشامی لکن لو نصاب سائمة لا تساوی ماتی درهم کما جزم به فی البحر
والنهر واقره المصنف قائلا وبه یظهر ضعف ما فی الوهبانیة وشرحها من انه تحل له الزکوۃ وتلزمه الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہیں اس
شخص کو کہ اسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر میں جزم کیا ہے اور اسی کو مصنف ۲۰

نے ثابت رکھا ہوں کیونکہ اس سے ظاہر ہو گیا [illegible] اسکا [illegible] اسکو زکوٰۃ اپنا احلال ہی اور اسکے اوپر
زکوٰۃ دینا لازم ہوا [illegible] اگر باپ [illegible] کا مالک ہو یا کسی [illegible] کا سوال
میں سے کسی مال میں سے ہو تو اسکو زکوٰۃ میں سے دینا جائز [illegible]
نے اسکی تصحیح کی کذا قال الشامی لکن اعتمد [illegible] المیں میں [illegible] کے کلام
پر اعتماد کیا ہی اور جزم کیا ہی کہ [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] قول [illegible] کسی کو
نہیں دیکھا [illegible] الکا [illegible]
اسکی تصحیح کی [illegible]
مرغینانی [illegible] زکوٰۃ
واجب نہیں ہوا اور اس سے ظاہر ہوا [illegible]
انتہی اقال المرغینانی [illegible] کے کلام کا [illegible]
کی وجہ [illegible]
ہو اگر فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہی [illegible] بخلاف المولاہ کا
سولہ [illegible] اگر [illegible] زکوٰۃ دینا [illegible]
مذہب صحیح کے [illegible] ذخیرہ میں کہا کہ روایت [illegible] ابو یوسف [illegible]
کیا ہی کہ زکوٰۃ [illegible]
غائب ہی اور مملوک کسب پر قادر نہیں تو [illegible] زکوٰۃ دینا جائز ہی کذا فی [illegible] المانع و [illegible]
الملک لمولاہ اس واسطے کہ عدم جواز زکوٰۃ اس جہت سے ہی کہ جو کچھ دیا جاتا ہی وہ اسکے مولی کی ملک ہو جاتا ہی بخلاف المکاتب [illegible]
المدبر [illegible] یعنی غنی کے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں [illegible] مکاتب [illegible]
ہی سو اسکو زکوٰۃ دینا جائز ہی [illegible] مکاتب کی وجہ [illegible] کا مالک امام صاحب کے نزدیک
موسے نہیں ہوتا اس صورت میں بخلاف صاحبین کے قول کے [illegible] ولدہ الکبیر اور زکوٰۃ دینا جائز
نہیں غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے یعنی بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ [illegible] ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا دینا بالاجماع جائز ہی اور
بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہی بخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہیں اور غنی کی دختر [illegible] میں
اختلاف ہی اور صحیح جواز ہی اور یہی قول طرفین کا ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابنہ [illegible] الفقیرہ وطفل الغنیۃ
چھوڑا لانقطاع المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اسکی بی بی کے بشرطیکہ فقیر ہونے کے بخلاف المدار ورث کے لڑکے کے یعنی اگرچہ
اسکا باپ ہو کذا فی البحر سو ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہی واسطے نہ ہونے مانع کے [illegible] کی علت ہی یعنی چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہی
اپنے باپ کے غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا اپنی ماں کے المدار ہونے سے غنی نہیں

شمار کیا جاتا ہے یعنی عن المجر والالی بنی ہاشم اور نہیں جائز ہے زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کو معلوم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اُسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمیں سے ایک عبد المطلب
ہیں باقیوں کی نسل منقطع ہو گئی عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوئے مگر زکوٰۃ ان سب کو دینا سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اور محتاج ہوں مگر اولاد
حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت علی و جعفر و عقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم
کو باطلاق بیان کرنا چاہیے یعنی کہ تمام بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام نہیں ہے بلکہ بعض پر حرام ہے کذا فی الشامی الامن ابطل النص قرابتہ
وہم بنو لہب فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب یا انکو جائز ہے کیونکہ انکی قرابت بنص رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی اور وہ ابو لہب
کی اولاد ہیں پس جو انمیں سے اسلام لے آیا اسکو زکوٰۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب بیٹے ہاشم کے بھائی کی اولاد کو نص سے مراد
قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب فانہ آثر علینا الافجرین اور بعض نسخ میں بنو ابی لہب ہے اور یہی درست
ہے کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی والہاشمی یجوز لہ دفع زکوٰتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو
مطلقاً ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ میں ممنوع ہے اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز ہے ہاشمی کو
کہ زکوٰۃ دے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہیں جائز ہے کذا فی النہر ہم ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہے کہ فی
زماننا بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسلیے کہ زکوٰۃ کا عوض یعنی پانچویں حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ انکو نہیں پہونچتا کیونکہ
غنیمت کے باب میں اور اسکو مستحقین میں صرف کرنے میں لوگ تغافل کرتے ہیں اور جب عوض انکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع
کیا کذا فی البحر اور نہر میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دیوے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور عینی میں جو
کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوٰۃ دیوے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمیں صحیح لفظ لا یجوز ہے
چاہیے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہ ہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہیں پھر درست ہونے
کی صورت میں اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے عبارت میں ابہام ہے قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقاءہم فانہم
او سے لا اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو اور جب آزاد کیے ہوؤں کو نہیں جائز تو غلاموں کو بطریق
اولے نہیں جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہے لحدیث مولی القوم منہم یعنی بنی ہاشم کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں بسبب اس
حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ انہیں میں سے ہوتا ہے ہم اسکو روایت کیا ہے ابو داود و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولی
القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حکم صدقہ کی حرمت و حلت کے باب میں ہے
نہ جمیع وجوہ میں کیونکہ مطلب اپنے معتق کا کفو نہیں ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے
آزاد کیے ہوئے سے دو چند نہیں لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لاقربائہم
لا لہم اور باقی انبیاء علے نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہیں اسمیں خلاف ہے اور نہر میں حلت کو معتمد کیا ہے
اُنکے اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم ای لبنی ہاشم سواء
سماہم الواقف اولا علی ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہے نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہے کہ وقف کرنیوالے
نے انکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہے جیسا فتح القدیر میں اسکو تحقیق کیا ہے اور شامی نے کہا کہ بحر میں متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے

ف نہیں کا قرابت بچہ میں اور ابولہب میں کا اس سے اختیار کر لیا ہم دو برس ۱۲ ف کسی قوم کا آزاد کیا ہوا انہیں میں سے ہوتا ہے اور اسکو صدقہ حلال نہیں ۱۲

کہ نفل صدقہ انکو جائز ہی بالاجماع اور ذکر کیا ہی کہ یہی مذہب ہی اور یہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہی جیسا محیط اور کافی
مین ہی لیکن زیلعی مین اسکے خلاف ہی یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہی اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہی اور کہا ہی کہ حق یہ ہی کہ
وقف کو بجاے نفل کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اسکی عبارت طویل نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہی
مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہی سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہی کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین
ہی اور وقف انکو حلال ہی لیکن حلبی نے جس نسخہ در مختار سے لکھا ہی اسمین علی ما ہو الحق سے پہلے استدراک زیادہ ہی وقیل لا الخ
تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہوجاتی ہی اور بعض نسخون مین یہ زیادتی مع ما بعدہ کے واقع ہی اسلئے ذمی تک ساقط ہی
انتہیٰ ما قال الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا لا قلت وقد جمع فی الاشباہ بحمل القولین لکن سراج وغیرہ مین ہی
کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہی تو جائز ہی نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنے سید حموی مصنف کے بیٹے
شارح ہین سے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محمل ٹھہرایا ہی ہم یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو
تو ناجائز اور وجہ یہ ہو سکتی ہی کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو وہ صدقہ ہوا انھین کو جائز نہوا اور جب انکا نام لے دیا
تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قال الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط ان حل
نفل الصدقۃ لسائر الانبیاء قبل نبینا ثم ہو خصوصیۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل یحل لاقربائہم فھی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما واظہارا
لفضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہی صدقہ باقی انبیا کے لیے تو ایک
قول یہ ہی کہ ان کو جائز ہی اور یہ خصوصیت ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہی کہ انبیا کو حلال نہین
بلکہ انکے اقربا کو حلال ہی تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ
کے واسطے ہم یہ مسئلہ مکرر ہی سابق مین اسکا ذکر ہوچکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہی قال الشامی ولا یدفع الی ذمی لحدیث معاذ
اور نہین جائز دینا زکوٰۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رضی کے یعنے وہ حدیث ہی جسکو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیائہم الخ بیان
کیا ہی اسلیے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہی تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے
کذا فی المعراج وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ اے الذمی اور جائز ہی صدقہ دینا سواے زکوٰۃ کے اور سواے
عشر اور خراج کے ذمی کو ہم عشر زکوٰۃ کے ساتھ ملحق ہی لیکن خراج ان صدقات مین نہین ہی جنکا ذکر ہی کیونکہ انکا مصرف مصالح
عامہ مسلمین ہی جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی لیے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قال الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ
خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ
واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ یہ ایک روایت ہی ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر
دلالت کرتا ہی کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہی و بقولہ یفتیٰ حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوےٰ
ہی کذا فی حاوی القدسی ہم لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قول طرفین کا راجح ہی اور اسی پر متون متفق ہین کذا فی الشامی و اما
الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اسکو کوئی صدقہ دینا جائز
نہین بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہی کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہو ہم نے مستامن کو بھی اسی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اسکو میں نے زیلعی میں نہیں دیکھا اور ایسا ہی
ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے بعض اتفاق کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب میں ہے کہ سیر کبیر میں امام محمد نے
ذکر کیا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اسکا ہدیہ قبول کرے اسلئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے منقول ہے کہ پانسو دینار مکہ کے قحط کے دنوں میں مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دیئے کہ وے فقرا
اہل مکہ پر تقسیم کر دیں اور اسواسطے کہ صلہ رحم ہر دین میں پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے انتہی قال الشامی
و دفع بتحر لمن یظنہ مصرفا فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعادہا اور اگر دیا اٹکل کرکے ایسے شخص کو
کہ اپنے گمان میں مصرف سمجھا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے
اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی ہے یعنی عبد کی صورت میں تو اپنی ملک سے خارج نہیں ہوا اور مکاتب کی صورت میں اسلئے کہ اسکا
حق مکاتب کی کمائی میں لگا ہے تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوٰۃ ہی نہیں لیکن حربی کے دینے میں ایک روایت ہے کہ
دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی و ان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امرأتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ
جسکو دیا تھا وہ غنی ہے یا ذمی ہے یا اسکی بی بی ہے یا اسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہیں لانہ اتی بما فی وسعہ
اسلئے کہ وہ کر چکا جسقدر اس سے ہو سکتا تھا یعنی تملیک کر دی جو اسکی وسعت میں تھی یہ بات کہ اندھیرے میں پوچھے کہ تو
کون ہے اور نسب اسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہیں لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہے کیونکہ حربی میں تملیک جو رکن
تھی پوری ہو جاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہیں اسکا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی حتی
لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہیں جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو و کرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور
مکروہ ہے دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہیں لیکن زیادہ
مکروہ ہے اسلئے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی رہا جو النصاب سے کم ہے کذا فی
الشامی الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ
نصاب فلا یکرہ فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوٰۃ دی ہے مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوٰۃ تقسیم کیا جاوے تو ہر ایک
کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہیں کذا فی الفتح ہم بحیث لو فرقہ صاحب عیال
سے علاقہ رکھتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمیں لف و نشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہے کہ حقیقت میں وہ صدقہ عیال
ہی پر ہے جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ اور مکروہ ہے زکوٰۃ کا نقل کرنا ایک شہر سے دوسرے
شہر کی طرف بھیجنا مگر اپنے اقربا کی طرف سو کیونکہ اسمیں رعایت پڑوس کی ہے تو یہی اولی ہے زیلعی اور اس سے متبادر یہ ہے کہ
کراہت تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدر اور زکوٰۃ میں معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات میں کذا فی
الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل و قرابتہ محاویج حتی یبدأ بہم بلکہ ظہیریہ میں ہے کہ نہیں مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا
کہ قرابتی اسکے محتاج ہوں یہانتک کہ شروع انہیں سے کرے ہم عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط
ہوتا ہے قہستانی میں ہے کہ افضل بھائی اور بہن ہیں پھر انکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

پھر یہ وہی پھر اُسکے کہ یہ واسطے قرابت والے او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام
اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف قرابت والوں اور احتیاج والے اور واسطے پارسا یا زیادہ پرہیزگار کے یا اس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہنچائے
یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف کیونکہ دار الاسلام کے فقرا سے مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہیں کذا فی البحر
میں کہتا ہوں کہ مسلمان قیدیوں کو چھڑانا چاہیے جبکہ ان لوگوں کے ہاتھ میں امانت ہو قید سے چھڑانے پر کذا قال الشامی
او الی طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزہاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا کراہۃ
یا کرہ وہ نہیں نقل کرنا زکوۃ طرف طالب علم کے اور معراج میں ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے یا زاہد فقیر سے اور
کرہ وہ نہیں نقل طرف زاہدوں کے یا زکوۃ پیشگی دی سال تمام ہونے سے تو نقل کرنا مکروہ نہیں ہے کذا اتفاقاً ولا تجوز
صرفہا لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہیں جائز ہے صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ ہیں کیونکہ نہیں جائز
صرف کرنا کرامیہ پر پس مراد بدعت سے وہ ہے جو کفر تک پہنچا ہو کذا قال اور کرامیہ ایک فرقہ ہے منسوب ابو عبد اللہ
بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالیٰ عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اسپر اطلاق ہو سکتا ہے کذا لانہم
مشبہۃ فی ذات اللہ تعالیٰ وکذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہے خدا تعالیٰ کی ذات میں
اور یہی حکم ہے اس فرقہ کا جو صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں اور وہ فرقہ ہے کہ تمام حوادث کا خدا تعالیٰ کی ذات
کے ساتھ جائز رکھتے ہیں تو بعض صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کے صفات ہیں کذا فی الطحطاوی لان مفوت
المعرفۃ من جہۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جہۃ الذات مجمع الفتاوی اسواسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا
صفات میں یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اسکے ساتھ جسنے فوت کردی معرفت ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور
تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی مجمع الفتاوی وکذا لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ منہ اے من الزنا وکذا الذی
نفاہ احتیاطا جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہے اور ایسے ہی اُسکو جسکو نفی کرچکا ہو خواہ ام ولد
کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا لاعنہ کا لڑکا کہ نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف
فیجوز مگر اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہیں کذا فی جامع الفصولین ہم عمادیہ میں اسکی
وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہ شرعاً بیٹا ناکح کا ہوا اور ضمیر فیہ کے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے
نقل کی ہے والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہان تک اشباہ میں مذکور ہیں ولا یحل ان
یسال شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ
اُسکے پاس اُس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو شیئا من القوت اسلیے کہا
کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے قالہ الشامی ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اُسکو
دینے والا اگر اُسکا حال جانتا ہو کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہے ہم اکمل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ
ازروئے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اُسکو ہبہ کہیں تو گنہگار نہ ہوگا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد علما کی اس
سے یہ ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہے سوال پر اس پیشہ سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کرے

کذا فی الشامی ولو سال للکسوۃ او لاشتغالہ عن الکسب بالجہاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال
کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو ہم کہتے اگرچہ قوی اور کسب پر
قادر ہو ذکرہ فی البحر فروع مسائل تحفۃ شارح کے یہ ہیں ندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السوال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اس روز اسکو سوال کی ضرورت
نہ ہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال او مقیم او سال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے ہم مستحسن یہ ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے
باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل روغن تیل یا کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال
اور معتبر زکوۃ میں وہاں کے فقیر ہیں جہاں مال ہو ہم کہتے اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوۃ اس شہر کے فقیروں کو دی جاوے
جہاں مال ہو قالہ ابن کمال یعنی صحیح روایات میں یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالے کا
ہم ایسا ہی جوہرہ میں منقول ہے فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ ثلث مال فقراء بلخ پر
تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انہیں پر صرف کریں اور اگر اوروں کو دیدیں تب بھی جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور اسی پر فتوی ہے
اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المودی عند محمد وہو الاصح لان رؤوسہم تبع لراسہ اور فطرہ میں مکان ادا
کرنے والے کا یعنی نہ مکان ان لوگوں کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہے اسلیے کہ جن لوگوں کیطرف سے دیتا ہے
وہ ادا کرنیوالے کے تابع ہیں ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہے کذا فی
الشامی دفع الزکوۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید او الی مبشر او مہدی الباکورۃ جاز زکوۃ دی اپنے اقارب کے لڑکوں کو جیسے مثلاً کو عید کی نذر
سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہے الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز
نہوگی ولو دفعہا لاختہ ولہا علی زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملی مقر ولو طالبت لم یمنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوۃ اپنی بہن کو اور
اسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہونچتا ہے اور وہ شخص توانگر ہے کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار کرے تو اسکا زکوۃ دینا جائز
نہیں اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی
زکوۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اسکا کام کرتا تو درست ہے ورنہ نہیں درست ہم اسلیے کہ یا ہو ابجز
عوض کے ہو جاتا ہے اور اسمیں یہ خدشہ ہے کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہے تو وہاں بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا
علی کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیروں نے تو جائز ہے ہم اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوۃ کی نیت
پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہے جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیروں کے پاس موجود ہو
قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اسکو اٹھا لیا پھر
مالک راضی ہو گیا تو جائز ہے اگر اسکو پہچانتا ہے اور مال بھی قائم ہے کذا فی الخلاصۃ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص
کی نہو کیونکہ جب اسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اسکو کہا کہ فقیر اسکو اٹھا لے گیا جسکو
مالک نہیں پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونے کی
اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک ابعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر
کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقداروں کے حق میں کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

مسئلہ اقارب کو بھی زکوۃ کی نیت سے دینا جائز ہے ۱۲

کہ تنگی پر صبر نہ کر سکے اسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ مین محیط سے منقول ہو
کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہی کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہونچیگا اور اُسکے اجر مین سے
کچھ کم نہو گا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہی صدقۂ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوٰۃ سے یہ ہی کہ دونون وظیفہ مالیہ ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہی
کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہی اور فطر سے مراد فطر کا دن ہی یہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہی اور اسکو صدقہ
اس جہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہی کذا فی المعراج من اضافۃ الحکم الی الشرط اضافت صدقہ کی فطر کی طرف
اضافت حکم کی ہی شرط کیطرف مع حکم سے مراد وجوب صدقہ ہی اسلیے کہ حکم شرعی وجوب ہی تو یہان حذف مضاف کا ہی اور وجوب سے مراد وجوب الاداء ہی
اسواسطے کہ وجوب الاداء کی شرط فطر ہی نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا دارمدار سبب کے موجود ہونے پر ہی اور سبب راس ہی قالہ الحلبی والفطر لفظ
اسلامی والفطرۃ مولدۃ بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہی اور فطرہ ساختہ ہی بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہی مگر ظاہر یہ ہی کہ شارح کی مراد
یہ ہی کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہی اور نام ہی مخصوص کا ہی یہ لفظ شرعی ہی یعنے اطلاق اسکا اس خاص معنے پر اصطلاح شرعی ہی کیونکہ
فطر جو ضد صوم کی ہی لغوی ہی شرع سے پہلے مستعمل ہی یا مراد اُسکی لفظ فطرہ کا ہی یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین اسلیے کہ ان معنون مین نہین آیا
وہ جو قاموس مین مذکور ہی کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہی اور نووی نے تحریر مین کہا ہی کہ اسم مولد ہی اور شاید
ماخوذ ہی فطرۃ سے جو بمعنی خلقت کے ہی یعنی گویا کہ یہ زکوٰۃ ہی بدن کی قالہ الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوٰۃ اور حکم
کیا گیا ہی ادا سے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوٰۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوے شعبان مین بعد تحویل
قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے ہی ہی ح ای
قالہ الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے
دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو شمنی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہی عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع
کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح تجب وحدیث فرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ
الفطر معناہ قدر للاجماع علے ان منکرہا لا یکفر واجب ہی صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہی کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے زکوٰۃ فطر کو اسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہی اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہی ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر
فرض ہی انکا استدلال حدیث مذکور ہی شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع
معللا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوٰۃ علے قول کما مر واجب ہی صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجائش ہی ہمارے تینون اماموں
کے نزدیک یہی صحیح ہی ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہی یعنے وقت کی قید نہین
سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہی کذا فی البدائع مانند
زکوٰۃ کے کہ اُسکا وجوب بھی موسع ہی ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولومات فاداہا وارثہ جاز اور اگر مر گیا پھر اُسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہو جو ہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہو وے اور وہ مر جاوے تو اسکے ترکے سے نلیا جاوے مگر یہ کہ وارث تبرع کرین اور وارث اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے اُنپر اور اگر خود وصیت کرکے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قال الشامی وقیل مضیقاً فی یوم الفطر عیناً اور کہا گیا ہی کہ ادا اُسکا مقید ہی خاص عید کے روز میں یہ قول حسن بن زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اُسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اُسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جاویگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع و شروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید بالوقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم فی ہذا الیوم عن المسئلۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اُسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہی کہا ہی کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا مثل اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا اسواسطے کہ اگر خاص اُس روز کے ساتھ مقید تھا تو اس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہی استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہی کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر مین ہم پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سوا ابن ہمام کے کسی اور نے نہین کہا اور اسمین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہو چکا اس صورت مین اس تفریع مین نظر ہی قال الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیرا او مجنونا واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو ہم حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہی اور یہ اُس صورت مین ہی کہ اُن دونون یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو اُنکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال مین سے اور امام محمد اور امام زفر کہتے ہین کہ نہین واجب ہی پس اگر ولی صدقہ اُنکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قال الشامی حتے لو لم یخرجہا ولیہا وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اُسکی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ یعنی بہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ محارم کا بنا بر قول راجح کے ہم یعنے اُنکو جو فقیر ہون اور کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہ ہی کہ اُنکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی یا یجب بہ داتمکن من الفعل فلا یشترط بقاء ہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشددہ کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس نہین شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی ہم واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کرسکے

دو قسم ہے ایک وہ کہ تونگری اُسکے ساتھ معتبر نہو اُسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنی قادر کرنیوالی کہتے ہیں کیونکہ اُسکی جہت سے آدمی
اوس کام پر جسکا مامور ہے قادر ہو جاتا ہے جیسے نصاب صدقۂ فطر کی قدرت ممکنہ ہے اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ تونگری بھی
معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کامل کہلاتی ہے جیسے نصاب نامی ہو کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح
نے جو تفریع کی ہے وہ خود قدرت کی نہیں بلکہ اُس واجب کی ہے جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہو اور بقا سے قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے
سے یہ نکلا کہ اگر نصاب صدقۂ فطر کا صبح کے بعد جاتا رہیگا تو صدقۂ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرۃ ہی بالجر عطف علی قدرۃ
المیسرۃ یعنی بقا سے قدرت میسرہ کے ساتھ یہ مشروط نہیں کیونکہ قدرت میسرہ وہ ہے کہ واجب ہو نے بعد قدرت کے موجود
کے واجب کے ساتھ سہولت بدل دیا ہو اُسکو دشواری سے آسانی کیطرف اور اس قدر فرق ہے دونوں میں یہی ہے کہ قدرت ممکنہ کی اثر ہے
گذرہ حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہے تکلیف ادا کی شرط محض ہوئی معنی علت کے نہیں پس اسکا بقا بھی
شرط نہیں بقا واجب کے لیے کیونکہ بقا اس کے وجود کا شرط کو کچھ لازم نہیں ابتدا کی شرطوں میں جیسے گواہ کہ
شرط ہیں انعقاد نکاح میں نہ بقا سے نکاح میں بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ معنی علت کے ہے کیونکہ اُسنے
فعل واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا ہے پس فعل واجب ہوتا ہے بوجود قدرت ممکنہ کے بصفت
دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اُسکو بصفت یسر واجب کیا پس اس طرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار علت کے کیونکہ حکم نہیں رہ
باقی رہ سکتا بدون اُسکے کذا فی الشامی مختصرًا فشرط بقاءہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہے بقا سے قدرت میسرہ کا کیونکہ وہ شرط
علت کے معنی میں ہے یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہے وجود اور عدم میں کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اسکو منقح بیان کیا
ہے منار کی تعلیقات میں فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اسپر جو بیان میں گذر
ہے یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہیں ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہوجانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونوں
میں قدرت ممکنہ میسر ہے کما قال الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہیں باطل ہوتا نکاح گواہوں کے مرنے سے بخلاف الزکوٰۃ
والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہے یعنی کہ اگر
یعنی اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہوجاوے ادا کی قدرت اُسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہے بخلاف استہلاک کے کیونکہ
اس صورت میں تقدیرًا قدرت باقی ہے کہ اسمیں زجر ہے تعدی سے اور فقیروں کا بھی لحاظ ہے عن نفسہ متعلق بیجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق
بیجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو ہم بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمیں خود
اُسکا نفس ہے اور آدمی بیشک اپنا بوجھ آپ اٹھائے ہوئے ہے اور اپنے نفس کا آپ متولی ہے تو اُسی کے معنوں میں ہے وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہے یعنی
اُسکے توابع جنکی مؤنت اُسکے ذمہ ہے اور روزہ میں عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے ادا
میں یہ شرط مذکور نہیں قال الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے یعنی
جبکہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال میں سے ہوگا امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا
کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہیں اور طفل لڑکے اور لڑکی دونوں کو شامل ہے کذا فی المغرب قال الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ
اور اگر باپ متعدد ہوں تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا صورت اسکی یہ ہے کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کریں کہ یہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی کے

چپٹے پر دونوں مالکوں نے دعوی کیا قال الشامی ولو زوج طفلۃ الصالحۃ لخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہو پس فطرہ لازم نہیں اتاہم نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا خلاصہ میں ہے جبرہ اگر اپنے خاوند کے سپرد کی گئی ہو تو اسکے باپ پر فطرہ نہیں ہے کیونکہ اسکی مؤنت اسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدیں ہیں ایک خدمت کی صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قال الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہے باپ کے نہونے جیسا اختیار میں اسکو اختیار کیا ہے حسن کی روایت ہے اور ظاہر الروایت کے خلاف ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے مگر چند مسائل میں انہیں سے ایک مسئلہ یہی ہے اور فتح القدیر میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہے یعنی راس اور اسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہوگئی اور سطح شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی و عبیدہ للخدمۃ ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہے اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو مدین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ اس کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو ہم لیتے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ میں ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا فی شرنبلالیہ والا الموصی بخدمتہ لواحد برقبتہ لآخر فقط نفقتہ علی المالک رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اسکی ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ انکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطاءً کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت کے بدلہ میں اسکو دیدے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہے خطا ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح قلم زیلعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شبلی محشی زیلعی نے اسکو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قال الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق السبب وہو راس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس جسکی مؤنت اسکے ذمہ ہے اور اسکا وہ ولی ہے قال لیتی بمؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکلگئی جو بلا اپنے ذمہ رکھے نہ واجب اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اسکی مؤنت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکلگئی کہ اسکی مؤنت مطلقہ نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہے انتظام خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہیں واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہیں واجب کہ اسپر ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوا حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش میں اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی الجوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ انکا حکم مانند صغیر کے ہے ولو ادی عنہما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ کیونکہ عادۃ اذن موجود ہے یعنے اگر اسکے عیال میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو وہم للاذن عادۃ سے اشارہ ہے کہ نیت حکما موجود ہو ورنہ بدائع میں تصریح کی ہے کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف سے جو اسکے عیال میں ہیں یعنے جنکا خورد و نوش اسکے متعلق ہے بدون انکی اجازت کے تو جائز ہے مطلقاً یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہیں

قال الشامی وحینئذ فالآبق والماسور والمغصوب المجحود ان لم تکن علیہ بینۃ خلاصہ یہ کہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اس پر قائم
نہیں اور نہ قیدی کی طرف سے کہ وہ تصرف سے خارج ہے جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوئے کی طرف سے جس کا غاصب منکر ہو اگر غصب
پر شاہد نہ ہوں کذا فی الخلاصہ مقتضی اس تصحیح کا جو کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی یہ ہے کہ واجب نہ ہو اگرچہ گواہ بھی ہوں کیونکہ ہر قاضی عادل
نہیں ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی الطحطاوی الا بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سال ماسبق
کا فطرہ کذا فی قہستانی یہ استثنا راجع ہے آبق کی طرف جیسا اثر میں اور منح میں ہے اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر میں ہے حلبی نے کہا کہ ظاہر
یہ ہے کہ ماسور کا حکم بھی یہی حکم ہے کذا فی الشامی والاعمی ومکاتبہ ولا تجب علیہ لان ما فی یدہ لمولاہ اور نہیں واجب ہے مکاتب کی طرف
سے اور نہ واجب ہے اس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ میں ہے وہ مولی کی ہے اس لیے کہ مکاتب عبد ہی ہے جب تک اس پر ایک درم بھی
باقی ہے اور عبد بذات خود مالک نہیں ہو سکتا کذا فی البدائع وعبید مشترک اور نہ مشترک غلاموں کی طرف سے کیونکہ ہر شریک کی ولایت
اور مؤنت قاصر ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ہر ایک پر اپنے حصہ کے غلاموں کا فطرہ ہوگا جب کہ پورے حصے میں
آدمی نکلتے ہوں گا جیسا ہدایہ میں ہے یعنی اگر چار غلام ہوں اور دونوں شریکوں کے ہوں تو دو دو غلاموں کا فطرہ لازم ہوگا اور تین
غلام ہوں تو ایک ایک کا فطرہ دونوں پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہ ہوگا اور صحیح یہی ہے البرجندی نے کہا کہ یہ ابو یوسف کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے
جیسا عنایہ اور فتح میں ہے الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ وجاء الوقت فی نوبۃ احدہما فیجب فی قول کہ جب ایک غلام مشترک ہو دو شخصوں
میں اور نوبت نوبت اس سے خدمت لیتے ہوں اور ایک کی نوبت میں وقت وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول یہ ہے
واجب ہوگا یعنی یہ قول ضعیف ہے جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے اور وجہ اس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ سب متون و شروح کے
کے مخالف ہے قال الشامی وتوقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر والخیار باقی لزم [illegible] من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب
موقوف رہے گا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اس شخص پر ہوگا جس کا وہ غلام قرار
پا دیگا ہم بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونوں کا اور موقوف اس واسطے رہے گا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار نہ ہو اور یوم الفطر
کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہ ہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر آگیا یا خیار رویت
کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر آگیا تو مشتری پر ہے کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ
او سویقہ نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کا مقدار واجب آدھا صاع گیہوں کا یا اس کے آٹے کا یا اس کے ستو کا مراد یہ ہے کہ آٹے اور ستو
میں مقدار اور قیمت دونوں کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار میں آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اسی واسطے
کہ اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اس طرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے
کہ برابر ہو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کو اور اس طرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہوں کا آٹا ہو جو قیمت میں برابر ہو نصف صاع گیہوں کے یا
ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت میں برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اس طرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا کہ قیمت میں نصف صاع گیہوں کے برابر
نہ ہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت میں ایک صاع جو کی برابر نہ ہو کذا فی النہر لیکن ہدایہ میں لفظ اولی سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر میں بلفظ یجب
کذا فی الشامی او زبیب وجعلاہ کالتمر وہو روایۃ عن الامام وصححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم میں کہا ہے
یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے فرع یعنی اپنی شرح میں

جو لفظ یہ ہو اور مراد یہ ہو کہ اُسنے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہیں ہیں یون کہا ہو کہ اسکی تصحیح کی ہو ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہو اُسکو
بہنسی نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے یعنی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان وہو ہیئتہ اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہو کہ
اسی پر فتویٰ ہو اور صاع مین تمر اور شعیر دیدیگا یا ایک صاع کچھ زیادہ اگرچہ ناقص ہو ہم نے بحر مین کہا ہو کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا گیا
اور جید کی قید نہیں لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کر دیگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بودار یا عیب دار تو اُسکا نقصان بھی پورا کرے
اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہگئی وہ بھی ادا کرے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک
صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قال الشامی وما لم ینص علیہ کالذرۃ والخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسمین نص صریح وارد نہین ہوئی اسمین معتبر قیمت ہی جیسے جوار اور روٹی ہم بدائع مین کہا ہو کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض کی جگہ قیمت کے
اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہو کہ جس چیز کے بدلے مین دیا ہو وہ اسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دیا گیہون کے بدلے قیمت کے
اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیدے تو جائز نہین یا دوسرا اناج گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار
سے دیدے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو جیسے نصف صاع گیہون سے ادا کرے بلکہ بجائے نصف صاع
کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قال الشامی وہو ای الصاع المعتبر ما یسع
الفا واربعین درہما من ماش او عدس اور صاع جو شرعا معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایک ہزار چالیس درہم کے وزن سے ماش یا مسور سما وین
ہم صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار ایک
ہو ... ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی
اور رطل ایک سو تیس درہم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ اور محمد نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابو یوسف
نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہی کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے
کیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہی اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا پانچ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ
بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس
کے دس ہوے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہوگئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک
ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہی اور جو اب متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایک ہزار چالیس درہم شرعی کا ہوا تو
متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہوا کذا قال الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار ساڑھے چار
مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپیہ دہلی کے ہی یعنی ہر روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درہم = ۲۷۳ تولہ دہلی =
۲۸۲ روپیہ چہرہ شاہی کچھ کم ۳۰۰ یا دو دو روپیہ زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپیہ بھر کا ہی اور قریب ۳ سیر ۱۲ چھٹانک کے سہارنپور کے
سیر سے جو اٹھاسی روپیہ بھر کا ہی وانما قدر بما لیستوی ما یکال ویوزن ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے
ہین یعنی بعضے چھوٹے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہون
پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اسمین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہ ہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ انمین بعض
بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہو سکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ جنکا ہو مختلف نہو

ودفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنی درہم وغیرہ کا افضل ہے اس میں سے دینے
سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع میں قیمت زیادہ معاون ہے کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بنا بر مذہب
مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ ھم اور اسکے مقابل وہ قول ہے جو مضمرات میں ہے کہ گیہوں کا دینا افضل ہے سب احوال میں
ایام شدت کے ہوں یا نہوں اسلیے کہ یہ موافق سنت کے ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی النہر پس فتوی میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی
وہذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہے ارزانی کے دنوں میں لیکن گرانی کے دنوں میں
تو خود اس شی میں کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ یہ شارح کی طرف سے بحث ہے
باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ میں اسکو محیط میں ابو بکر کی طرف نسبت کیا ہے اور نہر میں کہا ہے کہ یہ حسن ہے کذا قال الشامی وجب بطلوع فجر الفطر اتی
تجب یہ متعلق ہے یجب سے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے عید کی فجر کا ہونے کے ساتھ ہی ہم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے
آخری روز کے آفتاب غروب ہونے سے ہے کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مرگیا اس فجر سے
پہلے یا پیدا ہوا اسکے بعد یا اسلام لایا تو اسپر واجب نہوگا کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہیں کذا فی النہر اور یہی حکم
ہے جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا توانگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی العینی وتستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع
فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام اور مستحب ہے فطرہ دینا عیدگاہ میں جانے سے پہلے اور فجر ہونے کے بعد واسطے عمل
حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ہم اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور فتح القدیر میں ذکر
بیان کیا ہے قال الشامی وصح اداؤہا اذا قدمہ علی یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہے ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور
پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے واسطے سبب موجود ہے وہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے ہم اولی ہے کہ بخاری کی حدیث سے استدلال
کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر میں ہے کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا
بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قال الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ
بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنی اگر رمضان سے پیشتر
فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان
ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہیں تقدیم کی درستی پر ہر صورت میں یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہیں بلکہ بہتوں
نے اسکی تصحیح کی ہے اور نہر میں اسکو ترجیح دیا ہے اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے میں کہتا ہوں پس یہی ہے مذہب ہم طحطاوی نے
کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہے وہ مقدم ہوتی ہے ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر
اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہیں وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط
وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہے ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط
میں اور انکا اتباع کیا ہے زیلعی نے باب الظہار میں بدون ذکر اختلاف کے اور برہان میں اسکو صحیح کہا ہے پس یہی ہے مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم
درست ہے ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لا یکرہ التاخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف
اغنوہم الخ میں استحباب کے لیے ہے پس مفید ہے اولویت کو اور اسی واسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ تاخیر مکروہ نہیں ہے یعنی تحریما ہم یہ حدیث دارقطنی اور

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث میں ابن عمرؓ سے ان لفظوں سے روایت کی ہے اغنوہم عن الطواف فی ہذا الیوم کذا قال الفتح اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہیں ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو تو جواب یہ ہے کہ امر اغنوہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارع نے جواب دیا امر استحباب کے لیے ہو اور تقدیم و تاخیر جائز نہ ہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل باقی رہی مذکور ہوئی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف کروہ تنزیہی ہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا کروہ تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا الا اس کے کہ فرق اس طرح بیان کیا جاوے کہ اگر کل یوم العید سے تاخیر کرے تو اغنا بالکل حاصل نہ ہوگا بخلاف اسکے کہ متفرق دیوے کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہے جیسے کرخی نے بیعت بیان کی ہے قال الشامی کما یجوز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعنی جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصوں کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو تو اسمیں ایسا سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص خلاف کی ہے کیونکہ مواہب الرحمن میں دونوں مسئلوں میں خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح کے اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے میں کہتا ہوں کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیوں نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو دیا ہے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز میں بعید ہے قال الشامی خلطت امرأۃ امرہا زوجہا باداء فطرتہ حنطتہ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اسنے بلا اجازت خاوند کے اسکے گیہوں اپنے گیہوں میں ملا دیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے ناجائز ہے اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال میں دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ میں ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے ہلاک ہو گیا تو اسکی مالک عورت ہو گئی اور عورت کے ذمہ اسکے اناج کا ضمان لازم آویگا قال الشامی لما ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان اجاز الزوج ظہیریہ اسوجہ سے کہ سابق میں مذکور ہوا یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کر دیتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریہ ہم کہتے ہیں زوج کیطرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کر دے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ میں ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہر میں کہا ہے کہ میں نے اس صورت کو نہیں دیکھا ومقتضی ما مر جوازہ عنہا بلا اجازۃ تہا اور جو سابق میں مذکور ہوا (یعنے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزاء) تو مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونوں کیطرف سے جائز ہے بدون عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کذا فی البدائع ہم کہتے ہیں یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقۃ الفطر وصول کر لاوے قال الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب میں مانند زکوٰۃ کے ہے سب حالات میں ہم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطیں ہیں جو دوسرے کے لیے نہیں ہیں مثلا زکوٰۃ میں شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ میں ایک بھی شرط نہیں ہے بلکہ یہاں مراد تعمیم احوال کی ہے مصارف میں خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہ ہوگی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوئی قال الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر کہ زکوٰۃ اور فطرہ میں اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہیں ہوتا اور دونوں مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف میں دوسرا اسی باب میں خانیہ میں ہے کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے جائز نہیں اور حاوی میں ہے کہ فتویٰ امام ابو یوسف کے

قول یہ ہی قال الشامی ولو دفع صدقۃ الفطر قالی زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہی اگرچہ اسکی بی بی کا نفقہ مولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی الشہید اھ یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعًا ہو کہ اسنے اپنے ذمہ کر لیا ہی اور اسکو عیال کے سمجھ لیا ہو ورنہ اسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسلیے نفقہ کے عوض بی بی اسکو بکوا سکتی ہی قال الشامی خاتمہ واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم ووتر والاضحیۃ وعمرۃ وخدمۃ الابویہ والمرأۃ لزوجہا حدادی خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی اھ صاحب جوہرہ نے اسکو امام مجبوبی کی طرف نسبت کیا ہی اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہین ہی یا یون کہا جاوے کہ واجبات غیر مقدم ہی اور سبعہ بند امر خرافرضی اصطلاح کہ یہ سات جو مذکور ہوے منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ انمین یہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو حلاوہ نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوٰۃ عید ہین اور جماعت وغیرہ بہتری ہین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز ہین اور حج وغیرہ ہا مین بہتیرے واجبات ہین اور واجب سے مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب اور لازم کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات مین گنا اس قول کے بموجب ہی جسکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تصحیح کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قال الشامی

کتاب الصوم

یہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین قال فی الایضاح ہین ہی کہ روزہ دین کا تیسرا رکن ہی اور شرع مین اسکا مشروط ہونا اولی ہی اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہی اور یہ مرکب ہی دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہی پس حکمت الٰہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوٰۃ پھر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور بنائی اسلام کے پانچ بیان فرما کے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم شہر رمضان اسلیے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام کہا گیا ہی (یعنے صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہی کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجھپر صوم ہی تو اس صورت مین اسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہی ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنے بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا اھ وجہ استشہاد کی یہ ہی کہ یہ فرع جو ظاہر مین ہی دلالت کرتی ہی کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنے صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ہم یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونون مصدر ہین صام صوما و صیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہی اور اسیلیے قاضی بیضاوی نے آیۃ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور مقدار روزون کی کعب رض کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہی لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیۃ شریف مین یہ معنی مراد ہو سکتے ہین علے ان ال یبطل معنی الجمع علاوہ برین لام والف جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہی ہم یعنے اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پھر بھی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہو گئے یہ تقریر کلام شارح کی نہر کے موافق اس صورت مین ظاہر ہے کہ کلام کی توجیہ مشکل ہو اگرچہ نہر مین کہا ہو کہ شاید اسکی وجہ
یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ صحیح نہین لیکن چونکہ یہ شریعت مین اُسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر مین اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے
قال الشامی والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور صحیح یہ ہو کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین یہ ہم مضمون سے کہا ہو کہ صحیح وہ ہو جو مجاہد
مجاہد سے روایت کی ہو اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہو بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسمار الٰہی سے ہو اور اکثر مشائخ اس بات پر
ہین کہ یہ قول مکروہ نہین ہو کیونکہ احادیث صحیح مین وارد ہو جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر اور دوسری حدیث عمرۃ
فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ مین رمضان کا اسما الٰہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسما مشترک مین ہو گا جیسا حکیم
کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دسوین
شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑھ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہو مطلق خواہ کھانے سے یا کلام سے اور ظاہر
یہ ہو کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہو اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہو اور مغرب مین ہو کہ وہ باز رہنا ہو انسان کا کھانے پینے سے قال الشامی و
شرعاً امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنے والی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃً او حکماً کمن اکل ناسیاً فانہ
ممسک حکماً باز رہنا حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھا لیا بھول کر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہو یعنی شارع نے اسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی
فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہو یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد
اول زمان طلوع ہو یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہو جیسا نماز صبح مین اختلاف ہو اور پہلے مین احتیاط ہو اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی
نے کہا ہو اور تفصیل ... مین ہو کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہو
نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض
ونفاس سے عورت ہونے کی صورت مین تم پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہے فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط فرض
وجوب رمضان کی ہو جیسا عقل و بلوغ بھی شرط ہو صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہ ہو کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کما قالہ الشامی اما البلوغ
والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی
شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہو اور دوسرے روز کا روزہ
جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونے سے درست نہین ہوتا ہم یہ جواب ہو اس سوال سے کہ کوئی یون کہے کہ شخص
مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون و بیہوشی او نیند سے جواب کا حاصل یہ ہو کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہو اور وہ اسکے
رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہو اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان
ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس مقید کرنا
بے موقع ہو قال الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیاً عنہ کالصلوٰۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہو اگرچہ منہی عنہ ہو مانند
ثواب نماز کے زمین مغصوبہ مین ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہو جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہو بحر کا قول رد کرنے کو
کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہو قال الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہراً وصام شہراً قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین
اور نذر کیے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہو اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اسکے بدلے اس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہو

کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہے اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی ہم اس سے نکلتا ہے کہ ہر ہفتہ کے دو شنبہ اور جمعرات کے روزہ کی کسی نے نذر کی تو اسکے
بدلے دوسرے دنوں میں بھی رکھ سکتا ہے لیکن یہ حکم اس نذر کا ہے جسکو کسی چیز پر مشروط نہ کیا ہو چنانچہ قبیل اعتکاف کے آویگا قال الشامی والکفارات
والقتل اور سبب کفارات کے روزوں کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطاءً یا قتل کرنا صید کا احرام میں ہم شامی نے کہا کہ اولی وہ
عبارت ہے جو فتح میں ہے کہ کفاروں کے روزہ کا سبب انکے اسباب ہیں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب میں یہ بھی تو ہیں عود پر عزم کرنا ظہار میں
اور روزہ توڑنا رمضان میں اور سر منڈانا احرام میں قال الشامی رمضان شهود جزء من الشهر من ليل او نهار على المختار كما في المجتبى اور سبب
رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینہ سے ہے خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار کے جیسا مجتبیٰ میں ہے اور مختار فخر الاسلام
وغيره انه الجزء الذي يمكن انشاء الصوم فيه من كل يوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہے جس میں روزہ کی ابتدا ممکن ہے
یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات میں اور نصف دوپہر اور اسکے بعد میں انشاء صوم ممکن نہیں اور رات میں تو
صرف نیت ہی ہے نہ صوم لیکن مجتبیٰ میں تصریح کی ہے کہ سبب وہ جزو ہے جسکو ... نہیں ہو سکتے ہر روز میں پس روزہ واجب ہوتا ہے اسی جزو کے
متصل اور یہ کلام مجتبیٰ کا مقتضی ہے اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہے جیسا اور علما نے بھی اسکی تصریح کی ہے قال الشامی حتى لو افاق المجنون
في ليلة او في اخر ايامه بعد الزوال لا قضاء عليه وعليه الفتوى كما في المجتبى والنهر عن الدراية یہاں تک کہ اگر مجنون کو کسی رات میں افاقہ ہوا یا آخر
روز رمضان میں بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اسپر قضا لازم نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا مجتبیٰ میں ہے اور نہر میں منقول ہے درایہ سے قال ... وغيره
و هو الصحيح كما في الغاية اور بہت لوگوں نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہی حق ہے جیسا غایہ میں ہے ... صاحب ہدایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور صاحب
اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہے میں کہتا ہوں کہ اسی کی تصحیح کو ذخیرہ میں نقل کیا ہے لیکن یہ بھی نقل کیا ہے کہ لزوم قضا صحیح ہے اور
اسیطرف فتح القدیر چلا ہے اور شرح ملتقی میں ہے کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور بدائع میں اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہے اور خلاف میں
نقل کیا اور ایسا ہی سراج میں ہے اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے حاصل یہ کہ دونوں قولوں
کی تصحیح کی گئی ہے اور معتمد دوسرا قول ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہے اور متون اسی پر متفق ہیں قال الشامی وهو اقسام ثمانية فرض وهو نوعان معين
كصوم رمضان اداء و غير معين كصومه قضاء و صوم الكفارات اور صوم کی آٹھ قسمیں ہیں ایک فرض ہے اسکی دو قسمیں ہیں معین جیسے رمضان
کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفاروں کے روزے لكنه فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا يكفر جاحده قاله البهنسي تبعا
لابن الكمال لیکن کفاروں کے روزے فرض عملی ہیں نہ اعتقادی اسلیے اسکے منکر کو کافر نہیں کہتے بہنسی نے کہا ہے ابن کمال کی اتباع سے
ایضاح الاصلاح میں کہا ہے کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہے اسکی فرضیت پر اجماع نہیں منعقد ہوا بلکہ اسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اعتبار
اسیواسطے اسکا منکر کافر نہیں حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہے لیکن اسطرح نہیں ہے کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال
فرض قطعی کا ہوتا ہے مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر یہ بات کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم میں ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہے
قال الشامي و واجب وهو نوعان معين كالنذر المعين و غير معين كالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک معین جیسے
نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلاً اور واجب
کے اقسام میں ہے نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کردے اور اعتکاف کے روزے قال الشامی واما قوله تعالى وليوفوا نذورهم
فدخله الخصوص كالنذر بمعصية فلم يبق قطعيا لیکن قول حق سبحانہ تعالیٰ کا وليوفوا نذورهم اسپر خصوص وارد ہوا ہے یعنی گناہ کی نذر اسمیں سے مخصوص ہے

پس قطعی نرہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اسپر اعتماد کیا ہی مین کہتا ہون کہ اسمین یہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونون لفظون کے قال الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قال الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ لا تؤدی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفوائت لیکن سعدی آفندی نے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر کے نماز مکروہ نہوتی ہو فرض عملی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لا یفید الفرض القطعی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا فرض عملی کہ شارع کا توجیہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اسکو اچھا نہ کہیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہی اور اسی لیے فتح مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعہ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا کذا افادہ الشامی کما بسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے نقلا عن صدر الشریعۃ دررمین صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جیسا منذور تو یہ اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قال الشامی ولنفل لعمیمہا اور ایک روزہ نفل ہی چنانچہ فرض و واجب کے سوا دوسرے روزے ہم یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین دونون قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قال الشامی لیعم السنۃ کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم مع نوین کے ہم جو فعل کہ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشوراء قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع مین ہی تامل قال الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کے روزے ہم بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی نکیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دوبار بجواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قال الشامی ویوم الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ہم نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور اسکی مثل محیط مین ہی اور یہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہ نہین ہی پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہی استحباب پر کہ لا باس سے مراد استحباب ہی اور ابو یوسف نے کہا ہی کہ حدیث میں کراہت میں بھی وارد ہی پس چاہیے
ہی کہ ایک روز پہلے یا پیچھے ملاوے قال الشامی وعرفة والحاج لم یضعفہ اور نفل میں ہی عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے ضعیف نہو یعنی
ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اسکو وقوف عرفات میں خلل انداز نہو اور دعاؤں کا حارج نہو تو مکروہ نہیں کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری ہو تو
مکروہ ہی کذا قال الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہی مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ہم لیتے اور ایام تشریق کا کذا فی النہر اور المکروہ نصب
کے ساتھ ہے عطف ہی سنت پر یا مرفوع ہی اور کالعیدین خبر اور اس صورت میں جو کلمہ نفل کے مضمون میں کیا گیا مکروہ کے شامل کرنے کو اسکی ضرورت نہیں
قال الشامی وتنزیہا کعاشوراء وحدہ اور شامل ہی مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا یعنی اسطرح کہ نویں یا گیارھویں کو اسکے ساتھ نہ ملایا جاوے قالوا لا
اسلئے کہ مشابہت ہی یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قال الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا اکیلا اسلئے کہ یہود کے ساتھ مشابہت ہی کذا فی البحر اور یہ علت کراہت
تحریمی پر دلالت کرتی ہی اگر یہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی فقط مشابہت سے ہوتی ہی ... ونیروز ومہرجان الا اذا وافق اور نیروز اور مہرجان کا اگر قصد کیا
اسکو ہم نیروز ہی اور نوروز کا اس روز کا نام ہی کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہی اور مہرجان فارسی ہی مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب برج میزان میں آتا ہی اور یہ دونوں
فارسیوں کے عید کے دن ہیں قولہ الا اذا وافق کذا فی المحیط پھر محیط میں کہا ہی کہ مختار یہ ہی اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل ہی کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہ
ہی کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہی اور صوم دہر ہی قال الشامی وصوم دہر وصوم صمت ووصال وان افطر الایام الخمسة
اور شامل ہی نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہ کہ روزہ میں کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہی کہ مجوس کے
ساتھ مشابہت ہی کہ وہ روزے میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہی وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پے درپے رکھے اور بیچ میں افطار نکرے اور عمر بھر
روزہ رکھنا مکروہ ہی اگرچہ پانچ دن کی مخالفت کرے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے ہم خلاصہ میں ہی کہ جب ایام منہیہ میں افطار
کرے تو مختار یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہیں قال الشامی وہذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی جیسا محیط میں ہی اور یعنی مکروہ ہونا عمر بھر
کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہی کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اسکی سرشت
ہو جائیگی مشقت نرہیگی کذا فی الحلبی فنی خمسة عشر بالتفریع ہی لیعلم انتہی الخ یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں اسطرح کہ عیدین کو دو شمار
کریں اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخوں میں موجود ہی انہیں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہیگے اور مکروہ تنزیہی سے
عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رہیگی اور
مندوبات میں سے دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داود یعنی ایکروز صوم اور ایکروز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہگئے قال الشامی وانواعہ ثلثة عشر
اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہیں سبعة متتابعة سات قسمیں بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان وکفارة ظہار وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین و
اعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا چھٹے
نذر معین ساتویں اعتکاف واجب کے وستة یخیر فیہا النفل وقضاء رمضان وصوم متعة وفدیة حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمیں وہ ہیں جنمیں بیچ کرنے والیکو
اختیار ہی فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبح کی نہو اور تین روزے ایام حج
میں اور سات پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچویں جزا صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جسمیں دن لیئے
یا پے درپے رکھنیکی قید نہیں لگائی اور نیت کے اذا القرر ہذا فصحیح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہی
اداء رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل

ای قدر کہ اگر رات سے نیت کرلی اور تعیین مشروط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سواے فرض اور واجب کے ہے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی النہر
و النہر اختیار میں کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ میں یعنی دل میں جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی ہے تو نہیں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان سے
نیت کا کہنا شرط نہیں اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحری کھانا نیت ہے قال الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عنده پس نیت نہیں صحیح غروب سے پہلے
اور غروب کے وقت یعنی اگر نیت کی ہے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہوگیا یا غافل ہوگیا یہانتک کہ اگلے دن
آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الحاشیہ قال الشامی الی الضحوة الکبری لا الزوال والا عند کا عتبار الاکثر
الیوم صحیح ہے نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے مقابل ای قال الاکثر الیوم کے ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع ہے
صادق سے ہے غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر کرنا جیسا قدوری وغیرہ میں تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع آفتاب سے والا کہ
وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط اور ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روزہ
میں ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تا کہ اکثر ہونا ثابت ہو قال الشامی و بمطلق النیة
ای نیة الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہے جو بیان مذکور مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہے ہم مطلق
(یعنی الف لام ۱۲)
نیت یہ کہ اسمیں فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض ہر دن کے لیے پورا وقت ہے اسمیں دوسرا روزہ مشروع نہیں پس فرض ہی
کے لیے متعین ہوا اور چونکہ شارع کیطرف سے متعین ہے اسمیں تعیین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہے اور نذر
ناذر کیطرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہے کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ
درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی و بنیة نفل لعدم المزاحم اور
درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں بیان ہو چکا و بخطاء فی وصف کنیة واجب آخر
فی اداء رمضان فقط لتعیینہ بتعیین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف اداے
رمضان میں ہے (نفل اور نذر معین میں نہیں) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے
تو پھر کوئی روزہ نہیں سواے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے تو جب اسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا اذا وقعت
النیة من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے بنیة نفل و بخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ
وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر کی
طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قال الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان
بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی ہے نفل یا واجب یا موجب
اس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہے اور مسافر کے حق میں
یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی اور دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو
امام صاحب سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض ادا میں زیادہ ہے قال الشامی وہو الاصح
و قیل یا ظاہر الروایة فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا
درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوا اسافر نوی واجبا آخر و اختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیة عن البرہان انہ الاصح

مسئلہ: بعض مشائخ نے تصویر اس مسئلہ کی یوم الشک میں کی وارد ہی ہوا کہ یہ گمان خفیہ ہو کہ شخص رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا اسپر کفر کا خوف ہے ۱۲

لیکن اول اشباہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سب روزے تینوں میں رمضان ہی سے واقع ہوگا سوا اس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسی کو ابن کمال
نے اختیار کیا ہے اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ یہی صحیح ہے صوم کل سے مراد یہ ہے کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے
یا مسافر مطلق نیت کرے اگر یہ کہ نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہے رمضان کے روزہ نہ رکھنے کی
تو وہ سوائے اسکے دوسرے فرض یا واجب میں صرف کرسکتا ہے بخلاف مریض کے تنبیہ کلام محیط سے مستنبط ہے کہ مریض کے باب میں تین قول ہیں ایک وہ جو اشباہ میں بیان
مذکور ہے اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہے اور مجمع میں تصحیح کیا ہے اور دوسرا وہ جو متن میں مذکور ہے کہ جسکی نیت کی اسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ
میں اسکو اختیار کیا ہے اور اکثر مشائخ نے اسکو لیا ہے یہی ظاہر الروایہ ہے لیکن نفل کی صورت میں چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرا قول
یہی تفصیل ہے یعنی اگر صوم اسکو ضرر کرتا ہے تو رخصت متعلق ہوئی خوف زیادت مرض کے ساتھ تو اسکا حال مثل مسافر کے ہے جس کی نیت کریگا اسی کے موافق واقع ہوگا اور اگر
صوم اسکو ضرر نہیں کرتا ہے تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہے یہ صورت میں واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر میں اسکو اختیار کیا ہے کذا فی البحر
والنذر المعین والنفل بنیة واجب آخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا فرقا بین الفرائض والسنن اور نذر معین میں نہیں درست ہوگی کسی دوسرے واجب کی
نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہے اس صورت میں اسلیے کہ شارع کی تعیین ہیں (جیسے رمضان میں ہے) اور بندہ کا تعیین ہے
(جیسے نذر معین میں ہے) فرق ہے صوم مطلقا کہ خواہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کی صورت میں جب روزہ اسی دوسرے واجب
کی طرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی یہ قول ہے جیسا کہ بحر میں منقول ہے ظاہر ہے ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجہلہ بہ ای برمضان
فہو عنہ لا عما نوی لتعینہ او اداء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی نادانی سے ہو تو وہ روزہ رمضان
ہی کا ہوگا نہ اسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف میں ہے جب آگیا رمضان تو روزہ نہیں مگر رمضان ہی کا ولا یصح صوم کل ایام من رمضان
بنیة واحدة لتمییز العبادة عن العادة اور رمضان کے روزہ میں ہر روز نیت کی احتیاج ہے اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے
تمیز ہو یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا مرض سے کھانے کی عادت کرتے ہیں وقال زفر ومالک تکفی نیة واحدة کالصلاة اور کہا ہے زفر اور مالک رحمہما اللہ نے
کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہے جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتوں کے لیے کافی ہے اور امام زفر سے روایت ہے کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہیں اور اگر مسافر
ہو تو نہیں جائز ہے اسکو مگر یہ کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدا نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری مقیم ہو یا مسافر
کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلاة ہم کہتے ہیں امام زفر کے جواب میں کہ فاسد ہونا بعض روزوں کا نہیں موجب ہے سب کے فساد کا
بخلاف صلوة کے یعنی قیاس روزوں کا نماز پر درست نہیں واشترط للباقی من الصیام قران النیة للفجر ولو حکما اور باقی صیام میں شرط ہے نیت کا متصل
ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو صوم باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضا نذر معین اور قضا نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین
افطار اور انکے ملحقات یعنی جزاء صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وہو تبییت النیة للضرورة اور مقارنت حکمی رات سے نیت کرنا ہے ضرورت
کی وجہ سے ہم یعنی صبح کے وقت کی اٹکل شاق ہے اور حرج شرع میں مدفوع ہے اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینہا لعدم تعین
الوقت اور شرط ہے تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزوں میں وقت معین نہیں بخلاف ادائے رمضان اور نذر معین کے کہ انہیں وقت معین
ہے اور ایسا ہی نفل کیونکہ سوائے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہے قال الشامی واشترط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ اور شرط نیت معینہ میں
یہ ہے کہ اپنے دل میں جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہے قال الحدادی والسنة ان یتلفظ بہا اور سنت یہ ہے کہ نیت کا تلفظ کرے
سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قال الشامی ولا تبطل بالمشیۃ بل بالرجوع عنہا بان لیعزم لیلا
علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت سے رجوع کرلینے سے باطل ہوجاتی ہی اسطرح کہ رات سے عزم کرلے افطار کا مگر نہین
باطل ہوتی یعنی افطار کرنا بھی صحیح ہی اسواسطے کہ حقیقت مین مشیئت نہین ہی بلکہ استعانت اور طلب توفیق کیواسطے ہی یہانتک کہ اگر ارادہ مشیئت کا کرے یا اس کو
تو صائم نہوگا جیسا کہ شامی نے بیان کیا ہی قال الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہی یعنی اسکو صرف نیت افطار سے روزہ نہ ٹوٹیگا
ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسد بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہی اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نہارا صار نفلا
فیقضیہ لو افسدہ لان الجھل بدار نا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون ہی اور اگر دن کو نیت قضاء روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑ دے تو قضا
کرے اسواسطے کہ دار الاسلام مین جہل غیر معتبر ہی پس نہ مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر ہی فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہی کہ لزوم قضاء اس صورت
مین ہی کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین
جہل معتبر نہین خصوصًا اس صورت مین کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہرًا متفق علیہ ہی اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اس گمان سے
کہ میرے ذمہ روزہ ہی بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہی کیونکہ اسنے اپنا ذمہ
بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قال الشامی والصیام یوم الشک ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ اور مکروہ ہی
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر و غبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا انہون نے
مقید کیا ہی کہ یوم الشک اس صورت مین ہی کہ شبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہی یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے
ہلال دیکھا اور انکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہی اور ایسا ہی معراج مین ہی کذا فی الشامی اسے
علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک
کا روز بنا بر اس قول کے ہی کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع
کے یعنی ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہی ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ روز روز شک نہین ہی اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے
کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی ہم یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قال الشامی الا
نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہی خواہ فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا مترددہ
سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہی کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہی کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب اخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین
کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہی ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہی ہم اسلیے
کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہی کہ انھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہی کہ رمضان سے ایک دو روز
پہلے روزے مین سبقت مکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت مین اگر
نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہی ہم سراج مین ہی کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اس روز روزہ رکھا تو اسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہی کہ یہ دن رمضان کا
ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تھا
جیسا ہدایہ مین ہی کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہی تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے کافی ہی اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو رمضان مین مجزا ہوگا
کیونکہ اصل نیت موجود ہی قال الشامی والا بان ظہرت فصنہ لو نفیا اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

کافی ہوگا اگرچہ شخص مقیم ہو کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے تو اُسی واجب کا ہوگا اسلیے کہ ادا سے رمضان
اُسکے ذمہ واجب نہیں والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقاً ان وافق صوماً یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثة فاکثر لا اقل اور نفل کی نیت سے
روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان میں تین روز سے یا زیادہ رکھے نہ کمتر یعنی
مثلاً اُسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان میں چھبیسویں یا ستائیسویں سے برابر
روزہ رکھنے شروع کیے اسمیں یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتوں میں روزہ افضل ہے لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف میں
وارد ہے کہ رمضان سے پیشتر مت کرو ایک دو روز کے روزہ کی ہم یہ حدیث صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے اسطرح کہ سبقت
کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اُس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اُسکو رکھ لے اور اس سے مراد نفل روزہ ہے سوا اسکے
اور ہدایہ اور اسکی شروح وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ ممنوع تقدم ایک دو روز کا رمضان پر بہ نیت صوم رمضان کے ہے اور وجہ تخصیص ایک دو روزہ
کی یہ ہے کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو مہینے میں ہوتا ہے پس ایک دو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکو احتیاط قرار دیکر [illegible] مکروہ ہے کذا فی الشامی
واما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل له [illegible] حدیث کہ جسنے روزہ رکھا شک کے دن اس نے نافرمانی کی ابو القاسم صلعم
کی تو اسکی کچھ اصل نہیں ہے زیلعی نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ حدیث موقوفاً عمار بن یاسر سے [illegible] نقل ہے اور وہ [illegible] مرفوع کے مانند ہے
میں کہتا ہوں کہ لا اصل له کو مرفوع ہونے پر محمول کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہے جابر سے اور ابوہریرہ سے اور اسکو بخاری نے تعلیقاً بیان
کیا ہے اسطرح کہ قال صلة بن زفر عن عمار من صام الخ قاله الشامی وتمامه فی الفتح والا یصومه الخواص ویفطر غیرهم بعد الزوال [illegible] للتہمة انتہی اور اگر
نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اسدن کا روزہ رکھیں اور عوام بعد زوال کے افطار کریں اسی پر
فتوی ہے تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہیں ہم فتح القدیر میں ہے کہ خواص اسطرح روزہ رکھیں کہ عوام کو خبر نہ ہو تاکہ جاہل کو شبہہ رمضان کی
زیادتی کا نہ ہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیة صوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی
وہ خواص میں ہے نہیں تو عوام میں والنیة المعتبرة ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم اما المعتاد فحکمه مر اور
نیت معتبر و کیفیت صوم الشک میں یہ ہے کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اُس دن کے روزہ کا عادی نہیں ہے اور جو عادی ہے اُسکا حکم سابق میں گذر چکا
کہ مکروہ نہیں ولا یخطر بباله انه ان کان من رمضان فعنه ذکره اخی زاده اور اپنے دلمیں اس بات کا خطرہ بھی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہے تو یہ
روزہ رمضان کا ہے ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے ہم حاصل یہ کہ نیت میں تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہے تو روزہ نفل ہے اور اگر رمضان کا ہے تو روزہ
فرض ہے بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور مخالف نیت کا خطرہ دلمیں آنا بعد نیت نفل کے مضر نہیں کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہے کذا قال الشامی سے
ولیس بصائم لو ردد فی اصل النیة بان نوی ان یصوم غداً ان کان من رمضان والا فلا لعدم الجزم فی العزم اور اُس شخص کا روزہ نہیں ہے جو نفی
اصل نیت میں تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہے نہیں تو نہیں کیونکہ یقین نیت کا نہیں کما اذا لیس بصائم لو نوی ان
لم یجد غداء فهو صائم والا فمفطر جیسا اس شخص کا بھی روزہ نہیں ہے کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہے نہیں تو افطار [illegible]
ولو ردد فی وصفها بان نوی ان کان من رمضان فعنه والا فعن واجب آخر اور جو [illegible] وہ شخص روزہ دار [illegible] اگر نیت
کے وصف میں تردید کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہے تو روزہ رمضان کا ہے نہیں تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکره لو قال انا صائم ان کان
من رمضان والا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہے اگر کہا میں روزہ سے ہوں اگر دن رمضان کا ہے اور نہیں تو روزہ نفل ہے [illegible]

[illegible] اصل نیت میں تردد [illegible] ۱۲

تردد ہو درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ میں اور میان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ میں فان ظہر رمضان
فعنہ والا فنفل فیہما ای الواجب النفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التزامہ قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا ورنہ
تو نفل ہوگا دونوں صورتوں میں یعنی واجب اور نفل میں اور اگر توڑ ڈالے گا تو قضا لازم نہ آوے گی کیونکہ قصداً نفل نہیں ٹھہرا ہے اسلئے کہ من وجہ اعتقاد فرض کا
قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونوں میں اسقاط مدنظر ہے نہ التزام زاد الشامی اکل المظنون ناسیا قبل النیۃ کالاکل بعدہا وھو الصحیح
شرح وہبانیہ نہ فقیر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی ہے جیسا کہ بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح وہبانیہ یعنی یوم الشک میں ایک شخص
نے نیت روزہ کی نہ کی اور انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصہ میں کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی
کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں جاتا اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں جائز ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے اور اسی کا جزم کیا ہے سراج اور شرنبلالیہ میں قالہ الشامی
رای مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا
قول حجت شرعیہ کی رو سے نہ مانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت میں عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہے
کہ روزہ رکھے ندباً ہر عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہیں اور یہی حکم ہے اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگوں کو
نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے
تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے فان افطر قضی فقط فیہما لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہے دونوں میں یعنی کفارہ نہیں واسطے شبہہ
مسترد ہونے شہادت کے ہم اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان میں لیکن عید کے چاند میں اس جہت سے کفارہ نہیں کہ اسکے
نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہیں کیا قالہ الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین
فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما راہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشائخ نے اختلاف
کیا ہے اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں اور اسی کی تصحیح
کی ہے بہتوں نے کیونکہ جو اسنے کہا ہے شاید خیال ہو ہلال نہو حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھوؤں کو دھو پانی سے پھر کہا
اب بتا چاند کہاں ہے اسنے کہا وہ تو گم ہو گیا جب فرمایا کہ بال بھوؤں میں قائم ہوگیا تھا تونے اسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہی علت
ہلال رمضان میں تو ہو سکتی ہے اور عید میں یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے قالہ الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت
یعنی رمضان کے چاند میں پس کفارہ واجب ہے اگرچہ فاسق ہو اصح روایت میں اسلئے کہ وہ دن لوگوں کے روزہ رکھنے کا دن ہے پس اگر عدل ہو تو چاہیے کہ وجوب
کفارہ میں خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی شہادت پر عمل کرنا جائز نہیں اور وہ یہاں منتفی ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حل ہے کیونکہ
قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہے اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہے کذا قالہ الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم
مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان میں روگ ہونے سے مثل ابر وغبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ شہد کے
اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مقبول مسلم
فاعلہ ہے قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عادل ثقہ واسطے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اس قول کے کہ بزازی نے اسکی تصحیح کی ہے ظاہر
الروایۃ کے خلاف ہم اور سراج اور مجتبی میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہ روایت حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہے اور
نور الایضاح والاتجی اور یہی گیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ظاہر الروایۃ ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی حسن نے امام محمدؒ کے اقوال انکی

کتابوں سے صحیح کیے ہیں جو ظاہر الروایت کہلاتے ہیں کافی میں یہ کہا ہے کہ قبول کیجاویگی شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل
اور غیر عادل سے مراد مستور ہے قالہ الشامی لا فاسق اتفاقاً نہیں مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق ہم اسواسطے کہ فاسق کا قول
ایسے دینیات میں مقبول نہیں جنکا حاصل ہونا عادلوں سے میسر ہو سکتا ہے جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے کہ
خبر میں اسکی کیجاتی ہے اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزونکا ملنا عادلوں سے میسر نہیں ہوتا قالہ الشامی وقیل لا ان تیقن من ملمہ البغیبۃ قال البزازی
ثم لان القاضی ربما قبل اور آیا فاسق مجاز ہے اسکا کہ شہادت ادا کرے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بنابریں ہی نے کہا کہ ہاں اسواسطے کہ قاضی کبھی
فاسق کی شہادت قبول بھی کر لیتا ہے ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہے اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت ادا کرے کہیں لوگ
صبح کو افطار نہ کر لیں اور یہ شہادت فرض عین ہے لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اسپر ادا ے شہادت واجب ہے از آخر میں درر
ہیں کذا فی السراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ اولا علی المذہب اگرچہ عادل غلام ہو یا عورت
یا زنا کی تہمت میں سزا ہو کر توبہ کر لی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنابر مذہب یا درست کے ہم بر خلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہیں کہ واحد عدل
کی خبر جب مقبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ میں نے شہر کے باہر جنگل میں چاند دیکھا ہے یا کہے کہ شہر میں ابر کے ٹکڑوں میں چاند دیکھا ہے اور بدون ایسی تفسیر کے
مقبول نہیں کذا فی الظہیریہ قال الشامی وقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہے گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہے شہادت غلام اور عورت
کی ہم یعنی بخلاف شہادۃ علی الشہادۃ کے اور احکام میں کہ وہ مقبول نہیں جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شاہد نہوں کذا فی
الحلبی ولو علی مثلہا اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو ہم ایسا ہی اسے یہ نکلا کہ ان دونوں کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہے اور
اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نے نہیں دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما
فی الخانیہ اور واجب ہے لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردوں میں آمد و رفت نہیں رکھتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے
جیسا خانیہ میں ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلے قالہ الطحطاوی اور ظاہر ہے
اسکا محل وہ ہے کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہیں قالہ الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم
الحد فی قذف لتعلق نفع العباد ای بلال عید میں غبار وغیرہ کے ہونے عادل ہونیکے ساتھ نصاب شہادت اموال یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شرط ہے
اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمیں نفع بندہ کا متعلق ہے ہم یہ علت ہے شرائط مذکورہ کی قولہ نفع العباد صوم میں نہیں چونکہ صوم امر دینی ہے
اسمیں یہ شرطیں نہیں اور فطر میں نفع دنیاوی ہے پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزیں حقوق میں شرط ہیں وہ یہاں بھی شرط ہونگی قالہ الشامی لکن لا تشترط
الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہیں شرط ہے دعوی جیسا نہیں شرط ہے لونڈی کے عتق میں اور حرہ کی طلاق میں ہم لونڈی کی آزادی
میں دعوی اسلیے شرط نہیں کہ اسمیں حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہے یعنی حفاظت اپنی شرمگاہ کی اسلیے فطر اگرچہ حق عبد ہے لیکن اسمیں بھی حق اللہ
تعالے کا ہے یعنی عدم اسکے روزہ کا حرام ہونا اور صلاۃ عید کا واجب ہونا اسلیے اسمیں بھی دعوی شرط نہیں ہوا اور طلاق میں حرہ کی قید سے مفہوم
ہوتا ہے کہ زوجہ مملوکہ میں دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ
اور اگر لوگ ہوویں ایسے شہر میں یا گاؤں میں کہ اسمیں حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھیں ایک معتبر کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہے یہ ایسا معلوم
ہوتا ہے مصنف کی شرح سے ہم میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ گاؤں والے پر روزہ لازم ہو تو توپوں کی آوازوں سے یا قندیلوں کی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر علامت ہے
اور غلبہ ظن کو مفید ہے اور غلبہ ظن حجت ہے عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہے اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شے کیواسطے ہو بعید ہے کیونکہ ایسا اور سبب

لیلۃ الشک میں نہیں کیے جاتے کہ ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للفطر ودوم اور افطار کریں دو عادل کے خبر
دینے سے اگر آسمان میں غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے ہم یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہیں جسکے سامنے شہادت ادا کیجائے او مع العلۃ
متعلق ہو صاموا اور فطروا ان دونوں کے ساتھ قالہ الشامی ولو راہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ
اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند میں اسکو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگوں کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے
چاند کے کہ اسمیں ایک آدمی کافی نہیں ہے کذا فی البحر اسپر ہم نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت بشہادۃ
ادا کرے اسکا فائدہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہے اور اسکے معنی ظاہر یہ ہیں کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے
تاکہ اس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب میں کہا ہے اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے
کہ اسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہیں اور تنبیہ جو بنی ہی کہیے اسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخوں درمختار میں نصب نائب ہے
بدلے نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہیں اعتبار نجومیوں کا اگرچہ عادل ہوں بنا بر مذہب صحیح کے ہم یعنی
وجوب صوم کے باب میں معراج میں کہا ہے کہ ان لوگوں کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور خود منجم کو نہیں جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر میں ہے کہ
منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہیں اگرچہ منجمین عدول ہوں صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ ۵
وقول اولی التوقیت لیس بموجب ۞ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر ۞ وہبانیہ میں کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والوں کا روزہ رکھنے کا موجب
نہیں اور کہا گیا ہے کہ ہاں اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہوں انتہی ہم یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا
نہیں ہے بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد میں ہے اور قنیہ میں تینوں قول نقل کیے ہیں پس پہلے قاضی عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ
منجموں کے قول کے اعتبار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ ایسے پوچھا کرتے تھے اور انکے قول کا اعتبار کرتے تھے
بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شیخ سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہے اور انہوں کا
قول ماخوذ نہیں پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابوحنیفہ رحمہ سوا ے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہیں کہ منجموں کے قول کا اعتبار نہیں کذا قالہ الشامی
وقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی
غلبہ ظن انکی خبر سے ہم یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کی طرف
متوجہ ہیں اور کوئی مانع نہیں اور سب کی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہوں اسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت میں اسلام اور
عدالت شرط نہیں جیسا امداد الفتاح میں ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی میں ہے میں کہتا ہوں جو امداد کیطرف نسبت کیا ہے سو میں نے اسمیں
ملاحظہ کیا وہاں نہیں پایا اور اسلام شرط نہونے میں نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ حد تواتر کو پہونچے جسسے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اسمیں
اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور اسمیں اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح
اصولیوں کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنی میں ہے اسپر نص کی ہے منافع اور غایۃ البیان اور بحر میں نقلا عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم
بمعنی یقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطا ہے صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی راے الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب
اور وہ امام کی راے پر مفوض ہے بغیر تعیین عدد کے بنا بر مذہب صحیح کے ہم سراج میں کہا ہے اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایت میں معین نہیں ہے اور ایک روایت میں
ابو یوسف رحمہ سے ۵۰ مرد ہیں یا وہ بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد میں سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ ۵۰۰ پانچ سو بلخ میں قلیل ہیں

اور ان صاحب نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے کہ امام کی رائے پر مفوض ہے اگر امام انکی درستی اور صحت سمجھے تو حکم دے اور مواہب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور
شرنبلالی نے اسی کا اتباع کیا ہے اور بحر میں فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہے جس سے علم
اور نہر میں کہا ہے کہ یہ صحیح سراج کے موافق ہے قال الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا
کیا جاوے دو گواہوں پر اور بحر میں اسی کو اختیار کیا ہے ہم بحر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے
سے کاہلی کرتے ہیں پس علما نے جو کہا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہیں یہ منتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال بغیر ظاہر ہے پھر اسکی تائید کی کہ اقوال تصحیح
اور ظاہر یہ ظاہر دلالت کرتی ہیں کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہے نہ جمع عظیم اور عدد تو دو سے بھی صادق آتا ہے اور اسی کو صادق رکھا ہے نہر میں اور
فتح میں قال الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ میں جو ایک کتاب
کا نام ہے تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے ہم اور فتاوی صغریٰ
میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے
کہ ظاہر الروایت یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے کذا فی المعراج وغیرہ میں کہتا ہوں کہ نہایہ میں کہا ہے کہ مبسوط میں ہے کہ امام اسکی
روکے گا اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو جماعت نزدیک
مقبول ہو گی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط میں اسی پر جزم کیا ہے اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے
پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے
ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ
ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط کتب ظاہر الروایت سے ہے پس معلوم
ہوا کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایت ہیں کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر
بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برؤیۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخولہ تحت الحکم اور رمضان اور عید کے
اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہے رمضان یا عید کے
آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دیں پس
حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہیں ہم یدعی مجہول ہے یا معلوم
ہے اور فاعل ضمیر یدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہے یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر درہم ہیں اور
مجھکو اسنے کہدیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہے دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر حکم کے
بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور اس وقت میں فائدہ بیان اثبات کا
مذکور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بوقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو
گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اسی سبب سے دخول ضمنا ثابت ہوا اور روزہ
واجب ہوا قال الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی
قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم لشہادتہما بعض نسخوں میں شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور بعض نسخوں میں شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

بالفوق الواحد ہے یعنی اگر دو گواہون نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدون نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے
اور وہان کے قاضی نے اُسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعویٰ کی سب پائی گئین تو اُس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگاوے لان قضاء القاضی حجۃ
وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ وہان کے قاضی کی قضا حجت ہے اور یہان کے گواہون نے اُسکی شہادت دی لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم دیا
قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہے یعنی اُنھون نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف
غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اُس شہر کے قاضی نے
لوگون کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ نقل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے تجمیع شرائط کی قید لگائی
نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبیٰ وغیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ
رکھنا یہ مذہب صحیح ہے کذا فی المجتبیٰ اور ذخیرہ مین ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہے کہ خبر پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے کہ دوسرے
شہر مین تو اُن کو بھی لازم ہوگا اُس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین ہر ایک انکی خبر کرے کہ اُنھون نے
روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بغیر علم سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کسنے شائع کی ہین
چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اُسکا ذکر کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہے سو ایسی قسم
کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض
وتحقق کذا قال الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجوب نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے
روزہ رکھا ہو تو بعد تیس دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا یعنی
اگر انتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صحیح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ
اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور بعض مین ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی
ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز
ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے حیث یجوز مین حیثیت
تقییدیہ ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی آئین سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح
یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہین جب آسمان صاف ہو لیکن جنگل سے آیا ہو یا شہر میں اونچے مکان پر
ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قال الشامی
لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر نہ آئیگا روز ابر ہو تو بالاتفاق
افطار حلال ہے ہم یہ اشتراک ہے اُسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمد کا اُسوقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اور صحیح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبیٰ سے تصریح ہے
کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمد کے نزدیک
حلال ہے جیسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہے غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہے یہ ہے کہ افطار
ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتین اور امام محمد

سے پوچھا تو جواب میں یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہیں یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند میں ایک آدمی کے قول کا
حکم لگایا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان یحمل علی الاول اور زیلعی میں ہے کہ مشابہ بحق یہ ہے کہ اگر ابر ہو
تو افطار حلال ہے اور جو نہ ہو تو نہیں و ہلال الاضحیٰ و بقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینوں کا مانند عید کے ہے
صحیح مذہب پر ہم قولہ والاضحیٰ کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہے پس ابر میں ثابت نہ ہوگا مگر دو مردوں سے یا ایک مرد دو عورتوں سے اور صفائی کی
حالت میں زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر میں امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ میں اسی کی تصحیح کی ہے لیکن
روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین میں کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح ہے اسلئے کہ وہ مذہب ہے
کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی ان میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو مردوں کی یا ایک مرد دو عورتوں کی جو آزاد عادل اور
تہمت زنا میں سزا یافتہ نہ ہوں جیسے اور احکام میں کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد میں ذکر کیا ہے کہ ان مہینوں کا حکم صفائی کی حالت
میں مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ باقی مہینوں میں ابر اور غیر ابر میں کچھ فرق نہیں
کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہیں پائی جاتی یعنی سب لوگوں کا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردوں نے گواہی دی صفائی کی صورت میں شعبان
کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت میں دو شخصوں کی
گواہی سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اسکا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات میں بہتیری باتوں میں درگذر ہوتی ہے جو قصداً ثابت نہیں ہوا
ہوتی قالہ الشامی و رؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقاً علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا
ہر صورت میں صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے ہم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول امام ابو حنیفہ و محمد
کا ہے بدائع میں کہا ہے پس وہ دن رمضان کا نہ ہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آئندہ شب
کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آئندہ شب
کا ہے ہر صورت میں اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید
کا ہے اسلئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہیں آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان میں وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے
چاند میں عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہیں اعتبار رویت بعد الغروب کا ہے کیونکہ حضرت نے امر فرمایا
صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پس امر صوم و افطار کا رویت کے بعد ہے اس صورت میں امام ابو یوسف کا قول خلاف نص کے ہے انتہی ملخصاً فتح القدیر
میں ہے کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور قبل رویت سے مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہے نزدیک صحابہ اور
تابعین و من بعدہم کے بخلاف قبل الزوال کے تیسویں تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی و اختلاف المطالع و رؤیتہ نہارا
قبل الزوال و بعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب و علیہ اکثر المشائخ و علیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور چاند دیکھنا زوال سے
پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر عن الخلاصۃ ہم جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف
مطالع میں نزاع نہیں ہے یعنی کبھی دو شہروں میں اسطرح ہوتا ہے کہ ایک میں ہلال ایک تاریخ نظر آتا ہے دوسرے میں نظر نہیں آتا کیونکہ
انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکوں کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک میں
صبح ہوگی تو بعض میں سورج نکلیگا اور بعض میں غروب ہوگا اور بعض میں آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے میں خلاف ہے

ہو کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہیں یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہیں بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے
سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق میں جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب میں ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ جب بروئیت
اہل مشرق اسکے عمل کریں پس بعضے قول اول کے قائل ہوے ہیں اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے
کیونکہ ہر قوم کو خطاب انہیں کے موافق ہے جیسا اوقات صلوٰۃ میں اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہاں معتمد ہے اور مالکیوں اور حنبلیوں
کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہے مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرؤیتہ میں بخلاف اوقات صلوٰۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ
اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب کما مر یس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق
والوں کو اُن لوگوں کی رویت اُس طریق سے کہ اُس کو موجب ہو جیسا سابق میں گذرا ہے یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دیں یا حکم قاضی پر شہادت
یا خبر مستفیض ہو بخلاف اس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیویں کہ فلانے شہر والوں نے دیکھا ہے کذا ذکرہ الکمال وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور
زیلعی نے کہا کہ مشابہ یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہے کہ ظاہر الروایت کے اخذ میں احتیاط زیادہ
ہے فرع مسئلہ متفرقہ مشائخ کا اذا رأوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہۃ البزازیۃ جب چاند دیکھیں تو مکروہ ہے کہ اسکی
طرف اشارہ کریں کیونکہ عمل جاہلیت کا ہے جیسا سراجیہ میں ہے اور بزازیہ کے باب الکراہۃ میں ہے یعنی اگر چہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو
جسنے نہیں دیکھا ہے اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہ باب ہے ان چیزوں کے بیان میں جو روزہ کی مفسد ہیں اور جو مفسد نہیں ہیں مفسد کی دو قسمیں ہیں ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے
قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں اور غیر مفسد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہے الفساد والبطلان فی العبادات
سیان فساد اور بطلان عبادات میں برابر ہیں ہم اور معاملات میں فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہووے تو بطلان ہے اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر
شرعاً فسخ مطلوب ہے تو فساد ہے نہیں تو صحت ہے حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہے کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہے تو یہ بیع باطل
ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہے لیکن اسکا فسخ کرنا دونوں کے ذمہ واجب ہے تو یہ بیع فاسد
ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع
حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہے اسکی جزا لم یفطر آگے آوے گی یعنی روزہ نہیں ٹوٹتا جب
کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر فرض میں یا نفل میں نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق
ہے اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ میں بھی نقل کی ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار میں افطار کی چیزوں سے توقف کیا اور
بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اُسکو ناسی نہیں کہتے اور
ایسا ہی حکم ہے صوم قضا و کفارہ میں ہاں البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہے ادائے رمضان میں اور نذر معین میں قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر جبکہ یاد دلایا جاوے
پھر نہ یاد کرے ہم یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اُسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت میں
بخلاف البعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات میں مقبول ہے پس اُس پر واجب تھا کہ تامل کرتا اور ادھر التفات کرتا کذا فی البحر میں
کہتا ہوں لیکن اُس پر کفارہ نہیں مختار ہے جیسا تاتارخانیہ میں ہے منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قوی او الا او یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعف ہو لیکن کھا لیوے تو عبادات کو بھی
طرح ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح مع بحر الرائق میں کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت میں یاد دلانا لازم ہے حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہے
ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہے یعنی اگر ودیعت کو بھول کر کھا جاوے تو اسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ
نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار و دخان
یا مکھی یا دھواں اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچا ممکن ہے اور قیاس میں فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت میں کیونکہ مفطر جوف
میں پہونچا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا
لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھواں حلق میں پہونچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھواں ہو
اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار ہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے یعنی کسی صورت سے
دھواں داخل کیا ہو جیسا کہ اگر بخور کیا اور بقصد اسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت میں روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور
اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا چاہیے کیونکہ فرق ہے ہوا میں کہ ہوا سے خوشبودار ہو جاتی ہے اور
کہ خود دھواں اپنے فعل سے جوف میں پہونچا دے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے صحیح رسالہ میں اسکی
تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اور
حلق میں پاوے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اسکا رنگ پاوے اصح روایت ہے کذا فی البحر نہر میں کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق میں اثر ہے جو مسام کی راہ
داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو منفذ کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی میں پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور یہ امر
جو پانی میں داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ میں مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری میں تنگدلی معلوم ہوتی ہے
نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہ ہوا یا احتلام
ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی البحر یعنی ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا او بقی
بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا منہ میں تری باقی رہ گئی کلی کرنے کے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا مع فتح اور ہدایہ میں اسکو مثل دخول
غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یوں چاہیے کہ پانی منہ سے گرانے کے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوکنے سے
ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے میں مبالغہ شرط نہ ہونا چاہیے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیوں کا اور چوسنا ہڑ کا یعنی دوائیوں کے چوسنے سے
اُنکا مزہ اگر اپنے حلق میں پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا مجتبیٰ میں ہے اور ہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید والفرا یعنی اگر ہڑ کو چبا دے اور تھوک
حلق میں اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا میں سے کچھ نہ جاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اسکے
چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان میں اگرچہ اسکے فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا
مذہب مختار پر ہم ہدایہ اور تبیین میں اسکو اختیار کیا ہے اور محیط میں اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ میں کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان میں چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف میں پہونچا تو اسمیں صلاح بدن کا اعتبار
نہیں ہے اور یہی بزازیہ میں ہے اور فتح اور برہان میں اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان میں ڈالا تو بالاتفاق
روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان میں چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان میں ڈالا تو اسمیں اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اُسپر
میل تھا پھر اُسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو ھم اس مسئلہ کو شبہہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہ ہے
کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہے قال الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وھو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ
ولو قدرھا افطر کما سیجئ یا نگل گیا جو دانتون مین ہے بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہے اور بحر مین کہا ہے کہ تھوڑی چیز
قلیل ہے اُس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہے تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا کہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین
اسنانہ ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی پیٹ تک نہین پہونچا ام متن کے اطلاق سے ظاہر اسکا معلوم
ہوتا ہے کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہے جیسا کہ سراج مین ہے اور کہا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ بمنزلہ آب دہن کے ہے احتراز ناممکن ہے
اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو محمول کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ آپ نے اپنی شرح مین لکھا ہے
اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اُسکا مزہ کذا فی البزازیۃ واستحسنہ المصنف وھو ما علیہ الاکثر وھی اور
اسکو مصنف نے پسند کیا ہے اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہے جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہے کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا یعنی اُسکے قول الا ان یجد
الطعم فی حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہے قال الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے
پھر پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا ہم اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہے اور
جامع صغیر کی شرح مین کہا ہے کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اُسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے
جیسا لکڑی دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی
اصلاح ہے انتہی قال الشامی کما لو القی حجرا فی الجائفۃ او نفذ السھم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اُس زخم مین جو جوف تک پہونچا
ہوا ہے یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اُسکا فعل کچھ نہین اور نہ اُسکے بدن کی اصلاح ہے بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اُس سے
روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگیا
تو روزہ ٹوٹ گیا ہم یہ ایک ہے دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہے فتح القدیر مین تصریح
کی ہے کہ خلاف دونون مین جاری ہے اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہے کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہے اور
اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہے کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اُسکا مقابل قال الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدہ
وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کرلیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منھا شئ اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہوجاویگی
تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس مین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اُسمین سے کچھ جدا ہو جاوے یعنی پیٹ مین رہجاوے
تو روزہ جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا
ٹھہرنا پیٹ مین شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع ھم یعنی جب فقہانے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیز مین سے اگر کچھ جدا ہوگا تو
روزہ جاویگا نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہے کذا فی الطحاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ

اسی وجہ سے امام محمد ولو بالغ فیه فسد اور روزہ نہیں جاتا اگر سوکھی انگلی دبر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہو گا ام ادخل
کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہی جو شامل ہی مذکر و مونث کو قاله الشامی ولو ادخلت قطنة ان غابت فسد وان بقی طرفها فی فرجها الخارج لا
اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہو گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو نہیں ٹوٹتا
ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنة فسد وهذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا میں مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ
کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور یہ بہت کم ہوتا ہی اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہی ام موضع حقنہ سے مراد وہ
جگہ ہی جہان دوا آلہ کے وسیلہ سے امعا میں گرتی ہی او نزع المجامع حال کونه ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانه
کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھولکر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا ایسا ہی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قبل الفجر جماع کیا
پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہی ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک قضی
وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہو گئی اور حرکت نہیں کی تو صرف قضا لازم ہی اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور
کفارہ دونوں لازم ہیں ام حتی امنی فساد کی شرط نہیں ہی صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہی شارح نے یہان صرف روایت وجوب کفارہ کا
ذکر کیا ہی حالانکہ فتح القدیر وغیرہ میں دونوں روایتیں ذکر کی ہیں بدون ترجیح کے اور بدائع میں ہی کہ عدم افساد اس صورت میں ہی کہ نکال لے
بعد یاد آنیکے یا طلوع فجر کے لیکن جبکہ نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اسپر قضا ہی کفارہ نہیں ظاہر الروایت میں اور روایت ہی امام ابو یوسف
سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر میں واجب ہی نہ یاد آنیکی صورت میں اسواسطے کہ ابتدا جماع قصدا تھی اور جماع ابتدا اور انتہا ایک ہی تو جماع با القصد
سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہی روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہی بعد وجود کے اور اسکا جماع میں
مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہی پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسیلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ عدم وجوب
کفارہ یاد آنیکی صورت میں متفق علیہ ہی کیونکہ ابتدا جماع اس صورت میں عمدا نہ تھی اور جماع فعل واحد ہی پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری
وجہ یہ ہی کہ اسمین شبہہ ہی خلاف امام مالک کا یعنی انکے نزدیک بھولکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہی اب اگر قصدا جماع کریگا تو انکے نزدیک
کفارہ نہیں غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر میں ہی نہ یاد آنیکی صورت میں اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہی کہ تحریک نفس اور غیر
تحریک میں کچھ فرق نہیں ہی قاله الشامی کما لو نزع ثم اولج جیسا کفارہ واجب ہی اگر نکال لیا پھر داخل کیا ام یعنی دونوں مسئلوں میں کیونکہ
خلاصہ میں ہی اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہی اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکورہ میں چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم
ہو چکا کہ اسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہی اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہیں ہی اور رمی اللقمة من فیه
عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعها ان قبل اخراجها کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منھ میں سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی
روزہ نہیں جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منھ میں سے نہیں نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہی اور اگر منھ سے نکال کر آگے ہوکے
کھا گیا تو کفارہ لازم نہیں ام کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہی اور یہی اصح ہی جیسا شرح وہبانیہ میں محیط سے منقول ہی قاله الشامی
او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج میں یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری
جگہ میں مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا ام یہان مراد فرج سے قبل اور دبر دونوں ہیں اسواسطے کہ فرج اگرچہ
دبر کو شامل نہیں لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہی کیونکہ مغرب میں کہا ہی کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہی باتفاق

[illegible]

اہل لغت کے بھی کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج ہیں حکم میں قالہ الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے ہم یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا مفسدات میں تصریح آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے تبادر انزال ہی ہے بقرینہ ما بعد کے پس یہی ہے غیر مختار بحر قال الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اسپر کچھ وبال نہو ہم مراد یہ ہیں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو اعادہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے نہ باندی یا ہے لیکن اس تک پہونچنے کی قدرت نہیں تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اسپر وبال نہو لیکن جس صورت میں کہ مزہ لینے کے لیے کریگا تو گنہگار رہیگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ میں داخل کیا یا انسان مردہ میں بغیر انزال کے یعنی اس سے صوم نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشاب گاہ کو ہاتھ لگایا یا اسکا منہ چوم لیا پھر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر اور زیلعی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال بھی ہوجاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب پر ہم یعنی اس سے بھی روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ کا اور محمد بھی انکے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف میں منفذ ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ ان میں منفذ نہیں اور پیشاب ان میں براہ مسامات نشل ترشح کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہیں زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی میں رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ میں ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے او اصبح جنبا ولو بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت میں صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب ہی رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل لراس انفہ یا داخل ہوا اسکی ناک میں یعنی منہ سے اترا یا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس حلق میں چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے ہم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما او ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہوجاویں ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اسکو نگل جاوے یا پہونچ جاوے لعاب اسکا تھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اسکو سانس سے چڑھا لیوے ہم بعض نسخ میں فاستنشقہ ہے استنشاق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی القادر علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ قصدا چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی ایسے روزہ نہیں جاتا بر خلاف امام شافعی کے انہیں جو قدرت رکھتا ہو کھنکار کے پھینک دینے پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو انکے نزدیک روزہ فاسد ہوجاویگا پس احتیاط چاہیے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکارنے کے باعث حلق سے منہ میں آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منہ سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہے لم یفطر جواب الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکورہ میں شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب میں مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا وان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بٹا تھوک میں

تھوک کے چند بار اگرچہ اسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو ہم یعنی جیسے تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اسکو بھگو دے پھر اسکو منھ مین چند بار
ڈالے اگرچہ کچھ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ نہ جاویگا اور زندویسی کے نظم مین ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی القنیہ قال الشامی
الا ان یکون مصبوغا وظہر لونہ فی ریقہ وابتلعہ ذاکرا مگر جبکہ ہو تاگا رنگین اور اسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اسکو نگل جاوے اور روزہ
یاد ہو تو اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا وظاہر ان الشحنہ قال ہ کرر بل الخیط بالریق فانا ہ بادخالہ فی فیہ لا یضرہ ۱۲ اور اسکو
ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ باربار تاگا بھگونے والا تھوک مین بانٹتے ہوے نہین نقصان اٹھاتا ہے تاگا منھ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد
نہین ہوتا اعلم کہ مکرر مبتدا مضاف ہے اور بالریق متعلق بل کے ہے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہے ہ وعن بعضہم ان بلع الریق بعدہ ہ یفطر کصبغ لونہ فیہ
یظہر ہ اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا رنگنا کہ اسکی رنگت تھوک مین
ظاہر ہو ہم یعنی جیسا رنگا ہوا تاگا کا روزہ توڑتا ہے اور اسمین خلاف نہین ہے اور لونہ کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور
یہ متعلق ہے یظہر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطأ کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا
سے جیسے کلی کی اور منھ مین پانی چلا گیا یا پانی پیا سوتے مین یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی ہم وان افطر الخ شرط ہے اور اسکی
جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضی فقط اور یہان سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے صرف قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی
کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ توڑنے کا نہو کذا فی البحر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوے پانی حلق مین
چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو خاطی ٹھہرانے مین یہ کلام ہے کہ نائم کا فعل عمدا نہین ہاں نہین بالکل ہی الا یہ کہ توجیہ کی ہو
مکرہ اور نائم مخطی کے مانند ہین بھولنے والے کے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اگرچہ بسم اللہ پڑھ لے بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر
عن الخانیہ زیلعی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ کرنے مین بخلاف نائم اور مجنون کے سو اسی طرح مفطرات مین نسیان عذر ہوا
کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہوا پس یہ نسیان کے ساتھ ملحق نہوا قالہ الشامی او جر مکرہا
یا اسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے جبر ہ حلق مین ڈالنا شرط نہین ہے بلکہ اگر کھایا یا پانی پیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ او جر
اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صورت مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائما یا حلق مین ڈالیجاوے کوئی چیز
سونے کی حالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اس سے مراد
رفع گناہ کا ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہین
کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وے مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہین اسکے جواب کی تقریر یہ ہے کہ حکم بیان سے صحیح کلام کے لیے
مقدر ہو تو اقتضا ثابت ہے اور مقتضی کے لیے عموم نہین ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہے تو دوسرے مضمون کا ارادہ یعنی جو حکم
دنیاوی کا کہ فساد صوم ہے درست نہین اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص
بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھاوے یا پیوے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو کھلایا پلایا ورنہ قیاس
اسمین بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہے وفی التحریر المؤاخذة بالخطاء جائزة عندنا خلافا
للمعتزلہ اور تحریر مین ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلا کما فی شرح التحریر بخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع
ناسیا او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القیء فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھول کر یا احتلام ہو گیا

یا انزال ہوگیا تقطر سے یا قے آگئی اور ان صورت مذکورہ میں اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھالیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی
جہت سے ہم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں ہوا اسلئے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے کھانے
پینے جماع کرنے کے قصد ہی سے تو ثبت قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے کیونکہ امام مالک
کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے بھول کر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہے قصداً قے کرنیکو اور ایسا ہی ہے احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت سے یعنی
قضاء شہوت عمداً کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہو کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پھر کھالیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ شبہہ اختلاف کا نہ ہوا
كما في الشامي لو علم عدم فطره لزمه الكفارة الا في مسألة المتن فلا كفارة مطلقا على المذهب بسبب شبهة خلاف مالك خلافا لما في المجمع وشرحه وتقييد الاولين
انما هو لبيان الاتفاق اور اگر جانتا ہو کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اسکو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ میں یعنی جب بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے
کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھاوے قصداً کیونکہ اسمیں کفارہ نہیں ہے بموجب مذہب صحیح کے بسبب یعنی افطار کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ انکے نزدیک ان دو
کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہو کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شرح میں ہے لیکن ان کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے اور دوا
اعتراض مسئلہ علم کے او احتقن او استعط او اقطر في اذنه دهنا او داوى جائفة یا حقنہ کیا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھالی یا ٹپکایا کان میں تیل اور دوا کی
جائفة او آمة فوصل الدواء حقيقة الى جوفه ودماغه جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو پیٹ تک پہنچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اس زخم کو کہتے ہیں جو
ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے تھی توڑ ڈالا یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت میں جوف تک جائفہ میں اور
دماغ تک آمہ میں ہم بحر میں کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر میں پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہے
اور حقیقت میں دوا پہونچنے سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت میں واقع ہوا ہے کہ فساد دوا تر کے ساتھ مقید ہے یہ عادت پر مبنی ہے کہ دوا
پہونچ جاتی ہے نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوا تر نہیں پہونچی تو فاسد
نہوگا اور خلاف اس صورت میں ہے کہ معلوم نہو یقیناً تو تر کی صورت میں فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادة اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا افاده في الفتح
قاله الشامي او ابتلع حصاة ونحوها مما لا ياكله الانسان او يعافه او يستقذره یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں کھاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے
بالطبع نفرت کرتا ہے ہم کنکر وغیرہ کے کھا لینے میں قضا واجب ہے کیونکہ صورۃ افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ معنی افطار نہیں پایا گیا یعنی جوف میں پہونچنا
ایسی چیز کا جسمیں نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلئے کفارہ منتفی ہوا قاله الشامي عن النهر ونظمه ابن الشحنة فقال وما مستقذر مع غير ماكول مثله نحو
وكله التكفير يلغى ويهدر اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو چیز کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اُسکے کھانے میں کفارہ
لغو اور بیکار ہے او لم ينو في رمضان كله صوما ولا فطرا مع الامساك لشبهة خلاف زفر یا نیت نہ کی تمام رمضان میں نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک
کے کیونکہ اسمیں خلاف زفر کا ہے ہم یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ اسواسطے نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ انکے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ انکے نزدیک
صحت واقامت وامساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل میں اولی یہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے
کفارہ لازم آتا اور سکے شبہہ کے ساتھ زوال کے تحقق کے بعد ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ میں ہے قاله الشامي او اصبح غير ناو للصوم فاكل عمدا ولو بعد النية
قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعي یا صبح کی اس حال میں کہ نیت صوم کی نہیں کی پھر جانکر کھالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہے
نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم انکے نزدیک نہیں صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہیں صحیح ہے تو انکے نزدیک روزہ ہی نہیں
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قاله الحلبي ومفاده ان الصوم بمطلق النية كذلك اور اس سے مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہے

او دخل حلقه مطر او ثلج بنفسه لامکان التحرز عنه بضم فمه بخلاف الدخان والغبار والقطرتین من دموعه او عرقه داخل ہو حلق میں مینہ یا برف از خود کہ
تبھی قضا لازم ہے کیونکہ اس سے احتراز ہو سکتا ہے منہ بند کر لینے سے بخلاف دخان و غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے کہ انکے سبب حکم
نہیں اسلیے قضا بھی نہیں واما الاکثر فان وجد الملوحة فی جمیع فمه واجتمع شی کثیر وابتلعه افطر والا لا اور دو قطروں سے زیادہ میں اگر شوریت
تمام منہ میں پاوے اور بہت سی جمع ہو جاویں اور انکو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہیں ٹوٹیگا کذا فی [illegible] یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ انکا
مزہ منہ کی کسی جانب میں پایا جاوے لیکن قلت کی جہت سے حلق تک نہیں پہنچ سکتے متفرق ہو جاتے ہیں قال الشامی او وطی امراة میتة او بهیمة او [illegible]
مردہ عورت کے ساتھ [illegible] کفارہ لازم نہ آیا اس جہت سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے کامل پوری شہوت [illegible] کذا فی البحر
او صغیرة لا تشتهی یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاة کے ساتھ کذا فی النہر او فخذا او بطنا او قبل ولو قبلة فاحشة بان یدغدغ او یمص شفتیها یا
کی بیبی کے ساتھ یا ران میں یا پیٹ میں یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی [illegible] عورت کے ہونٹوں کو چوسے [illegible] مرد کے بوسہ کا ذکر کیا
کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور انزال کی پاوے اور [illegible] تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا [illegible]
قول امام محمد کے اور یہی حکم غسل میں ہے کذا فی البحر عن المعراج اور [illegible] مراد [illegible] کا ہونا فرج کا بوسہ اور [illegible]
اور گرگدانا ہے [illegible] وغیرہ میں قال الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارة یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو [illegible]
مانع نہو [illegible] آدمی کی قید اسواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا بالاتفاق [illegible]
اسلیے ہے کہ اگر عورت کو چھووے کپڑوں میں [illegible] اور حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ نجاویگا [illegible]
اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتوں میں ہو مباشرت فاحشہ [illegible] دونوں ننگی ہوں اور
دونوں کی فرج ملی ہوں اور یہ قید احترازی نہیں ہے اور یہی حکم ہے [illegible] کا ہے عورت کے ساتھ قال الحلبی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم
ینزل لم یفطر کما مر پھر انزال ہو گیا یہ قید ہے سب مسائل میں یعنی وطی امراة [illegible] اگر انزال نہو تو روزہ فاسد نہیں ہوا جیسا [illegible]
مذکور ہوا یعنی ادخاع فیاد وہ ان الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان اداء لاختصاصها بهتک رمضان یا فاسد کیا کوئی روزہ سوا رمضان
کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہے نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے [illegible] کیواسطے مخصوص ہے یعنی رمضان میں روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کامل ہے اور روزہ
وجوب کفارہ میں اسکے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتے کیونکہ کفارہ اسی میں وارد ہوا ہے خلاف قیاس قاله الشامی او وطئت نائمة او مجنونة بان اصبحت
صائمة فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا بحالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کی وقت روزہ سے تھی پھر مجنون ہو گئی [illegible]
یہی حکم ہے جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبری کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی پھر وطی
واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیه لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحر کھائی اس گمان
کہ ابھی رات ہے حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہیں ڈوبا تو قضا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت [illegible]
لف ونشر مرتب ہے اسلیے مترجم نے ترجمہ اسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہے جسمیں روزہ دار نے کھایا ویکفی الشک فی الاول دون الثانی
اور کافی ہے اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت میں یعنی سحر کھانے کی صورت میں نہ دوسری صورت یعنی افطار میں اسلیے کہ اول صورت میں رات کا ہونا
اصل ہے اور اسکے خروج میں شک ہے اور دوسری صورت میں دن کا ہونا اصل ہے اور غروب میں شک ہے تو غروب میں شک کا ہونا اسقاط کفارہ میں کافی نہوگا
چنانچہ شارح کہتا ہے عملا بالاصل فیهما یعنی دونوں صورتوں میں اصل پر عمل کرنے سے اسلیے کہ اول صورت میں اصل رات تھا شبہ ہے تو کفارہ ساقط ہوا اور ثانی

میں اصل بقاء روزہ ہے پس اسمیں ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قال الشامی والحاصل انہ بین الحال لم یتعین فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا
لازم نہیں ظاہر الروایت میں ہم یعنی جس صورت میں کہ بقاء شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین یا صحیح ہونیکا نہو تو قضا بھی لازم نہیں
کیونکہ اصل یہ ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسائلۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور یہ مسئلہ کل مکتا ہی ۳۶
طور پر اسکے ذکر کی جگہ لمبی کتابیں ہیں ہم نہر میں مذکور ہے کہ صور مذکورہ اسطرح نکلتی ہیں کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مباح کرنے والی افطار کی چیز
کی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونوں میں سے ہر ایک میں یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہے یا شک ہے تو یہ چھ ہوئیں پھر
ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں یا یہ کہ جو کچھ اسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال معلوم نہ ہوا یعنی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسموں میں سے
ہر ایک یا ابتداء صوم میں یعنی سحر کے وقت ہے یا انتہاء صوم میں یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئیں اور اسمیں نظر ہے کیونکہ تقسیم اول میں فرق کیا ہے
ظن میں اور غلبہ ظن میں اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ دونوں احکام میں متحد ہیں اگرچہ مفہوم مختلف ہوں اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو
ظن کہتے ہیں پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہے کہ قریب بیقین کے ہو وے تو اسکو غلبہ ظن اور اکبر رائے بولتے ہیں یہی وجہ ہے جو ہم ۲۴ قسمیں کی ہیں پھر
نہر اور بحر دونوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شک کو دوبار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مباح کرنیوالی چیز میں بھی لیا جاوے اور حرام کرنیوالی میں بھی کیونکہ
جب ایک میں شک ہوا تو دوسری میں شک یقینا ہوگا اسی جہت سے کہ شک میں دونوں طرفین برابر ہوتی ہیں بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اسطرح
کرنی چاہیئے کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک ان تینوں سے یا ابتداء صوم میں ہو یا انتہا میں اور چھ صورتیں ہوئیں یا یہ کہ
منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے تو ابتداء صوم میں اور نو انتہا میں اسیواسطے شلبی نے سوا اٹھارہ
کے اور نہیں ذکر کیں اور انھیں کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر
معلوم ہوا کہ فجر طالع ہو گئی تو اسپر صرف قضا ہے اور یہی حال ہے جب رات میں شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہو گئی تھی تو اسکے
ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہیں ظاہر الروایۃ میں اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطا اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اسکے
ذمہ کچھ نہیں پس یہ نو صورتیں ابتداء صوم میں ہوئیں اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہے
اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر غروب میں شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اسپر قضا ہی اور لزوم کفارہ میں
دو روایتیں ہیں اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہیں
اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونوں ہیں اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ
لازم نہیں اور یہ نو انتہا میں ہوئیں حاصل یہ ہے کہ اٹھارہ میں سے نو صورتوں میں کچھ لازم نہیں ہے یعنی نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ اور
چار صورتوں میں صرف قضا لازم ہے اور چار صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کذا فی الشامی عن الحلبی فقضی فی الصور کلہا فقط
تمام صور مذکورہ میں صرف قضا کرے کفارہ لازم نہیں ہم صور کلہا سے مراد وہ ہیں جو مذکور ہوئیں وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی
صورتیں جو پہلے بیان کیں کذا فی الشامی کما لو شہدا علی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر ثم ظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہے اگر شہادت
دی دو شاہدوں نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ
اسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الظہیریۃ ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ
الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر میں ہو تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کیونکہ شہادت نفی کی نہیں معارضہ

کرسکتی شہادت اثبات کو ہم اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے لیے تو ثبت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نفی کرنے والے
کی کذا فی البحر واعلم ان کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ بذلک
افتی ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قنیۃ وہذا حسن نہر اور جان تو کہ جس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہے مقصود اس کا محل یہ ہے کہ اس شخص سے وہ فعل
بتکرار صادر نہو گناہ کے قصد سے پس اگر اسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہے شہروں کے اماموں نے اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی القنیۃ اور یہ خوب ہے کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دونوں پچھلے (یعنی جنہوں نے سحر کھالی یا افطار کیا
رات جانکر) امساک کریں باقی روز براہ وجوب اصح روایت میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے اسپر کہ حائض اور
نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہیں اور اسپر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا جبرا یا یوم الشک میں پھر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اسپر امساک
بقیہ یوم واجب ہے ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہیں ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کریگا لان الفطر قبیح وترک القبیح
شرعا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان میں قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہے ہم فطر سے مراد فطر کے بعد یہ کھانا پینا ہے کیونکہ روزہ تو پہلے ہی کھا
ہو چکا قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہو گیا اور
حائضہ اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہوں اور مجنون کہ ہوش میں آیا اور مریض جو اچھا ہو گیا ہم مسافر مقیم ہوا یعنی دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے
مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کر چکا ہو جیسا اگلی فصل میں آویگا اور ان
مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جاوے کہ اگر اس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا ہے تو اسکے ذمہ امساک لازم ہے
کذا فی الخلاصۃ والنہایۃ والغایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہیں ہے کیونکہ اس میں سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک میں صبح کو مفطر ہے
اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھاوے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع میں یہ کہا ہے اور اسی طرح جا
ہے اس شخص کا کہ اسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اسکا پورا کرنا متعذر ہو گیا ہو جیسے جان کر افطار
کرنیوالے یا یوم الشک میں مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو گئی ان صورتوں میں
بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع میں دو جہت امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر
یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش میں آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اسکا روزہ صحیح ہوگا اور
ظاہر یہ ہے کہ امساک اسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنے والے پر اگرچہ
کسی کے دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب سے اسمیں کسی میں کچھ فرق نہیں اسمیں اشارہ
ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہیں وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا
کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما قاموا الا الاخیرین اور یہ سب جو مذکور ہوئے قضا کریں جو انسے فوت ہوا یعنی اس روز کا روزہ مگر وہ دونوں
پچھلے یعنی لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اس روز کے روزہ کی قضا نہ کریں وان افطر لعدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ
دونوں پچھلے افطار کریں کیونکہ یہ دونوں اس روز کے اول جزو میں روزہ کے اہل نہ تھے ہم یعنی اصل وجہ یہی ہے کہ اہل نہیں تھے ورنہ جائز ہے مسافر
وغیرہ میں یہ کہ انپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا انسے ساقط ہو اسلیے قضا واجب ہوئی ہے وہ سبب فی العدم اور وہی جزو اول ہے سبب ہے ہم
ہم یعنی سبب ہے ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اسکے جو شمسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول میں بیان کیا ہے کہ آجانا ماہ رمضان

کیے دن یا رات کے ایک حصے کا ... روزہ کافی ہے لیکن نیت یا قبل الزوال کا ان تفالا ... بالافراد کذا فی الشرنبلالیہ عن التتارخانیہ لیکن اگر وہ دونوں ...
روزہ کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا تو نفل سے قضا لازم آدیگی کذا فی الشرنبلالیہ عن التتارخانیہ ہم ہو استدراک ہو اس
پر اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کا روزہ صحیح نہین ہوا اسواسطے کہ فرض صحیح نہین ہوا اظاہر الروایۃ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہو اگر
نیت کرلین زوال سے پہلے یا نہ کہ اگر اسکو توڑدینگے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو نوی المسافر والمجنون او المریض قبل الزوال صح عن الفرض
اور اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہو جائیگا فرض سے کم زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہو اور یہ لفظ اسی طرح
ہو کتب میں شہید و ہنگامہ واقع ہو تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو نوی الحائض او النفساء لم یصح ولا النائمی اول الوقت وہو لا یتجزی اور اگر
حائض نے یا نفاس والی نے نیت کرلی تو صحیح نہین ہو بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت میں منافی صوم کا موجود ہو اور صوم عبادت ہو اور متجزی
نہین ہوتا یعنی جب منفسد ایک جز میں پایا گیا تو دوسرے باقی کو بھی فاسد کردیا کذا فی الطحاوی ویومر الصبی بالصوم اذا اطاق ویضرب علیہ ابن عشر
کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کرین جب اسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر میں مثل صلوۃ کے اصح روایت میں
ہم یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہو کہ یہ امر واجب ہو اور اسی طرح منکرات سے منع کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے
اور اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اسقدر رکھا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہو نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے
تو قضا لازم نہین قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان اداء الامر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ
رمضان کے ادا روزہ میں ادا کی قید اسوجہ سے ہو کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہو اور قضا میں ہتک رمضان نہین قالہ شمنی نا
قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتوں میں قضا و کفارہ دونوں لازم ہین اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی
سے مراد مشتہی علی الکمال ہو پس میت یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین
انزل او لا یا جماع کیا اسکے ساتھ اور غائب ہوگیا اس ذکر قبل یا دبر میں انزال ہو یا نہو ہم جومع شامل ہو اسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ
کیونکہ قہستانی میں ہو کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہو ایسا ہی عورت کے ذمہ صبی یا مجنون کے جماع سے اور دونوں صورتوں میں
مشائخ کا اختلاف ہو کما فی النہر تا شامی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہین اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ
عدم انزال کی صورت میں بھی قضاء شہوت متحقق ہو اس سے عدد لازم ہوتی ہو جو عقوبت ہو لیکن کفارہ جسمین معنے عبادت کے بھی ہین
بطریق اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء او کبیرا الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء او ما یتداوی بہ یا کھاوے
یا پیوے غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہون کی روٹی
گوشت اور پانی کو غذا میں اسواسطے شمار کیا ہو کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہو گو غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط
وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ دوا یہ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہو کہ
پہونچنا ایسی شی کا پیٹ میں جسمین اسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کہلاتی ہو اور اسی میں ہو لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اسمین
کفارہ لازم ہو کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہو کذا فی الدرایۃ وغیرہا وانقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے حدادی
سے نقل کیا اسکو نہر میں رد کیا ہو ہم شرنبلالیہ میں ہو کہ قدوری کی شرح میں اختلاف ہو بعض نے کہا ہو جسکے کھانے کو طبیعت چاہے
اور پیٹ کی خواہش دفع ہو اور بعض نے کہا ہو کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن ہو ... اصلاح کا معلوم ہوتا ہو کسی شی کی نفع ...

یا اگر شہوت سے نکالا پھر اسکو کھا گیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اسپر کفارہ لازم ہوگا نہ اول کے اور اسکے برعکس حکم بھنگ میں ہے کیونکہ اسمیں بدن کا نفع
کچھ نہیں ہے بلکہ عقل کم ہو جاتی ہے تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہ ہوگا لیکن طبیعت اسکی طرف مائل کرتی ہے اور پیٹ کی خواہش دفع ہوتی ہے تو کفارہ واجب
ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر میں کہا ہے کہ تحقیق سے بعید ہے اسواسطے کہ اس قدر پر فقہا کا قول [illegible] ہو جاوے گا اور نیز وہ قول جو محققین
نے ذکر کیا ہے کہ فطر کے معنی میں جوف میں پہنچنا ایسی چیز کا جسمیں صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا [illegible] ہوگا کیونکہ یہ قول مقابل ہے اول قول
کو اور شمول فطر کی تحقیق میں یہی مناسب ہے جو اسی میں کہتا ہوں کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ لذت کے معنوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ فطر کے معنوں
میں لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لذت میں اختلاف ہو لیکن تحقیق یہ ہے کہ لذت ہی کے معنی میں
اختلاف ہے [illegible] اسواسطے کہ کمال نے ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب نہیں ہے [illegible] صورت میں کہا [illegible] صورۃ ومعنی یعنی اکل کی ہو اور فایدہ [illegible]
ہو یعنی نگلنا اور نفع معنوی یہ ہے کہ اس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ واجب نہ ہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صورۃ
صورت اکل کی ہے اور [illegible] وغیرہ میں کیونکہ صورت اکل کی معنوی ہے پھر [illegible] وغیرہ میں اسی طرح نقل کیا ہے اور [illegible] میں ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے
اس چیز کے جوف میں پہنچانے سے جس سے قصد لذت کا یا تداوی کا ہو [illegible] کی راہ سے [illegible] اس صورت کے ایسی کفارہ واجب ہوگا اگر بادام
یا اخروٹ ثابت خشک حلق میں اتار لیا کیونکہ اکل صورۃ ہے معنی نہیں اسواسطے کہ [illegible] کی عادت نہیں تو مانند کنکری اور گٹھلی کے
ہوئے اور سوکھا آٹا پھانکنے میں یا آٹا کھانے میں بھی نہ ہوگا کیونکہ اس سے مقصود لذت اور تداوی نہیں ہے اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃ
کھائے جاتے ہیں تو کفارہ واجب ہے ورنہ صرف قضا لازم ہوگی اور ایسا ہی اگر تھوک کسی منہ سے نکلا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک لیا اسلئے کہ طبیعت کراہت
جانتی ہے اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہے تو کفارہ واجب ہے کما ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہیں کرتی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد لذت کی
[illegible] ہے جسمیں اصلاح بدن کی ہو صحیح کہ عادۃ اکل ہو یا بقصد لذت ہو یا تداوی [illegible] الشامی [illegible]
سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی اکل وشرب وجماع قصداً [illegible] اور کہہ نگل گئے کہ اتفاقی [illegible] کہتا ہوں کہ ناسی [illegible] گیا کیونکہ مراد
ان چیزوں کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہے اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصداً کرتا ہے لیکن افطار کا قصد نہیں کرتا قالہ الشامی [illegible]
الفطر بہ کفصد وکحل ولمس وجماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر ونحو ذلک [illegible] یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہیں ہوتا جیسا
فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد میں دینی وغیرہ اور شارح نے [illegible] سے اشارہ کیا ہے کہ حکم
خاص ان چیزوں کا نہیں ہے اور اس سے احتراز ہو گیا ان اشیاء سے جنمیں گمان افطار کا ہوسکتا ہے مثلاً اول [illegible] کھا لیا پھر [illegible] کے گمان
سے عمداً کھا لیا تو کفارہ لازم نہیں شبہ کی جہت سے [illegible] الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمداً پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ
ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا قضی فی الصور کلہا وکفر [illegible] اور کفارہ دے تمام صورتوں میں [illegible] وجوب قضا اور
کفارہ کا بیان نہ کرنے سے [illegible] کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام [illegible] ہیں اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ علی الفور ہے اور ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں
کما فی النہر [illegible]
یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا ولم یعلم تاویلہ لم یکفر [illegible] اگر کسی مفتی معتبر [illegible] نے اسپر فتوی دیا [illegible] اور اسکی تاویل نہیں جانتا
تو کفارہ نہ دے اسواسطے [illegible]
کہ مفتی وہ ہو جس [illegible]

اسکے غیر کے فتوی کا اعتبار نہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ مقلد جب کسی مجتہد کا قول لے لیتا ہے تو اسکا اعتقاد کافی نہیں اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے
لگانیوالا اور جسکے لگوائے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنا ہے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھا لیگا تو کفارہ
لازم نہیں اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اس شبہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہے اور امام ابو یوسف
اسکے خلاف کہتے ہیں انکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت نہیں رکھتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے میں حدیث کا
اسکو کافی نہیں اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا انکی مثال میں حدیث وارد ہوئی دو غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا
پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً پچھنے لگوا کے کھا لیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلئے کہ شبہ نہ رہا کذا فی الشامی بلفظ ولو بلغہ الحدیث واعتمدہ
اگرچہ اس فتوی میں مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب میں اثر ثابت نہیں ہم مراد یہ کہ سوائے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے
کیونکہ یہ صحیح و ثابت ہے قالہ الشامی فی الاثر الاول ان سمعہ الخ مگر مستثنی بعض یعنی اگر تیل لگایا ہو یا کھایا تو کفارہ دے کیونکہ اپنے عمداً یہ کام کیا بدون کسی
دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہاں کارآمد نہیں کیونکہ یہ حدیث مشتبہ نہیں ایسے شخص پر جسکو ادنی دخل فقہ
میں ہو اسی طرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکے تمام اقسام ہی جو خانیہ میں ہے کہ جو شخص سر پر لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھوں کو کتیا ہو
قصداً اور اسپر کفارہ ہے مگر اس صورت میں کہ جاہل ہو اور کسی نے اسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا نہ چاہیے
اسمیں شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا نہ کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ یعنی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے کے بعد قصداً روزہ
توڑے تو اسمیں بھی کفارہ لازم ہے اکثر علماء کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے
کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علماء نے اسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمد
اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علماء کا ظاہر ہے کہ اختلاف غیبت میں معتبر نہیں کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہے بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے
کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ و رجحہ فی البحر الا شبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی میں حجامت کے مانند کیا ہے اور اسی کو بحر میں ترجیح دیا ہے کہ شبہ
کی جہت سے ہم کو معلوم ہو چکا کہ جو خلاف اجماع کے ہوا اس سے شبہ پیدا نہیں ہوتا اور عمل اسپر ہے جسپر اکثر مشائخ ہیں واللہ اعلم قالہ الشامی وکفارۃ
والظہار الثابتۃ بالکتاب والانثی وہ قبالسنۃ کفارہ روزہ کا ویسے مثل کفارہ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ
روزہ کا سنت سے ثابت ہے یعنی اسکی شکل یہی ہے کہ ترتیب میں پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر
اسکی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے پس اگر بیچ روزہ رکھنے میں افطار کرے
اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل میں بھی تتابع شرط ہے اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اسمیں تتابع مشروع
ہو کذا فی النہر اور رقبہ یا کفارہ میں مرد عورت میں غلام آزاد میں بادشاہ وغیرہ میں فرق نہیں قالہ الشامی و من ثم شبہوا بہا اور اسی جہت
سے کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں الخ یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلی درجہ ہوا کفارہ صوم سے کہ ثابت
بالسنۃ ہے اسلئے ادنے کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ کفارہ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارہ صیام کا منکر کافر نہ ہو
تشبیہ میں اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی شکل ہونا ہر وجہ سے لازم نہیں اس واسطے کہ جماع اثنائے
کفارہ میں تتابع کو قطع کر دیتا ہے کفارہ ظہار میں مطلقاً عمداً ہو یا سہواً رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ صوم و قتل کے کیونکہ
جماع تتابع کو ان دونوں میں نہیں قطع کرتا اگر افطار خواہ ابتدا ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد سوائے حیض کے ہے

حاصل یہ ہے کہ اس جگہ متابع کو وطی قطع نہیں کرتی رات کو قصداً یا دن کو نسیاناً بخلاف کفارہ ظہار کے قال الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرہا
ولم یطرء مسقط کمرض وحیض پس کفارہ اسی صورت میں لازم ہے کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت میں شافعی کا خلاف ہے
پس شبہ سے کفارہ لازم نہ ہوگا اور اسپر کسی کی طرف سے اکراہ نہ ہوا اور نہ حادثہ ہو بعد عمداً افطار کرنے کے کوئی عذر ساوی کہ کفارہ کو ساقط کرے
جیسا مرض جسمیں افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جاوے اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ مکرہا
والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہے اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپکو زخم لگاکر یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لیجاوے اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ لازم ہے
ہم سفر کو اکراہ کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ
واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اسپر حرام ہے اگر سفر ظہر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی وفی الامداد عمن وجدنا
والمعتمد قتال عدو وافطر ولم یحصل القتال والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہے اسمیں جسکی عادت مقررہ ہے تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہے دشمن
سے مقابلہ کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ ساقط ہے ہم اسی کی تصحیح کی ہے بزازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر
میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن یہ مخالف ہے جو کہ کہا ہے کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال سے کہ آج حیض کا دن ہے
اور اسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا تاتارخانیہ
میں منصوص ہے اور اسلیے صاحب الفتح نے دوسری میں وجوب کا جزم کیا ہے دونوں مسئلون میں اور حاصل یہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والون میں تصحیح کا
اختلاف ہے اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہے اسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسی کا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہے کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم
افطار کی ضرورت احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہے قال الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ
ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبی وغیرہما اور اگر چند دفعہ کر کے روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا تو اسکو ایک ہی
کفارہ بس ہے گو دو رمضانون میں کے روزے ہون امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البزازیہ والمجتبی وغیرہما اور بحر میں اسکو اختیار
نقل کیا ہے اور جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر دو رمضانون میں کے ہون تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی
صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہے کہ ظاہر الروایۃ ہے قال الشامی واختار بعضہم للفتوی ان الفطر
بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور
اگر افطار کرنا جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو کیونکہ جماع بڑا قصور ہے اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک
جماع ہی میں کفارہ ہے کھانے پینے میں نہیں قال الشامی ولو اکل عمداً شہرۃ بلا عذر یقتل وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اور اگر کھاوے قصداً علی الاعلان
بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اسکو پورا بیان کیا ہے ہم وہبانیہ میں کہا ہے ۵ ولو اکل الانسان عمداً وشہرۃ
ولا عذر فیہ قیل بالقتل یومر شرنبلالی نے کہا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین
کے ساتھ تمسخر کرتا ہے یا منکر اسکا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہے اور اسکے قتل کی حلت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہے پس قیل جو مولف وہبانیہ
کا ہے ضعف کے سبب سے نہیں ہے قال العلی وان ذرعہ القی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقاً ملا اولا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور پھر پیٹ
میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا مطلق یعنی منہ بھر کے آوے یا نہیں ہم یہ مسئلہ بارہ طرح پر ہو سکتا ہے کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونون
صورتون میں منہ بھر ہو یا کم اور چارون صورتون میں یا خارج ہو جاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بالقصد لوٹا دیوے تو ان بارہ صورتون میں یہ ہے کہ روزہ جاتا ہے یا نہیں سو

نہیں ٹوٹتا سب صورتوں میں بنا بر صحیح روایت کے اگر اعادہ اور استقاء میں یعنی بقصد عود کرنے میں اور بقصد قے کرنے میں بشرطیکہ بھر منہ ہوا اور روزہ یاد
کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود ہٹ گئی گو منہ بھر کر ہو یاد ہو کہ
یاد ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسفؒ کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حصادی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو
اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اسمیں سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو تو الحصادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منہ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں ہے
اور اگر قے ملاء الفم نہ ہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد ہوگا اور یہی مختار ہے ہم اور خانیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کہ کما فی البحر
اور قدر حمصہ میں اشارہ ہے کہ حکم میں فرق نہیں اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منہ بھر ہو حصادی نے صحیح میں کہا ہے کہ یہی خلاف کا
کی ابو یوسفؒ ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہیں اور محمدؒ اس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کمتر کو خارج ہی نہیں کیونکہ شک کا
ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلوں میں ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملاء الفم نہ ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہیں جاتا ابو یوسفؒ کے نزدیک
اس جہت سے کہ اسکو حکم خارج کا نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمیں دخل نہیں دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور اسکو اعادہ
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف میں اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہیں ہو اور اسکو
کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹا کہ قے ہی دہن میں نہیں ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قے
ہو اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی وان استقاء
طلب القی عامدا ای متذکرا للصوم ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہو اگر قے ملاء الفم ہو تو روزہ فاسد
ہو گیا بالاجماع ہر صورت میں ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ اسمیں تفریع عود اور اعادہ کی نہیں جا سکتی
ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونوں ہوں قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے ملاء الفم سے
کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لیکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمدؒ کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح میں نقل کیا ہے کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعاد
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمیں دو روایتیں ہیں ان میں صحیح یہ ہے
کہ نہیں ٹوٹتا کذا فی المحیط ہم یعنی ابو یوسفؒ سے دو روایتیں منقول ہیں کیونکہ محمدؒ کے نزدیک تو تفریع نہیں چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قی طعام
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے میں ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی ہم ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور نہیں تو کیا فرق ہے
خون میں اور جو دانتوں میں سے نکلے جبکہ اسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا فرا معلوم ہو جیسا اول ہی میں مذکور ہے
فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی پس اگر بلغم ہے تو غیر مفسد ہے مطلقاً یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہ ہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہ ہو
بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر قے عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر اسکے نے ہم کما
کہا ہے کہ قول ابو یوسفؒ کا یہاں احسن ہے اور ابو حنیفہ اور محمدؒ کا قول نقض وضو میں احسن ہے کیونکہ افطار میں یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ میں جاوے یا عمداً
قے کرے بغیر ملاحظہ اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب میں بلغم و غیر بلغم میں فرق نہیں بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر میں اسی کو مقرر رکھا ہے اور یہی
مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو حقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ
فاکثر قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتوں میں ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور

اگر ہیں روزہ نہیں جاتا اور چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہے اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن کے
اور کمال نے اسی کو پسند کیا ہے اسلیئے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہے جس سے بچنا مشکل ہو اور یہ اسی صورت میں ہے کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں جاوے
نہ وہ جو قصداً جوف میں لیجاوے الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ مگر جبکہ منہ سے نکال کے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ
لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہے و اکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر و یکفر فی الاصح اور کھالینا مقدار ایک تل کے
بھی خارج سے روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہے اصح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اسکے اجزا متفرق
ہو جاویں منہ میں ہم یعنی اسواسطے کہ دانتوں میں چپٹ جاویگا اور جوف میں کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج میں روزہ سلامت
رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنی حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق ذکر ہوا و استحسنہ الکمال قائلا و ہذا الاصل
فی کل قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل شے میں جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا
رہیگا ورنہ نہ جاویگا و کرہ لہ ذوق شی و کذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قالہ العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بلا عذر
یہ قید دونوں میں ہے قالہ العینی ہم ظاہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے قالہ الرملی کہ ان دو چبانا اور سے چاہیے اخلاق مذاقت مثل اسکے کہ عورت کا خاوند
یا مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھ لیم یہ مثال چکھنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص
چبانے والا یعنی حائض یا مریضہ وغیرہ موجود نہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے میں دو قول ہیں وفق
فی النہر بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر میں دونوں قولوں میں توفیق کی ہے اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح لے سکتا ہو اور
غبن کا خوف نہیں تو چکھنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکھے چارہ نہیں اور غبن کا خوف ہو تو مکروہ نہیں ہم نہر میں کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے
کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہو مگر اسکے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہے البتہ والا لا نہر کے موافق
ہے قالہ الشامی و ہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا و فیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہے نہ نفل میں
اسی طرح علما نے کہا ہے لیکن اسمیں کلام ہے کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہے کہ
فرض میں مکروہ ہے اسکی فوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہیں
اسواسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الفطر نہیں تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے نیچے رکھا کہ جو چیز اگر افطار کی
نوبت نہیں پہونچائی اسکو نفل میں جائز رکھا نہ فرض میں قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا
جو سفید ہو تمام چبانے کا فولی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلیئے کہ عورتیں اسکو بجاے مسواک چبایا کرتی ہیں تو احتمال
شبہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جو دانتوں میں عادۃً نہیں پہنچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہیں چباتے اور پسا ہوا جوف میں چلا
جاتا ہے پس اگر یہ بھی جوف میں پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر دیسا گوند بھی جوف میں نہ پہونچیگا تو روزہ نہیں ٹوٹیگا وکرہ للمفطرین
الا فی الخلوۃ بعذر اور مکروہ ہے استعمال علک کا مفطروں کو مگر خلوت میں عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتوں کی مشابہت مقتضی ہے
کراہت کو مردوں کے حق میں اور کوئی اسکا معارض نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک
قول یہ ہے کہ گوند کا چبانا مباح ہے ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہے کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہیں ہے لیکن مردوں کو
اسکا ترک مستحب ہے مگر عذر کی جہت سے مثلاً منہ میں بدبو ہو ویستحب للنساء لانہ سواکہن فتح اور مستحب ہے عورتوں کے لیے کیونکہ وہ عورتوں کی

مسواک ہو اہم یعنی بہ سبب اسکے کہ عورتیں ضعیف الجسم ہیں تو مسواک شاید مسوڑھوں کو نقصان کرے یا دانتوں کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسد وان امن لا باس اور مکروہ ہے بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر ایسا خوف نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہم سراج میں جزم کیا ہے کہ قبلہ فاحشہ یعنی اسکے ہونٹوں کو اپنے منہ میں لیکر دبانا مطلقا مکروہ ہے خوف ہو یا نہ ہو لا یکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ مکروہ ہے تیل لگانا مونچھوں کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہ ہو یا تیل لگانے سے مقصود ڈاڑھی کی درازی نہ ہو جبکہ بقدر مسنون یعنی ایک مشت موجود ہو ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت اظہار یعنی شکر مقصود ہوتا ہے نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اسمیں فخر و تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہے کذا فی الفتح ملخصا وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ میں تصریح کی ہے کہ جو زیادہ ہو ایک مشت سے ہو اسکا کاٹنا واجب ہے اور یہ اس بات کو چاہتا ہے کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ میں کہا ہے وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور البحر میں معراج میں ہے اور فتح القدیر میں اسکو نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے نہر میں کہا ہے کہ بعض موالی سے میں نے سنا ہے کہ نہایہ میں یجب سہو ہے مطلب ہے تو اس صورت میں زائد کو نہ کاٹنے کا مضائقہ نہیں شیخ اسمعیل نے کہا ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع میں یستحب استعمال کرتے ہیں قال الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاویں ہم اسکی موید یہ ہے کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار ودوام پر دلالت نہیں کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص اور یہی مطلح شرح شیخ اسمعیل میں اور فتح میں ہے اور یہ سنت ہے جیسے قنیہ میں ہے اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا میں مذکور ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ڈاڑھی کترواڈالنے میں اطراف سے جب دراز ہو اور بڑھے بال کتر ڈالنے میں بلکہ یہ بہ نیت کے اور بھووں کے بال لینے میں اور منہ کے بالوں میں جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور ڈاڑھی میں سے لینا اس حال میں کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہیں پس اسکو کسی نے نہیں مباح کیا اور کل کا منڈانا ہنود کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیوں کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہے اور حدیثیں سرمہ لگانے کی اس روز میں ضعیف ہیں نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہے ہم حدیث توسعہ کی یہ ہے کہ جو شخص دسویں محرم کو (یعنی دسویں محرم کو) اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوا دے تو اللہ تعالی تمام سال اسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ میں نے اسکو بار بار تجربہ کیا خلاف نہیں ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہے جو بیہقی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ضعیف ہے جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح میں کہتا ہوں کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہاں یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہے اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہیں ہے اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے عاشورا کے روز اور اس روز کے روزہ کی طرف بھی نہر میں کہا کہ ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہیں چونکہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اسکے جواب میں جاہل سنیوں نے اظہار سرور و طعام و اکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ روایت کیں اور قول ابن عبد العزیز کا مردود ہے اسلیے کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہیں نہ موضوع اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہے جیسا نہر وغیرہ میں ہے

اور ابن عبد العزیز وہ شخص ہو جسنے مشکلات ہدایہ پر نکات لکھی ہو ولا سواک ولو عشیا او رطبا بالماء علی المذہب اور نہین مکروہ ہو مسواک اگرچہ بعد زوال کے
ہو یا تر ہو پانی مین بنا بر مذہب صحیح کے هم ابو یوسف پانی مین تر مسواک کو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ بے ضرورت تری منھ مین جاتی ہو اسکا جواب یہ ہو
کہ آخر کلی کرنے سے زیادہ تو نہین ہو اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہین ہو وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہو مسواک کو بعد
زوال کے وکذا لا یکرہ ... تلفف بثوب مبتل ومضمضة او استنشاق او اغتسال للتبرد عند الثانی وبه یفتی شرنبلالیہ عن البرہان ایسا ہی مکروہ نہین ہے
ٹھنڈک کے واسطے اور تر کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان هم
اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمر کپڑا تر کرکے اپنے اوپر
لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت مین اور اسوجہ سے کہ ان امور مین اعانت ہو عبادت پر اور دلتنگی کا دفع ہو اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہو انکی وجہ یہ ہو کہ عبادت مین تنگی
کا اظہار ہو کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہو سحر کھانا اور سحری
تاخیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہو تین چیزین پیغمبرون کی عادت مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحر کھانے مین تاخیر کرنا اور مسواک کرنا
هم بحر مین کہا ہو کہ فقہا کے کلام مین تصریح نہین کی کہ اگر ایک پانی سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہو کہ نہین لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہو اسپر
دلالت کرتی ہو کہ سنت ادا ہو جاتی ہو چنانچہ فرمایا کہ سحر کھانا بالکل برکت ہو تو تم اسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم مین ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالی
اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہین سحر کھانے والون پر اور تاخیر اسکی اس مقام تک مستحب ہو کہ رات باقی رہے جسمین شک نہو اور اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہو صحیح روایت پر
وتعجیل الفطر مستحب ہو کہ اسی دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہ ہو کہ تارون کے چمکنے سے پہلے ہو کذا فی البحر
فیض مین کہا ہو کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اسکے نزدیک آفتاب غروب نہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے افطار
کر سکتے ہین اگر انکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلا اور یہی حال ہو طلوع کا فجر مین یا سحر مین شرح مسائل امتہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل به الی
الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہین جائز ہو کہ کوئی ایسا کام کرے جسسے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلا یون کرے کہ آدھے روز
پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ یہ قدر عمل مجھکو کفایت کے لیے بس نہین ہو تو تکذیب کیا جاوے
جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہو هم ملی نے کہا ہو کہ جامع الفتاوی مین ہو کہ اگر معیشت مین اشتغال کی جہت سے روزہ
سے ضعیف ہو جاوے تو اسکو افطار جائز ہو اور پھر روزہ کے بدلے نصف صاع کھانا دے یعنی اس صورت مین کہ اور دنون مین گنجایش روزہ رکھنے کی نرہے
ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے مین قادر ہو اور تاخیر مین کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا مین کچھ شک نہین
اور یہی حال نانبائی کا ہو مگر جو کلام کہ شارح نے کیا ہے اسمین نظر ہو اسواسطے کہ فدیہ زیادتی کی کفایت مین قبول نہین پس اسی کی سزا یہ ہوگی
ہوگا کہ اسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے تھی لیکن نور الایضاح مین جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہو جسنے ہمیشہ کے روزے
نہ رکھے ہون اور ہمارا کلام روزہ رمضان مین ہو پس حرفہ والے کے باب مین یون کہنا چاہیے کہ جبتک اسکے پاس آسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار حلال
نہین ہو کیونکہ اسکو سوال حرام ہو تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہو اور بغیر افطار کیے اگر عمل
نہ ہو سکتا ہو تو افطار جائز ہوگا بلکہ دوسرا کام نہین کرسکتا جسمین روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانیکا اور کوئی آدمی اسکو
نہ ملے جو اجرت رائج پر کام کر دے اور یہ خود اس کام کو کر سکتا ہو تو افطار جائز ہو اسواسطے کہ اس سے کم تر پر نماز کا توڑنا جائز ہو قالہ الشارح
فان جہد الحر نفسہ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارته قولان قنیة پس اگر عمل کی جہت سے کسی آزاد نے مشقت اٹھائی یہانتک کہ

مریض ہو گیا پھر افطار کیا تو اسکے کفارہ میں دو قول ہیں کذا فی القنیۃ ھم بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہے اور بعض نے کہا نہیں اور بقالی نے اسی پر فتوی دیا ہے اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو اُنپر بالاتفاق کفارہ نہیں کیونکہ وہ معذور ہیں اور مولی کے حکم سے مجبور ہاں انکو یہ پہنچتا ہے کہ ایسے کام سے باز رہیں تو اس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آزاد پر کفارہ واجب ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں اسکی تصحیح بیان کی ہے کذا فی الشامی و فی البزازیۃ لو صام عجز عن القیام صام و صلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز میں کھڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونوں عبادتیں ادا ہوں واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہے ان عوارض میں جنمیں روزہ نہ رکھنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منھا خمسۃ اور مصنف نے عوارض میں سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت میں نو ہیں چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہیں اکراہ یعنی زبردستی کے باوصف روزہ توڑنا جہاد و شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسیلیے شارح نے کہا و بقی الاکراہ و خوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید و لسعۃ حیۃ باقی رہ گئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہو لسعۃ حیۃ معطوف ہے عطش پر جو متعلق ہے خوف ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضر ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہے اور خوف ہلاک کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنوں میں عمارت کے کام پر پکڑ لیا ہو یا کسی اور کام میں جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہے اور خلاصہ میں ہے کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان میں اور روزہ کی صورت میں عدم افطار سے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرا لمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ لمسافر خبر مقدم ہے اور الفطر جو آگے آتا ہے مبتدا موخر ہے اور لام سے اشارہ ہے طرف اسکے کہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا افضل ہے اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہے مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ میں سفر ہو و حامل و مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہے جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ بنابر ظاہر الروایت کے ہم دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کی جہت سے اسپر دودھ پلانا واجب ہوا اور ماں اس جہت سے کہ اسکو دودھ پلانا دیانۃ بھی حالت میں واجب ہے اور خصوصا جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہے کہ دایہ کو افطار جائز ہے اگرچہ عقد رمضان ہی میں واقع ہو بخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حالت کو مقید کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہے خافت بغلبۃ الظن علی نفسھا او ولدھا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہے اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البھنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہے اسکو بھنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ جائز ہے افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو یا دیر میں اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوا اسکے اور یہی حکم ہے اگر تیمار داری کرتا ہو بیماروں کی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیماروں کی خبرداری نکر سکیگا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اسکو بھی افطار جائز ہے قالہ الشامی و الصحیح خائف المرض بالشدت کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن و خادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبہ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب یا مسلمان مستور الحال کے جو حاذق ہو اسلیے کہا کہ جسکو دخل تھوڑا سا طب میں ہو اسکے قول کی تقلید جائز نہیں اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہیں شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نکرے اسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر او تجربۃ

یہ غرض کہ فاسق نہو میں کہتا ہون کہ جب ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جسمین یہ شرطین موجود نہو وین تو ظاہر کفارہ لازم ہوگا جیسا افطار کرے بدون
علامت و تجربہ کے کیونکہ غلبہ ظن نہوا اور لوگ اس سے غافل ہین قال الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور
نہر مین تبعا للبحر کہا ہے کہ علاج مین کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہین ہے جائز ہے قلت وفیہ کلام لان عندہم نصح المسلم کفر فالظن انہ یطلب ہلاکہ میں
کہتا ہون کہ اسمین کلام ہے کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیرخواہی کفر ہے پھر ایسے کہان علاج کرایا جا سکتا ہے وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع عن
امتثال امر المولی اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر مین نقل کیا ہے ظہیریہ سے کہ باندی کو پہنچتا ہے کہ مولی کے
فرمان کو نہ مانے جب کہ امر مذکور اسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب مین اسکو اصل حریت پر باقی رکھا ہے مثلا اگر نماز کا وقت
تنگ ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر
کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر الا السفر کما سیجیء یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا آگے مین مذکور
ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اُس روز کا اتمام واجب ہے کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر وحامل وغیرہا جس قدر
روزے افطار کرین بدون فدیہ کے ہم اسمین اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا اسکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہون
کذا فی البدائع وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پے بہ پے ہونے کے ہو واسطے کہ قضا کے امر
فورا واجب نہین اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہے اور اگر علی الفور واجب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہے اسکے تنگ وقت
سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا اسکو بھول جاوے
تو چاہیے کہ اسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑھنے کی اور خرابی شرط سے پیچھے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فورا یاد
آتے ہی پڑھے اور ظاہر ہے کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اسکو نفلین مکروہ ہون لیکن یہ صحیح نہین دیکھو کذا فی النہر میں کہتا ہون کہ قضاے فوائت
مین ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر مؤکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء
ولا فدیۃ لما مر خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آ گیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہے برخلاف
امام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روزے کے لیے کہتے ہین قالہ الحلبی ویندب لمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم
والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہے مسافر کو روزہ رکھنا واسطے آیہ شریفہ کے وان تصوموا خیر لکم کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہے بشرطیکہ
اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیکی کے ہے نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہونگے
کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہے اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہے نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ لیس
اگر دشوار ہو روزہ اسپر یا اسکے رفیقون پر تو افطار افضل ہے بسبب موافقت اپنے گروہ کے ہم رفیق اسم جنس ہے شامل ہے واحد اور جمع کو اور
بعض نسخون مین رفقتہ ہے یعنی جب اسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقۃ مشترک ہو تو افطار افضل ہے جیسا خلاصہ وغیرہا مین ہے اور جماعت کی موافقت
یعنی اخیر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو یا اسکا ساتھ نہ دینا شاق ہو قال الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ
لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاوین معذور مذکور اسی عذر مین تو انپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہے کیونکہ انکو نہین ملی فرصت شمار
دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی مین منصوص ہے ہم یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع ہے اور
۰۰۰ ادام رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہے جب انکے اس حال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

عدۃ من ایام اخر اور اگر مرض زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہے بقدر شمار ان ایام کے جو انکو ملے وا امن افطر بعذر اقول ہو بہا غالبا بالاولی لیکن جس
شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اسکے ذمہ بطریق اولی ہے رحمتی نے کہا اگر اس شخص کے لیے فرصت اور امکان زمانۂ قضا کی شرط
نہیں کیونکہ ادا وقت پر کر سکتا تھا اسنے وقت کو بے عذر کھو دیا و فدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور
فدیہ دلوے وہ جو باعتبار میت کے بطور وصیت کے اسکا ولی ہو اسکے مال میں تصرف کرتا ہے مانند فطرہ کی مقدار کے ہے یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا تہائی مال سے لازم ہے جب کہ وصیت
کی ہو اور نہ کی ہو تو لازم نہیں بلکہ جائز ہے سراج میں کہا ہے کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اسکا اخراج لازم نہیں مگر وصیت ہو مگر یہ کہ وارث تبرعا ادا کرے اور
الذی یتصرف سے اشارہ ہے کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہے کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادا قیمت کے جواز میں ہے یہانتک کہ تملیک یہاں
شرط نہیں بلکہ اباحت کافی ہے بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہے کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیدے تو جائز ہے بخلاف عدد کی شرط [illegible] بقدر
لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار میں نہیں ہے یہی فتوی ہے یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول ہے جیسا گذر چکا قال الشامی لیعد قدرتہ علیہ ای علی قضاء
الصوم و فوتہ ای فوت القضاء بالموت بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضا صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور ظرف یعنی لیعد [illegible] متعلق
فدی کے ہے اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہے فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فدا خمسۃ فقط اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اسکو پانچ روز کی
قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم اس تفریع میں اشارہ ہے کہ طحاوی نے جو کہا ہے کہ یہ قول محمد کا ہے اور شیخین کے نزدیک وصیت ادائے ایام روزوں کا
واجب ہے اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہے اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر میں ہے نہ رمضان میں کیونکہ وہ یہاں بقدر قدرت
ہوتا ہے جیسا بدایہ وغیرہ میں تنبیہ کی ہے وصیۃ من الثلث متعلق بفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے
تہائی مال سے اور یہ اس صورت میں ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دلوے کذا فی قہستانی اسلیئے کہ زیادتی کی ممانعت وارث
کے حق کے سبب سے تھی جب وارث نہو تو منع نہیں ہے جیسا اس صورت میں کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہے جسپر رد نہیں ہوتا
یعنی زوجین میں کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجائش ہے قال الشامی وان لم یوص تبرع ولیہ جاز انشاء اللہ ویکون الثواب
للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہے انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار [illegible]
اختیار کی عبارت میں نے اسیطرح دیکھی ہے وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تؤدی الا بامرہ وان فعلوہ لکان جائزا ویکون لہ ثوابا انتہی اور
کچھ شبہ نہیں کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہے نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ
میں تصریح کی ہے کہ انسان کو پہونچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہاں اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکو ثواب میں
کچھ کمی نہوگی قال الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز
پڑھے میت کی طرف سے اسکا ولی تو نہیں جائز ہے واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کی طرف سے لیکن کھانا دے
اسکی طرف سے اسکا ولی و کذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل بالطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہے اگر تبرع کیا اسکی طرف سے اسکے
ولی نے کفارہ یمین یا قتل ہو ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنیکے ہم اسیطرح ہے زیلعی اور درر اور بحر اور نہر میں لیکن شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ تبرع وارث کا
کفارہ قتل میں کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں ہے کیونکہ اسمیں فقط اعتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا اعتاق انکی طرف سے صحیح نہیں ہے جیسا ذکر کیا ہے اور اعتاق کا بدل صوم ہے اور
فدیہ صحیح نہیں اور اطعام اور کسوۃ اس کفارہ میں ہوتا ہی نہیں تو کفارہ قتل کو کفارہ یمین کے شریک کرنا سہو ہے انتہی کذا فی الشرنبلالیہ وکذا فی العزمیہ اور علامہ
اقصرائی نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے کہ قتل سے مراد قتل الصید ہے نہ قتل النفس [illegible] کہ اسپر بھی ارد ہوتا ہے کہ صوم قتل الصید [illegible]

اصل نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اسواسطے کہ واجب اُسمین یہ ہے کہ اُسکی قیمت سے ہدی خریدی جاوے جو حرم مین ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف
صاع یا ہر نصف صاع کے بدلے ایک روز کا روزہ اور کافی کا مختصر یہ ہے کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہے غیر کا جیسا کفارہ یمین اور قتل پس اگر فدیہ
دیوے اپنی طرف سے اپنی حیات مین اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہین صحیح ہے دونون کفارون مین اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونون مین اور اگر اُسکی طرف سے
اُسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل مین صحیح نہین کیونکہ اُسمین واجب عتق ہے اور تبرع اُسکا درست نہین اور کفارہ یمین مین صحیح ہے لیکن کسوت اور طعام مین نہ عتاق
مین جیسا کہ پہلے بیان کیا یہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر یہ بیان بہت سے اوہام کے قدم لغزش کا ہے قال الشامی واستشکل لما فیہ من الزام الولاء
للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہین کہ اُسمین میت کے ضرر ولاء کا الزام کرنا ہے بدون اُسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے
تبرع کیا جاوے تو ولا یعنی ترکہ غلام آزاد شدہ کا درصورت نہونے اسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا اسواسطے کہ ولا ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کا علاوہ … بہ بین
… نہین کیونکہ آقا نے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اُسکی طرف سے … دیتا ہے اور ایسے ہی اُسکے عصبات اسکی موت کے بعد … ارث پاتا ہے جو
ہدایہ مین ذکر کیا ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو دیدے اور یہ اعتاق کو بھی شامل ہے کیونکہ بیان … اعتاق … روزہ کے …
اُس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اُسکا ثواب میت کے لیے کرے اسواسطے کہ اعتاق معتق کی طرف سے اصالۃً ہوا اور ولا اُسی کی ہے یعنی صرف ثواب میت کو ہوا اور
بخلاف تبرع کسوۃ و طعام کے کہ نیابت ہو سکتا ہے واسطے نہونے الزام کے قال الشامی … الامر فی قضاء الفوائت … یوم … فدیہ …
اگرچہ وتر ہو جیسا قضاء فوائت مین مذکور ہے مثل فدیہ ایک روزہ کے ہے … مذہب ہے … اور محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اول روایت کیا ہے کہ ہر روز کی پانچ
نمازوں کے لیے نصف صاع ہے پس انھون نے اُس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی السراج وکذا الفطرۃ
اور اسیطرح فطرہ معلوم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور ممکن ہے کہ … کہا ہے کذا الفطرۃ …
یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاصح ان الواجب … عنہ لکل یوم کالفطرۃ والواجب … اور اتنا … واجب ہے کھانا کھلایا جاوے میت
کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار مین کذا فی الولوالجیۃ ثم … اگر میت نے وصیت کی ہو تو لازم ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جائز ادا … حاصل
ان ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی … عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال
المیت بحر اور حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دیوے اسکے مرنے کے بعد … واجب … مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالی ہو
جیسے زکوۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب کے اور جو عبادت مرکب ہو بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرا دے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے
کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہے افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے وجوبا
اگرچہ مہینے کے شروع مین دیدے … فدیہ ہوا اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہین ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی الشرح اور فدیہ دینے مین رمضان کا اول و آخر
برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ مین تعدد فقیرون کا شرط نہین ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر تونگر ہو ورنہ
اللہ تعالی سے استغفار کرے … استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر مین مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرنے والا روزہ نذر رکھے اور معیشت مین مشغول
ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اُسی کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اُسکے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہین پائی گئی بخلاف ناذر کے
اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت مین مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہوا … کہ اُسمین جان نفس کی ترجیح ہے قال الشامی
ہذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ وخوطب بادائہ … شیخ فانی وغیرہ … صورت مین ہے کہ روزہ بذات خود اصل ہو اور بندہ اُسکی ذات کا مخاطب ہو …
جیسے رمضان اور اُسکی قضا اور نذر … مثلاً کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر …

کالکفارۃ بیمین او قتل ثم عجز لم یجز الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ یہاں تک کہ اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہیں ہے کیونکہ
صوم یہاں غیر کا بدل ہے ہم یہ تفریع ہے اصل بنفسہ کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہے کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز
ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادہ عمر کے سبب تو اسکو بالنص جائز ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا دیوے اور اطعام کفارہ یمین میں صیام کا بدل نہیں بلکہ
صیام بدل ہے اطعام کا کذا فی السراج اور بحر میں غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اسیطرح اگر منڈا لیا سر حالت احرام میں تکلیف کی جہت سے اور ذبح کی
قدرت نہیں اور تین صاع طعام کی چھ مسکینوں پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز نہوا کیونکہ
صوم بدل ہے قال الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم یجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہیں
ہم یہ تفریع ہے شرط یا اداء پر اور ضمیر کان کی عائد ہے عاجز کی طرف یعنی وصیت اسپر اس جہت سے واجب نہیں کہ اسکو اسقدر فرصت نہیں ملی کہ ایام صیام کی قضا کرتا
ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہے) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہے خلیفہ ہونے فدیہ
کا صوم میں ہم بحر میں کہا ہے کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہیں باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط
ہے صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قال الشامی وھل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ میں کافی ہے یا نہیں اسمیں
دو قول ہیں مشہور یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہے ہم جسمیں لفظ الطعام وارد ہوا ہے اسمیں اباحت اور تملیک دونوں جائز ہیں بخلاف اسکے جسمیں
لفظ ایتا یا اداء کا ہے اسلیے کہ وہ صریح تملیک کے واسطے ہے قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر فی الصلوۃ اور لازم ہے وہ روزہ
نفل کہ شروع کیا ہے اسکو قصدا جیسا صلوۃ میں مذکور ہوا فلو شرع ظانا انہ علیہ ای فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ وہ روزہ
ذمہ پر نہیں ہے پھر افطار کیا اسی وقت یعنی پھر معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہیں ہے اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی
علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری
تو گویا اسنے نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت میں کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء او قضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح
وجب القضاء لازم ہے نفل ادا یا قضا یعنی واجب ہے پورا کرنا ادا کی صورت میں پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے
ہو تو اصح روایت میں قضا واجب ہے الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین
اور ایام تشریق میں کہ انمیں اتمام لازم نہیں ہے اور اگر نہ قضا اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا ہم پس اسکی
حفاظت واجب نہوگی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہے پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوگی بخلاف اسکے
کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہے اسطرح کہ ایام غیر منہیہ میں انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر میں ارتکاب معصیت کا نہیں ہے بلکہ
شروع صوم معصیت ہے پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونوں میں کذا فی الطحاوی واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا مالم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور
نماز میں تو مصلی نہیں شمار کیا جاتا ہے جبتک سجدہ نہ کرے بدلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہے کہ اوقات منہیہ
میں چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ میں شروع کرنے سے نہیں ہوتا جواب کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں معصیت کا ثبوت فقط
شروع سے نہیں ہوتا جبتک کہ سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہیں ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ میں کہ صرف شروع سے
معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی المنح ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل میں یعنی روزہ نفل شروع کرنیوالا بغیر عذر
ایک روایت میں اور یہی روایت صحیح ہے ہم یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی المنح وغیرہا پس اسکو تنبیہ کیساتھ بیان کرنا اچھا ہے قال الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون من نیتہ القضاء

واختارہ الکمال وتاج الشریعۃ وصدر الشریعۃ فی الوقایۃ وشرحہا اور دوسری روایت میں توڑنا حلال ہے بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہے
اور تاج الشریعۃ نے وقایہ میں اور اس کی شرح میں ہم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہے اور عبارت میں حالانکہ تصریح اختیار کی وقایہ اور شرح وقایہ میں نہیں
والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بمجرد حضورہ ویتأذی بترک الافطار فیفطر والا لا ہذا ہو الصحیح من المذہب ظہیریہ
اور ضیافت عذر ہے مہمان کے لیے اور دعوت کرنے والے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑ دینے میں نہ فرض روزہ میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے
راضی نہ ہو اور ترک افطار سے اس کو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریہ اور ایک قول یہ ہے کہ قبل الزوال عذر ہے بعد الزوال
نہیں اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہے کہ اگر بھروسا اپنے اوپر ایسا ہو کہ قضا کر دوں گا تو توڑے ورنہ نہیں شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید بہتر ہے میں کہتا ہوں کہ قول
صحیح میں یہ قید ضروری ہے کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہو تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہے اور اسی سے شارح نے جو مقید کیا قبل الزوال
کے ساتھ جیسا آگے آتا ہے تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قال الشامی واوضحہ فی الامداد ... افطار ... قول مسافر
ولا یحنث فی المعتمد بنا بر اس کے اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بیوی کی طلاق کی اور شرط کی تھی افطار کرنے کی تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق ندب ہے
اگرچہ روزہ قضائے رمضان ہو اور اس کو قسم میں حانث نہ کرے معتمد روایت یہی ہے کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ
فلا الا اذا کان الی العصر لا بعدہ اور نہر میں ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں
مگر ماں باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہے نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ میں ہے کہ کسی بھائی
دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہے اگر روزہ ہو سوائے قضائے رمضان کے اور قضائے رمضان کا افطار مکروہ ہے کیونکہ رمضان کا حکم ہے کذا فی الظہیریہ اور
قضائے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ صوم کفارہ اور نذر میں بعذر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہے اور یہ رد ہے ابو یوسف سے لیکن ان کے نزدیک
قضائے رمضان میں بھی استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہے کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر میں افطار کرے تو ظاہر یہ ہے کہ مصنف اسی
روایت پر چلا ہے اس صورت میں قضائے رمضان کا استثنا چاہیے تھا قال الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر بہ
نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے یعنی آنجہ یہ کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اس کو منع نہیں ہے
اور عورت روزہ رکھ سکتی ہے گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہے یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اس کا کچھ حرج نہیں
کذا فی السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق رکھا ہے اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہے کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہے اگرچہ بالفعل وہ وطی نہ کرے نہر میں کہا ہے کہ میرے
نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولیٰ ہے کیونکہ ایک روز کا روزہ دبلا ہونے کا باعث نہیں ہے یعنی باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہ ہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز
ہے قال الشامی ولو افطرہا وجب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہے مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے حکم اس
معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہے اور یہی حکم غلام کا حال ہے اور بحر میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اس کا کھلوا دینا جائز
ہے اور یہی حال نمازوں کا ہے کذا فی الشامی ولا یصام العبد وما فی حکمہ بلا اذن المولی لم یجز ان فطرہ وقضی باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا اس نے جو اس کے حکم میں
ہے یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہیں جائز ہے اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کریں مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے حکم نہیں
جائز یعنی مکروہ ہے خانیہ میں کہا ہے مگر اس صورت میں کہ مولی غائب ہو اور اس کو کچھ ضرر نہ ہو یعنی اس کا حال مانند عورت کے ہے لیکن عبید وغیرہ میں جزم کر کہا ہے کہ غلام
روزہ مکروہ ہے اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہنچا دے کیونکہ اس کے منافع بالاسیر مولی کے ہیں بخلاف عورت کے کہ اس کے منافع زوج کے ملوک نہیں ہیں صرف
اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہے اور بحر میں اسی کی تقویت کی ہے اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہے کہ اگر اس کا روزہ مستاجر کو نقصان

کرتا ہو تو نفل روزہ رکھنا نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اسکو روزہ جائز ہو ولو نوی مسافر الفطر او لم ینو فاقام ونوی الصوم
فی وقتہا قبل الزوال صح مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کر لی روزہ کی نیت کے وقت میں زوال سے پہلے یعنی
نصف النہار شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہو ہر صورت میں خواہ نفل ہو یا نذر معین یا ادائے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہو جسمیں
رات سے نیت کرنی شرط نہیں اور اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمیں رات سے نیت ضرور ہو تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قال الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان فی رمضان
لزوال المرخص اور واجب ہو روزہ اُسپر اگر یہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت اقامت
کی کر لی روزہ واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہو مقیم پر تمام کرنا اُس روزہ رمضان کا
جسمیں سفر واقع ہوا ہو اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہو نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہو بحر میں کہا ہو کہ یہی حکم ہو اگر
مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اُس نیت کو نہیں توڑا پھر روزہ رکھا تو اُس روز افطار حلال نہیں اور اگر افطار کر لے تو کفارہ لازم نہیں ولکن لا کفارۃ
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا دونوں مسئلوں میں یعنی مسافر کہ مقیم ہوا و مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اسکے اول و آخر میں ہم یعنی اول مسئلہ میں شبہہ اول وقت میں ہو اور دوسرے مسئلہ میں آخر میں پس لف و نشر مرتب ہو قال الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیء نسیہ فافطر
فانہ یکفر مگر اُس صورت میں کہ اپنے شہر میں داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کر لیا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہوا اسلئے کہ کھانے کے وقت
وہ مقیم ہو کہ گھر آنے کی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہاں قیاس پر عمل ہو نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھا لیا پھر سفر کیا یا باکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہیں ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطرا کما لو نوی التکلم فی صلاتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اور
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا ایہام او ہم الشک سے پہلے جسطرح نماز میں نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیۃ ابن شحنہ
نے کہا کہ اسمیں خلاف ہو شافعی کا طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہی ہو کہ اس سے نماز نہیں فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا
للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہو یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت جسکا رہنا نادر ہو اور نادر واقعات میں حرج نہیں ہو کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوا اسکے
اُس روز کے جسمیں بیہوشی طاری ہوئی یا اُسکی رات میں سو اُسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اُسکی نیت نہیں کی تو قضا کرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہو کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہو تو بطریق اولی اسپر حمل کر سکتے ہیں یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان میں کھانے کی
عادت رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی یا مضی من الجنون میں اگر تمام ماہ نہ رہا
جسقدر ایام گذرے ہوں اُنکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقا قضا لازم نہیں بلا خلاف قال الشامی وان لم یستوعب بجمیع ما یمکنہ انشاء الصوم
فیہ علی ما مر لا یقضی مطلقا الصحیح اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمیں صوم شروع ہو سکتا ہو جیسا اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمیں ہو سکتا ہو وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہو ہر دن میں پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہیں ہو
یعنی اگرچہ نیت اسمیں ہو سکتی ہو لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہیں ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہو مصنف کی مراد کو کہ اُس نے
استیعاب کو مطلق کہا ہو یعنی وہ مقتضی ہو کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہیں اور ہدایہ اور کتب معتمد
میں اختلاف کا بیان کیا ہو اور یہ کہ دونوں قول صحیح ہیں اور معتمد دوسرا ہو کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہو اور متون میں مذکور ہو اور مطلقا سے مراد یہ ہو کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہو اور امام محمد سے ایک روایت ہو کہ ان دونوں میں فرق ہو اسلئے کہ جب بالغ

ہوا حالت جنون میں تو بھی اسکے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل میں پھر مجنون ہو گیا اور یہی
مختار ہے بعض متاخرین کا کذا فی الہدایہ اور شرح ملتقی میں برہان سے اور شیخ عبد و ط سے نقل کیا ہے کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہیں ہے اصح روایت میں
یعنی ان ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گزرے قال الشامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقا علی المختار اور اگر نذر کیے روزے ایام
منہیہ کے یا اس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقا مذہب مختار پر ہم بیان سے شروع ہو ان صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کرلے اور سابق میں
ان روزوں کا ذکر تھا جو خدا تعالی کی طرف سے لازم ہوئے ملتقی کی شرح میں کہا ہے کہ نذر عمل زبان کا ہے اور اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ منذور عبادت ہو جیسے شراب
پینا اور نہ مستحیل الوقوع ہو جیسا کل کا روزہ جو گذرا ہوا ہے نہ آئندہ کا جیسے وہ کل کا روزہ جو آگے کو ہے ہونگے اور یہ شرط ہے کہ اسکی جنس کا
کوئی واجب اپنے مقصود موجود ہو اور اس میں تھا فرق ہو کہ عیادت نہیں ہے اور مطلقا سے یہ مراد ہے کہ اسکی تعیین کا ذکر ہو یا نہو جیسا کہ ہم ہونگے اور یہ زبان سے بولا ہو وہ مقصود
ہوا نہو یعنی اگر چہ کسی کام کا کچھ کہہ یا نیت کی نذر منعقد ہو جاوے گی چنانچہ بدائع میں کہا ہے کہ کسی شخص نے کہا یا اللہ علی صوم یوم اور اسکی زبان سے نکل گیا
شہر تو اس پر ایک مہینے کے روزے لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسی طرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اسکے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر
میں ہزل اور جد برابر ہے جیسے طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اس واسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہ نذر صحیح نہیں ہے اور یہی قول امام
کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر معین کیا تو صحیح نہیں اور اگر کل کے روزے کی نذر کی اور اتفاقا وہ دن یوم النحر کا ہے تو صحیح ہے کذا فی الشامی
در قولہ فی النذر رد المحتار شرع فیما بالنفس الشرع وہو معصیۃ لنفس النذر فافہم اور نذر کرنے اور اس میں شروع کرنے میں فقہانے اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ شروع کرنا
گناہ ہے اور نذر نفس عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی لانہ افطر الایام المنہیۃ وجوبا تحامیا عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطا للواجب لیکن ناقص
ایام منہیہ میں افطار کرے وجوبا تاکہ گناہ سے بچے پھر انکی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر
انہیں دنوں میں روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا اگر چہ یہ فعل حرام ہے وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یقض شیئا وانما یلزمہ باقی السنۃ علی
ما ہو الصواب اور یہ اسوقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلا چودھویں ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اسکو صرف
باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی تک لازم ہونگے اور یہی صواب ہے ہم نے اس کا اشارہ کیا وہ ہے کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی
لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال کے روزوں کا لازم ہونا صواب اسواسطے ہے کہ سال سے عرف میں ایک مدت معین ہے محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنۃ کا اشارہ
دلالت کرتا ہے کہ وہی مدت معینہ مراد ہو جس میں وہ شخص ہے پس نذر حقیقت میں زبان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ میں
ہوئی اسقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوگی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنۃ او شرط التتابع فیفطرہا
اور یہی حکم ہے یعنی جو معین سال میں مذکور ہوا اگر سنۃ کو نکرہ کہا یا پے در پے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو ہم اور اگر انہیں ایام میں روزہ
رکھے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنہ یقضیہا ہنا متتابعۃ لیکن یہاں ایام منہیہ کی قضا کرے پے در پے
ہم یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہوئی بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے
یعنی تتمہ ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہے اگر ایک روز کا روزہ بھی توڑے اگر چہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک باقی رہا ہو بخلاف سال
معین کے کہ اس میں قضا ایام منہیہ کی پے در پے واجب نہیں ہے اور اس میں تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہے اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے
تو صرف اسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین ولا یجزیہ صوم ہذہ الخمسۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر تتابع شرط نکیا
ہو تو ۳۵ روز کی قضا کرے اور اس صورت میں صرف پانچ روز کے روزے نہیں کافی ہیں ہم پانچ یوم بدلے ایام منہیہ کے اور ۳۰ دن رمضان کے

اور چھٹے روزے دن متصل رکھنے چاہییں اور اگر وصل نہ کرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت یہ کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا
کانت ست صور ذکرہا تفریع اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اسلیے چھ صورتیں ہوئیں انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے
فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا اونوی النذر فقط دون الیمین اونوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط
اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہ ہونیکی تو ان تینوں صورتوں میں نذر ہی
ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے ہم نفی وجوداول میں اور صحیح دو صریح اور تیسرے میں بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان
فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لتحققہ اور اگر نیت کی قسم کی اور یہ کی کہ نذر نہ ہو تو اس صورت میں صرف قسم ہوگی
بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا اہم لیہی قول نادر کا علی عدم ولالت کرتا ہے التزام
اور صحیح ہے نذر میں پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہ ہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم ہوا اور لازم کرنا
مباح کا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہے قالہ الشامی وان نواہما اونوی الیمین بلا نفی النذر
کان فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم
کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں میں نذر اور قسم ہوگی یہاں تک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے
عمل کرنیکے عموم مجاز پر بخلاف قول ابو یوسفؒ کے ہم امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اول صورت میں نذر ہوگی اور دوسری میں قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور
قسم میں مجازی اول صورت میں حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری میں نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا ایک امر جمع ہوجانا حقیقت و مجاز کا ہے ایک لفظ میں اور یہ
ہو نہیں سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں مگر نذر بنفسہ وجوب کو
چاہتی ہے اور یمین لغیرہ یعنی بوسیلہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونوں جمع کردیا تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو باقی کتب اصول میں مذکور ہے قالہ الشامی والطحطاوی
وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہے کہ متفرق چھ روزے رکھے شوال میں اور اسکا پے در پے رکھنا مکروہ نہیں ہے
مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسفؒ کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے
پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہیں کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ
جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے انکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوئے ولو نذر صوم شہر غیر
معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے در پے رکھیگا
پھر ایک روز افطار کیا اگرچہ افطار کا دن ایام منہیہ میں کا ہو تو پھر نئے سر سے روزہ رکھے کیونکہ اسنے کھو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینہ مل سکتا تھا جسمیں
ایام نہی واقع نہ ہوں کذا فی النہر بخلاف برس کے پھر روزہ دن کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمیں ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے ہم یہ جواب ہوا اسکا
کہ جیسا سال بھر کی نذر میں ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہاں بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ میں واقع ہوا لا استقبال فی نذر
شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت میں کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے تمام غیر وقت میں واقع
نہ ہوں ہم کلہ کی تقیید اسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسویں دن افطار کرے مثلا تو نہیں ظاہر ہوتی
کیونکہ اگر گیارھویں سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت میں ہونگے اور بعض غیر وقت میں قالہ الشامی والقہستانی
من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف کی ہو یا

یا نماز یا روزہ یا سوا اسکے اور ایسا ہی اگر جہان ہو یعنی تعینات آئندہ) نہیں خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ نہ مکان کے نہ درم کے نہ فقیر کے فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ
بمکۃ بھذا الدرہم علی فلان فخالف جاز پس اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن مکہ میں یہ درم فلانے شخص پر پھر اسکے مخالف کیا تو جائز ہے یعنی بعض میں
مخالفت کی یا کل میں اس طرح کہ کسی روز میں سوا جمعہ کے غیر مکہ میں کوئی اور درم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلیے جائز ہے کہ نذر میں وہ چیز واجب ہے
جو عبادت ہے اور اصل تصدق ہے نہ تعیین پس تعیین باطل ہوگئی اور قربت لازم ہوگئی کذا فی الدرر اور معراج میں ہے کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا
پھر اسکو پرسوں رکھا تو جائز ہے اور چاہیے کہ کچھ برائی بھی نہیں جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایک درم صدقہ دونگا پھر تھوڑی دیر میں دیا شیخ ابن نجیم نے
کہا ہے کہ خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی معین درم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ قول فقہا کا کہ درہم
و درم کی خصوصیت لغو ہے عام نہیں بلکہ یہ صورت اس سے مخصوص ہے کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اسکے ذمہ پر رہتا
اور معین کے ہلاک ہونے سے واجب ساقط نہ ہوتا اور اسی طرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہے یہ بھی مطلق نہیں ہے کیونکہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر نذر کی کہ مسکین کو
فقیر کو کچھ کھلا دونگا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہیں کیا تو نذر صحیح ہو کر وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ سبب شی منذور کا معین نہیں کیا تو تعیین فقیر
کی مقصود ہوگئی تو دوسرے کو دینا جائز نہیں قالہ الشامی وکذا لو عجل قبلہ فلو عین شہرا للاعتکاف او للصوم فعجل قبلہ عنہ صح اور اسی طرح جائز ہے اگر
وقت سے پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اس سے پہلے اسی کی بدلے ادا کیا تو درست ہے امام محمد اور
محمد و زفر کے اتنا فرق ہے کہ یہ دونوں تعجیل کو بالکل جائز نہیں رکھتے اور نذر اس صورت میں کہ زمان معین فضیلت کا ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی
شخص نے رجب کے روزوں کی نذر کی پھر اس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہ ہونا چاہیے یہی اصح ہے جیسا معراج میں ہے اور
اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان یحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح او صلاۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل بعد وجود السبب ہو النذر
فیلغو التعیین شرنبلالیہ فلیحفظ اور اسی طرح اگر نذر کی کہ فلانے سن میں حج کرے گا پھر اس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہے یا نذر کی نماز کی فلانے روز
پھر نماز پڑھ لی اس روز سے پہلے کیونکہ یہ تعجیل ہے بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ اقرار کا نذر کرنا ہے پس تعیین لغو ہو جاوے گی کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکھو
ہم یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہیں تھی تو لغو ہو گئی اور اس مسئلہ میں بھی خلاف محمد و زفر کا ہے کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانہ لا یجوز تعجیلہ قبل
وجود الشرط کما سیجئ فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اس میں تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے جیسا ایمان میں مذکور ہوگا معلوم ہو کہ تعلیق
کرے کسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھوں یا شرط کا نہ ہونا اچھا ہو مثلا اگر زنا کرے تو میرے ذمہ اسقدر لازم ہے اتنا فرق ہے
کہ پہلی صورت میں اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہے اور دوسری صورت میں اختیار ہے نذر کو پورا کرے یا قسم کا کفارہ دیوے اور نذر معلق میں تعجیل
اسلیے جائز نہیں کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہو وہ بالفعل سبب نہیں ہے بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول میں مقرر ہو چکا ہے پس اگر اسکی تعجیل جائز
ہو تو لازم آتا ہے کہ اسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہے لیکن تاخیر
صحیح ہے واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اس سے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں مکان اور درم اور فقیر متعین نہیں ہیں کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد
سبب کا موخر ہو گیا اسلیے تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہے اسلیے کہ تعلیق انمیں اثر نہیں کرتی قالہ الشامی ولو قال مریض
للہ علی ان اصوم شہرا فمات قبل ان یصح لا شئ علیہ اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں پھر
مر گیا اچھا ہونے سے پہلے تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے وان صح ولو یوما ولم یصمہ لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الصحیح اور اگر تندرست ہو گیا اگرچہ ایک ہی روز
اور اس روز روزہ نہ رکھا تو اسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہے صحیح مذہب یہ ہے شیخین کا قول ہے اور محمد کہتے ہیں کہ جسقدر فرصت ہو وہ اسی قدر کی وصیت لازم

جیسا قضاے رمضان میں وقد بسطہ الشامی کالصحیح اذا نذر ذلک ومات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع کما فی الخبازیۃ بخلاف القضاء فان
سببہ ادراک العدۃ مانند تندرست کے کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مر گیا اور اس اثنا میں روزہ نہیں رکھا تو اسکو وصیت جمیع
کی لازم ہے بالاجماع جیسا خبازیہ میں ہے بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک مقدار مدت کا ہے یعنی جس صورت میں کہ رمضان فوت ہو جاوے
کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اسکو گنجائش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اسکو وصیت کرنی اسی قدر کی کہ فوت کی ہے بالاتفاق لازم ہے صحیح مذہب ہے بخلاف طحاوی
کے کہ انہوں نے کہا ہے کہ خلاف اس مسئلہ میں بھی جاری ہے کذا فی الحلبی فرع مسائل ضروریہ جو شارح نے لحق کیے قال واللہ اصوم لاصوم علیہ بل ان صام حنث
کما مر فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اسکے ذمہ لازم نہیں بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان میں آویگا اس واسطے
کہ مضارع مثبت جواب قسم میں نہیں واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور میں نہیں تو لا نفی کا مقدر ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اسنے واللہ لا
اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق میں تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی میں صرف لفظ لا کے ہونے اور نہ ہونے سے فرق
کرتے ہیں جیسے پرشل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہر قسم کے باب میں قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل وہو مریض افطر وقضی کرمضان نذر کی رجب کے روزوں کی
پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہے تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہو گیا معیشت میں مشغولی کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم میں کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جس دن فلانا شخص آویگا سو آیا
وہ کھانے کے بعد یا ضحوہ کبریٰ کے یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد کے صاحب فتح القدیر اور نہر میں کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد
کہتے ہیں کہ اسپر کچھ لازم نہیں اور سواے محمد کے اور کسی سے روایت نہیں ہے سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال اسی پر شارح
شرح غنائی میں اسی پر چلا ہے ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان میں تو قضا لازم نہیں بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اسکی
رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیتہ فنواہ عنہ حنث بالنیۃ ووقع
عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس اوس نذر کی نیت کر لی تو
نیت کی جہت سے نذر ادا ہو گئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا اعلم اس مسئلہ کے بیان میں اختصار مخل واقع ہوا ہے نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ
فتح وغیرہ میں اسطرح مذکور ہے اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اس روز کا لازم ہے جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین
کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن میں آیا تو اسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط جاتی رہی یعنی روزہ بہ نیت
شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے میں صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ
رمضان کے واسطے بھی کافی ہے قضا لازم نہیں اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہو جاتا ہے قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک
مہینے کی تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی
تو چاند کے اعتبار سے منصور ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیتہ یا نذر کی اس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا اسواسطے کہ اسکو معرف باللام
ذکر کیا ہے تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہے وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اسکو بھی محتمل ہے فتح عن الخانیۃ
او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت
ثمانیۃ ایام صام سبتین ولو ستا لیقۃ فسبعۃ اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

۹۶

آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ شنبہ کا روزہ سات روز میں دو بار نہیں آتا اسلیے دوسری صورت میں سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے کہ یعنی آٹھ روز میں دو شنبہ ہو سکتا ہے تو عدد مذکور میں جو کہ یہ ہو سکتا ہے وہی مراد ہوگا گویا یوں کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز میں واقع ہو اور وہ دو ہیں کذا فی المنح اور مخفی نہیں ہے کہ یہ اسوقت ہے کہ نذر والے کی نیت معلوم نہو نہیں تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اور جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردوں کے لیے واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاے کرام کی قبروں پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ بالاتفاق باطل اور حرام ہے اور اسکا بطلان کئی وجہ سے ہے منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ یہ نذر ہے مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا خدائے تعالی کے اور اسکا یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو روا کردے تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو دروازہ پر فلانے سید یا امام کے ہیں یا انکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدوں یا انکی مسجد کے خدمت گزاروں کو اتنا روپیہ دوں یا اور ایسا ہی جسمیں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خاص خدائے تعالی کے لیے ہو اور ذکر اس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ اسکی مسجد یا مزار پر جو لوگ مستحق مقیم ہیں وہ مصرف نذر کے ہیں ایسا اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور یہ کام صرف جائز کسی غنی کو نہیں وہ سید یا ذوی القربی یا عالم ہو جائز نہیں جب تک کہ محتاج نہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے نذر منعقد نہیں ہوتی ہے اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہے اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اس بزرگ کے خادم کو اسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اسکے عیال فقرا عاجز ہوں تو اسکو بطور صدقہ ابتدائی کے لے سکتا ہے اور اسکا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنیوالے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کی طرف نہو اور اس بزرگ سے بالکل قطع نظر کرے کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم بالمعنی [illegible] وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہیں یہ حرام ہے جب تک کہ قصد نکریں انکے صرف کا فقرا کے لیے اور اسمیں لوگ مبتلی ہیں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے ہم کہتے ہیں یعنی صحیح نذر ہو سکتی ہے کہ جب نذر کا خدائے تعالی کے لیے ہو واسطے تقرب اسکے اور شیخ کے ذکر سے اسکے فقرا مراد ہوں اور نہیں مخفی ہے کہ اس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہے جیسا پہلا مذکور ہو چکا اور یہ بھی ضرور ہے کہ نذر اسی قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا شمع یا تیل لیکن جب نذر کرے تیل کی چراغوں کے لیے قبر پر یا مناروں میں جیسے عورتیں حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں یا مشرقی مینار [illegible] اسکو روشن کرتی ہیں سو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا مناروں میں کہ اسمیں راگ اور لعب ہوتا ہے اور اسکا ثواب حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قالہ الشامی ولقد قال الامام محمد لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لایہتدون فالکل بہم یتغیرون اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں انکو آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام راہ نہیں پاتے تو سب لوگ انکی وجہ سے متغیر ہو جاتے ہیں اور ولا کے ساقط کرنے سے مراد [illegible] مواخذہ بالکل نکرنا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ لہ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب فی العشر الاخیر

وجہ مناسبت اعتکاف کی رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہر بعض اقسام اعتکاف میں اور مطلب ہو کہ عشرہ اخیر میں ہم یعنی اعتکاف
واجب میں صوم شرط ہو اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہو اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان میں اعتکاف کی تاکید ہو اور روزہ اسپر ختم ہو تو مناسب
ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم میں مسائل اعتکاف ذکر ہوں قال الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکر ولو ممیزا فی مسجد جماعۃ
لغت میں اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام میں ہوا در اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہو اور شرع میں ٹھہرنا مذکر کا ہو گو لڑکا
عاقل ہی ہو مسجد جماعت میں ہم بلوغ اسمیں شرط نہیں ہو جیسا بحر میں ہو اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہو کہ اسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہو
اور مذکر کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد میں متحقق ہو اس لحاظ سے کہ یہاں تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہو اور اعتکاف عورت کا مسجد میں مکروہ ہو
جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی وہو ما لہ امام ومؤذن ادیت فیہ الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہو کہ اسکے لیے امام اور موذن ہوں خواہ نماز پنجگانہ لوگ اسمیں
پڑھتے ہوں یا نہیں وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہو کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف میں شرط ہو اور بعض
فقہا نے اسکی تصحیح کی ہو ہم بحر میں ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی ہو وقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہو کہ اعتکاف صحیح ہو ہر مسجد میں اور
اسی کی تصحیح کی ہو سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہو طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد میں تو صحیح ہو مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی
یا نہوتی ہو بالاتفاق ہم یہ مذکور ہوا بیان صحت کا جو نہر میں اور فتح القدیر میں کہا ہو کہ اعتکاف مسجد الحرام میں افضل ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
میں پھر بیت المقدس میں پھر جامع مسجد میں بشرطیکہ اسمیں جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہو تاکہ اسکو نکلنے کی حاجت
نہو پھر جسمیں نمازی زیادہ ہوں قال الشامی او لبث امرأۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہو اپنے گھر کی مسجد میں اور مسجد البیت سے مراد وہ جو معد ہو
کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنالینی مندوب ہو جیسا بدائع میں ہو کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو بھی تخصیص کسی موضع کی
گھر میں نوافل کے لیے مستحب ہو اور فرض اور اعتکاف تو مسجدوں میں ہوتا ہو چنانچہ ظاہر ہو قال الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد میں
مکروہ ہو یعنی تنزیہی جیسا نہایہ میں ظاہر اسماء ہوتا ہو کذا فی النہر اور بدائع میں تصریح کی ہو کہ افضل نہیں ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ
مسجد اور نہیں صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہیں صحیح ہو جب گھر میں مسجد نہو ہم اور وقت اعتکاف کے کسی
موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرلے تو چاہیے کہ جائز ہو قال الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم اره والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ اعتکاف خنثی
کا صحیح ہو اسکے گھر میں میں نے اس مسئلہ کو نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہو کہ نہیں صحیح ہو کیونکہ خنثی میں احتمال مذکر ہونے کا ہو ہم نفی خنثی باعتبار
مونث ہونے کے مقتضی ہو کہ اسکا اعتکاف گھر میں مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہو کہ کسی وجہ درست
نہو قال الحلبی بنیتہ فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف
ٹھہرنا ہو بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہو اور مسجد میں ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونوں شرطیں ہیں
ہم بدائع میں طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہو نہر میں کہا کہ یوں چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس
سے اعتکاف میں مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف میں اور جس روایت میں صوم شرط نہیں تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے
طہارت جنابت سے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہو کہ طہارت ان تینوں سے شرط ہو حلت کی اور طہارت
حیض ونفاس سے شرط صحت کی بھی ہو اعتکاف منذور میں اور ایسے ہی نفل میں بنا براس روایت کے جسمیں صوم شرط ہو بخلاف جنابت کے
کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہو قال الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال اور اعتکاف تین

قسم ہی ایک واجب ہی بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور بہ سبب شرط کرنے کے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے اور زبان کی قید اسلیے لگائی کہ واجب کرنے میں صرف نیت کافی نہیں کذا فی النہر اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہی یعنی جسمیں نفل اعتکاف ہی روزہ شرط ہی اور مذہب صحیح یہ ہی کہ اعتکاف نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہی نہ تمام دن تو اسکے سبب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور بالتعلیق عطف ہی بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور چیز ہی اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہیں حالانکہ تعلیق بھی نذر ہی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا واجب بالنذر منجزا و معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر میں اور امداد میں ہی قالہ الطحطاوی و سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم مؤکدہ ہی رمضان کے اخیر عشرہ میں اسکے سنۃ کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سے اوروں کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان میں ہی اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا پڑھنا ہی کہ اگر بعض لوگ اسکو پڑھیں تو باقیوں سے ساقط ہوجاتی ہی پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کریں تو گنہگار نہونگے اور اگر سنت ہر ایک شخص پر ہوتی تو ترک پر اسکے سنت مؤکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ کیونکہ اصحاب میں سے جس شخص نے اسکو ادا نہیں کیا تو حضرت نے اسپر انکار نہیں کیا اور نہیں تو کلام جو ہی اسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہی ہدایہ کا قول یہ ہی کہ صحیح یہ ہی کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان میں مواظبت کی ہی اور مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہی کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہی وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت مؤکدہ اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہیں کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور انکار کرتے کذا فی الشامی و مستحب فی غیرہ من الازمنۃ یعنی غیر المؤکدۃ تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکے سوا اور زمانوں میں ہی اور مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ کے ہی و شرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط علی المذہب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا پر مذہب صحیح کے کلام علی المذہب فقط کے ساتھ علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف میں بھی شرط ہی اور یہ مبنی ہی اختلاف پر اس بات میں کہ نفل میں تقدیر دن یا یوم کی ہی یا نہیں پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہیں ہی اسلیے روزہ بھی شرط نہیں اور جس روایت میں یوم کی قید ہی یعنی حسن کی روایت میں تو اسمیں صوم شرط ہی جیسا بدائع وغیرہ میں ہی میں کہتا ہوں کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ اعتکاف مسنون میں بھی صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں ہوتا ہی یہاں تک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی و لہذا فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لا یخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہیں صحیح ہی اگرچہ اسکے ساتھ دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہیں ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہیں ہی ہم فرق یہ ہی کہ پہلی صورت میں یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع میں نذر نادرست ہوئی تو تابع میں بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت میں لیلہ بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلہ کو مطلق زمانہ میں استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید میں استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہو نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسطرح بولنا اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول میں اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا و نہارا فانہ یصح

[illegible]

وان لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یصح فی اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر میں رات اور دن کہ یہ نذر درست ہو اگرچہ رات محل صوم کا نہیں ہو کیونکہ رات
بالتبع داخل ہو واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم میں شرط ہو لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصداً
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف میں روزہ کا وجود ضروری ہو نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز
کے لیے شرط ہو نہ یہ کہ قصداً نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ نفلا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہا نے کہا ہو کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اس روز کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ شروع میں نفل تھا پھر اسکو واجب کرنا متعذر ہو اور یہ بھی وجہ ہو کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہو کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینہ میں ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی ہم کیونکہ اُسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینہ میں اور وہ فوت
ہوگیا تو اُسکی قضا بھی بجا لا ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے نفس پر اعتکاف رجب کا اور اُسمیں اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولاً لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہوگیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اُسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اس نذر کے ہوئی جسمیں وقت کی قید نہو تو اُسکی شرط
نے کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز
فی رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان میں نہ کسی دوسرے واجب صوم میں سوائے قضاء رمضان اول کے کیونکہ قضاء رمضان خلیفہ ہر اول کا یعنی اداء رمضان کا اور
تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ میں امر کی بحث میں ہو واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہر رات کی یا دن کی نزدیک امام محمدؒ کے اور یہی ظاہر الروایت ہو امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہو یعنی نفل میں آسانی کی جہت سے وہ باتیں جائز ہیں کہ فرض و واجب میں نہیں ہوتیں مثلاً نماز
نفل بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح میں ایک ادنی جزو ہر زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ شب و روز کا جو منجموں کی اصطلاح ہر چنانچہ
غرر الاذکار وغیرہ میں مذکور ہو فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاؤہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع
کیا نفل اعتکاف میں پھر توڑ دیا تو نہیں لازم ہو قضا اُسکی کیونکہ صوم شرط نہیں ہو اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابوں میں ہو جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم
ہوتا ہو سو متفرع ہو ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے اور اُسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہو جسمیں یہ ہو کہ اعتکاف کی اقل
مدت ایک یوم ہو قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہو مسجد سے نکلنا
اس معتکف کو کہ اعتکاف واجب کر رہا ہو لیکن نفل میں اسکو خروج جائز ہو اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہو نفل والے کے حق میں باطل
کرنیوالا نہیں جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہو ہم اعتکاف واجب میں نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہو عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہیں کما قال اللہ تعالی

قال اللہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو الا ان یخرج لحاجۃ الانسان طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال
فی المسجد کذا فی النہر حرام ہے معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت طبعی ہو جیسے بول و براز و غسل اگر احتلام ہو جاوے
اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو کذا فی النہر پس اگر ممکن ہو بایں طرح کہ مسجد آلودہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر مستعمل پانی سے مسجد آلودہ ہو تو غسل سے منع
کیا جاوے کیونکہ نظافت دربارۂ مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیۃ کجمعۃ واذان لو مؤذنا والباب المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال
یا حاجت شرعی ہو جیسے جمعہ اور اذان اگر معتکف مؤذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے اور اذان کے لیے مؤذن
کی قید قول ضعیف پر ہے اور صحیح یہ ہے کہ مؤذن اور غیر مؤذن میں فرق نہیں جیسا بحر اور امداد میں ہے اور مجتبیٰ میں کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ اس جگہ پر جہاں اذان دی جاتی ہے
نہیں ہے اگر دروازہ اسکا مسجد میں ہو اور جو مسجد سے باہر ہو تو بھی یہی حکم ہے ظاہر الروایۃ میں انتہی میں کہتا ہوں کہ بدائع سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اذان
بھی شرط نہیں ہے کیونکہ کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد میں ہے
اسواسطے کہ بیچ مسجد میں جو منع ہے وہ منارہ پر چڑھنے میں ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے لیکن شاید ہے مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ دروازہ خارج
ہو اسکا پس قید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ اگر داخل مسجد ہو لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ کا ہے جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہوا
اس تقریر پر کلام شارح کا ضعیف نہیں ہے اور قید باب المنارۃ خارج الحال یہ ہے مؤذن سے کہ اسکا منشاء خلاف ہے تحریر قال الشامی
اسکا قول صحیح فی وقت یدرک فیہ سنتہا قبلہا یعنی اور جو شخص کہ مسجد میں اعتکاف کئے ہو دوسری یعنی جامع مسجد کو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ سے
پہلے اسکی سنتوں کو پاوے یعنی اول اسکا باب میں اذان سے کہا ہے اور کہا ہے پس خطبہ کے پاوے جیسا بدائع میں ہے مگر اسکو ذکر نہیں کیا کیونکہ سنتیں پہلے خطبہ کی ہو
تی ہیں قال الشامی ولیس بمراد اور سنتیں پہلی اور یہ تحیۃ المسجد کے چار یا چھ بنا بر اختلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے
نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرہ تنزیہا لمخالفۃ ما التزمہ بلا ضرورۃ اور اگر جامع مسجد میں بعد
ٹھہرا یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہاں ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہ ہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا اسکا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ
جو التزام کیا تھا اسکی مخالفت کی بے ضرورت ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ جامع مسجد میں ٹھہرنا اور مکان میں ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونوں میں
فرق ہے کہ مکان میں ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بدائع میں مذکور ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یعنی رخصت
عیادت مریض اور صلوٰۃ جنازہ کے باب میں پس ابو یوسف نے کہا ہے کہ محمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت محمول ہو اس صورت پر کہ نکلا کسی
حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ میں مریض کی عیادت کی یا جنازہ کی نماز پڑھ لی بغیر اسکے کہ قصداً اسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہے انتہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے بیمار پرسی کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اسی صورت میں مضر ہے کہ مسجد میں نہ ہو اور عیادت کے واسطے نہ ہو قال الشامی
فلو خرج ولو ناسیا ساعۃ زمانیۃ لا رملیۃ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ یعنی اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا
نہ ساعت رملی جیسا پہلے ذکر ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے ہم یعنی اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور
شروع کو اگر ایام کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہیں قضا ہے مگر موافق روایت حسن کے جیسا کہ ذکر ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف
نذر کو مع صوم کے انتہی بات یہ ہے کہ اگر معینا مہینہ ہو تو قضا اسی قدر فاسد کی ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا
تھا پیا پے اور فرق نہیں ہے اگر فساد صنع عبد سے ہو جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر
صنع عبد کے ہو جیسے حیض ونفاس وجنون و بہت سی بیہوشی اور اسکا حکم یہ ہے کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا

ہو تو اسی قدر قضا کرے فقط اور تتابع واجب نہیں اور اگر کل فوت ہو وے تو کل کی قضا کرے پے در پے پس اگر قادر ہوا اور قضا نہ کی یہاں تک کہ مر گیا تو وصیت کرے
ہر روز کے بدلے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح و سالم ہو اور اگر وقت نذر کے تندرست نہیں تھا پھر اگر ایک روز بھی
تندرست ہو گیا تو وہ اسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہیں ہوا تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی البدائع ملخصاً
الا اذا افسدہ بالردۃ مگر جبکہ فاسد کر دیا اعتکاف مرتد ہو کر ہم اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدا تعالیٰ کے ایجاب سے
ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قال الشامی واعتبر اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور شروح میں صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علما
نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے ہم اسواسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہے کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکی اتفاقاً قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار
ہو اسبب سے کہ کمال نے اسمیں بحث کی ہے قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمیں کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہے اور
بے عذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہے پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہیں ہے وان خرج لعذر لا یغلب وقوعہ وہو ما مر لا غیر لا یفسد والا بالا ینقلب کانجاء غریق
وانہدام مسجد فیسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابقاً
مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی نہ ہوا اسکے تو نہیں فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں ہے جیسا ڈوبتے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان
کو ورنہ نسیان کی صورت میں بطریق اولیٰ فاسد نہ ہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافاً لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے کیونکہ
زیلعی نے مفسدات میں شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جبکہ نفیر عام ہو اور ادائے شہادت
کو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد میں چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہو گئے کہ اس صورت میں صلوٰۃ خمسہ کی جماعت نہ ملیگی یا ظالم
نے بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدامہ او لبطلان جماعتہ او اخراجہ کرہاً استحساناً لیکن نہر وغیرہ میں ہے کہ اگر
مسجد گر جاوے یا جماعت باطل ہو جاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا بسبیل استحسان حاصل یہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ ہر عذر کا
خروج سے فاسد ہو جاتا ہے مگر بول وغائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہے وفی
التتارخانیۃ عن الحجۃ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوٰۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ میں حجہ سے نقل کیا ہے کہ اگر شرط
کیا وقت نذر کے کہ نکلیگا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم میں حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہے سو یاد رہے ہم لفظاً شرط سے ایسا ہے کہ مرض
مستثنیٰ ہو پکڑنا نہیں حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکماً مستثنیٰ ہیں اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہیں ہیں تو وہ مستثنیٰ نہیں ہیں مگر جبکہ شرط کر لی قالہ الشامی
وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہے معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ
اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد میں ہم سبب داخل ہے مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہے کھانے وغیرہ پر مسجد میں اسکو یہ چیزیں حلال نہیں سوا مسجد کے یعنی
نہیں کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا اور دوسرا مسجد میں نہ کرے کیونکہ عقد نکاح ورجعت غیر معتکف کو بھی مسجد میں مکروہ نہیں قالہ الشامی فلو لتجارۃ کرہ پس اگر
عقد تجارت کے لیے ہو تو مکروہ ہے ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد میں حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ
کیطرف متوجہ ہو دنیا سے منقطع ہے اسکو امور دنیا کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فانہ یخرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند
بیع اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہیں ہو سکتا جب تک عقد میں ایسی تاویل نہ کریں کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا
فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم ظہیریہ میں ہے کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے اور یہ محمول ہونا چاہیے
اس صورت پر کہ اسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہ ہو کہ کھانا پہونچاوے اسلیے کہ اسوقت نکلنا ہوا ایسی ضرورت میں ہو گا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریماً لانہا تحل

و حرم علیہ احضار المبیع فیہ اور مکروہ ہے حاضر کرنا بیع کا مسجد میں یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محمل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی
جس جگہ مطلق مکروہ بولتے ہیں وہاں انکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما اکرہ فیہ بما لفظہ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہے مسجد میں بیع و شرا غیر معتکف
کے لیے مطلقا یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے بیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو اسباب میں وارد ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بیع و شرا سے مسجد میں اور گمشدہ کی تلاش سے مسجد میں اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھکر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ
کے روز کذا فی الفتح وکذا اکل و نوم الا لغریب اشباہ اور اسیطرح مکروہ ہے غیر معتکف کو کھانا اور سونا مسجد میں مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ و قدمنا قبیل الوتر اور ہم اسکو
بیان کر چکے ہیں وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہا مطلقا ونحوہ فی المجتبی لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہیں مکروہ ہے کھانا پینا
سونا مسجد میں بالکل اور مثل اسکے مجتبی میں ہے ابن کمال نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے سونا مسجد میں خصوصا اگر لیٹنا کر پاؤں رکھا کر
پاؤں جانب قبلہ کے ہوں یا کسی اور طرف لیکن معتکف کو بالاولی جائز ہے اور مجتبی میں بھی اسکو نقل کیا ہے اور اسی سے مطلقا کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ
نے کہا کہ یہ قول کہ پاؤں قبلہ کیطرف ہوں غیر مسلم ہے کیونکہ علما نے اسمیں کراہت لکھی ہے اور شارح کے کلام کا مفاد صحیح اسی مقدار تک کی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کھانا
پینا بھی مثل نوم کے ہے جبکہ مسجد کو نہ دیکھے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہے لیکن بحر الرائق میں کہا ہے کہ معتکف کو کھانا وغیرہ مسجد میں
بیع و شرا اگرچہ مسجد میں نہ غیر معتکف اور ملا علی نے انکی شرح میں کہا ہے کہ غیر معتکف کچھ نہ کرے ان چیزوں سے مکروہ ہیں مسجد میں ولا یکرہ ما ذکر ناقلا
میں ہے مجتبی کی عبارت نقل کی ہے قال الشامی و یکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہے چپکا رہنا بیٹھا رہنا
اگر اسکو عبادت جانتا ہو ورنہ مکروہ نہیں کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص چپکا رہا نجات پائی جس امام ابوحنیفہ نے ابوہریرہ سے مگر روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قال الشامی و تیسیر فی الصمت کذا فی غرر الاذکار عن شرح الحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم
اور چپکا رہنا واجب ہے برے کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے
تو سلامت رہے ہم نے کہا الغرض نہیں کہا تا کہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے برے شعر پڑھنا یا ذکر
اللہ کرنا چیز کی بکری کے واسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قال الشامی و تکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف میں
بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہے کہ جسمیں گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل
النار الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام میں گناہ نہیں اسمیں داخل ہے کلام مباح جبکہ اسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی اسی دنیا کی
مین کلام کرنا جب وقت اسمیں قصد قربت کا نہو ورنہ اسمیں ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محمل ہے فتح القدیر کی عبارت کا
کہ کلام کرنا مسجد میں مکروہ ہے حسنات کو اسطرح کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر میں اسکو تحقیق کیا ہے ہم نے کہا کلام مکروہ اسوقت ہے کہ کلام کے لیے
مسجد میں بیٹھے جیسا ظہیریہ میں قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور سراج میں شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں بات کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر قلیل ہو لیکن
اگر مسجد کا قصد باتوں کے لیے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قال الشامی کقراءۃ قرآن و حدیث و علم و تدریسہ
فی سیر الرسول علیہ السلام و قصص الانبیاء علیہم السلام و حکایات الصالحین و کتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزیں ہیں جیسے قرآن پڑھنا اور
حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتیں صلحا کی اور لکھنا دینی باتوں کا
و بطل بوطء فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج میں یعنی اگلے مقام میں یا پچھلے میں انزال ہو یا نہو ولو کان وطیہ
خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصدا ہو یا بھولکر

اصح روایت میں اسواسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلانے والی ہے صوم و روزہ کے اجتماع سے یہ تیمم کی طرح ہے اسمیں اشارہ ہے کہ نہایہ وغیرہ میں جو مذکور ہے وہ مردود ہے یعنی معتکف
مسجد میں رہتا ہے اسکو وطی کہاں میسر ہو جو کیا کہ اسکی تاویل یہ کی ہے کہ جب اپنی حاجت کے لیے نکلے تو اسوقت وطی کرنی حرام ہے اور شرح تاویلات
میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضائے حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام میں چلے جاتے تھے اسپر یہ آیت نازل ہوئی
(ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد) یعنی انسے صحبت نکرو جس وقت کہ تم مسجدوں میں ٹھہرے ہو شیخ اسمعیل نے کہا اسمیں نظر ہے کیونکہ مسجد میں
وطی ممکن ہے اگرچہ اسمیں حرمت دوسری جہت سے ہے یعنی مسجد میں حالت جنابت رہنا علاوہ اسکے یہ ہو سکتا ہے کہ زوجہ معتکفہ ہو جو اپنے گھر کی مسجد میں
اور اسکا فاسد ہونا اس سے ظاہر ہے کہ اگر عورت کا اعتکاف باطل ہوجاویگا اور اصح کا مقابل [illegible] قول ہے کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہیں
جاتا صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہے کہ اعتکاف اور صوم میں فرق ہے کیا اعتکاف میں حالت یاد دلانے والی موجود ہے
یعنی مسجد میں ہونا بخلاف صائم کے قال الشامی و بطل بانزال بقبلة او لمس او تفخیذ اسواسطے کہ اعتکاف انزال سے [illegible] گیا ہے
[illegible] میں دیکھے کہ یہ فعل انزال سے معنی جماع کے ہو گئے ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہیں باطل ہوتا
اگرچہ دواعی وطی کی تمام حرام ہیں واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے [illegible] لازم نہیں آتی ولا يبطل بانزال بفكر او نظر [illegible] اور نہیں باطل
ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے [illegible] لبقاء الصوم بخلاف الاكل [illegible] اور نہیں باطل
ہوتا [illegible] قاعدہ یہ ہے کہ جو ممنوعات
[illegible] اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہیں [illegible] اور خروج
[illegible] اعتکاف میں ممنوع ہوئے ہیں [illegible] فرق ہے [illegible]
[illegible] اور جنون سے اگرچہ چند روز میں دا یام
[illegible] اعتکاف [illegible] اور قیاس یہ ہے کہ قضا کرے جیسا
صوم رمضان میں [illegible] ساقط ہوگی [illegible]
[illegible] اور اعتکاف میں [illegible] قال الشامی [illegible]
[illegible] اعتکاف [illegible] اور لازم ہوگی [illegible] یعنی [illegible] اعتکاف [illegible] سے
ایام کا مثلاً دس دن کا [illegible] اعتکاف میں [illegible] ہونگے تو دونوں
لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا [illegible] اگر [illegible] اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو
[illegible] کے روز دن کی اور [illegible] کو اسکو اختیار ہے کہ متفرق رکھے
اسواسطے کہ اعتکاف [illegible] اور ذکر [illegible] جیسا آگے
برعکس اور وہ یہ کہ نذر کرے راتوں کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونوں عدد دونوں میں سے
لفظ جمع کے ساتھ اور اسی طرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہے دوسرے کو بھی [illegible] یعنی [illegible] اور عادت کے مثلاً عرب میں کہتے ہیں کہ
ہم وہاں تین روز رہے یعنی تین دن مع راتوں کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ثلٰث لیال سویا و ثلٰثة ایام
الا رمزا ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہے پس مراد دونوں جگہ رات اور دن دونوں ہیں اور جمع عام ہے

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمنا ہو جیسے مثلاً تثنیہ یا کہنا اور تثنیہ کی صورت میں اعتکاف دو روز کا مع دو راتوں کے طرفین کے نزدیک لازم ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اسمیں داخل نہیں قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیتہ الحقیقۃ پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اسکی نیت صحیح ہے کیونکہ اسنے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف میں یوم اسم ہے کل یعنی مجموعہ شب اور روز کو کہتے ہیں اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہے اسی جہت سے یہاں نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اسکی نیت صرف نہار میں درست ہوئی تو اسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد میں داخل ہو اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بہا اے بالایام اللیالی لا تعمل نیتہ کلاما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہے بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونوں ہم کہتے ہیں ایسی نیت کی جو کلام کی محتمل نہیں ہے کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہی یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک یا ایام سے ہے یا لیل اور ہر ایک میں ان تینون میں سے یا حقیقت کی نیت ہے یا مجاز کی یا دونوں کی یا اصل نیت نہیں ہے پس صورتیں ہوئیں اور تثنیہ اور جمع کا حکم مع انکی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اسکی کرے یا نکرے اور اگر اسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہو تو دونوں لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم نہوگا جیسا کہ امین نیت یوم کی ہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو نذر اعتکاف شہر ونوی النہار خاصۃ او لوی عکسہ اے اللیل خاصۃ فانہ لا یصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی مثل یاد ہے جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو اسکی نیت صحیح نہیں کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہے ایک مقدار معین کا جو شامل ہے ایام و لیالی کو پس اسمین کثرت الاطلاق کا احتمال نہیں ہے ہم جب ہو کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر تیس یوم کہے گا تو اسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہار کما اسی صورت میں کہ استثنا کرے راتوں کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا مع اور بالضم جمع ہے نہار کا و لو استثنی الایام صح ولا شی علیہ لان اور اگر دنوں کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہے اور اسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی باب اول میں کہ رات محل صوم نہیں حاصل یہ کہ جب ایام کا یعنی دنوں کا استثنا کر لیا تو گئی صرف راتیں رہ گئیں انمین اعتکاف منذر صحیح نہیں ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی صوم کے منافات ہے قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتبع للنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی الضیاء الحموی بحر اور جان لو کہ راتیں تابع ہیں ایام کے مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتیں سو یہ تابع ہیں گذشتہ روز کی لوگوں کی سہولت کے لیے جیسا ضیاء الحموی کی الضیاء میں مذکور ہے اسکو یاد کر لو یعنی ہر شب تابع ہے اسکی روز کی جو اسکے بعد ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب میں پڑھی جاتی ہیں نہ شوال کی اول شب میں تو اس تقدیر پر جب نذر کرے عشرہ میں اخیرہ یا جمع کو تو مسجد میں داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے بعد پورے ہونے کے بعد غروب کے چنانچہ خانیہ میں اسکی تصریح کی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ جب رات یا یوم سے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر پہلی داخل نہ ہوگی ایام کی نذر میں مگر جبکہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم الترویہ کے اور نحر کی رات تابع ہے عرفہ کے یا ملک کر سوین رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر دائرۃ مع رمضان الخ قال انہا متقدم وتتاخر خلافا لہما وشب قدر رمضان میں دائر ہے باتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخوں میں مقدم

موخر ہوتی رہتی ہی بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تاریخ معین ہی مقدم موخر نہین ہوتی و ثمرتہ فیمن قال لعبدہ لیلۃ منہ انت حر او انت طالق لیلۃ القدر فعندہ لا یقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاول وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الآتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہی یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہی شب قدر مین تو امام اعظم کے نزدیک عتق و طلاق واقع نہونگے جبتک کہ دوسرا رمضان تمام نہ گذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہوچکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہی جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق و طلاق واقع ہوگئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہی تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق و طلاق واقع ہونگے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین والمراد کما محیط مین کہا ہی کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن صاحب محیط مین قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہی اس بات سے کہ جسنے عتق و طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہی وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہی تو شب قدر ستائیسوین ہی لام کیونکہ اول تو عوام اسی کو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہی کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہی اور احادیث کثیرہ اسپر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہ جواب دیا ہی کہ اس برس مین اسی تاریخ مین تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہی آگے پیچھے ہوتی رہتی ہی یہ ایک قول ہی امام کا اور مجتبی مین خانیہ سے منقول ہی کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہی کہ تمام سال مین دائر ہی کبھی رمضان مین ہوتی ہی کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا موید ہی وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہی کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہی سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہی اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرہ اخیرہ مین اور ایکبار عشرہ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہی کہ وہ سال بھر مین دائر ہی ہمیشہ کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھیالیس کو پہونچے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہی اسکی طلب مستحب ہی اور وہ برس مین افضل شب ہی قرآن مجید مین اسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہی عمل خیر اسمین ہزار عمل کے برابر ہی بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت نصیب کرتا ہی اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللہم انا نسالک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل والحمد للہ الشافی الکافی والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین یہانتک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا والحمد

کتاب الحج

اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اسواسطے مذکور کیا کہ یہ رابع ہے عبادات کا اور مرکب ہے عبادات مالی اور بدنی
سے وہ بفتح الحاء و کسرہا لغتان القصد الی معظم لا مطلق القصد کما ظنہ بعضہم یعنی حج کے اول لغت عرب میں عظیم الشان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہیں
نہ مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعض علما نے گمان کیا ہے یہ تحقیق ہے صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت
ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی کہ معظم کا قصد کرنا واسطے ادا عبادت کے وشرعا زیارۃ ای طواف و وقوف فی مکان مخصوص
ای الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی آخر العمر وفی الوقوف من زوال الشمس یوم عرفۃ الی فجر النحر بفعل مخصوص بان یکون
محرما بنیۃ الحج سابقا کما سیجیء لانہ لا ارکان الا ان الامکان للحج فقط قلم حج اتقلل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں
زمانہ مخصوص میں بفعل مخصوص سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد گھومنا
عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفہ کے دن زوال سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھکر طواف اور وقوف
سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور وقوف کا ادا کرنا بوقت مخصوص اور اگر نہ ادا کیا کا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے
آویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ارکان کے ارکان حج تاکہ
حج نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادا کے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکل جاتا سواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نفل کو علم ارکان میں پانچ
کا ہے شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج فرض ہوا ہجرت
کے نویں سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا سے حج میں دسویں برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے باوجود اسکے یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقا حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے ہجرت کے نویں سال یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے واسطے لوگوں پر لازم ہے
حج بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نویں سال حج نہ کیا تو عذر سے نکیا عذر یہ تھا کہ یہ آیت بعد گذرنے
ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین آنکے پیچھے ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نویں سال صدیق اکبر اور علی مرتضیٰ کو بھیجکر
کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا تب دسویں سال حج ادا کیا اور عذر پیدا نہ ہوتا کہ تقدیم افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہ ہوتا تو تاخیر کرنا مقصود نہ تھا
کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وہو واحد والزیادۃ تطوع تمام عمر میں ایکبار حج فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک
لہذا سبب بھی واحد ہوا اور ایکبار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے ہم عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا ایکبار سو جو ایکبار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداؤد و چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور حدیث
کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اسکا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما فی البحر
علیہ احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہوتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کر جاوے تو
اسپر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام
اور کبھی حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کیا یا غصب یا سود لیکے مال سے حج ادا کیا اس حج کا کرنا حرام ہے جسکو حج کا
شوق ہو اسکو اول حلال پیدا کرنا لازم ہے طبرانی نے معجم اوسط میں ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال
حلال لیکر اور رکاب میں پاؤں رکھکے لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک و سعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور جب

نفقہ چھینکے لیکر زکا تا ہے اور سکا ب میں باذن مولا لبیک کہتا ہے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام ہے اور تیرا حج مقبول
نہیں ہے کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر ویکرہ الحج بلا اذن من یجب استئذانہ اور مکروہ ہے حج کرنا بلا اجازت اس شخص کے
جس سے اذن لینا واجب ہے چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسی طرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر فرض ہو تو نتائج کے بیان
سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہے حج مباح نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل میں ہے کہ اگر لڑکا خوبصورت ہو تو اسکے باپ کو جائز ہے کہ اسکو سفر حج سے
منع کرے جب تک ڈاڑھی نکلے بلکہ گھر سے نکلنے سے بھی روک سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین
عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہے پہلے سال میں نزدیک ابی یوسف کے اور امام مالک اور امام احمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت
میں اسواسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان میں ادا کرے حج کیونکہ سال بھر میں حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہیں
تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اسکو جلدی کرنا لازم ہے اسواسطے کہ کاہے آدمی بیمار ہوتا ہے اور راحلہ گم ہو جاتا ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے
کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی کے نزدیک حج علی الفور فرض نہیں بلکہ علی التراخی فرض ہے بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای
سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان
اداء وان اثم بموتہ قبلہ بحر سبب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اسکی گواہی مردود ہوگی حج میں تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی
تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہیں ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق
ہوتا ہے کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ یہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان میں مذکور
ہو چکی ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے واسطے فقہا کا اجماع ہے اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی
اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلفت الہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر
علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالی بذلک ای لو ناویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر مقدور والے نے
حج نہ کیا یہانتک کہ اسکا مال تلف ہو گیا تو اسکو جائز ہے کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اسکو قدرت نہ ہو ادا کے قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالے
اسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کیے مرگیا بشرطیکہ اسکو ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہے علامہ مواخذہ کی ظہیریہ میں ہم
طحطاوی نے کہا کہ تاترخانیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورت میں قرض لینا حج کیواسطے لازم ہے علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع
الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہے مسلمان پر نہ کافر پر اسلیے کہ کافر مخاطب نہیں فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق
میں ہاں در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہے اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصلی کو شرح منار میں محقق کیا ہے ہم یہاں سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو
اجمالا دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہیں ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادا کے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی
سو شرائط وجوب آٹھ ہیں بنابر قول ارجح کے اسلام عقل بلوغ حریت وقت قدرت زاد قدرت راحلہ فرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہیں
بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق میں خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار
احرام حج زمانہ خاص مکان خاص اسلام کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدارنا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہے حر مکلف پر

حج کے فرض ہونے کو جاننا ہے یا دار الاسلام کے رہنے سے یا دار الحرب میں ایک ثقہ کی خبر دینے سے یا ان دو شخصوں کی خبر دینے سے جنکا حال عدالت مستور ہو
تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور بیہوش پر بقول فخر الاسلام اور اس مسلمان پر جو دار الحرب میں ہو اور فرضیت حج سے مطلع نہیں حج فرض نہیں ہے صحیح
البدن حج فرض ہے تندرست پر جو جا سکتا ہو اور لولے اور فالج والے اور جسکے دونوں پاؤں کٹے ہوں اور بیمار اور ایسے بوڑھے پر جو اونٹ پر نہیں تھم سکتا ہے
حج کرنے کو جانا فرض نہیں یہ تبیین میں ہے اور فتح القدیر میں ہے سلطان پر بھی منع حج فرض ہے یعنی بادشاہ کے واسطے پر جو قید نہیں اور ظالم سے ڈرتا نہیں ہو اسکو حج
کرنے سے روکتا ہے تو قیدی اور خائف کو اور اندھے پر حج فرض نہیں اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ لیجانے والا ملے تو بھی اس پر حج فرض نہیں بنا بر قول مشہور
کے امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہیں کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فالمقعد ونحوه اذا قدر علی غیره لکن
لا یجد فادر اگر حج فرض ہو صاحب زاد و راحلہ ایسا تندرست جس سے اسکا بدن صحیح سالم رہتا ہو جسکو گوشت وغیرہ نفیس غذا کھانے کی عادت ہو جسکو اسکو روٹی اور
پنیر پر قدرت ہو بدون گوشت کے تو وہ قادر نہیں گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے نقصان بدن و شدت لاحق ہو اور راحلہ سے مراد ہے جس پر سواری کی جاوے الاقتضاء
ان قدر والاقتضاء القدرة علی الحمارة اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو آدمی کے واسطے مخصوص ہو یعنی اسکو نوبت بنوبت نہ چڑھنا پڑے اور
راحلہ کو مقتضب کہتے ہیں یعنی بدلی کا آدھی واسطے سواری کے راحلہ کافی ہو اگر آدمی پر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہ ہو سکے بسبب مرض یا
کے اور بار کی مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہے کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا بلکہ اس طرح اسکی ہلاکت کا خوف
ہے تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہے جس پر وہ پہنچ جاوے کذا فی السراج الوہاج نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک
شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد و راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ
اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے ملک مرکب خشکی کو راحلہ کہتے ہیں نہ پیادہ کذا فی السراج الافاقی بالزاد والراحلۃ لا المکی
اسی طرح راحلہ شرط ہے آفاقی کے واسطے جو مکہ سے دور رہتا ہو نہ کہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہو اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک جانا
نماز جمعہ کے واسطے جانے کے مشابہ ہے اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چل سکے تو اسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر الفائق ولو قدر علی غیر
الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم اره صریحا اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری
پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہ ہوگا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اسکو کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی سواری
کی کراہت حج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیۂ تحفۃ الاخیار میں حلبی نے کہا کہ سوا اونٹ کے اور سواری
پر حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہیں اسواسطے کہ ہر چند اہل لغت میں راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں لیکن راحلہ سے مراد وہ ہے جس پر سواری ہو وے قہستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ
سے مراد وہ ہے جس پر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اس پر لادے جاتے اور آتے ہوں انتہی اور شرح مناسک متوسط میں ہے کہ شرط حج
یہ ہے کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ میں مکروہ ہے تکلیف کثیر کے سبب سے وفی السراجیہ الحج راکبا افضل منه
ماشیا یعنی والمقتضب افضل من الحمارة اور سراجیہ میں ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت اٹھانے سے بد مزاج
ہو جاتا ہے اور رفیقوں سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر بدمزاج نہ ہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہے کہ اسمیں ریا اور فخر کا
خوف نہیں کذا فی الطحطاوی وفی اجارة الخلاصة حمل المحمل بالقطار والرکوب مثلا وعمارته وتقدیر الثقل الی العرف اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ
میں ہے کہ اونٹ کا بوجھ ۴۰۰ من ہے اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خچر کا بوجھ گدھے کے برابر ہے شرعی من ۴۰ استار کا ہے اور استار ساڑھے چھ درم
کا ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وهب الاب لابنه مالا یحج به لم یجب علیه قبوله لان شرط الوجوب لا یجب تحصیلها وهذا بالاتفاق الفقهاء خلافا للامام الشافعی

اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کے واسطے تو اس پر اس مال کا قبول کرنا واجب نہیں ہے واسطے کہ وجوب کی شرط کا حاصل کرنا واجب نہیں اور یہ
اپنی قدرت سے زاد اور راحلہ کی شرط کرنا وجوب سے ہے باتفاق فقہا خلاف ہے امام شافعی کے کہ انکے نزدیک غیر کی قدرت سے بھی حج واجب ہو جاتا ہے فضلا عما لا بد منہ کا امر الی الخ کہ
جیسے زاد اور راحلہ کا فاضل ہونا ضروریات شخص سے چنانچہ اسکی تصریح کی ہے جیسا کہ مذکور ہے جو کہ شرح الوقایہ میں ہے کہ ضروریات انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام
اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان چیزوں کے ہونے سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کبیرا یکفیہ الا سکنہ ببعضہ والحج بالفاضل
فانہ لا یلزمہ بیعہ الزاد نعم ہو افضل وقال بعضہم لزوم بیع الکل والاکتفا بسکنی بالاجارۃ بالاولی اور ضروریات میں سے گھر ہے اور اسکی مرمت اگرچہ
ایسا بڑا گھر ہو کہ اسمیں سے تھوڑا مکان رہنے کو کافی ہے اور باقی کو بیچ کر حج ہو سکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کے واسطے اس پر لازم نہیں ہاں
زائد مکان کا بیچنا اور اس سے حج کے واسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان میں رہنا بالطریق اولی لازم نہیں
بلکہ اولی کہا اور جو شخص مال اتنا ہو کہ اسکا وفا والا یسکن ... اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اس مال سے گھر
اور خادم کو مول لیوے تو اسکے پاس اتنا مال باقی نہ رہے جو حج کو کفایت کرے تو اس پر لازم نہیں کہ حج میں خرچ کرے اور گھر سے کہ ان اشیاء میں سے ہے
یہ مال حاجت اصلی سے زائد نہیں اور حج فرض نہیں ہے اگر اس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہے جو شخص کا اشتر اقتضاء اللائق بامثالہ المال بحرقہ الی حاجتہ
لہ ملک والالا اور تفسیر کی ہے نہر الفائق میں کہ وجوب حج میں باقی رہنا اس مال کا ہے جو اپنے پیشے کے واسطے مشروط ہے اگر اسکے پیشے میں مال کی حاجت ہے اور
اگر حاجت نہ ہو تو مقدار اس مال کی شرط نہیں کہ اس کو اپنی حرفت کے واسطے بالعموم رکھنا اس مال کی شرط نہیں ہے یعنی جو ایسے کے پیشے میں مال کی حاجت نہیں جیسا
کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری کا محتاج ہو اور سوداگر کے کہ بدون مال کے تجارت نہیں ہو سکتی وفی الاشباہ معہ الف وخاف العزوبۃ ان کان قبل خروج اہل بلدہ
فلہ التزوج ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہے تو اگر حج کے قافلے کے چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا تو
اسکو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہوا تو اس پر حج لازم ہے وفقہا انہ عن نفقۃ عیالہ بمعنی یلزمہ نفقتہم لتقدم حق العبد اور زاد اور راحلہ
زیادہ ہو اسکے اہل و عیال کے خرچ سے اہل و عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس پر لازم ہے اسلئے کہ حق العبد کا یعنی بندے کا حق خدا کے حق پر مقدم
ہے بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہے اور بندہ محتاج اور یہی وجہ دلیل ہے اس امر کی کہ اہل و عیال کے خرچ کو حج سے مقدم رکھا اور نفقہ
عیال وغیرہ کا بعد پھر نے کے ایکدن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ ہمیشہ کا نفقہ زیادہ ہو ایکدن کی روایت امام سے ہے اور مہینہ کی روایت ابو یوسف سے ہے اور
تفتنہ سے تشویش نفقہ مراد ہے تنگی کا اسراف کا کذا فی حاشیۃ الطحاوی مع امن الطریق بغلبۃ السلامۃ اور امن راہ کے سبب سے غلبہ سلامتی کے یعنی امن راہ شرط
وجوب حج ہے اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہے اور امن قافلہ چلنے کے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت میں امن نہ ہو امن راہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ اکثر
باسلامت آتے جاتے ہوں اور خوف قلیل موجود معتبر نہیں اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی معتمد ہے اسکے سوا اور اقوال لائق اعتماد کے نہیں اور
جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج میں اختلاف ہے کہ بعض نے کہا کہ اگر سمندر میں سلامتی غالب ہو
اور اس شہر سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہے اور اگر غلبہ سلامتی کا نہیں تو حج بھی واجب نہیں اور یہی قول اصح ہے کذا فی شرح النقایہ بالفعل ہندوستان میں
امن راہ خشکی اور تری میں بخوبی حاصل ہے اور شوق جہاز رانی کا بسبب اختیار اہل فارس کے جو اس حال کو کبھی نہ تھی سواے اہل ہند کے جو حج میں ہرگز تردد نہیں
ہزاروں شخص ہر سال ہند سے جاتے ہیں اور حج کر کے باسلامت پھر آتے ہیں ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو جاوے
شیخ کمال الدین محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہے اور حرام رشوت دینے والے پر نہیں بلکہ
لینے والے پر ہے حتی اخذ الکتاب الیٰ ... انتحاج ... اور آخر کتاب میں آویگا کہ مقبول ہے اور مفید حاجیوں کا غدر ہر سال اگر ہر سال یا اکثر کچھ حجاج

[illegible] والمعتمد لا کما فی القنیۃ والمجتبیٰ [illegible]

[illegible] اور کیا وہ مال جو [illegible]

[illegible] کذا فی [illegible] والمجتبیٰ اور اسی قول پر [illegible]

[illegible]

[illegible] عورت کا [illegible]

[illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] کذا فی [illegible]

[illegible]

[illegible] کذا فی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح کرلینا [illegible]

[illegible]

[illegible] الاسلام [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر آتی اگلے احرام پھر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفه
بعرفة ونوی حجة الاسلام اجزاء پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے
یعنی فرض ادا ہو گی ہم احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق
ذلک ای التجدید المذکور لم یجز لانعقاده لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اسکو کفایت نکریگا یعنی اُس پر سے
فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہو گیا تو اسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام
لازم نہیں تو اسکو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے وفرضه ثلثة الاحرام اور حج میں تین کام فرض ہیں
اول احرام باندھنا فرض ہے یہ جسکے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آیندہ میں اسکی قضا لازم آوے وهو شرط ابتداء وله حکم الرکن انتهاء حتی لم یجز لفائت
الحج استدامته لیقضی به من قابل اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے یعنی اسکی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام
کو رکن کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا آنکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہو گیا ہو اسکو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آیندہ اس سے حج کی قضا کرے جائز نہیں
اور اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اسکا باقی رہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفة فی اوانه سمیت بها لان آدم علیه السلام وحوا تعارفا فیها اور دوسرا فرض عرفات کا
ٹھہرنا ہے اسکے خاص وقت میں عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام میں وہیں تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اُترے پھر بعد
مدت عرفات میں یکجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارة وهما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور دونوں یعنی وقوف
عرفات اور طواف الزیارة رکن ہیں حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور جماع قبل
طواف سے فاسد نہیں ہوتا کذا فی العالمگیریة وواجبه نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہیں چنانچہ چھبیس کام ہیں چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسے سے معلوم ہوگا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے وقوف جمع وهو المزدلفة سمیت بها لان آدم اجتمع مع حوا
ای ازدلفت الیها ای دنا منها اور ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہاں جمع ہوئے اور انسے قریب ہو گئے والسعی وعند
الائمة الثلثة هو رکن بین الصفا سمی به لانه جلس علیه آدم صفوة الله والمروة لانه جلس علیها امرأته حوا ولذا انث ۲ اور جانا صفا اور مروہ کے درمیان
اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اسپر بیٹھے اور
مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہیں اور اسی واسطے لفظ مروہ مؤنث ہے ہم بعضے علما نے وجہ تسمیہ یوں بیان
کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونوں نے بیت اللہ میں حرام کاری کی حق تعالی نے انکو پتھر کر ڈالا دونوں صورتوں کو
دونوں پہاڑیوں پر لوگوں کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیة الطحطاوی والله اعلم ورمی الجمار لکل من یحج ۳ اور کنکریاں مارنا جمرات ثلثه پر
ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ مفرد وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سواے حائض کے تو کی اور حائض پر طواف الصدر واجب نہیں والحلق او التقصیر ۵ اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام
من المیقات ۶ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفة الی الغروب ان وقف نهارا ۷ اور دراز کرنا
وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن میں وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے والبدائة بالطواف من الحجر الاسود لانه
المتبعة علیه السلام وقیل فرض وقیل سنة اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنابر اشبہ قول کے اسواسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ابتداء طواف حجر اسود سے

کرنے کہتے ہیں اور بعضوں کے نزدیک یہ فرض ہے اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے والتیامن یعنی البداءۃ عن یمین الاخذ فی الطواف ۹ - اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا یہ قول صحیح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہے بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس له عذر یمنعه منه ولو نذر طوافا زحفا لزمه ماشیا و لو شرع متنفلا زحفا فمشیه افضل ۱۰ - اور واجب ہے طواف میں اپنے پاؤں چلنا جسکو ایسا عذر نہیں جو چلنے کا مانع ہو اور جو نذر مانی طواف کی زمین پر گھسٹ کر تو اسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گھسٹ کر شروع کیا تو اسکے طواف میں پاؤں سے چلنا افضل ہے والطہارۃ فیه من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذهب وفی الحقیقیۃ من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انه سنۃ مؤکدۃ کذا فی شرح لباب المناسک ۱۱ - اور طواف میں طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنا بر قوی مذہب کے اور قول صحیح یہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے اور جمہور علما کا یہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت موکدہ ہے نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح میں مذکور ہے وستر العورۃ فیه وکشف ربع العضو فاکثر کالصلوۃ یمنع ۱۲ - اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف میں اور جو چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف میں منع کرنا واجب ہوا جیسا کہ نماز میں عضو کا بیان کتاب الصلوۃ میں گذرا و بدایۃ السعی بین الصفاء والمروۃ من الصفاء وبدایۃ بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ - اور صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول میں اسکا شمار نہ ہوگا قول اصح میں یعنی اول مروہ سے صفا تک شوط اول میں داخل نہیں بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہے ابتدا سے صفا سے مروہ تک والمشی فیه فی السعی لمن لیس له عذر کما مر ۱۴ - اور چلنا سعی میں جسکو چلنے میں کچھ عذر مانع نہیں چنانچہ طواف میں مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵ - اور ذبح کرنا بکری کا قارن یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکها اثم علیه دم قیل لم یجوز ۱۶ - اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے ساتھ پھیرے کے گرد کعبہ کے بعد کسی طواف کیوں نہ ہو خواہ فرض طواف ہو یا نفل یہی دو رکعتیں واجب ہیں سو اگر دو رکعت طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو گنہگار ہوا اور جب ہے بعضے علما نے کہا کہ ہاں اسپر دم واجب ہوگا اگر قبل ذبح کے مرتا تو اسکو ادا کرے تو ذبح کرنیکی وصیت کر جاوے والترتیب الآتی بیانه بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷ - اور ترتیب کرنا درمیان کنکریاں مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اسکا آگے آویگا واما الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شئ علیه ویکره لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریاں مارنے اور سر منڈانے کے درمیان میں ہے سو وہ سنت ہے واجب نہیں تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اسپر لازم نہیں لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے کذا فی لباب المناسک وسیجئ ان المفرد لا ذبح علیه فتنبه اور آگے آویگا کہ مفرد یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اسپر ذبح واجب نہیں اور عنقریب باب الجنایات میں ہم اسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ - اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارہ کرنا کسی دن میں قربانی کے دنوں سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ - اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم ایک جگہ کا نام ہے جو بیت اللہ کے جانب مغرب اور شمال کو واقع ہے اسکے گرد چھوٹی دیوار ہے کہا ان لوگوں نے کہ حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا اسی سبب حطیم بیت اللہ میں داخل سمجھی گئی لہذا طواف میں اس کا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہ ہوا کہ دخول اسکا بیت اللہ میں بدلیل قطعی ثابت نہیں واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف معتد به ۲۰ - اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہے یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد ادا ہو اسواسطے کہ چار شوط سے طواف معتبر ہوتا ہے وتوقیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱ - اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر میں واجب ہے وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲ - اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہے چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہے

حج کا ولبس المخیط ۲۳ - اور جیسے سیے لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتغطیۃ الرأس والوجہ ۲۴ - اور سر کو ڈھکنا ۲۵ - اور چہرے کو ڈھکنا والصحابۃ

ان کل واجب جبرہ دم فھو واجب صحیح بہ فی الملتقی وصحیح فی البنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس فعل کے ترک

کرنے سے ذبح کرنا واجب ہو سو وہ فعل واجب ہے یہی تصحیح ہے ملتقی میں اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہے اُسکا بیان باب الجنایات میں اصح ہوگا

ہم شارح نے بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵ - امور میں منحصر نہیں اسواسطے کہ ذبح کرنا عوض

سے امر کے ساتھ واجبات سے ہے اور حالانکہ اُسکو مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درر میں پانچ چیزوں کو واجب

کہا ہے وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہے کہ سوا اسکے فرائض اور اُن واجبات کے باقی افعال

سنت ہیں یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ واجبات پانچ میں منحصر نہیں اور ایسے مقام میں شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی منح الغفار فائدہ حلیلہ

اکثر کتب میں افعال مسطورہ مذکورہ کو واجبات میں شمار کیا ہے اور بعض کتابوں میں دریافت واجبات کا قاعدہ کلیہ مذکورہ منصوص ہے چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح

نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہیں جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات میں اُسکی خود تصریح موجود ہے لیکن بانی اور شارح نے ۲۵

واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیر ہا سنن وآداب کان یوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض

اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہیں اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اور اسیلئے کہ حج میں خرچ کرنا ثواب میں

جہاد کے خرچ کے برابر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا اور خدا زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے

علی الخصوص حج میں زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالیٰ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ

اور مستحب ہے حج کی اجازت طلب اپنی ماں اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون

امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور

مستحب ہے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستوں سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعائے خیر کریں اور مستحب ہے دوستوں اور آشناؤں

اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر میں ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستوں

کو انکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیء عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فقد خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ

اسکے فی انہ ہل البشری اولمکیری وہل یسافر بحرا او برا وہل یرافق فلانا اولا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النہر

اور مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہے بلا کا اور سنت ہے سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی ایمان

استخارہ کرے کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی میں کرے یا دریا میں اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور

یوں نہ استخارہ کرے کہ میں حج کروں یا نہ کروں اسواسطے کہ واجب اور مکروہ میں استخارہ بے موقع ہے ع در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست اور پورا

بیان اسکا نہر الفائق میں ہے اور باقی مضمون نہر الفائق کا یوں ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری

رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے بعد استخارہ کی دعا جو احادیث میں ثابت ہے پڑھے بعد توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف

کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات میں قصور ہوا ہو اُنکو قضا کرے اور

اپنے گناہوں سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہوں کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار میں اُن نجاستوں

کو بیچا تاکہ مال بے ادبی ہو اور نفقہ حلال کی طلب میں نہایت کوشش کرے اور اس سفر میں عمدہ رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت میں ہوشیار کر دے اور بے صبری اور ناشکیبائی کی حالت میں صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہے کہ کرایہ والے کو اپنا اسباب دکھلا دے اور بدون اسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بلا اجازت کے کبھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج میں بہتر ہے کہ تجارت کی نیت نہ کرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہیں ہوتا مانند غازی کے اور لازم ہے کہ اس سفر میں ریا اور سمعہ اور تفاخر سے اسکو بچاوے ولہذا محمل کو بعضے علما مکروہ جانتے ہیں انتہی مافی النہر الفائق اور فتح القدیر میں ہے کہ تحصیل نفقہ حلال میں کوشش بلیغ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہیں ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور [illegible] حج اور عدم قبول حج میں کچھ منافات نہیں یعنی عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہیں ہوتا اور مقصود کا یہ مطلب کہ آخرت میں عذاب نہیں جیسا کہ تارک حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اسمیں کچھ شبہ ہو تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ نفقہ حج کیلئے قرض لے اور اپنے اسی مال سے قرض کو ادا کرے اور بیان حج میں ہے کہ عیال کا خرچ دیا وے اور خوش خلق سے سفر کرے اور راہ میں تقوی اختیار کرے اور ذکر الہی کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غصہ سے پرہیز کرتا رہے اور لوگوں کی بدخلقی اور غصہ سہا کرے اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریہ اور تذکرہ کی دعائیں حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کر لے تاکہ انکو اپنے موقع پر پڑھا کرے مستحبات اور آداب سفر کے جو بقدر ضرورت [illegible] ایسے سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے اور طواف القدوم اور طواف میں رمل کرنا یعنی اکڑ کر چلنا اور صفا مروہ کے اندر دونوں سبز مناروں کے درمیان [illegible] اور ایام نحر کی راتوں میں منا میں رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ میں رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی میں ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریہ [illegible] اور ممنوعات حج دو قسم میں ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ جماع یا [illegible] کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرہ کو ڈھکنا اور سیاہ کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر میں کرے جیسے شکار کرنا اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریہ واشہرہ شوال وذو القعدة

بفتح القاف وتکسر وعشر ذی الحجة بکسر الحاء وتفتح وعند الشافعی لیس منها یوم النحر وعند مالک ذو الحجة کلہ عملا بالآیة قلنا اسم الجمع یشترک فیما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینوں میں نہیں اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینوں میں داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا الحج اشہر معلومات یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہیں لفظ اشہر جمع ہے اور اقل جمع تین ہیں شارح کتاب ہم جواب دیتے ہیں امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع ان ما وراء واحد میں بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید میں ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا فقد صغت قلوبکما یعنی تم دونوں کے دل مائل ہو گئے قلوب جمع ہے اور مراد تثنیہ ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو صحیح کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں دیا ہے

الفائدة التوقیت انہ لو فعل شیئا من افعال الحج خارجها لا یجزیہ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہ ہے کہ اگر افعال حج میں سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نہ کریگا یعنی مثلا اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھیں شوال سے تو جائز نہیں یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہیں اور احرام باندھنا اشہر حج میں مکروہ نہیں اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جبکہ [illegible] کرنا چاہیے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجائے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہے اگرچہ حلال نہیں قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارہ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہیں لیکن حلال نہیں بلکہ حرام ہیں کذا فی

تحفۃ الاخیار حاشیہ حلبی وانما کرہ الاحرام قبلہا لان من علی نفسہ من المحظورات شبہۃ بالرکن کما مر والا فہو بقید التحریم اور البتہ مکروہ ہے احرام باندھنا
قبل ان مہینوں کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان
شروع کتاب الحج میں گذرا اور مطلق ہونا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام
عمر میں ایکبار سنت موکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علمائے حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور صحیح کہا جوہرہ میں
وجوب کو اسکے فان قیل پس اگر کوئی کہے کہ کلام مجید میں ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت میں اتمام
بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہے وجوب کا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب
دیتے ہیں کہ آیت میں امر ہے اتمام کا اور اتمام نہیں ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور ایسے ہم قائل ہیں کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہے
اور عمرہ مشتق ہے اعتمار سے اور اعتمار لغت میں آباد مکان کی طرف جانے کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق
او تقصیر اور شرع میں عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہا
واجب ہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ میں شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول
مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرے میں واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی میں ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا
کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈا دے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت
فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال میں سوا ایام منہیہ کے اور مستحب ہے رمضان شریف میں ہم سنن ابی داود
میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے برابر ہے اور نسائی میں
عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے
وکرہت تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزمہ دم والا فیصح اداؤہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا
لم یکرہ سراج وعلیہ فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا تخصیص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفہ کے دن اور اسکے بعد
چار دن اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنوں میں مکروہ ہے یہانتک کہ اسپر دم دینا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ
بعد احرام کے اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنوں میں مکروہ نہیں چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا سو
اگر اسنے ان دنوں میں عمرہ کیا تو مکروہ نہیں کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنا منقطع ہے اصل
ہے یعنی خانیہ میں جو یوں کہا ہے کہ عمرہ ان دنوں میں مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہیں تو یہ استثنا متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اسواسطے کہ احرام
قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان دنوں کا احرام ہے تو مستثنی داخل نہیں مستثنی منہ میں اسی کا نام منقطع ہے جیسا سراج کی روایت سے معلوم
ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے تو کراہت فقط عرفہ کے دن کو مخصوص نہیں جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا
مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکہ کے جانیوالے کو درست نہیں پانچ ہیں ہم مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ
میقات مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہاں مکان ہے کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق میں ہے کہ میقات عبارت ہے وقت معین
سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہے اور یہ جو جوہری کا صحاح میں یوں کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہیں اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہیں تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز میں اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے وہم کیا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دی اسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اسکا جلو خانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد الحرام
کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجرا گاہ قرار دیا اور وہاں سے احرام باندھنا واجب کیا اس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف
کے واسطے تو ان میں سب قاصدین کہ داخل ہیں خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاویں خواہ بہ نیت سکونت ہجرت خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہے
ذو الحلیفۃ بضم ففتح مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہا العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا
وہو کذب ایک میقات ذو الحلیفہ ہے بضم حا وفتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہے مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہاں کے کنوؤں کو عوام عرب
آبار علی کہتے ہیں انکا گمان یہ ہے کہ علی مرتضی نے جنوں سے قتال کیا وہاں کے کسی کنوئیں میں اور حالانکہ یہ جھوٹ ہے کہیں ثابت نہیں یہ میقات ہے
اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ میقات دور ہے مکہ معظمہ سے وذات عرق بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی
یہ میقات ہے مکہ معظمہ سے دو منزل ہے جو جانب مشرق کے ہے وجحفۃ علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا تین منزل پر ہے
قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اسکو رابغ کہتے ہیں کذا فی النہر اور یہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات
ہے اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہیں رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقرن
علی مرحلتین من مکۃ ویقع فی الدرر غلطا ونسبۃ اویس الیہ غلطا آخر وقرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہے عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل
ہے اور قرن کو بفتح را لکھنا خطا ہے جو صاحب درر سے ہوئی اور اویس کی نسبت کرنا اسکی طرف دوسری خطا ہے واسطے کہ اویس قرنی اس قبیلہ کی طرف منسوب
ہیں جسکو بنو قرن کہتے ہیں کذا فی المنح ویلملم جبل علی مرحلتین ایضا اور یلملم بفتح فتا تحتانی ودو لام مکسور کا نام ہے ایک پہاڑ یہ بھی دو منزل پر ہے
مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدنی والعراقی ذو الحلیفۃ میقات ہے اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہے اہل عراق کا عراق اس ملک کا نام ہے
جسمیں بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہے اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہے والشامی الغیر المار بالمدینۃ لتقیید بما یاتی
اور جحفہ میقات ہے اس شامی کا جو مدینہ میں ہو کر نہیں آیا یہ قید شارح نے بقرینہ جملہ آئندہ لگائی والنجدی والیمنی للف ونشر مرتب اور قرن میقات ہے اہل نجد کا
اور یلملم میقات ہے اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے ذکر کیا واسطے اختصار کے ونظمہا قولہ عرق العراق
یلملم الیمنی ہ وبذی الحلیفۃ یحرم المدنی ہ للشام جحفۃ ان مررت بہا ہ ولاہل نجد قرن فاستبنی اور جمع کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر
نے اپنے قول میں تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے
اگر گذرے تو اوپر شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہے سو ظاہر سمجھ لے وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا کالشامی یمر بمیقات
اہل المدینۃ فہو میقاتہ قالہ النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات اسکے واسطے بھی میقات ہیں جو ان مکانات کی طرف ہوکر نکلے دوسری
طرف والا چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہوکر نکلے تو وہی اسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ اودھر نہ گیا ذو الحلیفہ
میں ہوکر نکلا تو اب یہیں سے اسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اسپر ضرور نہیں امام نووی شافعی وغیرہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمیں اختلاف نہیں وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لا شی
علیہ علی المذہب اور علما نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اسکا احرام باندھنا اس میقات سے افضل ہے جو کہ مکہ معظمہ سے دور ہے اور اگر تاخیر کریگا احرام
باندھنے میں دوسرے میقات تک تو اسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہیں بنابر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب اسقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہے کہ
ساقط ہو گیا اسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر آ کر احرام باندھ لیا تو ذبح ساقط ہو گیا

کرنا ساقط ہو گیا ولو لم یمر بہا تحری فاحرم اذا حاذی احدہا وابعدہا اولیٰ فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی
میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور اٹکل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے
مقابلہ پڑتا ہو تو جو زیادہ دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا نہ ہوتا ہو اٹکل میں نہ آتا ہو تو چاہیے کہ مکہ سے دو منزل
رہے تو وہاں سے احرام باندھے اس واسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کم نہیں وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم
ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب میقاتوں سے اس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت
کے واسطے وہاں گیا سوا حج اور عمرے کے اس واسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو آنا ہر طرح کے جانے والے کو برابر ہے اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لے گئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی الفتح اما لو قصد
موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخولہا بلا احرام وہو الحیلۃ لمرید ذلک الا لمامور بالحج للمخالفۃ لیکن
اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سوا حل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر میقات کے ہے چنانچہ قصبہ خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو
اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں ملگیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے
تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہوا اور یہ حیلہ ہے اس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں بسبب
اسکی مخالفت کے اس واسطے کہ اسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں بلا احرام داخل
ہوا تو اسکا حج مکی ہو گیا نہ آفاقی اور یہ حیلہ دریائے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور ساحل کے درمیان کنارے پر
پہنچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کر مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے
احرام حج کا باندھا تو اسکو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج
کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھ کر آوے تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا یحرم التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل
ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور اپنی ذات
پر اعتماد ہو ممنوعات کے نہ کرنے کا اور اگر اعتماد نہ ہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے
اعتماد ہو یا نہ ہو کذا فی شرح النقایۃ وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم ما لم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزہا حطابو مکۃ
اور حلال ہے ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے
بواسطہ تکلیفوں کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہ ہوگا جیسے حلال
ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہ ہوا ہو اور اگر مکی وہاں سے بھی باہر نکلے گا تو وہ
آفاقی ہو جاویگا اب اسکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فصار میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا
میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر رہتے ہوں وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھیں حل بکسر اول وتشدید لام اس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے
درمیان ہو والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں انکا میقات حج کے واسطے حرم ہے یعنی
اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کیواسطے حل لتحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے متفاوت ہوا تاکہ کچھ
سفر کرنا ثابت ہو اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت [illegible]

میں اور وہ حرم میں ہو تو جب عمرے کا احرام حل میں باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آتا ہے دونوں صورتوں میں فرمانا مضمون پایا گیا والتنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے اور تنعیم ایک مکان کا نام ہے مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہیں سے احرام باندھیں ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال شعر وللحرم التحديد من ارض طيبة ثلاثة اميال اذا رمت اتقانه وسبعة اميال عراق وطائف وجدة عشر ثم تسع جعرانه ومن يمن سبع بتقديم سينها وقد كملت فاشكر لربك احسانه اور ابن ملقن نے حرم کی حدود کو یوں نظم کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہے جبکہ اسکا طالب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہے پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہے اور یمن کیجانب سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہو گئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر میں لفظ سبع کا تقدیم سین سے ہے اسکے لفظ تسع سے تمیز ہو

فصل فی الاحرام

وصفة المفرد بالحج ای فصل میں مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اسکو کہتے ہیں جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام میں نہ کرے هو شرعا الاحرام هو احرام کا ارادہ کرے احرام لغت عرب میں مصدر ہے احرم کا اور احرم کے معنی ہیں داخل ہوا حرمت میں اور شرع میں احرام عبادت ہے نیت مع الذكر او سوق بدنة كذا في فتح القدير والنهر الفائق وهو شرط صحة الحج كتكبيرة الافتتاح للصلاة فالحج لا يتم الا به اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف صوم اور زکوٰۃ کے کہ انکے لیے تحریم اور تحلیل نہیں ہے اسکا معنی مطلق عبادت ہے لیکن حج اور عمرہ میں کثیر الاستعمال ہے ثم الحج اقوى من الصلاة من وجهين الاول انه يقضى مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلاة یعنی حج قوی تر ہے نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا ہر صورت لازم ہے اگر چہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھ پر حج واجب ہے اور اسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہیں تو اسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک کریگا تو اسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر الثاني انه اذا اتم الاحرام بحج او عمرة لا يخرج عنه الا بعمل ما احرم به وان افسده الا في الفوات فبعمل العمرة والاحصار فبذبح الهدي دوسری وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اسکے بدون عمل کئے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے میں البتہ احرام سے نکلے عمرہ کر کے اور احصار میں احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلاً حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہیں مگر دو صورتوں میں ایک یہ ہے کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نہ جا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑ دے بخلاف نماز کے کہ اسمیں گاہے بعض منہی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اسپر لازم نہیں کذا فی حاشية الطحطاوي توضأ وغسله احب وهو للنظافة فتح لا للطهارة فيستحب حمله في حق حائض ونفساء وصبي جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اسکا مستحب ہے اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور رفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق میں بھی غسل کرنا مستحب ہے ولا يتيمم له عند العجز عن الماء لانه ليس بمشروع لانه ملوث بخلاف جمعة وعيد ذكره الزيلعي وغيره لكن سوى في الكافي بينها وبين الاحرام ورجحه في النهر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہیں اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عیدین کے کہ ان میں تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی میں جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو حکم مشروعیت تیمم میں برابر کیا ہے اور

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہے مگر یہ اس دلیل سے کہ حتی تو تحصیل نظافت میں کچھ اثر نہیں اسواسطے کہ حتی طوشت اور بہتر ہے کذا فی النہر وشرط نیل السنۃ ان
یحرم وہو علی طہارۃ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہے کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹ گیا پھر احرام
باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن النہایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فیسرحہ
اور غسل کی طرح مستحب ہے احرام چاہنے والے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھوں کا کترانا اور زیر ناف کے بالوں کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو
اور اگر سر پر بال ہوں تو انہیں کنگھی کرے کہ تمام بدن اور بالوں کا گرد اور غبار اور میل کچیل خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی وجماع زوجتہ
او جاریتہ او مسہ ولا مانع منہ تحقیقی اور مستحب بلکہ سنت ہے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کرلینا قبل احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو
جیسا کہ حیض ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہننا یعنی تہبند باندھنا ناف سے زانو تک ورداء ای علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی
کتفہ الایسر فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہے کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے
کرکے اپنے بائیں مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر میں گھنڈی لگائی یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن قصور نہیں کہ ذبح کرنا اسپر لازم
آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف بینہ اور چادر نئی ہوں یا دونوں پرانی دھلی
پاک سفید ہوں جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہے اور یہ جو مذکور ہوا تہبند اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہے وطیبہ بدنہ
ان کان عندہ لا ثوبہ بما تبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن میں خوشبو لگاوے اگر اسکے پاس ہو اور نہو تو
کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے میں ایسی خوشبو لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور نہ لگاوے یہی قول صحیح ہے دوسرے قول سے ہم بدن میں
خوشبو لگانا اسطرح سے درست ہے ظاہر الروایت میں خواہ اسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے
کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر میں نے مشک لگایا اور اسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے میں ایسی خوشبو لگانا درست
نہیں جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت کراہۃ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب ہے پڑھے اسوقت میں جو مکروہ نہیں
اور کافی ہے اسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول
ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی
یعنی خداوندا میں حج کا ارادہ کرتا ہوں سو اسکو میرے واسطے آسان کردے اور اسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج میں مشقت
زیادہ ہے اور مدت دراز اسکے ادا کرنے میں لگتی ہے تو اسمیں درخواست آسانی کی مناسب ہے اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتداء دعائے ابراہیم اور اسمعیل علیہما
السلام کے کہ دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بیشک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان
مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اسمیں آسانی کی دعا فرض
نہیں اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعمم الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ
اولی اور بعض علماء نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز میں بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت
میں اسکو عام کہا ہے اور جو ہدایہ میں ہے وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بتلبیۃ
لکن الشرط مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک
کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل ورنہ حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہے اگرچہ دل ہی میں نیت حج کی کرکے زبان

ذکر کا ہے لیکن بشرط متصل کرنے نیت کے ساتھ لبیک ذکر کرے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو جیسا کہ بطور نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا اگرچہ
ذکر فارسی زبان میں کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو لبیک کی خصوصیت شامل نہیں ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہوا ارادہ کے سوا
اور معلوم ہوا کہ نیت کا کرنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے اور تلبیہ یعنی النبی جیسی لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد بکسر
الہمزہ والفتح والنعمۃ لک بالفتح اور مشہور ضمہ والملک لا شریک لک اور تلبیہ یہ ہے جو مشہور ہے یہی ہو باتیں ہیں مذکور کیا یعنی حاضر ہوں تیری
خدمت میں خداوندا تیری بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری حضور میں بیشک سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے ہی لئے
ہیں اور بادشاہی تیری ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں الفاظ ان کا تبرکہ ہو کسرہ سے فتح ہمزہ بھی جائز ہے اور نعمت کی تاکو فتح ہے یا نسبت اسکے ابتدا
اور خبر میں تواسی صورت میں جملہ کا تم ہوگا تلبیہ کا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح احرام کے وقت فرمایا
ہے ولا ینقص منھا ای الفاظ التلبیہ اور نقصان کرے ان میں سے یعنی ان کے الفاظ کو چھوڑنا مکروہ ہے اور اس تلبیہ
کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا جیسا کہ بعض کی مثال میں ہو کہ لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل
لبیک الہ الحق غفار الذنوب لبیک لبیک ذا المعارج والفواضل یعنی الزیادۃ مستحب ہو کر ان میں کا ذکر کیا ہے اور
الصوت بہا اور اس تلبیہ میں کوئی لفظ کم کرے اسواسطے کہ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور تلبیہ کا ایک بار کہنا شرط ہے اور ایک بار
زیادہ کہنا سنت ہے اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ بجا لانے سے بدلکا ہو اور اولی تا ساقی الہدی اور قلدہ
ای ربط قلادۃ علی عنق بدنۃ نفل او نذر او جزاء صید ہانی الیہ احرام سابق وعکسہ ونذر وتمتعہ وقران اور جب لبیک کہا حج کی
نیت کرکے یا ہدی کو ہانکا یا نفل کے اونٹ یا گائے کے گردن میں ہار ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اسکے بدلہ
کے اونٹ یا گائے کی گردن میں ہار ڈالا اور مانند اسکے کسی تمتع اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں ہار ڈالا وتوجہ معہا ولحقہا
اتمرید الحج او خود لیجائے اونٹ یا گائے کو حج کے قصد سے پس ال العمرۃ کذلک یعنی اسی طرح کیا عمرہ میں امور مذکورہ میں حج کے مانند ہو اگر لاحق ہو جائے
دیکھاکہ یہاں عمرہ بھی حج کے مانند ہو یعنی ایسے افعال سے عمرہ کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے او بعثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام
بالتلبیۃ من المیقات یا اونٹ یا گائے کو بھیجا تو اگر اول روانہ کر دیا پھر خود متوجہ ہوا اور اسکو پالیا میقات سے پہلے اگر بعد میقات کے ملا تو اسکا احرام
میقات میں لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت میں ہار ڈالا اگر اونٹ کا بھیجا ہو تو محرم تلبیہ کے نہ ہوگا اور بشرط تمتع اور قران وکان التقلید والتوجہ فی اشہرہ
والا لم یصر محرما حتی یلحقہا او توجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل قول تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ
یا گائے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور ہار ڈالا اور متوجہ ہوا حج کے مہینوں میں واقع ہوا اور اگر دونوں کام حج کے مہینوں میں نہ ہوئے تو یہ شخص
محرم نہ ہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو نہ پالیوے سوا اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اسکو قبل میقات
کے نہ ملا تو بطور استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا اسواسطے کہ اجابت حج کی جیسے قول سے ہوتی ہے اسی طرح ہر ایک ایسے فعل
سے ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے مخصوص ہیں یعنی حکم نفس احرام جو اداکی کی خلاصہ یہ کہ احرام کا ثبوت قول و فعل
سے ہوا کہ یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر الہی کرے اور دوسرا یہ کہ حج کی نیت کرکے افعال مذکورہ بشرط ماتصل عمل میں لاوے ثم الاحرام
لاینعقد علی نیۃ النسک لانہ لو ابہم الاحرام صح وله ان یعین ای نسک شاء الا انہ اذا طاف شوطا تعین للعمرۃ پھر احرام کا منعقد ہونا حج یا عمرہ
کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت خاص حج یا عمرہ کا خیال نہ کیا بلکہ بعد اسکے گویا کہ گویا

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیۃ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل کی
تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اسنے ہنوز فرض حج نکیا
کذا فی شرنبلالیۃ عن فتح القدیر ولو اشعر بان شق سنامہا الایسر او جللہا بوضع الجل او قلدہا لا المتعۃ والقران ولم یلحقہا لما مر او قلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائیں طرف ہلکا سا زخم کردیا کہ ہدی کا نشان ہو جاوے یا اسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اسکو روانہ نکیا
یعنی تمتع یا قران کے اور اسکو جا کر نہ لگا یا اپنا ساتھ لیجانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہیں اور اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی ایذا ہے اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور
کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہیں کہا مگر اس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سدباب کیواسطے انکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگا دے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضوں
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابت کی نکاح پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز وبعدہ ای الاحرام یتقی
الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فحش گوئی سے پرہیز
کرے اور دور بھاگے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہ زیادہ قبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خفگی نکرے بلکہ انکی سخت گوئی اور
اور زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب وحمل غیرہا اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار
سے اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب
شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہاں حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے
محرم پر کچھ جرم نہیں قول اصح میں والتطیب وان لم یقصدہ ویکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں خوشبو لگاوے
نہ کپڑے میں اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفمہ
وذقنہ فی الخانیۃ لاباس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا جیسا منہ اپنا اور ٹھوڑی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہاں خانیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن
کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ ثیابا کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق
لانہ لا یعد ساترا فلزمہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑوں کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جبتک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا حکم
غنایہ میں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہیں بطور عادت کے اسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس

۱۰

کرنے کی عادت نہیں چنانچہ اتنا اور طاس تو اسکو رکھنے سے البس نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وقالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب راسہ او وجہہ کرہ والا
فلا باس بہ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہیں
ولا یغسل راسہ ولحیتہ بالخطمی لانہ طیب او یقتل الھوام اور محرم نہ دھوئے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھونا منع ہے سوا اسکے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار
چیزوں میں داخل ہے تو ذبح کرنا محرم پر لازم ہوگا یا خطمی کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا [illegible]
صابون وغیرہ واشنان اتفاقاً [illegible] صابون [illegible] اور اشنان سے کہ اگر ان چیزوں سے بالوں کو دھو ڈالا تو باتفاق امام اور صاحبین کے [illegible]
کچھ لازم نہ ہوگا [illegible] اور اشنان [illegible] کو صاف کرتی ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی
[illegible] باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہیں آتا اور یہ
[illegible]
[illegible]
[illegible] الا [illegible] اور [illegible] بال [illegible]
بال [illegible] محرم کو بالوں کا دور کرنا [illegible]
[illegible] اور پرہیز کرے محرم کرنے والا
کے لباس سے یعنی اس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنا یا جاتا ہے [illegible]
[illegible] کذا فی الشرح والطحاوی [illegible]
[illegible] اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ ڈالے تو [illegible]
کاندھے سے [illegible] لازم ہوگا [illegible] لباس [illegible]
[illegible] انفاق [illegible] جائز ہے [illegible]
سر اور چہرہ کو [illegible] الکعبین [illegible]
[illegible] دونوں موزوں [illegible] کعب کے نیچے سے کاٹ ڈالے [illegible] قدم کا درمیان والا جوڑ
مراد ہے جہاں نعل کا تسمہ باندھا جاتا ہے [illegible] محرم [illegible] قدم کی پشت کی ہڈی
نہیں [illegible] ہندوستان میں [illegible]
ان [illegible] کو کہتے ہیں [illegible] القدم [illegible]
اور پرہیز کرے [illegible] زعفران [illegible] خوشبو
[illegible] ہوتا ہے [illegible] رنگ [illegible] اس حدیث
ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمائم ولا البرانس ولا السراویل ولا ثوبا
ورس ولا زعفران ولا الخفین الا لا یجد نعلین فلیقطعہما اسفل من الکعبین لا الاستحمام [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible]
فی الحمام [illegible] نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے [illegible] حدیث [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

میں تشریف لیجاتے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت نے حالت

احرام میں غسل فرمایا الحاوی نے کہا کہ غسل جائز ہے لیکن میل چھڑانا مکروہ ہے و الاستظلال ببیت و محمل لم یصب رأسه و وجهه فلو اصاب احدهما کره

کام اور یہ بیٹھ کر گھر اور عماری کے سایہ میں ہونے سے بشرطیکہ عماری کا چھت اور [illegible] سر اور چہرہ کو نہ لگے اگر سر یا چہرہ کو لگیگا تو مکروہ ہے چنانچہ

[illegible] کعبہ [illegible] سر [illegible] مکروہ ہے [illegible] کبیر الماء فی وسطه اور نہ

[illegible] اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے [illegible] میں اپنا [illegible] فی المنح [illegible] وشد [illegible] و تختم [illegible] اور نہ

[illegible] کمر بند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح [illegible] اگر [illegible] کا [illegible]

[illegible] لباس میں داخل نہیں [illegible] اور [illegible] سر [illegible]

[illegible] خوشبو دار [illegible] اگر خوشبو دار [illegible] اور [illegible]

کذا فی السراج [illegible] ثقہ [illegible] فی [illegible]

[illegible] علماء [illegible] اور [illegible]

[illegible] اور [illegible] کذا فی الفتح

[illegible] اور [illegible]

[illegible] اور [illegible] سکے

[illegible] اگر [illegible] میں [illegible]

ایک [illegible] صاحب [illegible] اور ان دونوں کی جمع [illegible] اسی طرح

داخل فی الحرم [illegible] وقت میں [illegible] قبول [illegible] دعا کا وہ وقت ہے کذا فی [illegible]

اذا لبیتہ فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوٰۃ [illegible] اور اوقات [illegible] مستحب ہے [illegible] احرام میں [illegible]

[illegible] میں [illegible] ایک حال سے دوسرے حال کے [illegible] وقت اللہ اکبر کہتے ہیں [illegible] احرام میں [illegible] حالات میں [illegible]

رافعا صوته [illegible] لبیک [illegible] اپنی آواز کو بلند کرے سنت جانکر [illegible] کرتے ہیں [illegible]

بالمسجد الحرام بعد ما یامن علی امتعته [illegible] من باب السلام نهارا [illegible] اور [illegible] داخل ہو

اول مسجد الحرام میں جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان [illegible] میں رکھکر مسجد الحرام میں داخل

ہو دن کو بنا بر استحباب کے اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہیں اور سابق میں اسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا ہوا [illegible]

عظمت اور جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے علم [illegible] کی زمین ایک جانب کو اونچی ہے اور دوسری جانب نیچی تو مسنون ہے کہ

داخل ہو بلندی کیطرف سے [illegible] قبرستان [illegible] المعلا [illegible] کہتے ہیں اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے [illegible]

اور دخل ہونا ہر وقت جائز ہے اور دن کو مستحب ہے لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہے اور [illegible] داخل ہو [illegible] اللهم

[illegible] وامنک [illegible] و [illegible] ومن دخله کان آمنا اللهم [illegible] علی النار وقنی عذابک یوم تبعث عبادک کذا [illegible] شرح

المختار والبرہان ویسن الغسل لدخولها وهو للنظافة [illegible] ولنفساء اور مسنون ہے غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے

اور غسل نفالی ہے کہ واسطے صرف طہارت کے واسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہے (وحین شاہد البیت کبر ثلثا ومعناہ اللہ اکبر من الکعبۃ وہلل
یعنی نوع شرک سے اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہ کہ اللہ بزرگتر ہے کعبہ سے یعنی ہر چیز سے بڑا تو کعبہ بھی
اسمیں داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت میں کسی طرح شرک نہ واقع ہو یعنی سوا اسکے نہ اسکے کوئی لائق عبادت کے نہیں
تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابر کی حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھا تین بار
تکبیر فرمائی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر کذا فی المنح اور عطا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو
دیکھکر یہ دعا فرمائی (اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر) اور رفع الیدین کرتے تھے اور جیسے یہ دعا ضرور ہے کہ طالب جنت
بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی رحمہ نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور پڑھتے تھے (اللھم زد ہذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومہابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ
تشریفا وتعظیما وتکریما وبرا) اور بیہقی میں مروی ہے کہ عمر فاروق جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے (اللھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا
بالسلام وادخلنا دار السلام) کذا فی فتح القدیر ثم ابتدأ بالطواف لانہ تحیۃ البیت مالم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتہا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف
شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہے جب تک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت مؤکدہ کا خوف نہ فوت ہو جانے کا
اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت مؤکدہ یا سکی یہ صورت ہے کہ مثلا بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا
وقت باقی رہے نہ سنت کا تو اس صورت میں اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف میں مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر
مکبرا مہللا رافعا یدیہ کالصلوۃ مستقبلا بکفیہ وقبلہ بلا صوت پھر سامنے ہووے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے
اور ہتھیلی سے حجر اسود کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اور اسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبوں کے لگانے میں آواز نہ نکالے استلام حجر کہ دونوں ہاتھ اسپر
اور اسکو چومے سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونوں لبوں کو اسپر رکھا اور دیر تک روتے
پھر التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا اے عمر یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں اور صحاح ستہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ میں جانتا ہوں
تو پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہے کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللھم ایمانا بک وتصدیقا
بکتابک ووفاء بعہدک واتباعا لسنۃ نبیک اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت)
کذا فی شرح المختار وقیل السجود علیہ بدعۃ اور کہا بعض علما نے کہ سجدہ کرنا جائز ہے اور ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس
حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بلا ایذاء لانہ سنۃ وترک الاذی واجب
فان لم یقدر یضعہما ثم یقبلہما او احدہما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہاں کے لوگوں کو نہ دھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہے اور تکلیف
رسانی کا ترک کرنا واجب ہے تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہیں سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونوں ہاتھوں کو اسپر
رکھکر پھر ہاتھوں کو چومے یا ایک کو اسپر رکھے اور اسکو چومے وان لم یمکنہ ذلک یمس بالحجر شیئا فی یدہ ولو عصا ثم قبلہ ای الشیء اور اگر ہاتھ لگانا
بھی نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود میں لگاوے اگرچہ ہاتھ میں عصا ہو تو اسکو لگا دے پھر اس چیز کو چومے وان عجز عنہما ای الاستلام
ولا.... استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعہما علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے
سامنے کھڑا ہوا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے اندر کی جانب سے اسکی طرف اشارہ کرے اس طور سے کہ گویا ہتھیلیوں کو حجر اسود پر رکھے ہے

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالیٰ وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے وفی لباب الرفع فی الحج یقبل کفیہ الا عند الحجرین فلا یقبلہا اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات میں
رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے جیسا دعا کرتے ہیں اور حجر کے پاس سو وہاں کعبہ کی طرف کرے ظاہر الروایۃ میں کذا فی النہر
عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ویسن ہذا الطواف للآفاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس پہلے طواف کو
طواف القدوم کہتے ہیں یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو سنت ہے سو اسلئے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر
چنانچہ تحیۃ المسجد اسی واسطے پڑھنی سنت ہے مسجد کے [illegible] واخذ عن یمینہ مما یلی الباب فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالمؤتم بہا
والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت میں کعبہ طواف کنندہ کے
بائیں طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا ایسا ہے جیسے مقتدی ہو اور کعبہ گویا امام ہے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کی داہنی
طرف کھڑا ہوتا ہے طواف میں جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللہم البیت بیتک [illegible] فاقبل عذری واعطنی حاجتی وارحم
تضرعی [illegible] واعذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللہم ان
البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس ہووے تو کہے
(اللہم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے
مقابل ہو تو کہے (اللہم انی اسالک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی
بکاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا
مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر
ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی میں بسند حدیث مرفوع نقل
کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان میں یوں فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار)
اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف میں بھیڑ نہ ہو تو جب طواف میں [illegible] ہو تو [illegible] نہیں ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ
اور تابعین سے متفرق منقول ہیں علماء متاخرین نے انکو یکجا جمع کر دیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدا
من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنی اپنے بائیں جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکے میں مقیم ہو اور
اگر وہاں سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسی طرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ
واجبات حج میں مذکور ہو چکا کہ ابتدا طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے لکھا ہے کہ شروع طواف میں اپنے تمام بدن کو سارے
حجر اسود کے سامنے کرکے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل
شروعہ ردائہ تحت ابطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراء الحطیم وجوبا لان ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ
لم یجز کاستقبالہ احتیاطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب
میں اس طرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں سو یہ سنت ہے [illegible] طواف کرنا واجب ہے [illegible] کہ حطیم [illegible] بیت اللہ کی زمین میں داخل ہے سو اگر طواف
اس کشادگی اور رخنہ کے بیچ میں گھسکر حطیم اور بیت اللہ کے درمیان میں [illegible] استقبال کرنا حطیم کا جائز نہیں بنا بر احتیاط کے

یعنی استقبال کعبہ کا نص قرآنی سے فرض ہے اور حطیم کا بیت اللہ میں داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہوا ہے لہذا قطعی نہ ہوا پس احتیاطاً طواف میں تو حطیم کو
داخل کیجیے اور نماز میں خارج ہے و بعضہ قبر اسمعیل و ہاجر اور حطیم میں حضرت اسمعیل و ہاجرہ علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط متعلقہ بطاف بیت اللہ گرد بیت اللہ کے سات بار گھومے ہر شوط
حجر سے حجر تک کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہیں یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھوم کر پہونچا یہ ایک شوط ہے اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہے فلو طاف ثامنًا
مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع ای لانہ شرع فیہ ملتزمًا بخلاف ما لو ظن انہ سابع لشروعہ مسقطًا لا ملتزمًا بخلاف الحج اور اگر
آٹھواں شوط گھوما آٹھواں جانکر تو مذہب صحیح یہ ہے کہ اسپر لازم ہو گیا پورا کرنا سات شوط کا یعنی دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع
کردینے کے یعنی اسواسطے کہ اسنے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کر کے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھواں شوط کو ساتواں گمان کر کے شروع کریگا تو دوسرا طواف
اسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہے نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلئے کہ بطور اسقاط کے شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم
ہو جاتا ہے بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی البحر عن الحجر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم او الاساطین او علی سطحہ لا خارجہ لانہ طائف بالمسجد لا بالبیت اور واضح ہو
کہ طواف کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف میں داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہیں ہے اسواسطے کہ اگر باہر
مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا اسواسطے کہ تمام مسجد الحرام میں طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد جو ستون قائم ہیں
اسکے اندر طواف ہوتا ہے اسکو مطاف کہتے ہیں اور نقشہ بیت اللہ کا مجملاً یوں ہے کہ درمیان میں بطور کوٹھڑی کے بیت اللہ ہے اسکے گرد مطاف کے ستون
ہیں پھر چاروں طرف بڑا صحن ہے جسمیں زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیم اور چاروں اماموں کے مصلے ہیں پھر چاروں طرف مسجد الحرام کے دالان ہیں کئی کئی
درجے کی پھر پشت کی دیوار ہے اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہے اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے
متصل دو سبز مینارے ہیں جنمیں سعی کرتے ہیں اور بیت اللہ کے چار کونے ہیں جنکو ارکان کہتے ہیں ایک کونے پر تخمیناً تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود نصب ہے کہ
جب حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہے اسکو رکن عراقی کہتے ہیں پھر اسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی کہتے ہیں
پھر چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہے اور بیت اللہ سے جانب شرق تین کوس پر منا ہے جہان قربانی ہوتی ہے اسکے آگے
تین کوس پر مزدلفہ ہے جہان مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھتے ہیں اسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہان حج ہوتا ہے مقصد جہانتک لکھنے سے
مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر بیچ ان سات شوط کے طواف کے یا سعی
کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہیں آوے جہان سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہیں سے جوڑ لے
وجاز فیہما اکل و بیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی میں جائز ہے کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے کذا فی النہر اور جائز ہے فتوی
دینا اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نہ کرے تو اسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس
درجے اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہیں کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر الماثور افضل واما غیر الماثور فالقرآن افضل فلیراجع اور نووی شافعی کی منسک
میں یون ہے کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہے طواف میں تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ طواف میں
مجرد ذکر اللہ معروف ہے اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہیں جسمیں قراءۃ قرآن طواف میں مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع میں طواف کے اندر تسبیح اور
تہلیل اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہے واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی وہز کتفیہ فی الثلثۃ الاول استنانًا فقط اور رمل کرے
یعنی جلد جلد نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونوں مونڈھوں کو ہلا کر چلے جیسے جوان مرد سپاہی لڑائی کے میدان میں چلتے ہیں اسی طرح اگر نا فقط پہلے

تین شوطون مین ہمنے ہم کتب احادیث مین ثابت ہی کہ اسکا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ
کرنیکو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا ضعیف کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑ کے طواف کرین تا کافرون کو
رعب پہنچے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کو یاد کر کے کہ بعد خوف کے
امن عطا کیا پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ ہمکو اس رمل سے کیا کام
یہ اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اسکو
چھوڑ دین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروق سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کس واسطے ہی اور حالانکہ حق تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن
باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اس چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ہم کرتے تھے فلو ترکہ اولہ وفی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط
اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر انھین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوط مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوط
مین رمل نہ کرے کذا فی الفتح والنہر واما لیکن یہ عن المبرہم شارح کے کلام مین ظاہر اشوط اول کی جزا ساقط ہوگئی ہی یعنی یہ عبارت تینون کتابون کے موافق
یون ہی فلو ترکہ ونسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ وفی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہٰذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا
غالب ہی کہ یہ فساد کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دونسخون مین اسیطرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا ای
اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہان تک کہ کشادگی پاوے پھر رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اسکے واسطے بسبب ہجوم کے
توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہی یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین ومن الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے
حجر اسود تک تین بار شوط مین وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب
ہجوم کے نہ جاسکے تو عصا یا تلوار اسمین لگا دے اور اسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب
لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل تویدہ یعنی پھر استلام کرے اور رکن یمانی کا استلام مستحب ہی امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنی
فقط اسپر ہاتھ رکھے لیکن اسکو نہ چومے اور محمد رح نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہی اور اسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد رح کے
قول کی تائید کرتی ہین اور سوا اسکے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہی بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبد اللہ بن عمر سے
مروی ہی کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ استلام کرتے ہون بیت اللہ کو سوا ان دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباس سے مروی ہی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب
بالجیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمیہ اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنابر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین
دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنابر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جسمین ابراہیم علیہ السلام کے
دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمعیل … تو سواری پر سے … اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک
روایت یہ ہی کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالیٰ نے زمین پر اتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت
نماز پڑھی پھر دعا کی … اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی ذنوبی اللھم انی اسألک ایمانا یباشر
قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضنی بما قسمت لی تو حق تعالیٰ نے آدم پر وحی اتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا کی

مانگی گئی ہیں سب قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کریگا تو اسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور
اسکی محتاجی کو دور کرونگا کذا فی کنز العمال للعلی المتقی و فتح القدیر او غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام میں دوگانہ طواف کا پڑھے
اگر وہاں جگہ نہ پاوے کذا فی البرہان وہل یتعین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اسمیں دو قول ہیں طحاوی
نے کہا قول معتمد یہ ہے کہ تعین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم التزم الملتزم و شرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چمٹے اور
اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اسمیں لگاوے اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر پھیلا کر اسکی دیوار میں چمٹا رہے اور زمزم کا پانی پیے اور
یہ دعا پڑھے (اللہم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر وعاد ان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کی
طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے ہم طواف القدوم کے بعد سعی کرنا
اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن فرض اور نیز اور بھی حج کے اشغال درپیش ہوتے اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے
بعد [illegible] اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی النہر [illegible] فاستلم الحجر وکبر وہلل وخرج من باب الصفا ندبا اور حجر اسود کا استلام کرے
اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور مستحب یہ ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایان قدم آگے بڑھاوے اور یہ دعا پڑھے (بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اللہم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک) [illegible] کذا فی فتح القدیر وصعد الصفا بحیث یری البیت [illegible] فاستقبل البیت [illegible]
وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور
اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی الحاشیہ [illegible] سنن ابو داؤد میں جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر
اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حق تعالی کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر
لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر اسکے درمیان میں دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء ودعا بما شاء
[illegible] اور دونوں ہاتھ اٹھاوے آسمان کیطرف ہتھیلیاں [illegible]
نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادات کا یہ وقت ہے تو چاہیے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد نے مناسک حج میں کوئی دعا [illegible] معین نہیں
کی اسلیے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا زائل ہو دعا ہی بہتر ہے جو بے تکلف جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو [illegible]
حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ آئندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللہم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم اللہم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ
ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللہم انک قلت ادعونی
استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین
الاخضرین المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اتر کے مروہ کیطرف چلے ان دونوں سبز میناروں کے درمیان جو کہ مسجد الحرام کی پشت کی دیوار
میں تراشے ہوئے ہیں اور جب صفا سے اترے تو یہ دعا پڑھے (اللہم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا
ارحم الراحمین) اور جب دو سبز میناروں میں سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) [illegible]
کذا فی الفتح اور سفر السعادت میں دعاے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ [illegible] وفعل ما
فعلہ علی الصفا یفعل ہکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم السابع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور جیسا صفا پر کیا تھا [illegible]

ساتھ بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم یعتد بالاول ہو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اس سے جس سے حق تعالی نے ابتدا کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین (ان الصفا والمروة من شعائر اللہ) کذا فی حاشیة الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتون پر جنکو مسجد الحرام مین جا کر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام مین جا کر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب مین وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکة محرما بالحج ولا یجوز فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کر کے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز نہین یعنی جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کر کے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع مین اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا عمرے سے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا ویطوف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوة نافلة للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے جس قدر کہ چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے وفی البحر ینبغی تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوة مطلقا اور بحر الرائق مین ہے کہ فضیلت صلوة مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی کیونکہ اسواسطے ایام حج مین طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے اسیطرح طحطاوی اور حاکم نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کر دیا ہے تو جو کہ کلام کرے تو سوا خیر کے نہ بولے کذا فی الفتح والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللہم انی اسئلک العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا ٥٠ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول

وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجة بعد الزوال وبعد صلوة الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحج کے امام پڑھے دوپہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا لوگون کو سکھاوے ہر حج کے تین خطبہ ہین ایک ساتوین تاریخ کو مکہ مین اور دوسرا عرفات مین اور تیسرا گیارھوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی الفتح والطحطاوی

فاذا صلی بمکة الفجر یوم الترویة ثامن الشہر خرج الی منی قریة من الحرم علی فرسخ من مکة ومکث بہا الی فجر عرفة پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفہ کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گاؤن ہے حرم کی حد مین مکہ سے تین کوس ہے اور آفاق مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللہم ایاک ارجو والیک ادعو فبلغنی صالح املی

حاشیہ: اللہم یعنی اے اللہ مین سوال کرتا ہون تجھ سے معافی اور تندرستی کا دنیا اور آخرت مین اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا مین نیکی اور آخرت مین نیکی اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے ... اولاد مین ہو

یعنی صالح عمل و علم فی قربتی) پھر جب منا میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (اللہم ہذا منی و ہذا ما دللتنا علیہ من المناسک فمن علینا بجوامع الخیرات و بما مننت
بہ علی ابراہیم خلیلک و محمد حبیبک و بما مننت بہ علی اہل طاعتک فانی عبدک و ناصیتی بیدک جئت طالبا مرضاتک) اور منا میں مستحب یہ ہے کہ مسجد خیف
کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس یروح الی عرفات علی طریق ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو
جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے (اللہم الیک توجہت و علیک توکلت و وجہک اردت
فاجعل ذنبی مغفورا و حجی مبرورا و ارحمنی ولا تخیبنی و اقض بعرفات حاجتی انک علی کل شیء قدیر) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑھے پھر جب
عرفات کے قریب پہونچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہاں تک کہ عرفات
میں داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلہا موقف الا بطن عرنۃ بفتح الراء وضمہا واد من الحرم غربی مسجد عرفۃ اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن
عرنہ میں ٹھہرنا جائز نہیں عرنہ ایسا اول فتح الباری میں ہے ایک جنگل ہے جس میں مسجد عرفہ کی مغرب کی طرف ہے اور عرفات حل میں ہے فبعد الزوال
قبل صلوۃ الظہر خطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعۃ پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑھے مانند
جمعہ کے یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام درمیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی اس میں بھی بیٹھا اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے موذن
اذان کہتا ہے ویسا ہی یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و علم فیہما المناسک و اذا فرغ صلی بہم الظہر والعصر باذان و اقامتین
وقرأ سرا و لم یتطوع بینہما شیئا علی المذہب و الا یعید اذان للعصر فی وقت الظہر اور امام اس خطبے میں احکام حج کے تعلیم کرے جیسے وقوف عرفات
اور مزدلفہ اور وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبے کے لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک
اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور
ہوا اور امام قراءت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد اس کے عصر کے کوئی نماز
پڑھے ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحۃ ہذا الجمع الامام الاعظم او نائبہ والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فیہما اے
الصلوتین اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شرط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اس کا نائب چنانچہ قاضی
اور اگر بادشاہ یا اس کا نائب نہ ہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے
احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام مشروط ہے اور اسیطرح اگر بے دونوں احرام کے
دونوں نمازوں کو جمع کریگا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا تجوز العصر للمنفرد فی احدہما فلو صلی الظہر وحدہ لم یصل العصر مع الامام
تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ
عصر کے وقت پڑھے ولا تجوز العصر لمن صلی الظہر بجماعۃ قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقتہ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت
سے پڑھی پھر اسنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ شرط ثانی
مفقود ہے وقالا لا یشترط لصحۃ العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثۃ وہو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہیں صحت
عصر کے واسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول
ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی شرنبلالی عن البرہان ثم برہان میں کہا کہ یہ قول اسواسطے ظاہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے ہے کہ امتداد وقوف کا غروب تک
واجب ہے اور موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے صفوں کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہاں سے کنارہ پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا

اس ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا اس حاجت میں منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونوں برابر ہیں ثم ذہب الی الموقف
فیغتسل ہمن وو قف الامام فی نائبہ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبل القبلہ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے
کے مکان میں جاوے غسل کرکے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھروں کے پاس
قبلہ رو ہو کر اور ہاتھ پھیلا کر وقوف کرے یہ مستحب ہے اور یہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں سو یہ کچھ اصل نہیں والقیام والناس فیہ ای الوقوف لیست
ایشرط وانما ہی سنۃ فلو کان جالسا جاز ثم ذکر ان الشرط الکینونۃ فیہ فصح وقوف مجتاز وہارب وطالب غریم ونائم ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا
اور وہاں سکے ٹھہرنے میں بیٹھے وقوف کی کہ نا شرط ہی نہیں اگر موقف میں بیٹھا رہیگا تب بھی اسکا جائز ہوگا اور یہی شرط ہے اسواسطے کہ وہاں کا ہونا شرط ہے
پس کسیطرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلنے اور بھاگنے کا اور مدیون کی تلاش کرنے والیکا اور سونے والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور
جنب کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلاتین نہیں کی اسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی الفتح ودعا جاہدا بجہد وعلم المناسک لان وقت الناس خلفہ ای ہو مستقبل القبلۃ
سامعین لقولہ خاشعین باکین اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت جہد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اسلئے کہ لوگ
امام کے پیچھے ٹھہرے ہیں اسکے دیکھنے کو کہ امام کے قول پر کان لگائے گڑ گڑاتے روتے ہو ہے امام ہاتھ اسکے موافق امام بر نہ صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ میں نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبروں نے کی یہ ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر تو ہی اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہی مثل مشہور ہے کہ تعریف کریم کی
صورت سوال ہی علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس سے کہ فلاں شخص رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتوں کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے کہ اس دن میں جو اپنے کان
اور آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے اور زادہ عمر نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ
کے دن دونوں ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کہ کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف میں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ دعا کی (اللہم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللہم لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک ربی تراثی اللہم انی اعوذ بک
من عذاب القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللہم انی اعوذ بک من شر ما تجیء بہ الریح اللہم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی
علیک شیء من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسالک مسالۃ المساکین وابتہل الیک ابتہال المذنب
الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللہم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا
رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا
اور باقی پیغمبروں کی دعا عرفات میں یہ ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اللہم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا
وفی بصری نورا اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللہم انی اعوذ بک من
شر ما یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر) کذا فی سفر السعادت للفیروزآبادی اور اختیار شرح مختار
میں ہے کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا میں کثرت سے احادیث ثابت ہیں تو لائق یہ ہے کہ دعا میں بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ
یاد ہو کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ میں لکھکر پڑھے اور مستحب ہے کہ اس دن بعد نماز عصر کے سورہ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھکر یہ
دعا کرے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ

والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم يا رفيع الدرجات يا منزل البركات يا فاطر الارضين والسموات

ضجت لك الاصوات بصنوف اللغات تسألك الحاجات وحاجتي اليك ان ترحمني في دار البلاء اذا نسيني اهل الدنيا اسالك

ان توفقني لما افترضت علي [illegible] وتعينني على طاعتك واداء [illegible] المناسك التي اريتها ابراهيم خليلك ودللت محمدا

حبيبك اللهم لكل متضرع اليك اجابة ولكل مسكين لديك رأفة [illegible] متضرعا اليك مسكينا لديك [illegible] فاقض حاجتي و

اغفر لي ذنوبي ولا تخيبني من الخير عندك [illegible]

[illegible]

اور محسر ایک نالہ ہے منا اور مزدلفہ کے درمیان میں سو اگر کوئی محسر یا اوس سے اوپر یعنی عرنہ میں ٹھہر یگا تو جائز ہو گا بقول مشہور مگر صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث سے صحیح ہو گیا کہ عرفات ساری ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطن عرنہ کے

میں وادی عرنہ سے اور مزدلفہ میں محسر سے منع فرمایا کہ وہاں کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم و تشدید سین کسورہ اوس وادی کا نام ہے جہاں اصحاب الفیل تھک گئے ہوے تھے

یعنی تھکا دیتے والا اوس نے اون کو تھکا دیا کیونکہ اصحاب الفیل وہاں عاجز ہوے اسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی و منزل ہے جبل قزح بضم قاف و فتح زا معجمہ

کا ملمہ والا مصلی جو قائم ہے یعنی غیر منصرف اور مزدلفہ میں قزح ایک پہاڑ ہے اسکو قزح بضم اول وفتح ثانی لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے

یعنی معدول ہے قازح سے جیسے عمر عامر سے اور مشعر الحرام اور اسی پر قبہ بنا ہوا ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ مشعر الحرام یہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف

اور اس پہاڑ پر ایک جگہ کا نام مشعر الحرام ہے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی منزل تھی قرآن مجید میں فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام

کے پاس حق تعالیٰ کو یاد کرو شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہے و صلی العشائین باذان و اقامۃ لان العشاء فی وقتھا

فلم یحتج الی الاعلام کالاعادۃ یعنی اور امام اور مغرب اور عشا کی وہاں نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے سواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت میں

ہے تو اعلام کی حاجت نہیں چنانچہ یہاں جمع بین الصلوتین میں امام کی حاجت نہیں ہم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ یہاں جمع بین الصلوتین میں کیوں

دوبارہ اقامت نہ ہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین میں ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہاں دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت میں ہے اور لوگ اسی

جمع میں تو اعلام کی کچھ حاجت نہیں کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہاں دوسری نماز اپنے وقت میں نہیں لہذا اعلام کی حاجت ہے اور امام کا ہونا

نزدیک اس جمع بین الصلوتین میں امام اور جماعت شرط نہیں جیسے کہ عرفات میں شرط ہے حالانکہ احادیث سے دونوں میں جماعت ثابت ہے اسواسطے کہ

مغرب یہاں اپنے وقت سے متاخر ہے اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہے بخلاف عرفات کے کہ وہاں عصر اپنے وقت سے مقدم ہے اور تقدیم نماز کی

اپنے وقت پر مخالف قیاس ہے ہر طرح سے لہذا اسمین مورد کی جمیع شروط وارد واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن امین بالکراہۃ اور دونوں نمازوں کے

بیچ میں سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط للملا رحمہ اللہ ولو صلی المغرب والعشاء فی

الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوۃ امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ میں یا عرفات میں پڑھے تو مزدلفہ میں دوسری بار پڑھے

بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہے ہم صحیحین میں اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوے تو راہ میں اترے

اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو میں نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہے پھر حضرت سوار ہوے تو جب مزدلفہ میں آئے تو پورا وضو کیا

پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ میں نماز جائز نہیں تو واجب الاعادہ ہوگی فتوقتتا بالزمان

والمکان والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشاء حتی لو وصل مزدلفۃ قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فتصلح

بغرض اس وجہ سے تو مقتضا اس حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر

کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہے یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ میں لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص ہے یہاں تک

کہ اگر کوئی مزدلفہ میں پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسائل جیستان اور پہیلی کے لائق ہے چند وجوہ

سے یعنی یہاں ایسے سوال مقصود ہیں جنکے جواب میں فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو ذکر کرتا ہے طحطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض

نماز ہے جسمین نہ اذان ہے نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہے مزدلفہ میں بشرطیکہ مغرب اور عشا میں فاصلہ نہ ہو سوال کون نماز ہے جو بے وقت پڑھی جاوے اور

قضا نہ ہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہے سوال کون نماز ہے جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب اور اسی طرح

عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات میں پڑھی جاوے سوال کون عشا ہے جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہے جو اول وقت

پڑھی گئی تھیں صبح صادق ہو گئی سوال کون نماز ہے جسکا پڑھنا ایک خاص مکان میں واجب ہے جواب ہے مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہو مالم یطلع الفجر
یعود الی الجواز وہذا اذا لم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خاف صلاہما راہ کی نماز کا اعادہ اس وقت تک ہے جب تک کہ صبح صادق نمو نہیں ہوئی اور جب
صبح ہو گئی وہ نماز جائز ہو جاوے گی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اس واسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشا کے وقت میں سو اب باقی نہ رہا اور
یہ جب ہے کہ مغرب اور عشا کا راہ میں پڑھنا اس وقت تک ہے جب تک کہ طلوع فجر کا خوف نہ ہو راہ میں سو اگر خوف ہو طلوع فجر کا تو دونوں نماز کو راہ میں پڑھ لے کیونکہ
کہ اگر راہ میں نہ پڑھیگا تو قضا ہو جاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفۃ صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد
حتی طلع الفجر عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پہر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے
سو اگر عشا کا اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاوے گی چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پہر اسکے بعد
پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر ترک کی اسکو یاد ہے تو پانچوں نماز ناجائز ہیں پہر اگر اسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نماز صحیح ہو گئیں کذا فی منح الغفار
ومن الطریف ذکرہ ویدی المغرب اور اول سے شام در مزدلفہ میں عشا کے وقت اور اسے مغرب کی نیت کر سے قضا کی اور نیت کی سنتوں کو ترک کرے شامی
قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ویحییہا فانہا افضل من لیلۃ القدر کذا فی جواہر النیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے سوا اسکے کہ وہ رات
لیلۃ القدر سے افضل ہے جیسا کہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوے دیا ہے ہم نہر الفائق کا یہ مضمون ہی کہیں نہ پایا کہ لیلۃ النحر لیلۃ القدر سے
افضل ہو یا نہیں اور میرا گمان ظاہری طرف تھا پہر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلۃ النحر سال کی راتوں سے افضل ہے کذا فی الطحطاوی پس کہا اسکے
کلام سے فضیلت ثابت نہیں ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قرآن اور ذکر میں بیدار رہے فقد یکون لیلۃ النحر افضل
مزدلفہ میں منحصر نہیں بلکہ اشرفیت اسکی اس وجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و فی شرح البخاری للعینی ان العشر الاخیر
من عشر ذی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور ایسا ہی کہا ہے صحیح بخاری کے شارحین نے ضمن حاشیہ قسطلانی کی شرح کے کہ دس روز ذی الحجہ کے
افضل ہیں رمضان کے عشرہ اخیرہ سے ہم صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا
نہیں جس میں عمل صالح خدا کے نزدیک ایسا محبوب تر ہو ان دنوں سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یوں ہے کہ ان دنوں میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور
محبوب تر ہے سو ان دنوں میں تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و صلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز
اندھیرے میں پڑھے بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفۃ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا
کما فی عرفۃ لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لا شئ علیہ پہر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہے طلوع آفتاب تک اگرچہ
وہاں گذران چلا جاوے مثل عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اسپر کوئی چیز لازم نہیں
وکبر وہلل ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہاں حالت وقوف میں تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی سنت ہے چنانچہ حدیث جابر میں صحیح ہوا ہے اور فتاویٰ شرح مختار میں ہے کہ یوں دعا کرے اللہم اغفر
مطلوب و خیر مرغوب الیہ اللہم لکل وفد جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقری فی ہذا المقام ان تتقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی وتجمع علی الہدی امری وتجعل
الیقین من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لا تجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما احییتنی برحمتک
یا ارحم الراحمین واذا اسفر جدا اتی منی مہلا مسبحا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیۃ حجر لانہ موقف النصاری اور جب خوب روشن ہو جاوے
تو منی کی طرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور استغفار کرتا یہ حد ہے کہ قبل طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی

عن الحج ولو الظہر پھر جب محسر کا ادر پہونچے تو شتاب چلے بقدر پھینک مارنے تیر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہی یعنی اصحاب الفیل کی ہلاکی کا
مقام ہی یعنی غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وادی سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے کذا فی مسنون ہی
لکھا راوی نے کہ مسافت وادی محسر کی پانسو پینتالیس ہاتھ ہی اور یہ جو شارح نے مسجد کی مقدار بیان کی سو تحدید نہیں بلکہ تقریباً ہی ثم الی جمرۃ العقبۃ من
بطن الوادی یعنی پھر جاوے منی کو ... آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات
کنکریان ... ہاتھ کی انگلیوں سے ... اور ... جمرے ... جانب ... اور ... کی طرف ...
کہتے ہین اور منارہ بنا ہوا ہی ... یعنی تین مکان ہین ... ایک کو جمرہ اولیٰ کہتے ہین ... دوسرے کو جمرہ وسطیٰ
اور تیسرے کو جمرۃ العقبۃ ... مثل حصی الخذف ... کہ یہ قول ... الامام ... مشابہ الخذف
... قول ثانی کی تصحیح کی ... کہ اس طرح ... شیطان کی ... اور ... اور مارنے کا
بیان ہی ... اور جس طرح سے مارنا چاہیے ... کذا فی الفتح ... ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم
خلیل اللہ مناسک کو ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبۃ کے پاس حضرت خلیل نے اسکو سات کنکریان ماریں یہاں تک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر جمرہ ثانیہ
کے پاس سامنے آیا حضرت نے اسکو سات کنکریان ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھس گیا پھر جمرہ ثالثہ کے پاس سامنے آیا حضرت نے اسکو سات کنکریان ماریں
یہانتک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر ویکون
بینہما خمسۃ اذرع ... اور مارنے والے اور جمرہ میں پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور ... ظہیریہ سے منقول ہی کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہی کذا فی
الفتح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وقدر ثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرہ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور
کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہی اور اگر ... نزدیک نہیں گری تو جائز نہیں ... اور ... حساب ... نہیں
... دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید میں داخل ہی اور اس سے کم قریب میں داخل ہی کذا فی الجوہرۃ وکبر لکل حصاۃ اسمع
کل منہا وانکر ... ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار میں ہی کہ مارنے کے وقت یوں کہے بسم اللہ واللہ اکبر رغماً للشیطان وحزبہ فتح القدیر میں ہی
کہ حسن بن زیاد کی روایت ہی وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ ... صحیحین کی حدیث میں ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہانتک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی ... تلبیہ میں مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا او بسبع
جاز لا ... بالاقل ... التقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریوں سے زیادہ مارے تو جائز ہی اور اگر سات سے کم ماریگا تو
جائز نہیں سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہی نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر
والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفاً من تراب ... مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہی مارنا ہر ایک اس چیز سے
جو زمین کی جنس سے ہی جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونا اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہی اگرچہ
مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہی لا یجوز بخشب وعنبر ولؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانۃ وقیل یجوز جائز نہیں مارنا جراحت کا
لکڑی اور عنبر اور بڑے موتیوں اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے میں عزت دینا ہی نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے
سے یہاں شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہی کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہی کہ جواہرات سے مارنا جائز ہی مناسک طرابلسی
میں ہی کہ یاقوت سے مارنا جائز ہی کذا فی الفتح ... لانہ لیس من جنس الارض وما فی زوف

الا شیئا من جوازہ بالحجر خلاف الشافعی ہے اور جائز نہیں مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہیں نہ مارنا
اور مینگنی سے مارنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہیں اور اشباہ کے فروق کے فن میں جو مینگنی کے مارنے کا جواز مذکور ہے سو
مذہب کے مخالف ہے اگرچہ اسمین اہانت ہے لیکن جنس ارض سے نہیں ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ کما ورد فی الحدیث [illegible]
جمرۃ اور مکروہ ہے کنکریاں اٹھانا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریاں وہاں پڑی رہتی ہیں وہ مردود ہیں مقبول نہیں اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج
مقبول ہوتا ہے اسکی کنکریاں اٹھوا لی جاتی ہیں الخ یہ جو بعضے کتابوں میں مذکور ہے کہ کنکریاں مزدلفہ سے لاوے یا آس پاس پہاڑ سے لاوے سو جو مزدلفہ اور
منا کے درمیان ہے سو سنت نہیں بلکہ جہاں سے چاہے اٹھالے اگر جمرات کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں نے ابن عباس سے
سوال کیا کہ کیا سبب ہے ابراہیم خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اور جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیوں نہ ہوگئے جو آسمان کے کنارے کو
بند کر لیتے تو ابن عباس نے جواب دیا کہ [illegible] کی کنکریاں مرفوع ہو جاتی ہیں اور جسکا حج مقبول نہیں ہوتا اسکی پڑی رہتی ہیں
راوی نے کہا جب میں نے ابن عباس سے سنا تو اپنی کنکریوں پر نشان بنا لیا اور جمرہ کو [illegible] تو انکو نہ پایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ
ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا اور ان میں [illegible] اور یہ مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو [illegible]
جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں اور جو کنکری [illegible]
بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریوں کا شمار ستر ہے [illegible]
سات سات کنکریاں مارتے ہیں [illegible] اور بعضے علما نے [illegible] کذا فی الاختیار ووقتہ
الحجر الی الجمرۃ من طلوع ذکاء الی الزوال [illegible] دسوین تاریخ کی فجر سے [illegible] گیارہوین فجر تک [illegible]
طلوع آفتاب سے ہے [illegible] زوال [illegible] غروب تک [illegible] قبل طلوع آفتاب [illegible] مکروہ ہے
کذا فی البحر [illegible] ثم ذبح [illegible] ذبح کرنا واجب [illegible] قارن
اور متمتع پر البتہ واجب ہے ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالوں کو کترے اس طرح سے کہ ہر بال سے
انگلی کے پور کی برابر لے [illegible] کترنا سارے سر کے بالوں کا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالوں کا کترنا واجب ہے [illegible] اجراء الموسی [illegible]
ان کان والا سقط [illegible]
[illegible]
اگر بالون کو گوند سے ایسا چپکا ہو کہ کترنا [illegible]
تو دوسرے کا کترنا لازم [illegible] کذا فی النهر [illegible] افضل [illegible] منڈانا تمام سر کا افضل ہے اسواسطے کہ سنت
اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترنے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر
منڈانے والون پر رحم کر اور پھر بار اصحاب نے عرض کی کہ کترانے والون کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کترانے والون پر رحم کر
ولو ازالہ بنحو نورۃ جاز اور اگر بالون کو چونہ لگا کر دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو جائز ہے [illegible] سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہے (الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا
اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین
یا واسع المغفرۃ آمین) اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے (الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا

وافعلہ لنا ولوالدینا وجمیع المسلمین اور مستحب ہے کہ بالوں کو دفن کر دے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہے کذا فی
فتح القدیر وحل لہ کل شیء الا النساء قبل والطیب والصید اور بعض نے فرمایا منڈانے کے بعد جو چیزیں کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئی تھیں سو
حلال ہوگئیں مگر عورتیں ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں ہم عدم حلت خوشبو خانیہ میں مذکور ہے صاحب بحر
نے اسکو ضعیف کہا ہے اور ربو الصید فغنیہ کے نزدیک شکار حلال نہیں صاحب نہر نے اسکی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ محل نہیں
بلکہ حلق محلل ہے طحاوی اور دارقطنی کی اس حدیث سے عن عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء
یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سوا عورتوں کے اور امام شافعی
کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف
الزیارۃ کرے ایام نحر کے تین دنوں میں جس دن چاہے ایام نحر میں طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن
طواف کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ
بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے
اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونوں کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں وطواف الزیارۃ اول
وقتہ بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقتہ الی آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے
ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا وحل لہ
النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل لہ شیء فلو فعلہ فہو مثلا کان جنایۃ لانہ لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اسپر
عورتیں حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہانتک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن
مثلا کاٹے گا تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نسا میں ظاہر
نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضا عدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی البحر فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما
ووجب دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی دنوں کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر
سے ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا اذا امکان فلو طہرت الحائض ان قدرت علی اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور
یہ اپنے تاخیر سے ذبح لازم ہونا اسوقت ہے جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے
سو اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اسنے نہ کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا سلفا طاہر نہوئی تو اسپر
ذبح لازم نہیں بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا میں آوے اور وہیں رات کو رہے رمی جمار کے واسطے
یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رہنا ان دنوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولیلۃ بعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا بما یلی مسجد الخیف
اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی
مسنون ہے اور اسکو جمرہ اولی کہتے ہیں خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہیں چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہے لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہیں ثم
بما یلیہ الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولی کے قریب ہے جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہیں جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی میں ۳۷۵ ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحطاوی

ثم بالعقبۃ سبعاً سبعاً ویکبر بکل حصاۃ پھر جمرۃ العقبہ کو رمی کرے سات کنکریوں سے جیسا کہ بیان ہو چکا اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ
میں اور ان دونوں کے درمیان میں ۴۸۰ ہاتھ کا فاصلہ ہے اور جو شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نہ کر سکے تو اسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور
رمی جمار میں ترتیب مسنون ہے واجب نہیں کذا فی النہر ووقف حامداً مصلیاً مکبراً مہللاً قدر قراءۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد
الثالث لا بعد رمی یوم النحر لانہ لیس بعدہ رمی اور ٹھہرے حمد اور تہلیل و تکبیر کہتا ہوا اور درود پڑھتا ہوا بقدر پڑھنے سورہ بقرہ کے
اور قہستانی میں مضمرات سے مروی ہے کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور بہت زیادہ استغفار کرے کذا فی الطحطاوی تو ٹھہرنا اس رمی کے بعد چاہئے جسکے بعد رمی
ہے یعنی جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد اور تیسرے جمرہ کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نہ چاہئے دونوں دن میں اسواسطے کہ اسکے بعد رمی نہیں اور نہ یوم النحر
کی رمی کے بعد ٹھہرنا چاہئے اسلئے کہ اسکے بعد بھی رمی نہیں یہاں تک کہ وقوف میں تاخیر رمی کی قید لگائی ہے سات کنکریوں کے رمی کے بعد ... اور دعا
لنفسہ وغیرہ رافعاً کفیہ نحو السماء او القبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیروں کے واسطے دونوں ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھا کر یا قبلہ کی طرف ... کے
قول ہے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ وقت دعا کے ہتھیلیاں ... کی طرف ہتھیلیاں کرے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی النہر ثم رمی غداً الثلث بعد الزوال کذلک
... پھر گیارھویں تاریخ کو تینوں جمرہ کی رمی کرے اسی طرح بارھویں تاریخ کو پھر تیرھویں تاریخ کو اسی طرح سے رمی کرے اگر وہاں ہے اور تیرھویں تاریخ کا رہنا منیٰ میں
مستحب ہے وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وفی الثانی والثالث من الزوال الی
طلوع ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھویں تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے ساتھ امام کے نزدیک اسواسطے کہ اس
دن میں رمی کا وقت فجر سے ہے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھویں اور بارھویں کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک
لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی ولہ النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منیٰ
قبل طلوع ہونے تیرھویں تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہیں وجاز الرمی راکباً
ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیاً افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ غیر ... والراکب اقدر علیہ والحق افضلیۃ المشی فی الطریق ...
الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہوکر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی میں پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونوں کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہاں سوار ہوگا
تو اور ٹھہرنے والوں کو تکلیف ہوگی نہ جمرۃ اخیرہ میں یعنی جمرۃ العقبہ میں سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اسکے پاس نہیں ٹھہرتا بلکہ اسکی
رمی کرنے کے بعد چلا جاتا ہے اور سوار پھرنے پر زیادہ قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسف رحمہ سے منقول ہے اور ظہیریہ میں افضلیت پیدل ہونے کی مطلقاً
بیان کی ہے یعنی تینوں مقام میں پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا اقرب الی
خشوع سے قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ میں کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہیں جمار ثلثہ کے رمی میں تو سوار ہونے میں انکو تکلیف پہنچتی ہے اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہوکر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھیں اور اقتدا کریں چنانچہ حضرت کا طواف
کرنا تھا سوار ہوکر کذا فی الفتح ولو قدم ثقلہ ای متاعہ وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذہب بعرفۃ کرہ ان لم یأمن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل
نحو نعلہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادموں کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منیٰ میں رہا یا منیٰ میں اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر
اطمینان نہ ہو اسباب کی حفاظت کا اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ خوف نہ ہو دونوں صورتوں میں منیٰ سے مکہ میں اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو اسکو منیٰ میں چھوڑنا مکروہ نہیں اور
اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی الفتح عن الجوہرۃ یعنی عبادت میں اسکا دل نہ لگیگا اسکا دل
لگا رہیگا ... عبادت کا ... نہیں رہیگا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل ... بالمحصب ساعۃ ... ولیست ... سنۃ ...

مکہ کی طرف چلے تو مسنون یہ ہے کہ اول محصب میں اترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب بفتح اول و فتح ثانی و ثالثہ و تشدید اس مکان کا نام ہے جو
مکہ اور منا کے درمیان میں ہے اسمیں چھوٹے پتھر یا ان کثرت سے ہیں اسکو ابطح و بطحا اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب میں داخل نہیں
محصب میں اترنا سنت ہے اور فضل یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور افضل یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا وہیں پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ میں داخل ہووے
کذا فی الفتح والنہر صحیح بخاری میں انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر و مغرب و عشا پڑھی اور محصب میں ایک نیند لیکر پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا
طواف کیا امام شافعی رح نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت موکدہ نہیں اور امام اعظم رح کے نزدیک سنت موکدہ ہے کرنے والے فہمی کہ تھا اتفاقی
اسلیے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کے خیف میں
اتریں گے یعنی محصب میں کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای الوداع سبعة اشواط بلا رمل و سعی وهو واجب الا علی اهل مکة
ومن فی حکمهم فلا یجب بل یندب کمن مکث بعده پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے
سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہیں حکم میں یعنی جو میقات کے اندر ہو گیا ہو تو ان پر طواف الوداع
واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ اس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہاں رہ گیا ہو امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے
اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس سے کہا کہ لوگوں کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کریں اور مسلم میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نہ کرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیة للطواف شرط فلو طاف هاربا او طالبا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کے پیچھے تو جائز نہ ہوگا لکن یکفیه اصلها فلو طاف
بعد ارادة السفر ونوی التطوع اجزاه عن الصدر کما لو طاف بنية التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی
طواف کی نیت میں وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جاویگا
چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارۃ ثم یصلی رکعتیه ثم یشرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع
کے دوگانہ پڑھے بعد زمزم کا پانی پیوے دارقطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیوے اگر
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا اللہ تجھکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجھکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو قطع کریگا اور زمزم
جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یوں ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود
پانی نکالے اور روبقبلہ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر تین بار میں پیوے اور ہر بار آنکھ اٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منہ اور سر اور بدن کو اسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبد اللہ
بن عباس رض زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے اللهم انی اسالک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء کذا فی فتح القدیر ویقبل العتبة تعظیما للکعبة ویضع
صدره ووجهه علی الملتزم ویتشبث بالاستار ساعة کالمستشفع بها اور بیت اللہ کے آستانہ یعنی آستانہ کو جو کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے چومے اور اپنا سینہ
اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور خواہش کنندہ شفاعت کعبہ معظمہ سے جیسے کہ جو کسی ان کی طرف التجا کرتا ہو تو اسکا
کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان ہے چار ہاتھ کی اسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکے
والسائل ببابک یسألک من فضلک ومعروفک ویرجو رحمتک اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو لم یتیسر له ذلک فیضع یدیه علی راسه
مبسوطتین علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار ودعا مجتهدا ویبکی او یتباکی اور اگر غلاف کعبہ کو نہ پاوے تو دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھکر

دیوار پر لگاوے اور اپنے بدن کو دیوار کعبہ سے چمٹاوے اور خوب کوشش کر کے دعا کرے اور روے یا رونے کی صورت بناوے کافی میں ہے کہ یہ انبیاء
دیوار سے لگاوے ولوالجیہ وفتاوی قاضی خان میں ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور مستحب یہ ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور الٹے پاؤں کعبہ کے کذا فی الفتح
ویمشی القہقری الی ان یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پیچھے الٹے پاؤں کے تا فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا ہوا اور بیت اللہ کو دیکھتا ہوا
یہاں تک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے اور خروج کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہے اللہم ان ہذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام
ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العہد من بیتک
الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین کذا فی الاختیار شرح المختار ولیسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ
ساعۃ قبل دخولہ مکۃ ... ولا شیء علیہ بترکہ اور ساقط ہو جاتا ہے طواف القدوم اس شخص سے
جو عرفات میں وقوف کیا ایک ساعت قبل اسکے مکہ میں داخل ہوا اور کوئی چیز اس پر لازم نہیں طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت
ہے یعنی اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام میں ... ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال الیوم التاسع الی طلوع فجر
یوم النحر ... فقد تم حجہ ... اور جو شخص کہ زوال کے بعد
جانتا ہو یا نہ جانتا ہو عرفات میں یوم عرفہ کی دوپہر ڈھلنے سے یوم نحر کی طلوع فجر تک یا وہاں سے گذر گیا یا ٹھہرا سوتا یا جاگتا یا بیہوش ہو کر یا جاہل ہو
اسی طرح اگر بیہوش کی طرف سے اسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کر کے احرام باندھ کے یعنی ایک شخص نے ابتدا
احرام باندھا پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہو گیا اور کسی شخص نے اسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر وہ ہوش میں آیا یا نہ آیا اور
ارکان حج کو ادا کیا تو اسکا حج جائز ہو گیا اسواسطے ظاہر ہو گیا کہ اسکی عاجزی فقط احرام میں تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک یہ درست نہیں
صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء بعد احرامہ ... اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر
بعد احرام باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اسکو لیجانا چاہیے مکانات حج میں یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ میں کہ وہ نیت حج کی کر چکا ہے تو تمام افعال حج کا وہی
فاعل ٹھہریگا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اسکے رفیقوں نے اسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقوں کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا شامل ہونا
ضروری نہیں ... اور کلام ... نہیں دیکھا کسی کتاب میں حکم اس شخص کا جو بعد احرام باندھنے کے
مجنون ہو گیا پھر رفیقوں نے اسکی طرف سے احرام باندھا اور اسکو مناسک حج میں لیگیا یا اور کلام فتح القدیر کا مفید ہے کہ اسکا حج بھی جائز ہے
اور مجنون شامل حج اور زوال عقل میں برابر ہیں ... کہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا
عرفۃ صح ... لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ ... عرفات میں ٹھہرا اور نہ جانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اسکا صحیح ہوا کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہاں کا ہونا
وقوف کی نیت کرنا شرط نہیں سو وہاں کا ہونا پایا جاتا ہے اور سونے والے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ ... جو شخص کہ
میں نہ ٹھہرا کسی طرح اسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحج عرفۃ من وقف بعرفۃ
ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہی ہے جو شخص کہ عرفات میں ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اسکا حج پورا ہوا
اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ وقضی
من قابل ولا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کر کے
اور اپنے حج کو سال آیندہ میں قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اس پر ذبح کرنا واجب نہیں والمرأۃ فیما مر کالرجل

لعموم الخطاب مالم یقم دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہی احکام حج میں جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو سب خطاب ہونے کے
حکم شرع برابر ہے جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ میں عورتیں مردوں کے شامل نہیں لکنہا تکشف وجہہا لا راسہا ولو سدلت
شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بدائع لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اسکے چہرہ میں ہے نہ اسکے سر میں
تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اسکو جدا رکھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہے
کہ کوئی چیز چہرہ سے لگی نہ رہے واسطے اسکے بھی ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہو معمول ہے کہ ایک چیز مانند قبہ لکڑیوں سے بناتے ہیں عورتیں اسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہیں
اور کپڑا اسپر ڈال لیتی ہیں تو چہرہ کی نظر نہیں آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہیں لگتا کذا فی النہر سنن ابوداود اور ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ شتر سوار ہمارے
سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے سر پر سے چہرہ پر ڈال لیتے تھے پھر جب
وہ ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسها دفعا للفتنة وما قيل ان صوتها عورة ضعيف اور عورت پکار کے لبیک
نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ صرف اپنے کانوں کو سنائے اور جو بعضوں نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل
ولا تضطبع ولا تسعى بين الميلين ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرها کما مر اور عورت طواف میں رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نکالے جیسا مرد
نکالتا ہے اور دونوں میناروں کے درمیان جیسا کہ پہلے بیان ہوا دوڑے نہیں اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسا مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر
کے بال پور کی برابر کترے جیسا کہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخيط والخفين والحلي اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے یعنی سیا کپڑا اور ورس و زعفران
میں رنگین نہ ہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام میں پہننا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر في الزحام لمنعها من مماسة الرجال اور حجر اسود کو بھیڑ
ہجوم کے وقت نہ چھوئے اسواسطے کہ عورت کو مردوں سے بدن لگانا منع ہے والخنثى المشكل كالمرأة فيما ذكر احتياطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہے جمیع امور مذکورہ میں
بنا بر احتیاط کے وحيضها لا يمنع نسكا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہیں سوا طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام
میں ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد میں جانا حرام نہیں ولا شيء عليها بتأخيره اذا لم تطهر الا بعد ايام النحر فلو طهرت فيها بقدر اكثر الطواف لزمها الدم بتأخيره لما
اور عورت پر کوئی جرمانہ لازم نہیں دیر کرنے میں طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہ ہوئے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر میں بقدر اکثر
طواف کے پاک ہو گئی اور طواف کو ایام کے بعد کیا تو اسپر دم لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وسیجئی حصول رکنیۃ طواف الصدر وبمثله
النفاس اور حیض ہو کر جنے سے یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارة کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط
ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں والبدن جمع بدنة من الابل والبقر اور بدنہ لغت اور شرع میں اونٹ
کو کہتے ہیں اور گائے کو بھی کہتے ہیں تو جس شخص پر شرع میں بدنہ واجب ہو وہ گائے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گائے کو بدنہ نہیں کہتے
والهدى منها ومن الغنم کما سیجی اور ہدی اونٹ اور گائے کی ہوتی ہے اور بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ میں جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہے قران کے احکام میں قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحديث اتاني آت من ربي وانا بالعقيق فقال يا آل محمد اهلوا بحجة
وعمرة معا ولانه اشق اور امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے
پاس سے آیا اور میں عقیق میں تھا سو آنے والے نے کہا کہ اے آل محمد حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے ہم نقدونا
بالعقيق اور یہ حدیث صحیح ہے اور نقل نہیں طحطاوی نے ام سلمہ رض سے یوں روایت کی ہے کہ سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اهلوا یا آل محمد بعمرة فی حجة یعنی میں نے سنا آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو عمرہ کا حج میں ملا کر یعنے دونون کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری میں عمر فاروق رضی سے یون روایت ہے کہ سمعت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول وھو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ھذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین میں انس رضی سے روایت ہے کہ سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج
ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر لیا واسطے بیان
جواز کے تو آپ قارن ہو گئے کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج میں بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دیں تاکہ انکا گمان باطل ہو جاوے
مجد الدین فیروز آبادی نے اس مقام کو سفر السعادۃ میں خوب تحقیق بیان کیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام میں اختلاف ہے بیشتر اخبار
صحیحین میں کہ شمار میں بیس سے زیادہ ہیں یون صریح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا ساتھ تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں یون ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضی
احادیث میں تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اسمین داخل کر لیا تو قارن ہو گیا
اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی اثنا میں شرکت ہے کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا کیں یعنی حج اور
عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضون نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی تو یہ دونون قسم کے لوگ احرام پر قائم رہے
اور بعضون نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی انکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دیں پھر مکہ سے حج کے واسطے دوسرا احرام
باندھیں فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسی کو کہتے ہیں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد حج سے عمرے سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین شیئین
وشرعا ان یھل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف لہا اربعۃ اشواط او عکسہ بان یھل بالحج ثم بالعمرۃ
العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب میں دو چیز ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں
قران یہ ہے کہ محرم لبیک پکارے کہ بلفظ حج اور عمرہ ساتھی حقیقی نیت ہو اس طرح کہ دونون کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یون کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ
یا حکمی نیت ہو اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اور احرام کو عمرہ
احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا
حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت میں ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو متمتع ہو جاویگا قارن باقی
رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات او القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا ساتھ احرام کرے میقات سے
اسواسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینون میں دونون کا احرام باندھے یا حج کے مہینون سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام
قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بالنیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ تکفی کالصلوۃ مجتہۃ لبعد الصلوۃ اللہم انی
ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا میں حج اور عمرے کا ارادہ
کرتا ہوں سو انکو مجھپر آسان کر دے اور انکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول ماتن کے کلام میں یا تو منصوب ہے کہ یھل پر عطف ہو کر اس صورت میں
تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے
نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی المجتبی ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرے کا اول کہنا ذکر میں بسبب
مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنے قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں کذا او
صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون میں حج مقدم ہے والثانی للعمرۃ اولا وجوبا حتی لو نوی الحج لا یقع الا لہا اور قران کرنے والا

پہلے عمرہ کا طواف کرے یہاں تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف ادا کریگا تو وہ طواف نفل عمرہ کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہوجاویگی لیکن اس نیت سے حج کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر جنایت کی نہیں ہو واجب نہیں کرتی کذا فی الطحاوی ہے پس شوط اول بعد طواف فی الشوط الاول لیقع طواف عمرہ کا طواف سات
شوط کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے اور سعی شام وہ کرے پھر ایام میں کرے پھر ان میں مشائخ کے قول ولم یحلق لم یحل من احرامہ ولو لزمہ دم ان سو اگر قارن نے
عمرہ کے سعی میں حلق بالاوس کے عمرہ کا احرام نہ نکلیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرہ کا احرام یوم النحر اولی تک باقی رہتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ
وہ احرام میں جنایت سے حلق کے بعد دل ہوگی کذا فی الفتح والطحاوی ثم یحج کما مر ویطوف للقدوم لیقیم بعد ان شاء کہ حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور
ہو چکی تو طواف قدوم کرے اور اسکا بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے طواف الزیارت کے بعد سعی کرے اور یہ افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا فان اتی بطوافین
متوالیین ثم سعیین جاز واساء ولا دم علیہ سو اور حج کے واسطے اگر دو طواف لگا تار کئے یعنی پہلے سات شوط بلا فاصلہ کئے پھر دوبارہ سعی کی یعنی سعی میں سات
شوط کئے تو جائز ہے اور برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرہ کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہیں وذبح للقران وھو دم
شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد کنکری یوم النحر کے یعنی جمرۂ عقبہ کنکری کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے لیکن قران کرنے کے
اور یہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہوئیں تو قارن اس قربانی سے کھاوے اور قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے
کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہیں ہے بسبب وجوب ترتیب کے حکم قرآن مجید میں ارشاد ہوا (فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام
ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ) یعنی جو فائدہ لے عمرہ سے حج تک سو جو میسر ہو قربانی کرے یعنی ذبح کرے اور جو نہ پاوے سو تین
روزے رکھے حج میں اور سات جبکہ تم پھر آؤ یہ پورے دس روزے ہیں تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور بصورت عدم قدرت
دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ آخرھا یوم عرفۃ ندبا رجاء القدرۃ علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے
عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کر کے رکھے اور احرام کے بعد اخیر روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے اس امید پر کہ قادر ہو کے اصل پہنچے شاید عرفہ
کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے سو بعد تمام ایام حج فرضا او واجبا ولو بمکۃ ای بعد ایام التشریق یعنی ایام التشریق لا تجزیہ لقولہ تعالی
وسبعۃ اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فصوم من وطنہ منی واتخذھا وطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی
بعد گذرنے ایام تشریق کے ہو اور یہ سات روزے جہاں چاہے رکھے خواہ منا میں خواہ مکہ میں خواہ اپنے وطن میں لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہیں کرتا
اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ پھر سات دن کا جب تم رجوع کرو یعنی جب تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اسکو بھی شامل ہے جسکا منا
وطن ہو یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہیں وطن مقرر نہیں حاصل یہ کہ رجوع اس آیت میں یعنی فراغ ہی مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع
کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا آنکے نزدیک مکہ میں سات روزے رکھنا جائز نہیں کذا فی النہر فان فاتت الثلثۃ تعین
الدم سو اگر تین روزے فوت ہوں یعنی ایام حج میں یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قرآن میں منصوص ہیں اور قیمت
حج کے سوا وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہیں اور اصل قربانی بھی ابتدا ہی متعین ہوگئی فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہ ہو تو احرام اتار ڈالے اور اسپر دو قربانیاں واجب ہیں ایک قران کی اور دوسری احرام اتار نیکی کذا فی الطحاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ اور اگر
قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر میں قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم بصورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہوگئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہے اب قربانی اسپر واجب نہیں کذا فی الطحاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ بطلت
عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات میں وقوف کیا طواف عمرہ کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرہ کا متعذر ہے کیونکہ

افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہو اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ بعد وقوف عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول صحیح یہی ہے کذا فی النہر

فلو أتى بأربعة أشواط ولو بقصد القدوم أو التطوع لم يبطل وتممها يوم النحر والأصل أن الآتي به من جنس ما هو متلبس به في وقت يصلح له ينصرف لما تلبس به سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کیے تو عمرہ قارن کا باطل نہ ہوگا اور عمرے کو پورا کرے یوم النحر میں یعنی باقی تین شوط اور سعی کرلے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے اسی جنس سے جس سے مکلف متلبس اور شاغل ہو رہا ہے ایسے وقت میں کہ اسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھیر دی جاویگی جسکا وہ شاغل ہے ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہاں چار شوط مراد ہیں جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوئے لہذا قارن کی عمرہ میں بسبب مجانست اور صلاحیت وقت کے شمار ہونگی و شبهت ثمرة فيها اور جو عمرہ کہ باطل ہوگیا قضا کیا جاوے بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کردیتا ہے عبادت کو مانند نذر کے و وجب دم الرفض للعمرة اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے و سقط دم القران لانه لم يوفق للنسكين اور قران کا ذبح ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ دونوں عبادتوں کے جمع کرنے سے فائز نہیں ہوا

باب التمتع

هو أفضل من الإفراد والقران یہ باب ہے تمتع کے احکام میں تمتع باعتبار لغت کے اسم ہے تمتع سے یا متاع سے اور وہ معنی نفع لینے کے ہے یا نفع پہنچانے کے و شرعا الترفق بفعل العمرة او اكثر اشواطها في اشهر الحج اور اصطلاح شرع میں تمتع یہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کا اکثر شوط یعنی چار شوط کیے جاویں حج کے مہینوں میں تو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فاذا طاف الاقل في رمضان مثلا ثم طاف الباقي في شوال ثم حج من عامه كان متمتعا فقال فليحفظ المتمتع اسے ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلاً رمضان میں یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال میں کیا پھر اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں ہوا تو تعریف کتب فقہ کو اسی تعریف کی طرف بدلنا چاہیے مصنف نے منح الغفار میں تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور تنویر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں احرام عمرے کا اشہر حج میں کرنا شرط ہے حالانکہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ اشہر حج کا احرام شرط نہیں اور اختیار شرح مختار میں صریح ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج میں ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا مصنف نے اشہر حج میں احرام کی قید نہیں لگائی تو اب منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا بعد اشہر حج میں یہی تعریف اختیار کی وغیرہ نے لکھا اور بدون اسکے کیا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ اسی سے عبارت ہے جب عمرہ تمتع کی تعریف میں مذکور ہوچکا تو اسکی کیا حاجت ہے و یحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے مثلاً تمتع میں حلق نہیں متمتع کو اختیار ہے چاہے سر منڈاوے اور حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہوگیا کذا فی النہر و یقطع التلبية في اول طوافه للعمرة واتمام كما مر اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف میں اور بدون احرام کے مکہ میں رہے متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہیں مکہ میں رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم يحرم بالحج في سفر واحد حقيقة او حكما بان لم يلم باهله الماما صحيحا پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر میں وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کرکے اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ کہ اپنے اہل میں آوے الماما غیر صحیح اور الماما غیر صحیح اسکو کہتے ہیں کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ رکھتا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن میں آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہے وہ احرام نہیں اتار سکتا ذی الحجہ کی تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اسکو حرم میں پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم میں جانا مستحب ہے اور امام کے نزدیک حرم میں سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور پھر حج کیا تو متمتع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبله افضل و حج کالمفرد لکنه يرمل في طواف الزیارة و یسعی بعده ان لم یکن قدمهما بعد الاحرام و ذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور پہلے باندھنا افضل ہے

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل ہے بشرطیکہ اس حج کو ادا کرے ساتھ تمتع حج کرنے والے کے لیکن متمتع پر طواف الزیارۃ میں رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف
الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نہ کر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسا ہی متمتع پر بکری واجب ہے ولم تنب
الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ یہ قربانی واجب نہیں اور یہ ذبح واجب ہے فان عجز عنہ صام کالقران یعنی اگر
متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد
احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما مر اور جائز ہے تین روزے رکھنا عمرہ کے احرام کے بعد لیکن حج
کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں ساتویں تاریخ تک افضل ہے بسبب ہدی کے پانے کی امید کے چنانچہ قران میں گذرا
وان اراد التمتع بسوق الہدی وہو افضل احرم ثم ساق [illegible] اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے لیجانے کا تو یہ افضل ہے اس تمتع سے جسمیں ہدی نہ ہو
اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجائے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے
ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں وہو اولی من قودہا الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہے اسکے کھینچ لیجانے سے مگر جبکہ
ہانکنا مشکل ہو جانور کی شکایت سے یا اسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹہ ڈالے اپنے اونٹ کے گلے
اور پٹہ ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرائش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ ہے کہ ہار
گلے میں پٹہ ڈالے یا جوتی اسمیں باندھے یا کوئی ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا
من الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ واما من احسنہ بان قطع الجلد فقط فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اور اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنی
طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک اسکو پہنچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو
کاٹے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک جو اہل مکہ کا
اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منہا ثم یحرم بالحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے
اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے پھر آٹھویں تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے
بیان میں جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا
دونوں احراموں سے یعنی حج اور عمرہ کے دونوں احرام حلق کے بعد موقوف ہے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرہ کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے تک
والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو میقات کے اندر رہتا ہو وہ تنہا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ حق تعالی
فرمایا ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام یعنی وہ تمتع اس شخص کے واسطے ہے جسکے اہل وعیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں ولو قرن او تمتع جاز واساء
وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اسکو روزے
رکھنا واجب نہوگا اگرچہ محتاجی سے ذبح نکر سکے ہم ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ کتب مذہب میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد
حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم الماما صحیحا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے
عمرہ کیا بدون ہدی کے ہانکنے کے پھر بعد عمرہ کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اسنے المام صحیح کیا تمتع اسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ
تمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کرکے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے میں اسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرہ کے اس سال
حج نکرے تو اسپر کچھ مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے المام صحیح نہیں تو تمتع اسکا باطل نہیں [illegible]

قاران کہ لینے جیسے قارن کے ہو دستے قران باطل نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی والاضافات لما اقل من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فقد تمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا اعتبار الا الاکثر اور اگر عمرہ کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینوں سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط پورا کر دیا حج کے مہینوں میں تو اسکا تمتع صحیح ہے اس لیے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں کیے تو تمتع صحیح نہیں بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی ای آفاقی حل من عمرتہ فیہا ای الاشہر وسکن بمکۃ ای داخل المواقیت او بصرۃ ای غیر بلدہ وحج من عامہ متمتع لبقاء سفرہ کوفی یعنی آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کر کے احرام اتارا اور مکہ میں رہا مراد یہ کہ داخل میقات کے یا بصرہ میں رہا مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہیں رہا اور اسی سال اس نے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اس واسطے کہ اسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا وحج من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا وحج لا یکون متمتعا الا بکالکوفی اور اگر اشہر حج میں عمرہ کو فاسد کر ڈالا بسبب جماع کے پھر گیا بصرہ وغیرہ کی طرف اور قضا کیا عمرہ کو اور حج کیا تو متمتع نہ ہوگا [illegible] امام کے اس واسطے کہ کوفی بسبب افساد عمرہ کے مانند مکی کے ہو گیا یعنی اسکا مکہ میں رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ میں آگیا تو متمتع نہ ہوا اس واسطے کہ عمرہ اسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحاوی الا اذا الم باہلہ ثم حج والی [illegible] مگر جب کہ [illegible] گھر کو چلا گیا پھر گھر سے مکہ میں احرام باندھ کر پلٹ آیا اور عمرہ اور حج کو کیا تو البتہ متمتع ہوگا اس واسطے کہ جب اپنے وطن میں پہنچا تو سفر اول ہو چکا پھر جب پلٹ کر مکہ میں آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج کی اور پھر تمتع کو سفر نہیں کیا عمرہ قضا ہو [illegible] سے کی ہو کو فاسد کر [illegible] ایکہ لیکن فیہ ها اتمتع [illegible] للتمتع بل الافساد اور دونوں عبادتوں میں جو عبادت کو تمتع فاسد کر دے خواہ عمرہ کو خواہ حج کو تو اسکو تمام کرے اس واسطے کہ احرام سے نکلنا بدون افعال [illegible] نہیں ہو سکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اسپر واجب نہیں اس واسطے کہ دونوں عبادتیں ادا کرنے سے [illegible] نہیں ہوا اس لیے کہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی [illegible]

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما یکون حرمتہ بسبب الاحرام او الحرام یہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت میں عبارت ہے اور اصطلاح شرع میں جو ایسے حرام فعل کا نام ہے اور یہاں یعنی کتاب الحج میں جنایت ایسے فعل کو کہتے ہیں جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم میں داخل ہونے کے [illegible] وتجب بہا دم او صدقۃ فقط کما فصلہا بقولہ اور جنایت سے کبھی خون واجب ہوتے ہیں یا ایک خون یا صدقہ سوائے ان امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آیندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ فلا شیٔ علی الصبی خلافا للشافعی ولو ناسیا او جاہلا او مکرہا فیجب علی نائم غطی راسہ خون واجب ہے محرم بالغ پر تو غیر محرم پر واجب نہیں بخلاف امام شافعی کے اگر نابالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اسکی بے اختیاری میں جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا مثلاً سوتے والے پر جسکا کسی انسان نے ڈھک دیا اور عدم اختیار میں گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی المنح ان طیب عضوا کاملا او ما یبلغ عضوا کاملا لو جمع یعنی ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبو وار چیز لگائی پورے عضو میں جیسے سر اور پنڈلی اور ران میں اگرچہ خوشبو دار ہوگیا ہے بہت خوشبو دار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی اس قدر کہ اگر سب کو جمع کریں تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کلہ کعضو واحد ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہو اور جو نہیں تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنی اگر ایک مجلس میں خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس میں خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح ولم یزلہ لزمہ دم آخر لبقائہ اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اسپر لازم ہے بسبب باقی رہنے خوشبو کے وانما اشترط الطیب الکثیر حیث شرط للزوم الدم دوامہ لانہ یوما او ریح طیبا [illegible] اکثر خوشبو دار ہو تو خون کے واجب ہو [illegible] دن بھر اگر خضاب راسہ بحنا ای رقیق اما الملبد ففیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی میں پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی سر پر لگا دیا تو اسمیں دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے ڈھکے

كذا في المطلب و من البحر یعنی بحر میں ہے کہ ... مرفوع ہے کہ العطر طیب یعنی مہندی خوشبو ہے چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر تھا اسلئے ذکر مطلق خوشبو کے بعد اسکو
ذکر کر دیا کذا في النہر او دہن ای زیت او حل ای شیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا تل کا تیل
بدن میں ملا اگرچہ دونوں خالص ہوں خوشبو سے سوا اسکے کہ دونوں تیل اصل ہیں خوشبو کی تمام اطیب کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار تیل اصل
گلاب اور بیلا اور چنبیلی کے انہیں دو سے جاتے ہیں تو دونوں خود خوشبودار ہو جاتے ہیں بخلاف اور تیلوں کے کہ انکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہیں ہوتا ہے
فیجب دم و قالا صدقۃ لیکن امام اعظم کے نزدیک دم ہے اور صاحبین کہتے ہیں صدقہ ہے اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور تل کے تیل کے لگانے میں
صدقہ واجب ہوتا ہے اور خوشبودار تیل میں بالاتفاق ذبح واجب ہوگا فلو اکلہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او قطر في اذنیہ لا یجب
دم ولا صدقۃ اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا تل کا تیل کو کھایا یا ناک میں ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونوں پاؤں کی بوائی میں لگایا یا اپنے
دونوں کانوں میں ٹپکایا تو اسپر نہ ذبح کرنا واجب ہو نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور و نحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء
بالاستعمال ولو علی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسی طرح کی چیزوں کے جنمیں ذاتی خوشبو ہے کہ انکے استعمال سے جزا لازم
آتی ہے اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا میں اختیار ہوگا چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا في البحر ولو جعلہ
في طعام قد طبخ فلا شیء فیہ وان لم یطبخ و کان مغلوبا کرہ اکلہ کمشموم طیب و تفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے میں ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمیں کوئی چیز لازم
نہیں خواہ کھانے میں خوشبو باقی رہے یا نہ رہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا یا پکے کھانے میں اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب یعنی کھانے سے کمتر ہو تو اسکا کھانا
مکروہ ہے اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگھنا مکروہ ہے محرم جس قسم خوشبودار چیز کا کھانا معمول ہے جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الائچی اور دارچینی کے جبکہ وہ
کھانے میں مخلوط ہو جاوے تو اسکا کھانا جائز ہے کذا في شرح النقایۃ او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر بہ او وضع علیہ کتفیہ لا شیء علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا
اس طرح جس طرح پہننے کی عادت ہے تو اگر مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت لنگوٹہ بنکے باندھا یا پاجامے اپنے دونوں کندھوں پر رکھا تو کوئی چیز اسپر واجب
نہیں نہ ذبح نہ صدقہ او ستر راسہ بمعتاد و یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ یا اپنا سر چھپایا یا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا
تھا یا گٹھری اٹھانے سے تو کوئی جزا اسپر واجب نہیں ہوگا کاملا او لیلۃ کاملۃ وفي الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح
کرنا اسپر واجب ہے اور اس سے کم میں یعنی دو تین پہر کے پہننے میں یا ساعت بھر میں صدقہ واجب ہے تو ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان نزعہ لیلا واعادہ
نہارا ولو جمیع ما یلبس اور ایک دن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہے یعنی جیسا ایک دن کے لباس میں ذبح واجب ہے ویسے ہی دو دن میں اگر محرم رات میں لباس کو اتار ڈالتا
اور دن میں پھر اسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اسنے پہنی ہو جیسے ٹوپی اور قبا اور پاجامہ ہر صورت ایک ہی خون واجب ہوگا ما لم یعزم علی الترک عند النزع فان عزم علیہ تکررت الجزاء لتعدد اللبس اور اگر لباس اتارتے وقت نہ پہننے کا ارادہ نہیں کیا سو اگر اتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کریگا اور پھر اسنے سیا کپڑا پہنا تو جزا متعدد ہوگی یعنی جتنی بار
ترک کا ارادہ کریگا اتنی بار ذبح کرنا اسپر واجب ہوگا خواہ اول لباس کا کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوما فاراق دما ثم دام
علی لبسہ یوما آخر فعلیہ الجزاء ایضا لان للدوام حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اسنے سیا کپڑا ایکدن پہنا سو اسنے پہننے کی جزا میں ذبح
کیا پھر اسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداء لباس کا ہوا یعنی
جیسے ابتدا سے لباس میں جزا واجب ہوگی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس میں دوسری جزا واجب ہوگی وہ دوام اللبس بعد الاحرام وہو لابسہ کانشائہ بعدہ
ولو کان اذ لم یکن الی... اور قائم رکھنا اس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوئے تھا ایسا ہے گویا اسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلاً اس قمیص کو

جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر اتفاقا
ولو تعدد سبب اللبس اتحد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اسنے قمیص پہنا پھر اسکو صحت ہوگئی
بعد اسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اسنے قمیص پہنا تو اسپر دو کفارے کذا فی فتح القدیر لازم ہونگے ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین او الی
قلنسوة فلبسها مع عمامة لزمه دم واحد اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اسنے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ
پہنا تو اسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ اسنے پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تیقن زوال الضرورة
فاستمر کفر آخر اور اگر محرم کو یقین ہوگیا کہ لباس کی حاجت نہیں پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو دن تو دوسرا کفارہ دے اور اگر زوال حاجت میں شک ہو
تو اسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر والتقیید بربع الراس او الوجہ کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر اور چہرے کے برابر ہے کفارہ میں والا بان
غطی اقل منہ فصدقة ومن ثم یجب الدم بالاذنین لا بالانف فقط ... ہے کہ دونوں کان اور ٹھوڑی کے ڈھکنے میں اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ
رکھنے میں او حلق ای ازال ربع راسہ او ربع لحیتہ یا محرم نے اپنا چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی کو مونڈے یعنی بالوں کو دور کیا کسی طرح خواہ مونڈ کر یا
اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او حلق محاجمہ ای مواضع الحجامة والافضل کما فی البحر عن الفتح یا مونڈا اپنے سر کے پیچھے اس جگہ کو مونڈے جہاں پچھنے لگاتے ہیں یا اس
کی مراد یہ ہے کہ وہاں مونڈے اور پچھنے بھی لگا دے تب اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونوں فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنے کے
یا پچھنے لگا دے بدون مونڈنے کے تو اسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ تفریع بحر الرائق میں منقول ہے فتح القدیر سے ... امام صاحب کے قول پر
ذبح کرنے کو واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احدی ابطیہ او عانتہ او رقبتہ کلہا او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس
تعدد الدم الا اذا اتحد المحل کحلق الابطین فی مجلسین او راسہ فی اربعة یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زیر ناف مونڈے یا سب گردن کے بال
مونڈے یا اپنے دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے یا دونوں ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں یعنی سب کو
میں ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے
ہاتھ کے اور تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پاؤں کے تو چار بار ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد
مجالس سے متعدد خون کا نہ ہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت
متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الطحطاوی او ید او رجل اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پاؤں میں ذبح واجب تھا اب ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کی
اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے جیسا کہ حلق سر میں معلوم ہوچکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور
طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت میں کیا بسبب واجب ہوجانے طواف القدوم کے شروع کرلینے سے یعنی ہرچند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن
جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اسکا ادا کرنا واجب ہوگیا تو وجوب ذبح میں دونوں طواف برابر ہوگئے او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارة کو
بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درم سے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح یا صدقہ واجب نہیں لیکن ادخال نجاست کا مسجد الحرام میں
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنة ان لم یعدہ اور اگر جنابت میں طواف الزیارة کیا تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہ کیا ہو اور اگر
طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارة کو بعد غسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی ولا ... وجوبا فی الجنابة و
ندبا فی الحدث وان المتبادر الاول والثانی جابر فلا تجب اعادتہ ای الجوہرة اور قول اصح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہو اور یہ قول صحیح ہے کہ دو صورتوں میں اعادہ ہے یعنی پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا ہے پس پہلا طواف معتبر رہا اور صفا اور مروہ کی سعی کا
اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ ولہذا الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر
جنابت یا وضو نہ ہونے میں عمرہ کا طواف کیا تو اسپر خون واجب ہے اور اسی طرح خون واجب ہے اگر عمرہ کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرہ کی
جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو بند بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہاں سے آنا اسکے اونٹ کے بھاگ جانے سے ہو پس وجوب دم میں اختیاری اور غیر اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود قبلہ لا بعدہ فی الاصح
قاتلہ اور قبل غروب کے پھر آنے سے ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر چلے آنے سے اگر بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الحاشیۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی و
لغیرہ ای طواف الصدر الی الفرض بالبدن ثم ان بقی اقل الصدر تصدق والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کم کو ترک کیا یعنی
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے اس طور پر کہ ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہاں تک کہ اگر اسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہوجاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہوجاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط رہے ہیں تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم کیے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط کیے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف ہیں تو اسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی تکمیل کے بعد ہے اور چار شوط اکثر طواف ہیں تو اسمیں ذبح کرنا
واجب ہوگا و بترک اکثرہ بقی محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم رہیگا عورتوں کے حق میں یہاں تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جو بار کہ وہ جماع کریگا اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ متعدد مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم رہیگا اسواسطے کہ اکثر کا حکم کل کا ہے تو گویا اسنے اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت ہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے
اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ سفر پر موقوف ہے او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایک دن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے ہر کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرہویں
تک رمی نکرے کسی دن اور جبتک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا ممکن ہے بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا
یہ کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں ماریں تو چار ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں کسی دن گیارہ کنکریاں مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور
ایک دن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہے کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر منڈایا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے منڈا دیگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے
محرم نے حل میں سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرام ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہیں اس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اسنے بال کترائے یا منڈائے اور

ف یعنی ایک روز میں اکیس کنکریاں پھینکنی ہوتی ہیں تو گیارہ نصف سے زائد اکثر ہوئیں ۱۲

ایسا ہی حکم حاجی کا ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں لوٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں بال کترواوے یا منڈواوے تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے او قبل
عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہے لفظ قبل کا حلق کے لفظ پر عطف ہے او لمس بشہوۃ انزل اولا فی الاصح او استمنی بکفہ او جامع بہیمۃ
وانزل یا عورت کا شہوت سے مساس کیا انزال ہو یا نہو خون اسپر واجب ہے قول اصح میں یا اپنا کف دست آلہ تناسل میں لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور
انزال بھی ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب او اخر الحلق عن الحرم او طواف الفرض عن ایام النحر لتوقیتہما
یا حاجی نے سر منڈانے یا طواف الزیارۃ میں ایام النحر سے تاخیر کی اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر سے متعین ہیں بنا بر وجوب کے اور صاحبین کے
نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا
ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرۃ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کو
متمتع کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے اور صاحبین کے
نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منا کے اندر بیٹھے اور
لوگ مسائل دریافت کرتے تھے ایک مرد آیا اور اسنے کہا کہ مجھکو معلوم نہ تھا میں نے سر منڈایا قبل اسکے کہ ذبح کروں حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں اور دوسرا
شخص آیا اسنے کہا یا رسول اللہ مجھکو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال ہوا اگر حضرت نے یہی فرمایا کہ بیشک اب اسکو کرلے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج مقصود ہے
لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی ناواقفی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر خواہی کی کیا حاجت
تھی اور حق یہ ہے کہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب نہونے دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتداء اسلام تھی اسلئے حضرت نے یہ چاہا کہ انکو معذور رکھا اور جزا کا حکم دیا
تو مقام مطالبہ میں بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم
کرے اسپر خون واجب ہے اور بعض نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہیں ہر چند اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر متکلم فیہ ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طحاوی میں یہ قول
کو عبد اللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جسمیں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال پورا ہوگیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیء علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکرہ
لباب وقد تقدم کما لا شیء علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہیں نہ صدقہ نہ خون اس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے
ہاں یہ تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب اور یہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہیں مفرد حج کرنے والے پر مگر اسصورت میں کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اسپر ذبح کرنا
واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر کے سبب لازم ہو جیسے اسکو کچھ ضرر نہ کرے گی کذا فی الطحطاوی ابتدا باب سے یہانتک وہ مسائل مذکور ہوئے جن میں ایک خون واجب ہے
ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر ودم للقران علی المذہب قال المصنف ... اور واجب ہوتے ہیں دو خون
اس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہوا اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب کے
بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہ تصور کرکے کہ یہ دونوں خون جنایت کے ہیں
ہم مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر کا تو اس تقریر سے صاحب ... کا اشتباہ دفع
ہوگیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہے وان طیب ... ربع عضو او ستر راسہ او لبس ... اقل من یوم ... اور اگر خوشبو لگائی عضو کے
چوتھائی حصہ میں یا اپنے سر کو ڈھک لیا یا سلا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے ... کی عبارت میں
اسکا قول ہے یعنی تصدق فی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع ... وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف

صاع کا صدقہ دے اور اس کم میں مٹھی بھر کا صدقہ ہو شرح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی ڈھائی گھڑی جیسا کہ
بالفعل گھنٹہ کہتے ہیں اسواسطے کہ ساعت نجومی اور عرفی کی کچھ حد نہیں طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اسکو ذکر
نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او لبعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا داڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال
مونڈے او قص اقل من خمسۃ اظافیر او خمسۃ الی ستۃ عشر متفرقۃ من کل عضو اربعۃ او قدا استقراہا لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ ذلک دما فینقص ما شاء یا پانچ ناخن
سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنی ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پاؤں سے چار اور دوسرے پاؤں سے
چار سب سولہ ناخن ہوئے اور یہ ثابت ہو چکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا میں نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوئے جسکی تخمینا کچھ اوپر ۳۲ سیر گیہوں
ہوتے ہیں تو اتنا دینا چاہیے مگر اس صورت میں جبکہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی جزا
کے برابر نہ ہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کہ متن میں مثل ہدایہ اور اسکی شروح کے یہی مذکور ہے کہ ناخن
کی جزا نصف صاع ہے لیکن منح وغیرہ میں ہے کہ ایک ہی صدقہ ہے او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سعی الصفا والمروۃ بالکل شوط
منہ فان لکل شوط نصف صاع او احدی الجمار الثلث فیتصدق لکل حصاۃ نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر
کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوطوں سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے
یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو کچھ کم کر کے دینا چاہیے
ایسی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے پھر طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے معتمد یہی ہے جو متون میں مذکور ہے یعنی
جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او قص اظفارہ بخلاف الطیب والثوب فانہ لاشیئ علیہ اجماعا یا محرم کسی غیر
شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو میں خوشبو لگا دے یا اسکو سیا
کپڑا پہنا دے تو اسپر کچھ لازم نہیں بالاتفاق صدقۃ کذا فی النہایۃ تصدق نصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے
اسکو صدقہ ... جواب ہے ان ... اگر ایک عضو سے کم میں خوشبو لگا دے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکا یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم
مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا
سر مونڈے تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہوں کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہوں کا دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح
نے صدقہ فطر کی تمثیل دی و ان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام
ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم میں ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہوں
چھ محتاجوں کو صدقہ دے جہاں چاہے حرم میں یا غیر حرم میں یا تین روزے رکھے جہاں چاہے اگرچہ متفرق ہوں طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو
اپنے نفس سے سرما کے یا بیماری کا ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر خوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہلاکی کا نہ وہم لیکن ایسی جگہ کہ بعض ضرورت زیادتی کر
بیٹھے اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت رفع ہوتی ہو تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب
بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے صحاح ستہ میں کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں
اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئیں میرے منہ پر چڑھ رہی تھیں سو حضرت نے فرمایا کیا تجھکو تکلیف دیتے ہیں تیرے سر کے کیڑے میں نے کہا ہاں فرمایا کہ
مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجوں کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجھکو معلوم نہیں کہ ان تین چیزوں میں سے کون چیز ۱۳

بیماری یا ایذا کی وجہ سے آیت اتری (فمن کان منکم مریضا او به اذی من راسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک) یعنے جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اسکو تکلیف اسکے
سر سے تو فدیہ ہے روزوں سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یوں ہے کہ حضرت نے کعب بن
عجرہ سے فرمایا کہ تجکو بکری میسر ہے اسنے کہا نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کہانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ صدقہ اور صوم قرآن میں مجمل تھا حضرت نے
اسکی تفصیل بیان فرمائی (و وطئه فی احدی السبیلین من آدمی ولو ناسیا او مکرها او نائمة او صبیا او مجنونا ذکره الحدادی لکن لا دم ولا قضاء علیه قبل وقوف
فرض یفسد حجه) اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے عمدا جماع کیا
یا بھولکر یا اپنی خوشی کیا یا زبردستی یا جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تشریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون پر
اس جماع سے نہ دم ہے اور نہ قضا ہے جو ہرۃ طحاوی نے کہا وطی انسان کی بہر صورت مفسد ہے حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی بلا انزال مفسد نہیں اور نہ
لازم آدمی کی قید لگائی اور یہ فتح القدیر میں ہے کہ وطی بہیمہ کی مفسد حج نہیں ہے بقول قہستانی ہے واجب ہے اور فساد کے ساتھ شرط انزال کی ہے کذا فی النہر
ولا الواجب نہ دم ہے فاسد کر جاتا اور کرنا ہی فاسد ہو جاتا اور اسی سے جو محرم نے کرنا کہا یا کرنا کہ اپنی منی نکالی میں داخل کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو گیا
بالاتفاق و یمضی وجوبا فی فاسده کجائزه و یذبح و یقضیه ولو نفلا اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کیا جاوے جیسے حج جائز کو کرتے ہیں یعنے فاسد
حج کو بالکل ترک نہ کرے بلکہ جس قدر مناسک باقی رہگئے ہوں انکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگر چہ حج فاسد فرض نہ
بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہے اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد نے مراسیل میں مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونوں محرم
تھے سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے
اگرچہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہو گیا
سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو پھر چپ رہے کیا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہیں وہ بھی کرے یعنے سب ارکان میں لاوے اور
سال آئندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ بن عباس رض اور عبد اللہ بن عمرو رض بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار
کی اسناد صحیح ہیں اور امام مالک کے موطا میں علی مرتضی رض اور عمر فاروق رض اور ابو ہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر و لو افسد القضاء
هل یجب قضاء ه لم اره والذی یظهر ان المراد بالقضاء الاعادة اور اگر سال آئندہ میں قضا حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے
انہوں نے شارح کتاب میں نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا اور ظاہرا قضا سے مراد یہاں اعادہ ہے حج کا یعنے لغوی معنے مراد ہیں ہم یہ تقریر صاحب
کی ہے جو مصر کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر و لم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف الوقاع اور واجب
نہیں قضا کے حج کو دوسرے سال آویں تو آپس جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ شہوت قضا حج کی ترک جماع پر
کافی ہے و وطئه بعد وقوفه لم یفسد حجه و تجب بدنة لو بعد الحلق قبل الطواف شاة تحفة الجنایة اور جماع محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد
نہیں کرتا اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹہرا اسکا حج تمام ہوا یعنے فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا
واجب ہے چنانچہ ابن عباس رض سے بھی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارہ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے
کہ اسکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوا عورتوں کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتے ہیں تمام متون فقہ میں یہی روایت ہے الا ہمام نے کہا کہ اس میں
بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق میں اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحاوی و وطئه فی عمرته قبل طواف اربعة مفسد لها
فیمضیه و ذبح و قضاء وجوبا و وطئه بعد اربعة ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی اور وطی محرم کی اپنے عمرہ میں قبل طواف کر لینے چار شوط کے

مفسد ہو جاوے گا تو بدنہ واجب ہوگا [illegible] ہے کہ محرم کے افعال کو کیا جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرہ کو قضا کرے بنا بر [illegible]
اور وطی کرنا محرم کا عمرے میں بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہیں لیکن اس قصور کی جزا میں ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی کے کہ
انکے نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہو جاتا ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی ان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا
باصل خلقته اگر قتل کرے محرم [illegible] شکار کو تو اس پر جزا واجب ہے صید کہتے ہیں خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو خشکی کا جانور
وہ ہے جسکا توالد اور تناسل خشکی میں ہو اگرچہ پانی میں رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہے جسکا توالد اور تناسل پانی میں ہوتا ہو اگرچہ وہ خشکی میں رہا کرتا ہو جیسا کہ
مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا [illegible] اور گھڑیال اور [illegible] تو انکا قتل کرنا محرم پر جزا واجب نہیں اور خشکی کے جانوروں میں دوسری قید یہ ہے کہ وحشی
اصل خلقت میں ہو وحشی ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو آدمی کو دیکھ کر بھاگتا ہو [illegible] پاؤں سے یا پروں سے [illegible] تو پالتو [illegible]
کرے گا وحشی ہوا اور وحشی اونٹ [illegible] صید میں داخل نہیں ہوا واسطے [illegible] اصل خلقت میں وحشی نہیں [illegible] دونوں [illegible] ہیں تو
سب کا قتل محرم کو حرام ہے حل اور حرم دونوں میں سوا ان جانوروں کے جو [illegible] آگے بیان کرینگے کذا فی الفتح والطحطاوی او دل علیہ
قاتله [illegible] عالم [illegible] بالدلالة او الاشارة [illegible] ان [illegible] محرم نے صید پر اسکے
قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان میں ہے دلالت کی پانچ شرطیں ہیں ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا
یہ مطلب نہیں کہ محرم سے یوں کہے کہ تو اس دلالت میں سچا ہے [illegible] یہ مراد ہے کہ [illegible] تو اگر قاتل نے [illegible] محرم کی تکذیب کی اور دوسرے
محرم کی دلالت کی تصدیق کر کے صید کو مار ڈالا تو اول محرم پر جزا واجب نہ ہوگی اور دوسری شرط یہ ہے کہ قاتل صید سے واقف نہ ہو اور اگر وہ واقف ہو تو محرم کی دلالت
سے جزا لازم نہ ہوگی تیسری شرط یہ ہے کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا
اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر [illegible] وقت احرام [illegible] قتل کے وقت احرام [illegible] ہو تو اس پر جزا لازم نہ ہوگی پانچویں شرط یہ ہے
کہ قاتل نے صید کو پکڑا ہو قبل اسکے کہ وہ اپنی جگہ سے جاوے یعنی جہاں محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہیں [illegible] اسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہاں سے
اٹھ گیا اور دوسرے مکان میں گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہ ہوگی [illegible]
[illegible] محرم کا قتل کرنا صید کو یا [illegible] بتانا [illegible] اول [illegible] یا قتل یا دلالت
واقع ہوئی ہو [illegible] محرم پر واجب ہوگی [illegible] واسطے [illegible] دوسری
نیت احرام کی جزا میں کذا فی [illegible] الطحطاوی [illegible] جزاؤہ [illegible]
یعنی اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اس پر اسکی جزا واجب ہے اگرچہ [illegible]
ہو اگرچہ [illegible]
[illegible]
اثر نہیں [illegible] کذا فی الفتح [illegible] الی اکلہ کما یلزمہ القصاص بقتل انسانا واکل لحمہ [illegible] سبب گرسنگی وغیرہ کے [illegible] کھانے میں مجبور اور مضطر
تو بھی اسپر جزا واجب ہے جیسا کہ محرم پر قصاص لازم ہے اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اسکا گوشت کھاوے [illegible] اضطرار [illegible] صید کی جزا اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہیں ویقدم المیتة علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار میں مردہ جانور کھانا مقدم ہے
صید پر اور صید مقدم ہے مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف میں صید مقدم ہے سور پر [illegible] تقدیم مردار کی صید پر [illegible] روایت ہے فتاوی

قاضی خان میں مردار کو مقدم کیا ہے جو صید پہلے سے ہو وہ بھی صید کو مقدم کیا ہے مردار ہے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ولو المیتۃ نبیا لم یحل بحال کما لا یوکل طعام مغصوب اور اگر
میت ایسا ہو جو کسی حال میں حلال نہیں جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہیں وفی البزازیۃ الصید المذبوح اولی اتفاقا اور بزازیہ میں ہے کہ ذبح
کیا ہوا شکار کا کھانا بہتر ہے مردار کھانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار میں حرمت ذاتی ہے اور شکار میں عارضی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی والجزاء ہو ما قوم
عدلان ای العادل والاثنان یکفی فی مقتلہ او فی اقرب مکان منہ ان لم یکن فی مقتلہ قیمۃ فاء للتفریع لا للتخییر اور صید کی جزا وہ قیمت ہے جسکو دو
عادل مسلمان مقرر کرین جس مکان میں کہ صید مقتول ہوا یا اس مکان میں جو مقتل کے نزدیک ہو اگر اسکے مقتل میں قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو
[illegible] کی عبارت میں التقیم ... اسواسطے اعتبار ... اور قول ضعیف میں ایک عادل کا قیمت مقرر کردینا کافی ہے اگرچہ وہ قاتل ہی
قیمت کو مقرر کرے ... ایک عادل کا قیمت ٹھہرانا اسواسطے ضعیف ہے کہ ... قرآنی کے مخالف ہے ... دو عادل کا ہونا واجب ...
کذا فی فتح القدیر امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک جزا صید میں قیمت لازم ہے اور امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک جو مثل ہو اسکا جزا دینا ہوگا
چنانچہ ہرن میں بکری اور خرگوش میں بکری کا بچہ اور شتر مرغ میں اونٹ اور گورخر کے قتل میں گائے اسکے نزدیک لازم ہوگی لقولہ تعالیٰ لا تقتلوا الصید وانتم
حرم ... فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما لیذوق وبال امرہ
... جو تم میں سے قصداً مارے تو جزا ہو مثل اسکی جسکو مارا چوپایوں میں سے حکم کریں اسکا دو عادل تم میں سے نیاز ہو پہنچا دے
کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اسکے صیام تو امام شافعی رح کے نزدیک مثلیت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مثلیت معنوی یعنی
باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مثلیت مطلقہ تو وہ ہے صورۃ اور معنی دونوں ہو چنانچہ مشترک النوع میں سو مثلیت مطلقہ تو یہاں بالاتفاق مراد نہیں لہذا
معنوی مراد ہوگی اسواسطے کہ شرع میں مثلیت معنوی ہی متعین ہو چکا ہے چنانچہ حقوق العباد میں کذا فی الہدایہ وشروحہا وتجب فی صید لا یوکل لحمہ او
غیر ماکول ولو خنزیرا او قیمۃ شاۃ وان کان الصید اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا الدم ولو اقل من ذلک والا ان
غیر معلم ولو کان معلما اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہاں وہ جانور مراد ہے جو حلال نہیں اگرچہ سور ہو یا مانند
اسکے غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم میں بڑا ہو بکری سے اسکی قیمت زیادہ نکیجاوے گی اسلیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل میں سوا خونریزی کے کوئی
فساد نہیں کیونکہ اسکا گوشت لائق کھانے کے نہیں تو اسمین وجوب نہیں مگر خونریزی سو بکری میں حاصل ہے اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندہ کو
قتل کیا مثلاً شکاری چیتا مارا تو حق اللہ میں غیر معلم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلم کی قیمت دیوے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اسکے انتفاع کے ہے اور
حق شرع باعتبار اسکی ذات کے ہے قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح ثم لہ ای للقاتل ان یشتری بہا ہدیا ویذبحہ بمکۃ او طعاما ویتصدق این شاء علی کل
مسکین ولو ذمیا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر کالفطرۃ پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرا دیوین تو قاتل کو
اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی مول لے اور اسکو مکہ میں جا کر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہاں چاہے تصدق کرے ہر مسکین کو نصف صاع
گیہون یا پورا صاع کھجور یا جو مانند صدقۂ عید الفطر کے اگرچہ وہ محتاج ذمی ہو طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ صدقات واجبہ ذمی کو
دینا جائز نہیں چنانچہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا لا یجزئ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا کفایت نہیں کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل
صدقہ ہوگا نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ کہ قاتل کو تین امر میں اختیار ہے
کہ صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کر کے حرم میں لیجا کر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلاً گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف صاع دیوے یا ہر
نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنی اگر پانچ فقیرون کو نصف نصف صاع گیہون پہونچتے ہون تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہونچتے ہون تو دس روزے

وان فضل عن طعام مسکین او کان الواجب ابتداء اقل منہ تصدق بہ او صام عنہ یوما بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بچ رہے یا ابتدا ہی سے
نصف صاع سے کم ہی واجب ہوا ہو مثلاً گنجشک مارا کہ جسکی قیمت ایک صاع گیہوں سے کم واجب ہوئے ہوں تو اختیار ہے مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع یا اسکے
بدلے روزہ رکھے ایک مسکین کو روزہ ... ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال فی العنایۃ ... ذکرہ ہنا وقدم فی الفطرۃ الجواز فینبغی کذا
بیان ہوا ہے جائز نہیں نصف صاع کئی مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کرکے کہا کہ اسی طرح فقہا نے یہاں لکھا
ہے یہ ذکر کیا ہوا صدقہ فطر میں اسکا جواز مقدم ہو چکا ہو تو یہاں بھی اسی طرح لائق ہو علی الخصوص نص قرآنی یہاں مطلق ہو تو اپنے اطلاق پر جاری
رہیگی کذا فی المنح والکلی للاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ او یہاں اباحت طعام کافی ہے مانند قیمت دینے کے یعنی طعام کی وجہ سے ... ایک ہی مساکین کو طعام کا
ال... اگر دو وقت دو صبح شام کھانا پکاکر دونوں وقت انکو پیٹ بھر کے کھلا دے جتنا دہ کھا دیں یا انکو نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے
ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو
یہاں بخلاف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ جزاء صید میں تعدد مساکین صحیح ہو قرآن میں بلفظ جمع کہا لا یجوز دفعہ الی من لا تقبل شہادتہ لہ
کاصلہ وان علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا و ہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان
لوگوں کو جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہوں اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہوں یعنی اپنے اصول اور فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا
جائز نہیں اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجبہ میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا
جائز نہیں چنانچہ اسکی تفصیل مصرف زکوۃ میں مذکور ہو چکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ
کتخلیص حمامۃ من سنور او شبکۃ فلا شئ علیہ وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہو جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ محرم
بقصد اصلاح نہ واقع ہوئے ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئے ہوں جیسا کہ کبوتر کے چھڑانے میں بلی سے یا جال سے کچھ ہوا اور اکھڑ گئے تو اس صورت میں محرم پر
کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہو کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے
تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہو مثلاً صحیح سالم جانور کی ۲۰ درہم قیمت ہوا اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۱۰ درہم قیمت ہو تو
تو دس درہم محرم پر واجب ہونگے اس دس درہم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اسکے روزے رکھے ووجب
بقیمتہ بنتف ریشہ وقطع قوائمہ حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پانوں کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہو اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع
یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اڑ جاتا ہو اور چوپایہ اپنے پانوں سے بھاگ جاتا ہو پھر جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ
پانوں کاٹے تو وہ اب اپنے کو بچا نہیں سکتا تو گویا اسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی وکسر بیضہ غیر المذر اور اسکے انڈے توڑنے سے
کل قیمت انڈے کی واجب ہو بشرطیکہ گندہ نہ ہو اور اگر انڈا گندہ ہو گا تو محرم پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ میت بہ ای بالکسر وقیمتہ اور واجب ہو مردہ بچہ نکلنے
بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہو اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہو تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ توڑنے
سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہو کذا فی الدر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہو یعنی جو شخص
کہ احرام نہیں باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اسپر واجب ہو کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے
عوض روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی وحلبہ لبنہ
اور قیمت دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حال کونہ غیر مملوک یعنی النابت بنفسہ سوا ارکان مملوکا او لا مستنبتا لوا

یہ نسبت فی کلام غیر الانسان ... [illegible] ... ولہا المتقدم بین تلک اجزاء الحرم اور قیمت واجب ہوتی ہے حرم کی گھاس اور
حرم کے درخت کے کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو ... خود بخود اُگا ہو یعنی ان کو انسان نے نہ بویا ہو خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ فقہا نے
تصریح کی ہے کہ اگر ... کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہیں حرم میں کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم گیا ہے اور کوئی آدمی اسکو کاٹ ڈالے تو
کاٹنے والے پر دو قیمتیں واجب ہیں ایک قیمت اسکی مالک کے واسطے اور دوسری قیمت شرع کے واسطے ہے اسکی بنا پر صاحب بحر کے
مفتی بہ قول ہے کہ زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظم ... [illegible] ... ما ینبتہ الناس فلو من
جنس ما لا یستنبت ... [illegible] ... اور اگر
... [illegible] ... اگر کسی کی مملوک زمین میں ہو تو مالک کو
اسکی قیمت دینا لازم ہوگا ... [illegible] ... حرم کی گھاس اور حرم کا درخت ... [illegible]
... [illegible] ... اور دوسری قسم وہ ہے جو خود بخود ... [illegible] ... درخت ... [illegible]
... [illegible] ... تو اسکے کاٹنے میں بھی جزا واجب نہیں یا ایسا خود رو درخت ہو جسکو انسان نہیں بوتا تو ... گھاس اور درخت کا کاٹنے میں جزا واجب ہوگی
... [illegible] ... وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... [illegible]
... فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو اپنے اصحاب فیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو ... [illegible] ... واسطے ساعت بھر کے حلال ہو گیا
پھر اسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور ... [illegible] ... گھاس اور ... [illegible]
... [illegible] ... عباس نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ... [illegible] ... فرمایا مگر اذخر یعنی اسکا کاٹنا حرام نہیں
ہر چند ظاہر حدیث میں سوا اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنی نہیں لیکن فقہا نے بدلیل اجماع کے ... [illegible] ... مذکورہ کو مستثنی کیا ہے اسواسطے کہ ... [illegible]
وقت سے اب تک وہاں زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف اسی درخت اور گھاس کی
نسبت کامل ہوگی جو خود رو ہو اور انسان کی طرف منسوب نہیں اور جسکو انسان نے بویا خواہ اسکے بونے کی عادت ہو یا نہ ہو وہ انسان کی طرف منسوب ہو گیا
كذا فى الهداية والاختيار شرح المختار ... [illegible] ... الانبات چنانچہ حرم کے ... درخت ... [illegible]
... [illegible] ... اور چونکہ اس گھاس اور درخت کے کاٹنے میں کچھ جزا نہیں ... [illegible]
کاٹنا اس درخت کا ... [illegible] ... قائم مقام ہو ... [illegible] ... اور اسکے ... [illegible]
... لعدم امکان الاحتراز عنہ لا شیء واجب ... قیمت اس چیز کی ... [illegible] ... مسائل مذکورہ میں چنانچہ تفصیل
انکی ترجمہ میں فصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اسکے قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت میں
نمو نہ ہو تو وہ درخت نہ رہا ... ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب ... [illegible] ... اور دوسری علت یہ ہے
کہ اسکے ... [illegible] ... بالاصالت والعبرة للاصل لا الغصن اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہو اور شاخیں
... [illegible] ... تو وہ درخت حرم کا ہے اسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اسکی حل میں ہو اور شاخیں حرم میں تو وہ حل کا درخت ... [illegible]
... [illegible] ... حرم میں تمام جڑ کے برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرة لمكان الطرفين ... [illegible]

فلو وقع الصید فوقع فی الحرم فهو صید الحرم والا فلا اور اعتبار اڑنے والے کے مکان کا ہے سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اس طرح کہ اگر شکار گرے تو حرم کی زمین میں
گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسه فی الحل فالعبرة للقوائم
فقط لا للرأس وهذا فی القائم فلو نائما فالعبرة لرأسه لسقوط اعتبار قوائمه فاجتمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پاؤن حرم میں ہوں اور
اسکا سر حل میں تو اعتبار اسکے پاؤن کا ہے یعنی وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پاؤن کا حرم میں ہونا سب پاؤن کے برابر ہے یعنی اگر ایک پاؤن بھی
حرم کی زمین میں ہوگا تو وہ حرم کا شکار ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنی اگر اسکے پاؤن حل میں ہوں اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے
شکار کا ہے سو اگر صید سوتا ہو یعنی لیٹا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہے اسواسطے کہ اس حال میں اسکے پاؤن کا اعتبار ساقط ہے تو یہاں دو امر جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسرا
تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہو اور اسکا سر حرم میں ہو اور پاؤن حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرة
لحالة الرمی الا اذا رماه من الحل ومر السهم فی الحرم فیجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار ہے تیر مارنے کی حالت کا ہے یعنی اگر غیر محرم نے حل سے صید حل
پر تیر مارا شکار کو تو اسپر جزا نہیں لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنا بر استحسان کے اسپر جزا واجب ہے کذا فی البدائع وفتاوی عالمگیری
میں ہے کہ اگر رامی اور مرمی دونوں حرم میں ہوں یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہے اور اگر دونوں حل میں ہوں تو جزا واجب نہیں اگرچہ تیر حرم میں ہو کر نکلا ہو اور
یہی حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا اور لونڈی بھیجنا او جزا دا او حلال صید فضمنه ثم حرم اکله وجاز بیعه ویکره ویجعل ثمنه فی الفداء ان شاء
لعدم الذكاة بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانه میتة اور اگر محرم کا انڈا یا ٹڈی پکائے یا شکار کا دودہ دوہا اور اسکی قیمت کا ضمان دیا تو اسکا کھانا
حرام نہیں اور اسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اسکی قیمت جزا میں دائے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہے کہ انکا ذبح
کرنا شرط نہیں بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنی اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ
مردار ہوگیا اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن المحیط اور محرم کو صید کا
زندہ بیچنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا صید محرم پر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اسکے حق میں ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر والبحر
وحشیشه یعنی ولا یقطع الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے نہ پیٹ سے
سوا اذخر کے اور اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس رض کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں مذکور ہو چکا اذخر گیاہ ایک گھاس خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی
میں گنڈ ہیل اور گندھیل اور بہرت کی گھاس کہتے ہیں فلا باس باخذ کماۃ لانها کالجاف کچھ مضائقہ نہیں حرم کی کھنبی لینے میں اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس
نہیں ہے ولقتل قملة من بدنه والقائها والقاء ثوبه فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادة اور اپنے بدن کی جون مارنے سے یا اسکے ڈالنے سے یا اپنے
کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے سے تاکہ وہ مر جاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کا حکم ہے یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج دے اپنے بدن کی
جون مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہیں سو ... جون کا مارنا یا زمین کی
گری جون کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دھوپ میں ڈالا اور جون مارنے کی نیت نہ تھی تو اسپر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابو داود اور ترمذی نے ابو ہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک رح کے موطا میں عمر فاروق رض
سے ثابت ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرة خیر من جرادة یعنی ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی
اسی طرح روایت کی ہے اور تمام اصحاب مذاہب چاروں فاروق اعظم رض کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیها ای القملة بالدلالة کما فی الصید
اور واجب ہے جزا جون میں بتانے سے بھی جیسا کہ صید میں بتانا یعنی اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسی کو دکھائی یا اشارہ کیا اور

اسے مار ڈالے تو محرم پر جزا واجب ہوگی وہ بھی جیسا کہ فی الکثیر منہ نصف صاع والکثیر ما زاد علی ثلثہ دانے ٹڈی کا قتل اور کثرت سے ٹڈیوں کے مارنے میں نصف
صاع گیہوں واجب ہے اور کثیر وہ ہے جو تین سے زائد ہو اور ٹڈی جوں کے برابر ہے قلیل اور کثیر کی وجہ سے جزا میں کذا فی البحر اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ دس
یا زیادہ کثیر میں اور اس سے کم قلیل کذا فی الطحطاوی ولا شیء بقتل غراب الا العقعق علی الظاہر ظہیریہ وتقسیم البحر ردہ فی النہر اور کچھ جزا نہیں محرم پر
نہ غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے میں سوا عقعق کے بنابر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریہ اور بحر الرائق کی تقسیم کو رد کیا ہے نہر الفائق میں بحر الرائق میں کہا کہ تقسیم
قسم کے کوے کا مارنا درست ہے تو اس میں عقعق بھی آگیا کہ موذی ہے ہمیشہ جانور کی پیٹھ کو چونچ سے کھودتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ بدائع میں ابو یوسف رح سے
مروی روایت ہے کہ حدیث میں ان کووں کے قتل کرنے کا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہے یا دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے اور یہی قسم موذی ہے اور ظاہر الروایہ میں ہے کہ
عقعق جانور کو اکثر نہیں ستاتا ہے خود دانہ اپنا کھاتا ہے [illegible] ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ عقعق میں دو روایتیں ہیں ظاہر روایت ہے کہ وہ صید ہے اور طحطاوی
طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہے اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے اسکی آواز میں اور ساتھ کے مشابہ ہے [illegible]
قتل میں کچھ نہیں شارح کہتا ہے [illegible] اور وزغہ اور برغوث اور بھڑ اور قملہ اور پروانہ اور مکھی اور مچھر [illegible]
فی القاموس [illegible] وفارۃ بالہمزۃ [illegible] اور کلب عقور [illegible]
[illegible] اور کلب عقور یعنی وحشی کتے کے قتل میں کچھ جزا نہیں اور وحشی کتے کے [illegible] شارح کہتا ہے [illegible]
اور برغوث [illegible] اور چونٹی بھی جائز رکھی ہے [illegible] کیونکہ یہ [illegible] اسکی ایذا ہے [illegible]
کی [illegible] صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب میں [illegible] بیان کی ہے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ [illegible]
جانور ہیں کہ حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت میں سانپ مذکور ہے [illegible]
روایت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے میں محرم پر کچھ گناہ نہیں اور دارقطنی اور طحاوی کی [illegible]
مرفوع [illegible] محرم کو [illegible] قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داؤد کی حدیث [illegible] محرم کو اجازت ہے [illegible]
کذا فی فتح القدیر ولو [illegible] لکن لا یحل قتل ما لا یوذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاہلی اذا لم یوذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح اور [illegible]
بچھو اور چونٹی کے قتل میں کچھ نہیں خواہ بڑی قسم کا بچھو ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہیں کذا فی
النہر [illegible] نے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنی پالتو کتا جب کہ موذی نہ ہو تو اسکا مارنا حلال نہیں اور کتوں کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث میں ہے وہ منسوخ ہے
کذا فی الفتح یعنی اس صورت میں ہے جبکہ کتے ضرر نہ دیتے ہوں [illegible] صحیح ہے کہ جب کتے ایک گاؤں میں زیادہ ہوجاویں اور وہاں کے لوگوں کو
ضرر پہونچاتے ہوں تو وہاں کے لوگ کتوں کو قتل کروا ڈالیں کذا فی النہر و برغوث و قراد و سلحفاۃ بضم ففتح [illegible] و فراش و ذباب و وزغ
و زنبور و قنفذ و صرصر و صیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین [illegible] سام الارض لانہا لیست بصید ولا متولدۃ من البدن اور پسو اور چیچڑی اور
کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیہی اور صرصر اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے ہی حشرات الارض کے قتل کرنے میں محرم پر کوئی جزا لازم نہیں
کہ یہ جانور شکار کے صید نہیں ہیں اور نہ انسان کے بدن میں پیدا ہوتے ہیں جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہیں کذا فی [illegible]
وسبع ای حیوان لا یؤکل [illegible] الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزاء کما لا یجاوز قیمتہ لو صائلا [illegible] یعنی ایسے کسی جانور جملہ کرنے والے کے
قتل سے جزا لازم نہیں جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہ ہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اسکو قتل کریگا تو جزا لازم ہوگی جیسے کہ
قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ سے معلوم ہوا کہ [illegible]

دو قیمتیں لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ ہوگی اور دوسری حق الاسلام کی قیمت [illegible] کہ ہو ولد فذبح شاۃ ولو ابو ھا
ظبیا لان الام ہی الاصل [illegible] وجاج وبط اہلیہ اور جائز ہے محرم کو ذبح کرنا بکری کا اگرچہ اسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ جس کی ماں اہلی ہو اسکا ذبح
جائز ہے ذبح کرنا گائے اور اونٹ اور مرغی اور بطا اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور جبلی خلقت میں وحشی نہیں تو یہ صید میں داخل نہیں محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہوگا
سے رواپا مراد ہے جو گھروں میں اور جو غدیر میں رہتی ہو ۔ اور وہ بنا بر اصل خلقت کے ماوا پانی اور بانوس ہوتی ہے بخلاف وحشی بط کے جو جنگل میں رہتی ہے
ہیں کہ اسکے ذبح کرنے میں محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحاوی وان کان ماساوہ حلال [illegible] فی الاکل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانۃ
فلاوجہ [illegible] حل الحلال الاکل المحرم کذا فی المختار اور جائز ہے محرم کو کھانا اس شکار کا جسکا غیر محرم نے شکار کیا ہو ذبح کیا ہو اگرچہ غیر محرم نے اسکے واسطے شکار کیا
تو بھی جائز ہے بشرطیکہ محرم نے شکار کو بتایا نہ ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسمیں اعانت کی ہو سوا اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو شکار غیر محرم
کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہ ہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحاوی نے روایت کیا ہے امام مالک اور شافعی رحمہ کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے
تو اسکا کھانا محرم کو حلال نہیں کیلئے ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمہیں حلال ہے جب تک کہ تم اسکا شکار نہ
کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی تصحیح میں کلام ہے کہ اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہے کہ جب محرم کے امر سے
شکار ہوا ہو تو حلال نہیں اور امام اعظم رحمہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے
غیر محرم سو میں نے ایک گور خر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رضی اللہ عنہ نے اسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کیا تم نے امر کیا تھا شکار کا
یا اسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہیں حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت میں ہے کہ کیا کسی نے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی صحابہ
نے کہا نہیں فرمایا کہ کھاؤ طحاوی نے کہا ابو قتادہ نے شکار اپنے واسطے کیا تھا نہ کہ محرم صحابہ کے واسطے کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اسکو
مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتقییدہ بذبح حلال صید المحرم ولا [illegible] الاطعام [illegible] الاشارۃ [illegible] کان الذابح محرما او امرہ محرم
وقید بالذبح لانہ لا یتوقف حل الذبح الا علی [illegible] صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اسکی واجب ہوگی اور جو کوئی قید بکری شکار کرے یا اسکے بدلے مول لیکر کریگا
ذبح کرے کذا فی الطحاوی اور کفایت نہیں کرتا اسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر لازم ہوئی کفارہ نہیں تاکہ اگر ذبح کرنے والا اسکے بعد محرم کا
محرم ہوگا تو اسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور صدقہ دے یا ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم نے شکار حرم پر دلالت کریگا تو اسپر کچھ جزا نہیں ہے سوا گناہ کے
ومن دلالۃ المحرم [illegible] او المحرم [illegible] الحل [illegible] فی الحل جزاء [illegible] والحرم الا بالاشارۃ [illegible] الحل [illegible] قہستانی [illegible] وجہ
[illegible] لان [illegible] الدلالۃ حرام اور جو شخص کہ حرم میں داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھا ہو یا جنگل کا احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو
اور اسکے حقیقی یا حکمی ہاتھ میں صید ہو تو اسپر واجب ہے کہ اسکو چھوڑ دے کہتے ہیں تو اس شخص پر جسکے پاس صید ہو اسکا چھوڑ دینا یعنی آزاد کر دینا طائر کا یا حل میں
اسکو کسیکے پاس بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل میں جانور کو ہرنے جانور ایسا کہ وہ ضائع ہو جاوے چھوڑ دینا اسکو مطلق الضمان کرے اسواسطے
چھوڑ دینا بطور پیانہ کے حرام ہے کذا فی البحر حرم میں جانور کا چھوڑ دینا اسلئے واجب ہوا کہ جب حرم میں داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذا فی النہر
وفی کراہیۃ جامع الفتاوی سئل عن [illegible] اخذ الصیاد و اعتقھا [illegible] ان اخذھا فی الحرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی
قلت وحینئذ فتقییدالاطارہ بالاباحۃ قبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑیا مول لیکر اور انکو
چھوڑ دیا تو جائز ہے اگر چھوڑنے کے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہے اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہیں ہوتی خواہ کوئی
مذکور ملکیہ یا نہ کہے کذا فی الطحاوی اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہیں کہ مال کا ضائع کرنا ہے انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہے جبکہ جامع الفتاوی سے

اتفاق علیہ کا مفصل حکم معلوم ہوا تو بالغ کے اڑانے کو اباحت کرنا چاہیے قبل اڑانے کے یعنی اڑانے سے پہلے یوں کہنا چاہیے کہ جو پکڑ لیوے وہ اسکا مالک ہے کذا فی البحر [illegible]

وفی کراہیۃ مختارات النوازل [illegible] فاخذہا آخر و [illegible] الا [illegible] علیہا ان قال عند [illegible] لمن اخذہا و ان قال [illegible] القول [illegible] انتہی

اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اسکو پکڑ لیا اور اسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو

اسپر اختیار نہیں [illegible] کہ وقت [illegible] یہ کہا ہو کہ یہ اسکا ہے جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑنے کے وقت یوں کہا ہو کہ [illegible] کچھ حاجت نہیں تو مالک

اول کو اسکا لینا جائز ہے اور مالک ہی کا قول [illegible] قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلام المجتبی [illegible] فی البحر [illegible] العادۃ [illegible]

وہی [illegible] احد [illegible] چھوڑنا واجب نہیں اگر صید جو گھر میں ہو [illegible] ظاہر ہوتے ہیں اور جریان عادت ولائل شرعیہ

میں سے ایک دلیل ہے [illegible] احرام باندھتے تھے اور [illegible] گھروں میں صید ہوتے [illegible] اور [illegible] نقل نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہوں

تو یہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے [illegible] جانور کہتے ہیں کہ [illegible] اسکی [illegible] چنانچہ ہرن اور کبوتر اور کوئی

کذا فی النہر [illegible] عادت قرون ثلثہ [illegible] صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی [illegible] خیر القرون وارد ہے اور [illegible]

کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے و [illegible] اخذ [illegible] صید [illegible] تو [illegible] اسکا چھوڑ

واجب نہیں اگر [illegible] محرم کے ہاتھ میں ہو [illegible] اپنے [illegible] کے ساتھ [illegible] اپنے [illegible] کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں [illegible]

اگر پنجرہ ان میں ہو تو بھی اسکا درست ہے [illegible] محرم [illegible] کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر وہ پنجرے میں ہو [illegible] کا لینا درست ہے [illegible]

کہ صید [illegible] میں ہو نہ ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا کہ پنجرے میں لینا ہاتھ میں لینے کے برابر ہے اس دلیل سے کہ جو [illegible] صید کا

ضامن ہوگا کذا فی النہر والفتح [illegible] بھذا الارسال [illegible] اکل [illegible] اخذہ من الناس [illegible]

اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑنا حلال ہے جائز ہے اور اس کا لینا [illegible] آدمی

آدمی سے جائز ہے [illegible] کو اس سے لیا ہو اسواسطے کہ اسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام [illegible] دخول حرم تھا [illegible]

کرنا و قتل حمام الحرم فلا شئ علیہ [illegible] پھر اگر صید پھاڑنے والا ہو جیسا چیتا وہ حرم کے کبوتر کو مارے تو [illegible] واسطے

کچھ جزا لازم نہیں اسواسطے کہ اسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا [illegible] صید کا چھوڑ دینا واجب تھا اسواسطے [illegible] اگر وہ کسی جانور کو مارے تو

اسکا کیا [illegible] و الاحرام [illegible] الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو [illegible] اگر صید باقی ہو [illegible]

کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مر گیا ہو یا مشتری [illegible] ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے کہ حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع [illegible]

مشتری حرم میں ہوں اور صید حل میں ہو تو [illegible] کذا فی الفتح [illegible] صید [illegible] الحکمیۃ

اتفاقا [illegible] عندہ خلافا لہما [illegible] کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اسکا چھوڑ دینا [illegible]

حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین [illegible] اگر گھر یا پنجرے سے کوئی شخص اس صید کو چھوڑ دیگا تو اسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اسکے حقیقی ہاتھ

کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم [illegible] ضمان لازم ہوگا [illegible] صاحبین کا قول [illegible] استحسان ہے کما فی البرہان [illegible] استحسان ہے کہ چھوڑ دے

امر بالمعروف [illegible] ضمان نہیں [illegible] صاحبین [illegible] کا قول [illegible]

ہو جیسا کہ [illegible] کا قول [illegible] کذا فی الفتح ولو اخذہ محرم [illegible] الاتفاق [illegible] المحرم [illegible] وان اخذہ من اخذہ اور اگر

حرم کا صید محرم سے [illegible] اسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم [illegible] بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اسکا مالک نہیں ہوتا [illegible]

یعنی جبکہ محرم کا کسی چیز ہونا تو محرم نہ ہوگا اور صید کو اس شخص سے چھینے اس سے لے لیا اگر چہ حلال ہی ہو کذا فی الحدادی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء و
وہبۃ بل بسبب جبری وا بسبب جبری فی اصح کتب شرح مکرر اصح مطلقا فی الاشباہ فلذا قال تبعا البحر عن المحیط کالارث وجعل فی الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر
عن بلوغ اسلو انبیاء اما باب الیمین وجد الغا امراء صید کا مالک نہیں ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری
سبب سے کہ اگر ہوتا ہو و صحیح ہے سبب سے کہ اسکو قبول ہوتی ہو کیا وہ مسئلہ سے بجوتا وہی انہوں نے بھی شرح مکرر ہے سوا ہی واسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط
مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے میراث یعنی محرم صید کو بذریعہ وراثت مالک ہو جاتا ہے اور اکو اشباہ میں صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن
نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کو وراثت سے بھی مالک نہیں ہوتا اور یہی قول اظہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق میں شکار حرام ہے مطلقا لقولہ تعالی
وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما شارح نے اشارہ کیا گیا ہے کہ ان کا قول خلاف ہو اور ہر دو قول میں دو قول کیا ہے اسکا مناسب یہ تھا قال ولو قتلہ محرم آخر بالغ مسلم
ضمنا جزائین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل یعنی اگر محرم نے کسی صید کو پکڑا پھر دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونوں محرم دو جزا کا ضامن دینگے پکڑنے والا
محرم تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی ہم نے محرم قاتل میں جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا چاہئے کہ
مجنون نکل جائے صبی اور نصرانی دونوں قیدوں سے نکل گیا کذا فی الحاشیۃ الطحاوی ورجع الاخذ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بعرض
السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیر لے جس قدر کہ اسنے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط میں تھا
یعنی اگر قاتل اسکو قتل نہ کرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو ضمان ساقط ہو جاتا اور جبکہ قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا تو اسپر جزا پکڑنے سے ثابت ہو گئی
وہذا ان کفر بالمال وان بالصوم فلا علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اس شرط پر ہے جبکہ پکڑنے والے نے مال کا
کفارہ دیا ہو اور اگر اسنے اسکی جزا میں روزے رکھے ہوں تو پھیر لینا نہیں پہونچتا ہے اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر
نے پسند کیا ہے اسواسطے کہ اسنے کچھ تاوان نہیں دیا جسکو پھیر لے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہے اور بعضوں نے اسی سے یہی قول صحیح ہے کذا فی
النہر ولو کان القاتل صبیا لا یرجع علیہ ربہ ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ لحق تعالی ولکن رجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ من حقوق
العباد دون حقوق اللہ تعالی اور اگر صید محرم کا مارڈالنے والا جانور ہو تو اسکے مالک سے نہ پھیرے اور اگر اسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی
سے کافر ہو تو اسپر جزا واجب نہیں بنا بر حق اللہ تعالی کے لیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اسکی قیمت پھیر لے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہیں
نہ حقوق اللہ کل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایتہ علی احرامہ یعنی بفعل شیء من محظوراتہ لا مطلقا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج
او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان اور جس صورت میں تنہا حج کرنے والے
پر ایک خون واجب ہوتا ہو بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اس فعل میں قارن پر دو خون واجب ہوتے ہیں ایک حج کا خون اور دوسرا
عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے اور جنایت احرام سے اس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرح کی جنایت
اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اس
واجب کو ترک کریگا تو اسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلئے کہ یہ جنایت احرام پر نہیں اور قارن کے مانند تعدد جزا میں وہ متمتع ہے جو ہدی کو
ہانک لیجاوے اسواسطے کہ وہ ابد عمرے کے احرام سے نہیں آ سکتا بدون حلق یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنی ایضا بجنایۃ علی احرامہ اور ایسا ہی
حکم ہے جو موجب صدقہ ہیں تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم
استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن اگر آگے بڑھے میں میقات سے بدون احرام کے تو اسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت وہ

وہ قارن نہیں کیونکہ ہنوز اُسنے احرام نہیں باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کہ صدر کلام میں داخل نہیں و لو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء لتعدد الفعل اور
اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہونگی و لو حلالان صید الحرم فلا لاتحاد المحل
اور اگر دو غیر محرموں نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہ ہوگی یعنی ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنی صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہی
ہوگی و بطل بیع محرم صیدا و کذا کل تصرف و شراؤہ ان صادہ وہو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح جمیع
تصرفات مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اُسکا خریدکرنا بھی باطل ہے اگر اُسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت میں گرفتار
کیا ہو تو بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اُسکے ہاتھ میں ہلاک
ہو گیا تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہیں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی الفتح وفی الفاسد یضمن قیمتہ
ایضا لمالکہ اور بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا جو سبب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو
گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مرگیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اُسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے اسمیں بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اسمیں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے جبکہ مشتری محرم ہوا اور اگر محرم
نہ ہوگا تو اُسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی الفتح والطحاوی و لدت ظبیۃ بعد الاخراج من الحرم و ماتا ضمنہما ہرنی جو حرم سے نکالی گئی
اور یہاں اُسکے بچہ ہوا اور دونوں مرگئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہے امن کا شرعا اور اُسکا حرم
میں پہونچانا واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اُسکے بچہ میں بھی سرایت کرگئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہوگیا و ان ادی جزاہا ای الام ثم ولدت
لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن عنہ وقت الولادۃ بل یجب ردہا بعد الاداء الظاہر فتح اور اگر ہرنی کی جزا اُسنے ادا کی پھر وہ بچی تو بچہ کی جزا اسکے ذمے نہیں
دو سرایت کرنے امن کے اوس وقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو ہرنی حق امن نہ رہی تو بچے میں کاہیکو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا واجب ہے
اُسکا پہونچا دینا حرم میں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النہر افاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ ولو لم یرد و ادخلہا لا یجب علیہ ثم جاوزہ
المیقات و ان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم سیاتی فی المتن قریبا و جاوز وقتہ ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ
عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرہ کا قصد کیا اور میقات سے آگے گزر گیا
پھر اُسنے احرام باندھا تو اُسپر ذبح کرنا لازم ہے چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے
میں ذبح کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں
جو بدائع سے منقول ہے اُسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بوقت مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر ہے فان عاد الی
میقات ما ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک صفۃ محرما کطواف و لو شوطا و انما قال و لبی لان الشرط عند الامام لبیہ التلبیۃ عند
المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اُسنے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی طرف پلٹ آیا
جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلا طواف کا ایک شوط بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اُسپر سے ساقط ہوگیا اور یہ لبیک
کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف
صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم میں شرط نہیں میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے و الافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج و ادراک فضل
پھر پلٹ آنا میقات کی طرف سے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے و الا ای ان لم یعد او عاد بعد شروعہ لا یسقط الدم اور اگر میقات

کی طرف نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہ ہوگا کذا فی الہدایہ والتبیین فرع من عمرتہ وجعل رکعتیا وخرج الی الحرم واحرم بالحج
من الحل فان علیہا دما لمجاوزۃ میقات المکی بلا احرام وکذا لو احرم بالعمرۃ من الحرم وبالعکس وکما مر بیقیۃ الہدم یعنی مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرہ
سے فراغت ہوا اور مکی ہو گیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر قربانی واجب ہے بسبب بلا احرام گزر جانے کے
میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا ان پر واجب ہے
اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح اوپر مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہو جاتا ہے اگر داخل ہوا کوئی آفاقی البستان ای بستان
من الحل داخل المیقات لحاجۃ فلہ ... ومعنی المجاوزۃ علی امر ... الذہاب الی مکۃ بغیر احرام یعنی داخل ہوا بستان میں
یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے داخل ہوا اگرچہ جاوز میقات ... ارادہ اس حاجت کا کیا ہو
چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا تو اس آفاقی کو جائز ہے کہ داخل ہو مکہ کا بدون احرام باندھنے کے اور اقامت کی نیت شرط نہیں ہے بنابر تحقیق
صحیح کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام ... بستان بنی عامر ایک جگہ ہے داخل میقات خارج حرم کے اور فی الحال اسکا
نام مجذ محمود ہے وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحاوی ووقتہ البستان ولا شیء علیہ لانہ التحق باہلہ اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں
کسی کام کو گیا بستان ہے یعنی حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اسپر جاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے کیلئے
بستان میں ملگیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہوا اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی حل
ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وہذہ حیلۃ للآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام
ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اسپر ایک حج یا ایک
عمرہ واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر دخولہ کذا فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جا کے پھر میقات کو
پلٹ آیا سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے یعنی مثلاً دو بار بلا احرام جا چکا تھا
تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اسپر دین ہو گیا سو وہ بدون تعیین
نیت کے ساقط نہ ہوگا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک لتدارکہ
المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہوگا اس سے یعنی کفایت کر جائیگا اس حج یا عمرہ سے جو اسپر بلا احرام داخل ہونے سے
لازم ہو گیا اگر اسنے احرام باندھا ہو اس عبادت کے واسطے جو اسپر واجب تھی مثلاً حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اس صورت میں ہے
جب اسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہو گیا تھا اسکو اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اس سال کے
اسواسطے کہ متروک دین ہو گیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت بجبرہ بالاحرام
منہ فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا بجماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور
اسکو قضا کرے اور اسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اسکا تدارک ہو جاویگا کذا فی
... طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے
عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنابر وجوب کے اسواسطے کہ اہل
مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہے وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفائت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ ولو رفضہا قضاہا فقط

اور اسپر ذبح کرنا واجب ہی بسبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہی اسواسطے کہ کی مذکور اسکے مانند ہی جسکا حج فوت ہوگیا اور فائت الحج عمرہ کرکے احرام اتار دیگا
اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہی تا اسلئے اگر کی مذکور اسی سال حج کریگا بعد بدر کرنے کے تو دوسرا عمرہ اسپر سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرے کو ترک کریگا اس حج کو تو فقط عمرہ کی
قضا کرے کذا فی المنح فعلوا فسدا صح واساء وذبح وہو دم جبر وفی الافاقی دم شکر سو اگر کی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نہ کیا بلکہ دونون کو ادا کیا تو یہ صحیح ہی اسواسطے
کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا لیکن برا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہی تو خود نہ کھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ کو جمع
کرنے مین ذبح کرنا اسواسطے شکر کے ہی تو خود اسکا کھانا جائز ہی کذا فی المنح ومن احرم بحج ثم احرم یوم النحر باخر فان کان قد حلق للاول لزمہ الاخری
ولا دم الفائت بل بلادم لانتہاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر مین دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج کے واسطے
تو دوسرا حج اسپر لازم ہوگیا اور دوسرے سال مین لا دم سبب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرامین نہ ٹھہرا کہ ذبح کرنا
اسپر واجب ہوتا کذا فی المنح وان لم یحلق للاول ذبح وقصر ام … المرأۃ … بالتقصیر … اور اگر حج اول کے واسطے سر
نہ منڈایا تو دوسرے سال اسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنے کے اور کترا ہو یا نہ کترا ہو … لفظ التقصیر اسواسطے تعبیر کی تاکہ عورت کو بھی
شامل رہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوکہ اسنے جنایت کی بال کترنے سے … کے احرام ہی یا اسواسطے تاخیر کی … احرام … یوم النحر … قبل
حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو پہلے حج سے اسپر ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ دو سال … کہ اول حج کے احرام اتارنے کو اسنے سر منڈایا یا نہ منڈایا
اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام … ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر نہ منڈایا تو اول حج کی عبادت … یوم النحر … تاخیر واقع ہوئی تو بھی
ذبح کرنا لازم ہوگیا کذا فی المنح ومن اتی بعمرۃ الا الحلق فاحرم باخری ذبح للجمع بین الاحرامین … فی الاحرام
فلا یلزم اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوا سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہی کہ دو عمرون کے دو احرامون کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہی اسواسطے
ذبح کرنا لازم ہی اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت مین مکروہ نہین کذا فی البحر عن المحیط لہذا اسمین ذبح کرنا واجب نہین اور غایۃ البیان مین جو دو حج کے
احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہی صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہی کذا فی المنح آفاقی احرم بحج ثم احرم بعمرۃ لزماہ وصار قارنا مسیئا لما مر ولہذا بطلت
عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی عرفۃ آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونون اسپر لازم ہوئے اور
یہ شخص قارن برا کار ہوگیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہوگا عمرہ اسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہین حج پر مرتب ہوکر
نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سو اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ اول کرکے حج کرے تو ممکن ہی کذا فی البحر والاولی
فان طاف للحج طواف القدوم ثم احرم بہا فمضی علیہما ذبح وہو دم جبر وندب رفضہا لتاکدہ بطوافہ فان رفض قضی لصحۃ الشروع فیہا واراق دما لرفضہا
پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونون کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہی کہ حج کے افعال مین عمرہ
داخل کر دیا اور مستحب ہی ترک کرنا عمرے کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگیا سو اگر اسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے بواسطے صحیح ہونے
شروع کے اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرے کے حج فان احرم بہا یوم النحر او فی ثلثۃ ایام بعدہ لزمتہ بالشروع لکن مع کراہۃ التحریم ورفضت وجوبا
من الاثم وقضیت مع دم الرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ دم لارتکاب الکراہۃ فہو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر مین یا اسکے بعد کے
تین دن مین تو عمرہ کرنا اسکو لازم ہوگیا بسبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہین ولہذا عمرے کا ترک کرنا واجب ہی
تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیا جاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہو بسبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نہ کرے ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اسپر
ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہی فائتہ الحج اذا احرم بہا او بہا وجب الرفض لان الجمع بین احرامین …

اور یہ مرتین بسبب شروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسواسطے کہ دو حج کے احراموں کو یا دو عمرے کے
احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہیں ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوئے
کہ ایک احرام تو یہ ہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس حج کو فائت الحج عمرہ کر کے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہو چکا ہی ولما فاتہ الحج بقی ہے
احرامہ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم ابعدہ یقضیہ یا احرم بہ قد یعد الشروع فی ثلج التحلیل قبل ادائہ بالرفض اور جبکہ اُسکا حج فوت ہوا تو احرام اُسکا
باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کر کے پھر بعد اُسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اُسکا صحیح تھا اور ذبح کرے
اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہو گیا اُسکے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا
لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہو گیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

بیان احصار

ہو لغۃ المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام میں جاننا چاہیئے کہ احصار لغت میں بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع میں احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ
حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ میں منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اسمین عمرہ داخل نہیں رہا حالانکہ عمرہ میں بھی احصار ہوتا ہی لہذا شارح نے
احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے او احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہو جاوے سبب دشمن
یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مر جانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک ہو جانے سے تو حلال ہی اسکو تحلل یعنی احرام کا اُتارنا دشمن عام ہی کافر
آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہی اور ہلاک نفقہ راہ میں اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے
اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہیں اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہیں جیسے حج نفل ابتداءً لازم نہیں لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور یہ قول
محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آئندہ خوف ہو عاجزی اور ہلاکت جان کا تو اسپر حج لازم نہیں کذا فی النہر
فیبعث المفرد دما او قیمتہ فان لم یجد بقی محرما حتی یجدہ او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما حسب
عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جا سکے تو اُسوقت میں تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنی ایک بکری یا بھیڑ حرم میں بھیجے یا اُسکی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کر
حرم میں ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم رہے یہانتک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کر کے احرام اُتارے
اور ابو یوسف رحمہ سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف
صاع کی عوض ایکدن روزہ رکھے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رحمہ کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو ذکر نکرتا والقارن دمین اور قارن
دو بکریاں روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے
ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ شروع یہ ہی کہ دونون احراموں سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو
اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی ویعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کر دے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ
کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہیں ویجوز ذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم میں اگرچہ ذبح یوم النحر
سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رحمہ کے کہ اُنکے نزدیک احصار حج میں یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں لیکن عمرہ کے احصار میں جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ
بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فبہا ونعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد
احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے ہوئے یا احرام باندھے وہین ٹھہرا رہا یہانتک کہ خوف

زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہے پھر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر وقت حج کا جاتا رہا تو عمرہ کر کے احرام کو اتارے
اس واسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت دراز ہو جاوے کہ اس پر مشکل پڑ جاوے کذا فی الکافی وتحلیل ولو
بلا حلق و تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے فارغ ہو جاتا ہے اگرچہ سر نہ منڈایا ہو اور بال نہ کترائے ہوں لیکن حلق افضل ہے کذا فی المنح فلو ظن ذبحہ ففعل
ما یحل فظہر انہ لم یذبح او ذبح فی حل لزمہ جزاء یعنی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے خوشبو لگانا وغیرہ
پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا حل میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اس پر اپنی جنایت کرنے کی جزا لازم ہوگی و علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا حجۃ
بالشروع و عمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اتارا ہو اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اس پر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہے بسبب
تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی و علی المعتمر عمرۃ اور عمرہ کے
احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اس پر فقط ایک عمرہ واجب ہے و علی القارن حجۃ و عمرتان احدیہما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں
ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا جو قضا ہے اس کو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان
بعث ثم زال الاحصار وقدر علی ادراک الہدی والحج مضی والا حل یعنی پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہے
ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی تو اس پر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اس وقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے فارغ ہونا ہدی کے ذبح سے کہ ہدی قائم مقام بدل
حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح والا یقدر علیہما الا بہ لم یلزمہ التوجہ وہی رباعیۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر
ساتھ ہی قادر نہ ہو تو اس پر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری
صورت یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ ہے کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ ہے کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں توجہ کرنا
لازم ہے اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا
قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ادراک حج کا ہدی لازم ہے اس واسطے کہ انکے نزدیک قبل
یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایہ ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من الفوات اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اس واسطے کہ
وقوف عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات یعنی وقوف مزدلفہ اور
رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور ایسے ہی تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والمستوعب ولو بمکۃ من الرکنین محصر
علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدہما
لا اما علی الوقوف فلتمام حجہ واما علی الطواف فللتحلل بہ کالمعتمر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہو وہ اس واسطے
محصر نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر ہو وہ اس واسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے فارغ ہوگیا چنانچہ عمرہ کرنے والا جسکا
سو طواف اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اسکا بدلہ ہے اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنی بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ وان
نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں
تو اسکو جائز ہے کہ اسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل

قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا تکلف یا تاویل ہم قرآن مجید میں والدین کے واسطے یون دعا کرنے کا (رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) یعنی اے
میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھون نے مجھکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ
بیفائدہ ہی اور حق تعالی نے خبر دی ہی کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعا سے مغفرت کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہی اور احادیث تو بہت
اور ثواب پہونچانے مین بکثرت ہین ازانجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک
اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہی اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد
بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دارقطنی رحمہم نے چند صحابہ سے روایت کیا ہی تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک
یہ حدیث مشہور ہی اور دارقطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے مان باپ تھے جنکے ساتھ مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا
سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہی کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے
صوم کے ساتھ اور نیز علی مرتضے سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب
مردون کو بخشے تو اسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عکبری نے روایت کی کہ انس نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین
اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہی فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہی اور وہ خوش ہوتے ہین اس سے جیسے
کوئی تم مین خوش ہوتا ہی طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد مین مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو اور احادیث
کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہی کذا فی فتح القدیر وا ما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال واللام بمعنی
علے کما فی لہم اللعنۃ اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جسکو اسنے خود کیا اور اسکا مطلب یہ ہی کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جب کہ غیر بخشے
اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہی کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علی کے ہی چنانچہ لہم اللعنۃ مین بمعنی علی ہی تو
اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوا اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی اور معتزلہ کا یہ مذہب ہی کہ عبادات کا ثواب سوا
عامل کے غیر کو نہین پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مالی اور بدنی سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین
وصول ثواب جائز ہی اور عبادات بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرات قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ
انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کو کئی طرح سے جواب دیا ہی جواب اول یہ ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی بقول ابن عباس کے اس آیت سے (والذین امنوا واتبعتہم
ذریتہم بایمان الحقنا بہم) جواب ثانی یہ ہی کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہی جواب ثالث یہ ہی کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر
ہی تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہی کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہی جواب خامس یہ ہی کہ لام بمعنی علی ہی کذا فی العینی
شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہرچند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہی کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعا و والدین اور استغفار ملائکہ مومنین
کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت
اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہی بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہی نسخ آیت کے قائل ہونے
سے واسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہی حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک رح اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنی
احادیث اور اخبار رسالہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہوگیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہدی عن اعتزالہ ہہنا
واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے یہان اپنا اعتزال کھول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالے ہی یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہی مجتبی کی کتاب جو ہین

اسواسطے کہ ایصال ثواب کا منکر ہوگیا ہو اور اسکو بسبب اہل حق و اہل عدل کا ٹھہرایا ہو اور آیات و احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پھیرا ہو کذا فی
الطحطاوی الٰہی بمحمد وآلہ کو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العبادۃ المالیۃ کزکوٰۃ
والکفارۃ تقبل النیابۃ عن المکلف مطلقا عند القدرۃ والعجز ولو کان النائب ذمیا لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور عشر
اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوہ نیابت کو قبول کرتی ہے مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب
کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے عبادات مالی میں نیابت اسواسطے
جائز ہے کہ عبادات مالیہ میں آزمائش بالادا اور رفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہے سو یہ امر نائب کے فعل میں بھی حاصل ہے اور بعضا عبادت بدون نیت
کے صحیح نہیں اور کافر ذمی اہل نیت کا نہیں لیکن چونکہ یہیں معتبر موکل کی نیت ہے نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت میں دونوں برابر ہوئے اور نیت کا اعتبار ہے خواہ
کہ دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اسوقت نیت کرے یا درمیان میں اسی عبادت کے نیت کرے کذا فی الفتح والطحطاوی
والنہر والبدنیۃ کالصلوٰۃ والصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قرأۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں
قبول کرتے کسی طرح سے نہ قدرت میں نہ عجز میں اسواسطے کہ عبادات بدنیہ میں غرض اصلی یہ ہے کہ افعال بدن سے روح اور بدن پر مشقت اوٹھائے
تاکہ روح کو صفائی اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہیں ہوسکتا نائب کے فعل سے جبتک کہ خود نہ کرے لہذا اس میں مطلقا نیابت جائز نہوگی نہ قدرت
میں نہ عجز میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ یعنے کوئی
روزہ نہ رکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنی نیابت صوم و صلوٰۃ سے فرض ساقط نہیں ہوتا غیر سے ہاں نفل کا ثواب
منتقل ہو چنانچہ اس حدیث میں صحیح ہو کہ اولاد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکب منہما کالحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز
فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونے کے وقت فقط اسمیں ہر چند کہ حج کی حقیقت میں مال کو
دخل نہیں اسواسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہیں ہوتا تو گویا مال حج کا جزو ہوگیا کذا فی الطحطاوی و حج میں
عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض
العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجز کی نیابت حج میں جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ رہے اور اگر عجز دائمی نہیں تو نیابت صحیح نہیں اسواسطے کہ حج تمام
عمر میں ایکبار فرض ہے یہانتک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنے ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہو سو کسی دوسرے کو اپنی طرف سے حج کروایا اور بعد اسکے
عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اسپر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نہ رہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن
فلان ولو نسی اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے بھیجنے والے کیطرف سے حج کرے سو یوں کہے احرام کے وقت کہ میں نے
احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور میں نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر بھیجنے والے کا نام بھول جاوے اور حج کرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہو اور دل کی نیت کافی ہے زبان سے
بالفظ ضرور نہیں ہے ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ وان لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ
مطلقا سواء استمر ذلک العذر بہ ام لا یعنے شرط ہونا دوام عجز کا موت تک اسوقت تک ہے کہ عجز مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ
زوال کی امید نہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہوجاویگا اور عاجز کے حق میں اعادہ حج کا مطلقا لازم نہیں خواہ یہ عذر نابینائی وغیرہ کا
جاتا رہے یا نہ رہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجائے موت ہے کذا فی النہر گو کنز وغیرہ متون میں مرض زوال پذیر کا کچھ فرق مذکور نہیں لیکن شارحین نے باقتدائے صاحب ہدایہ یہ مسئلہ
فتاوی قاضی خان اور مبسوط سے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم کذا فی المنح والفتح والحج عنہ صحیح لم تجزہ ان استمر العجز فقدانہ شرط اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف

حالت صحت میں پھر وہ قبل فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز رہا ہو تا آنکہ مر گیا تو وہ حج ساقط نہ ہوگا کیونکہ فرض یہی تھا کہ بسبب پائے جانے شرط کے
یعنی نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی ویشترط الامر ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا
حج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور جائز ہو نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہیں ہے حج فرزند کا
باپ کی طرف سے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کرادے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے امر مورث کے بدلالت حال کے
یعنی جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی ونفی من شرط ابقاء النفقۃ من مال الامر کلہا او اکثرہا وحج
الماموریہ نفسہ وبقیت النفقۃ فانہ قال حج عنی ولہذا الا یحجز الاجیر ولو لم یحج الاجیر جاز اور شرط ادائے نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنی شرط ہے کہ کل
نفقہ یا اکثر منیب کا ہو اور اسی کے ہاتھ سے ہو یا اگر نائب نے اپنا مال ... منیب کا مال ... سے حج کرے تو یہ احسان ہے تو منیب کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا کذا
فی الوالجیہ یعنی البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اسکا معین نہیں ہونا شرط ہے اگر اسکو معین کیا ہو اور اگر امر نے یہ کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے تو غیر زید
کو زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلہا فی اللباب الی عشرین شرطا منہا عدم اشتراط الاجرۃ فلو استاجر رجلا بان
قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز ویجیزہ والکافی القول وترکب ان الحج عنی بلا ذکر اجارۃ لباب المناسک میں شرط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہے انہیں میں سے ایک
شرط یہ ہے کہ نیابت میں اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اس طرح پر کہ اس سے کہا کہ میں نے تجھے نوکر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض
تو اسکا حج جائز نہیں بلکہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنیکا بلا ذکر اجارہ ہم شارح کا کلام ہو کہ مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج آمر کا ہو مستاجر کا
اور خانیہ میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایت میں حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجر مثل ملیگی تو عبارت خانیہ کا مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو انفق من مال نفسہ او خلط النفقۃ بمالہ وانفق کلہ او اکثرہ جاز وبری من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ میں وضع کر لینے کی گنجائش
ہو یا مامور نے منیب کے نفقہ میں اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنی بقدر کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہوگا
کذا فی الطحطاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا النفل لاتساع بابہ اور شرط دائمی عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہے نہ نفل حج کے واسطے اسلئے کہ نفل
میں وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاہر من المذہب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقۃ حج نفل
اور یہ حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب حج
نفل میں ہے اور یہ قول امام محمد کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ متفق ہیں اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور مامور سے
ساقط نہیں ہوتا کذا فی الفتح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اور
کہا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بوڑھا ہے اسکو طاقت نہیں کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا میں اسکی طرف سے حج کروں آپ صلعم نے فرمایا ہاں
اور بخاری اور مسلم میں ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اس نے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ مر گئی حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اگر اسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اس نے کہا ہاں میں ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر
کی طرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کی طرف سے لکنہ تشترط لصحۃ النیابۃ اہلیۃ المامور لصحۃ الافعال ثم فرع علیہ بقولہ فجاز حج الصرورۃ بمہملۃ من لم یحج والمراۃ
والامۃ والعبد وغیرہ کالمراہق وغیرہم وکرہ لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنی اسلام اور عقل مامور میں
لازم ہے تاکہ اسکے افعال صحیح ہوں پھر ماتن نے شرط اہلیت پر اسکا قول تفریع کر کے کہا تو جائز ہے حج کرنا اسکا جسنے خود حج نہیں کیا اور عورت کا حج جائز ہے گرچہ وہ
لونڈی ہو اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے مراہق قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان سبھوں کا حج سوا ... نیابت کے واسطے تا اختلاف ... [illegible]

گئے ہیں جیسے ہو تو نفس حج نہیں کیا کذا فی البحر اور جو نیابت عورت اور غلام اور جسنے کا حج نہیں کیا اور مراہق کی جائز ہو بسبب اہلیت صحت ادا کے لیکن چونکہ
کراہت سے خالی نہیں اور امام شافعی رح کے بھی مخالفت ہے تو ایسے سوا اور کسیکو نائب کرنا بہتر ہو جیسا کہ ایضاح میں مذکور ہے کہ جو غیر کی طرف سے حج کرے تو افضل یہ ہے
کہ وہ مرد عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی المنح ولو امر ذمیا او محجورا لا یصح اور اگر ذمی یا مجنون کو اپنی طرف سے
حج کرنے کو مامور کیا تو صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے واذا امرض المامور بالحج فی الطریق لیس له دفع المال الی غیره لیحج ذلک الغیر عن المیت الا اذا
اذن له بذلک بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له ذلک مرض اولا لانه صار وکیلا مطلقا اور جبکہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہو گیا تو
اسکو جائز نہیں غیر کو مال دینا تاکہ وہ شخص غیر میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت میں جبکہ اسکو غیر کو مال دینے اور حج کرانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح پر
کہ اس سے کہا گیا ہو مال دینے کے وقت کہ جو تیری رائے چاہے ویسا کر یا غیر سے حج کرا اسکو جائز ہو خواہ وہ بیمار ہو یا نہ ہو کیونکہ اسکو اسکی اجازت ہے وہ وکیل مطلق
ہو گیا خواہ وہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی الطحطاوی خرج الی الحج ومات فی الطریق واوصی بان یحج عنه انما تجب الوصیة به اذا اخره بعد وجوبه
اما لو حج من عامه فلا ایک عاقل بالغ حج کے واسطے اور راہ میں مر گیا اور اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی تو اسی وصیت کا نافذ کرنا واجب ہو جب کہ بعد وجوب
حج کے تاخیر کی ہو اور اگر اسی سال حج کو جاتا تھا کہ جس سال حج فرض ہوا تو اسکی وصیت کرنا واجب نہیں فان فسر المال او المکان فالامر
علیہ ای علی ما فسره والا فیحج عنه من بلده قیاسا لا استحسانا کا ہوئا پھر اگر میت نے وصیت میں مال یا مکان تفصیل کر دی ہو تو اسی مال اور اسی مکان سے
حج کیا جاوے تو اسکی پیروی واجب ہوگی اور اگر مال یا مکان کو معین نہیں کیا ہو تو اسکی طرف سے حج کیا جاوے اسکے شہر سے بنابر قیاس کے نہ بنابر استحسان
کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم دلیل ظاہر کرتے قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوں وہاں استحسان مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ
اسی موقع سے ہے جہاں قیاس مقدم ہے بخلاف استحسان پس یہ شارح نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی قیاس قول امام رح کا اور استحسان قول صاحبین کا
وجہ قیاس کی یہ ہے کہ جب میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کے حق میں اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہے اسی واسطے کہ حدیث میں ثابت ہے کہ جب ابن آدم مر گیا تو اسکا
عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو وصیت اسکے وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج نہ مال ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان
یہ ہو کہ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کرکے اور راہ میں مر جاوے تو اسکا ثواب اللہ تعالی پر ثابت ہو اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے
ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مر گیا تو اسکو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا انتہی آیت اور
حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اسکا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فلو حج عنه الوصی من غیره ثم حج پھر اگر
میت کی طرف سے وصی نے حج کرا دیا اسکے شہر سوا غیر سے تو صحیح نہیں الا فی بہ ای بالحج من بلده ثلثه وان لم یبلغ من حیث بلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے
اگر میت کا ثلث مال اسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے ہو پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور دفع الوصی المیت او وارثه الی المیت المال من لا مورہم ثم
یحرم امر المیت کے وصی یا اسکے وارث کو جائز ہو مال کا پھیر لینا مامور سے جب تک کہ احرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا جائز نہیں ثم ان رده لخیانة منه فنفقته
الرجوع من ماله والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھیرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب نہیں تو پھیرنے کا
خرچ میت کے مال میں ہوگا اوصی بحج فتطوع عنه رجل لم یجزه وان امره المیت لانه لم یحصل مقصوده وہو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی
اپنی طرف سے اور ایک مرد نے اسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نہ لیا تو حج کفایت نہ کریگا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا اگرچہ میت نے اسکو
حج کرنے کا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اسکا مقصود حاصل نہ ہوا یعنی مال خرچ کرنے کا ثواب بخلاف من حج عنه ابنه لیرجع [illegible] جاز ان لم یقل من مالی وکذا لو احج [illegible]
کالدین اذ قضاه من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اسکے بیٹے نے اسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے اس نیت سے کہ ترکہ سے

ہو لیگا تو جائز ہو بشرطیکہ باپ نے وصیت میں یوں نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور یہی حکم ہو اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز
نہیں ہے حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے جیسا کہ وصیت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متبرع ہے رجوع کر لینا درست ہے لیکن قرض ادا کرنا بلا اجازت عدم سے بھی
جائز ہو بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اسکے امر کے جائز نہیں اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہے کذا فی البحر عن التجنیس ومن حج عن آمرین
امرہ وقع عنہ وضمن مالھما لانہ خالفھما ولا یقدر علی جعلھا عن احدھما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والوں کے واسطے یعنی ایک حج میں دو
شخصوں کو شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو دونوں کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ اسنے انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو علیحدہ حج
مقصود تھا اور مامور قادر نہیں کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرا دے بسبب عدم ترجیح کے وشیخ صحتہا لتعیین او ثالث الاحرام اور اگر تعین کر دیا تو صحیح ہوا اگر احرام
مطلق کیا یعنی امر کا ذکر نہ کیا ہو احرام کے وقت وان ابھم فان عین احدھما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر امر کو مبہم کر کیا یعنی یوں کہا
کہ میں لبیک کہتا ہوں ایک امر کی طرف سے پھر اسکے بعد اگر دو میں سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہو طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی
بخلاف مالو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدھما او لہما وفی الحدیث من حج عن
ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہو اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی شخصوں
کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون انکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہو اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہے بلا عوض اور
حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہو چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونوں کو دے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو حج کرے اپنے والدین کی طرف سے تو اسنے انکا حج
ادا کیا اور ہوگی اسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت میں نیکوں میں مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے
باپ اور اپنی ماں کی طرف سے حج کرے تو اسنے اپنا حج ادا کیا اور اسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی
اپنے والدین کی طرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور انکی روحیں خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکوں کے ساتھ وہ شخص اٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے
ذکر کیا ہے یہ بات اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین میں سے کسی پر فرض حج ہو اسکی دو صورتیں ہیں کہ حج کی وصیت اسنے کی یا نہیں اگر وصیت
کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط ہوگا اور اگر اسنے وصیت نہیں کی حج کی اور وارث اپنی خوشی سے اسکی طرف
حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رحمہ نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لا غیر علی الآمر فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل ثم ان فاتہ
لتقصیر ضمن وان بآفۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہے اسکے مال میں کہ آمر نے مامور کو اس میں پھنسایا تو اسی پر چھوڑانا بھی لازم ہے اگرچہ آمر میت ہو
آمر سے مراد وہ ہے جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمیں میت بھی داخل ہے کذا فی المنح بعضوں نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ کل مال سے اور
احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہیں پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام میں ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور
اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس یا سواری کے مر جانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہیں کذا فی الطحطاوی ودم القران
والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن لہ الآمر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہے نہ آمر پر
لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہیں دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا امر کا تو مامور
ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اسنے جماع کیا
قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

فضیلت حج از والدین

جاوے گیا تو ضمان نہیں ہے کیونکہ مقصود کے واسطے کہ حج تمام ہو گیا وان مات المامور او سرقت نفقتہ فی الطریق قبل وقوفہ حج من منزل آمرہ بثلث ما بقی من
مالہ وان لم یف فمن حیث یبلغ فان مات او سرق ثانیا حج من ثلث الباقی بعدھا وہکذا الی ان لا یبقی من ثلثہ ما یبلغ الحج فیبطل اور اگر مامور راہ میں مر گیا یا اسکا
نفقہ چوری گیا اور وہ میں قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث باقی کفایت
نکرے وطن سے تو جس مکان سے پہونچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اسکے بعد میت کے باقی مال کے ثلث
سے حج کیا جاوے اسی طرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کرایا جاویگا یہاں تک کہ متروکہ میت سے اتنا باقی نرہے جسکے ثلث سے حج ہو سکے پس تب البتہ حج باقی نرہیگا وصیت
حج کی باطل ہو جاویگی یہ قول امام اعظم کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے [illegible] باقی متروکہ سے اور محمد کے نزدیک اگر اس مال سے جو مامور کے پاس باقی ہو
بقدر کفایت ہو حج کیا جاوے [illegible] وصیت باطل ہو گئی کذا فی فتح القدیر [illegible] قول ثالث یعنی
ثلث باقی سے حج کرایا [illegible] حج کا [illegible] کی تصحیح کی [illegible] مراجعت
کی کتب فقہ کی طرف [illegible] مامور [illegible] لینا جائز [illegible] امام [illegible] فلا ضمان [illegible] احسانا
یعنی اگر مامور [illegible] تو آمر کے وطن سے حج کیا جاوے [illegible] قول امام کا قیاس ہے
لیکن یہاں احسان [illegible] فرع [illegible] مسائل [illegible] بالقران [illegible] بالتاخیر عن السنة
الاولی [illegible] سال اول [illegible] تاخیر کرنے سے
اگرچہ آمر نے سال اول کا حج مقرر کر دیا ہو [illegible] سال [illegible] حج
ہو کیونکہ شاید نفقہ باقی [illegible] کذا فی [illegible] الی وطنہ [illegible] آمر کے وطن کی طرف پھر آوے [illegible]
انفقات کا [illegible] فالشرط [illegible] بالکل [illegible] اور یا ہو [illegible] حج
آنے جانے سے زیادہ بچے [illegible] فاضل مال کی [illegible] باطل ہو گا [illegible] فاضل مال کا پھیر دینا واجب ہے
نہیں کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال [illegible] کا وکیل کر دیا ہو [illegible] فاضل مال [illegible] اسکو وکیل کیا تو [illegible] مال [illegible] واسطے
کے واسطے قبضہ کر [illegible] کذا فی الفتح [illegible] خواہ مامور ہو یا غیر اسکا کذا فی الطحطاوی [illegible] فاضل مال کو اپنی
خوشی سے مامور کو [illegible] اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں [illegible] حج کروانے [illegible] اسکا [illegible]
مال میت کا مملوک ہے اسواسطے [illegible] اجارہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر [illegible] کھانا اور
حمام کی اجرت دینا اور [illegible] کا تیل [illegible] اور حجام کو اجرت دینا [illegible] جائز نہیں الا باجازت میت یا ورثہ کذا فی النہر والفتح [illegible]
[illegible] المال من المامور [illegible] احرام [illegible] ودفع الیہ [illegible]
فاحرم ثم مات الامر [illegible] اگر احرام باندھا اور [illegible] اسکو مال [illegible] میت کی طرف سے حج کرنے کو بلا وصیت [illegible] احرام باندھا [illegible] مر گیا تو اسکے وارثوں کو
مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے [illegible] الحج بنفسہ الا ان یامرہ بالدفع [illegible] اور وارثوں کو جائز ہے کہ خود میت کی طرف سے حج کرے مگر اس
صورت میں اسکو حج کرنا جائز نہیں کہ میت نے اسکو حکم کیا [illegible] اسقدر مال دینا [illegible] حج کرے کذا فی الفتح [illegible] وارث
اور باقی وارثوں [illegible] جائز [illegible] حج کرنا جائز نہیں [illegible] اور اگر [illegible] حج
کر [illegible] اسکی [illegible] ظاہر [illegible]

اسکا صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ میں حاجیوں کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک مینھ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت لہ ہو
صدق بیمینہ اذا کان مدیون المیت وقد امر بالاتفاق اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج کر چکا ہوں میت کی طرف سے اور وارثوں نے اسکی تکذیب کی
تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ اگرچہ اس وقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اسکو قرض میں سے راہ خرچ کرنیکا امر ہوا ہو ولا تقبل
بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثوں کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر میں تھا کیونکہ
نفی پر گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثوں کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے اگرچہ وہ قول ظاہر میں اثبات ہے لیکن بپر وہ نفی ہے مگر جب وارث
گواہ گذرانیں مامور کے اس اقرار پر کہ میں نے حج نہیں کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع ما یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ الیہ یہ باب ہدی کے احکام میں ہے لغت اور شرع میں اسکے معنی ہیں جو حرم میں چوپایوں میں سے بطور
تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اسکے ذبح کرنے سے حرم میں حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو ادناہ شاۃ ہدی کا ادنی بکری ہے [illegible]
[illegible] ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری ہے ولا یجب تعریف
بل ندب فی دم الشکر اور واجب نہیں ہدی کو عرفات میں لیجانا یا پٹہ گردن میں ڈالنا یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون میں یہ مستحب ہے یعنی قران اور
تمتع اور نفل کے ہدی میں مستحب ہے اور جنایات کے ہدی میں خفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا
کما یجیء فی نظمہ واشترک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلفت اجناسہا اور جائز نہیں ہدی میں مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیوں میں چنانچہ اسکی تفصیل
کتاب الاضحیہ میں آویگی تو صحیح ہے شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصوں کو اس اونٹ اور گائے میں جو بہ نیت قربت کے خریدی ہو اگرچہ جنس سبب کے متفاوت ہوں
چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاے صید وغیرہ [illegible] کذا فی المنح ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شیء الا فی طواف الرکن
جنبا او حائضا ووطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی میں مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کرنے سے
اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے میں بھیڑ بکری کافی نہیں بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے چنانچہ باب الجنایات میں مذکور ہو چکا ویجوز الاکل من ہدی
کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل
کے ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سوا نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو اسقدر کھانے کی قیمت
دینا لازم ہوگا اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے پہنچنے کے ذبح کیا تو اسکا کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ صدقہ ہے ہدی نہیں تو اسکا کھانا بھی جائز نہیں کذا فی المنح وتعین یوم النحر
ای وقتہ وہو الایام الثلثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے
لفظ یوم کا بیان بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہیں یعنی دسویں گیارھویں بارھویں تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل
یوم النحر کے بالاجماع جائز نہیں بلکہ بعد بارھویں کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اسپر دوسرا خون واجب ہے امام رح کے نزدیک
نہ صاحبین کے نزدیک اور علاوہ تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر میں مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لا منی للکل
لا للفقیر لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہیں القول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کے
مخصوص نہیں بنابر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے ویتصدق بجلالہ وخطامہ ای زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے سبب اسکے کہ صحاح ستہ
علی رضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹوں کے گوشت اور جھول اور کھالوں کے تصدق کرنے کا محتاجوں

اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اسمین نہ دیجاوے کذا فی الفتح ولم یعط اجر الجزار ای الذابح منہ فان اعطاہ ضمن اما لو تصدق علیہ جاز اور قصاب کی مزدوری ہدی میں سے
گوشت سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور خود صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہی ولا یرکبہ مطلقاً بلا ضرورۃ اور نہ سوار ہووے ہدی پر
بلا ضرورت ہم صحیحین میں ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہو لے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہی کہ اس
شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم میں جابر رض سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر دستور کے موافق جب تو لاچار ہو جاوے
تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص برکوبہ وحمل متاعہ وتصدق بہ علی الفقراء شرنبلالیہ فان اکل
منہ غنیا ضمن قیمتہ مبسوط پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے بقدر نقصان سوار ہونے میں سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو
فقیروں پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان میں سے مالدار کو کھانے کو دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبہ
وینضح ضرعہ بالماء البارد لو الذبح قریبا والا حلبہ وتصدق بہ اور ہدی کا دودہ نہ دوہے اور اسکے تھن کو ٹھنڈے پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودہ کا نکلنا بند
ہو جاوے بشرطیکہ ذبح کرنے کا امکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودہ کو دوہے تاکہ جانور کو تھنوں کے کٹنے کی تکلیف نہو اور پھر دودہ کو خیرات کردے ویقیم بدل
ہدی واجب عطب او تعیب بما یمنع الاضحیۃ وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اس ہدی واجب کے جو ہلاک ہو گئی یا ایسا عیب دار ہو گیا جو
قربانی کا مانع ہی یعنی لنگڑی ہو گئی یا اندہی اور عیب دار کو جو چاہے سو کرے چاہے بیچ ڈالے چاہے ذبح کرکے کھا جاوے ولو کان الہدی تطوعا نحرہ وصبغ
قلادتہ بدمہ وضرب بہ صفحۃ سنامہ لیعلم انہ ہدی الفقراء ولا یطعم منہ غنیا لعدم بلوغہ محلہ اور اگر نفل کی ہدی میں عیب ہو گیا یا قریب الہلاک ہو تو اسکو نحر
کرے اور اسکا پٹہ اسکے خون میں رنگین کرے اور اسکے کوہان کی ایک جانب پر رکھ دے اس فعل سے غرض یہ ہی تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجوں کے واسطے ہی اور اسمین
غنی کو نہ دے کھانے کے واسطے اسلیئے کہ وہ ہنوز حرم کو نہیں پہونچی کہ مالداروں کو اسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد میں قبیصہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اسکو نحر کرنا اور نعل کو اسکے خون میں ڈبونا اور کوہان کی ایک جانب پر رکھ دینا اور تو
نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد بدنۃ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ والقران فقط لانہ اشہار بالعبادۃ واللائق
والستر لغیرہا احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہیے اور نفل میں نذر کی ہدی بھی داخل ہی تو اسکا شہرت دینا عبادت
کے ساتھ لائق ہی اور غیر عبادات میں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا سزاوار ہی شہدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لاتقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسانا
حتی الشہود للحرج الشدید گواہوں نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نوین کی جگہ دسوین
تاریخ واقع ہوا تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف حاجیوں کا صحیح ہی بنا بر استحسان کے یہان تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہی بسبب حرج شدید کے یعنی اس
قسم کا اشتباہ اکثر ہو جاتا ہی کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور حال آنکہ حق تعالی
مطلق دین میں سے حرج کو نفی کر ڈالا ہی قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہی اس حدیث میں کہ حضرت صلعم نے فرمایا تمہارا صوم کا دن
وہ ہی جسمین تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہی جسمین تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہی جسدن تم عرفات میں ہوتے ہو اور قربانی کا دن
وہ ہی جسدن تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہی جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رائے سے عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اسمین وقوف
کرتے ہیں اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اسکی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہی کہ اسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی سماعت سے مشہور ہو جاویگی
تمام اہل موقف میں تو قیل و قال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں ہوا سخت مکدر ہونگے اگرچہ محنت اور مشقت سے
قطع منازل بعیدہ کرکے اور زر خطیر اٹھا کر یہان پہونچے ہیں لہذا چاہیئے کہ گواہی کے واسطے آوین تو حاکم انسے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمہاری گواہی نہیں سنتے

لوگوں کا حج پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقبلت ای الشہادۃ قبلہ ای قبل الوقت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرہم والا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنی
اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ ہے لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم انکی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک کہ وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو
اکثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہے اگر آٹھویں تاریخ کو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو لوگوں کے ساتھ یا
اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس یہی ہے اور استحسان یہی [illegible] کہ وقوف عرفات کی [illegible] قدرت حاصل ہو تو اگر [illegible]
وقوف نہ ہوگا تو انکا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان یہی قیاس ہے اور اگر رات کو بھی
اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور امام انکو حکم کرے کہ دوسرے دن [illegible] وقوف کریں کذا فی الفتح وغیرہ رمی فی الیوم الثانی
الجمرۃ الثالثۃ والرابع الوسطی والثالثۃ ثم الاولی فعلیہ القضاء ان رمی الکل بالترتیب [illegible] ان قضی الاولی جاز لسقوط الترتیب [illegible]
ذی الحجہ کی گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں تاریخ جمرۂ ثالثہ [illegible] کی رمی کی اور جمرۂ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کرے اگر جمرۂ ثالثہ کی ترتیب [illegible] اور اگر
فقط جمرۂ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہے [illegible] کی ترتیب [illegible] جمرہ [illegible]
دوسرے کا تابع نہیں کذا فی النہر [illegible] الکفت [illegible] الاصح [illegible] الفرض [illegible] بالنذر حج کی
پیدل [illegible] قول الاصح [illegible] الزیارۃ [illegible] الزیارۃ [illegible] ارکان حج آخر
ہو گئے ولو رکب [illegible] اگر پیدل حج کا نذر کیا [illegible] سوار ہوگا تو [illegible] لازم ہوگا اور [illegible] سواری
میں سوا [illegible] تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم [illegible] کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف [illegible] سوار ہوا تو نصف قیمت خیرات
کرے [illegible] المسجد الحرام [illegible] المدینۃ [illegible] الاقصیٰ [illegible] اور اگر نذر کی کہ پیدل [illegible] مسجد الحرام [illegible] مسجد مدینہ [illegible]
کی طرف پیدل جانے کی [illegible] اور اس کے [illegible] حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم [illegible] کعبہ اور [illegible] اور [illegible]
اور بیت المقدس [illegible] الالتزام [illegible] الالفاظ [illegible] کذا فی [illegible] بالاذن [illegible] حلالھا بلا کراہۃ
لعدم [illegible] اور [illegible] بیع و [illegible] التحلیل [illegible] ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگر چہ [illegible]
کہ اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو احرام سے [illegible] کرنا اس کے بال کتر کر یا ناخن کاٹ کر یا خوشبو لگا کر [illegible] تحلیل کے [illegible]
اولی ہے [illegible] تحلیل کرنے سے [illegible] مشتری کی تحلیل [illegible] کی بلا کراہت جائز ہے [illegible] مشتری کی طرف سے [illegible] نہیں ہے [illegible]
اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے [illegible] بخلاف [illegible] اور [illegible] اگر [illegible]
اس حرہ سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھے تھی تو زوج کو اسکی تحلیل جائز ہے بخلاف [illegible] کے ساتھ اسکا کوئی محرم ہو اور اسنے نکاح کیا ہو تو
زوج کو اسکی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے [illegible] کو روک نہیں سکتا [illegible] اور اگر [illegible] کے ساتھ اسکا محرم نہ ہو تو وہ
محصرہ ہو [illegible] حج کو نہیں جا سکتی اور [illegible] ساتھ سفر [illegible] وہ محصرہ ہوئی اور
زوج اسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہ ہوگی بدون [illegible] جائز ہے [illegible] نہیں کذا فی الفتح والنہر [illegible]
لامراتہ بعلل لیس لہ الرجوع فیہ للمالک [illegible] الاذن [illegible] اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو
نفل حج کی تو اسکو اس میں پھیرنا جائز نہیں اسواسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہے اور اسی طرح لونڈی [illegible] کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے
کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھیر جانا درست ہے اسواسطے کہ اسکے منافع کے مالک [illegible] مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو

والدین کی زوجہ کو اسکا روکنا جائز نہیں فروع مسائل بطور تتمہ شارح کے کہ حج الغنی افضل من حج الفقیر مالدار کا حج افضل ہے محتاج کے حج سے اسواسطے کہ
محتاج پر حج فرض نہیں مگر بعد پہونچنے مکہ کے اور گھر سے وہاں تک جانا اسپر فرض نہیں بلکہ نفل ہے اور مالدار کو وطن سے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت
فرض کی افضل ہے فضیلت نفل سے اور اگر دونوں کا نفل حج ہو تو فضیلت نہیں کذا فی الطحطاوی حج الفرض اولی من طاعة الوالدین بخلاف النفل فرض حج
بہتر ہے ماں باپ کی فرمانبرداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہیں خالق کی معصیت میں بخلاف نفل حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہے
نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہوں بناء الرباط افضل من حج النفل بنانا خانقاہ اور مسافرخانہ کا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ
اسکی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط حاجی کو خاص ہے واختلف فی الصدقة ورجح فی البزازیة افضلیة الحج لمشقته فی المال والبدن جمیعا قال وبه
افتی ابوحنیفة حین حج وعرف المشقة اور اختلاف ہے علما میں کہ خیرات افضل ہے یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ میں ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونے کو اسواسطے
کہ حج میں مال اور بدن دونوں میں مشقت اور محنت ہے اور خیرات میں فقط مال کا صرف ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابوحنیفہ
نے جب حج کیا اور اسکی مشقت کو پہچانا اور فتاوی بزازیہ میں پورا بیان یون ہے کہ امام اعظم پہلے کہتے تھے کہ صدقہ افضل ہے نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا
اور مشقت کو دریافت کیا تو اسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام کی یہ ہے کہ نفل کرے اور اسقدر رقم خرچ کرے اگر اسی قدر خیرات کرے تو افضل ہے
یہ مراد نہیں کہ حج بدون خیرات کے افضل ہے فی سبیل اللہ ایک درم کے دینے سے اور حج کا حج مال اور بدن دونوں سے ہے اسواسطے افضل ہے خیرات سے فقط مال ہے
انتہی کلامہ ووقفة الجمعة مزیة سبعین حجة ویغفر فیہا لکل فرد بلا واسطة جمعہ کے وقوف عرفات کی فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے ہر شخص کی بلا واسطہ
یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اسکی یہ فضیلت ہے اور حاجی کو عرفہ میں ستر حج کا اجر ملتا ہے اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہ ہو تو ہر شخص کی مغفرت بلا واسطہ نہیں بلکہ
مومنین کی مغفرت بواسطہ صالحین کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوة ویذہب لعرفة للمشقة وعلیہ الفتوی
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات کو جاوے بسبب مشقت کے یعنی دسویں تاریخ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشا کا وقت جاتا ہے تو یہاں وقوف عرفات مقدم ہے اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر فوت ہوگا پھر اسکا علم
نہیں باقی رہے دوسرے سال تک یا نہ رہے جیسے کہ اتفاق ہو یا نہ ہو بخلاف نماز عشا کے کہ اسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے الحج یکفر الکبائر قیل الحربی کیا حج
مٹا دیتا ہے کبیرہ گناہوں کو بعض علما نے کہا کہ ہاں حج کبیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہوں جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہیں
یعنی اگر کافر حربی نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا مال چھینکر دارالحرب میں چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہوا تو اسپر خون اور مال کا مواخذہ نہیں یہ دلیل اس قول کی کہ مسلم کی حدیث ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہے اگلے گناہوں کو اور ہجرت گراتی ہے اگلے گناہوں کو اور حج گراتا ہے اگلے گناہوں کو وقیل غیر المتعلقة
بالآدمی کذمی اسلم اور بعض علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہے ان کبیرہ گناہوں کو جو آدمی سے متعلق نہیں یعنی حقوق اللہ معاف ہوتے ہیں نہ حقوق العباد جیسا کہ کافر ذمی کے
مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوة کا مواخذہ نہیں لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہے قال عیاض اجمع اہل السنة ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبة اور قاضی عیاض
مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہوں کو سوا توبہ کے کوئی عمل صالح نہیں مٹاتا یعنی جو کہا کہ حج مٹاتا ہے حقوق اللہ میں مانند زنا
اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا للہ تعالی کدین صلوة وزکوة نعم الاثم المطل وتاخیر الصلوة ونحوہا
یسقط وہذا معنی التکفیر علی القول بہ اور کوئی قائل نہیں ساقط ہونے قرض یا واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوة اور زکوة کا دین ہاں یہ البتہ ہے کہ ادا کے دینے
میں دیر لگانے کا گناہ اور تاخیر صلوة اور اسی طرح تاخیر زکوة اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے کفر سیئات ہونے کا
بموجب اس قول کے جو حج کو واجب الفور کہتے ہیں اور حاصل یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہے نہ قطعی اسواسطے کہ حج میں تکفیر کبائر کی بابت حقوق اللہ ہے

بالیقین ثابت نہیں ہے یا سے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہوئے تو بھی اسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ
حج سے لوگون کا قرض وام ساقط ہو جاتا ہے اور اسی طرح صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ادا سے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط
ہو جاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں انکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنح عن البحر وحدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہانتک کہ خونریزیون اور مظالم میں بھی اور
ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات میں دعا کی سوائے مظالم کے اور گناہون کی مغفرت کی
اور ارشاد ہوا کہ میں ظالم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اسدن تو قبول نہوئی پھر
حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ میں یہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اسکی اجابت ہوئی علما و محدثین نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے سواسکے یہ بات ہے کہ ابن مرداس کا راوی کنانہ منکر الحدیث
ساقط الاحتجاج ہے گو یہ حدیث بعد ضعیف ہے لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہیں چنانچہ منذری نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک نے روایت کی
سفیان ثوری سے اور انھون نے زبیر بن عدی سے اور انھون نے انس بن مالک رض سے کہا انس رض نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا
اور قریب تھا کہ آفتاب جاوے تو پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگون کو خاموش کرو سو بلال رض نے کھڑے ہو کر لوگون کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام
میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجھکو سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ عز وجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور انکے تباعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب رض
کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ یہ خاص ہم لوگون کو ہے پس حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمہارے واسطے ہے اور جو لوگ تمہارے بعد قیامت تک آئینگے انکے لیے بھی تو
عمر رض نے کہا کہ اللہ کا خیر کثیر اور طیب ہے اور امام مالک رحمہ کی موطا میں طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفہ سے زیادہ تر ذلیل و حقیر اور غضبناک شیطان نہیں ہوتا اور اسکا سبب کچھ نہیں مگر یہ کہ دیکھتا ہے کہ نزول رحمت کا اور گناہان عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور
صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو عورت کی طرف راغب ہوا اور گناہون سے بچا گناہون سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا فتح الالہ
ذکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونون کی
مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا قریب بعقل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رحمہ سے
اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتے کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رض سے
روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن وہ حق تعالیٰ فرشتون سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں
میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر انکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہون تو البتہ میں بخشونگا اے میرے بندو مغفور
ہو کر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہے اسمین مذکور ہے کہ حج اگلے صغیرہ گناہون کو محو کر دیتا ہے اور حقوق اللہ میں بالاتفاق
فقط ہدم کر دیتا ہے اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم میں اختلاف ہے طیبی قائل ہے کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم
علی الاطلاق ہیں تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو صحیح مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور جمہور اہل سنت
کے قول میں کچھ منافات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں درصورت مشیت حق یا ان لوگون کی مغفرت مظالم مراد ہے جنکا حج
مقبول ہے چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اس طرح کہ حق تعالیٰ اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی
ہو جاوینگے واللہ اعلم باب دخول البیت از الم ثبیل علی انداز النفسہ او غیرہ مستحب ہو داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو
میں تکلیف نہونا قلیل الوجود ہے اور اندر جانے والے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبداللہ بن عمر رض جب داخل

ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈالکر سیدھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے اور لائق ہی کہ جتنا ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہان با ادب رہے اور اپنا رخسارہ اُس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہی اور حق تعالی سے مغفرت مانگے اور حمد الہی بجا لاوے پھر چارون کونون کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کی طرف نہ اٹھاوے کیونکہ خلاف ادب ہی کذا فی البحر صحیحین مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہی کہ فتح مکہ مین حضرت بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ رض نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر رض نے کہا مین سب سے پہلے وہان پہونچا تو بلال رض کو دروازہ پر پایا پیچھے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی بلال رض نے کہا دونون مقدم ستونون کے اندر اور دوسری روایت یون ہی کہ اُس وقت بیت اللہ مین چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین طرف اور دو ستونون کو داہنی طرف کرکے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ مین مذکور ہی کہ معاذ بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر رض سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ فاصلہ کرکے نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح السعادۃ وما یقولہ العوام من العروۃ الوثقی والمسمار الذی فی وسطہا انہ سرۃ الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہان کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہین اور اُس کیل کو جو آگے درمیان مین گڑا ہی دنیا کی ناف کہتے ہین سو بے اصل ہی ولا یجوز شراء الکسوۃ من بنی شیبۃ بل من الامام او نائبہ اور جائز نہین خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جن کے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہی بلکہ بادشاہ یا اُسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہی اور بالفعل یون واقع ہوا ہی کہ بادشاہ نے حکم دیا ہی کہ ہر سال غلاف کعبہ بنایا جائے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو اُسکا اختیار ہی اور ہمارے علما نے اسواسطے اُسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہی اور اب تو بیت المال مین بادشاہ کا تصرف رہ گیا ہی بادشاہ نے کسی کو دیا اور اُس سے خرید کرنا جائز ہی اور یہی قول امام نووی شافعی رح نے شرح مہذب مین پسند کیا ہی اور کہا ہی کہ بادشاہ کو اختیار ہی کہ غلاف کو بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کعبہ کے اتار کر حاجیون کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اسمین تصرف نہ جائز ہوتا تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے گا کذا فی حاشیۃ الحمادی ولبسہا ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اُسکو پہننا جائز ہی جنابت اور حیض کی حالت مین بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اُس وقت بدلا لیا جاوے کہ جب کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اُسکا قصاص اندر نہ ہوگا اور اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اُسکا قصاص حرم مین نہوگا لیکن خرید و فروخت اُس سے موقوف کیجاوے اور کھانا اُسکو نہ دیا جاوے تا کہ وہ مضطر ہوکر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹا تو اُسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہی امام اور صاحبین رح کا اور امام مالک رح اور شافعی رح کے نزدیک حرم مین قصاص لینا ہر طرح درست ہی اور امام رح کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین رح کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اُس سے تعرض کرنا نچاہیے بلکہ اُسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیے تا کہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہی استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہی اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل مین لانا جائز ہی بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور تخریب عمارت کا سبب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہی اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہین لیکن عمارت کا اور گہاس کا بیچنا جائز ہی کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ عندنا مدینہ کے واسطے حرم نہین ہی ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہی ویسا مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا تو بدون احرام باندھے وہان کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحاب رض سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل اس مسئلہ کی کتب مبسوطہ مین ہی واللہ اعلم ومکۃ افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ افضل ہی مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ سے ملی ہوئی ہی قاضی عیاض نے نقل کیا ہی کہ موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہی بلکہ مطلقا افضل ہی یہان تک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہی

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہو مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہو کذا فی الفتح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہو بلکہ بعضے علما نے اسکو واجب کہا ہو جسکو مقدور وار دریافت ہو والثنا اللہ تعالی عنقریب طریق زیارت کا تفصیل تمام منامہ حج مین ذکر کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے وبیدأ بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا الا ما لم یمر بہ علیہ الصلاۃ والسلام فیبدأ بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبران الصلاۃ فیہ خیر من الف صلوۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ الاقرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہو چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اسوقت تک ہو جب تک مدینہ مین ہوکر نہین نکلا اور اگر حج کے واسطے مدینہ مین ہوکر چلا تو زیارت کرنا ضروری ہو خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہو اسکی غیر مسجد مین سوا مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی مساجد مانند اقصی کا ف اور چار و بیاشی کے کہ اسکا ثواب سوا مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہاور مسند احمد وصحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہو سوا مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین افضل ہو اسکی سو نمازون سے یعنے مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر مین کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہو کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف ہی کی زیارت کے واسطے نیت کو خاص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہو اور تا کہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہوجاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو کامین شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا مجاورت مکہ معظمہ مین اختلاف ہو علما کا بعض علما نے جیسے حرہ نے ذکر کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہو مگر جب خوف امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہو صاحبین رح کا اور امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہو اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہو کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہوجاتا ہو اور کثرت مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہ بھی ہو کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہو جیسا کہ ابن مسعود رض سے مروی ہو اگرچہ روایت صحیح ہو والا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہو واسطے عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ کسی شہر مین سوا مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو خدا دردناک عذاب چکھاویگا اور عمر فاروق رض سے روایت ہو کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ عالیتر ہو اور شہر کے ستر گناہون سے ہان بعض خاص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکشی مقتضاء طبیعت انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اسی سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہو ابن ماجہ رح نے عبد اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہوسکا تو اسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن آزاد کرنے کا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہرچند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہو کہ وہ مخالف ہو احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا عمدہ وسیلہ ہو نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہو کہ جو کلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہوسکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین ضرور شفاعت کرونگا وہان کے مرنیوالے کی کذا فی فتح القدیر اور منسک طرابلسی مین ہو کہ امام ابوحنیفہ رح اور جماعت علما بخوف ملال اور قلت ادب اور حرمت قلب بجہت سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور ابو یوسف رح

اور مجرد رہے کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگوں کا عمل ہے کذا فی المنح خاتمہ مشتمل ہے دو فصل پر
فصل اول کیفیت حج مصطفوی میں مترجم نے چاہا کہ واسطے تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق
مشتاقین کا ہو اور چونکہ کتب حدیث میں مثل حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدا سے آخر تک نہیں لہذا اسیکا ترجمہ
کرنا اندک اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد میں امام جعفر صادق رضی سے مروی ہے کہ امام محمد باقر رضی نے جابر بن عبداللہ سے کہا کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حج کرنے کا طریقہ بتلایئے تو جابر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہیں کیا پھر دسویں برس اعلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ مدینہ
میں آئے کہ ہر شخص چاہتا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپکے عمل کے مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ نکلے یہانتک کہ ذوالحلیفہ
میں پہونچے تو وہاں اسما بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسما نے حضرت صلعم کے پاس کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا کہ غسل کرو اور کپڑے کا لنگوٹ باندھکر احرام باندھو پھر
حضرت صلعم نے مسجد میں احرام کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تھا یہانتک کہ اونٹنی حضرت صلعم کو لیکر کھڑی ہوگئی میدان میں جابر رض نے
کہا کہ میں نے جو اپنے آگے حد نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور بائیں طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم ہمارے ساتھ تھے اور آپ پر قرآن اترتا تھا اور وہ اسکے معنی کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہم نے بھی وہی عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو
پکار کے ساتھ اس طرح فرمایا لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک اور لوگوں نے بھی اسی طرح لبیک کہا
جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے ان لوگوں پر کچھ رد و انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے اپنا لبیک کہنا لازم کرلیا جابر رض نے کہا کہ حج کے سوا ہماری کچھ نیت نہ تھی ہم عمرہ کو نہ جانتے تھے
یعنی اشہر حج میں عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہانتک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ میں پہونچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پھر تین بار
رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف میں پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ
کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر الاسود
کا استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا کے قریب ہوئے تو یہ پڑھا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہیں جس سے اللہ نے
ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اسپر چڑھ گئے یہانتک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و
یمیت وہو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر اسکے درمیان میں دعا کی اور اسی طرح تین بار کہا پھر
اترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو تین بار نالے کے اندر رمل کیا یہانتک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہانتک کہ مروہ پر پہونچے تو مروہ
پر اسکے مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو میں ہدی کو نہ ہانک لیجاتا اور اس عبادت
کو میں عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے جسکے ساتھ ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جاوے اور اسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کتروائے مگر نبی اور جنکے
ساتھ ہدی تھی وہ محرم رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج میں اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے
تو دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابر رض نے
کہا اور علی مرتضی علیہ السلام یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہیں باندھے ہیں اور رنگین کپڑے پہنے ہیں اور
سرمہ لگائے ہیں تو علی مرتضی ناخوش ہوئے اونپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپ صلعم نے حکم دیا ہے تو جابر رض نے کہا کہ
علی مرتضی عراق کے ملک میں کہتے تھے میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کرانے کو بسبب اس امر کے جو انہوں نے کیا تھا اور حضرت
کی اجازت کو دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا رض نے ذکر کی سو میں نے کہا کہ میں جو انپر ناخوش ہوا تھا سو انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا

حضرت صلعم نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب تو نے حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰ بولے میں نے یون کہا تھا کہ الٰہی میں وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نیت کی ہے حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے تو احرام نہ کھول غرض جو ہدی علی مرتضیٰ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ تھی سو
ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ ہوئی منا کو چلے اور حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا میں جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز
پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ میں کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور قریش کو گمان نہ تھا مگر یہ کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے مزدلفہ
میں مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کہ قریش جاہلیت میں وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہان سے آگے چلے گئے یہان تک کہ عرفات میں پہنچے تو خیمہ کو دیکھا وہ نمرہ میں کھڑا ہے اسمیں اتر
یہان تک کہ آفتاب ڈھلا پھر حکم کیا کہ قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہو کر بطن وادی میں آئے پھر لوگون پر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ تمہارے
خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسے یہ تمہارا دن اور تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسم جاہلیت سے میرے پاؤن کے نیچے دبا دی گئی یعنی باطل
ہوگئی اور جاہلیت کی خونریزیان دبا دی گئیں یعنی انکا دعوی کرنا اب جائز نہیں اور پہلا خون جسے میں دباتا ہون اپنے خاندان کے خونون میں سے ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے
جو شیرخوار تھا بنی سعد میں جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبا دیا گیا اور پہلا بیاج جسکو میں دباتا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب
کا بیاج ہے سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر فرمایا ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ میں تم نے انکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور انکی شرمگاہون کو حلال کیا ہے تم نے اللہ کے کلمہ یعنی حکم
سے اور تمہارا انپر حق یہ ہے کہ تمہارے بچھونون پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دین جسکو تم نہیں پسند کرتے یعنی زنا نکرین اور غیر کو اندر آنے نہ دین سو اگر ایسا کرین تو تم انکو مارو ایسی مار جو
سخت نہ ہو یعنی اعضا نہ ٹوٹین اور عورتون کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑتا ہون کہ تم کبھی گمراہ نہ ہوگے ابدا اسکے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے
رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاویگا میری پیغام رسانی کا سو تم کیا کہوگے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیغام ادا کیا اور
خیر خواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگون کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر
بلال رض نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونون فرضون
کے درمیان میں کچھ نماز نہیں پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہان تک کہ موقف میں یعنی ٹھہرنے کے مقام میں آئے سو اپنی اونٹنی
قصوا کا پیٹ پتھرون کی طرف کو کیا اور جبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہان تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور
تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہان تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہوگیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی
کی نکیل کی رسی حضرت صلعم نے کھینچ رکھی تھی یہانتک کہ اسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو
آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلدبازی نیکوکاری نہیں اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کردیتے تھے تا کہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ میں پہنچے
تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان میں نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہان تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہوگئی
اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہان تک کہ مشعر الحرام میں آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ قبلہ ہوئے سو حق تعالی کی تحمید اور تکبیر اور توحید کہتے
فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہوگیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس رض کو پیچھے
بٹھلا لیا یہانتک کہ محسر میں آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہان تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو
درخت کے پاس ہے سو اسکو سات کنکریان ماریں مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالے کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے
اور نحر کرنے کے مقام میں آئے سو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی میں انکو شریک کیا پھر
حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ میں گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰ رض نے انمیں سے گوشت کھایا اور اسکا دونون نے

شور بالیا پھر حضرت صلعم سوار ہوئے اور بیت اللہ میں آئے پھر مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبد المطلب کی اولاد کے پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی
کھینچو اے عبد المطلب کی اولاد سو اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غالب ہو جاویں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبد المطلب کی اولاد نے
حضرت صلعم کو ایک ڈول پانی دیا آنحضرت صلعم نے اسمیں سے پیا انتہی اور فتح القدیر میں کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور
ابن حمید اور بزار اور دارمی نے اپنی اپنی مسانید میں بھی روایت کیا ہے فصل ثانی قبر شریف کے آداب زیارت میں سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھکو مگر حق تعالی میری روح کو پھیر دیتا ہے تا اینکہ میں اسکو سلام کا جواب دیتا ہوں روح پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ بجز سلام
کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابو بکر بن ابی شیبہ رض وغیرہ نے ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھتا ہے میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو درود دور سے پڑھتا ہے وہ مجھکو پہونچایا جاتا ہے یعنے فرشتے پہونچاتے
ہیں دارقطنی اور ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میری شفاعت
اسکے واسطے واجب ہو گئی یعنے بالضرور ثابت ہو گی بخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دارقطنی نے امالی میں اور ابو بکر مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے
معجم کبیر اور اوسط میں بسند خود عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنے کو آوے گا اس طرح کہ اسکو کوئی اور
حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھپر یہ لازم ہو گیا کہ میں اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن اور حضرت کی زیارت عام ہے حیات میں ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث
میں مصرح ہے دارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد
تو گویا اسنے میری زیارت کی میری حیات میں اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر رض سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا
اور میری زیارت نہ کی تو اسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے بیچون انس بن مالک رض سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا کچھ عذر نہیں
جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نہ کرے کذا فی المنح وتاریخ المدینہ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی ہے جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس رض سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ زیارت قبر
سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولا و فعلا کذا فی تاریخ المدینہ پس یہ اندک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین
کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علما حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب بدرجہ واجبات کے مقدور والے
کو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ سبب شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمیں فرمایا چنانچہ احادیث شتی
سے معلوم ہوا جیسا کہ کذا فی شرح المختار ومناسک الطرابلسی اور نیز سبب محبت میں زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے علی الخصوص کہ معشوق عاشق کو ناز
مہربانی سے اپنے مشتاقوں کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے ولنعم ما قیل رباعی از دوست یک اشارہ از ما
بسر دویدن + با محجب لعبداد سے جو حج کے بعد دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر بمزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ
کی طرف روانہ ہوا ور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تا کہ قبول ہو پہونچنے کے تحفہ درود کے ہو جو پہنچنے سے
حضرت صلعم کو اسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہوتی ہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑیں تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے
اور یہ دعا پڑھے اللہم ہذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اللہم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ
رسولک صلے اللہ علیہ وسلم ما رزقتہ اولیاءک واہل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول مستحب ہے کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

[illegible]

اور نہ ہوسکے تو وضو پر کفایت کرے یعنی غسل دخول کہ بیان مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ قریب ہو گیا ہے اور سفید کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعض لوگ مدینہ شریف کو دیکھ کر سواریوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ قوم عبدالقیس مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھ کر اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اسپر کچھ انکار نہیں فرمایا تھا اگرچہ انکے سردار کی جو بے غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے ٹھہر گئے تمام خدمت میں حاضر ہوا تعریف فرمائی کہ ثابتی سے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہ ہوسکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پہلے کرے جو بعض جاہل سپاہی کرتے ہیں پہنتے ہیں اشیا بسبب احرام ہو جیسے قبر شریف نظر آوے تو اسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالیٰ سے اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے جب مدینہ شریف میں داخل ہو تو یوں کہے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد واغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک ۔ (فتح کذا) اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف و جلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہجرتگاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مہبط وحی اور اصول احکام اور منبع اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے لیکن مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہیئے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت حضور سے بھر لیوے اور وہاں چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے شاید میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے دلہذا امام مالک رح مدینہ میں سوار نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ میں وہاں سوار ہوں جہاں خود بدولت موجود ہوں جب مسجد شریف میں داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد میں کرتے ہیں یعنی داہنا پاؤں پہلے رکھے اور یوں کہے اللہم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور روضہ شریف کا اول قصد کرے جو مسجد شریف میں روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان ہے کہ حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان میں روضہ ہے باغ جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد ان ستونوں کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑھے اسطرح کہ منبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو ستون کا طاق کہ قبلہ مسجد میں ہے وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ وہاں کھڑے ہوتے تھے کذا فی فتح القدیر کیا اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد از تحیہ سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی تمامی اور قبولیت کی دعا کرے اور حق تعالیٰ سے سوال کرے اور چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت آداب میں کوئی ادب نہ چھوٹے تو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز و انکسار سے آنکھیں نیچی کئے متوجہ ہو اور وہاں کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کیونکہ ادب سے بعید ہے اور تین ہاتھ چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریف کے گرد شبابک یعنی جالیان ہیں ۔۔۔ کی جالیاں لگی ہیں اور شمعدان اور قندیلیں موقوف سلف جالیوں کے اندر حجرہ شریف کی دیوار کے قریب تھا لہذا اسکا ۔۔۔ میں مذکور ہوا کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینۃ للسمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر زیارت کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام رح محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ استقبال قبلہ میں ابواللیث رح کی روایت لائق اعتماد نہیں اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رح نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے امام ابواللیث رح کا حاصل زیارت کے وقت بدب و نیاز کھڑے ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلعم لحد مبارک میں آرام فرماتے ہیں اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماع حدیث میں منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے یوں عرض کرے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک

ملہ ثم دخ کہ تا ہوا ۔۔۔ امام ۔۔۔ اور ۔۔۔ داخل کہ ۔۔۔ وہاں ۔۔۔ بسم اللہ ۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد ۔۔۔

الخلائق اجمعين السلام عليك يا سيد المرسلين وخاتم النبيين السلام عليك يا امام المتقين السلام عليك يا قائد الغر المحجلين

اور بہترین سب خلائق کے سلام تم پر اے سردار پیغمبروں کے اور ختم کرنے والے نبیوں کے سلام تم پر اے پیشوا پرہیزگاروں کے سلام تم پر اے پیشوا سفید ہاتھ پاؤں والوں کے

السلام عليك ايها المبعوث رحمة للعالمين السلام عليك يا شفيع المذنبين السلام عليك يا حبيب الله السلام عليك يا خيرة الله

سلام تم پر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تم پر اے سفارشی گناہگاروں کے سلام تم پر اے حبیب اللہ کے سلام تم پر اے پسند کیے ہوئے اللہ کے

السلام عليك يا صفوة الله السلام عليك ايها الهادي الى صراط مستقيم السلام على من وصفه الله بقوله وانك لعلى خلق عظيم

سلام تم پر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تم پر اے راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تم پر وہ کہ انکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم بڑے خلق پر ہو

وبقوله بالمؤمنين رءوف رحيم السلام عليك يا من سبح الحصى في يديه وحن الجذع اليه السلام عليك يا من امرنا الله بطاعته

اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنے والے مہربان سلام تم پر وہ کہ تسبیح پڑھی کنکریوں نے ان کے ہاتھوں میں اور مشتاق ہوا ستون ان کی طرف سلام تم پر وہ کہ حکم کیا ہم کو اللہ نے انکی طاعت کا

والصلاة والسلام عليك وعلى سائر الانبياء والمرسلين وعلى ذريتك الطيبين وازواجك الطاهرات امهات المؤمنين

اور درود و سلام تم پر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر

واصحابك اجمعين كثيرا دائما ابدا كما يحب ربنا ويرضى جزاك الله عنا افضل ما جزى به رسولا عن امته اشهد ان لا اله الا الله وحده

اور آپ کے سارے ساتھیوں پر بہت سا سلام ہمیشہ جیسا کہ پسند کرے ہمارا رب اور خوش ہو جزا دے اللہ ہماری طرف سے بہتر جو جزا دی کسی رسول کو اسکی امت کی طرف سے میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے

لا شريك له واشهد انك عبده ورسوله وخيرته من خلقه اشهد انك قد بلغت الرسالة واديت الامانة ونصحت الامة

اور کوئی اسکا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسکے بندے اور رسول اور بہتر ہیں اسکی مخلوق سے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیرخواہی کی

وكشفت الغمة واقمت الحجة واوضحت المحجة وجاهدت في الله حق جهاده وقاتلت عن دين الله حتى اتاك اليقين فصلى الله على

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو روشن کیا اور جہاد کیا آپ نے اللہ کی راہ میں حق جہاد کا اور لڑے اللہ کے دین کی طرف سے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی پس رحمت کرے اللہ

روحك وجسدك وقبرك افضل واكمل وازكى صلاة دائمة الى يوم الدين يا رسول الله نحن

آپ کی روح اور آپ کے بدن اور آپ کی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور ہمیشہ قیامت تک اے رسول اللہ ہم آپ کے پاس

وفدك وزوار قبرك جئناك من بلاد شاسعة ونواح بعيدة قاصدين قضاء حقك والنظر الى

آئے ہیں اور آپ کی قبر کی زیارت کرنے والے ہیں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کر کے آپ کا حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو

مآثرك والتيامن بزيارتك والاستشفاع بك الى ربنا فان الخطايا قد قصمت ظهورنا والاوزار

آپ کے نشانات اور برکت لینے کو آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تمہارے طرف اپنے رب کے کہ گناہوں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہوں نے ہمارے کندھے بھاری

قد اثقلت كواهلنا وانت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة والمقام المحمود وقد قال الله تعالى

کر دیے ہیں اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو جس سے وعدہ ہوا ہے سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله

اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنے اوپر آتے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو

توابا رحيما وقد جئناك ظالمين لانفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا الى ربك واسأله

توبہ قبول کرنے والا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کر کے اپنی جانوں پر بخشوانے والے اپنے گناہوں کو پس سفارش کیجئے ہماری اپنے رب کے پاس اور اس سے سوال کیجئے

أن تبعثنا على ملتك وأن تحشرنا في زمرتك وأن توردنا حوضك وأن تسقينا بكأسك غير خزايا

کہ ہمکو آپکے طریق پر اٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپکے گروہ میں ہمکو اکٹھا کرے اور یہ کہ ہمکو آپکے حوض پر پہونچاوے اور آپکے پیالہ سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہوں

ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

نہ شرمندہ سفارش سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے نہ ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تو نے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو اپنے

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين

پاس سے رحمت بیشک تو ہی بڑا دینے والا اے رب ہمارے بخش دے ہمکو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گذرے ایمان میں اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ ایمان والوں کا

آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم پھر سلام پہونچاوے اسکا جسنے وصیت کی ہو سلام کہنے کی اسطرح السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان

اے رب ہمارے بیشک تو ہی بڑا شفقت کرنیوالا مہربان سلام تمپر اے رسول اللہ کے فلاں بن فلاں کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

يتشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر درود پڑھے جتنا چاہے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے تاکہ ابوبکرؓ کے سامنے ہو اور یون کہے السلام عليك يا خليفة

آپ سے آپکے رب کے پاس تو آپ اسکی سفارش فرمائیے اور سب مسلمانوں کی سلام تمپر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك يا أمينه

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے انکے رفیق سفروں میں سلام تمپر اے انکے امین

في الأسرار جزاك الله أفضل ما جزى إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت طريقه ومنهاجه

بھیدوں پر بدلا دیوے اللہ تعالیٰ تمکو بہتر اس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے تحقیق تم نیابت کی انکی بہت اچھی اور تم چلے انکے طریق اور راستہ پر

خير مسلك وقاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام ولم تزل قائما بالحق ناصرا لأهله حتى أتاك

اچھا چلنا تم لڑے مرتدوں اور بدعتی والوں سے اور پھیلا دین اسلام کو اور ملایا قرابتوں کو تم ہمیشہ قائم حق کے رہے اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک

اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب سعينا في زيارته برحمتك يا كريم پھر ایک ہاتھ برابر داہنی

کہ آئی آپکو موت پس سلام آپپر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکتیں الٰہی ہمکو موت دے انکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش انکی زیارت میں اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروقؓ کی قبر کے سامنے ہو تو یون کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الإسلام السلام عليك يا مكسر الأصنام جزاك الله

سلام تمپر اے سردار ایمان والوں کے سلام تمپر اے ظاہر کرنیوالے اسلام کے اے توڑنیوالے بتوں کے بدلا دیوے اللہ

عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فلقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا و

ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیموں کی اور ملایا ناتوں کو اور قوی ہوا تمسے اسلام اور تم تھے مسلمانوں کے پیشوا پسندیدہ اور

هاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی خدمت

راہ بتانیوالے راہ یاب جمع کیا تمنے انکے تفرق کو اور غنی کیا انکی احتیاج کو اور باندھا انکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اسکی برکتیں

میں یون عرض کرے السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين و

سلام تم دونوں پر اے دو ہمخواب رسول خدا کے اور انکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین میں قائم رہنے کے اور

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن جزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويسأل ربنا أن يتقبل

بجا لانیوالے انکے بعد مسلمانوں کی مصلحتیں جزا دیوے تم دونوں کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ پکڑتے ہیں تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کریں ہماری اور

سیدنا وحبیبنا صلی اللہ وسیدنا علیہما وبخشنا فی زمرتہ پھر اپنے ماں باپ کے واسطے اور والدین کے واسطے اور جنہوں نے دعا کو کہا ہو اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعا کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہلے ہو کر یوں کہے اللہم انک قلت وقولک الحق ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللہم ربنا اغفرلنا ولآبائنا ولامہاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اور ان الفاظ پر زیادتی میں اختیار ہے پھر جو پڑھا ہو اور جو یاد ہو [illegible] اور جس شخص کو [illegible] تو کہے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ [illegible] ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق [illegible] پھر لوٹ آئے ستونوں کے پاس [illegible] آپ کو [illegible] اٹھا کر ان کی قبولیت ہوئی تھی اور دو ستونوں منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہیں وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر روضہ میں آوے جہاں پر افضل امام نماز پڑھتا تھا وہاں نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر ستون کے پاس آوے اور وہ [illegible] اس جگہ ہاتھ رکھتے تھے ہیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک [illegible] پھر ستونوں اور مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق میں رویا تھا اور اسکا حال مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی میں بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اسکے پائیں میں اور قرأت قرآن مجید اور ذکر الہی اور دعا میں بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہیں اور جب تک مدینہ میں رہے اسپر مقرر رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی میں نہ فوت ہو کیونکہ واسطے مسجد الحرام کے اور وہاں ہزار درجہ زیادہ ثواب ہے ان کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہیں حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار لوگ بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھینگے اور جنت میں بلاحساب داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ میں مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع میں مدفون ہیں پھر جب بقیع میں داخل ہو تو یہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللہم اغفر لاہل بقیع الغرقد اللہم اغفر لنا ولہم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت میں غربی قبر اکر حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور مشہور ہیں اور بقیع میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہیں اور وہاں نماز پڑھے اور ایک روایت یوں ہے کہ آپکی قبر بھی وہیں ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہداے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف میں نہ فوت ہو اور ابتداے زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کرے اور یوں کہے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مؤمنین انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث میں آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اسکو چاہتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے جو شہداے احد میں ہیں وہاں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے

نزدیک زندہ ہو سو اسکو زیارت کیا کرو اور آنکو سلام کیا کرو قسم ہو اس ذات پاک کی کہ جسکے قابو مین میری جان ہو کہ جو انکو
سلام کریگا اسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب ہو کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل
اور اسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی تو اسکو عمرہ کے برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہو جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اسمین حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے تکبیر کہا پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اور مستحب ہو کہ قبل
دخول مسجد قبا کے یہ دعا کرے (یا صریخ المستصرخین ویا غیاث المستغیثین ویا مفرج الکرب عن المکروبین ویا مجیب دعوۃ المضطرین
صل علی محمد وآلہ اجمعین واکشف عنی کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ہذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف یا دائم الاحسان)
پھر اس کنوئین پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور دوسرا کنواں
ہی مسجد کے قریب وہان وضو کرے اور اسکا پانی پیوے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہی اور اسمین دعا کو پڑھے جو اوپر ذکر ہوئی اسیطرح
تمام مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور وہان سات کنوئین مشہور ہین تلاش کرکے وہان
جاوے اور انکا پانی پیوے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی وفتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو مستحب ہو
کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت مین مذکور ہو چکی ہین انکا اعادہ کرے پھر یون کہے (ودعناک
یا رسول اللہ غیر مودعین ولا سامحین بفرقتک ونحن نسألک ان تسأل اللہ تعالی ان لا یقطع آثارنا من زیارتک ودار زیارتک
وان یعیدنا وحبیبنا سالمین الی الوالد ودخول حرم ... وان یرزقنا الشکر علی ذلک ثم یقول اللہم لا تجعل ہذا آخر العہد من زیارۃ قبر نبیک الا وان
توفیتنی قبل ذلک فانی اشہد فی مماتی مثل ما اشہدت علیہ فی حیاتی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ربنا آتنا فی الدنیا
حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) پھر مسجد کے
اندر روضہ شریف مین آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعا سے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پاؤن
بڑھاوے اور ملاقات مسجد شریف اور قبر مبارک سے کمال غمناک اور متاسف ہو اور جہانتک قطرات آنسو نکلے اسواسطے کہ فراق
قبر سید المرسلین مین رونا علامت ہی قبول کی پھر یون کہے (اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد اللہم لا تجعل ہذا آخر العہد بنبیک ... وحطا وزاری
بزیارتنا وصحبنی فی سفری ہذا البر والتقوی ویسر رجوعی الی اہلی یا ارحم الراحمین) پھر مساکین مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہوسکے کہ
اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہی پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہی تو ذی الحلیفہ سے
احرام باندھے یا حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ بہت ہین انکو تفحص اور تحقیق کرکے انمین نماز پڑھے کذا فی مناسک
الکرمانی پھر جبکہ اپنے وطن کے قریب پہونچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور دفعۃ کرے علی الخصوص رات کو گھر مین
نجاوے کہ حدیث مین ممنوع ہی پھر جب اپنے شہر مین پہونچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر مین جاوے تو وہان بھی دو رکعت
نماز پڑھے اور حمد شکر بجالاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے اہل وعیال کو ملا اور بعد حج کے
لازم ہی کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے کہ بمنزلہ اشد ہو مرض سے بعد شفا اور صحت کے پلٹا کھانا

بیماری سے بہتر ہوا اور اپنے موسم کی عبادت پر سابق سے زیادہ ترستعد ہوجاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کذا فی فتح القدیر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور ہماری حالت سے کہ ہم حج ادا کریں اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین

فائدہ جلیلہ پیغمبر کے ادب اور زیارت کیواسطے مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ بوسہ دے وہاں طواف کرے کہ مکروہ ہے اسلئے کہ طواف بیت اللہ کے لیے مخصوص ہے اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہے ایسا ہی عقائد سے ادب یہ ہے کہ دور سے جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اگر حاضر ہوتا تو دور کھڑا ہوتا ویسا ہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور جاہلوں کے کہنے پر نہ جانے اور برکت زیادہ ہو گی کیونکہ آپ کی جناب ادب و عظمت ہے اسواسطے برکت اور رحمت نازل ہوتی ہے جو شخص شریف کے خلاف اور قول علما کے ہو اس کا اعتبار نہیں اور جو بدعت ہو وہ منع ہے اور اس کا کچھ لحاظ نہ کیا جاوے

[illegible]

اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے [illegible] اسی طرح واجب ہے جیسا کہ حیات میں [illegible] اور جب قبر شریف کی طرف منہ کرے [illegible] مسافروں کو لازم ہے اور باقی [illegible] کہ قبر شریف کا کھول کر [illegible] کہا کہ حجرہ شریف کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور مدینہ کی مسجد میں درود کی کثرت کرے اور روضہ سے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حاضر رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ مدینہ سے اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم درز بقیع میں جایا کرے اور نوافل پڑھے [illegible] اور مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صلحا اور سادات اور جو کہ فاسق ہوں ان سے بھی سوائے [illegible] کہ عوام اور وہاں کے غلام بھی میں کوئی فضیلت نہیں رکھتے [illegible] اگرچہ وہاں کے عوام تارک سنت اور مرتکب بدعت ہوں لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قریب باطنی ہے نہ تاثیر [illegible] اہل مدینہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی اہل کا احترام [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین السالمین ایمان کی نشانی ہے

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں [illegible] طبع ہوئی

رد المحتار شرح تنویر الابصار-
مختصر منقح از علامہ علاء الدین
حصکفی معروف متداول ہر چہار
مجلدات کامل-

فتاوی عالمگیری- ہر چہار جلد کامل در دو جلد
ہدایہ مع الکفایہ- از سید جلال الدین کرلانی
ہدایہ مستند شرح مشہور معروف حامل المتن
اسکے مجلدات اٹھ ہیں- جلد اول و دوم تا
کتاب الوکالۃ جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب الطلاق
فتاوی قاضیخان- از امام قاضی حسن بن
منصور قاضیخان مستند معتبر معروف متداول
مع فتاوی سراجیہ آخر میں بطور ضمیمہ-
شرح وقایہ- از امام صدر الشریعۃ جلی قلم
مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی بن جنید چلپی و اخل
درس انطبع کلان خوشخط و صحیح-
شرح وقایہ مجرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم
ذخیرۃ العقبی- حاشیہ شرح وقایہ از یوسف
بن جنید چلپی متداول معروف-
اشباہ والنظائر- مع شرح حموی معروف
مستند متداول-
ملا مسکین- از بیوع تا وصایا محشی جدید-
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب-
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول
عینی شرح کنز الدقائق- محشی مستند معروف
متداول دو جلد-
(۱) دونوں جلد عبادات-
(۲) دونوں جلد معاملات-

مختصر وقایہ محشی- از امام صدر الشریعۃ
درسی متداول-
عمدۃ الرعایۃ- فی مسائل الرضاعۃ از
مولوی تراب علی مرحوم-
قدوری محشی- تالیف امام ابو الحسن
درسی متداول-
شرح الیاس- شرح مختصر وقایہ- از
شیخ محمود بن الیاس دو جلد-

اصول فقہ عربی

فاتح القدیر شرح حسامی- از مولانا
عبد العزیز بخاری معروف و متداول-
توضیح تلویح- از صدر الشریعۃ و علامہ
تفتازانی مع کامل ستہ حاشیہ از حسن چلپی
و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت نایاب مجموعہ
حسامی- از مولانا حسام الدین-
شرح مسلم الثبوت- از ملا بحر العلوم نہایت
نفیس و معروف و مستند شرح-
اصول الشاشی محشی بحصول الحواشی از
ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم-

حدیث اردو

مظاہر حق- ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ
جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم
و مغفور کامل چار جلد میں-
تحفۃ الاخیار- ترجمہ اردو مشارق الانوار
مترجمہ مولوی خرم علی-
ترجمہ جامع ترمذی- حامل المتن جلد اول
مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع-

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ
مولانا عبد الحق محدث دہلوی- چار مجلدات
میں پوری شرح مع ترجمہ-

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف-
جامع ترمذی- امام ابو عیسیٰ صحاح ستہ میں
مع جمع الاصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی
قسطلانی شہاب الدین قسطلانی کی شرح
صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف نہایت اعلیٰ
دس مجلدات میں پوری شرح حل النسخ-
سنن ابی داؤد- ہر چہار جلد کامل دو جلد
میں از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح
ستہ معروف-
دلائل الخیرات- با ترجمہ فارسی و اسما
متبرکہ و خواص اسمائے حسنی معروف-
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل-
ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ-
مناصر الخیرات- با ترجمہ اردو از حکیم
ناصر علی صاحب اردو بے نقط درود کا مجموعہ

تفسیر اردو

تفسیر قادری- ترجمہ اردو تفسیر حسینی
مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد میں
تفسیر زاد الآخرت- نظم میں پوری تفسیر
قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد میں از

مولوی عبدالسلام —

تفسیر سورہ فاتحہ مسمی بتحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین —

تفسیر سورۂ یوسف — مطبوعہ مصر از مولوی محمد فضلی —

ایضاً — چھاپہ مصر —

تفسیر سورۂ مزمل — با ترجمہ اردو —

تفسیر فارسی

تفسیر حسینی — از ملا حسین واعظ — متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط —

تفسیر بحر مواج — ہفت پارہ از علامہ قاضی دولت آبادی نفیس طریقہ تعلیم تفسیر اول منزل —

تفسیر اسرار الفاتحہ — مصنفہ ملا معین کاشفی در تصوف —

میزان الفرقان — در اصول تفسیر از ملا محمد عثمان قیمی —

ایضاً عربی

عرائس البیان — حوفی ہیں مولفہ حضرت شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفہ زمانہ الاولیا محی الدین عربی دونوں تصوف میں بہت معروف و مشہور ہیں مجلد نسخہ کامل دو جلدیں —
(جلد اول) اولین پندرہ پارے —
(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ —

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ہے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں کہ ہر نایاب تھی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کے لئے عجیب صنعت سے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست کی رہنما دھنہ ہر خط اور جزا کی مطلع بے نقط — فرعون و قارون کا نام بے نقطہ ادا ہونا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عورت کو اولتی پایا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا — دلیا ہی پایا جیسا سنا تھا سلیقہ کی تمام کوشش سے نہایت نفیس فرو لایا کو جواہر خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا —

فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ مجتبائی —

تفسیر جلالین مع کمالین — حاشیہ جدید مطبوعہ دہلی —

تفسیر سراج المنیر — چار جلدیں مشہور تالیف شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب بر دمشق بیضاوی و کشاف و معالم و تفسیر کبیر و فوائد تحقیق و قرات سبعہ و عشرہ نقل از حجۃ

تبیان فی اعراب القرآن — مولفہ عبداللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی سنہ ۶۱۶ ہجری اس فن کی کوئی کتاب ہندوستان میں طبع ہوئی — غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہو گیا ہے — ساتھ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے —

تفسیر کمالین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین پارہ عم پر شرح مولانا تراب علی مرحوم —

درالنظیم — خواص و تاثیرات آیات و سورہ قرآنی مولفہ قاضی ابوالحسن المصری —

توریت — بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا — اور اردو ترجمہ المعروف زرکشیر مطبع نہ الکی طرف سے شائع ہوا —

اخلاق و تصوف

اردو

جامع الاخلاق — ترجمہ اخلاق جلالی —

تہذیب النفوس — از سید ظہور الدین حسین —

آب دانش — مولفہ مولوی محمد کریم بخش —

اوقات سحری — از سید غلام حیدر خان —

ترجمہ عوارف المعارف — کامل دو جلدیں — ترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی —

فرخندہ دانش — ہوشمندی کی تعلیم از مولوی صاحب محمد کریم بخش —

بوستان تہذیب — جامع اخلاق داو [illegible]

دفتر حقائق — ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد و —

مجموعہ حقیقت — اصلاح نفس —

آب حیات — اخلاق و موعظت میں عشق کی کتاب پرشاد —

اکسیر ہدایت — ترجمہ اردو کیمیائے سعادت —

جامع شریعت و حقیقت — ترجمہ مولوی محمد الدین احمد —

کیمیائے حکمت — متداول بیان الف علم و ادب —

نجات المومنین — ذکر کرامات حضرت [illegible] شاہ نجات اللہ مطبوعہ مطبع پٹیالہ —